نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

[اسلامک فقہ اکیڈمی(انڈیا) کے اکتیسوینفقہی سمینار منعقدہ مؤرخہ ۱۰-۱۲؍ربیع الثانی۱۴۴۴ھ
مطابق ۵-۷؍نومبر ۲۰۲۲ء کو دار العلوم شیخ علی متقی برہانپور (مدھیہ پردیش)
میں پیش کئے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات ومناقشات کا مجموعہ]

ایفا پبلی کیشنز - نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	نکاح مسیار کی شرعی حیثیت
صفحات	:	۷۴۹
قیمت	:	۵۶۵؍روپے
سن طباعت	:	اکتوبر ۲۰۲۳ء

باہتمام: اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

ناشر

ایــفـا پبلیکیشنز
۱۶۱- ایف، جوگابائی،جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل: fiqhacademyindia@gmail.com
فون: ۰۱۱ - ۲۶۹۸۱۷۷۹

مجـــلـــــس ادارتـــــــــــ

۱- مولانا محمد نعمت الله اعظمی
۲- مولانا بدر الحسن قاسمی
۳- مولانا خالد سیف الله رحمانی
۴- مولانا عتیق احمد بستوی
۵- مفتی محمد عبید الله اسعدی


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عنوان	مقالہ نگار	صفحہ
پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	٧
باب اول: تمہیدی امور		
تجاویز		١١
سوالنامہ		١٢
تلخیص مقالات	مفتی احمد نادر القاسمی	١٥
عرض مسئلہ (سوال نمبر ١ تا٥)	مولانا ولی اللہ مجید قاسمی	٦٢
عرض مسئلہ (سوال نمبر ٦ تا ٨)	مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی	٦٨
باب دوم: تفصیلی مقالات		
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی	٨١
نکاح مسیار کے احکام	مفتی اقبال محمد ٹنکاروی	١٠٨
نکاح مسیار کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت	مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی	١٣٢
نکاح مسیار کی حقیقت کتاب وسنت کی روشنی میں	حافظ مفتی صادق محی الدین نظامی	١٥٢
نکاح مسیار کی حقیقت اور شرعی حدود وقیود	مولانا عبد الاحد قاسمی	١٧٩
نکاح مسیار ۔ شریعت کی روشنی میں	مفتی جمیل احمد نذیری	٢٠٥
نکاح مسیار، حقیقت اور علماء کی آراء	مولانا ولی اللہ مجید قاسمی	٢١٩
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	مفتی عبد الرحیم قاسمی	٢٣٧
نکاح مسیار	مفتی محمد عثمان بستوی	٢٤٧
نکاح مسیار۔ حقیقت اور حکم	مولانا رحمت اللہ ندوی	٢٥٦
نکاح مسیار اور نکاح موقت ۔ ضرورت واسباب	مولانا روح الامین مظاہری	٢٧٣
نکاح مسیار ۔ موجودہ زمانہ کا ایک اہم مسئلہ	مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی	٢٩١
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی	٣٠٩
نکاح مسیار اور مؤقت کے احکام	مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی	٣٢٨
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	مولانا ابوبکر قاسمی	٣٤١
نکاح مسیارکی حقیقت اور شرعی حیثیت	مولانا عارف باللہ قاسمی	٣٥٦
نکاح مسیار کی حقیقت اور حکم عقل ونقل کی روشنی میں	مولانا عبید اللہ ندوی	٣٧٦
نکاح مسیار کی حقیقت ۔ احکام اور اثرات	مفتی محمد شفیق بڑودوی	٤٠٣

نکاح مسیار کی حقیقت اور شرعی حکم	مولانا محمد قمر الزماں ندوی	٤١٤
نکاح مسیار کی صورتیں، اسباب وعوامل اور احکام	مفتی خالد حسین نیموی	٤٢٦
نکاح مسیار کا شرعی حکم	مفتی ظہیر احمد قاسمی	٤٥٣
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	مولانا محمد معین الدین قاسمی ندوی	٤٦٣
نکاح مسیار شریعت کی نظر میں	مولانا محمد فاروق قاسمی	٤٧١
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	مولانا محمد صابر حسین ندوی	٤٨٨
نکاح مسیار: حقیقت اور حکم شرعی	مولانا عبد الرب سعادتی	٥١٥
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	مولانا فرید احمد کاوی	٥٣٦
نکاح مسیار اور قدیم وجدید علماء کا موقف	مولانا اسجد دیولوی	٥٥٠
نکاح مسیار سے متعلق مسائل	مولانا ریحان مبشر قاسمی	٥٦٢
نکاح مسیار اور قدیم وجدید فقہاء کا موقف	مفتی جنید احمد قاسمی	٥٧٩
نکاح مسیار اور قدیم وجدید علماء کا موقف	مولانا اسعد پالنپوری	٥٩٥
نکاح مسیار کا حکم	مولانا سعد نور قاسمی	٦١٨
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	مفتی محفوظ الرحمن قاسمی	٦٣٧
باب سوم: مختصر تحریریں		
نکاح مسیار کی ابتداء اور اس کی شرعی حیثیت	ڈاکٹر مولانا ظفر الاسلام صدیقی	٦٥١
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	مفتی حبیب اللہ قاسمی	٦٦٠
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	مولانا راشد حسین ندوی	٦٦٣
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	ڈاکٹر مصطفی عبد القدوس ندوی	٦٧١
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	مفتی نثار احمد گودھروی	٦٧٨
شرعی نقطہ نظر سے نکاح مسیار کا حکم	مفتی عبد الرزاق قاسمی	٦٨٥
نکاح مسیار کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم	مفتی شکیل منصور قاسمی	٦٩٤
نکاح مسیار کا مفہوم اور اس کے شرعی احکام	مولانا محمد منصف بدایونی	٧٠٢
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت شرعی نقطۂ نظر سے	مولانا محمد مصطفی قاسمی	٧٠٩
نکاح مسیار سے متعلق تفصیلات	مفتی محمد فاروق قاسمی	٧١٧
نکاح مسیار کا حکم اور نکاح کے مقاصد	مفتی محمد صادق مبارکپوری	٧٢٠
المیراث فی زواج المسیار	ڈاکٹر نائف بن احمد الحمد	٧٢٦
باب چہارم: مناقشہ		
مناقشہ		٧٣٥

پیش لفظ

انسانی زندگی کا ایک اہم ترین مسئلہ نکاح ہے، نکاح ہی کے ذریعہ خاندان وجود میں آتا ہے، اور انسان کو ایک پرسکون زندگی میسر آتی ہے، اس لئے شریعت نے نکاح کا طریقہ، نکاح کے آداب اور نکاح سے متعلق شرائط وتفصیلات کا پوری وضاحت و تفصیل سے ذکر کیا ہے، بلکہ بعض پہلوؤں سے قرآن مجید میں عبادت سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ نکاح وطلاق کے احکام ذکر کئے گئے ہیں، لیکن مختلف سماجی حالات کی وجہ سے انعقاد نکاح کے عمل کو انجام دینے میں کچھ نئی شکلیں اختیار کی جارہی ہیں، جن میں بعض شکلیں تو قطعی طور پر جائز ہیں اور بعض جواز کے دائرہ میں آتی ہیں۔

معروف طریقہ ازدواج سے کسی قدر ہٹ کر نکاح کا ایک طریقہ عالم عرب اور مغربی ملکوں میں رواج پا رہا ہے جو وہاں کے سماجی حالات کے پس منظر سے متعلق ہے، جس کو آج کل نکاح مسیار کہا جاتا ہے، فقہا کے یہاں یہ اصطلاح نہیں ملتی مگر اس میں نکاح کے ارکان و شرائط کو انجام دیتے ہوئے ایسی صورت اختیار کی جاتی ہے جو فریقین کے لئے باعث سہولت ہو، اسی لئے اس خاص صورت کو نکاح مسیار سے لوگوں نے موسوم کردیا ہے، اس موضوع کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ وطن عزیز کا میڈیا اپنے مزاج کے مطابق جھوٹ بول کر اس مسئلہ کو مسلمانوں کی بے عزتی کے استعمال کر رہا ہے اور ایسا تصور دیا جارہا ہے کہ یہ عورت کے ساتھ انا انصافی پر مبنی جسمانی تعلق ہے۔

اسی پس منظر میں اکتیسویں فقہی سمینار منعقدہ برہانپور میں نکاح مسیار کا موضوع بھی رکھا گیا، تاکہ اس نکاح کی شرعی حیثیت بھی واضح ہوجائے، اسلامی نقطۂ نظر سے اس میں جو کمیاں ہیں وہ بھی لوگوں کی نظر میں آجائیں اور اس غلط فہمی کا بھی ازالہ ہوجائے جو اس نسبت سے پھیلائی جارہی ہے، نیز لیو ان ریلیشن شپ کا بے حیائی پر مبنی قانون جس کو مغرب سے ہمارے ملک میں برآمد کیا جارہا ہے، ضمنی طور پر اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے محب عزیز مفتی احمد نادر قاسمی صاحب کہ انہوں نے بہت خوش سلیقگی کے ساتھ موضوع سے متعلق مقالات، سمینار کے درمیان ہونے

والے مناقشات اور فیصلوں کا مجموعہ مرتب کیا ہے، جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے، امید ہے کہ اہل علم اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور قانون داں نیز اہل دانش حضرات اس سے استفادہ کریں گے۔

۱۰؍محرم الحرام۱۴۴۵ھ — **(مولانا) خالد سیف اللہ رحمانی**

۲۹؍جولائی۲۰۲۳ء — (جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

* * *

پہلا باب

تمہیدی امور

تجاویز:

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا اکتیسواں فقہی سمینار ‘‘ دار العلوم شیخ علی متقی برہانپور’’ میں ۷-۵،نومبر ۲۰۲۲ء کو منعقد ہوا، جس میں ایک اہم موضوع ‘‘ نکاح مسیار کی شرعی حیثیت ’’ پر بحث و مناقشہ کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں :

۱- شریعت اسلامی میں شوہر وبیوی کا تعلق ایک مقدس رشتہ ہے جو نکاح کے ذریعہ ہی وجود میں آتا ہے، اس لئے لیو ان ریلیشن شپ (Live in Relationship) یعنی بغیر نکاح کے آپسی رضامندی سے دو مرد وعورت کا شوہر وبیوی کی طرح ایک ساتھ رہنا حرام ہے اور ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے اس سے احتراز لازم ہے۔

۲- ایک مقررہ مدت کے لئے نکاح کرنا خواہ اس طرح مدت متعین کرے کہ میں دو سال کے لئے نکاح کرتا ہوں یا اس طرح کہ جب تک میں اس شہر میں رہونگا اس وقت تک کے لئے نکاح کرتا ہوں، ناجائز اور باطل ہے۔

۳- نکاح اسلام کی نظر میں ایک دائمی رشتہ ہے، اس لئے نکاح اسی نیت سے کرنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے لئے میاں بیوی بن کرزندگی گزارینگے۔

۴- اگر کوئی شخص نکاح کے ارکان کو انجام دے یعنی گواہان کے سامنے ایجاب وقبول کرلے اور دل میں یہ بات چھپائے ہوئے ہو کہ وہ کچھ عرصہ بعد اس رشتہ کو ختم کردے گا تو یہ سخت گناہ اور اسلامی تعلیمات اور شریعت نے نکاح کا جو مقصد متعین کیا ہے اس کی روح کے خلاف ہے، لیکن چونکہ دونوں نے آپسی رضامندی سے ایجاب وقبول کیا ہے، اس لئے نکاح ہوجائے گا اور مرد کی ذمہ داری ہے کہ اس نکاح کو آخر وقت تک قائم رکھنے کی کوشش کرے۔

۵- اگر کوئی عورت اپنی خوشی سے نکاح کرے اور نکاح کی بنا پر شوہر پر اس کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان کو معاف کردے تو چونکہ عورت اپنی ذات اور اپنے حقوق کے بارے میں خود مختار ہے، اس لئے اس کا معاف کرنا معتبر ہوگا، البتہ اگر بعد میں کسی وجہ سے بیوی اس شوہر سے اپنے ان حقوق کا مطالبہ کرنا چاہے تو اس کو اس کا حق ہوگا اور مطالبہ کے وقت شوہر ان حقوق کو ادا کرنے کا پابند ہوگا۔

* * *

سوالنامہ:

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

آج کل عالم عرب میں وہاں کے سماجی حالات کے تحت نکاح کی ایک خاص صورت رائج ہو گئی ہے، جس کو ‘‘نکاح مِسیار ’’ کہا جاتا ہے، ہندوستان کی عدالت عظمیٰ میں بھی ایک مقدمہ نکاح مسیار کے خلاف دائر کیا گیا ہے، جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے، اس میں مدعی نے نکاح مسیار کو سنی مسلمانوں کی طرف اور متعہ کو شیعہ مسلمانوں کی طرف منسوب کیا ہے۔

نکاح مسیار کی صورت عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ مرد کسی عورت سے شریعت میں معتبر تمام ارکان وشرائط کی رعایت کے ساتھ عقد نکاح کرتا ہے؛ لیکن اس نکاح میں عورت اپنی مرضی سے اپنے بعض حقوق ، نفقہ، سکنیٰ، شب گزاری وغیرہ سے دست بردار ہو جاتی ہے، اس نکاح کے وجود میں آنے کے مختلف اسباب ہیں مثلاً:

الف: عالم عرب میں خصوصاً اور بعض دوسرے علاقوں میں بھی غیر شادی شدہ کنواری اور مطلقہ خواتین کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، اس کی ایک وجہ تو طلاق کی کثرت ہے اور دوسری وجہ عورت کے ولی کی طرف سے مہر کی کثیر رقم کا مطالبہ ہے، اس صورت حال میں خواتین اس بات پر راضی ہو جاتی ہیں کہ کوئی مرد اُن سے پہلی بیوی رکھتے ہوئے نکاح کر لے اور شوہر کے حالات کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہو جاتی ہیں۔

ب: بعض اوقات نکاح کی خواہش مند خواتین مختلف اسباب کے تحت اپنے والدین کے گھروں مینر ہنا چاہتی ہیں، مثلاً : اس لئے کہ وہ تنہا والدین کی دیکھ بھال کرتی ہیں، اگر وہ شوہر کے حسب منشاء دوسری جگہ رہیں تو والدین کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

ج: کبھی اس لئے کہ انہیں پہلے شوہر سے بچے ہوتے ہیں اور وہ اپنے بچوں کو لے کر اس دوسرے شوہر کے یہاں منتقل نہیں ہو سکتیں؛ اس لئے وہ شوہر سے صرف زن وشو کا خصوصی تعلق چاہتی ہیں۔

د: بعض شادی شدہ مرد اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے یہ نکاح کرتے ہیں؛ کیوں کہ ایک بیوی سے ان کی ضرورت پوری نہیں ہوتی، بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی عورت تجرد کی زندگی گزار رہی ہے اور خود اس کے حالات کا تقاضہ ہوتا ہے کہ اس کو پاکیزہ زندگی عطا کرنے کے لئے اس سے نکاح کر لیا جائے، اور اس پر کوئی مالی ذمہ داری بھی عائد نہ ہو۔

ہ: بعض اوقات شوہر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی دوسری شادی کو اپنی پہلی

بیوی کے سامنے ظاہر نہ کرے؛ کیوں کہ اسے خدشہ ہے کہ اس سے ان کے درمیان تعلقات خراب ہو جائیں گے۔

ط: مرد کثرت سے کسی خاص ملک کا سفر کرتا ہے اور وہاں طویل مدت رہتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں بیوی کے ساتھ رہنے میں اس کے لئے زیادہ حفاظت ہے۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

۱۔ کیا قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا کوئی ذکر ملتا ہے؟

۲۔نکاح مسیار کی کیا صورتیں اختیار کی جاتی ہیں اور کن اسباب کے تحت اس کی نوبت آتی ہے، معاصر اہل علم کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے وضاحت فرمائیں۔

۳۔نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سے دستبرار ہو جاتی ہیں، بعض دفعہ اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں، ان صورتوں میں ان کے اولیاء اپنے لئے ہتک محسوس کر سکتے ہیں،اس پس منظر میں کیا نکاح مسیار میں ولی کو حق اعتراض ہوگا؟

۴۔کیا شریعت کے جو مقاصد نکاح سے متعلق ہیں، زواج مسیار سے پورے ہوتے ہیں، اگر نہیں تو ایسی صورت میں نکاح مسیار کا کیا حکم ہے؟

۵۔اسی طرح اگر:

الف: نکاح مسیار کے متعلق آپ کے علم میں علماء ہند کی آراء ہوں تو ان کو تحریر کیا جائے۔

ب: نکاح مسیار سے متعلق ممتاز علماء عرب کی آراء پر بھی روشنی ڈالی جائے۔

ج: نکاح مسیار سے متعلق اگر مسلم حکومتوں کے کسی نظام وقانون کا علم ہوسکے تو اس کو بھی سامنے لایا جائے۔

۶۔زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت کیا ہوگی؟ ان کے نفقہ کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ اس کے مثبت ومنفی پہلوؤں اور فوائد و نقصانات کی بھی نشان دہی کریں۔

۷۔ بہت سے عرب طلبہ مغربی ملکوں مینجاتے ہیں اور ان کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے طویل عرصہ وہیں مقیم رہنا پڑتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہے کہ ایک جوان شخص کا تجرد کے ساتھ پاکدامنی کی زندگی گزارنا بہت دشوار ہوتا ہے، ان حالات میں وہ وہاں نکاح کر لیتے ہیں، یہ نکاح ان کے لئے عفت وپاکدامنی کا ذریعہ بھی بنتا ہے، اور اس سے خاندانی زندگی کی سہولتیں بھی حاصل ہوتی ہیں، بہت سے نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں ان کا قیام رہے گا، وہ اس رشتے کو باقی رکھیں گے اور جب وہاں سے ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو واپس ہوں گے تو طلاق دے کر رشتہ ختم کر دیں گے؛ تاکہ عورت کے لئے دوسرے نکاح میں کوئی دشواری نہ ہو اور مرد کو بھی نئی زندگی شروع کرنے میں پریشانی نہ ہو؛ کیوں کہ اگر پہلے سے کوئی عورت نکاح میں ہوتو کوئی

دوسری عورت عام طور پر اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتی، کیا نکاح کی اس صورت پر نکاح موقت کا اطلاق ہوگا؟ اگر دل میں یہ بات رکھے ہوئے ہو کہ ایک مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتہ کو ختم کر دے گا تو کیا یہ نکاح موقت کے دائرہ میں آئے گا؟

٨۔ اسی پس منظر میں دریافت طلب ہے کہ نکاح موقت کی حقیقت کیا ہے اور اس کے حکم کے بارے میں ائمہ اربعہ اور صاحبین کا کیا نقطۂ نظر کیا ہے؟

* * *

تلخیص مقالات:

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

مفتی احمد نادر القاسمی•

اسلام مرد وعورت کے ازدواجی رشتہ کو تقدس، احترام انسانیت، پاسداری، ہمدردی، حسب ونسب کے تحفظ کے ساتھ شریفانہ ماحول میں نسل انسانی کی افزائش اور تکریم کی نظر سے دیکھتا ہے، اور قرآن کریم میں مذکور: ''محصنین غیرمسافحین'' (سورہ نساء: ۲۴) کا یہی مفہوم ہے، اور پھر اسی کے ساتھ عقد نکاح کو انسانی زندگی کی ناگزیر ضرورت بھی قرار دیتا ہے، اگر نکاح کا کوئی بھی طریقہ اس تقدس وپاسداری اورفرائض کی ادائیگی کے معیار پر نہیں اترتا تو اسلامی شریعت سب سے پہلے اس کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ ''الحق أحق ما یتبعہ''۔

جہاں تک نکاح مسیار کا تعلق ہے - جو ابھی خال خال ہی نظر آرہا ہے - تو اس بارے میں آنے والی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح مسیار ایک ایسی شادی ہے جو ازدواجی فرائض کی پاسداری کے بغیر انجام پاتی ہے، یا ازدواجی فرائض تو انجام دیئے جاتے ہیں، مگر ناقص، یا حقوق سے دست برداری، یا اس رشتہ کو مستقبل میں ختم کردینے کا جذبہ یا نیت اس میں شامل رہتی ہے، اگرچہ یہ شادی اور نکاح ان تمام شرائط وضوابط کی رعایت کے ساتھ ہوتا ہے جو شرعاً مطلوب اور ضروری ہیں۔

نکاح مسیار کی ایک شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ زوجین نکاح تو کرلیتے ہیں، مگر اس کے اعلان سے گریز کرتے اور اولیاء وافراد خانہ سے نکاح کو مخفی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، البتہ نکاح مسیار کی وہ شکل جس میں عورت اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے شوہر کے گھر نہ آنا چاہے اور ازدواجی رشتہ بھی قائم رہے، اس کی بہرحال گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

آج کل یہ بھی ہورہا ہے کہ یورپ یاکسی بھی ایشیائی یا یورپی ملک میں تعلیم کی غرض سے جانے والے مسلم نوجوان دوران طالب علمی، یا ملازمت کی مدت قیام تک کے لئے ملازمت کی غرض سے جانے والے شادی کرلیتے ہیں، جس کا مقصد تادم حیات رشتہ نکاح کو باقی رکھنا نہیں ہوتا اور نہ اس سے توالد وتناسل کے سلسلہ کو آگے بڑھانا مقصود ہوتا ہے، ظاہر ہے یہ صورت اسلامی اخلاقیات کے تناظر میں محل غور ہے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج دنیا میں جہاں اباحیت اور جنسی بے راہ

• رفیق شعبۂ علمی اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا۔

روی کو مختلف بہانوں سے عام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس ماحول کو کہنے کو تو یہ بات درست ہے کہ شرعی طریقہ پر یہ رشتہ انجام پارہا ہے، مگر یورپی ممالک میں پایاجانے والا نکاح مسیار کا یہ طریقہ اس اباحیت کے رجحان کو کہیں نہ کہیں تقویت ضرور دیتا ہے، اور نکاح کو مخفی رکھنے کا رجحان، حدیث رسول:''أعلنوا النکاح ولو بالدف'' کے بھی خلاف ہے، اور ایک گنا ایک امر مباح اور مشروع کو جرم کے خانے میں رکھنے کے مترادف معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے دینی اور شرعی اخلاقیات اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرسکتیں، نیز ایک مدت کے بعد نکاح سے علاحدہ ہونے کا رجحان بھی نکاح مؤقت اور نکاح متعہ جیسے نکاحوں کے زمرے میں اگر نہیں ڈالتا تو اس کے مشابہ اور قریب ضرور کردیتا ہے، اگر اس کو جائز قرار دیا جاتا ہے تو پھر یہ غور کرنا ہوگا کہ آخر شریعت نے نکاح متعہ کو ناجائز کیوں قرار دیا ہے؟ دوسری طرف نکاح مسیار میں ایک مدت کے بعد نکاح سے علاحدہ ہوجانے کی نیت یا طریقہ کار اس رجحان کو بھی تقویت دیتا ہے کہ جس میں کہا جاتا ہے کہ عورت کو محض ایک استعمال کی چیز تصور کرلیا گیا ہے، جب تک جی چاہے ساتھ رکھا جائے اور جب ضرورت پوری ہوجائے اسے زندگی سے علاحدہ کردیا جائے (نعوذباللہ من ذلک)۔ کیا عورت کا یہی مقام او راس کی یہی حیثیت رہ گئی ہے؟ ملخص کا خیال ہے کہ اسی وجہ سے شریعت نے نکاح کے باب میں ایسی نیت رکھنے کو بھی ناپسند قرار دیا ہے۔

نیز اس پہلو پر غورکرتے ہوئے اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اسلامی شریعت کے مطابق نکاح کا مقصد محض جنسی تسکین نہیں، بلکہ افزائش نسل انسانی بھی ہے، اگر نکاح کو مخفی رکھ کر محض جنسی تسکین کا راستہ اختیار کیا جائے تو یقیناً حدیث رسول: ''تناکحوا تناسلوا'' (بخاری) کے بھی خلاف ہوگا۔

اسی طرح نکاح مسیار کے جواز میں بعض معاصر اہل علم نے یہ بات تو لکھی ہے کہ اس میں تمام ارکان وشرائط پائے جاتے ہیں، عورت صرف اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوتی ہے، اس لئے اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، مگر وہ اس بات کو نظر انداز کرتے ہیں کہ اس نکاح میں یہ بات بھی شامل رہتی ہے کہ نکاح کرنے والا جب تک اس شہر میں ہے تب تک ہی نکاح باقی ہے، جب جانے لگے گا تو علاحدہ ہوجائے گا، اور یہی اس کی سنگینی ہے۔

بہرحال ''نکاح مسیار'' سے متعلق اس پہلو کو بہرحال مدنظر رکھنا چاہئے کہ ''نکاح مسیار'' کی وہ صورت جو مسلم ملکوں میں پائی جاتی ہے اور جس میں خواتین اپنے حقوق معاف کرکے بعض مصالح کے تحت شادیاں کرتی ہیں، یا شادی کو سماجی مجبوریوں اور گھریلو انتشار کی وجہ سے مخفی رکھا جاتا ہے، اس میں اور نکاح مسیار کی وہ شکل جو مغربی ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ اور طالبات، یا تجارتی اسفار وغیرہ کی وجہ سے مدت قیام تک کے لئے طلاق اور علاحدگی کی نیت کے ساتھ شادیاں کی جاتی ہیں

ان میں، فرق ہے، پہلی صورت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس میں اگر کوئی عوارض پیش نہ آئیں تو دائمی طور پر زوجین کا ازدواجی رشتہ نبھانے کا ارادہ ہوتا ہے اور یہی شرعاً مطلوب ومقصود ہے، جبکہ دوسری صورت میں روز اول ہی سے طلاق دینے اور علاحدہ ہوجانے کی نیت شامل ہوتی ہے، اس لئے اگرچہ نکاح کے وقت اس کا اظہار نہ ہو، مگر رشتۂ ازدواج کے مقاصد تقدس کی روح کے خلاف ہے، اس لئے اس کی اجازت عمومی یا خصوصی اور انفرادی ،بہرحال محل نظر ہے۔

اس ضمن میں یہ بھی شبہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ نکاح مسیار میں پائے جانے والے مطلوبہ شرائط وضوابط کا بہانہ بنا کر مغربی آزاد روی کا اسلامائزیشن تو نہیں کیا جارہا ہے؟ اس موضوع پر غور کرتے ہوئے یہ باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں۔ اللہم اہدناإلی صراط مستقیم وأرنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ، وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ، آمین۔

مختصر یہ کہ نکاح مسیار کی یہ پیچیدہ صورت حال عالمی سطح پر بڑی خاموشی کے ساتھ مسلم سماج میں اپنا پیر پسار رہی ہے اور خاص کر ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کرنے والی، اور نکاح کو ایک دائمی بندھن والا بوجھ تصور کرنے والی نئی نسل میں یہ رجحان تیزی سے پیدا ہورہا ہے، اس صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے اکتیسویں سمینار کا ایک موضوع ''نکاح مسیار کی شرعی حیثیت '' رکھا، تاکہ اس مسئلہ پر شرعی نقطہ نظر سے غور کیا جائے، چنانچہ ۸؍سوالات پر مشتمل اس کا سوالنامہ تیار کرکے اہل علم کی خدمت میں ارسال کیا، اس کے جواب میں تادم تحریر ۴۰؍مقالہ نگار ان کی تحریریں اکیڈمی کو موصول ہوئیں جن کی تلخیص اہل علم کی آراء اور دلائل پر مشتمل تفصیلات آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہے:

مقالہ نگاران کے اسماء گرامی:

مفتی عبد الرزاق امروہوی، مولانا عبید اللہ ندوی، قاری ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا جمیل اختر جلیلی ندوی، مولانا روح الامین داؤد مظاہری، مولانا ابومعاویہ محمد معین الدین ندوی قاسمی، مفتی مصطفی عبد القدوس ندوی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی قمر الزماں ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی فرید احمد کاوی، مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی جنید احمد قاسمی، مولانا محمد فاروق ناگپوری، مفتی شکیل منصور القاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی، مولانا عبد الاحد قاسمی، مفتی محمد شفیق بڑودوی، مولانا محمد سعد نور القاسمی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی خالد حسین نیموی قاسمی، مفتی مصطفی قاسمی آواپوری، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، ڈاکٹر نایف بن احمد الحمد، مفتی اسجد دیولا، مفتی صادق محی الدین نظامی، مفتی فاروق بارڈولی،قاضی محمد ریاض ارمان القاسمی، مفتی محمد صادق مبارکپوری، مفتی ظہیر احمد قاسمی، مولانا ریحان مبشر مئو، مفتی محمد عثمان

بستوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی مصنف بدایونی۔

سوال نمبر ۱۔ کیا قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا کوئی ذکر ملتا ہے؟

اکثرمقالہ نگاران کی رائے:

اس سوال کے جواب میں اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ قدیم فقہاء کے یہاں اس نام سے صراحتاً کسی بھی نکاح کا تذکرہ نہیں ملتا، یہ ایک جدید اصطلاح ہے، جو عصر حاضر میں سامنے آئی ہے، گو کہ بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ یہ قدیم ہے، البتہ اس سے ملتے جلتے نکاح کا ذکر ضرور فقہاء کے یہاں موجود ہے، جیسے زواج النہاریات، زواج اللیلیات، شوہر سے نفقہ، سکنی اور کسوہ وغیرہ ساقط کئے جانے کی شرط پر نکاح، بیوی کے رخصت ہوکر شوہر کے گھر نہ جانے کی شرط پر نکاح، اس طرح کے نکاحوں کی تفصیلات فقہ وفتاوی کی کتابوں میں موجود ہیں،چونکہ یہ رائےاکثر حضرات کی ہے، اس لئے ان کے اسماء گرامی یہاں بخوف طوالت حذف کئےجاتے ہیں:

دلائل:

اکثر حضرات نے بس اتنا لکھا ہے:''ہذا النوع من الزواج لم یعرفہ المتقدمون'' (المسائل الفقہیہ المستجدہ۲۲۹)۔

بعض حضرات کی رائے:

اس بارے میں مفتی فرید احمد کاوی، مفتی محمد عثمان بستوی اور مفتی ریاض ارمان قاسمی کی رائے یہ ہے کہ یہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے، اول الذکر صاحب نے اس پر شامی، فتح القدیر اور دورسری کتب فقہ کا حوالہ بھی دیا ہے، جبکہ ثانی الذکر نے ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی بات نقل کی ہے: ''إن زواج المسیار کما یسمی لیس شیئاً جدیدا، إنما ہو أمر عرفہ الناس من قدیم'' (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ۲۴)۔اور پانچ حضرات مقالہ نگاران نے اس سے تعرض نہیں کیا ہے کہ نکاح مسیار کا تذکرہ فقہاء قدیم کے یہاں موجود ہے یا نہیں، بس حکم مسئلہ بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

دلائل:

چونکہ اس سوال کا تعلق حکم شرعی سے نہیں ہے، بلکہ تاریخی ثبوت سے ہے کہ آیا ماضی میں اس کا چلن رہا ہے یا نہیں، اس لئے دلائل اور تفصیل سے یہاں صرف نظر کیا جاتا ہے۔

قدیم فقہاء کے یہاں معروف نکاح کی اصطلاحات:

فقہ کی قدیم کتابوں میں نکاح کی جن صورتوں کا ذکر ملتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نکاح الرایات: فاحشہ عورتیں اپنے دروازےپر جھنڈے لگایا کرتی تھیں، تاکہ لوگ اس کے گھر آئیں اور اپنی جنسی ضرورت پوری کریں۔

۲۔ نکاح الاستبضاع: (نعوذ باللہ من ذلک) اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ شوہر خود اپنی بیویوں کو معاشرے کے رؤساء اور سرداروں کے گھر بھیج دیتے تھے، تاکہ اس سے

جو بچہ پیدا ہو اس کے اندر وہی سرداری کی اور رئیسانہ صفت پیدا ہو۔

۳۔ نکاح الرھط: زمانہ جاہلیت میں دس دس لوگ ایک ہی عورت سے ایک ساتھ جنسی تعلق قائم کرتے تھے، اور جو بچہ پیدا ہوتا تھا ان میں سے کسی ایک کی طرف عورت اس کو منسوب کرتی تھی، اور وہ بچہ اسی کا کہلاتا تھا۔

۴۔ نکاح التحلیل: حلالہ کی نیت سے نکاح کرنا۔

۵۔ نکاح الشغار: جسے ہمارے ملک بھارت میں گولٹ شادی کہا جاتا ہے۔

۶۔ نکاح المتعہ: ایک متعین مدت کے لئے نکاح ، جسے نکاح مؤقت بھی کہا جاسکتا ہے۔

۷۔ نکاح الخدن: خفیہ طور پر تعلق قائم کرنے کے لئے نکاح جسے (Live in relationship) کہا جاتا ہے۔

۸۔ الزواج السری والخفی۔

۹۔ زواج الخمیس والملف۔

۱۰۔ نکاح النہاریات۔

۱۱۔ نکاح اللیلیات۔

۱۲۔ زواج التانیس۔

۱۳۔ اور اب یہ نکاح کی نئی صورت ''نکاح المسیار'' کے نام سے سامنے آئی ہے، جسے خفیہ نکاح بھی کہہ سکتےہیں جس کا مقصد افزائش نسل نہیں، بلکہ صرف جنسی تسکین ہے، یا پھر مغرب کی مسلط کردہ گرل فرینڈ، بوائے فرینڈ جیسے قبیح تعلقات کو نئے زاویے میں تبدیل کرنے کی غرض سے اس نکاح کو رواج دیا گیا ہے، تاکہ قانونی گرفت یا سماج کی تیز نگاہی سے خود کو بچایا جاسکے اور بغیر کسی روک ٹوک کے فریب دہندہ دوستی اور تعلقات باقی رہیں۔

سوال نمبر ۲۔ نکاح مسیار کی کیا صورتیں اختیار کی جاتی ہیں اور کن اسباب کے تحت اس کی نوبت آتی ہے، معاصر اہل علم کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے وضاحت فرمائیں۔

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام مقالہ نگاران نے قدر مشترک مندرجہ ذیل نکاح مسیار کی صورتوں اور اسباب کا تذکرہ کیا ہے:

نکاح مسیار کی صورتیں:

۱۔ شوہر کا نان ونفقہ، سکنی اور کسوہ سے دست برداری کی شرط پر کسی خاتون سے نکاح کرنا۔

۲۔ بیوی کے پاس شب باشی اور رات یا دن نہ گزارنے کی شرط پر نکاح کرنا۔

۳۔ بیوی کی طرف سے ماں باپ یا پہلے شوہر سے ہونے والے بچہ کی پرورش کی وجہ سے شوہر کے گھر نہ جانے کی شرط پر نکاح کرنا۔

۴۔ عورت کے فارغ البال ہونے کی صورت میں حلال طریقے پر جنسی ضرورت کی تکمیل کی غرض سے نکاح کرنا، تاکہ عفت وعصمت محفوظ رہے۔

۵۔ دوسرے نکاح کو عام کرنےکی صورت میں گھر میں انتشار پیدا ہونے کے خطرے کی وجہ سے نکاح کو مخفی رکھنے کی شرط پر نکاح، یا مخفی رکھنا، یہ بھی نکاح مسیار کے ضمن مینہی آتا ہے۔

۶۔ مرد کا اکثر کسی دوسرے شہر میں تجارت یا کام کی وجہ سے آنا جانا رہتا ہے، اسے اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس جگہ بھی اس کی شریک حیات ہو اور پاکدامن بھی رہے، اور ذہنی سکون بھی، اس کے لئے وہ شخص کسی خاتون سے نکاح کرتا ہے۔

۷۔ کبھی کبھی لڑکی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اپنے کچھ حقوق سے دست بردار ہوکر نکاح کرتی ہے، تاکہ عصمت محفوظ رہے۔

۸۔ بعض مرد دوسرے نکاح کی خواہش رکھتا ہے، مگر ذرائع آمدنی وغیرہ کم ہونے کی وجہ سے ذمہ داری سے بچنا چاہتا ہے، اس لئے وہ ایسی خاتون تلاش کرتا ہے، جو اسے ذمہ داریوں سے فارغ کردے اور دونوں میاں بیوی بھی رہیں۔

۹۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک مدت تک ساتھ رہنے اور پھر طلاق دے کر علاحدہ ہوجانے کی نیت سے نکاح کرنا، جیسے بعض یورپی ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ یا وقتی طور پر دوسرے شہر میں ملازمت کرنے والے افراد کی خواہش ہوتی ہے۔

بسااوقات مرد وعورت دونوں فارغ البال ہوتےہیں، بس ان کی خواہش ہوتی ہے، ان کی زندگی حلال طریقے پر اور شادی شدہ بسر ہو، اور پھر دونوں رشتہ ازدواج میں بندھ جاتے ہیں۔

نکاح مسیار کے اسباب:

۱۔ لڑکیوں کی عمر کا زیادہ ہوجانا۔

۲۔ تعدد ازدواج میں خواتین، ماحول، معاشرہ، یا دوسرے ذرائع کا مانع بننا۔

۳۔ والدین کی خدمت یا پہلے شوہر سے بچے کی پرورش کے مقصد سے بیوی کا شوہر کے گھر جانے سے انکار کرنا۔

۴۔ لمبے عرصہ تک مرد کا گھر سے دور رہنا۔

۵۔ مرد میں بیوی کے اخراجات برداشت کرنے کی استطاعت نہ ہونا۔

۶۔ والدین اور اولیاء کی طرف سے لڑکیوں کے مہر زیادہ رکھنا۔

۷۔ شادی بیاہ میں اخراجات کا زیادہ آنا۔

۸۔ دوسری شادی کرنے والے شخص کو بیوی بچوں اور سماج کی طرف سے حقارت سے دیکھا جانا، شہوت پرستی اور عورتوں کا رسیہ ہونے کا الزام عائد کرنا۔

۹۔ حالات یا افراد خاندان کی سرد مہری کی وجہ سے عورتوں کا، تجرد کی زندگی گزارنے پر مجبور ہونا۔

۱۰۔ عورت کا مطلقہ یا بیوہ ہوجانا، اور اس کی شادی کا بندو بست نہ ہونا۔

۱۱۔ والدین کا مفلس اور غریب یا لاچار ہونے کی وجہ سے بچیوں کی شادی نہ کرپانا۔

۱۲۔ بیوی کا کوئی عذر نہ ہونے کے باوجود رخصت ہوکر شوہر کے پاس نہ جانا۔
۱۳۔ بیوی کا جسمانی اعتبار سے معذور ہوجانا، اور گھر سنبھالنے کے لائق نہ رہنا۔
۱۴۔ عورت کا صاحب حیثیت وثروت ہونا۔
۱۵۔ عورت کا بانجھ پن یا کسی بیماری کی وجہ سے تولیدی صلاحیت سے محروم ہونا۔
۱۶۔ نکاح مسیار کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ چونکہ اس مینعورت اپنے حقوق سے دست بردار ہوتی ہے، اس لئے مرد اس میں دلچسپی دکھاتے ہیں، اور فوراً تیار ہوجاتے ہیں۔
۱۷۔ بعض عورتیں خود یہ چاہتی ہیں کہ وہ شوہر کے گھر نہ جائے اور شوہر اس کے یہاں آتا جاتا رہے، یا مستقل شوہر عورت کے گھر سکونت اختیار کرلے۔
۱۸۔ عورتوں کی مجبوری، مردوں کی مجبوری اور معاشرتی مجبوری۔
۱۹۔ طلاق کی کثرت، اور بیوگی کی وجہ سے تجرد۔
۲۰۔ لذت پسندی، اور ذمہ داری سے فرار کا رجحان۔
۲۱۔ عورتوں میں شادی شدہ زندگی کی الجھنوں سے آزادی کا رجحان۔
۲۲۔ بچیوں کا اعلی تعلیم حاصل کرنے کا شوق یا کوئی ایسی ملازمت جس میں شادی شدہ ذمہ داریاں رکاوٹ بنتی ہوں، اور مرد وعورت آزادانہ طور پر رہنا چاہتے ہوں ، وغیرہ۔

نکاح مسیار کی سنگینی:

- ‘‘یقول الدکتور محمد المہدی أستاذ الطب النفسی بجامعۃ الأزہر:إن ہذا النوع من الزواج یمکن أن نطلق علیہ ‘‘زواج مصلحۃ’’ الذی ینتہی بانتہائہا، وہذا یرجع إلی غزو الثقافۃ الغربیۃ للمجتمعات العربیۃ’’ (نکاح مسیار ایک مطلب پرستانہ عمل ہے جو مطلب نکلتے ہی ختم ہوجاتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ عربی سماج اور ثقافت پر مغربی تہذیب کا ایک حملہ ہے)۔ حاصل یہ کہ نکاح مسیار کے نام سے مسلم معاشرے میں آہستہ آہستہ رواج پانے والی اس شادی کو محض مطلب برآری کا ایک طریقہ کہا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

- اس قسم کی شادی میں عورت مرد کو اپنا نگراں اور مسئول نہیں سمجھتی۔
- اس قسم کی شادی سے خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہوجاتا ہے۔
- زوجین میں محبت ومؤدت کی حقیقی فضا استوار ہی نہیں ہوتی (جامعہ بنوری ٹاؤن کا فتوی)۔
- نسل انسانی کے خاتمہ کا سبب بن سکتی ہے۔
- انبیاء علیہم السلام کے طریقے کے خلاف ہے۔
- یورپ اور مغرب کی پیروی ہے۔
- عورت اپنے حقیقی وقار اور منصب سے محروم ہوتی ہے۔
- نفع کم اور نقصان زیادہ ہے۔

- صرف جنسی لذت کےحصول پر مبنی ہے۔
- پاکیزہ انسانی سماج کے وجود میں آنے کا فقدان ہے۔
- فحاشی کے پھیلاؤ کا سبب بن سکتاہے۔
- نکاح کے نام پر آزادانہ جنسی بے راہ روی کے دروازے کھولنے والا ہے۔

نکاح مسیار کی حقیقت اور معاصر اہل علم کی تحریریں:

- ''المسیار فی اللغۃ علی وزن مفعال، صیغۃ مبالغۃ إسم الفاعل من سار، یسیر سیراً ومسیراً، والمسیار ہو : الرجل الکثیر السیر، فنقول: رجل مسیار وسیار'' (زواج المسیار والزواج العرفی: دکتور فارس العزاوی علی موقع الالوکۃ)۔

- ''وفی نظری ومن خلال کلام بعض الفقہاء یتجلی أن ہذا النوع قدیم بصورتہ، معاصر بمسماہ، حیث تکلم بعض الفقہاء السابقین عما یسمی بنکاح النہاریات واللیلیات، وہو زوج المرأۃ علی أن یأتیہا متی شاء فی النہار أو فی اللیل'' (المختار فی زواج المسیار لدکتور عبدالعزیز الحجیلان،۱۱۲)۔

- ''وقد یکون زواج المسیار سراً، فما حکمہ إذا کان کذلک، أقول: اختلف العلماء فی ہذہ المسئلۃعلی قولین: القول الأول: ذہب جمہور العلماء من الحنفیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ فی قول لہم إلی جواز نکاح السر مع الکراہۃ، القول الثانی: ذہب المالکیۃ، وأحمد فی روایۃ عنہ إلی بطلانہ'' (عقود الزواج المستجدۃ،۲۳) (مقالہ مولانا عبد الاحد قاسمی)۔

- ''ما یبطل الشرط ویصح العقد، مثل: أن یشترط أن لا مہر لہا، أو أن لا ینفق علیہا، أو إن أصدقہا رجع علیہا، أو یقسم لہا أقل من قسم صاحبتہا أو أکثر، أو لا یکون عندہا فی الجمعۃ إلا لیلۃ، أو شرط لہا النہار دون اللیل، أو شرط علی المرأۃ أن تنفق علیہ أو تعطیہ شیئاً، فہذہ الشروط کلہا باطلۃ فی نفسہا'' (المغنی ۷،۹۴) (مقالہ مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔

- ''ہو زواج شرعی، ہو کما یتحد ث عنہ الناس ہو زواج شرعی یتمیز عن الزواج العادی، أن المرأۃ أو الزوجۃ فیہ تتنازل عن بعض حقوقہا علی الزوج، مثلاً أنہا لا تطالبہ بالنفقۃ، امرأۃ غنیۃ أو موظفۃ أو غیر ذلک مستورۃ، ولیست فی حاجۃ إلی من ینفق علیہا، تتنازل مثلاً عن المبیت اللیلی عن حقہا فی القسم إذا کان الرجل متزوجاً، وہو الزواج الذی یذہب فیہ الرجل إلی بیت المرأۃ ولا تنتقل المرأۃ إلی بیت الرجل، وفی الغالب تکون ہذہ زوجۃ ثانیۃ، وعندہ زوجۃ أخری ہی التی تکون فی بیتہ وینفق علیہا، فروح ہذا الزواج ہو إعفاء الزوج من واجب المسکن والنفقۃ والتسویۃ فی القسم بینہا وبین زوجتہ الأولی، أو زوجاتہ تنازلا منہا، فہی ترید رجلا یعفہا ویحصنہا ویؤنسہا، وإن لم تکلفہ شیئاً بما لدیہا من مال وکفایۃ تامۃ'' (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ للشیخ یوسف القرضاوی،۵۰۴)۔

- ''زواج المسیار ہو: أن یعقد الرجل زواجہ علی امرأۃ عقداً شرعیاً مستوفی الأرکان والشروط، لکن تتنازل فیہ المرأۃ عن بعض حقوقہا کالسکن أو النفقۃ أو المبیت'' (ارشیف ملتقی أہل الحدیث، ما حکم زواج المسیار، المکتبۃ الشاملۃ،۱۷۳)۔

- ‘‘وقد عرفه بعض المعاصرين بأنه: زواج شرعى، يتميز عن الزواج العادى يتنازل الزوجة فيه عن بعض حقوقها على الزوج مثل ألا تطالبه بالنفقة، والمبيت الليلى إن كان متزوجاً، وفى الغالب يكون زواج المسيار هو الزوج الثانى أو الثالث، وهو نوع من تعدد الزوجات.

ويقول الدكتور أحمد الحجى الكردى فى صورة زواج المسيار أنه: ‘‘أن يتزوج رجل بالغ عاقل، امرأة بالغة عاقلة تحل له شرعاً، على مهر معلوم بشهود مستوفين لشروط الشهادة، على أن لا يبيت عندها ليلاً، إلا قليلاً، وأن لا ينفق عليها سواء كان ذلك بشرط مذكور فى العقد، أو بشرط ثابت بالعرف أو بقرائن الأحوال’’ (زواج المسيار والزواج العرفى: دكتور فارس العزاوى على موقع الالوكة).

- ‘‘زواج المسيار هو الزواج الشرعى المستوفى للأركان والشروط المتعارف عليها عند جمهور الفقهاء، لكنه يتضمن تنازل الزوجة عن بعض حقوقها الشرعية على الزوج مثل: عدم مطالبته بالنفقة أو السكنى والمبيت، وإنما يأتى إليها من وقت لآخر دون تحديد، وذلك بالاختيار والتراضى ولا يثبت ذلك فى العقد غالباً’’ (زواج المسيار: دراسة فقهية واجتماعية نقدية لعبد الملك محمد المطلق،٧٧، المختار فى زواج المسيار للدكتور عبد العزيز عبد الله الحجيلان،١١٠-١١١).

- ‘‘لكن إذا اتفق الرجل مع امرأته برضاها فى إسقاط حقها من القسم مع توفر جميع الأمور السابقة، فأصبح لا يأتيها إلا فى بعض الأوقات، أو فى النهار فقط، أو نحو ذلك، فهذا هو زواج المسيار الذى أنوى الحديث عنه، إذن المقصود بزواج المسيار معنا هنا أن يكون مستوفياً بكل الشروط غير أن المرأة برضاها بعد العقد رضيت بإسقاط حقها من القسم، وأعنى بالقسم هو أن يقسم لها مثل ما يقسم للزوجات الأخريات من المبيت عندها فى بيتها ونحو ذلك’’ (الشيخ ابن باز حرم المسيار لفهم كثير من الناس له الفهم غير الشرعى) (عكاظ: الاربعاء ٢٠أغسطس ٢٠٠٨ء).

- ‘‘النكاح المسيار صورتان:الأولى:أن يتم عقد الزواج بين الزوجين مستوفياً جميع الأركان والشروط المطلوبة فى العقد من وجود المهر والولى وشاهدى عدل، إلا أن الزوج يشترط فى العقد إسقاط النفقة أو المسكن، بحيث تسكن بى فى مسكنها، ويأتى الزوج إليها فى مسكن مخصص لها، فيكون الزوج غير مكلف بالسكنى والنفقة عليها، هذه صورة.

الصورة الثانية: ألا يشترط الزوج إسقاط النفقة، لكن يشترط عدم الالتزام بالقسم فى المبيت، وهو الأكثر، لأن الحامل على مثل هذا الزواج هو رغبة الزوج فى إخفاء أمر هذا الزواج عن أهله وأولاده، درأ ً للمشاكل المتحملة منهم إذا علموا بذلك، والأول قد يكون الحامل عليه رغبة الزوجة التى لم يتيسر لها زوج ترضى به، فى أن ترزق بذرية، وأن تحمي نفسها من الوقوع فى الحرام’’ (كتاب الفقه الميسر ١١،٤٨-٤٩، الشاملة).

- ‘‘ما هى صور الزواج المسيار؟ إن الزواج المسيار صورتان فيما يأتى بيانهما :
الأولى: وهى أن يعقد الزوجين عقداً شرعياً مستوفياً كافة الشروط والأركان المطلوبة فى عقد الزواج كالولى والمهر والشهود، لكن بوجود شرط من الزوج بإسقاط المسكن والنفقة، فتبقى

الزوجة فى بيتها الخاص بها، ويأتى إليه الزوج ولا ينفق عليها، الثانية: وهى أن يعقد الزوجين عقداً شرعياً مستوفياً للشروط والأركان، إلا أن الزوج لا يشترط إسقاط النفقة، وإنما يشترط على الزوجة أن لا يلتزم بالمبيت عندها، والذى يدفع الزوج على هذا الفعل هو إخفاء زواجه عن أهل بيته، خوفاً من وقوعه فى المشاكل فى حال علمهم بزواجه، وهذه الصورة هى الأكثر شيوعاً'' (ما هو زواج المسيار للدكتورة سندس المؤمنى، موقع بيطورڈاٹ كوم) (مقالہ مولانا عبد الاحد قاسمى).

- ''المسيار اصطلاحاً :لم أقف لہ على معنى اصطلاحى كون هذه اللفظة مستحدثة لا أصل لها - من الناحية الشرعية الفقهية - وهذا أن الزواج فى الإسلام كل واحد لا يتجزأ، وأطلقت هذه التسمية العامة لتميزه عن الزواج الأصلى الزواج المعروف، واختاروا لہ هذا الاسم، لأن الزوج يسير إلى زوجته فى أوقات متفرقة، ولا يستقر عندها .....وبإمكاننا تعريفه كما سيأتى معنا. أنه زواج مستوف كل الشروط والأركان تتنازل فيه الزوجة عن شئى من حقوقها كالنفقة أو المبيت .....انتشر فى الآونة الأخيرة ما يسمى ''زواج المسيار'' وصورته:أن يتزوج رجل بامرأة مطلقة أو أرملة - فى الغالب - على أن يأتيها مرة أو أكثر فى الشهر، وغالباً ما تكون فى منقطة بعيدة عن سكنه الأصلى، ويكون ذلک برغبة منها، فتتنازل عن حقها فى العدل بينها وبين زوجته الأولى'' (دائرة معارف الأسرة المسلمہ ١٠١،٤ جمع واعداد: على بن نايف الشحود الباحث فى القرآن والسنة) (مقالہ مفتى خالد حسين نيموى).

- ''وزواج المسيار يصح إذا توفرت فيه شروط عقد النكاح وأركانه، وصورة هذا الزواج موجودة فى القديم، وفيه يشترط الزوج على المرأة التى يرغب بالتزوج منها أن لا يقسم بينها وبين نسائه بالتساوى، أو لا ينفق عليها، أو لا يسكنها، وقد يشترط أن يكون لها النهار دون الليل، وهو ما يسمى ''النهاريات''، وقد تكون المرأة هى المبادرة بإسقاط حقوقها، فقد تكون صاحبة مال ومسكن فتسقطهما عنه، وقد ترضى بالنهار دون الليل، وقد ترضى بعدد أيام دون أيام ضرائها، وهذا هو المشهور فى زماننا، وهذا الإسقاط للحقوق من كلا الطرفين لا يجعل النكاح محرماً، وإن كرهه بعض أهل العلم لكنه لايخرج عن الجواز من حيث شروطه وأركانه، وهى مصنف ابن أبى شيبة (٣٣٧،٣) عن الحسن البصرى وعطاءبن أبى رباح أنهما كانا يريان بأسا بتزويج النهاريات، وفى (٣٣٨،٣):عن عامر الشعبى أنه سئل عن الرجل يكون لہ امرأة فيتزوج المرأة، فيشترط لهذه يوماً، ولهذه يومين، قال:لا بأس به، انتهى'' .

- ''ومن الذين قالوا فعدم إباحته أيضاً: الشيخ عبد العزيز المسند، المستشار بوزارة التعليم العالى بالمملكة العربية السعودية والداعية المعروف بالمملكة وحمل عليه بشدة وأوضح أنه ضحكة ولعبة ومهانة للمرأة، ولا يقبل عليه إلا الرجال الجبناء، فيقول: ''زواج المسيار ضحكة ولعبة، فزواج المسيار لا حقيقة لہ، وزواج المسيار هو إهانة للمرأة، ولعب بها، فلو أبيح أو وجد زواج المسيار لكان للفاسق أن يلعب على اثنتين وثلاث وأربع وخمس، وهو وسيلة من وسائل الفساد للفساق، وأستطيع أن أقول: إن الرجال الجبناء هم الذين يتنطعون الآن فزواج المسيار'' (ديكهئے: مقالہ مفتى خالد حسين نيموى).

نکاح مسیار کے اسباب:

- ‘‘أن الأسباب التی أدت إلی ظہور ہذا النوع من الزواج متعددة، منہا: أ۔ کثرة عدد العوانس والمطلقات، والأرامل، وصواحب الظروف الخاصة، ب۔ رفض کثیر من الزوجات لفکرة التعدد، فیضطر الزوج إلی ہذه الطریقة، حتی لا تعلم زوجتہ الأولی بزواجہ، ج۔ رغبة بعض الرجال فی الإعفاف والحصول علی المتعة الحلال مع ما یتوافق، وظروفہم الخاصة، د۔ تہرب البعض من مسئولیات الزواج وتکالیفہ، ویتضح ذلک فی أن نسبة کبیرة ممن یبحث عن ہذا الزواج ہم من الشباب صغار السن’’ (کتاب الفقہ المیسر ۱۱، ۵۰ ، الشاملة)۔

- ‘‘ما الذی دعا إلی ظہور زواج المسیار؟ إن الذی أدی إلی ظہور زواج المسیار عدة من الأسباب، منہا ما یأتی:ازدیاد نسبة المطلقات والأرامل والنساء اللواتی تقدم بہن العمر بلازواج، رفض ظاہرة التعدد واستنکارہا مما یدفع الرجال إلی ہذا الزواج لسہولة إخفائہ عن الزوجة الأولی، رغبة البعض فی إعفاف أنفسہم من غیر حرمة، وبما یتوافق مع ظروفہم، رغبة فی التہرب من تکالیف الزواج ومسئولیاتہ، وہناک نسبة کبیرة ممن یبحث عن ہذا الزواج ہم من الشباب صغار السن’’ (ما ہو زواج المسیار للدکتورة سندس المومنی، موقع: سطور ڈاٹ کوم)۔

- ‘‘المحور الثالث: أسباب ظہور زواج المسیار: ہناک أسباب عدیدة، منہا: ما یتعلق بالنساء ومنہا: ما یتعلق بالرجال، ومنہا: ما یتعلق بالمجتمع۔ أما الأسباب التی تتعلق بالنساء، فمنہا: أولاً: عنوسة المرأة، أو طلاقہا، أو ترملہا، وہذا کثیر فی المجتمعات العربیة، ثانیاً: رفض کثیر من النساء لفکرة التعدد: مما أدی إلی اضطرار الرجال أن یخفوا زواجہم الثانی، ثالثاً: حاجة بعض النساء إلی البقاء فی غیر بیت الزوج، وذلک کأن یکون لدی المرأة أولاد تربیتہم، وہی مشغولة بہم، ولا یناسبہا إلا مثل ہذا الزواج۔

وأما الأسباب التی تتعلق بالرجال فمنہا: أولاً: حاجةالرجل الفطریة إلی أکثر من زوجة، فہناک کثیر من الرجال لا تکفیہم امرأة واحدة، ولدیہم شفق شدید، ورغبة جامحة، فیلجؤون إلی زواج المسیار، ثانیاً: رغبة بعض الرجال بزیادة الاستمتاع، فقد تکون الزوجة الأولی کبیرة فی السن، أو مشغولة بأولادہا وبیتہا، ولایجد الرجال عندہا رغبتہ، فیتزوج مسیاراً، ثالثاً:عدم رغبة بعض الرجال فی تحمل مزید من الأعباء والتکالیف، رابعاً:خوف بعض الرجال من إعلان زواجہ الثانی، لعلمہ ما ستسببہ زوجتہ الأولی لو علمت بہذا الزواج من ویلات ومصائب، وخراب للبیوت۔ وأما الأسباب التی تتعلق بالمجتمع، فمنہا: أولاً: غلاء المہور وارتفاع تکالیف الزواج، ثانیاً: نظرةا لمجتمع بشئی من الاستغراب والازدراء للرجل الذی یرغب بالتعدد’’ (زواج المسیار والزواج العرفی: دکتور فارس العزاوی علی موقع الألوکة) (مقالہ مولانا عبد الاحد قاسمی)۔

- ‘‘المجمع الفقہی الإسلامی برابطة العالم الإسلامی الدورة الثامنة عشرة المنعقدة بمکة المکرمة نظرا لمجمع فی موضوع عقود النکاح المستحدثة، وبعد الاستماع إلی البحوث المقدمة والمناقشات المستفیضة قرر ما یأتی: یؤکد المجمع أن عقود الزواج المستحدثة، وإن اختلفت أسماؤہا وأوصافہا وصورہا لابد أن تخضع لقواعد الشریعة المقررة وضوابطہا من توافر

الأركان والشروط وانتفاء الموانع ....وقد أحدث الناس فی عصرنا الحاضر بعض تلک العقود المبينة أحكامها فيما يأتی:

١۔ إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم أو بعض منها، وترضی بأن يأتی الرجل إلی دارها فی أی وقت شاء من ليل أو نهار، ويتناول ذلک أيضاً ..إبرام عقد زواج علی أن تظل الفتاة فی بيت أهلها، ثم يلتقيان متی رغبا فی بيت أهلها، أو فی أی مكان آخر حيث لا يتوافر سكن لهما ولا نفقة، بذان العقدان وأمثالهما صحيحان إذا توافرت فيهما أركان الزواج وشروطه وخلوه من الموانع، ولكن ذلک خلاف الأولی'' (الخميس ١٥؍ربيع الأول ١٤٢٧ھ ۔ ١٣؍اپريل ٢٠٠٦ء) (مقالہ صادق محی الدين)۔

علماء ہند وپاک کی تحريريں:

* دار العلوم ديوبند کا فتوی:

''اگر شرعی طريقے پر کم از کم دو گواہوں کے سامنے ايجاب وقبول ہوتا ہے اور مانع نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو، نکاح کے وقت کسی مدت کی تحديد نہيں کی جاتی، مثلاً ٢؍سال کےلئے، نکاح کررہے ہيں، بلکہ مطلق طور پر نکاح کيا، تو ايسا نکاح درست وصحيح ہے، البتہ مہر سے دست بردار ہونے کی بات درست نہيں ہے، دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پر جو کم از کم دس درہم ہيں وہ دينا واجب ہوگا بحق شرع، ہاں! اگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کردے، اس سے دست بردار ہوجائے، تو درست ہے، اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طور پر ايک دوسرے کے شوہر وبيوی ہوگئے، ازدواجی تعلق قائم رکھنا جائز ودرست ہے۔ سعودی عرب اور مصر کے علماء کا فتوی منسلک کرکے سوال کرنا چاہئے تھا، واللہ تعالی اعلم (دار العلوم ديوبند ٥؍٦؍٢٠٠٧)۔

* دار الافتاء جامعہ اسلاميہ بنوری ٹاؤن کا فتوی:

''نکاح مسيار کا حکم يہ ہے کہ يہ جائز نہيں ہے، وجوہات درج ذيل ہيں:

١۔ نکاح مسيار کو اگرچہ نکاح يا زواج کا نام ديا جائے اس عمل کا مقصد نکاح کے مقاصد کا حصول نہيں ہے، بلکہ اصل مقصد ايک متعين وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے جو نکاح کے شرعی مقاصد کے خلاف ہے .....(مختصراً)۔

٢۔ اس عمل کے ذريعہ شريعت مطہرہ کی جانب سے ميان بيوی کے لئے وضع کردہ کئی احکام کی خلاف ورزی اور بہت سے احکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتيجہ ميں بيوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے .....لہذا شرط باطل ہوجانے کے بعد بھی اس قسم کے عقد کے جواز کا فتوی دينا مفاسد سے خالی نہيں ہے۔

٣۔ اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتيجے ميں پيدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوت نسل ميں مسائل پيش آئينگے، جيسے نسب کا انکار، طلاق کی صورت ميں بچوں کی پرورش کا مسئلہ وغيرہ (اختصاراً)۔

٤۔ اس قسم کی شادی ميں عورت مرد کو اپنا نگراں اور مسئول نہيں سمجھتی جس

کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

۵۔ اس قسم کے عقد میں خواتین کی تذلیل ہے، کیونکہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف وقت متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، وقت مقررہ کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے، عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لئے شریعت نے پہلے شوہر کے لئے بیوی کو حلال کرنے کے لئے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہ تحریمی (ناجائز) قراردیا ہے۔

۶۔ اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہوجاتا ہے، کیونکہ نہ میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کے لئے رہائش ہوتی ہے اور نہ ہی دونوں میں مکمل مؤدت ومحبت ہوتی ہے جو کہ نکاح کا لازمی جز اور مقصد ہے (مختصراً)۔

۷۔ اس رشتے اور تعلق میں دوام نہیں ہے، بلکہ ابغض المباحات ''طلاق '' دینے کی نیت ہے، اس لئے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے، عمرانی حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس طریقۂ نکاح کے جواز کا قول بھی نہیں کہا جاسکتا (مختصراً)۔

۸۔ اس قسم کا نکاح معناً، نکاح مؤقت ہے ، اور علامہ شامیؒ نے نکاح مؤقت اور متعہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ نکاح متعہ اور مؤقت باطل ہے .....اور اس کا مشہور معنی (متعہ کا) یہ ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے عقد کو وجود میں لایا جائے جس سے نکاح کے مقاصد (اولاد کا حصول اور پرورش کو پورا کرنا مقصود نہ ہو)، بلکہ ایک متعین مدت تک (جنسی خواہش کی تکمیل کےلئے) عقد ہوتا ہے، جو مدت کے پورا ہونے کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے (مختصراً)۔

۹۔ اس نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کے لئے چور دروازہ ہے، اسی لئے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجازت دی گئی ہے، وہاں امیر اور صاحب ثروت لوگ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کو خرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دیدی، بلکہ اگر یہ کہا جائے گا کہ یہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا، او راگر اس کی اجازت دیدی جائے تو معروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقے سے زنا کرنے لگ جائینگے۔

۱۰۔ اگرچہ ابتداء میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ ''طویل عرصے تک سفر میں رہنا'' بیان بھی کی جائے یا بطور شرط رکھی جائے، لیکن اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر چلے جائیں، یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کے شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے۔

ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے ''نکاح مسیار '' (زواج مسیار) کی

شرعاً اجازت نہیں، فقط واللہ تعالی اعلم (ماخوذ ازمقالہ مولانا روح الامین مظاہری)۔

* جامعۃ الرشاد کراچی کا فتوی:

شریعت میں نکاح کے مقاصد درج ذیل ہیں:

- ایمان کی حفاظت اور گناہوں سے بچنا۔
- خوش گوار ازدواجی زندگی۔
- خاندانی نظام کی حفاظت۔
- اولاد کا حصول۔
- اچھے ماحول میں بچوں کی تربیت، اور اچھا ماحول اسی وقت مل سکتا ہے جب بچوں کو ماں باپ دونوں کی توجہ اور محبت حاصل ہو۔

نکاح مسیار سے مذکورہ بالا مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے، کیونکہ ان مقاصد کا حصول تب ممکن ہے جب میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہیں، نیز اس طریقے سے نکاح کے عام ہونے کی صورت میں ہمارے معاشرے پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہونگے۔

- مرد شہوت پوری کرنے کےلئے یہ عقد کرینگے اور عورت واولاد کی ذمہ داری نہیں اٹھائینگے، جس سے خاندانی نظام تباہ ہوجائے گا۔
- عورتیں مردوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جائینگی، جن کی کفالت اور حقوق کا کوئی ذمہ دار نہیں رہے گا۔
- مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ رہے گا۔
- طلاق کی شرح بڑھ جائے گی۔
- نان نفقے کا بوجھ عورت پر پڑے گا، جس کے حصول میں اس کی عفت کو خطرات لاحق ہونگے۔
- نکاح اور زنا میں بنیادی فرق یہ ہے کہ زنا چھپ کر کیا جاتا ہے، جبکہ نکاح علی الاعلان، .... مذکورہ مفاسد کے ساتھ یہ نکاح انبیاء کے طریقے کے بھی خلاف ہے، گو کہ اس کے کچھ فوائد ہونگے، لیکن اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں، اور نقصانات بھی ایسے ہیں جو کسی بھی قوم کے خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے خاتمے کا سبب بن سکتے ہیں، جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو ان مفاسد کا سامنا ہے، اس لئے اس طریقے سے نکاح کی اجازت قطعاً نہیں دی جاسکتی۔

* الجامعۃ العالیہ البنوریہ العالمیہ کا فتوی:

نکاح مسیار اگر مدت کی تصریح کےساتھ ہو تو یہ نکاح مؤقت یا متعہ کی ایک قسم ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اور اگر بوقت عقد مدت کی صراحت نہ کی ہو، لیکن فریقین یا دونوں میں سے کسی ایک کے دل میں یہ نیت ہو کہ ایک مخصوص مدت گذرنے کے بعد طلاق کے ذریعہ علاحدگی اختیار کرلی جائے گی، تو اس صورت میں

اگرچہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق نکاح منعقد ہوجاتا ہے، لیکن اس ارادہ سے نکاح کرنا مقاصد ومصالح نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرعاً مکروہ ہوگا، اس لئے حتی الوسع اس سے احتراز کرنا چاہئے، لہذا صورت مسئولہ کے تحت زنا سے بچنے کے لئے نکاح مسیار کی اجازت نہیں ہے، مذکورہ مرد وعورت کو چاہئے کہ شریعت کے مطابق کریں، ورنہ ایک دوسرے سے علاحدگی اختیار کریں۔

* مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی رائے:

- وہ تحریر فرماتے ہیں:''جیسے ہندوستان میں لڑکی والوں سے جہیز لینے کی قبیح رسم پڑی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ہوتی ہے، اسی طرح خلیجی ملکوں میں لڑکی والوں کی طرف سے خطیر رقم اور اشیاء کا مطالبہ ہوتا ہے، اس کی وجہ سے بہت سی لڑکیاں جوانی کی عمر سے آگے بڑھ گئی ہیں، اور ازدواجی زندگی سے محروم ہیں، اس پس منظر میں بعض مرد کبھی عورت سے اس شرط پر نکاح کرتے ہیں کہ ان پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہوگی، نیز وہ پہلی بیوی او راس دوسری بیوی کے درمیان عدل کا پابند نہیں ہوگا، اگر اس طور پر نکاح کرلیا جائےتو نکاح منعقد ہوجائے گا، کیونکہ اگر نکاح کے تقاضے کے خلاف کوئی شرط لگا دی جائے تو نکاح کے منعقد ہونے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، نکاح درست ہوجاتا ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک اس شرط کا اعتبار نہیں، .....''نکاح مسیار '' کی ایک اور صورت جو عرب نوجوانوں کی نسبت سے ذکر کی جاتی ہے، یہ ہے کہ جو طلبہ یا طالبات اپنے وطن سے دور مغربی ملکوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، یا ملازمت کرتے ہیں اور اپنے خاندان کو اپنے ساتھ رکھنے کے موقف میں نہیں ہوتے ہیں، وہ باہر رہنے کے دوران کسی عورت سے نکاح کی شرائط کو پورا کرتے ہوئے نکاح کرلیتے ہیں اور اکثر گھر والوں سے اس کو خفیہ رکھتےہیں، اور ذہن میں یہ بات رکھتے ہیں کہ جب بیرون ملک کا قیام ختم ہوجائے گا تو طلاق دیدینگے، اور ایجاب وقبول میں یہ شرط ذکر نہیں کی جاتی تو نکاح منعقد ہوجائے گا، اس لئے کہ انعقاد نکاح کے شرائط پائے جارہے ہیں، لیکن شروع سے ہی اس طرح کا ارادہ دل میں رکھنا کراہت سے خالی نہیں ہے '' (دیکھئے: جدید فقہی مسائل ۲،۴۰-۴۱، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

* مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کا فتوی:

''ہمارے ہندوستانی معاشرے میں جو گھر جمائی کی صورت ہوتی ہے، اور عقد کے وقت یہ شرط رکھی جاتی ہے کہ لڑکی اپنے سسرال نہیں جائے گی، اور داماد بھی سسرال ہی مینر ہے گا، یہ بھی ''زواج مسیار '' کی ہی شکل ہے، .....ان اسباب کی کثرت کی بنا پر جن کا سابق میں ذکر ہوا اس عقد کا رواج اس زمانہ میں زیادہ ہوگیا ہے، نیز عرب علماء کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ سرکاری اندراج میں بہت سے فریقین ان شرائط (عدم نفقہ وسکنی وغیرہ) کو بھی درج کراتے ہیں، تاکہ نزاع سے بچا جاسکے، اس لئے گویا اس

نکاح کو اس نام کے ساتھ ایک قانونی رواج اور جواز بھی فراہم ہوگیا ہے، اور اسی سبب سے اس زمانہ میں اس کا ذکر زیادہ ہے (مفتی فرید احمد کاوی)۔

سوال نمبر ۳۔ نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سے دستبرار ہو جاتی ہیں، بعض دفعہ اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں، ان صورتوں میں ان کے اولیاء اپنے لئے ہتک محسوس کر سکتے ہیں،اس پس منظر میں کیا نکاح مسیار میں ولی کو حق اعتراض ہوگا؟

اولیاء کو اعتراض کا حق ہے:

اس سوال کے جواب میں ۲۶ مقالہ نگاران کی رائے یہ ہے کہ خواتین کا اپنے شوہر کے ذمہ واجب ہونے والے حقوق سے دست بردار ہونا، یہ ذاتی معاملہ ہے، اس لئے یہ تو اولیاء کو حق اعتراض فراہم نہیں کرتا، تاہم غیر کفو میں اپنی مرضی سے اور اولیاء کی رضامندی کے بغیر یا مہر مثل سے کم مہر پر نکاح کرلینے پر اولیاء کو حق اعتراض ہوگا، اگر اولیاء اس نکاح کو باعث خفت وشرمندگی محسوس کرتے ہوں، اس موقف کے حامل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا عبد الاحد قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، قاری ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی خالد حسین نیموی قاسمی، مولانا ریحان مبشر مئو، مولانا روح الامین مظاہری، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مفتی نثار احمد گودھرا، مفتی مصطفی قاسمی آواپوری، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی محمد اسجد دیولا، مفتی صادق محی الدین، مولانا محمدفاروق بارڈولی، مفتی صادق مبارکپوری، مولانا جمیل اختر جلیلی، مولانا ابو معاویہ محمد معین الدین ندوی قاسمی، مولانا مفتی قمر الزماں ندوی، مفتی جنید احمد قاسمی، مفتی ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی۔

دلائل:

دلائل میں مذکورہ حضرات نے احناف کی کتب فقہ میں مذکور فقہی جزئیات استشہاد میں نقل کی ہیں:

- ‘‘ولو نقصت من مہر مثلہا فللولی أن یفرق أو یتم مہرہا ..... ولأبی حنیفۃ أن الأولیاء یتفاخرون بغلاء المہر، ویتعیرون بنقصانہ، فصار بمنزلۃ عدم الکفاءۃ، بل أولی، لأن ضررہ أشد من ضرر عدم الکفاءۃ؛ لأنہ عند تقادم العہد یعتبر مہر قبیلتہا بمہرہا، فیرجع الضرر علی القبیلۃ کلہا، فکان لہم دفعہ’’ (تبیین الحقائق ۵۲۲،۲ لعثمان الزیلعی) (مقالہ مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی)۔

- ‘‘إذا ثبت اعتبار الکفاءۃ بما قدمنا، فیمکن ثبوت تفصیلہا أیضاً بالنظر إلی عرف الناس فیما یحقرونہ، ویعرفون بہ’’ (فتح القدیر۲۸۶،۳)۔

- ‘‘للولی الاعتراض فی غیر کفؤ’’(الہدایہ ۱۹۱،۱، درر الحکام ۳۳۵،۱)۔
- ‘‘ولو نکحت بأقل من مہرہا، فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم) مہر مثلہا، (أویفرق) القاضی بینہما دفعاً للعار’’ (رد المحتار علی ہامش الدر ۹۴،۳)۔
- ‘‘وما أضر بالعشیرۃ ثبت للولی الاعتراض فیہ کعدم الکفاءۃ’’ (التجرید للقدوری ۴۴۰۰،۹، رقم المسئلۃ: ۲۱۴۰۲)۔

‘‘فإذا ثبت الاعتراض فلأن یثبت للشین والضرر أولی’’ (التجرید للقدوری ۴۳۳۱،۹، رقم المسئلۃ: ۲۱۰۵۲) (مقالہ مفتی عارف باللہ قاسمی)۔

- ‘‘فإدا زوجت المرأۃ نفسہا من غیر کفو فللأولیاء أن یفرقوا بینہما دفعاً لضرر العار عن أنفسہم’’ (ہدایہ ۳۲۰،۲، فصل فی الکفاءۃ)۔
- ‘‘عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں کفاءت یا مہر کے مطلوبہ معیار کا لحاظ نہ کرے تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ تفریق کا حق حاصل ہوگا ’’ (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے،۱۵۱-۱۵۲، دفعہ ۴، گیارہواں فقہی سمینار پٹنہ)۔
- ‘‘وہ لڑکا قومی اور خاندانی اعتبار سے ولی کا کفو نہیں ہے، یعنی ایک خاندان دوسرے خاندان میں شادی بیاہ کرنے کو عرفا عار اور عیب سمجھتا ہو تو پھر ولی کو اعتراض ہونا چاہئے، اگر ایسا نہیں تو پھر اعتراض نہ ہوگا ’’ (فتاوی عثمانی ۲۹۳،۲، مفتی تقی عثمانی ،شیخ الاسلام) (مقالہ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی)۔
- ‘‘فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا (ولی) والأصل أن کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ، وما لا، فلا’’ (شامی کتاب النکاح باب الولی ۵۵،۳)۔
- ‘‘الحرۃ البالغۃ العاقلۃ إذا زوجت نفسہا من رجل أو وکلت رجلاً بالتزویج فتزوجہا أو زوجہا فضولی فأجازت، جاز فی قول أبی حنیفۃ، وزفر وأبی یوسف الأول، سواء زوجت نفسہا من کفؤ أو غیر کفؤبمہر وافر أو قاصر، غیر أنہا إذا زوجت نفسہا من غیر کفؤ، فللأولیاء حق الاعتراض’’ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح فصل فی ولایۃ الندب والاستحباب فی النکاح ۲۴۷،۲)۔
- ‘‘لأن انتظام المصالح بین المتکافئین عادۃ، لأن الشریفۃ تأبی أن تکون مستفرشۃ للخسیس، فلابد من اعتبارہا بخلاف جانبہا، لأن الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش’’ (فتح القدیر ۲۹۳،۳)۔
- ‘‘ثم المرأۃ إذا زوجت نفسہا من غیر کفؤ صح النکاح فی ظاہر الروایۃ عن أبی حنفیۃ رحمہ اللہ تعالی، وہو قول أبی یوسف رحمہ اللہ آخراً، وقول محمد رحمہ اللہ تعالی، آخرا أیضاً، حتی أن قبل التفریق یثبت فیہ حکم الطلاق والظہار والإیلاء والتو ارث وغیر ذلک، ولکن للأولیاء حق الاعتراض، وفی البزازیۃ: ذکر برہان الأئمۃ أن الفتوی فی جواز النکاح بکراً کانت أو ثیباً علی قول الإمام الأعظم، وہذا إذا کان لہا ولی، فإن لم یکن صح النکاح اتفاقاً، کذا فی النہر الفائق، ولایکون التفریق بذلک إلا عند القاضی، أما بدون فسخ القاضی فلا ینفسخ النکاح بینہما’’ (الفتاوی الہندیہ۲۹۲،۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء فی النکاح) (مقالہ مفتی

خالد حسین نیموی، مولانا ریحان مبشر، مولانا روح الامین داؤد مظاہری، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی جنید احمد قاسمی، مولانا ابو معاویہ محمد معین الدین ندوی وغیرہم)۔

- ''الكفاءة هي حق الولي لاحقها، فلو نكحت رجلاً ولم تعلم حاله، فإذا هو عبد لا خيار لها، بل للأولياء، ولو زوجوها برضاها، ولو يعلموا بعدم الكفاءة، ثم علموا الاخيار لأحد إلا إذا شرطوا الكفاءة'' (الدر المختار ۲،۳۴۴-۳۴۵، كتاب النكاح باب الكفاءة) (مقالہ مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا محمد سعد نور القاسمی)۔

- ''حتى لو زوجت نفسها من غير كفؤ من غير رضا الأولياء لا يلزم وللأولياء حق الاعتراض؛ لأن في الكفاءة حقا للأولياء ولأنهم ينتفعون بذلك، ألا ترى أنهم يتفاخرون يعلو نسب الختن ويتعيرون بدناءة نسبه، فيتضررون بذلك فكان لهم أن يدفعوا الضرر عن أنفسهم بالاعتراض'' (بدائع الصنائع۲،۶۲۴)۔

دوسرا موقف: اولیاء کو حق اعتراض نہیں:

سوال نمبر ۳ سے متعلق دوسرا موقف یہ ہے کہ:

چونکہ انعقاد نکاح کےلئے شریعت میں مطلوب ارکان وشرائط نکاح مسیار میں پائے جارہے ہیں، اور نکاح منعقد ہوچکا ہے، اس لئے اگر شوہر ہمسر اور ہم مثل ہو تو محض نکاح کو خفیہ رکھنے کی وجہ سے ولی کو اس نکاح پر اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ اس میں اولیاء کے لئے عار اور ہتک عزت محسوس کرنے کی کوئی بات نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ اس کو معاشرتی سوچ اور آداب واخلاق کے خلاف کہا جاسکتا ہے، نیز ان میں سے بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگر کوئی خاتون نکاح مسیار کرہی لے تو بجائے اعتراض کے اولیاء کو اس کی معاونت اور مدد کرنی چاہئے، کیونکہ فقہ حنفی کی ظاہر الروایہ کے مطابق اولیاء کی رضامندی کے بغیر بھی عاقلہ بالغہ کے نکاح کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، اس رائے کے حامل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا محمد سعد نور القاسمی، مفتی ابوبکر قاسمی۔

جبکہ مفتی ظہیر احمد قاسمی، مولانا محمد فاروق ناگپور، مفتی شکیل منصور قاسمی، دکتور نایف بن احمد الحمد، مفتی محمد شفیق بڑودہ نے اس بارے میں کوئی رائے ظاہر نہیں کی ہے۔

دلائل:

فقہاء سے منقول دونوں طرح کی آراء اوپر مذکور ہوچکی ہیں، اس لئے مزید تکرار کی ضرورت نہیں، البتہ بعض مصالح جنھیں بعض حضرات نے اپنے مقالے میں تحریر کیا ہے انہیں نقل کیا جاتا ہے:

- مفتی جمیل احمد نذیری لکھتےہیں:

''ہم خود آئے دن ایسے نکاح سے مطلع ہوتے رہتے ہیں، جسے سماجی اعتبار سے

پسند نہیں کیا جاتا، مگر چونکہ ارکان وشرائط نکاح پائے جاتے ہیں، اس لئے اس پر خاموش ہوجاتے ہیں۔

اولیاء کے ہتک محسوس کرنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا، اگر شرائط وارکان نکاح کا پورا لحاظ کرلیا گیا ہے، اوپر کی گئی شادیوں میں اولیاء کو ہتک محسوس ہوتی ہے، مگر انعقاد نکاح چونکہ شرعاً ہوچکا ہے، اس لئے بادل ناخواستہ خاموش ہوجانا پڑتا ہے، ولی کو بھی ایسا حق اعتراض نہ حاصل ہوگا جس سے انعقاد نکاح پر اثر پڑے، کیونکہ عاقل بالغ لڑکا لڑکی کا نکاح بغیر اجازت ولی بھی منعقد ونافذ ہوجاتا ہے (ہدایہ ۳۱۳،۲، بدائع الصنائع۲،۲۹۱)۔

- مولانا محمد سعد نور القاسمی لکھتے ہیں:

''نکاح مسیار میں بظاہر سب کچھ درست ہوتا ہے، ایسا کوئی عیب نہیں ہوتا جو لوگوں کو نظر آئے، بلکہ صرف نکاح کرنے والے کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ آگے چل کر طلاق دیدے گا، اور دلوں کا حال صرف اللہ جانتا ہے، مخلوق اس سے بے خبر ہے، اس صورت میں کوئی بدنامی اور ذلت نہ ہوگی جس کی بنیاد پر اولیاء کو حق اعتراض بھی حاصل نہ ہوگا۔

- مولانا ریحان مبشر کی رائے یہ بھی ہے کہ یہ معلول بعلت ہے، اگر عار محسوس ہوتو حق اعتراض ہے، ورنہ نہیں اور ظاہر حال یہی ہے کہ والدین کو عار محسوس نہیں ہوگا۔

سوال نمبر ۴ ۔ کیا شریعت کے جو مقاصد نکاح سے متعلق ہیں، زواج مسیار سے پورے ہوتے ہیں، اگر نہیں تو ایسی صورت میں نکاح مسیار کا کیا حکم ہے؟

پہلا موقف: نکاح مسیار ناپسندیدہ طریقہ نکاح ہے:

اس سوال کے جواب میں ۲۱،حضرات مقالہ نگاران کی رائے یہ ہے کہ اس طرح کے نکاح سے نکاح کے مقاصد بالکلیہ پورے نہیں ہوتے، اور خلاف سنت بھی ہے، نیز اس طرح کے نکاح سے معاشرتی طور پر بہت سے مفاسد کا اندیشہ ہے، اس لئے نکاح مسیار اگرچہ اس میں ارکان وشرائط پائے جانے کی وجہ سے منعقد ہوجاتا ہے، مگر عام نکاح سے الگ ہے، اس لئے یہ ناپسندیدہ، مکروہ، بلکہ ناجائز ہے اور اس سے احتراز بھی لازم ہے اور سداً للذریعہ ہر ممکن اس کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے، مندرجہ ذیل حضرات نے موقف اختیار کیا ہے:

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محمد سعد نور القاسمی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی روح الامین داؤد مظاہری، مولانا ریحان مبشر مئو، مولانا خالد حسین نیموی، مولانا محمد شفیق بڑودہ، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مفتی شکیل منصور قاسمی، مولانا عبد الاحد قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی۔

وجوہ وعلل:

اس سوال کے جواب میں تمام ہی تحریر نویشوں نے کتاب وسنت اور کتب فقہ میں مذکور نکاح کے مقاصد تفصیل سے نقل کئے ہیں۔

مثلاً:

عفت وعصمت کی حفاظت، عورت کی حفاظت، زنا سے مرد وعورت دونوں کی حفاظت، نسب کی حفاظت، پاکدامنی، زوجین کے درمیان محبت ومؤدت، زوجین کے لئے سکون وراحت کا حصول، مضبوط خاندان کی تعمیر، نسل انسانی کی بقاء اور اولاد کا حصول نیز اس کی پرورش وپرداخت، مرد وخواتین دونوں کے تادم حیات عفت وشرافت کی صیانت اور دونوں کو بے راہ روی سے بچائے رکھنا اور زوجین کا باہمی ہمدردی، تعاون اور الفت ومحبت کے ساتھ مل کر زندگی کے مقاصد کو حاصل کرنا،یہ بنیادی طور پر نکاح کے مقاصد میں سے ہیں، اور نکاح مسیار میں یہ چیزیں کلی طور پر یا بہت حد تک مفقود ہوتی ہیں، نیز اس کا مقصد محض لذت اندوزی ہے، وہ تصورجو اسلام کا نکاح شرعی سے ہے اس کا فقدان ہے۔

- ''ثم يتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدينية والدنيوية من ذلك حفظ النساء والقيام عليهن والإنفاق، ومن ذلك صيانة النفس عن الزنا، ومن ذلك تكثير عباد الله تعالى وأمة الرسول ﷺ، وتحقيق مباهاة الرسول ﷺ بهم، كما قال: ''تناكحوا تناسلوا، فإني مباه بكم الأمم يوم القيامة'' وسببه تعلق البقاء المقدور به إلى وقته، فإن الله تعالى حكم ببقاء العالم إلى قيام الساعة وبالتناسل يكون هذا البقاء، وهذا التناسل عادة لا يكون إلا بين الذكور والإناث، ولايحصل ذلك بينهما إلا بالوطأ، فجعل الشرع طريق ذلك الوطؤ النكاح؛ لأن فى التغالب فسادا وفى الأقدام بغير ملك اشتباه الأنساب، وهو سبب لضياع النسل لما بالإناث من بنى آدم من العجز عن التكسب والإنفاق على الأولاد، فتعين الملك طريقاً له، حتى يعرف من يكون منه الولد، فيوجب عليه نفقته لئلا يضيع، وهذا الملك على ما عليه أصل حال الآدمى من الحرية لايثبت إلا بطريق النكاح، فهذا معنى قولنا إنه تعلق به البقاء المقدور به إلى وقته'' (المبسوط للسرخسى٤،١٩٢-١٩٣ كتاب النكاح)۔

- ''وحكمة مشروعيته:إعفاف المرأ نفسه وزوجه عن الوقوع فى الحرام، وحفظ النوع الإنسانى من الزوال والانقراض بالانجاب والتوالد، وبقاء النسل وحفظ النسب، وإقامة الأسرة التى بها يتم تنظيم المجتمع، وإيجاد التعاون بين أفرادها، فمن المعروف أن الزواج تعاون بين الزوجين لتحمل أعباء الحياة وعقد مؤدة وتعاضد بين الجماعات، وتقوية روابط الأسر، وبه يتم الاستعانة على المصالح'' (الفقه الاسلامى وادلته٩،٦٥١٥-٦٥١٦)۔

- ''وخلاصةتشريع الزواج فى الإسلام إيجاد النسل لبقاء الجنس البشرى عن طريق أشباع الرغبة الجنسية باتصال الرجل بالمرأة عن طريق عقد الزواج، فيحصل مقصود الزواج من إيجاد النسل واستمتاع الزوجين أحدهما بالآخر على الوجه المشروع، وتكوين الأسرة

المتماسكة التى ينشأ فيها النسل .....قال الغزالى: الفائدة الأولى للنكاح الولد، وهو الأصل وله وضع النكاح، والمقصود إبقاء النسل، وأن لا يخلوا لعالم عن جسن الإنس، وإنما الشهوة خلقت باعثة مستحثة .....وفى تفسير الآلوسى:وذكر الطيبى القصد من خلق الأزواج السكون إليها، وإلقاء المحبة بين الزوجين ليس بمجرد قضاء الشهوة التى يشترك بها البهائم، بل تكثير النسل'' (المفصل فى احكام المرأة والبيت المسلم فى الشريعة الاسلاميہ ۱۳،۶ للدكتور عبد الكريم زيدان)۔

- ''تكاثر النسل، والحفاظ على النوع الإنسانى، وإنجاب الذرية، ومنها:تحقيق العفاف، وصون الإنسان عن التورط فى الفواحش والمحرمات، ومنها:التعاون بين الرجل والمرأة على شئون العيش وظروف الحياة والمؤانسة، ومنها: إيجاد الود والسكينة والطمأنينة بين الزوجين، ومنها: تربية الأولاد قويمة فى مظلة من الحنان والعطف، قال الله تعالى: ''ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجاً لتسكنوا إليها، وجعل بينكم مؤدة ورحمة، إن فى ذلك لآيات لقوم يتفكرون'' (الروم: ۲۱) قال السعدى حول ہذه النازلة: بما رتب على الزواج من الأسباب الجالبة للمودة والرحمة، فحصل بالزوجة الاستمتاع واللذة والمنفعة بوجود الأولاد وتربيتهم، والسكون إليها، فلا تجد بين أحد فى الغالب مثل ما بين الزوجين من المؤدة والرحمة'' (كتاب الفقه الميسر ۱۱،۵۰، الشاملة) (ماخوذ از مقالہ مولانا عبد الاحد قاسمى پٹنہ)۔

دوسرا موقف:

نکاح مسیار کے بارے میں مقالہ نگار حضرات کا دوسرا موقف یہ ہے کہ چونکہ نکاح مسیار میں شرعاً مطلوب تمام ارکان وشرائط پائے جارہے ہیں، اس لئے جائز ہے، ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس رائے کے حامل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مفتی فرید احمد کاوی، مفتی راشد حسین ندوی، مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا جمیل اختر جلیلی ندوی، مولانا محمد فاروق ناگپور، دکتور نایف بن احمد الحمد۔

تیسرا موقف (مشروط جواز):

- مفتی صادق محی الدین نظامی: خاص حالات میں اس کی اجازت ہونی چاہئے، عمومی حالات میں اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔

- مفتی عبد الرزاق امروہوی: عمومی طور پر اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، بعض احوال وظروف میں دی جاسکتی ہے۔

- مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی: اگر مقاصد پورے ہوتےہیں تو عام نکاح کی طرح، سکون قلب ومؤدت نہیں تو مکروہ۔

- مفتی ظہیر احمدقاسمی: بالکلیہ ناجائز نہیں کہا جاسکتا، البتہ معاشرے کو دیکھتے ہوئے حوصلہ شکنی کی جائے، اور یورپ وغیرہ کے حالات کو پیش نظر رکھا جائے۔

- مولانا رحمت اللہ ندوی: مطلقاً جائز بھی نہیں کہا جاسکتا، ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا، خاص حالات میں ہی اس کی اجازت دی جائے۔

- مفتی فرید احمد کاوی: نکاح مسیار کو کلی طور پر نکاح متعہ اور موقت کے مشابہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ نکاح مسیار اپنی حقیقت اور اصل کے اعتبار سے توقیت وتحدید پر مشتمل نہیں ہوتا۔
- مولانا مصطفی قاسمی آواپوری: اس کی اجازت اضطراری حالت میں دی جاسکتی ہے۔
- مولانا عبید اللہ ندوی: بہتر یہ ہےکہ خواہش مند افراد اپنے علاقہ کے مفتی سے رجوع کریں اور وہ حالت دیکھ کر جواز وعدم جواز کا فتوی دیں۔
- مولانا محمد شفیق بڑودہ: عفت وعصمت کی خاطر کیا جائے تو مقاصد کو ملحوظ رکھا جائے، تاکہ کراہیت باقی نہ رہے۔
- ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی: میرے نزدیک اس نکاح کو مع کراہت وبدون کراہت ہرایک کے حکم کی بابت دار القضاء پر چھوڑ دینا چاہئے، قاضی ضرورت وعدم ضرورت کی تحقیق کرکے اجازت وعدم اجازت کا فیصلہ دے۔
- مولانا ولی اللہ مجید قاسمی: مخصوص حالات میں اور گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو انفرادی طور پر اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔
- مفتی منصف بدایونی: نکاح مسیار کی مطلق اجازت نہ دی جائے، بلکہ عورت ومرد کے احوال دریافت کرنے کے بعد کہ دونوں مقاصد کو پورا کرینگے، اجازت دی جائے۔
- مفتی محمد عثمان بستوی: ضرورت شدیدہ اور مجبوری،یعنی ابتلاء معصیت کا خطرہ ہونے کے وقت اسی کی گنجائش ہے۔ سدا للباب عام حالات میں منع ہے۔

جبکہ مفتی جنید احمد قاسمی، مولانا ریاض ارمان قاسمی نے صرف اہل علم کی آراء نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے کوئی رائے نہیں دی ہے۔

مجوزین کی تائیدات وشواہد:

- ''إنما إذا كانت التأقيت مضمراً فی نفس الزوج غير مصرح به، فقد اختلف الفقهاء فيه، فذهب الجمهور إلى صحة النكاح، ونص على ذلک الحنفية والمالكية على الراجح والشافعية غير أنهم قالوا بكراهته، وهو رأی عند الحنابلة، حكی بقيل، وقال الحنابلة: أنه لا يصح، وهو الصحيح من المذهب عندهم، وهو قول بهرام من المالكية'' (الموسوعة الفقهيه ٤١٩،٤١).
- ''سواء علمت المرأة أو وليها بهذه النسبة، أم لا، وذلک لخلو هذا العقد من شرط يفسده ولا تفسد بالنية؛ لأنه قد ينوی مالايفعل، ويفعل ما لا ينوی، ولأن التوقيت إنما يكون باللفظ''(الموسوعة الفقهيه ٤٤٣،٤١).
- ''وذهب الحنفية وهو قول عند كل من الشافعية والحنابلة إلى أن النكاح بشرط الطلاق صحيح، فلو تزوجها على أن يطلقها بعد شهر مثلاً جاز النكاح؛ لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاد النكاح مؤبداً وبطل الشرط، كما لو شرط أن لا يزوج عليها، أو أن لايسافر بها'' (حوالہ سابق٤٤٤،٤١).
- ''أما لو تزوج وفی نيته أن يطلقها بعد مدة نواها صح'' (فتح القدير ٢٤٩،٣).

- ‘‘صرح الحنفیۃ والشافعیۃ بأنہ لو تزوج، وفی نیتہ أن یطلقہا بعد مدۃ نواہا صح زواجہ’’ (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۲،۲۰)۔

- ‘‘ولیس منہ (أی المتعۃ والنکاح المؤقت) ما لو نکحہا علی أن یطلقہا بعد شہر أو نوی مکثہ معہا مدۃ متعینۃ’’ (رد المحتار علی الدر المختار ۵۱،۳)۔

- ‘‘واستشکل ہذہ المسئلۃ بما إذا شرط وقت العقد أن یطلقہا بعد شہر، فإن النکاح صحیح، والشرط باطل، ولا فرق بینہما وبین ما فیہ، وأجیب بأن الفرق بینہما ظاہر؛ لأن الطلاق قاطع النکاح، فاشتراط بعد شہر لینقطع بہ دلیل علی وجود العقد مؤبداً، ولہذا لو مضی الشہر لم یبطل النکاح، فکان النکاح صحیحاً .... والشرط باطلاً، وأما صورۃ النزاع فالشرط إنما ہو فی النکاح، لا فی قاطعہ’’ (العنایۃ علی ہامش فتح القدیر ۲۵۰،۳)۔

- مکہ فقہ اکیڈمی کا فیصلہ جو صفحہ ۱۳ پر گذر چکا ہے، حسب خواہش وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

- قاعدہ فقہیہ: ‘‘ما لا یدرک کلہ، لا یترک کلہ’’۔

- ‘‘لا حرج فی ذلک إذا استوفی العقد الشروط المعتبرۃ شرعاً، وہی: وجود الولی ورضا الزوجین، وحضور شاہدین عدلین علی إجراء العقد، وسلامۃ الزوجین من الموانع؛ لعموم قول النبیﷺ: ‘‘أحق ما أوفیتم من الشروط أن توفوا بہ ما استحللتم بہ الفروج’’ وقولہﷺ: ‘‘المسلمون علی شروطہم’’ فإذا تفق الزوجان علی أن المرأۃ تبقی عند أہلہا أو علی أن القسم یکون لہا نہارا لا لیلاً، أو فی أیام معینۃ، أو لیالی معینۃ، فلا بأس بذلک بشرط إعلان النکاح وعدم إخفائہ’’ (فتاوی علماء البلد الحرام ۴۵۰)۔

سوال نمبر ۵ ۔ الف: نکاح مسیار کے متعلق آپ کے علم میں علماء ہند کی آراء ہوں تو ان کو تحریر کیا جائے۔

اس سوال کے جواب میں نکاح مسیار سے متعلق اکثر مقالہ نگاران نے علماء ہند وعرب سے مندرجہ ذیل تفصیلات نقل کی ہیں:

* حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں:

‘‘نکاح میں لگائی جانے والی شرطیں بنیادی طور پر تین طرح کی ہیں: .....دوسری قسم: ایسی شرطیں جو نکاح سے متعلق شریعت کے وجوبی احکام سے متصادم ہوں، حافظ ابن رشد کے الفاظ میں: جو نکاح کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے کسی شرط کو ساقط کردیتی ہوں، یا نکاح کے واجب احکام میں سے کسی حکم میں تغیر وتبدیلی کو مستلزم ہوں، جیسے یہ شرط کہ بیوی کا مہر نہیں ہوگا، یا یہ کہ ‘‘شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہوگا ’’ یا عورت کی طرف سے شرط کہ شوہر اس سے مقاربت نہ کرے گا، یا یہ کہ اس کو سوکن کے حصہ میں سے بھی زائد حصہ دے گا .....ایسی شرطیں بالاتفاق نا معتبر ہیں .....اگر اس طرح کی شرطیں لگادی جائیں تو نکاح پر بالاتفاق ان کا کوئی اثر نہیں ہوگا، نکاح منعقد ہوجائے گا اور شرطیں لغو وبے اثر ہونگی۔ تیسری قسم کی شرطیں

وہ ہیں جن سے عورت کو نفع پہنچتا ہو اور شریعت نے نہ ان کو واجب قراردیا ہو اور نہ ان سے منع کیا ہو، گویا ان شرطوں کو مان کر مرد اپنے بعض ایسے حق سے دست بردار ہوجاتا ہے جس سے دست بردار ہونے کا اس کو اختیار ہے، مثلاً عورت کا یہ شرط لگانا کہ وہ اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کرے گا، یا یہ کہ اس کے میکہ میں رکھے گا، یا یہ کہ اس کو اس کے شہر سے باہر نہیں لے جائے گا وغیرہ، ایسی شرطوں کے ساتھ نکاح کیا جائے تو نکاح منعقد ہوجائے گا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ شرطیں معتبر ہونگی اور ان کی تکمیل واجب ہوگی یا نہیں؟ حضرت فقیہ العصر کا رجحان مثبتین کی طرف ہے " (جدید فقہی مسائل ۳،۳۳-۳۵)۔

* دار العلوم دیوبند کا فتوی:

''عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے، قرآن کریم، حدیث شریف اور چاروں ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے مسالک سے اسی طرح ثابت ہے، سودی بینک اور اسلامی بینکنگ نظام پر اس کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، حلال طریق پر تمام شرائط ملحوظ رکھتے ہوئے جب نکاح کے راستے کھلے ہوئے ہیں تو حرام طریقہ کو اختیار کرنے پر آدمی کیوں مجبور ہے؟ یہ نفس وشیطان کا کھلا دھوکہ ہے " (دار الافتاء دار العلوم دیوبند) (نکاح مسیار کے بارے میں سوال کا جواب)۔

''(فتوی نمبر ۴۶۰،۴۷۰) ''اگر شرعی طریقے پر کم از کم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے اور مانع نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو نکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی جاتی، مثلاً: ۲؍سال کے لئے نکاح کررہے ہیں، بلکہ مطلق طور پر نکاح کیا تو ایسا نکاح درست وصحیح ہے، البتہ مہر سے دست بردار ہونے کی بات درست نہیں ہے، دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم از کم دس درہم ہیں جو دینا واجب ہوگا بحق شرع، ہاں اگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کردےاور اس سے دست بردار ہوجائے، تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے، سعودی عرب اور مصر کے علماء کے فتوی منسلک کرکے سوال کرنا چاہئے تھا " (دارالافتاء دار العلوم دیوبند فتوی نمبر ۲۳۸۵، تاریخ اجراء ۱۶؍ستمبر ۲۰۰۷ء)۔

* جامعہ بنوریہ عالمیہ کے دار الافتاء والقضاء کا فتوی:

''(الجواب) مذکورہ نکاح مسیار اگر مدت کی تصریح کے ساتھ ہو تو یہ نکاح مؤقت یا اس کی ایک قسم ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اس لئے اس سےاحتراز لازم ہے، جبکہ ایسا قانون بنانا بھی درست نہیں، اور اگر بوقت عقد مدت کی صراحت نہ ہو، لیکن فریقین یا دونوں میں سے کسی ایک کے دل میں یہ نیت ہو کہ ایک مخصوص مدت گذرنے کے بعد طلاق کے ذریعہ علاحدگی اختیار کرلی جائے گی تو اس صورت میں اگرچہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور میاں بیوی کی طرح رہنا حرام نہیں ہوتا، لیکن اس ارادہ کے ساتھ نکاح کرنا بھی بہت سے مقاصد ومصالح نکاح کے

خلاف ہونے کی وجہ سے شرعاً مکروہ ہے، اس لئے حتی الوسع اس سے احتراز کرنا چاہئے " (جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی فتوی نمبر ۲۴۲۵۰)۔

* نکاح مسیار کا حکم: (جامعہ یوسف بنوری ٹاؤن):

۱۔ نکاح مسیار کو اگرچہ نکاح یا زواج کا نام دیا جائے اس عمل کا مقصد نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد ایک متعین وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے جو نکاح کے شرعی مقاصد کے خلاف ہے، اور اوپر کی سطور میں قرآن وحدیث سے واضح ہوچکا ہے کہ جس نکاح میں صرف شہوت رانی مقصود ہو تو وہ شرعی نکاح کے مقصد کے خلاف ہے۔

۲۔ اس عمل کے ذریعہ شریعت مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کے لئے وضع کردہ کئی احکام کی خلاف ورزی اور بہت سے احکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجہ میں بیوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے، جبکہ نکاح کے عقد کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، علامہ ابن نجیمؒ نے ''بدائع الصنائع '' کے حوالہ سے نکاح کے احکام تفصیلی ذکر کئےہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہینکہ ''بدائع الصنائع '' میں نکاح کے احکام علاحدہ فصل میں ذکر کئے ہیں، فرماتے ہیں کہ نکاح کے احکام میں سے مہر کا واجب، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہونا، حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اجراء اور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا (جبکہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔ اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوت نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں،چونکہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنا طبعی تقاضا پورا کرنا تھا تو شوہر بچے سے بے فکر ہوکر چلا جاتا ہے، اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہے، اس سے اس کی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے۔

۴۔ اس طرح کے نکاح میں عورت مرد کو ذمہ دار اور مسئول نہیں سمجھتی جس کے نتیجے میں عورت بھی آزاد رہتی ہے اور مرد بھی اس سے معاشرے پر برے اثرات پڑتے ہیں(من غیر لفظہ، مرتب)۔

۵۔ اس قسم کے عقد میں خواتین کی تذلیل ہے، عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لئے شریعت نے پہلے شوہر کے لئے بیوی کو حلال کرنے کے لئے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہ تحریمی قراردیا ہے۔

۶۔ اس طرح کے نکاح سے خاندانی نظام مکمل تباہ ہوجاتا ہے۔

۷۔ اس رشتہ اور تعلق میں دوام نہیں ہے، اس لئے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہیں ہے، اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس نکاح کے جواز کا قول بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۸۔ اس قسم کا نکاح معناً نکاح مؤقت ہے۔

۹۔ اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کے لئے چور دروازہ ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے گا کہ یہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا۔

۱۰۔ اگرچہ ابتداء میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ طویل عرصے تک سفر میں رہنا بیان کی بھی جائے، لیکن اس بات کا قوی اندیشہ ہےکہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر چلے جائیں، یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کے شیرازہ بکھیرنے او راس کی بنیادیں ہلادینے کے مترادف ہیں۔

ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے ''نکاح مسیار '' (زواج مسیار) کی شرعاً اجازت نہیں (جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، فتوی نمبر ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳)۔

* جامعۃ الرشید کراچی کا فتوی:

''..... درج بالا مفاسد کے ساتھ ساتھ یہ نکاح انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، سلف صالحین اور جمہور امت کے طریقے کے بھی خلاف ہے، گو کہ اس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہونگے، لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں اور نقصانات بھی ایسے ہیں کہ جو کسی بھی قوم کی خاندانی نظام کی تباہی اور نسلو نکے ختم ہونے کا سبب بن سکتے ہیں، جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو ان مفاسد کا سامنا ہے، اس لئے اس طریقے سے نکاح کی قطعاً اجازت نہیں دی جاسکتی، مجیب مفتی محمد طارق، مفتی آفتاب احمد، مفتی سعید احمد حسن، فتوی نمبر ۶۲۳۵۶، تاریخ اجراء۲۰۱۸/۰۲/۲۸ ۔

* (طلاق کی نیت سے شادی): فتوی مفتی سید نجم الحسن امروہوی، شیخ الحدیث دار العلوم یاسین القرآن کراچی:

''.....نکاح مسیار کی جو صورت آپ نے لکھی ہے، اگر واقعتاً صورت یہی ہے تو بہرحال یہ فطرت سے منحرف عقد ہے اور سنت وشریعت کے مخالف ہے، عقد اگرچہ منعقد ہو، امام نووی مسلم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

''وأجمعوا على أن من نكح نكاحاً مطلقاً ونيته أن لا يمكث معها إلا مدة نواها، فنكاحه صحيح حلال، وليس نكاح متعة، إنما نكاح المتعة ما وقع بالشرط المذكور، ولكن قال مالك: ليس هذا من أخلاق الناس،و شذ الأوزاعي، فقال: هو نكاح متعة، ولا خير فيه، والله أعلم'' (اجماع اس بات پر ہے کہ اگر کوئی شخص مطلق نکاح کرے اور اس کی نیت ہو کہ وہ بیوی کے ساتھ مخصوص مدت جس کی اس نے نیت کی ہے، سے زیادہ نہ رہے گا تو اس کا نکاح صحیح اور حلال ہے اور یہ نکاح متعہ نہیں ہے، نکاح متعہ تو یہ ہے کہ مذکورہ نیت کی شرط لگائی جائے، لیکن امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ (بنیت طلاق نکاح) لوگوں کی عمدہ اخلاقیات میں سے نہیں ہے، امام اوزاعی کا تفرد ہے کہ وہ فرماتے ہیں یہ

بھی متعہ ہے، اس میں کوئی خیر نہیں ہے، واللہ اعلم)۔

''ولما فی الہندیۃ (۲۸۳،۱):ولو تزوجہا مطلقاً، وفی نیتہ أن یقعد معہا مدۃ نواہا فالنکاح صحیح، کذا فی التبیین، وفی الدر المختار (۵۱،۳): وبطل نکاح متعۃ وموقت، وإن جہلت المدۃ أو طالت فی الأصح، ولیس منہ ما لو نکحہا علی أن یطلقہا بعد شہر أو نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ... وفی الشامیۃ تحت قولہ: (أو نوی الخ)؛ لأن التوقیت إنما یکون باللفظ بحر، وفی اللجنۃ الدائمۃ (۴۴۸،۱۸) س:انتشر بین أوساط الشباب السفر خارج البلاد للزواج بنیۃ الطلاق، والزواج ہو الہدف فی السفراستناداً علی فتوی بہذا الخصوص، وقد فہم الکثیر من الناس الفتوی خطأ، فما حکم ہذا؟ ج: الزواج بنیۃ الطلاق زواج مؤقت، والزواج المؤقت زواج باطل؛ لأنہ متعۃ، والمتعۃ محرمۃ بالإجماع، والزواج الصحیح: أن یتزوج بنیۃ بقاء الزوجیۃ والاستمرار فیہا، فإن صلحت لہ الزوجۃ وناسبت لہ، وإلا طلقہا، قال تعالی: ''فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان'' (نجم الفتاوی ۳۱۷،۴ یونیکوڈ)۔

* دار العلوم کراچی کا فتوی:

(نکاح مسیار جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے)

''الجواب حامداً ومصلیاً: ہمارے علم کے مطابق مسیار نکاح کی ایک قسم ہے، جس میں نکاح ہونے کے بعد بیوی اپنے حقوق (جیسے نفقہ سکنی وغیرہ) شوہر کو معاف کردیتی ہے، وہ اپنے والدین کے ہاں یا کسی اور جگہ رہتی ہے اور شوہر کی رہائش کسی اور مقام پر ہوتی ہے، عام طور پر اس نکاح کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے اور جب کبھی میاں بیوی کو باہم ملنے کی خواہش ہوتی ہے تو وہ جمع ہوکر حقوق زوجیت ادا کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی علم میں آئی ہے کہ بعض مالدار لوگ جنھیں ملکوں میں سفر درپیش ہوتے ہیں، وہ بعض ملکوں میں نکاح مسیار کرلیتے ہیں، جب تک وہاں رہنا ہوتا ہے، منکوحہ اپنے پاس رکھتے ہیں، پھر واپس اپنے وطن آتے ہیں اور عورت وہیں رہ جاتی ہے، اگر نکاح مسیار کی حقیقت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں نکاح کے منعقد ہونے سے متعلق تمام شرعی شرائط موجود ہیں، مثلاً قاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح کیا جائے، کم از کم دو گواہ بھی موجود ہوں، اور لڑکا لڑکی کا کفو ہو، نیز مہر بھی مقرر کیا جائے تو اس سے گو نکاح منعقد ہوجائے گا، لیکن ایسا کرنا خلاف سنت اور مقاصد شرعیہ کے منافی ہے، اور نکاح کی شرعی ذمہ داریوں سے راہ فرار بھی ہے، خصوصاً اس طرح پوشیدہ نکاحوں سے کئی فتنوں کا دروازہ کھل سکتا ہے، اس لئے اس طرح نکاح کرنا ناپسندیدہ ہے، اس سے اجتناب کیا جائے '' (اعجاز احمد دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴۲۷،۸،۲۰)۔

* مفتی زبیر ندوی دار الافتاء بہرائچ یوپی:

''نکاح مسیار کی حقیقت یہ ہے کہ عورت اپنے مالی حقوق نان ونفقہ اور رہائش وغیرہ سے دست بردار ہوکر کسی مرد سے نکاح کرتی ہے اور پھر مرد وعورت اپنی

جنسی ضروریات کی تکمیل کرتے رہتے ہیں، اسی کا نام نکاح مسیار ہے، شرعی نقطہ نظر سے چونکہ میاں بیوی کی زندگی ایک جامع ہمہ گیر اور ایک دوسرے کی ضروریات سے وابستہ زندگی ہے، اسی لئے قرآن مجید میں ان کے لئے ''لباس '' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح نکاح کرنے سے ایک خود غرضانہ نکاح ہوگا اور زندگی کا جو صحیح لطف ہے وہ حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے تمام شرائط پائیں جائیں تو نکاح تو درست ہوگا، مگر خلاف اولی ہوگا ''۔

* وقف دار العلوم دیوبند کا فتوی:

''(اردو نیوز پورٹل: اشاعت۹؍اگست ۲۰۲۱ء) میں مفتی دار العلوم وقف دیوبند کے حوالہ سے لکھتےہیں: دار العلوم وقف دیوبند کے مفتی امانت علی قاسمی کے بقول ''نکاح مسیار '' کو قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کی بنا پر ہم مسیار کی قانونی طور پر ایک جائز اسلامی شادی قرار نہیں دے سکتے ''۔

* مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا فتوی:

(مغربی ممالک میں تعلیم کی غرض سے آنے والے طلبہ وطالبات کے تا بوقت قیام کے لئے شادی سے متعلق سوال کا جواب)

جواب: اگر انعقاد نکاح کی تمام شرائط موجود ہوں اور عقد میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کیا گیا ہو جس سے وہ نکاح مؤقت سمجھا جائے، اس صورت میں وہ نکاح منعقد ہوگا اور اس نکاح کے بعد تمتع جائز ہے، اور نکاح کرنے والے مرد یاعورت کا یہ نیت کرنا کہ تعلیم کی مدت کے بعد ہم اس نکاح کو ختم کردینگے، اس نیت سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر واقع نہیں ہوگا، البتہ نکاح شریعت کے نزدیک چونکہ ایک دائمی عقد ہے، اس لئے زوجین سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ اس عقد کو ہمیشہ باقی رکھیں اور شدید ضرورت کے علاوہ کبھی اس کو ختم نہ کریں اور عقد کرتے وقت ہی زوجین کا جدائی اور فرقت کی نیت کرنا نکاح کے اس مقصد کے خلاف ہے، اس لئے ایسی نیت رکھنا دیانۃً کراہت سے خالی نہیں ، واللہ اعلم '' (فقہی مقالات۱؍۲۶۰)۔

ب۔ نکاح مسیار سے متعلق ممتاز علماء عرب کی آراء پر بھی روشنی ڈالی جائے:

* ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ:

''بعض من عارضہ کرہ الأمر، وأنا معہ أکرہ الأمر، أری أنہ مباح مع الکرہ، لا نقول إنہ:وأحب، نقول:إنہ حلال، ولکنہ لا یحبذ، ولا یستحب، ویخشی أن یکون من ورائہ الأضرار وخلافہ'' (مستجدات فقہیہ ؍۱۷۵)۔

''فہذا الزواج إذن یتم بعقد، وشہود، ولکنہ یعفی الزوج من أمور، منہا:إعفاءہ من النفقۃ الزوجیۃ، والسکن الشرعی، والقسمۃ العادلۃ بینہا وبین غیرہا من نسائہ، فالزوجۃ تنازل عن ہذہ الأمور بإرادتہا مقابل حل مشکلتہا الشخصیۃ، وأحیاناً تتنازل عن حقہا فی المبیت دون النفقۃ، فہی بکامل حریتہا واختیارہا تنازلت عن بعض حقوقہا'' (زواج المسیار، مجلۃ المجتمع الکویتیۃ

شمارہ: ١٣٠١، ١٩٧٧٫٥٫٢٦، ص: ٣١)۔

* ڈاکٹر عبد اللہ فقیہ:

''زواج المسیار لہ صورتان:

الأولی أن یتم عقد الزواج بین الزوجین مستوفیاً جمیع الأرکان والشروط المطلوبۃ فی العقد من وجود المہر والولی وشاہدی عدل، إلا أن الزوج یشترط فی العقد بإسقاط النفقۃ أو المسکن، بحیث تسکن ہی فی مسکنہا، ویأتی الزوج إلیہا فی مسکن مخصص لہا، فیکون الزوج غیر مکلف بالسکنی والنفقۃ علیہا، ہذہ صورۃ۔

والصورۃ الأخری ألا یشترط الزوج إسقاط النفقۃ، ولکن یشترط عدم الالتزام بالقسم فی المبیت وہو الأکثر، لأن الحامل علی مثل ہذا الزواج ہو رغبۃ الزوج فی إخفاء أمر ہذا الزواج عن أہلہ وأولادہ، درأ للمشاکل المحتملۃ منہم إدا علموا بذلک، والأول قد یکون الحامل علیہ رغبۃ الزوجۃ التی لم یتیسر لہا زوج ترضی بہ، فی أن ترزق بذریۃ، وأن تحمی نفسہا من الوقوع فی الحرام، فإذا کان ما ذکر ہو زواج المسیار، فہو عقد صحیح، .....و کان الحسن البصری لا یری بأسا فی الشرط فی النکاح إذا کان علانیۃ، وہذا النوع من الزواج 'زواج المسیار ' فیہ مصالح من حفظ الأعراض وقطع أسباب الفساد، خاصۃ من جہۃ النساء التی لا تتیسر لہن أسباب الزواج وہن کثیرات۔

کما أنہ لا یسلم من مؤاخذات خاصۃ بعد وفاۃ الزوج من المشاحۃ والمشاحنۃ فی الحقوق والإرث، ولہذا منعہ بعض أہل العلم، والأظہر، واللہ أعلم ۔ جوازہ ؛ لأنہ لا دلیل علی منعہ بعد استیفائہ أرکان وشروط النکاح الصحیح، وقد یظن البعض أن زواج المسیار زواج مؤقت بوقت، ولیس کذلک، بل لو وقت بوقت محدد کان باطلاً، لأنہ والحالۃ ہذہ یکون متعۃ'' (فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ، باشراف: د: عبد اللہ الفقیہ، رقم الفتوی: ٣٣٢٩، تاریخ الفتوی: ١٥٫شوال ١٤٢١ھ)۔

* شیخ محمد صالح منجد:

''شرع اللہ الزواج للأہداف متعددۃ، منہا: تکاثر النسل والحفاظ علی النوع الإنسانی وإنجاب الذریۃ، ومنہا: تحقیق العفاف .....وفی السنوات الأخیرۃ ظہر ما یسمیہ الناس : ''زواج المسیار'' وہذہ التسمیۃ جاءت فی کلام العامۃ تمییزاً لہ عما تعارف علیہ الناس فی الزواج العادی؛ لأن الرجل فی ہذ الزواج یسیر إلی زوجتہ فی أوقات متفرقۃ ولا یستقر عندہا۔

صورتہ المعروفۃ:ہو زواج مستوفی الشروط والأرکان، ولکن تتنازل الزوجۃ عن بعض حقوقہا الشرعیۃ باختیارہا ورضاہا مثل النفقۃ والمبیت عندہا، .....وینبغی أن یعلم أن ہذہ الصورۃ من النکاح لیست ہی الصورۃ المثلی، والمطلوبۃ من الزواج، ولکنہا مع ذلک صحیحۃ إذا توفرت لہ شروطہ وأرکانہ، من التراضی، ووجود الولی، والشہود .....وبہذا أفتی سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ، وذلک؛ لأن من حق المرأۃ أن تتنازل عن حقوقہا أو بعضہا المقررۃ لہا شرعاً، ومنہا: النفقۃ والمسکن والقسم فی المبیت لیلاً، وقد ورد فی الصحیحین: أن سودۃ رضی اللہ عنہا وہبت یومہا لعائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا، ولو کان ہذا غیر

جائز شرعاً لما أقره الرسول''.

جاء فی قرار مجمع الفقہ الإسلامی فی دورتہ الثامنۃ عشر المنعقد بمکۃ ما یلی:

''إبرام عقد زواج تتنازل فیہ المرأۃ عن السکن والنفقۃ والقسم أو بعض منہا، وترضی بأن یأتی الرجل إلی دارہا فی أی وقت شاء من لیل أو نہار، ویتناول ذلک أیضاً إبرام عقد زواج علی أن تظل الفتاۃ فی بیت أہلہا، ثم یلتقیان متی رغبا فی بیت أہلہا، أو فی أی مکان آخر، حیث لا یتوفر سکن لہما ولا نفقۃ، ہذان العقدان وأمثالہما صحیحان إذا توافرت فیہما أرکان الزواج وشروطہ وخلوہ من الموانع، ولکن ذلک خلاف الأولی۔

وقد حقق ہذا الزواج بعضا من المصالح والمنافع للرجل والمرأۃ معًا:

تقول بعض المتزوجات بہذہ الطریقۃ: ''ہذا الزواج علی الرغم من کثرۃ التنازلات التی تقدمہا المرأۃ فی سبیل أن تتزوج من إنسان ترضاہ، إلا أنہ بالتاکید یوفر لہا بعض الاطمینان والرضا والحریۃ الشخصیۃ والأمل فی مستقبل متجرد وذریۃ صالحۃ، ولذلک أنا لا أعترض علی ہذا الزواج، وأطالب بنشر التوعیۃ للمجتمع بشأنہ، کی یفہم الناس معناہ وأسبابہ وظروفہ وفوائدہ وأضرارہ''۔

وأخری تحکی نجاہا فی ہذا الزواج، وتقول: أنا لا أحلم بأکثر من ذلک، وأشکر ربی علی کل النعم التی أنعم بہا علی ..... ولا ننکر أن ہناک أضراراً قد تحصل بسببہ:

١۔ قد یتحول الزواج بہذہ الصورۃ إلی سوق المتعۃ وینتقل فیہ الرجل من امرأۃ إلی أخری، وکذلک المرأۃ تنتقل من رجل للآخر۔

٢۔ الإخلال بمفہوم الأسرۃ من حیث السکن الکامل والرحمۃ والمؤدۃ بین الزوجین۔

٣۔ قد تشعر المرأۃ فیہ بعدم قوامۃ الرجل علیہا مما یؤدی إلی سلوکہا سلوکیات سیئۃ تضر بنفسہا وبالمجتمع۔

٤۔ عدم إحکام تربیۃ الأولاد وتنشئتہم تنشئۃ سویۃ متکاملۃ، مما یؤثر سلباً علی تکوین شخصیتہم۔

فلہذہ الأضرار المحتملۃ، فہذہ الصورۃ من صور النکاح لیست ہی الصورۃ المثلی المطلوبۃ، ولکنہا تبقی مقبولۃ فی بعض الحالات من أصحاب الظروف الخاصۃ'' (موقع الاسلام: باشراف الشیخ محمد صالح المنجد، النسخۃ المنسوخۃ من الانترنیت ١٤٣٠،٢٠٠٩۔٦،٣٥٤)۔

* شیخ صالح بن عثیمین:

''ظہر لنا حصول بعض المفاسد التی تنافی مقصو دالنکاح، وأن الحامل لہ ۔ واللہ أعلم ۔ ہو مجرد المتعۃ التی تنتہی بالطلاق'' (ثمرات التدوین من مسائل ابن عثیمین ١٠٩،١، مسئلہ نمبر ٤٥٢، مؤلف ڈاکٹر احمد بن عبد الرحمن قاضی ٧،٤١)۔

* ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ:

''ہذا الزواج صحیح غیر مرغوب فیہ شرعاً ...لأنہ یفتقر إلی تحقیق مقاصد الشریعۃ الإسلامیۃ فی الزواج من السکن النفسی، والأشراف علی الأہل والأولاد، ورعایۃ الأسرۃ بنحو

أكمل، وتربية أحكم" (مستجدات فقهيہ فی قضايا الزواج والطلاق،٢٦١)۔

* شيخ ناصر الدين البانیؒ:

''إنہ فيہ مضاراً كثيرة علی رأسہا تأثيره السلبی علی تربية الأولاد وأخلاقہم" (احكام التعدد فی ضوء الكتاب والسنة لاحسان محمد عايش العتبی،٢٩)۔

* ڈاکٹر علی جمعہ کا فتوی:

''زواج المسيار حلال، وكان الدكتور علی جمعة مفتی الجمہورية مصر السابق أكد علی أن زواج المسيار الذی يستوفی الأركان والشروط الشرعية مباح، ولا يحمل أن لون من امتہان كرامة المرأة أو الرجل، مؤكداً علی أن مجمع البحوث الإسلامية التابع للأزہر أجاز زواج المسيار طالما فيہ شہود وإشہار وولی، والمرأة وافقت علی ذلک برضاہا''۔

* شيخ محمد متولی الشعراوی:

''إنی لم أسمع بہذا الزواج ولا أعرف عنہ شيئاً، وقال: أنا لا أتكلم عن شئی، لا أعرفہ" (نكاح المسيار واحكام الانكحة،١٤)۔

* ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ:

''لذلک أری تحريم نكاح المسيار سداً للذرائع، لأن كل ما أدی إلی الحرام فہو حرام، والسياسة الشرعية، وہذه النتائج متوقعة تقع عادة'' (مستجدات فقہيہ،١٨٠)۔

* شيخ عبد الغفار الشريف (كويت):

''زواج المسيار بدعة جديدة ابتدعہا ضغاف النفوس، الذين يريدون أن يتحللوا من كل مسئوليات الأسرة، ومقتضيات الحياة الزوجية، فالزواج لايعد، وإلا أن يكون قضاء الحاجة الجنسية، لكن تحت مظلة شرعية، فہذا لا يجوز عندی، والله أعلم، وإن عقد علی صورة مشروعة ظاہرياً'' (حوالہ سابق وعقود الزواج المعاصرة بين الصحة والفساد،٢٩١)۔

* شيخ سعود الشريم کی رائے:

''قد يحصل من زواج المسيار ضرر من وجہ دون آخر" (مستجدات فقہيہ،١٧٦)۔

* شيخ عبد العزيز بن عبد الله آل شيخ مفتی اعظم سعوديہ:

''إن ہذا الزواج جائز إذا توافرت فيہ الأركان والشروط والإعلان الواضح، وذلک حتی لا يقعان فی تہمة وما شابہ ذلک، وما اتفقا عليہ فہم علی شروطہم'' (زواج المسيار دراسة فقہية واجتماعية،١١٣)۔

* شيخ ابراہيم بن صالح الخضيری:

''زواج المسيار زواج شرعی وضرورری فی عصرنا ہذا، خاصة مع كثرة الرجال الخوافين، ومع اشتداد حاجة النساء إلی أزواجہن يعفونہن، والتعدد أصل مشروع، والحكمة منہ إعفاف أكبر قدر ممكن من النساء، فلا أری فی زواج المسيار شيئاً يخالف الشرع، ولله الحمد والمنة، بل فيہ إعفاف الكثير من النساء ذوات الظروف الخاصة، وہو من أعظم الأسباب فی محاربة الزنا والقضاء عليہ، ولله الحمد والمنة، ومشاكلہ كمشاكل غيره من عقود الزواج"

(جریدة الجزیرة السعودیة (١٠٩٢) جمادی الأولی ١٤٢١ھ، مطابق ٢٥؍اغسطس ٢٠٠٠ء)۔

* شیخ بن باز کا دوسرا فتوی:

''الواجب علی کل مسلم أن یتزوج الزواج الشرعی وأن یحذر ما یخالف ذلک، سواء سمی ''زواج المسیار '' أو غیر ذلک، ومن شرط الزواج الشرعی الإعلان، فإذا کتمہ الزوجان لم یصح، لأنہ، والحال ما ذکر أشبہ بالزنا'' (فتاوی الشیخ بن باز ٢٠؍٤٣١-٤٣٢)۔

* شیخ بن باز کا ایک اور فتوی:

''نسمع عن الزواج السری، والزواج العرفی، وزواج المتعۃ، وزواج المسیار، فما حکم الشرع فی ہذہ الزواجات؟

ہذہ الأنواع کلہا لا تجوز، لکونہا مخالفۃ للشرع المطہر، إنما النکاح الشرعی ہو المعلن المشتمل علی أرکان النکاح، وشروطہ المعتبرۃ شرعاً۔ واللہ أعلم'' (مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ ٢٠؍٤٢٨)۔

* شیخ عبد العزیز المسند کی رائے:

''زواج المسیار ضحکۃ ولعبۃ ... فزواج المسیار لاحقیقۃ لہ، وزواج المسیار ہو إہانۃ للمرأۃ ولعب بہا ....فلو أبیح أو وجد زواج المسیار لکان للفاسق أن یلعب علی اثنین وثلاث وأربع وخمس وہو وسیلۃ من وسائل الفساد للفساق ....وأستطیع أن أقول: إن الرجال الجبناء ہم الذین یتنطعون الآن بزواج المسیار''(مجلۃ الدعوۃ السعودیۃ العدد ١٦٧٧، ص: ٢٥، شوال ١٤١٩، الموافق: ینایر ١٩٩٩)۔

* ڈاکٹر سلیمان الاشقر کی رائے:

''ہذا الزواج لیس بعیداً عن الزنا، ومثلہ حری بالذم، وحری بأہل العلم أن یبینوا عوراہ ویکشفوا أستارہ'' (مستجدات فقہیہ فی قضایا الزواج والطلاق٢؍١٦٢) (تفصیل کے لئے دیکھئے مقالات: ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مولانا محمد جمیل اختر جلیلی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی جنید احمد قاسمی، مولانا ابو معاویہ محمد معین الدین ندوی قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا عبد الاحد قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا ریحان مبشر مئو، مفتی خالد حسین نیموی قاسمی ، مفتی منصف بدایونی اور مفتی صادق محی الدین فہیم وغیرہم)۔

* ہیئۃ کبار العلماء السعودیہ کا موقف:

''أفتی عضو ہیئۃ کبار العلماء السعودیۃ عبداللہ المطلق بجواز نکاح المسیار الذی لا توجد إحصاءات دقیقۃ بشأنہ فی المملکۃ، وقال فی تصریح إن ہذا الزواج حلال، إذا کان بنیۃ العدل وإعطاء المرأۃ حقوقہا، أما إذا کان بنیۃ خداع النساء وتضییع حقوقہن فلا یجوز'' (ٹوئٹر ہینڈل ہیئۃ کبار العلماء)۔

* دکتور عبد اللہ المطلق کا فتوی:

''أصدر فضیلۃ الدکتور عبد اللہ المطلق ۔عضو ہیئۃ کبار العلماء السعودیۃ۔فتوی وانتشرت

علی نطاق واسع قبل قلیل بخصوص ''زواج المسیار'' وأنہ حلال إذا کان بنیۃ سلیمۃ، فتوی رائعۃ، وفی التوقیت السلیم فقد کثر العوانس والأرامل والمطلقون من الجنسین یجب دعم فکرۃ المسیار بقوۃ وتسہیلہا بلا أی قیود'' (۲۹۰۳، ص: ۱۷۰، مارچ ۲۰۱۸ء)۔

ج۔ نکاح مسیار سے متعلق اگر مسلم حکومتوں کے کسی نظام وقانون کا علم ہو سکے تو اس کو بھی سامنے لایا جائے:

نکاح مسیار سے متعلق قانون:

* ملک شام (سیریا):

''إذا قید عقد الزواج بشرط ینافی نظامہ الشرعی، أو ینافی مقاصدہ، ویلتزم فیہ ما ہو محظور شرعی، کان الشرط باطلاً، والعقد صحیحاً''۔

* مملکت اردنیہ کا قانون:

''إذا قید العقد بشرط ینافی مقاصد عقد الزواج، أو یلتزم فیہ بما ہو محفور شرعاً کأن یشترط أحد الزوجین علی الآخر ألا یساکنہ، أو أن لا یعاشرہ معاشرۃ الأزواج، أن یشرب الخمر، أن یقاطع أحد والدیہ، کان الشرط باطلاً والعقد صحیحاً''۔

* متحدہ عرب امارات کا قانون:

''إنہ بالنسبۃ لعقد زواج المسیار فقد ناقشت اللجنۃ شروط وضوابط إجازتہ وفق إطار شرعی مستمد من تعالیم شریعتنا الإسلامیۃ السمحاء، وہذا العقد تتمتع فیہ الزوجۃ بکافۃ حقوقہا الزوجیۃ من میزات، وتلتزم بالواجبات الزوجیۃ، إلا أنہ من حقوقہا أن تتنازل عن طیب خاطر عن بعض حقوقہا فی النفقۃ والسکن والمبیت'' (المختار فی زواج المسیار،۲۱۵ وما بعدہا)۔

زواج المسیار فی الأمارات من ناحیۃ قانونیۃ:

شرعت محاکم الأسرۃ وقانون حمایۃ الأسرۃ الإماراتی کل ما من شأنہ الحفاظ علی حقوق المرأۃ فی الزواج، وتعترف المحکمۃ أو المأذون الشرعی المخول من الدولۃ، ولا تعتمد المحکمۃ إثبات أی تنازل للمرأۃ عن أی من حقوقہا بموجب وثیقۃ الزواج ولا تقبل المحکمۃ إضافۃ شروط خاصۃ فی وثیقۃ الزواج الرسمیۃ مثل التنازل عن حق النفقۃ أو التنازل عن حق المسکن أو الرعایۃ أو المہر۔

قررت المحکمۃ المختصۃ فی دولۃ الإمارات العربیۃ المتحدۃ أن تتخذ مثل تلک القرارات حمایۃ للمرأۃ من بطش بعض الأزواج أو من أن تسلب حقوقہا عنوۃ عند الخلافات بعد الزواج، غیر أنہا تترک للأزواج حریۃ الاتفاق علی التنازلات، والشروط التی قد یتفق علیہا الزوجان فیما بینہم دون إثبات ذلک رسمیاً فی وثیقۃ الزواج، ولا تقبل المحکمۃ المختصۃ بدولۃ الإمارات العربیۃ المتحدۃ أی تعدیل فی صیغۃ الوثیقۃ الرسمیۃ للزواج منعا لسلب المرأۃ من حقوقہا والتی قد تلجأ لمثل ہذا النوع من الظروف اجتماعیۃ أو مادیۃ أو عائلیۃ، تظہر حالات زواج المسیار فی الإمارات العربیۃ المتحدۃ عند اختلاف الزوجین المتفقین علی زواج المسیار بشروط وتنازلات خاصۃ، والذہاب للمحکمۃ لفض الخلاف ونظراً؛ لأن تلک الشروط والتنازلات غیر شبہۃ بالعقد

الرسمی تتخذ المحکمۃ المنوطۃ بالشئون الأسریۃ وشئون الزواج، بأن تأخذ للمرأۃ کامل حقوقہا من الزوج فیما یتعلق بالنفقۃ، ونفقۃ الأولاد والسکن ومؤخر الصداق وغیر ذلک من الحقوق الواجبۃ علی الزوج، کما ہو منصوص علیہ فی الزواج التقلیدی کنتیجۃلعدم اعتراف المحکمۃ بمثل تلک الشروط ورفضہا لإثباتہا رسمیاً، قانون الأسرۃ والمحاکم المنظمۃ لعقود وثائق الزواج لا تعترف إلا بالزواج الرسمی التقلیدی کامل الأرکان والذی یضمن للمرأۃ کافۃ الحقوق علی زوجہا من نفقۃ وتوفیر مسکن ملائم، ونفقۃ الأطفال ومؤخر الصداق" (حوالہ سابق) (ماخوذ از مقالہ قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی)۔

* کویتی حکومت کا قانون:

''(الف) إذا اقترن عقد الزواج بشرط ینافی أصلہ بطل، (ب) إذا اقترن بشرط لا ینافی أصلہ، ولکن ینافی مقتضاہ، أو کان محرما شرعاً، بطل الشرط وصح العقد، والملاحظۃ أن زواج المسیار یدخل فی الفقرۃ (ب) المسائل الفقہیۃ المستجدۃ فی النکاح مع بیان ما أخذ بہ القانون الکویتی،٢٤٥" (مقالہ مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی)۔

* مراکشی ماہر قانون کی وضاحت:

''رغم أن قانون الأحوال الشخصیۃ فی المغرب لایعترف بالزواج السری أو العرفی وبدرجۃ فی خانۃ الزنا والفساد إلا أن ہناک حالات کثیرۃ لہذا النوع من الزواج داخل الجامعات ووسط السلفیین، حتی إن الأمر تمت إثارتہ فی البرلمان وتفجیرہ فی وجہ وزیر العدل والحریات، فما الخیط الفاصل بین الشرع والقانون فی قضیۃ الزواج العرفی فی المغرب، لکن من الناحیۃ القانونیۃ فہو غیر معترف بہ؛ لأنہ لا یتم توثیقہ أمام الجہۃ المختصۃ لیرتب کل الآثار القانونیۃ فوثیقۃ الزواج ہی الوسیلۃ الوحیدۃ المقبولۃ لإثبات الزواج فی المغرب" (عبر الانترنیت) (مقالہ مفتی خالد حسین نیموی قاسمی)۔

* حکومت پاکستان:

''پاکستان میں نکاح مسیار یا متعہ کے حوالہ سے نئے قوانین بنائے جانے کی تیاریاں شروع ہوچکی ہیں ''۔

* حکومت ایران:

''ایران اسٹڈیز سینٹر کی جانب سے نکاح مسیار اور نکاح متعہ کو باقاعدہ قانونی حیثیت دلوانے کے لئے مجلس شوری (پارلیمنٹ) میں ایک نیا مسودہ قانون پیش کیاگیا ہے " اس قانون میں غیر قانونی جنسی تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے، ملک میں نوجوان طبقہ کا غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، جو غیر قانونی طریقے سے عورتوں سے میل جول رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، لہذا ملک بھر میں نکاح متعہ کے مراکز قائم کئے جائیں، ان مراکز کو آئینی اور شرعی اداروں کی حیثیت حاصل ہو، مسودہ قانون میں کہا گیا ہے کہ اہل سنت والجماعت کو متعہ پر قائل نہیں کیا جاسکتا ،تاہم جہاں جہاں سنی اکثریت موجود ہو وہاں پراس سے ملتے جلتے مراکز قائم کئے جائیں جن میں نکاح مسیار یا طلاق کی نیت سے

نکاح رجسٹر کرانے کی اجازت ہو (العربیۃ ڈاٹ نیٹ اردو: ایران، متعہ اور نکاح مسیار کے لئے قانون سازی) (مقالہ: مولانا ریحان مبشر مئو)۔

* سعودی عرب

وہاں کی قانونی دفعہ : ۱۲، ۱۳، ۲۷، ۲۱، ۴۲، ۵۵ سے نکاح مسیار کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے، چونکہ نکاح میں ارکان وشرائط مطلوب ہیں وہ نکاح مسیار میں پائے جاتے ہیں، الگ سے کوئی قانون نہیں ہے۔

مسلم ممالک میں نکاح مسیار سے متعلق قوانین کی بابت صرف مولانا ریحان مبشر مئو، مفتی خالد حسین نیموی قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی اسجد دیولا، مولانا عبد الاحد قاسمی، مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی نے مندرجہ بالا تفصیلات اپنے مقالے میں درج کی ہیں، ان کے علاوہ تمام ہی مقالہ نگاران نے نکاح مسیار سے متعلق قانون سازی پر یا تو خاموشی اختیار کی ہے، یا لاعلمی کا اظہار کیا ہے، جبکہ کچھ حضرات نے نکاح شرعی سے متعلق قوانین میں درج ارکان وشرائط سے مسئلہ کو سمجھنے کا عندیہ ظاہر کیا ہے، الگ سے کسی قانون کی بات نہیں لکھی ہے، اور بعض حضرات نے مسلم ممالک کے دار الافتاء والقضاء یا محاکم شرعیہ کی طرف سے جاری فتاوی اور حکم نامہ کو حکومت کا جاری کردہ قانون مانا ہے، علاحدہ سے کسی قانون سازی کی نفی کی ہے۔

سوال نمبر۶۔ زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت کیا ہوگی؟ ان کے نفقہ کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ اس کے مثبت ومنفی پہلوؤں اور فوائد ونقصانات کی بھی نشان دہی کریں۔

اس سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل حضرات مقالہ نگاران نے یہ صراحت کی ہے کہ نکاح مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی وہی حیثیت ہوگی جو نکاح عرفی سے پیدا ہونے والے بچوں کی ہوتی ہے، یعنی بچہ ثابت النسب ہوگا باپ کی جائیداد میں وراثت کا حقدار ہوگا او راس کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہوگا، یہ حکم ان حضرات کے قول کے مطابق ہے جو نکاح مسیار کو عقد صحیح مانتے ہیں:

مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی، مولانا عبد الاحد قاسمی، مفتی عارف باللہ قاسمی، ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی، مفتی خالد حسین نیموی، مولانا ریحان مبشر مئو، مفتی منصف بدایونی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، ڈاکٹرنایف بن احمد الحمد، مولانا روح الامین داؤد مظاہری، مفتی محمد شفیق بڑودوی، مفتی مصطفی عبد القدوس ندوی، مولانا مظاہر حسین عماد القاسمی، مولانا مصطفی قاسمی آواپوری، مولانا محمد عثمان بستوی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد فاروق قاسمی بارڈولی، مفتی صادق محی الدین فہیم نظامی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا قمر الزمان ندوی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا ابو معاویہ محمد معین

الدین ندوی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی جنید احمد قاسمی ساگر مدھیہ پردیش۔

مذکورہ حضرات کے علاوہ جتنے مقالہ نگاران ہیں انہوں نے اس پر بحث تو نہیں کی ہے، تاہم وہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ نکاح کے لئے مسیار کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے، تاہم اگر کرہی لیا تو عقد ارکان وشروط کے پائے جانے کی وجہ سے درست قرار پائے گا، اور جب عقد مع الکراہہ درست ہے تو بچے کا نسب بھی باپ سے ثابت ہوگا اور ذمہ داریاں بھی اسی پر عائد ہونگی، اور اس بچہ کی حیثیت بھی وہی ہوگی جو عام بچوں کی ہوتی ہے، یہاں تک کہ وراثت، کفالت اور ولایت سب میں یکساں ہونگے، البتہ مفتی ابوبکر قاسمی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں یہاں ثبوت نسب پر بات کرنے کی بجائے نکاح کے صحت اور عدم صحت پر بات کرنی چاہئے۔

دلائل واستشہاد:

- چونکہ نکاح مسیار میں نکاح کرنے والے عاقد سے منکوحہ کا فراش قائم ہوچکا ہے، اس لئے جو بچہ نکاح کے چھ مہینہ بعد پیدا ہوگا وہ اسی عاقد کا ہوگا اور ثابت النسب ہوگا اور سماجی حیثیت وہی ہوگی جو عام بچوں کی ہوتی ہے۔

- ‘‘الولد للفراش وللعاہر الحجر’’ (بخاری، حدیث نمبر: ۲۰۵۳، مسلم: ۱۴۵۷)۔

- ‘‘الولد لصاحب الفراش’’ (بخاری، کتاب الفرائض، باب الولد للفراش، حرة کانت أو أمة،حدیث نمبر: ۶۷۵، مسند احمد، حدیث نمبر: ۹۳۰۲)۔

- ‘‘أصدر فضیلة الدکتور عبد الله المطلق ۔عضو ہیئة کبار العلماء السعودیة۔فتوی وانتشرت علی نطاق واسع قبل قلیل، بخصوص زواج المسیار وأنہ حلال إذا کان بنیة سلیمة، فتوی رائعة، وفی التوقیت السلیم، فقد کثرالعوانس والأرامل، والمطلقون من الجنسین، یجب دعم فکرة المسیار بقوة وتسہیلہا بلا أی قیود’’ (۳ : ۲۹، ص: ۱۷۰، مارس ۲۰۱۸ء)۔

- ‘‘ثبوت النسب ثلاث مراتب، الأولی:النکاح الصحیح وما فی معناہ من النکاح الفاسد، والحکم فیہ أنہ یثبت النسب من غیر دعوة ولا ینتفی بمجرد النفی وإنما ینتفی باللعان’’ (الہندیہ۱،۵۳۶)۔

- ‘‘نفقة الأولاد الصغار علی الأب لا یشارکہ فیہا أحد، کذا فی الجوہرة النیرة’’ (ہندیہ،کتاب النفقات ۱،۵۶۰)۔

- ‘‘والحاضنة أما أو غیرہا أحق بہ أی بالغلام حتی یستغنی عن النساء، وقدر بسبع، وبہ یفتی (إلی) وغیرہما أحق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی (إلی) وعن محمد أن الحکم فی الأم والجدة کذلک، وبہ یفتی’’ (الدر المختار مع ردالمحتار۲،۶۹۵، ۶۹۶) (مقالہ مفتی راشد حسین ندوی)۔

- ‘‘قا ل القرضاویؒ: ‘‘ولا أنکر ہذا، وإن ہذا النوع من الزواج لیس ہو الزواج الإسلامی المثالی المنشود، ولکنہ الزواج الممکن، والذی أوجبتہ ضرورات الحیاة، وتطور المجتمعات، وظروف العیش’’ (نکاح المسیار،۱۰)۔

- ‘‘زواج المسيار حلال، وكان الدكتور على جمعة مفتى الجمهورية (مصر) السابق، أكد إن زواج المسيار الذى يستوفى الأركان والشروط الشرعية مباح، ولا يحمل أى لون من امتهان كرامة المرأةأو الرجل، موكدا على أن مجمع البحوث الإسلاميةالتابع للأزهر أجاز زواج المسيار طالما فيه شهود وإشهار وولى، والمرأة وافقت على ذلك برضاها’’ (نكاح المسيار واحكام الانكحہ،١۴).

- ‘‘اتفق الفقهاء أيضاً على أنه إن جاءت المرأة بولد فى نكاح المتعة لحق نسبه بالواطى سواء اعتقده نكاحا صحيحا أولم يعتقده؛ لأن له شبهة العقد والمرأة تصير به فراشاً، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد من الحنفية، وعليه الفتوى عند الحنفية’’ (موسوعہ فقہيہ ٣٤١،٤١-٣٤٢).

- ‘‘واتفقوا كذلك على أنه يحصل بالدخول فى نكاح المتعة حرمة المصاهرة بين كل من الرجل والمرأة وبين أصولهما وفروعهما’’ (حوالہ سابق) (مقالہ مفتى صادق محى الدين نظامى).

- ‘‘والسادس إذا كان إلى آجل فى معنى المتعة فيفسد فى قول أبى حنيفة ومحمد، وفى قول زفر النكاح جائز والشرط فاسد إذا وقتا وقتاً يدرک، وإن وقتا وقتا لا يدرک فالنكاح جائز، فإذا لم يكن معه وطؤ لايوجب شيئاً من هذه الأحكام التى ذكرناها فى النكاح الصحيح، فإن كان معه وطؤ، فإنه وتوابعه خمسة من الحقوق ....والثالث حق الفراش وثبوت نسب الولد منه’’ (النكاح الفاسد١،٢٦٧، دارالفرقان عمان اردن) (مقالہ مولانارياض ارمان قاسمى).

- ‘‘وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف’’ (بقرہ: ٢٣٣).

- ‘‘الأصل فى نفقةالوالدين والمولودين القرب بعد الجزئية دون الميراث، كذا فى الفتح: أى تعتبر أولا الجزئية أى جهة الولاد أصولاً أو فروعاً’’ (درمختار ورد المحتار٥،٢٨١).

- ‘‘لما تعذر إثبات النسب من النكاح الصحيح، فإثباته من الفاسد أولى من الحمل على الزنا، هكذا فى البدائع’’ (ہنديہ١،٥٣٨ باب ثبوت النسب).

- ‘‘وأما النكاح الفاسد فلا حكم له قبل الدخول، وأما بعد الدخول فيتعلق به أحكام، منها: ثبوت النسب، ومنها: وجوب العدة، وهو حكم الدخول فى الحقيقة، ومنها: وجوب المهر، وفى النكاح الفاسد بعد الدخول لحاجة الناكح إلى درأ الحد وصانة مائة عن الضياع بثبات النسب ووجوب العدة، وصيانة البضع المحترم عن الاستعمال من غيره غرامة ولا عقوبة توجب المهر، فجعل منعقداً فى حق المنافع المستوفاة لهذه الضرورة، ولا ضرورة قبل استيفاء المنافع، وهو ما قبل الدخول، فلا يجعل منعقداً قبله’’ (بدائع الصنائع٢،٦٥٩، ٥، ۶).

- ‘‘وقال عنه الشيخ عبد الله بن منيع: الذى أفهمه من زواج المسيار وأبنى عليه فتواه أنه زواج مستكمل لجميع أركانه وشروطه، فهو زواج يتم فيه إيجاب وقبول، وبشروطه المعروفة من رضا الطرفين والولاية والشهادة والكفاءة، وفيه الصداق المتفق عليه، ولا يصح إلا انتفاء موانعه الشرعية، وبعد تمامه تثبت لطرفيه جميع الحقوق المترتبة على عقد الزوجية من حيث النسل والنسب والإرث والعدة والطلاق واستباحة البضع، والسكن والنفقة وغير ذلك من الحقوق

والواجبات إلا أن الزوجين قد ارتضيا واتفقا على أن لا يكون للزوجة حق فى الميت أو القسم'' (المختار فى زواج المسيار، الفصل الثانى، المبحث الأول ۱۰۸، للدكتور عبد العزيز بن محمد الحجيلان) (مقالہ مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

- ''إن تزوج الرجل امرأة فجاءت بولد لستة أشهر فصاعداً يثبت نسبه منه، اعترف به الزوج أو سكت، لأن الفراش قائم والمدة تامة'' (ہدایہ ۴۱۲،۲)۔

- ''وبالتالى فى حالہ الإنجاب، فالأطفال يثبتون شرعاً ونظاماً لكلا الوالدين'' (خالد ابو راشد عكاظ ڈاٹ كوم)۔

سوال نمبر ۷۔ بہت سے عرب طلبہ مغربی ملکوں مینجاتے ہیں اور ان کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے طویل عرصہ وہیں مقیم رہنا پڑتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہے کہ ایک جوان شخص کا تجرد کے ساتھ پاکدامنی کی زندگی گزارنا بہت دشوار ہوتا ہے، ان حالات میں وہ وہاں نکاح کر لیتے ہیں، یہ نکاح ان کے لئے عفت وپاکدامنی کا ذریعہ بھی بنتا ہے، اور اس سے خاندانی زندگی کی سہولتیں بھی حاصل ہوتی ہیں، بہت سے نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں ان کا قیام رہے گا، وہ اس رشتے کو باقی رکھیں گے اور جب وہاں سے ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو واپس ہوں گے تو طلاق دے کر رشتہ ختم کر دیں گے؛ تاکہ عورت کے لئے دوسرے نکاح میں کوئی دشواری نہ ہو اور مرد کو بھی نئی زندگی شروع کرنے میں پریشانی نہ ہو؛ کیونکہ اگر پہلے سے کوئی عورت نکاح میں ہوتو کوئی دوسری عورت عام طور پر اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتی، کیا نکاح کی اس صورت پر نکاح موقت کا اطلاق ہوگا؟ اگر دل میں یہ بات رکھے ہوئے ہو کہ ایک مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتہ کو ختم کر دے گا تو کیا یہ نکاح موقت کے دائرہ میں آئے گا؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران کے دورجحانات سامنے آئے ہیں:

پہلا رجحان:

پہلا رجحان یہ ہے کہ نکاح مسیار کا اطلاق، نکاح موقت پر نہیں ہوگا، اس لئے کہ نکاح موقت توقیتی ہوتا ہے، اس میں وقت کی تعیین ہوتی ہے اور لفظوں میں اس کا تذکرہ ہوتا ہے، جبکہ ''نکاح مسیار '' تابیدی ہوتا ہے، اور تمام ارکان وشرائط نکاح شرعی کے پائے جاتے ہیں، نیز طلاق دینے کے وقت کی تعیین نہیں ہوتی اور نہ ہی نکاح میں اس کا ذکر ہوتا ہے، البتہ وطن واپسی، یا سفر اور قیام کے اختتام پر دل میں شوہر یہ ارادہ رکھتا ہے کہ اس رشتہ کو ختم کردے گا، شوہر کا طلاق کی نیت رکھنا یہ مقاصد نکاح کے خلاف ہے جو مکروہ ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے اور تادم حیات رفاقت نبھانے کی نیت رکھنی چاہئے، غرض یہ کہ نکاح کے وقت محض شوہر کے دل میں طلاق کی نیت رکھنے کی وجہ سے نکاح مسیار کو نکاح موقت کے زمرے میں نہیں لایا جاسکتا، یہ اور بات ہے کہ اس طریقہ نکاح کی حوصلہ شکنی کی جائے، یہ رجحان مندرجہ ذیل حضرات کا ہے:

مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی، مفتی عارف باللہ قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا عبد الاحد قاسمی، مفتی منصف بدایونی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، دکتور نایف بن احمد الحمد، مولانا روح الامین داؤد مظاہری، مفتی مصطفی عبد القدوس ندوی، مفتی صادق محی الدین فہیم نظامی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا جنید احمد قاسمی، مفتی فرید احمد کاوی، مفتی صادق مبارکپوری، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی ابوبکر قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا محمد سعد نور القاسمی، قاضی محمد فاروق ناگپور، مفتی ظہیر احمد قاسمی۔

نکاح مسیار کو نکاح مؤقت کے زمرے میں قرار نہ دینے والوں میں مفتی صادق محی الدین فہیم اور مفتی ظہیر احمد قاسمی نے محدود گنجائش اور ناگزیر حالات میں انفرادی طور پر اجازت دینے کا خیال ظاہر کیا ہے،جبکہ قاضی محمد فاروق ناگپور نے اس نکاح کو رواج دینے کا خیال ظاہر کیا ہے، تاکہ بے راہ روی اور فحاشی کو روکا جائے اور سہولت کی راہ نکلے، البتہ ایسے معاملات نہایت باریک بینی سے جانچ پرکھ کر کئے جائیں، کیونکہ اس طرح کے رشتوں میں دھوکہ اور فریب بہت زیادہ ہوتا ہے۔

دلائل وشواہد:

اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ نکاح مسیار نکاح مؤقت نہیں ہے، مذکورہ حضرات نے نکاح متعہ اور نکاح مؤقت کی فقہاء کی نقل کردہ تفصیلات وتعریفات اپنے مقالات میں تحریر کئے ہیں، مثلاً:

- ''ذہب الفقہاء إلی أن النکاح عقد مؤبد لا یقبل التأقیت، فلایصح توقیتہ، سواء کان بلفظ المتعۃ أم بغیرہ من ألفاظ النکاح، وسواء أکانت التأقیت بمدۃ طویلۃ، أم قصیرۃ معلومۃ أو مجہولۃ'' (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۲۹۱،۴۱)۔

- ''أما إذا کانت التأقیت مضمرا فی نفس الزوج غیر مصرح بہ، فقد اختلف الفقہاء فیہ، فذہب الجمہور إلی صحۃ النکاح، ونص علی ذلک الحنفیۃ والمالکیۃ علی الراجح والشافعیۃ غیر أنہم قالوا بکراہۃ، وہو رأی عند الحنابلۃ، حکی بقیل:وقال الحنابلۃ:إنہ لا یصح، وہو الصحیح من المذہب عندہم، وہو قول بہرام من المالکیۃ'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۱۹،۴۱)۔

- ''قال شیخنا العراقی فی شرح جامع الترمذی: نکاح المتعۃ حرام إذا ذکر التوقیت، فیہ، وإذا کان فی نیۃ الطلاق أنہ لا یقیم معہا إلا سنۃ أو شہراً أو نحو ذلک ولم یشترط ذلک، فإنہ نکاح صحیح'' (حاشیہ ہدایہ قبیل باب فی الأول بالأکفاء،۳۳۳) (مقالہ مفتی ابوبکر قاسمی)۔

- ''والنکاح المؤقت باطل مثل أن یتزوج امرأۃ بشہادۃ شاہدین عشرۃ أیام ..... ولا فرق بین إذا طالت مدۃ التأقیت أو قصرت؛ لأن التأقیت ہو المعین لجہۃ المتعۃ وقد وجد'' (ہدایہ۲،۳۱۳)۔

- ''أما لو تزوج، وفی نیتہ أن یطلقہا بعد مدۃ نواہا صح'' (فتح القدیر ۳،۱۵۲)۔

- ‘‘صرح الحنفیۃ والشافعیۃ بأنہ لو تزوج، وفی نیتہ أن یطلقہا بعد مدۃ نواہا صح زواجہ، لکن الشافعیۃ قالوا:بکراہۃ النکاح، إذ کل ما صرح بہ أبطل یکون إضمارہ مکروہا عندہم، کما قال المالکیۃ:إن الأجل إذا لم یقع فی العقد، ولم یعلمہا الزوج بذلک، وإنما قصدہ فی نفسہ وفہمت المرأۃ أو ولیہا المفارقۃ بعد مدۃ، فإنہ لا یضر، وہذا ہو الراجح، وإن بہرام صدّر فی ‘‘شرحہ’’ و فی ‘‘شاملہ’’ بالفساد إذا فہمت منہ ذلک الأمر الذی قصدہ فی نفسہ، فإن لم یصرح للمرأۃ ولا لولیہا بذلک، ولم تفہم المرأۃ ما قصدہ فی نفسہ، فلیس نکاح متعۃ، أما الحنابلۃ فقد صرحوا بأنہ لو تزوج الغریب بنیۃ طلاقہا إذا خرج، فإن النکاح یبطل؛ لأنہ نکاح متعۃ، وہو باطل، ولکن جاء فی المغنی: وإن تزوجہا بغیر شرط، إلا أن فی نیتہ طلاقہا بعد شہر أو إذا انقضت حاجتہ فی ہذا البلد، فالنکاح صحیح فی قول عامۃ أہل العلم، إلا الأوزاعی، قال: ہو نکاح متعۃ، والصحیح أنہ لا بأس بہ، ولا تضر نیتہ’’ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ ٣٢،٢، الشاملہ)۔

- ‘‘لأن التوقیت إنما یکون باللفظ’’ (رد المحتار٥٢،٣) (مقالہ مولانا جنید احمد قاسمی)۔

- ‘‘ولیس منہ ما لو نکحہا علی أن یطلقہا بعد شہر أو نوی مکثہا معہا مدۃ معینۃ، ولا بأس بتزویج النہاریات (قولہ ولیس منہ)؛ لأن اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبداً وبطل الشرط، بحر۔ (قولہ أو نوی) ؛ لأن التوقیت إنما یکون باللفظ بحر۔ (قولہ: ولابأس بتزویج النہاریات)وہو أن یتزوجہا علی أن یکون عندہا نہاراً دون اللیل، فتح’’ (شامی٣١٩،٢)۔

- ‘‘أما لو أضمر الزوج فی نفسہ أن یتزوجہا ما دام فی ہذہ اللیلۃ أو مدۃ سنۃ، ثم یفارقہا، فلا یضر ولو فہمت المرأہ من حالہ ذلک’’ (الفقہ الاسلامی وادلتہ٦٥٥١،٩، شرح المجلۃ للأتاسی٤١٥،٢)۔

- ‘‘ومعناہ المشہور أن یوجد عقدا علی امرأۃ لا یراد بہ مقاصد عقد النکاح من القرار للولد وتربیتہ، بل إلی مدۃ معینۃ ینتہی العقد بانتہائہا أو غیر معینۃ بمعنی بقاء العقد ما دام معہا إلی أن یتصرف عنہا فلا عقد، فیدخل فیہ بمادۃ المتعۃ والنکاح المؤقت أیضاً، فیکون من أفراد المتعۃ، وإن عقد بلفظ التزوج وأحضر الشہود’’ (رد المحتار٥١،٣)۔

- ‘‘إذا شرط وقت العقد أن یطلقہا بعد شہر، فإن النکاح صحیح، والشرط باطل، ولا فرق بینہا وبین ما فیہ وأجیب بأن الفرق بینہما ظاہر؛ لأن الطلاق قاطع للنکاح، فاشتراط بعد شہر لینقطع بہ دلیل علی وجود العقد مؤبداً، ولہذا لو مضی الشہر لم یبطل النکاح، فکان النکاح صحیحاً .... والشرط باطلاً، وأما صورۃ النزاع فالشرط إنما ہو فی النکاح لافی قاطعہ’’ (العنایہ مع الفتح٢٥٠،٣)۔

- ‘‘(قولہ: وإن جہلت المدۃ کأن یتزوجہا إلی أن ینصرف عنہا کما تقدم) (قولہ: أو طالت فی الأصح) کأن یتزوجہا إلی مائتی سنۃ، و ہو ظاہر المذہب، وہو الصحیح، کما فی المعراج؛ لأن التأقیت وہو المعین لجہۃ المتعۃ، بحر’’ (رد المحتار٥١،٣)۔

- مفتی صادق محی الدین فہیم نظامی صاحب نکاح مسیار کی محدود اجازت کی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ناگزیر حالات میں دوسری راہ نکاح مسیار اختیار کرنے کی ہے، اس کو رخصت کے درجہ میں جائز مانا جانا چاہئے، کیونکہ نکاح مؤقت کے بارے میں جن فقہاء کی رائے جواز کی ہے، اس پر قیاس کرکے نکاح مسیار کو بھی نکاح مؤقت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اور اس کے جواز کی گنجائش فراہم کی جاسکتی ہے، ''ما أبیح للضرورة یقدر بقدرہا'' (الموسوعہ ۱۸۰،۲۸)، ''الضرورات تقدر بقدرہا'' (کتاب القواعد الفقہیہ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعہ)۔

''فقد جاء فی کتاب ''درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام لعلی حیدر من فقہاء الحنفیۃ'':ما أبیح للضرورة یتقدر بقدرہا، أی أن الشئی الذی یجوز بناء علی الضرورة یجوز إجراءہ بالقدر الکافی لإزالۃ تلک الضرورة فقط، ولایجوز استباحتہ أکثر مما تزول بہ الضرورة'' ۔

دوسرا رجحان (کیا نکاح کی اس صورت کا اطلاق، نکاح مؤقت پر ہوگا؟):

اس بارے میں دوسرا رجحان یہ ہے کہ اس کا اطلاق نکاح مؤقت پر ہوگا، دونوں میں کوئی فرق نہیں اور نکاح مؤقت، نکاح متعہ محرمہ ہی ہے، اس لئے نکاح مسیار کی یہ صورت شرعی مقاصد کے خلاف، ناجائز اور سماجی طور پر ناقابل قبول ہے، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مولانا مصطفی قاسمی آواپوری، مولانا ابومعاویہ محمد معین الدین ندوی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی محمد شاجہاں ندوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی شکیل منصور قاسمی، مفتی عبد الرزاق امروہوی، مفتی نثار احمد گودھرا، مفتی محمد اسجد دیولا۔

مانعین میں مولانا قمر الزماں ندوی نے اس وقتی نکاح کو ناجائز قرار دینے کےباوجود ضرورت اور عفت وعصمت کے تحفظ کے پیش نظر مبتلاء بہ کی کیفیت اور حالات کے اعتبار سے اس کی اجازت دیئے جانے کا خیال ظاہر کیا ہے۔

دلائل وشواہد:

- نکاح مسیار کو نکاح مؤقت قرار دینے والے مذکورہ حضرات نے انھیں دلائل سے استدلال کیا ہے، جن میں نکاح مؤقت اور نکاح متعہ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں فقہاء کے بیان کردہ دلائل اور تفصیلات بھی درج کی ہیں، مثلاً:

- ''عن الربیع بن سبرة عن أبیہ أن رسول اللہ ﷺ نہی یوم الفتح عن متعۃ النساء'' (صحیح مسلم، کتاب النکاح باب المتعہ)۔

- ''عن ابن عباس قال: إنما کانت المتعۃ فی أول الإسلام کان الرجل یقدم البلدة لیس لہ بہا معرفۃ، فیتزوج المرأة بقدر ما یری أنہ یقیم، فتحفظ لہ متاعہ، وتصلح لہ شیئاً، حتی إذا نزلت الآیۃ: ''إلا علی أزواجہم أو ما ملکت أیمانہم'' ، قال ابن عباس: فکل فرج سوی ہذین فہو حرام'' (ابواب النکاح باب ما جاء فی نکاح المتعۃ ۲۱۳،۱)۔

- ''ولنا أنہ أتی بمعنی المتعۃ والعیرة فی العقود للمعانی، ولا فرق بین ما إذا طالت مدة التأقیت أو قصرت؛ لأن التأقیت ہو المعین لجہۃ المتعۃ وقد وجد'' (ہدایہ کتاب النکاح ۳۳۳،۲)

(مقالہ مفتی نثار احمد گودھروی)۔

- ''ہذا:یلاحظ أن بعض الطلاب الذین یدرسون فی الخارج، أو التجار الذین یذہبون إلی بلاد الغرب، یقدمون علی الزواج بنیۃ الطلاق، ما داموا فی الغربۃ، ثم بمجرد انقضاء المصلحۃ والعودۃ إلی أوطانہم یطلقون المرأۃ، فتصاب بالاحباط، وتعتریہا صدمۃ نفسیۃ مؤلمۃ، مما یؤدی لتشویہ سمعۃ الإسلام والمسلمین، فہو زواج مؤقت فی الواقع، مما یجعلنی أمیل إلی الرأی الثانی سداً للذرائع، ہذا إذا لم یکن ہناک أولاد، فإن وجدوا تمسکت المرأۃ بہم، ثم ضاعوا أو تنصروا، ویکون الوالد سببا فی ذلک، کما أنہ یخسر مالہ عادۃ، وقد تتزوج المرأۃ بآخر فی أثناء العدۃ من الزواج المسلم، فیحدث اختلاط الأنساب، قال فی الإنصاف:لو نوی بقلبہ (أی نکاح المتعۃ)فہو کما لو شرطہ'' (عقودالزواج المستحدثۃ وحکمہا فی الشریعۃ،١٣) (مقالہ مفتی اسجد دیولا)۔

- ''ومعناہ المشہور أن یوجد عقداً علی امرأۃ لایراد بہ مقاصد عقد النکاح من القرار للولد وتربیتہ، بل إلی مدۃ معینۃ ینتہی العقد بانتہائہا أو غیر معینۃ بمعنی بقاء العقد ما دام معہا إلی أن ینصرف عنہا فلا عقد، فیدخل فیہ ما بمادۃ المتعۃ والنکاح المؤقت أیضا، فیکون من أفراد المتعۃ، وإن عقد بلفظ التزوج، وأحضر الشہود ملخصاً، وتبعہ فی البحر والنہر، ثم ذکر فی الفتح أدلۃ تحریم المتعۃ، وأنہ کان فی حجۃ الوداع وکان تحریم تأبید لا خلاف فیہ بین الائمۃ، وعلی الأمصار، إلا طائفۃ من الشیعۃ، ونسبۃ الجواز إلی مالک، کما وقع فی الہدایۃ غلط، ثم رجح قول زفر بصحۃ المؤقت علی معنی أنہ ینعقد مؤبداً، ویلغوا التوقیت؛ لأن غایۃ الأمر أن المؤقت متعۃ، وہو منسوخ، لکن المنسوخ معناہا الذی کانت الشریعۃ علیہ'' (در مختار مع رد المحتار ٢٩٣،٢)۔

- ''لو نوی بقلبہ فہو کما لو شرطہ علی الصحیح من المذہب، نص علیہ، وعلیہ الأصحاب'' (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف١٢١،٨)، مفتی شاہجہاں ندوی نے امام احمدؒ جو کہ اسے صحیح قول کے مطابق متعہ قرار دیتے ہیں، اسی کو راجح قرار دیا ہے (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

- مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر دل میں نیت ہو اور لفظوں میں اس کا ذکر نہ ہو تو اس نکاح کو نکاح مؤقت کے دائرے میں نہیں لایا جاسکتا ہے (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

سوال نمبر ٨۔ اسی پس منظر میں دریافت طلب ہے کہ نکاح موقت کی حقیقت کیا ہے اور اس کے حکم کے بارے میں ائمہ اربعہ اور صاحبین کا کیا نقطۂ نظر کیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگاران نے نکاح مؤقت کی حقیقت، اس کی لغوی اور اصطلاحی تعریف، ائمہ اربعہ اور صاحبین کا نقطہ نظر پیش کیا ہے، اور نکاح مؤقت ومتعہ کا یہ حکم بیان ہے:

''نکاح مؤقت، متعہ ہی کی ایک صورت ہے اور نکاح موقت ونکاح متعہ دونوں باطل اور حرام ہے، اور اس کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے، اس نکاح موقت کی مدت کم ہو یا زیادہ، اور ائمہ اربعہ اور صاحبین سے منقول تفصیلات کے مطابق دونوں میں کوئی

فرق نہیں ہے، مندرجہ ذیل حضرات نے اپنے مقالے میں اس موقف کا اظہار کیا ہے:

مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا ابومعاویہ محمد معین الدین ندوی، مفتی خالد حسین نیموی قاسمی، مفتی شکیل منصور، مفتی عبد الرزاق امروہوی، مفتی اسجد دیولا، مفتی نثار احمد گودھرا، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا روح الامین داؤد مظاہری، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا عبد الاحد قاسمی، مولانا جمیل اختر جلیلی ندوی، مولانا ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد فاروق بارڈولی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا جنید احمد قاسمی، مفتی محمد صادق مبارکپوری، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد ابوبکر قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا محمد سعد نور القاسمی، ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی، مولانا ریحان مبشر مئو۔

نکاح مؤقت سے استفادے کی گنجائش:

البتہ اس بارے میں مفتی صادق محی الدین فہیم نظامی صاحب کی رائے یہ ہے کہ ''نکاح مؤقت میں انعقاد نکاح کے سلسلہ میں قدیم فقہاء کی آراء کو سامنے رکھا جائے تو مشکل ترین حالات میں نکاح مؤقت سے استفادہ کیا جاسکتا ہے (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

جبکہ حضرات مقالہ نگاران اس کے جواب سے تعرض نہیں کیا ہے، اور مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی عارف باللہ قاسمی نے کوئی رائے ظاہر کئے بغیر اس بارے میں فقہاء کی نقل کردہ تفصیلات نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

نکاح مؤقت اور متعہ میں فرق:

- نکاح مؤقت اور متعہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ نکاح مؤقت میں لفظ ''تزوج'' اور متعہ میں ''تمتع'' کا استعمال ہوتا ہے، وقت کی تعیین دونوں میں ہوتی ہے (مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

- دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ متعہ میں لفظ نکاح یا تزویج کی بجائے ''متعہ'' کے مادہ سے کوئی لفظ استعمال ہوتا ہے، اور مؤقت میں مدت کی صراحت کے ساتھ نکاح یا تزویج کا لفظ استعمال ہوتا ہے، ''النكاح المؤقت، وهو نكاح المتعة، وأنه نوعان: أحدهما أن يكون بلفظ التمتع، والثانى:أن يكون بلفظ النكاح والتزويج وما يقوم مقامهما'' (بدائع الصنائع۲،۲۷۲)۔

قال شيخ الإسلام فى الفرق بينه (أى النكاح المتعة) وبين النكاح المؤقت أن يذكر مؤقت بلفظ النكاح والتزويج، وفى المتعة أتمتع أو استمتع، يعنى ما اشتمل على مادة متعة، والذى يظهر مع ذلك عدم اشتراط الشهود فى المتعة وتعيين المدة، وفى المؤقت الشهود وتعيينها'' (فتح القدير، الشاملة ۳،۲۴۶، الموسوعة الفقهيه ۴۱،۳۴۰) (مولانا جنید احمدقاسمی)۔

- ''الفرق بين نكاح المتعة والنكاح المؤقت، يذكر لفظ التزويج فى المؤقت، دون المتعة، وكذا بالشهادة فيه دون المتعة'' (الموسوعة الفقهيه ۴۱،۳۴۲) (قاری ظفر الاسلام صدیقی)۔

بعض اہل علم نے دونو نمیں کوئی فرق نہیں کیا ہے، اور دونوں کو ایک ہی مانا ہے۔

''اتفق المالکیۃ، والشافعیۃ والحنابلۃ علی أنہ لافرق بین الاثنین، فالنکاح المؤقت ہو نکاح المتعۃ، والمشہور عند الحنفیۃ أن نکاح المتعۃ یشترط فیہ أن یکون بلفظ المتعۃ کأن یقول لہا: متعینی بنفسک، أو (تمتع بک، أو متعتک بنفسی) ولکن بعضہم حقق أن ذلک لم یثبت، وعلی ہذا یکون نکاح المتعۃ ہو نکاح المؤقت، بلا فرق عند الجمیع'' (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۵،۸۴، کتاب النکاح، النکاح المؤقت أو النکاح المتعۃ) (مقالہ قاضی ریاض ارمان قاسمی)۔

چونکہ تقریباً تمام ہی حضرات نے نکاح مؤقت اور نکاح متعہ کے درمیان پائے جانے والے اس فرق کو بیان کیا ہے، اس لئے مزید حضرات مقالہ نگاران کے مقالوں سے تکرار لاحاصل سے بچتے ہوئے نقل کرنےسے احتراز کیا گیا ہے، بطور نمونہ چند حضرات کے حوالہ سے مذکورہ تفصیلات نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے (عفواً)۔

نکاح مؤقت کے بارے میں ائمہ اربعہ اور صاحبین کی رائے:

تمام ہی مقالہ نگاران نے نکاح مؤقت اور متعہ کی تفصیلات ائمہ اربعہ اور احناف کے حوالہ سے نقل کی ہیں:

احناف:

حنفیہ کےیہاں نکاح مؤقت اس نکاح کو قرار دیا گیا ہے جو مدت کی تعیین کے ساتھ دو گواہان کی موجودگی میں انجام پائے، مدت خواہ قلیل ہو یا کثیر، چنانچہ ''الجوہرۃ النیرۃ '' میں ہے:

-''وصورۃ المؤقت: أن یتزوجہا بشہادۃ شاہدین عشرۃ أیام أو شہراً'' (الجوہرۃ النیرۃ مطلب فی نکاح المتعۃ والمؤقت والفضولی ۱،۱۳۸،۳ لاختیار لتعلیل المختار فصل: نکاح المتعۃ والنکاح المؤقت، کتاب النکاح،۱۱۱)۔

-''ونکاح المتعۃوالنکاح المؤقت باطل، وأما النکاح المؤقت، فلأنہ أتی بمعنی المتعۃ، والعبرۃ للمعانی'' (الاختیار لتعلیل المختار، فصل: نکاح المتعۃ والنکاح المؤقت،۱۱۱)۔

-''وقال زفر:وہو صحیح، لأن النکاح عقد بحضور شاہدین، وشرط فیہ، شرط فاسد، فیصح العقد، ویبطل الشرط، إذ النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدۃ'' (تبیین الحقائق۲،۱۱۵)۔

احناف میں سے حسن بن زیاد ؒکا موقف (اگر لمبی مدت کے بعد طلاق کا ارادہ ہو):

نکاح موقت میں اگر اتنی طویل مدت کی شرط ہو جتنی مدت تک عاقدین کا زندہ رہنا ممکن نہ ہو تو حسن بن زیاد کا موقف یہ ہے کہ یہ موقت نکاح مؤبد کی طرح ہے اور درست ہے، اور مدت کی شرط باطل ہے، ذیل میں دیکھئے اس بارے میں فقہاء کی ذکر کردہ تفصیلات:

- ''وہو (أی: التدبیر) کالخلاف فی النکاح المؤقت لو سمیا مدۃ لا یعیشان إلیہا غالباً صح النکاح عند الحسن'' (فتح القدیر، کتاب العتاق ۵،۲۵)۔

- ''قال الشیخ الإمام شمس الأئمۃ الحلوانی: وکثیر من مشائخنا قالوا: إذا سمیا ما یعلم یقیناً أنہما لا یعیشان إلیہ کألف سنۃ ینعقد العقد، ویبطل الشرط، کما لو تزوجہا إلی قیام الساعۃ

أو خروج الدجال، أو نزول عیسی علیہ السلام، وہکذا روی عن الحسن عن أبی حنیفۃؒ" (المحیط للبرہانی ۳،۷)۔

- "فإن کان مؤجلاً إلی أجل لا یبلغانہ، فقد اختلف فی حکمہ، فقد ذہب الحنفیۃ والحنابلۃ، وأبو الحسن من المالکیۃ، والبلقینی، وبعض المتأخرین من الشافعیۃ إلی أنہ لو أجل النکاح بأجل لا یبلغانہ صح النکاح ...کأنہ ذکر الأبد ....قال البلقینی: وفی نص الأم للإمام الشافعی ما یشہد لہ: وتبعہ علی ذلک بعض المتأخرین، وجاء فی الفتاوی الہندیۃ نقلاً عن شمس الأئمۃ الحلوانی وکثیر من مشائخ الحنفیۃ: إذا سمیا ما یعلم یقیناً أنہما لا یعیشان إلیہ کألف سنۃ ینعقد ویبطل الشرط ...وذہب المالکیۃ فی المذہب والشافعیۃعدا البلقینی إلی أن النکاح المؤقت إلی أجل لا یبلغانہ باطل، فإن أجل إلی أجل یبلغانہ، کما لو قال: أتزوجک عشرۃ أیام أو نحو ذلک ، فإنہ نکاح فاسد عند فقہاء الحنفیۃ عدا زفر، وکذا المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ باعتبار عندہم من صور نکاح المتعۃ" (الموسوعۃ الفقہیہ ۴۱،۳۴۲-۳۴۳، المبسوط للسرخسی ۵،۱۵۴ کتاب النکاح)۔

حنابلہ کی رائے:

حنابلہ نکاح موقت کو نکاح متعہ کے زمرے میں شمار کرتے ہیں اور اسے باطل گردانتے ہیں:

- "یعنی إذا تزوجہا بشرط أن یطلقہا فی وقت معین لم یصح النکاح سواء کان معلوماً أو مجہولاً، مثل أن یشترط علیہا طلاقہا إن قدم أبوہا أو أخوہا" (المغنی لابن قدامہ ۷،۵۷۳)۔

- "ہذا شرط مانع من بقاء النکاح فأشبہ نکاح المتعۃ" (المغنی لابن قدامہ ۷،۵۷۴)۔

-"وأما نکاح المتعۃ: فہو أن یقول: زوجنی فلانۃ لمدۃ کذا، أو یتفق معہا علی الزوج لمدۃ معینۃ، أو بالعقد علیہا شہراً أو شہرین، وہو النکاح الموقت شہراً أو شہرین، أو سنۃ أو سنتین وہو باطل عند أہل العلم " (الافہام فی شرح عمدۃ الاحکام، کتاب النکاح للشیخ عبد العزیز بن باز،۶۲۲، حدیث نمبر: ۳۱۴)۔

-"فلا یجوز النکاح المؤقت ، وہو نکاح المتعۃ .... والمتعۃ منسوخۃ وصار ہذا لا یصح، ولا یقال: یصح وتبطل الإضافۃ؛ لأن المائتی بہ نکاح مضاف وأنہ یصح کذا" (الروض المربع ۲،۲۷۲، للبہوتی)۔

مالکیہ کی رائے:

مدت چاہے کم ہو یا زیادہ نکاح موقت درست نہیں ہے۔

-"قال المازری:قد تقرر الإجماع علی منعہ أی نکاح المتعۃ، ولم یخالف فیہ إلا طائفۃ من المبتدعۃ، وما حکی عن ابن عباس من أنہ کان یقول بجوازہ فقد رجع عنہ" (حاشیہ دسوقی ۲،۲۳۹)۔

-"والحاصل أن النکاح لأجل لہ صورتان: الأولی: زوجنی بنتک عشر سنین بکذا، والثانیۃ: زوجنی بنتک مدۃ إقامتی فی ہذا البلد، فإذا سافرت منہ فارقتہا، فالعقد فاسد فیہما ویفسخ أبداً ...قرب الأجل أو بعد بحیث لا یدرکہ عمر أحدہما ..... وہو المسمی بنکاح المتعۃ" (دسوقی مالکی، حاشیہ دسوقی علی الشرح الکبیر ۲،۲۳۸)۔

شافعیہ کا مذہب:

شوافع بھی اسے نکاح متعہ ہی قرار دیتے ہیں جو ممنوع ہے۔

- ''ونكاح المتعة المنهى عنه: كل نكاح كان إلى أجل من الآجال قرب أو بعد، وذلك أن يقول الرجل للمرأة نكحتك يوما أوعشراً أو شهرا، أو نكحتك حتى أخرج من هذا البلد أو نكحتك حتى أصيبك فتحلين لزوج فارقك ثلاثاً، أو ما أشبه هذا، مما لا يكون فيه النكاح مطلقاً لازماً على الأبد، أو يحدث لها فرقة'' (الأم للشافعی کتاب النکاح، نکاح الملل ونکاح المتعۃ ٧٩٫٥)۔

- ''أن رسول اللهﷺ نهى عن متعة النساء يوم خيبر، وعن أكل لحوم الحمر الإنسية'' (بخاری١٧٢٫٥، الشرح المہذب ٢٤٩٫١٦)۔

نکاح مؤقت کا حکم (اتفاقی رائے):

تمام مقالہ نگاران نے ائمہ اربعہ اور صاحبین ودیگر حضرات اہل علم کی آراء نقل کرنے کے بعد نکاح مؤقت کو نکاح متعہ ہی کی ایک قسم قرار دیتے ہوئے اسے ناجائز اور باطل قرار دیا ہے، خواہ اس کی مدت مختصر ہو یا طویل اور معلوم ہو یا مجہول بہرصورت ناجائز ہے، کیونکہ یہ نکاح ائمہ اربعہ وصاحبین کے نزدیک منعقد ہی نہیں ہوا، اور یہی اقرب إلی الصواب ہے، اور اسی پر فتوی دیا جائے گا۔

دلائل:

- ''قال رسول اللهﷺ: إنا كنا قد آذنا لكم فی هذه المتعة، فمن كان عنده من هذه النسوان بشئی فليرسله، فإن الله قد حرمها إلى يوم القيامة، ولا تأخذوا مما آتيتموهن شيئاً'' (مسند الحمیدی: ٨٧٠، مستخرج ابی عوانہ: ٤٠٩٠)۔

- ''فإن أجل إلى أجل يبلغانه، كما لو قال: أتزوجک عشرة أيام أو نحو ذلک، فإنه نكاح فاسد عند فقهاء الحنفية (عدا زفر)، وكذا المالكية والشافعية والحنابلة باعتباره عندهم من صور نكاح المتعة'' (الموسوعۃ الفقہیہ ٣٤٣٫٤١)۔

- ''وحجتنا فی ذلک ما روی عن عمر أنه قال:'' لا أوتی برجل تزوج امرأة إلى أجل إلا رجحته، ولوأدركت ميتاً لرجمت قبره'' والمعنى فيه: أن النكاح لا يحتمل التوقيت إنما التوقيت فی المتعة، فإذا وقتا فقد وجد منهما التنصيص على المتعة، فلاينعقد به النكاح، وإن ذكر لفظ النكاح'' (المبسوط للسرخسی ١٥٣٫٥، کتاب النکاح)۔

- ''وعندنا الكل سواء؛ لأن التأبيد من شرط النكاح، فالتوقيت يبطله، طالت المرأة أو قصرت'' (حوالہ سابق) (مقالہ مولانا ریحان مبشر مئو)۔

- ''اتفق المالكية والشافعية والحنابلة على أنه لا فرق بين الاثنين، فالنكاح المؤقت هو نكاح المتعة، ولمشهور عند الحنفية أن نكاح المتعة بشرط فيه أن يكون بلفظ المنعة كان يقول لها: متعينی بنفسک أو أتمتع بک أو متعتک بنفسی، ولكن بعضهم حقق أن ذلک لم يثبت، وعلى هذا يكون نكاح المتعة هو نكاح المؤقت، بلا فرق عند الجميع'' (کتاب الفقہ علی المذاہب

الاربعہ۵،۸۴)۔

- ''ولنا:أنہ لو جاز ہذا العقد لکان لا یخلو:إما أن یجوز مؤبداً لا سبیل إلی الأول؛ لأن ہذا معنی المتعۃ، إلا أنہ عبر عنہا بلفظ والتزوج، والمعتبر فی العقود معانیہا، لا الألفاظ، کالکفالۃ بشرط برأۃ الأصیل، أنہا حوالۃ معنی لوجود الحوالۃ، وإن لم یوجد لفظہا، والمتعۃ منسوخۃ، ولا وجہ للثانی:لأن فیہ استحقاق البضع علیہا من غیر رضاہا، وہذا لا یجوز'' (بدائع الصنائع کتاب النکاح ۲،۵۵۸)۔

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگاران نے مذکورہ بالا فقہی عبارات سے استفادہ بھی کیا ہے اور نقل بھی کیا ہے، اتفاقی رائے ہونے کی وجہ سے بخوف طوالت اسمائے گرامی حذف کئے گئے ہیں۔

البتہ جیسا کہ پہلے اس کی وضاحت آچکی ہے کہ مفتی صادق محی الدین فہیم نظامی صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے اختلاف کو مد نظر رکھتے ہوئے مشکل ترین حالات میں نکاح مؤقت سے استفادہ کی گنجائش فراہم ہوتی ہے (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

جبکہ کچھ حضرات نے اپنی گفتگو کو نکاح مسیار تک ہی محدود رکھا ہے، اور اس پر بحث نہیں کی ہے۔

بہرحال اکیڈمی اپنے تمام مقالہ نگاران کی خدمت میں کلمات تشکر پیش کرتی ہے کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت فارغ کرکے اکیڈمی کے لئے مقالات تحریر فرمائے، اللہ تعالی دائمی طور پر اس علمی معاونت کو قبول ومنظور فرمائے، آمین۔

* * *

عرض مسئلہ:

نکاح مسیار
(سوال نمبر ۵.۱)

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی•

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین، الرحمن الرحیم، مالک یوم الدین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین وعلی من تبعہم بإحسان إلی یوم الدین۔

اسلام میں نکاح ایک عبادت کا درجہ رکھتا ہے، اور اسی کے ساتھ اس میں معاملہ اور معاہدہ کا پہلو بھی ہے، مرد وعورت فریق کے بجائے رفیق کی حیثیت سے پوری زندگی ایک ساتھ رہنے کا ایک خوبصورت، مضبوط اور پاکیزہ عہد کرتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے لئے حلال لباس بن جاتے ہیں، اور اس کے سبب مرد کے ذمے مہر، نان ونفقہ اور رہائش کا نظم کرنا واجب ہوجاتا ہے اور ایک اجتماعی نظام وجود میں آتا ہے اور ایک بڑے خاندان کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اور ہر اجتماعی نظام میں ایک سربراہ کا ہونا ضروری ہے ورنہ تو نظم برقرار نہیں رہ پائے گا، مرد کی فطری انفرادیت اور عملی قوتوں کی وجہ سے اسے خاندانی نظام کا سربراہ مقرر کیا گیا ہے اور اسے پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اس نظام کی حفاظت ورعایت اور تربیت ونگرانی اور مالی ضرورتوں کی کفالت کرے۔

نکاح مسیار کی تعریف:

مگر دو رحاضر میں ‘‘مسیار ’’ کے نام سے نکاح کی ایک ایسی شکل وجود میں آئی ہے جس سے خاندانی نظام ایک حیثیت سے متاثر ہوتا ہے، جس میں عقد نکاح کی تمام مطلوبہ شرطیں پائی جاتی ہیں، البتہ میاں بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک نکاح کی وجہ سے عائد بعض حقوق سے دست بردارہونے کی شرط لگادیتا ہے، مثلاً شوہر کی طرف سے یہ شرط کہ وہ اس کے پاس روزانہ رات گذارنے یا نفقہ ادا کرنے کا پابند نہیں ہوگا یا بیوی یہ شرط عائد کردے کہ اسے میکے میں رہنے دیا جائے گا یا شوہر، مثلاً محض ہفتے میں ایک بار اس کے پاس آئے گا۔

نکاح مسیار کی دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ کوئی شخص حصول علم یا ملازمت کے لئے وطن سے دور ہو اور نگاہ وشرمگاہ کی حفاظت کے لئے نکاح کرلے جس میں نکاح کی تمام شرطوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے، البتہ نیت یہ ہوتی ہے کہ حصول علم یا ملازمت کی مدت ختم ہونے کے بعد وطن واپس ہوتے ہوئے اس رشتے کو ختم کردیا جائے گا۔

عالم عرب میں اس نکاح کا رواج ہوتا جارہا ہے اسی طرح سے مغربی ممالک میں رہنے والے بعض اہل عرب وغیرہ اس طریقے کو اختیار کرتے ہیں، اور ہندوستانی سپریم کورٹ میں

• جامعہ انوار العلوم، مئو،یوپی۔

اس کے خلاف ایک مقدمہ بھی دائر کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے مقصد سے یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ یہ بھی متعہ کی ایک شکل ہے جسے سنی مسلمان اختیار کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اکتیسویں فقہی سمینار کے لئے ''نکاح مسیار '' کے موضوع کو منتخب کیا اور اس سے متعلق سوالنامہ ارسال کیا گیا جس کے جواب میں کل چونتیس مقالے موصول ہوئے، جس کا عرض مسئلہ پیش خدمت ہے۔

عام طور پر مقالہ نگاروں نے جواب سے پہلے نکاح مسیار کی لغوی اور اصطلاحی تعریف ذکر کی ہے او راس کے بعد سوالات کا جواب لکھا ہے جو درج ذیل ہے:

سوال۱۔ کیا قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا کوئی ذکر ملتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ اس نام سے قدیم فقہاء کے یہاں نکاح کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے بلکہ یہ ایک نئی شکل ہے او راس کے آغاز وظہور پر کوئی لمبا عرصہ نہیں گذرا ہے، بلکہ کچھ سالوں پہلے یہ معروف ہوئی ہے، البتہ اشتراط فی النکاح اور اس کی جزوی شکل '' لیلیات ونہاریات '' کا تذکرہ قدیم فقہاء کے یہاں ملتا ہے اور نکاح مسیار بھی حقیقت کے اعتبار سے اشتراط فی النکاح میں داخل ہے۔

چنانچہ حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ:

''کان لا یری بأساً أن یتزوجہا علی أن یجعل لہا من الشہر أیاماً معلومۃ'' (منار السبیل۲،۱۷۶)۔

اور حضرت حسن بصری وحضرت عطاء کے بارے میں ہے کہ:

''إنہما کانا لا یریان بأساً بتزوج النہاریات'' (مصنف ابن ابی شیبہ ۵۰۸،۳)۔

اور امام زہری سے دریافت کیاگیا:

''عن الرجل یتزوج المرأۃ فیشترط علیہا أن لا یأتیہا کذا وکذا ولا ینفق علیہا إلا شیئاً معلوماً قال إنما الصلح الذی أمر اللہ بہ بعد الدخول وکان یکرہہ'' (مصنف ابن ابی شیبہ ۵۰۸،۳)۔

اور علامہ ابن ہمام وغیرہ نے لکھا ہے کہ نکاح نہاریات میں کوئی حرج نہیں ہے جس کی شکل یہ ہے کہ کوئی اس شرط کے ساتھ نکاح کرے کہ وہ بیوی کے پاس صرف دن کے وقت آئے گا، رات کے وقت نہیں، البتہ اس طرح کی شرط لازم نہیں ہوگی اور عورت کو اس بات کا حق ہوگا کہ وہ اپنے پاس رات گزارنے کا تقاضا کرے (دیکھئے فتح القدیر۳،۲۴۹، البحر الرائق ۳،۱۱۶)، البتہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ عورت کو اپنے پاس رات گزارنے کے مطالبہ کا حق اس صورت میں ہوگا جبکہ اس کے پاس متعدد بیویاں ہوں اور رات میں ایک کے پاس رہے اور دن میں دوسری کے پاس، لیکن اگر ایک ہی بیوی ہو تو عورت کو مطالبے کا حق حاصل نہیں ہوگا، خصوصاً جبکہ رات میں اس کی ڈیوٹی لگی ہو، جیسے کہ پہریدار وغیرہ (ردا لمحتار ۴،۱۴۹) (دیکھئے مفتی اقبال محمد ٹنکاروی کا مقالہ)۔

شافعیہ اور حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے، اور مالکیہ کہتےہیں کہ شرط فاسد ہے اور اس طرح کی شرطوں کے ساتھ ہونے والے نکاح کو فسخ کردیا جائے گا اور اگر صحبت ہوچکی ہو تو نکاح کو باقی رکھا جائے گا اور شرط غیر معتبر ہوگی (دیکھئے الشرح الکبیر

۲۳۷،۲، المغنی ۵۵۱،۶)۔

اورمولانا محمد جمیل اختر جلیلی لکھتےہیں:

حقوق سے دست بردار ہونے کی دو صورت ہےایک یہ کہ دست برداری عقد کے وقت ہو، دوسرے یہ کہ دست برداری عقد کے بعد ہو، اگر حقوق سے دست برداری عقد کے وقت ہو، یعنی ان سے دست کش ہونے کی شرط لگائی جائے تو تقاضائے عقد کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرط فاسد ہے ، البتہ چونکہ شرط فاسد کی وجہ سے عقد نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، اس لئےنکاح صحیح ہے، ''النکاح لا تبطلہ الشروط الفاسدۃ'' (البدائع۲،۲۷۷)، نیز حقوق سے دست برداری اس وقت ہوتی ہے جب کہ حق ثابت ہو، نکاح سے پہلے حقوق سے دست برداری غیر ثابت شدہ حق سے دست برداری ہے لہذا درست نہیں ہے(دیکھئے الفقہ الاسلامی وادلتہ۴،۱۶)۔

اور اگر حقوق سے دست برداری عقد کے بعد ہے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (دیکھئے الہندیہ ۱،۳۴۵، الجوہرۃ النیرۃ ۲،۱۵۱، مطلب فی القسم)۔

اسی طرح سے نکاح مسیار کی دوسری شکل کا تذکرہ بھی نکاح بنیت طلاق کے عنوان سے فقہی کتابوں میں مل جاتا ہے، چنانچہ علامہ ابن ہمام لکھتےہیں:

''أما لو تزوج وفی نیتہ أن یطلقہا بعد مدۃ نواہا صح'' (فتح القدیر۳،۲۴۰)۔

سوال۲۔ نکاح مسیار کی کیا صورتیں اختیار کی جاتی ہیں اور کن اسباب کے تحت اس کی نوبت آتی ہے؟

اس سوال کے جواب میں عام طور پر مقالہ نگاروں نے سوالنامہ میں مذکور دونوں صورتوں کا تذکرہ کیا اور اسباب بھی وہی بیان کئے گئے ہیں جو سوالنامے میں مذکور ہیں، البتہ کچھ لوگوں نے اسے تین حصوں میں تقسیم کردیا ہے مردوں سے متعلق اسباب، عورتوں سے متعلق اسباب، سماج سے متعلق اسباب۔

۱۔ عورتوں سے متعلق اسباب:

۱۔ عورتوں کی شادی میں تاخیر

۲۔ طلاق اور بیوگی۔

۳۔ تعدد ازدواج کی ناپسندیدگی۔

۴۔ والدین کی خدمت یا بچوں کی تربیت کے پیش نظر میکے میں رہنے کی مجبوری۔

۵۔ مطلقہ یا بیوہ عورتوں کا بچوں کی تربیت اور نگرانی کے لئے دوبارہ نکاح کرنا۔

۲۔مردوں سے متعلق اسباب:

۱۔ پہلی بیوی سے خواہش کی عدم تکمیل اور اس کے باوجود وہ اس کی دوسری شادی گوارا نہ کرے۔

۲۔ نفقہ اور رہائش کے نظم پر قادر نہ ہونا یا نکاح کی وجہ سے عائد ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرنا۔

۳۔ ایک سے زائد شادی کی طبعی ضرورت۔

۴۔ کسی جگہ ملازمت یا حصول علم کے مقصد سے ایک مخصوص مدت تک قیام کرنا۔
۳۔ سماج سے متعلق اسباب:
۱۔ مہر اور شادی کے اخراجات میں بے تحاشہ اضافہ۔
۲۔ تعدد ازدواج کے خواہش مند کو سماج میں متہم نظروں سے دیکھا جانا (دیکھئے مقالہ مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی محمد عثمان حلیمی وغیرہ)۔

سوال ۳۔ نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سے دست بردار ہوجاتی ہیں، بعض دفعہ اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں، ان صورتوں میں ان کے اولیاء اپنے لئے ہتک محسوس کرسکتے ہیں اس پس منظر میں کیا نکاح مسیار میں ولی کو اعتراض کا حق ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں زیادہ تر مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ غیر کفو یا مہر مثل سے کم پر نکاح مسیارکیا جائے تو ولی کو اعتراض کا حق ہوگا، محض خفیہ رکھنے یا اپنے حقوق سے دست بردار ہونے کی بنیاد پر سرپرست کو اعتراض کا حق نہیں ہوگا۔

اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نکاح کو مخفی رکھنے یا حقوق سے دست بردار ہونے کی صورت میں بھی سرپرست کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا، ان حضرات نے ان دونوں باتوں کو کفاءت پر قیاس کیا ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا خالد حسین نیموی، مفتی ابوبکر قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا عبد الواحد قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا نثار احمد گودھرا۔

سوال ۴۔ کیا شریعت کے جو مقاصد نکاح سے متعلق ہیں وہ زواج مسیار سے پورے ہوتے ہیں، اگر نہیں تو ایسی صورت میں نکاح مسیار کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں بہت سے حضرات نے مقاصد نکاح پر تفصیلی گفتگو کی ہے، اور ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر اس سے غیر شادی شدہ لڑکیوں کے مسئلے کا حل نکلتا ہے، طلاق سے حفاظت رہتی ہے، مطلقہ اور بیوہ خواتین کی عزت وآبرو کا تحفظ ہوتا ہے، میاں بیوی میں جذبہ تعاون پروان چڑھتا ہے تو جائز ہے، لیکن اگر مقصد محض لذت اندوزی ہو، خاندان کی تعمیر اور اسے استحکام بخشنا مقصود نہ ہو، شہوت پرستی کے لئے ہر شہر میں بیوی رکھتا ہو، عزت وآبرو کے تحفظ کی جگہ انتشار وپراگندگی ہوجائے تو ایسی حالت میں مقاصد نکاح کے منافی ان مفاسد کی وجہ سے یہ نکاح حرام ہے۔

اور مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کہتے ہیں کہ سد ذرائع اور در ء المفاسد کے مزاج شریعت کے تحت نکاح مسیار کو ناجائز کہنا زیادہ درست معلوم ہوتا ہے، اور مولانا محمد معین الدین ندوی اور مولانا نثار احمد گودھرا لکھتے ہیں کہ نکاح درست نہیں ہے۔

اور ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی صاحب لکھتےہیں کہ اس نکاح کے جواز مع الکراہت، بدون الکراہت اور تحریم ہر ایک کے حکم کی بابت دار القضاء پر چھوڑ دینا

چاہئے۔ قضاۃ ضرورت وعدم ضرورت کی تحقیق کرکے مبتلی بہ کو چند شروط کے ساتھ اجازت وعدم اجازت کا فیصلہ کرلیا کریں۔

اور مفتی محمد عثمان صاحب نے متعدد مفاسد کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ وہ مفاسد ہیں جن کا نکاح مسیار کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونا ظن غالب کے درجہ میں ہے، اس لئے سدا للباب عام حالات میں نکاح مسیار سے منع ہی کیا جائے گا، البتہ چونکہ نکاح کے ارکان وشرائط میں موجود ہوتے ہیں اس لئے ضرورت شدیدہ اور مجبوری یعنی ابتلاء معصیت کا خطرہ ہونے کے وقت اس کی گنجائش ہوگی۔

اس کے برخلاف زیادہ تر مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ بعض مقاصد نکاح کی خلاف ورزی کے باوجود نکاح کراہت کے ساتھ جائز ہے البتہ اس نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہئے۔

سوال ۵۔ (الف): علماء ہند کی آراء:

نکاح مسیار میں نکاح کے ارکان وشرائط موجود ہوتے ہیں، اس لئے عام طور پر متحدہ ہندوستان کے علماء نے اسے جائز قرار دیا ہے، البتہ مقاصد شرعیہ کے خلاف ہونے اور نکاح کی شرعی ذمہ داریوں سے فراراختیار کرنے کی وجہ سے مکروہ کہا ہے (دیکھئے جدید فقہی مسائل مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، قضایا فقہیہ معاصرہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، فتاوی دار العلوم دیوبند اور کراچی)۔

اس کے برخلاف دار الافتاء جامعہ الرشید اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاون کے فتوے میں اسے ناجائز اور نادرست کہا گیا ہے۔

(ب) عرب علماء کی رائیں:

عرب علماء سے اس سلسلہ میں چار طرح کی رائیں منقول ہیں:

۱۔ مطلقاً جائز:

اس کے قائل درج ذیل لوگ ہیں:

شیخ عبد العزیز بن باز، ابن جبرین، عبد العزیز آل شیخ، ابراہیم بن صالح خضیری، سید محمد طنطاوی (شیخ الازہر) ، نصر فرید واصل (مفتی مصر) وغیرہ۔

۲۔ جواز مع الکراہت:

اس رائے کے حامل درجہ ذیل لوگ ہیں:

شیخ عبد اللہ بن سلیمان المنیع، شیخ سعود الشریم، ڈاکٹر یوسف القرضاوی۔

۳۔ عدم جواز:

درج ذیل حضرات کا موقف یہ ہے کہ نکاح مسیار ناجائز اور نادرست ہے:

شیخ ناصر الدین البانی، ڈاکٹر محمد زحیلی، شیخ عمر سلیمان الاشقر، شیخ عجیل جاسم نشمی۔

۴۔ توقف اور سکوت:

شیخ محمد بن صالح عثیمین اور شیخ عمر بن سعود وغیرہ نے جواز یا عدم جواز کے

سلسلہ میں توقف کو ترجیح دی ہے۔

جو لوگ جائز قرار دیتے ہیں ان کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ نکاح مسیار میں نکاح کے تمام ارکان وشرائط پائے جاتے ہیں، اس لئے اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے اور بعض مقاصد نکاح کی خلاف ورزی اور بعض مفاسد کے پائے جانے کی وجہ سے اسے مکروہ کہا جائے گا۔

اور جو لوگ ناجائز کہتے ہیں ان کے نزدیک اس میں مقاصد نکاح کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے، نیز یہ بہت سے مفاسد کا ذریعہ ہے اس لئے سد ذریعہ کے طور پر اسے ناجائز کہا جائے گا۔

اس لئے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی مفسدہ کا ذریعہ اس درجہ قوی ہے کہ ارکان وشرائط کے پائے جانے کے باوجود اس عقد کو غیر منعقد قرار دیا جائے، نیز کیا کسی مقصد کی خلاف ورزی کی وجہ سے کسی چیز کو نادرست ٹھہرایا جاسکتا ہے، مثلاً نماز کا ایک مقصد ہے فحشاء اور منکر سے باز رہنا، لیکن اگر کوئی صحیح طریقے پر نماز پڑھنے کے باوجود منکر وفواحش کا ارتکاب کرتا ہے تو کیا اس کی نماز کو نادرست کہا جائے گا۔

(ج) مسلم حکومتوں کے قوانین:

مسلم حکومتوں کے قوانین میں نکاح مسیار سے متعلق صراحتاً کوئی قانون موجود نہیں ہے، البتہ نکاح میں شرط لگانے سے متعلق قوانین کے ذریعہ اس کے حکم کو معلوم کیا جاسکتا ہے، مثلاً اردن کے قانون میں ہے کہ اگر کوئی نکاح کے مقصد کے خلاف کوئی شرط لگادے یا کسی شرعی ممنوعات کا التزام کرے تو شرط باطل اور عقد صحیح ہے یہی دفعہ شامی قانون میں بھی ہے، اور کویتی قانون میں ہے کہ اگر عقد نکاح میں ایسی شرط لگائی جائے جو نکاح کی حقیقت کے خلاف ہو تو عقد باطل ہے اور اگر اصل نکاح کے خلاف نہ ہو لیکن تقاضائے نکاح کے خلاف ہو یا وہ شرط شرعاً حرام ہو تو شرط باطل اور عقد صحیح ہے۔

ان ممالک کے قوانین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نکاح مسیار کے جواز کی گنجائش ہے۔

عرض مسئلہ:

نکاح مسیارکی شرعی حیثیت
(سوال نمبر ۸.۶)

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی•

نکاح مسیارکے سوال ۶ تا ۸ کا عرض مسئلہ تیار کرنے کی ذمہ داری بزرگوں کی جانب سے اس ناچیز کو سپرد کی گئی، اس تعلق سے کل چونتیس جن میں ایک عربی مقالہ ڈاکٹر نایف بن احمد الحمد کا اور تینتیس اردو مقالے موصول ہوئے، سارے مقالے پُرمغز اور مبسوط ہیں اور بڑی محنت سے لکھے گئے ہیں، لیکن اکثر مقالوں میں ''خلاصہ'' تحریر نہیں کیا گیا نیز سوالات کی ترتیب بھی قائم نہیں رکھی گئی جس کی بنا پر آراء کو کشید کرنے میں دقت پیش آئی، اپنی دانست میں کوشش تو کی گئی ہے کہ آراء کا احاطہ ہوجائے اور انتساب میں غلطی نہ ہونے پائے تاہم اس میں چوک ہونا بہت ممکن ہے اس لئے ناچیز پیشگی معذرت خواہ ہے، اس تمہید کے بعد پیش ہے عرض مسئلہ۔

جن فاضل مقالہ نگاروں نے اپنی وقیع تحریریں بھیجیں ہیں ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) مفتی عثمان بستوی (۲) مفتی عبد الرزاق استاذ دار العلوم دیوبند) (۳) مولانا عبید اللہ ندوی بھروچ (۴) ڈاکٹر مولانا ظفر الاسلام صدیقی سابق شیخ الحدیث دار العلوم مئو (۵) مفتی محمد صابر حسین ندوی کنڈلور (۶) مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی کنڈلور (۷) مولانا روح الامین مظاہری (۸) مولانا ابو معاویہ محمد معین الدین قاسمی (۹) ڈاکٹر مفتی محمد مصطفی عبد القدوس ندوی گڑھا گجرات (۱۰) ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی کٹولی (۱۱) مولانا محمد قمر الزماں ندوی پڑتاب گڑھ (۱۲) مولانا رحمت اللہ ندوی ندوۃ العلماء(۱۳) مفتی فرید احمد کاوی جمبوسر (۱۴) مفتی ابوبکر قاسمی شکرپور دربھنگہ (۱۵) مفتی جنید احمد قاسمی بینا مدھیہ پردیش (۱۶) مفتی محمد فاروق قاسمی ناگپور (۱۷) مفتی شکیل منصور بیگوسرائے (۱۸) مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی شانتاپرم کیرلا (۱۹) مفتی نثار احمد گودھروی (۲۰) مولانا عبد الاحمد قاسمی ناظم تعلیمات سبل پور پٹنہ (۲۱) مفتی محمد شفیق بڑودہ (۲۲) مولانا ولی اللہ مجید قاسمی مدرسہ انوار العلوم فتح پور (۲۳) مولانا محمد سعد نور قاسمی مظہر العلوم بنارس (۲۴) مولانا خالد حسین نیموی بدر الاسلام بیگوسرائے (۲۵) مولانا محمد مصطفی قاسمی شکرپور دربھنگہ (۲۶) مفتی جمیل احمد نذیری اعظم

• استاذ دار لعلوم دیوبند، یوپی۔

گڑھ (۲۷) مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی ماٹلی والا بھروچ (۲۸) مفتی محمد عارف باللہ قاسمی جامعہ عائشہ نسواں حیدرآباد (۲۹) مفتی راشد حسین ندوی رائے بریلی (۳۰) ڈاکٹر نایف بن احمد الحمد (۳۱) مولانا اسجد دیولا جمبوسر (۳۲) مولانا حافظ صادق محی الدین حیدرآباد (۳۳) مولانا محمد فاروق قاسمی بارڈولی (۳۴) راقم الحروف محبوب فروغ احمد استاذ دار العلوم دیوبند۔

سوال نمبر ۶: زواج مسیار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت کیا ہوگی؟ ان کے نفقہ کی ذمہ داری کس پر ہوگی اس کے مثبت ومنفی پہلوؤں اور فوائد ونقصانات کی بھی نشاندہی کریں۔

اس سوال کے تین اجزاء ہیں ہر جزء کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت:

کل چونتیس مقالہ نگاروں میں سے مفتی محمد فاروق ناگپور، مفتی فرید احمد کاوی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی اسجد دیولا اور ڈاکٹر نایف بن احمد صاحبان نے سوال نمبر ۶ سے تعرض نہیں کیا ہے، اور سات حضرات (مفتی عبد الرزاق دار العلوم دیوبند، مفتی روح الامین مظاہری، مولانا ابومعاویہ محمد معین الدین قاسمی، ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی، مفتی محمد خالد حسین نیموی) نے ایسے بچوں کی سماجی حیثیت کو نہیں چھیڑا ہے، باقی تمام مقالہ نگاروں نے الفاظ وتعبیرات کے فرق کے ساتھ اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے کہ نکاح مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے سماج میں لاوارث ویتیم کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہونگے، نیز والد جو کہ اصل مربی ہوا کرتا ہے اس کے معروف یا معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صحیح تعلیم وتربیت سے بھی محروم رہینگے جس کی بنا پر ان کا شمار اچھے وشریف طبقے میں بھی نہیں ہوپائے گا اس لئے شرعی طور پر سماج میں ان کی وہی حیثیت ہونی چاہئے جو رواجی وعام نکاح سے پیدا ہونے والے بچوں کی ہوتی ہے، لہذا ایسے تمام بچے باپ کی طرف ہی منسوب ہونگے اور تاحین حیات ان کے ساتھ امتیازی برتاؤ یا ناروا سلوک جائز نہ ہوگا اور نہ ہی سرکاری وغیر سرکاری دستاویزات میں باپ سے مبرّا کئے جائینگے اسی طرح باپ کے انتقال کے بعد مال میں حسب ضابطہ دوسری اولاد کی طرح یہ بچے بھی حقدار ہونگے، البتہ مولانا ابو معاویہ محمد معین الدین اور مفتی محمد جمیل اختر جلیلی ایسے بچوں کو علی الاطلاق ثابت النسب قرار نہیں دیتے ہیں، بلکہ ان کا کہنا ہے، جیسا کہ جلیلی صاحب نے لکھا ہے:

‘‘لیکن جو لوگ اس نکاح کو درست ہی نہیں مانتے ہیں ان کے نزدیک بچہ کی نسبت ماں کی طرف کی جائےگی وہ ماں کا وارث بنے گا ’’ (مقالہ محمد جلیلی صاحب)۔

مفتی راشد حسین ندوی صاحب کے کلام سے بھی ایسا ہی ترشح ہوتا ہے، لیکن عارض ناچیز سمجھتا ہے کہ وہ حضرات حق بجانب ہیں جنہوں نے ہر صورت میں، خواہ

نکاح کو صحیح مانا جائےیا فاسد نسب کو نکاح مسیار کرنے والے مردسے ہی ثابت کیا ہے؛ اس لئے کہ نکاح متعہ کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی ناکح کی طرف ہی منسوب ہوتا ہے جبکہ متعہ کا باطل اور غیر نافذ ہونا علمائے اہل حق کے نزدیک متفق علیہ ہے نکاح مسیار تو قباحت میں بہرحال اس کے مقابلہ میں ادنی ہے تو کیوں بچوں کو غیر ثابت النسب قرار دیا جائے متفق علیہ روایت میں اللہ کے نبیﷺ نے فرمایا: ''الولد للفراش وللعاہر الحجر '' (بخاری، حدیث نمبر: ۲۰۵۳، کتاب البیوع، باب تفسیر المشتبہات، مسلم، حدیث: ۱۴۵۷)۔

ہندیہ میں ہے:''لثبوت النسب ثلاث مراتب:الأولی:النکاح الصحیح وما ہو فی معناہ من النکاح الفاسد والحکم فیہ أنہ یثبت النسب من غیر دعوۃ ولا ینتفی بمجرد النفی وإنما ینتفی باللعان'' (ہندیہ ۵۳۶،۱ کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب)۔

موسوعہ فقہیہ میں ہے:''اتفق الفقہاء أیضاً علی أنہ إن جاءت المرأۃ بولد فی نکاح المتعۃ لحق نسبہ بالواطی سواء اعتقدہ نکاحاً صحیحاً أو لم یعتقد؛ لأن لہ شبہ العقد والمرأۃ تصیر بہ فراشاً'' (الموسوعۃ الفقہیہ: مادہ نکاح)۔

(ب) نفقہ کی ذمہ داری:

جن مقالہ نگاروں نے اس سوال پر قلم اٹھایا ہے، ان میں سے اکثر حضرات نے اس کی ذمہ داری باپ پر ڈالی ہے اور باپ کے نہ ہونے کی صورت میں ضابطہ کے مطابق دوسرے اقرباء کے مال میں ان کا نفقہ متعین کیا جائے گا؛ اس لئے کہ اس نکاح میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ ہونے والی بیوی اپنے حقوق سے دستبرداری کرے گی تو اس کی وجہ سے بچوں کے نفقہ سے دستبرداری لازم نہیں آئے گی، نیز جب بچے کے اولیاء کو ایسے کام کرنے کی اجازت نہیں ہے جس میں بچے کا نفع نہ ہو تو ماں جو کہ ولی بھی نہیں ہے اس کو یہ حق کیسے دیا جاسکتا ہے۔

لیکن مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی فاروق بارڈولی، اور مفتی محمد جمیل اختر جلیلی صاحبان کا خیال ہے کہ ایسے بچوں کا نفقہ ماں پر بھی آسکتا ہے، چنانچہ مفتی فاروق لکھتے ہیں:

''اگر باپ اس سے اعراض کرے اور عورت غنی صاحب ثروت ہو تو بہت ممکن ہے کہ نان ونفقہ کے مسائل سے نبرد آزمائی نہ ہو '' لیکن انہوں نے اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے۔

مفتی جمیل اختر نے اس صورت میں ماں پر نفقہ کو لازم کیا ہے، جبکہ نکاح مسیار کو حرام قرار دیا جائے اور دار العلوم دیوبند کے ایک فتوی کا حوالہ دیا ہے وہ فتوی یہ ہے:

''ولد الزنا کا نفقہ ماں پر ہے، اگر ماں نہ ہو یا غیر مستطیع ہو تو ماں کے توسط سے جو لوگ اس کے وارث ہونگے ان پر نفقہ لازم ہوگا ''۔

لیکن سوال یہ ہے کہ نکاح مسیار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے تو ولد الزنا نہیں بلکہ ثابت النسب ہوتے ہیں اور ثابت النسب بچہ کا نفقہ باپ پر ہی ہوا کرتا ہے۔

مفتی ابوبکر فرماتے ہیں: بچوں کا نفقہ اصلاً باپ پر ہوگا، لیکن اگر ماں مالدار ہونے کے سبب اس کی کفالت کرے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اس پر مفتی صاحب نے بطور استدلال حضرت خدیجہ کا اپنا مال رسول اللہ ﷺ کے حوالہ کردینے کو پیش کیا ہے کہ اللہ تعالی نے اسی کا حوالہ دیتے ہوئے ''ووجدک عائلاً فأغنی'' (سورہ ضحی: ۸) فرمایا ہے، اس مال سے جہاں حضور اپنی ذات پر خرچ کرتے تھے وہیں اپنے بچوں پر بھی خرچ کرتے تھے غالباً مفتی صاحب یہی کہنا چاہتے ہیں؛ لیکن مجھے تو یوں لگتا ہے کہ اس کا تعلق زیر بحث مسئلہ سے ہے ہی نہیں؛ کیونکہ حضرت خدیجہ کا اس سے خرچ کرنا ثابت نہیں ہوتا ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کا باپ ہونے کی حیثیت سے خرچ کرنا ثابت ہوتا ہے یہ الگ بات ہے کہ حضرت خدیجہ نے اپنا مال حضور کو بطور ہبہ دے دیا تھا۔

جمہور نے ''وعلی المولود لہ رزقہن'' الخ (سورہ بقرہ: ۲۳۳) سے پوری صراحت کے ساتھ استدلال کیا ہےکہ نفقہ کی ذمہ داری باپ پر ہے نہ کہ ماں پر، ابوداؤد کی حدیث ہے: ''کفی بالمرء إثماً أن یضیّع من یقوت'' (ابوداؤد: ۱۶۹۲)، مسلم شریف میں ہے: ''کفی بالمرء إثما أن یحبس عن من یملک قوتہ'' (مسلم: ۹۹۶)۔

فقہاء کی تصریح اس طرح ملتی ہے: ''ویجبر الرجل علی نفقۃ أولادہ الصغار ..... ثم فی ظاہر الروایۃ: ولا یشارک الأب فی النفقۃ أحد'' (المبسوط للسرخسی ۱۹۵،۵ کتاب النکاح، باب النفقہ) اس لئے جمہور کی رائے راجح ہوگی۔

(ج) مثبت ومنفی پہلو پر ایک نظر:

مقالہ نگاروں میں سے کچھ بزرگوں نے دونوں ہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جبکہ کچھ حضرات نے صرف نقصانات کی نشاندہی پر اکتفاء کیا ہے اور اکثر حضرات اس بابت صرف یہ کہہ کر گزر گئے ہیں کہ اس میں نقصانات ومنفی اثرات زیادہ ہیں صرف ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی نے لکھا ہے کہ: ''اس کے مثبت ومنفی دونوں پہلو امکانی ہیں، نقصان زیادہ فوائد کم، یا نقصان کم فوائد زیادہ ہوسکتے ہیں؛ زوجین کے حالات وظروف واتقاء پر منحصر ہے؛ اس لئے یقینی وحتمی کوئی بات نہیں کہی جاسکتی ''۔

البتہ جن حضرات نے مثبت ومنفی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہیں ان کی تحریروں کا خلاصہ اس طرح ہے:

مثبت پہلو:

(۱) بچہ سے محروم خواتین کو بچے کی خواہش کی تکمیل ہوجائے گی (ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی)۔

(۲) اس طریق میں عفت وعصمت کی حفاظت بھی ہوگی (ڈاکٹر محمد شاہجہاں، مولانا ولی اللہ مجید، مولانا صادق محی الدین وغیرہ)۔
(۳) مطلقہ وبیوہ خواتین کے مسائل حل ہونگے (ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مولانا مظاہر حسین عماد، مولانا ولی اللہ مجید وغیرہ)۔
(۴) یتیم بچے اور بچیوں کی دیکھ بھال بھی ماں اپنے شوہر کے ساتھ کرسکتی ہے (ڈاکٹر شاہجہاں ندوی وغیرہ)۔
(۵) نکاح مسیار سے ان نوجوانوں کا تعاون ہوتا ہے جنہیں نکاح کی ضرورت ہے، لیکن خرچ کی وجہ سے نکاح نہیں کرسکتے ہیں یا ایک بیوی سےجنسی تسکین نہیں ہوپاتی ہے (مولانا ولی اللہ مجید وغیرہ)۔
(۶) شادی نہ ہونے سے عورتیں نفسیاتی مریض ہوجاتی ہیں اس طریق سے اس سے حفاظت ہوجائے گی (مولانا ولی اللہ مجید)۔
(۷) تعدد ازواج کو جو برا سمجھا جارہا ہے اِس سے اِس غلط تصور کو ختم کرنے میں مدد ملے گی (مولانا ولی اللہ مجید)۔

منفی پہلو ونقصانات:

کچھ فوائد کے ساتھ اس کے نقصانات کثیر ہیں اسی بنیاد پر بعض موقر حضرات اس نکاح کے عدم جواز کی طرف گئے ہیں ان نقصانات میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:
(۱) طریق انبیاء ورسل کے خلاف ہے جو ایک مؤمن کے شایان شان نہیں۔
(۲) عورتیں سامان تسکین اور جنسی خواہش کی تکمیل کی ذریعہ ہوجاتی ہیں جو تکریم انسانی کے مغایر ہے۔
(۳) نسل نو کی صحیح تربیت نہیں ہوپائے گی۔
(۴) مرد کے مرنے کے بعد وارثین میں نزاع ہوگا۔
(۵) طلاق کی شرح بڑھنے کا قوی اندیشہ ہے۔
(۶) نکاح کی ذمہ داریوں سے فرار ہے۔
(۷) الفت ومحبت جو نکاح کی امتیازی خصوصیت ہے اس کا فقدان ہوتاہے۔
(۸) چونکہ شوہر کو نگراں وذمہ دارنہیں سمجھا جاتا، اس لئے حسن معاشرت وحسن سلوک متاثر ہونگے۔
(۹) نکاح وزنا میں ایک بنیادی فرق اشتہار واعلان ہے وہ یہاں عموماً مفقود ہوگا۔
(۱۰) قطع نسل کا خطرہ۔
(۱۱) ثبوت نسب میں پیچیدگی۔
(۱۲) حقوق نکاح (مہر، نفقہ، سکنی) کی پامالی کے رجحان کی حوصلہ افزائی۔
(۱۳) متعہ وزنا کے لئے فتح باب کا ذریعہ ہوگا۔
(۱۴) اس رشتے اور تعلق میں دوام نہیں رہ پاتا ہے جو مقصدِ نکاح سے ہم آہنگ

نہیں ہےوغیرہ اہم نقصانات ہیں جو نکاح مسیار کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں۔

سوال نمبر ۷: بہت سے عرب طلبہ مغربی ملکوں میں جاتے ہیں اور ان کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے طویل عرصے وہیں مقیم رہنا پڑتا ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ ان ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہے کہ ایک جوان شخص کا تجرد کےساتھ پاکدامنی کی زندگی گزارنا بہت دشوار ہوتا ہے ان حالات میں وہ وہاں نکاح کرلیتے ہیں، یہ نکاح ان کے لئے عفت وپاکدامنی کا ذریعہ بنتا ہے اور اس سے خاندانی زندگی کی سہولتیں بھی حاصل ہوتی ہیں بہت سے نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں ان کا قیام رہے گا وہ اس رشتے کو باقی رکھینگے اور جب وہاں سے ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو واپس ہونگے تو طلاق دے کر رشتہ ختم کردینگے تاکہ عورت کے لئے دوسرے نکاح میں کوئی دشواری نہ ہو اور مرد کو بھی نئی زندگی شروع کرنے میں پریشانی نہ ہو؛ کیوں کہ اگر پہلے سے کوئی عورت نکاح میں ہو تو کوئی دوسری عورت عام طور پر اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتی، کیا نکاح کی اس صورت پر نکاح موقت کا اطلاق ہوگا، اگر دل میں یہ بات رکھتے ہوئے کہ ایک مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتہ کو ختم کردے گا تو کیا یہ نکاح موقت کے دائرے میں آئے گا؟

اس طویل سوال کا حاصل یہ ہے کہ دور دراز ملکوں میں پڑھنے والے طلبہ کے لئے بنیت طلاق نکاح کرنا کیا نکاح موقت ہے اور کیا اس نیت کے ساتھ کسی کا بھی نکاح کرنا حرام ہوگا؟

اکثر مقالہ نگار حضرات اس پر متفق ہیں کہ نکاح بنیت طلاق، موقت نکاح نہیں ہے، لیکن مقصدِ نکاح کے چوں کہ مغایر ہے، اس لئے بلا ضرورت شدیدہ اس قسم کا اقدام کراہت سے خالی نہیں ہے، امام احمد کی ایک روایت کو چھوڑ کر چاروں مکتب فکر کی کتب فقہ میں یہ بات مصرح بھی ہے اور حدیث ‘‘ثلاث جدہن جد وہزلہن جد’’ کا مقتضا بھی، نیز ‘‘المعتبر فی العقود معانیہا لا الألفاظ’’ کا مفاد بھی ہے۔

البتہ مولانا رحمت اللہ ندوی اور مولانا صابر حسین ندوی نے اس بابت اقوال مختلفہ کو ذکرتو کیا ہے مگر ناچیز کے ناقص خیال میں عندیہ ظاہر کرنے سے گریز کیا ہے۔

مولانا حافظ صادق محی الدین نے دبے لفظوں میں اس نکاح کو موقت نکاح میں شمار کیا ہے پھر ان فقہاء کی ترجمانی کی ہے جنہوں نے موقت نکاح کو اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ ‘‘نیت توقیت ’’ کو عزمِ دوام میں تبدیل کرلیا جائے تو صحیح ہوجائے گا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

‘‘نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہو کہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں قیام رہے وہ اس رشتہ کو باقی رکھینگے اورجب وہاں سے ہمیشہ کے لئے اپنے وطن واپس ہوتے ہوں طلاق دینگے، ظاہر ہے یہ نکاح موقت کی صورت ہے جن فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے ان کی تصریح سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ نکاح درست ہے، اس رشتۂ نکاح

کو زندگی کے تمام تک نبھانے کا عزم کرلیا جائے تو حالات کے مساعد ہونے کے امکانات موجودہ حالات میں زیادہ روشن ہیں (مقالہ حافظ صادق محی الدین)۔

لیکن ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مفتی اسجد دیولا، مولانا ابومعاویہ محمد معین الدین قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی، مولانا مصطفی آواپوری، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی جنید احمد قاسمی فاضل مقالہ نگاروں نے یہ رجحان ظاہر کیا ہے کہ اس قسم کا نکاح، متعہ یا موقت کے دائرے میں آتا ہے اور حرام ہے، ان میں صرف مولانا قمر الزماں ندوی عصمت وعفت کو بچانے کی خاطر ''الضرورات تبیح المحظورات'' کی وجہ سے گنجائش دیئے جانے کے قائل ہیں، اصل رجحان ان کا بھی عدم جواز کا ہی ہے۔

ان حضرات نے جن وجوہ ترجیح کا سہارا لیا ہے وہ اس طرح ہیں:

(۱) نکاح حرام اس لئے ہے کہ اس کا مقصد خاندان کی تعمیر اور استحکام نہیں ہے۔

(۲) توالد وتناسل جو نکاح کا بنیادی مقصد ہے اس سے اس نکاح میں گریز کیا جاتا ہے۔

(۳) مغربی ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب ہوتی ہے۔

(۴) یہ حکمی اعتبار سے متعہ ہے کہ وقتی لذت اندوزی ہے پھر طلاق دے دی جاتی ہے۔

(۵) اس میں عورت کو دھوکہ دینا ہوتا ہے، جبکہ دھوکہ دینے کی بابت شدید وعید وارد ہے۔

(۶) نکاح ختم کردینے سے عورت کو کوفت ہوگی۔

(۷) شریعت نے عارضی نکاح کی اجازت بالکل نہیں دی ہے۔

یہ مجموعی وجوہ ترجیح ہیں جن کو اس نظریہ کے حاملین نے پیش کی ہیں، مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے وجوہ کراہت کے لئے تو ہوسکتےہیں، مگر ان سے حرمت یا بطلان کا ثبوت نہیں ہوگا؛ کیونکہ باب نکاح میں ایسی نظیریں ملتی ہیں جن مینبھی مذکورہ بالا مقاصد مجموعی یا انفرادی طور پر فوت ہوتے ہیں پھر بھی فقہاء ان کو جائز قرار دیتے ہیں، مثلاً یہ مقصد کہ نکاح خاندان کی تعمیر کے لئے ہونا چاہئے جبکہ ہمیشہ نکاح سے یہ مقصود نہیں ہوا کرتا ہے ورنہ جن عورتوں کے بارے میں معلوم ہو کہ ان سے توالد وتناسل کا سلسلہ بوجہ عُقر یا کبر سنی وغیرہ جاری نہیں رہ سکتا ہے ان سے نکاح جائز نہیں ہونا چاہئے، اسی طرح عنین کے بارے میں علم ہو اور خاتون اس کے باوجود نکاح کرلے تو نہ کہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے بلکہ فسخ تک کا حق باقی نہیں رہتا ہے، شامی میں ہے:

''تزوج الأولی أو امرأة أخری عالمة بحاله لا خیار لها علی المذهب المفتی به'' (۱۷۵،۵)۔

ہندیہ میں ہے: ''فرّق القاضی بینه وبین امرأته ثم تزوج هذه المرأة ثانیاً لم یکن لها

خیارہا ولو تزوج امرأة أخری وہی عالمة بحالہا ذُکر فی الأصل أنہ لا خیار لہا وعلیہ الفتوی، کذا فی محیط السرخسی''۔

اسی طرح ہر شرعی امر کی بنا پر اسلام کو بدنام کیا جانا عام بات ہے اس کی وجہ سے اس امر شرعی کو حرام نہیں کہا جاسکتا، لہذا مغربی ممالک میں اسلام ومسلمانوں کی شبیہ کے خراب ہونے کو وجہ حرمت قرار دینا وزنی بات معلوم نہیں ہوتی ہے۔ ہاں یہ تو ہوسکتا ہے کہ ایک امر مباح کو اس بدنامی سے بچانے کے لئے روکا جاسکتا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ وہ حرام ہے۔

یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ مغربی ممالک میں اس قسم کی شادی کا مقصد تسکین شہوت کے بجائے حفظان عفت وعصمت ہے جو بجائے خود مقاصد شریعہ کا حصہ ہے اس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے کہ صرف جائز نہیں، بلکہ اس سےاوپر کا حکم لگایا جائے۔

نیز حکمی متعہ کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو اصل متعہ کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے، اصل متعہ اور نکاح مسیار میں بنیادی طور پر فرق ہے کہ مسیار میں تمام ارکان وشرائط کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے اور متعہ میں ارکان وشرائط بھی مفقود ہوتے ہیں اور بلاطلاق تفریق ہوجاتی ہے جو روحِ ازدواج کے بالکل منافی ہے۔

اور جب دونوں فریق کو معلوم ہے کہ ایسا ہوگا تو دھوکہ کہاں رہا، اگر معلوم نہیں ہے تو نیت فاسدہ کی وجہ کراہت آئے گی نہ کہ بطلان، مزید برآں حدیث ''جدہن جد وہزلہن جد'' سے تایید وتوثیق ہورہی ہے، ''ہزل '' میں تو نیت اس امر کے ایقاع کی بالکل نہیں ہوتی ہے، العرف الشذی میں ہے: ''الہزل أن یتلفظ بلفظ لا یرید حکمہ'' جب ہزل کی صورت میں نکاح ہوجاتا ہے تو جہاں نکاح کو منعقد کرنا لفظ سے بھی اور نیت سے بھی مقصود ہے تو وہاں نکاح کے لئے کیا مانع ہوگا۔

اسی طرح نکاح ختم کردینے پر عورت کو کوفت طبعی طور پر ہوگی یہ تو طلاق میں بھی ہے تو طلاق کو تو باطل نہیں کہا جاتا ہے۔

اسی طرح شریعت کا عارضی نکاح کی اجازت نہ دینا اس وقت ہے جبکہ عارضی ہونے کی صراحت ہو اگر عارضی ہونے کی نیت ہو تو فقہاء کی تصریح کے مطابق وہ نافذ وجائز ہے صرف حنابلہ کی ایک روایت اس کے خلاف ہے، موسوعہ میں ہے:

''اختلف الفقہاء فی النکاح بنیۃ الطلاق فذہب الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ فی قول جُزِم بہ فی المغنی والشرح علی أنہ إذا تزوج امرأۃ بنیۃ الطلاق بعد شہر أو أکثر أو أقل فالنکاح صحیح سواء علمت المرأۃ أو ولیہا بہذہ النیۃ أم لا وذلک لخلو ہذا العقد من شرط یفسدہ ولا یفسد بالنیۃ'' (۳۴۴،۴۱)۔

شامی میں اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے:''لأن التوقیت إنما یکون باللفظ'' (شامی ۱۴۹،۴) بقصد التحلیل نکاحِ محلل سے بھی تایید ہوتی ہے؛ کیونکہ اگر کوئی شخص بلا کسی دباؤ وجبروشرط کے تحلیل کی نیت سے کسی مطلقہ سے نکاح کرتا ہے جو کہ وقتی

وعارضی ہی ہوتا ہے نہ تو یہ کہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے، بلکہ نکاح کرنے والا ماجور بھی ہوتا ہے، درمختار میں ہے: ''أما إذا أضمرا ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجوراً لقصد الإصلاح'' (درمختار ٥٨٧،٢ کتاب الرجعۃ)۔

اس لئے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر اچھی نیت سے نکاح کیا جائے، خواہ بعد میں طلاق دینے کا ارادہ بھی مخفی ہو تو نکاح مباح ہوگا، اگر نیت اچھی نہیں تو نکاح کے شرائط وارکان کے پائے جانے کی وجہ سے صحیح تو ہوجائے گا مگر مکروہ ہوگا۔

سوال نمبر ٨: اس پس منظر میں دریافت طلب ہے کہ نکاح موقت کی حقیقت کیا ہے اور اس کے حکم کے بارے میں ائمہ اربعہ اور صاحبین کا کیا نقطۂ نظر ہے؟

تمام مقالہ نگار کچھ جزوی اختلاف کو چھوڑ کواصلی اور بنیادی امر میں متفق ہیں کہ موقت، متعہ ہی کی ایک صورت ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ مخصوص مدت کے لئے تمام شرائط وارکان کی رعایت کرکے نکاح کیا جائے، اس مدت کے ختم ہوتے ہی نکاح خود بخود ختم ہوجائے، اگر اس کو لفظ ''تمتع ''سے انجام دیا جائے تو متعہ ہے، اگر لفظ نکاح اور اس کے ہم معنی لفظ سے منعقد کیا جائے تو نکاح موقت ہے، بس فرق اتناہے کہ متعہ میں گواہوں کی موجودگی اور خاص مدت کی تعیین مشروط نہیں ہوتی، جبکہ موقت میں یہ دونوں شرطیں موجود ہوتی ہیں۔

فتح القدیر میں ہے:''والذی یظہر مع ذلک عدم اشتراط الشہود فی المتعۃ وتعیین المدۃ وفی الموقت الشہود وتعیینہا '' (فتح القدیر ٢٤٦،٣ فصل فی المحرمات)۔

''والحاصل: أن معنی المتعۃ عقد موقت ینتہی بانتہاء الوقت فیدخل فیہ ما بمادۃ المتعۃ والنکاح الموقت أیضاً فیکون النکاح الموقت من أفراد المتعۃ وإن عُقد بلفظ التزویج وأحضر الشہود'' (فتح القدیر ٢٤٧،٣ فصل فی المحرمات)۔

حضرت امام شافعی کے نزدیک چونکہ نکاح کاتصور لفظ ''تمتع '' سے نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ لفظ نکاح وزواج جیسے الفاظ ہونے ضروری ہیں، اس لئے ابو اسحاق شیرازی وغیرہ نے متعہ کی تشریح بعینہ ان ہی الفاظ سے کی ہے جن الفاظ سے موقت کی کی ہے۔

نکاحِ متعہ کی طرح نکاحِ موقت بھی باطل ہے ائمہ اربعہ وصاحبین کا اس پر اتفاق ہے، صرف امام زفر کی رائے ہے کہ موقت نافذ ہوگی اور تاقیت ختم ہوکر تابید ہوجائے گی اس نقطہ پر بھی تمام مقالہ نگار حضرات متفق ہیں صرف مولانا محمد صابر حسین ندوی اختلاف کرتے ہیں وہ فرماتےہیں:

''نکاح موقت ائمہ اربعہ کے نزدیک حرام ہے صاحبین کے نزدیک فاسد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس شرط کو ساقط کردیا جائے تو وہ نکاح درست ہوجائے گا ؛ کیونکہ یہ مقتضائے عقد کے خلاف ہے '' (مقالہ مولانا صابر حسین)۔

یہ بات مولانا موصوف نے خلاصہ میں لکھی ہے، لیکن اصل مقالہ میں ''کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ '' کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے اس میں کچھ اس طرح ہے: ''فاسد عند

أبی حنیفۃ باطل عند الصاحبین ’’۔

ناچیز کا خیال ہے کہ اصل حکم میں صاحبین کا اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ علامہ کاسانی وغیرہ نے اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے ‘‘فاسد عند أصحابنا الثلاثۃ’’ (دیکھئے بدائع۲،۵۵۸ کتاب النکاح، فصل من شروط النکاح) کی تصریح کی ہے جس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اس بابت صاحبین کا اختلاف نہیں ہے، صرف امام زفر کا اختلاف ہے، ہاں نکاح کے آثار ونتائج میں صاحبین کا اختلاف ہے، یعنی فاسد ہونے کی صورت میں اگر دخول بھی پایا گیا تو حرمت مصاہرت بھی ثابت ہوگی اور ثبوت نسب، اسی طرح عدت ومہر وغیرہ بھی واجب ہونگے، جبکہ بطلان کی صورت میں دخول کے بعد بھی ان میں سے کسی کا ظہور نہیں ہوگا غالباً مرحوم وہبہ زحیلی اسی کو تعبیر کرنا چاہتے ہیں، اسی لئے زحیلی صاحب آگے لکھتے ہیں:‘‘ولیس للزواج الفاسد حکم قبل الدخول فلا یترتب علیہ شئی من آثار الزوجیۃ فلا یحل فیہ الدخول بالمرأۃ ولا یجب فیہ للمرأۃ مہر ولا نفقۃ ولا تجب فیہ العدۃ ولا تثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ ولا یثبت بہ النسب ولا التوارث’’ (الفقہ الاسلامی ۹،۶۶۰۲)۔

اسی طرح مفتی عثمان بستوی، مفتی اقبال ٹنکاروی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد جمیل اختر جلیلی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا اسجد دیولا اور مولانا محمد صابر حسین ندوی صاحبان نے نکاح موقت کی دو قسمیں کی ہیں:

(۱) ایسی مدت متعین کی جائے کہ اس مدت تک عموماً انسان زندہ رہ سکتا ہے (۲) ایسی مدت متعین کی جائے کہ عموماًاس عمر کا انسان اتنی مدت تک باحیات نہیں رہتا ہے، مثلاً خروج دجال یا نزول عیسی یا مثلاً ہزار سال وغیرہ، کتب فقہ میں دونوں قسموں کے مابین فرق کیا گیا ہے، چنانچہ حنفیہ وحنابلہ نیز ابو الحسن مالکی، اور مشہور شافعی فقیہ بلقینی نے دوسری قسم کو نکاح مؤبد تصور کرتے ہوئے نافذ قرار دیا ہے، لیکن مالکیہ وشافعیہ نے ان دونوں صورتوں کو باطل قرار دیا ہے، موسوعہ کی عبارت ہے:

‘‘ذہب المالکیۃ فی المذہب والشافعیۃ عدا البلقینی إلی أن النکاح الموقت إلی أجل لا یبلغانہ باطل، فإن أجل إلی أجل یبلغانہ کما لو قال:أتزوجک عشرۃ أیام أو نحو ذلک، فإنہ نکاح فاسد عند فقہاء الحنفیۃ عدا زفر، وکذا المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ باعتبارہ عندہم من صور نکاح المتعۃ’’ (الموسوعۃ الفقہیہ، مادہ: النکاح، النکاح الموقت)۔

مذکورہ بالا تفریق حنفیہ کی مختلف کتب: المحیط البرہانی، فتاوی ہندیہ وغیرہ میں موجود ہے، اوپر مذکور ساتوں مقالہ نگار حضرات کی تحریروں سے محسوس ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی یہ تفریق معتبر ہے، جبکہ دیگر تمام مقالہ نگار صاحبان اس تفریق کےقائل محسوس نہیں ہوتے ہیں، علامہ شامی وغیرہ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حنفیہ کی جانب تفریق والا قول غیر ظاہر الروایہ ہے، چنانچہ درمختار وردالمحتار میں صراحتاً ہے:

‘‘بطل نکاح متعۃ وموقت وإن جہلت المدۃ أو طالت فی الأصح کأن یتزوجہا إلی مائتی

سنة وہو ظاہر المذہب وہو الصحیح کما فی المعراج؛ لأن التاقیت ہو المعین لجہۃ المتعۃ'' (درمختار مع رد المحتار ۳۱۹،۲ کتاب النکاح)۔

فتاوی ہندیہ میں محیط برہانی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے: ''ہکذا روی الحسن عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ کذا فی المحیط'' (الفتاوی الہندیہ ۳۱۲،۱ کتاب النکاح، باب المحرمات)۔

ان نقول سے حنفیہ کا مسلک بالکل واضح ہوجارہا ہے، واللہ اعلم۔

* * *

دوسرا باب

تفصیلی مقالات

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی•

سوال نمبر ۱ کا جواب:

کیا قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا کوئی ذکر ملتا ہے؟

لغوی اعتبار سے ‘‘مسیار ’’ مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں: ‘‘بہت چلنے والا’’ یہ ‘‘سار یسیر سیراً وسیرۃ وتسیارا ومساراً ومسیرۃ’’ سے ماخوذ ہے، اس کے معنی ہیں: چلنا، جانا، جبکہ ‘‘سیّرہ’’ کے معنی ہیں: چلانا، ‘‘سیّرہ فلان من بلدہ أو موطنہ’’ کے معنی ہیں: فلاں شخص نے اس کو اپنے ملک یا وطن سے باہر نکال دیا یا جلاوطن کردیا۔

بعض خلیجی ممالک میں ‘‘مسیار ’’ عامی زبان کے لفظ کے طور پر استعمال ہوتا ہے، عامی زبان میں اس کا مطلب ہے: گزرنا اور زیادہ دیر نہ ٹھہرنا (دیکھئے: قرضاوی یوسف، حول زواج المسیار، مجلۃ المجتمع الکویتیہ، شمارہ: ۱۳۰۱، ۲۶؍۵؍۱۹۷۷ء، ص: ۳۱)۔

نکاح مسیار کی تعریف:

فقہی اصطلاح میں ‘‘نکاح مسیار’’ وہ نکاح ہے جس میں خاتون شب باشی، رہائش گاہ اور نان ونفقہ کے اپنے حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے۔ فقیہ احمد تمیمی لکھتے ہیں:‘‘یعقد الرجل ۔ وفق ہذا الزواج ۔ زواجہ علی امرأۃ عقداً شرعیاً مستوفی الأرکان، لکن المرأۃ تتنازل عن السکن والنفقۃ’’ (اشقر، اسامہ عمر، مستجدات فقہیۃ فی قضایا الزواج والطلاق، ص: ۱۶۳) (اس نکاح کے مطابق ۔ مرد نکاح کے ارکان وشرائط کو پورا کرتے ہوئے کسی خاتون سے شرعی نکاح کرلیتا ہے، لیکن عورت رہائش گاہ اور نان ونفقہ سے دستبردار ہوجاتی ہے)۔

نکاح مسیار کی وجہ تسمیہ:

اس نکاح کو ‘‘نکاح مسیار ’’ سے اس لئے موسوم کرتے ہیں کہ اس کے مطابق شوہر کو آزادی ہوتی ہے کہ رات ودن میں وہ جب چاہے چل کر اپنی بیوی کے پاس پہنچ جائے۔

قدیم فقہاء کے یہاں ذکر:

یہ نکاح کی نئی صورت ہے، اس لئے عام طور سے قدیم فقہاء کے یہاں اس کا ذکر نہیں ملتا ہے، البتہ امام احمد محمد بن حنبلؒ اور حنفیہ کے یہاں اس سے ملتی جلتی صورت کا ذکر ملتا ہے، نامور فقیہ علامہ ابن نجیمؒ تحریر فرماتےہیں: ‘‘ولا بأس بتزوج النہاریات،

• استاذ جامعہ سید احمد شہیدؒ احمد آباد، کٹولی، ملیح آباد، لکھنؤ۔

وہو أن یتزوجہا لیعقعد معہا نہاراً دون اللیل'' (ابن نجیم، البحر الرائق، کتاب النکاح ۱۱۶٫۳، بیروت، دار المعرفہ) (دن والی خواتین سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خاتون کے ساتھ دن میں نہ کہ رات میں رہنے کے لئے شادی کرے)۔

علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''ولا بأس بتزوج النہاریات'' (حصکفی: الدکر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات۵۲٫۳، بیروت، دار الفکر، ۱۳۸۶، ع۔ أ۔ : ۶) (دن والی خواتین سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

ہندیہ میں ہے: ''ولا بأس بتزوج النہاریات، وہو أن یتزوجہا علی أن یقعد معہا نہارا دون اللیل'' (ہندیہ: کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء ۲۸۳٫۱، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء، ع۔ أ۔ : ۶) (دن والی خواتین سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ خاتون کے ساتھ دن میں نہ کہ رات میں رہنے کی شرط پر نکاح کرے)۔

اور علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعیؒ (۷۴۳ھ۱۳۴۳ء) رقمطراز ہیں: ''ولا بأس بتزوج النہاریات، وہو أن یتزوجہا علی أن یقعد معہا نہاراً دون اللیل'' (زیلعی: تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء ۱۱۶٫۲، قاہرہ، دار الکتاب الاسلامی، ۱۳۱۳ھ ع۔ أ۔ : ۶) (دن والی عورتوں سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، او راس کا مطلب یہ ہے کہ خاتون کے ساتھ دن میں، نہ کہ رات میں رہنے کی شرط پر نکاح کرے)۔

علامہ ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی ؒ (۸۶۱ھ۱۴۵۷ء) رقمطراز ہیں: ''ولا بأس بتزوج النہاریات، وہو أن یتزوجہا علی أن یکون عندہا نہاراً دون اللیل'' (ابن الہمام: فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات ۲۴۹٫۳، بیروت، دار الفکر) (دن والی خواتین سے نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ خاتون کے ساتھ دن میں نہ کہ رات میں رہنے کی شرط کے ساتھ نکاح کرے)۔

مشہور فقیہ علامہ شیخی زادہ عبد الرحمن بن محمدؒ (۱۰۷۸ھ۱۶۶۷ء) تحریر فرماتے ہیں: ''ولا بأس بتزوج النہاریات، وہو أن یتزوجہا علی أن یکون عندہا نہاراً دون اللیل'' (شیخی زادہ، مجمع الانہر، کتاب النکاح، مبحث المؤقت ۴۸۸٫۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ۱۹۹۸ء، ع۔ أ۔: ۴) (دن والی خواتین سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے ساتھ دن میں نہ کہ رات میں رہنے کی شرط کے ساتھ نکاح کرے)۔ نا مور فقیہ علامہ ابن عابدین محمد امین بن عمر دمشقیؒ (۱۲۵۲ھ۱۸۳۶ء) تحریر فرماتے ہیں: ''قولہ: ولا بأس بتزوج النہاریات، وہو أن یتزوجہا علی أن یکون عندہا نہاراً دون اللیل'' (ابن عابدین: رد المحتار، کتاب النکاح، مبحث النکاح المؤقت ۵۲٫۳، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء) (مصنف کا قول کہ دن والی خواتین سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے ساتھ دن میں نہ کہ رات میں رہنے کی شرط کے ساتھ نکاح کرے)۔

دبستان حنبلی:

مایہ ناز فقیہ علامہ ابن قدامہ عبد اللہ بن احمد مقدسی ؒ(۶۲۰ھ۱۲۲۳ء) تحریر فرماتےہیں: ‘‘وقال فی الرجل یتزوج المرأة علی أن تنفق علیہ فی کل شہر خمسۃ دراہم، أو عشرۃ دراہم:النکاح جائز، ولہا أن ترجع فی ہذا الشرط، وقد نقل عن أحمد کلام فی بعض ہذہ الشروط یحتمل إبطال العقد، نقل عنہ المروذی فی النہاریات واللیلیات: لیس ہذا من نکاح أہل الإسلام، وممن کرہ تزویج النہاریات حماد بن أبی سلیمان وابن شبرمۃ، وقال الثوری: الشرط باطل ..... وکان الحسن وعطاء لا یریان بنکاح النہاریات بأساً، وکان الحسن لا یری بأسا أن یتزوجہا علی أن یجعل لہا فی الشہر أیاماً معلومۃ، ولعل کراہۃ من کرہ ذلک راجع إلی إبطال الشرط، وإجازۃ من أجازہ راجع إلی أصل النکاح، فتکون أقوالہم متفقۃ علی صحۃ النکاح وإبطال الشرط کما قلنا۔ وقال القاضی : إنما کرہ أحمد ہذا النکاح؛ لأنہ یقع علی وجہ السر، ونکاح السر منہی عنہ’’ (ابن قدامہ: المغنی، کتاب النکاح، فصل: اشتراط المرأة لتزویجہا طلاق ضرتہا ۴۴۹٫۷، ط: ۱، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، ع۔أ: ۱۰)۔

(امام احمدؒ نے اس شخص کے بارے میں کہا جو عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اس پر ہر ماہ پانچ یا دس درہم خرچ کرے کہ نکاح جائز ہے، اور عورت اس شرط سے دستبردار ہوسکتی ہے، اور امام احمد سے ان شرائط میں سے بعض کے بارے میں ایسی بات منقول ہے جس سے عقد کے باطل ہونے کا احتمال ہے، مروذی نے ان سے دن والی اور رات والی خواتین کے سلسلہ میں نقل کیا ہے کہ یہ مسلمانوں کے نکاح سے نہیں ہے، اور دن والی خواتین سے نکاح کرنے کو حماد بن ابی سلیمان اور فقیہ ابن شبرمہ نے مکروہ قرار دیا ہے، اور امام ثوری نے فرمایا: شرط باطل ہے .....حسن بصریؒ اور عطاءؒ دن والی خواتین سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، اور حسن بصریؒ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتےتھے کہ مرد عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ مہینہ میں اس کے لئے متعین دن مخصوص کردے۔ شاید جن فقہاء نے اس طرح کے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے اس کا تعلق شرط کے بطلان سے ہے، اور جن فقہاء نے جائز قرار دیا ہے ان کی اجازت کا تعلق اصل نکاح سے ہے، لہذا فقہاء کے اقوال نکاح کے صحیح ہونے اور شرط کے باطل ہونے پر متفق ہیں ۔ جیسا کہ ہم نے کہا ۔ اور قاضی کا قول ہے کہ امام احمد نے اس نکاح کو اس لئے مکروہ قرار دیا ہے کہ (عموماً یہ نکاح خفیہ طور پر ہوتا ہے اور خفیہ نکاح ممنوع ہے)۔

شافعی دبستان فقہ:

شافعی دبستان فقہ میں دن والی خواتین سے نکاح کرنے کے بارے میں کوئی حکم مذکور نہیں ہے، البتہ باری کے سلسلہ میں یہ صراحت ہے: ‘‘أقل نوب القسم لیلۃ لیلۃ، ونہار نہار فی نحو الحارس’’ (رملی شافعی: نہایۃ المحتاج، کتاب النکاح، مبحث القسم ۳۸۵٫۶،

بیروت، دار الفکر، ١٤٠٤ھ١٩٨٤ء، ع.أ.: ٨) (باری کی کمترین مقدار ایک ایک رات اور پہرے دار وغیرہ میں ایک ایک دن ہے)۔

نیز نفقہ دینے کی شرط باطل رہے گی اور نکاح صحیح رہے گا (دیکھئے: شافعی: الام، کتاب النکاح، الشرط فی النکاح ٥،٧٣، بیروت، دار المعرفہ، ١٣٩٣ھ)۔

مالکی دبستان فقہ:

مالکی دبستان فقہ میں اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا کہ عورت کے پاس صرف دن میں آئے گا یا اس کو نفقہ نہیں دے گا، نکاح کو فاسد کردیتا ہے، علامہ موّاق مالکی ؒ تحریر فرماتے ہیں: ''قول مالک فی النہاریۃ: وہی التی تتزوج علی أن لا تأتیہ أو یأتیہا إلا نہاراً، أو لا تأتیہ إلا لیلاً لا خیر فیہ، قال ابن القاسم: ویفسخ ما لم یدخل، فإن دخل ثبت، ولہا صداق المثل، ویسقط الشرط، وعلیہ أن یأتیہا لیلاً ونہاراً'' (مواق مالکی: التاج والاکلیل لمختصر خلیل ٣،٤٤٤، بیروت، دار الفکر، ١٣٩٨ھ، ع.أ.: ٦) (دن والی خاتون کے سلسلہ میں امام مالکؒ کا قول ہے کہ اس نکاح میں کوئی بہتری نہیں ہے، اور دن والی خاتون کا مطلب یہ ہے کہ عورت اس شرط کے ساتھ نکاح کرے کہ وہ مرد کے پاس صرف دن میں آئے گی، یا مرد اس کے پاس صرف دن میں آئے گا، یا عورت مرد کے پاس صرف رات میں آئے گی۔

ابن قاسمؒ کہتےہیں کہ شوہر نے جب تک دخول نہ کیا ہو اس نکاح کو فسخ کردیا جائے گا، اور اگر دخول کرچکا ہو تو نکاح برقرار رہے گا، اور عورت کو مہر مثل ملے گا، اور شرط ساقط ہوجائےگی، اور مرد پر واجب ہوگا کہ عورت کے پاس رات ودن میں آئے)۔

سوال نمبر ٢ کا جواب:

نکاح مسیار کی صورتیں اور اسباب:

نکاح مسیار کی صورتیں اور اسباب درج ذیل ہیں:

١۔ عورت کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہے اور رہائش گاہ بھی حاصل ہے، صرف وہ ایسا شوہر چاہتی ہے جو اسے پاکدامن رکھے (دیکھئے: قرضاوی یوسف: حول زواج المسیار، مجلۃ المجتمع الکویتیہ، شمارہ: ١٣٠٣، ٢٦،٥،١٩٩٧ء، ص: ٣١)، چونکہ اس صورت میں نکاح کے سارے ارکان وشرائط پائے جاتے ہیں، اس لئے یہ نکاح درست ہے، یعنی اس صورت میں ''نکاح صحیح '' اور ''نکاح مسیار '' میں کوئی فرق نہیں ہے، لہذا یہ جائز ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وأحل لکم ما راء ذلکم أن تبتغوا بأموالکم محصنین غیر مسافحین'' (نساء : ٢٤) (ان کے علاوہ اور عورتوں سے نکاح ہوسکتا ہے، اگر مہر کے ذریعہ تم انہیں نکاح میں لینا چاہتے ہو، مقصد عفت وعصمت کی حفاظت ہو، آزاد شہوت رانی نہیں)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے: ''وآتوا النساء صدقاتہن نحلۃ'' (نساء: ٤) (اور عورتوں کو

ان کے مہر خوش دلی سے (تحفہ وعطیہ کے طور پر) دو)۔

نبی کریمﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کی شادی کے موقع سے ان سے فرمایا: ‘‘ما أصدقتہا؟ قال: وزن نواۃٍ من ذہب’’ (مسند احمد: حدیث نمبر: ۱۲۹۷۶، ۱۳۸۶۳، سنن ابی داؤد: حدیث نمبر: ۲۱۰۹، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (تو نے اس عورت کا مہر کیا مقرر کیا؟ انہوں نے جواب دیا: پانچ درہم کے وزن کے برابر سونا)۔

البتہ رہائش گاہ، نفقہ اور باری کے حقوق سے دستبرداری کی شرط عورت پر لازم نہیں ہے، اگر وہ خوشدلی سے ان چیزوں کا مطالبہ نہ کرے، تو کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر وہ ان حقوق کا مطالبہ کرے تو پھر شوہر کو ان کی پابندی کرنی ہوگی، علامہ ابن نجیمؒ تحریر فرماتے ہیں: ‘‘وینبغی أن لا یکون ہذا الشرط لازماً علیہا، ولہا أن تطلب المبیت عندہا لیلاً’’ (ابن نجیم: البحر الرائق ۱۱۶٫۳، بیروت، دار المعرفہ) (اور مناسب ہے کہ یہ شرط عورت کے حق میں لازم نہ ہو، اور عورت شوہر سے اس بات کا مطالبہ کرسکتی ہے کہ وہ اس کے پاس رات گزارے)۔

علامہ محمد بن مفلح صالحی حنبلیؒ (۷۶۳ھ۱۳۶۲ء) تحریر فرماتےہیں: ‘‘وإن شرط عدم مہر، أو نفقۃ، أو قسمۃ لہا أقل من ضرتہا أو أکثر، أو شرط أحدہما عدم وطء ونحوہ، فسد الشرط، لا العقد، نص علیہما’’ (ابن مفلح: الفروع ومعہ تصحیح الفروع للمرداوی ۲۶۷٫۸، ط: ۱، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۴ھ۲۰۰۳ء) (اگر مہر نہ ہونے یا نفقہ نہ ہونے یا عورت کی سوکن سے کم یا زیادہ باری مقرر کرنے کی شرط لگائی، یا میاں بیوی میں سے کسی ایک نے وطی نہ کرنے کی شرط لگائی، یا اسی طرح کی کوئی شرط لگائی، تو شرط فاسد ہے نہ کہ عقد، امام احمدؒ نے ان دونوں مسئلوں کی صراحت کی ہے)۔

علامہ ابن قدامہ مقدسیؒ تحریر فرماتے ہیں: ‘‘وشرط علیہا أن یبیت عندہا فی کل جمعۃ لیلۃ، ثم رجعت، وقالت: لا أرضی إلا لیلۃ ولیلۃ، فقال: لہا أن تنزل بطیب نفس منہا؛ فإن ذلک جائز، وإن قالت: لا أرضی إلا بالمقاسمۃ کان ذلک حقا لہا تطالبہ إن شاءت’’ (ابن قدامہ: المغنی، کتاب النکاح، اشتراط المرأۃلتزویجہا طلاق ضرتہا ۴۴۹٫۷، ط: ۱، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، ع۔أ۔: ۱۰) (اور مرد نے عورت پر یہ شرط لگائی کہ ہر جمعہ صرف ایک رات اس کے پاس رہے گا، پھر عورت نے اس شرط سے رجوع کرلیا اور اس نے کہا: میں ایک ایک رات کی باری پر ہی راضی ہوں۔ تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ عورت کا اپنی خوشنودی سے اپنے حق سے دستبردار ہونا جائز ہے، (لیکن) اگر عورت کہتی ہے کہ میں باری کی تقسیم پر ہی راضی ہوں تو یہ اس کا حق ہے اگر چاہے تو مطالبہ کرسکتی ہے)۔

امام شافعی محمد بن ادریس ہاشمی قرشی مطلبیؒ (۲۰۴ھ۸۲۰ء) رقمطراز ہیں: ‘‘ولو أصدقہا ألفاً علی أن لا ینفق علیہا، أو علی أن لا یقسم لہا، أو علی أنہ فی حل مما صنع بہا، کان الشرط باطلاً’’ (شافعی: الام، کتاب النکاح، الشرط فی النکاح ۷۳٫۵، بیروت، دار المعرفہ،

۱۳۹۳ھ، ع۔أ۔: ۸) (اگر عورت کا مہر ہزار درہم مقرر کرے اس شرط کے ساتھ کہ اسے نفقہ نہیں دے گا، یا اس کے لئے باری مقرر نہیں کرے گا، یا اس شرط کے ساتھ کہ اس نے اس کے ساتھ جو کیا ہے اس کی طرف سے حلال ہے، تو شرط باطل ہے)۔

۲۔ دوسری صورت اور سبب دوم:

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی خاتون جوانی ہی میں مطلقہ ہوجاتی ہے، لیکن اس کے پاس دولت کی فراوانی ہوتی ہے اور رہائش گاہ بھی دستیاب ہوتی ہے، وہ صرف ایسا شوہر چاہتی ہے جو کبھی کبھار آکر اس کی جنسی خواہش پوری کردے، چنانچہ وہ شادی شدہ مرد سے بھی اس شرط پر نکاح کرلیتی ہے کہ اسے نان ونفقہ، رہائش گاہ اور مکمل باری کی حاجت نہیں ہے، یہ صورت بھی جائز ہے؛ کیونکہ نکاح کے ارکان وشرائط پائے جاتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع’’ (نساء: ۳) (تو دیگر خواتین سے جو تمہیں بہتر لگیں، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے نکاح کرلو)۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ رقمطراز ہیں: ‘‘وینبغی أن لا یکون ہذا الشرط لازماً علیہا، ولہا أن تطلب المبیت عندہا لیلاً، لما عرف فی باب القسم، أی إذا کان لہا ضرۃ غیرہا، وشرط أن یکون فی النہار عندہا، وفی اللیل عند ضرتہا، أما لو لا ضرۃ لہا فالظاہر أنہ لیس لہا الطلب خصوصاً إذا کانت صنعتہ فی اللیل کالحارس’’ (ابن عابدین: رد المحتار، کتاب النکاح، مبحث: النکاح المؤقت ۳؍۵۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء) (اور مناسب ہے کہ یہ شرط اس کے حق میں لازم نہ ہو، اور عورت کو حق ہے کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ وہ رات اس کے پاس گزارے، اس دلیل کی وجہ سے جو باری مقرر کرنے کے باب میں معلوم ہوتی ہے ...یعنی جبکہ اس کی کوئی سوکن ہو، اور شوہر نے شرط لگائی ہو کہ دن میں اس کے پاس رہے گا، اور رات میں اس کی سوکن کے پاس رہے گا۔ بہرحال اگر اس کی کوئی سوکن نہ ہو تو ظاہر یہی ہے کہ عورت کو یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ مرد اس کے پاس شب باشی کرے، خاص طور سے جبکہ اس کا پیشہ رات سے متعلق ہو، جیسے چوکیدار وغیرہ)۔

۳۔ تیسری صورت اور سبب سوم:

کوئی عورت جوانی ہی میں بیوہ ہوجاتی ہے، لیکن سابق شوہر کی طرف سے اس کے پاس دولت کی ریل پیل ہوتی ہے، اور رہائش گاہ بھی میسر ہوتی ہے، یہ عورت چاہتی ہے کہ اسے کوئی ایسا شوہر مل جائے جو اسے پاکدامن رکھے، خواہ وہ شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے، اور محض اس پر راضی ہوجاتی ہے کہ شوہر اسے پاکدامن رکھنے کے لئے اس کے پاس آجایا کرے۔ یہ نکاح بھی باضابطہ ہوتا ہے اور گواہ اور دیگر ارکان وشرائط مکمل طور سے موجود رہتے ہیں، لہذا یہ نکاح بھی جائز ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘وأنکحوا

الأیامی منکم والصالحین من عبادکم وإمائکم، إن یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ، واللہ واسع علیم" (نور: ۳۲) (تم میں جو غیر شادی شدہ لوگ ہیں (مرد یا عورت) اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک صالح ہیں، ان کی شادی کردو، اگر وہ تنگ دست ہوں (تو اس کی وجہ سے تاخیر نہ کرو) اللہ ان کو اپنے فضل سے خوشحال کردے گا، اور اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے، بڑا علم رکھتا ہے)۔

البتہ اس صورت میں بھی اگر خاتون اپنی رضامندی سے اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرے، اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن وہ کسی بھی وقت اپنے حقوق کا مطالبہ کرسکتی ہے، اور شوہر کو ان حقوق کی ادائیگی کی پابندی کرنی ہوگی۔

۴۔ چوتھی صورت اور سبب چہارم:

کوئی خاتون کنواری ہی ہوتی ہے، لیکن تاجرہ ہوتی ہے، وہ اپنے کاروبار کو دیکھنے کی وجہ سے اپنے گھر میں ہی رہنا چاہتی ہے، اور مال ودولت کی فراوانی کی وجہ سے اسے نان ونفقہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، البتہ ایسے شوہر کی ضرورت ہوتی ہے جو کبھی کبھار اس کے پاس آکر اسے پاکدامن رکھے۔ یہ نکاح بھی عام طور سے ارکان وشرائط مکمل کرکے ہوتا ہے، لہذا جائز ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''وأحل لکم ما وراء ذلکم" (نساء: ۲۴) (ان کے علاوہ اور عورتوں سے نکاح ہوسکتا ہے)۔ اس صورت میں بھی خاتون اپنی رضامندی سے اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن کبھی بھی اس کو اپنے حقوق کے مطالبہ کا حق ہے۔

۵۔ پانچویں صورت اور سبب پنجم:

کوئی خاتون اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہوتی، اسے رہائش گاہ اور مال ودولت حاصل ہوتی ہے، البتہ اپنے والدین کی خدمت کے لئے اپنے گھر میں ہی رہنا چاہتی ہے، وہ صرف اتنا چاہتی ہے کہ اسے پاکدامن رکھنے کےلئے شوہر کبھی کبھار اس کے پاس آجایا کرے، اس لئے وہ اپنے دیگر حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے، یہ نکاح بھی اپنے ارکان وشرائط کا جامع ہوتا ہے، لہذا جائز ہے، فرمان باری تعالی ہے: ''وأحل لکم ما وراء ذلکم أن تبتغوا بأموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن أجورہن فریضۃ، ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ إن اللہ کان علیماً حکیماً" (نساء: ۲۴) (ان کے علاوہ اور عورتوں سے نکاح ہوسکتا ہے، اگر مہر کےذریعہ تم انہیں نکاح میں لینا چاہتے ہو، مقصد عفت وعصمت کی حفاظت ہو، آزاد شہوت رانی نہیں، جن سے تم ازدواجی زندگی کا لطف حاصل کرو، انہیں ۔ فرض جانتے ہوئے ۔ مہر ادا کرو، مہر کے تعین کے بعد آپس کی رضامندی سے تم جو طے کرلو، اس پر کوئی مواخذہ نہیں، بے شک اللہ بڑا علم والا، اور حکمت والا ہے)۔

۶۔ چھٹی صورت اور سبب ششم:

چھٹی صورت جس کو دوستوں کا نکاح بھی کہتےہیں، وہ یہ ہے کہ کوئی جوان لڑکا اور لڑکی زوجیت کے بندھن میں بندھنا چاہتے ہیں تاکہ پاکدامن رہیں، لیکن لڑکا یا لڑکی کے پاس ذاتی رہائش گاہ نہیں ہوتی ہے، اس لئے خاتون باری، رہائش گاہ اور نان ونفقہ کے اپنے حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے، اور یہ طے ہوجاتا ہے کہ دونوں جب چاہینگے خاتون کے والدین کے گھر میں یا ہوٹل وغیرہ جہاں دونوں کی مرضی ہو مل لینگے۔

یہ نکاح بھی عام طور سے دونوں خاندان کی رضامندی سے ہوتا ہے، اور نکاح کے سارے ارکان وشرائط کا جامع ہوتا ہے، البتہ مقصد دونوں کو جنسی انارکی سے بچانا اور پاکدامن رکھنا ہوتا ہے، اس لئے یہ نکاح بھی جائز ہے، لیکن بہتر نہیں ہے؛ کیونکہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ نان ونفقہ کی قدرت حاصل کرے اور رہائش گاہ کی فراہمی کو یقینی بنائے، نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے: ‘‘یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج، ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم، فإنہ لہ وجاء’’ (صحیح البخاری: کتاب النکاح، باب قول النبیﷺ من استطاع ...، حدیث نمبر: ۵۰۶۵، وباب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، حدیث نمبر: ۵۰۶۶) (اے گروہ نوجوانان! تم میں سے جسے نان ونفقہ کی قدرت ہو وہ شادی کرلے، اور جسے قدرت نہ ہو وہ مسلسل روزہ رکھے؛ کیونکہ اس سے اس کی شہوت ٹوٹ جائے گی)۔

۷۔ ساتویں صورت اور سبب ہفتم:

مرد اور عورت پاکدامن رہنے کے لئے نکاح کرتے ہیں، اور عقد نکاح اپنے تمام ارکان وشرائط کا جامع ہوتا ہے، البتہ عاقدین میں سے کوئی ایک یہ شرط لگاتا ہے کہ اگر عورت کو بچہ پیدا ہو تو ان دونوں کے درمیان نکاح باقی نہیں رہے گا، یا شوہر عورت کو طلاق دے دے گا، یہ نکاح باطل ہے؛ کیونکہ یہ نکاح متعہ ہے، اس لئے کہ بچہ کی پیدائش کی نامعلوم مدت کے ساتھ محدد ہے، اور متعہ کی حرمت پر تمام علماء اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، اس وجہ سے کہ اس کا مقصد شہوت رانی، نفس پرستی اور عیاشی ہے اور نکاح کی ذمہ داریوں سے آزاد رہنا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘والذین ہم لفروجہم حافظون إلا علی أزواجہم أو ما ملکت أیمانہم فإنہم غیر ملومین’’ (المؤمنون: ۶) (اور جواپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، ان کی بیویاں اور باندیوں اس پابندی سے مستثنی ہیں (ان کے ساتھ زن وشوہر کے تعلقات میں) ان پر کوئی ملامت نہیں)۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ‘‘نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر’’ (صحیح البخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث نمبر: ۴۲۱۶، کتاب الذبائح والصید، باب لحوم الحمر الانسیۃ، حدیث نمبر: ۱۴۰۷) خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا)۔

۸۔ آٹھویں صورت اور سبب ہشتم:

عورت اور مرد کے درمیان زبانی معاہدہ ہوجائے اور ارکان وشرائط کے ساتھ باضابطہ عقد انجام نہ دیا جائے، تو یہ کھلا ہوا زنا اور صریح بدکاری ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''البغایا اللاتی ینکحن أنفسہن بغیر بینۃ'' (سنن ترمذی: کتاب النکاح، باب ما جاء لا نکاح إلا ببینۃ، حدیث نمبر: ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، بعض ناقدین نے اسے موقوف قرار دیا ہے، اور موقوفاً یہ صحیح سند سے ثابت ہے، دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ۴۵۸،۳، حدیث نمبر: ۱۵۹۶۷، لیکن یہ موقوف بھی حکمی اعتبار سے مرفوع ہے، جبکہ علامہ ابن الجوزیؒ نے مرفوع کو بھی صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: ابن الجوزی: التحقیق فی احادیث الخلاف ۲۶۸،۲، ط: ۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ، ع۔أ۔: ۲) (زنا کار خواتین وہ ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح کرتی ہیں)۔

۹۔ نویں صورت اور سبب نہم:

نویں صورت یہ ہے کہ باضابطہ ارکان وشرائط کے ساتھ نکاح کیا جائے، لیکن یہ نکاح چند دن کے لئے ہو، اور عورت کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جائے کہ نان ونفقہ اور رہائش گاہ کو ساقط کرنا اس پر لازم ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے عقد نکاح کا سبب ومحرک نفس پرستی اور عیاشی ہے، لہٰذا یہ حرام ہے؛ کیونکہ یہ چند دن کے لئے ہونے کی وجہ سے متعہ ہے، اور نان ونفقہ اور رہائش گاہ عورت کا حق ہے، جس کے سلسلہ میں اسے دھوکہ دیاگیا ہے، جبکہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من غشنا فلیس منا'' (صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب قول النبیﷺ، حدیث نمبر: ۱۰۱، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۴۹۰۵)(جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)۔

۱۰۔ دسویں صورت اور سبب دہم:

دسویں صورت یہ ہے کہ نکاح ہمیشہ کے لئے ہو، تمام ارکان وشرائط کا جامع ہو اور بیوی کو معلوم ہو کہ نان ونفقہ اور رہائش گاہ اس کا حق ہے اور ان سے دستبردار ہونا اس پر لازم نہیں ہے، تو یہ نکاح درست ہے۔ عام طور سے اس نکاح کا مقصد بھی وہی ہے جو عام صحیح نکاح کا ہوتا ہے کہ میاں بیوی خاندانی استحکام چاہتے ہیں، توالد وتناسل کے فطری سلسلہ کو جاری رکھنا چاہتےہیں، اور پاکدامن وعفیف رہنا چاہتے ہیں۔

سوال نمبر ۳ کا جواب:

نکاح مسیار میں ولی کو حق اعتراض ہوگا یا نہیں؟

ولی کے بغیر حنفیہ کے نزدیک نکاح ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر خفیہ طور پر نکاح کیا جائے، یعنی گواہوں کو یہ ہدایت کی جائے کہ اس عقدِ نکاح کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا جائے، یا بعض لوگوں سے مخفی رکھا جائے تو یہ نکاح ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صحیح ہے،

جبکہ مالکیہ کے نزدیک فاسد ہے، امام محمد بن الحسن شیبانیؒ (۱۸۹ھ۸۰۴ء) تحریر فرماتےہیں: ‘‘قال أبو حنيفة: نكاح السر جائز إذا شهد عليه العدول، وإن استكتموا ذلك، وقال أهل المدينة: لا يجوز نكاح السر، وإن شهد عليه العدول، إذا استكتموا ذلك’’ (شیبانی: الحجة على أهل المدينه ۲۲۲٫۳، بیروت، عالم الکتب، ۱۴۰۳ھ، تحقیق: مہدی حسن کیلانی قادری، ع۔أ۔ : ۴) (امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: خفیہ طور پر کیا ہوا نکاح جائز ہے، جبکہ عادل گواہ اس کے گواہ ہوں، اگرچہ ان سے نکاح چھپائے رکھنے کو کہا گیا ہو، اور اہل مدینہ کہتےہیں کہ خفیہ طور سے کیا ہوا نکاح جائز نہیں ہے، خواہ عادل گواہ اس کے گواہ ہوں، جبکہ ان کے نکاح کو خفیہ رکھنے کو کہا گیا ہو)۔

اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفیؒ (۵۸۷ھ۱۱۹۱ء) تحریر فرماتے ہیں: ‘‘نكاح السر ما لم يحضره شاهدان، فأما ما حضره شاهدان فهو نكاح علانية لا نكاح سر؛ إذ السر إذا جاوز اثنين خرج من أن يكون سراً، قال الشاعر: وسرك ما كان عند امرئ وسر الثلاثة غير الخفى’’ (کاسانی: بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل: الشہادۃ ۲۵۳٫۲، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء، ع۔أ۔: ۷) (خفیہ نکاح وہ ہے جس میں دو گواہ موجود نہ ہوں، بہرحال جس میں دو گواہ موجود ہوں تو وہ علانیہ (آشکارا، کھلم کھلا) نکاح ہے، اور خفیہ نکاح نہیں ہے؛ کیونکہ راز دو آدمی سے تجاوز کرجائے تو وہ راز ہونے سے نکل جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے: تیرا راز وہ ہے جو ایک آدمی کے پاس ہو اور تین آدمی کے پاس راز پوشیدہ نہیں رہتا ہے)۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی مقدسیؒ (۶۲۰ھ۱۲۲۳ء) رقمطراز ہیں: ‘‘فإن عقده بولى وشاهدين فأسروه، أو تواصوا بكتمانه كره ذلك، وصح النكاح، وبه يقول أبوحنيفة والشافعى وابن المنذر’’ (ابن قدامہ: المغنی، کتاب النکاح، فصل: عقد النکاح بولی وشاہدین ۴۲۸٫۷، ط: ۱، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، ع۔أ۔: ۱۰) (اگر عقد نکاح ولی اور دو گواہ کے ساتھ کرے اور اسے پوشیدہ رکھے، یا اسے ایک دوسرے کو پوشیدہ رکھنے کی تلقین کریں تو یہ مکروہ ہے اور نکاح صحیح ہے، اور اسی کے قائل ابوحنیفہ، شافعی اور ابن المنذر ہیں)۔

نامور شافعی فقیہ علامہ محمد شربینی خطیب شافعیؒ (۹۷۷ھ۱۵۷۰ء) تحریر فرماتےہیں: ‘‘ولا يصح عقد النكاح إلا بولى أو مأذونه ... وحضور شاهدى عدل’’ (شربینی: الاقناع فی حل ألفاظ أبی شجاع، کتاب النکاح، فصل فی أرکان النکاح ۴۰۸٫۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۵ھ، ع۔أ۔: ۲) (عقد نکاح ولی یا اس کی طرف سے اجازت یافتہ شخص کے ساتھ اور دو عادل گواہ کی موجودگی ہی میں درست ہے)۔ لہذا حنفیہ کے مسلک کے مطابق اگر عاقلہ بالغہ خاتون نے دو گواہوں کی موجودگی میں ہمسر شخص سے نکاح مسیار کرلیا، یعنی نان ونفقہ اور رہائش گاہ وغیرہ اپنے حقوق سے دستبردار ہوگئی اور نکاح کو خفیہ رکھا، تو یہ نکاح درست ہے اور ولی کو حق اعتراض حاصل نہیں ہوگا، عام طور سے

مالدار گھرانے لڑکیوں کے جذبات کی قدر نہیں کرتے ہیں، اپنی انا اور ظاہری شان وشوکت کے لئے اپنی لڑکیوں کو بٹھائے رکھتے ہیں، سوچتے ہیں کہ ان کے پاس دولت کی فراوانی ہے، بہترین رہائش گاہ ہے اور ہر طرح کی سہولیات حاصل ہیں، لہذا ان کی بچیوں کو کوئی تکلیف نہیں ہے، وہ راحت وآرام میں ہیں، وہ یہ نہیں خیال کرتے ہیں کہ ان کی فطری اعتبار سے کوئی اور بھی خواہش ہے، جس کا وہ اظہار نہیں کرپارہی ہیں۔

علامہ ابن نجیمؒ (۹۷۰ھ۱۵۶۳ء) سپرد قرطاس فرماتے ہیں: ''نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولی، لأنها تصرفت فی خالص حقها، وهی من أهله لكونها عاقلة بالغة ..... وأطلقها فشمل البكر والثيب، وأطلق فشمل الكفء وغيره، وهذا ظاهر الروايةعن أبی حنيفة وصاحبيه، لكن للولی الاعتراض فی غيرالكفء ..... وروی الحسن عن الإمام أنه إن كان الزوج كفئا نفذ نكاحها، وإلا فلم ينعقد أصلاً، وفی المعراج معزيا إلى قاضيخان وغيره: والمختار فی زماننا رواية الحسن، وفی الكافی والذخيرة: وبقوله أخذ كثير من المشائخ؛ لأنه ليس كل قاص يعدل، ولا كلّ ولیّ يحسن المرافعة'' (ابن نجيم، البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء ۳،۱۱۷-۱۱۸، بيروت، دار المعرفه) (بغیر ولی کے آزاد عاقلہ بالغہ کا نکاح نافذ ہوجاتاہے، اس لئے کہ اس نے اپنے خالص حق میں تصرف کیا ہے، اور عورت اس تصرف کی اہلیت رکھتی ہے، اس لئے کہ وہ عاقلہ بالغہ ہے .....اور مصنف نے ''عاقلہ بالغہ '' کو مطلق رکھا ہے، لہذا یہ کنواری اور شوہر دیدہ دونوں کو شامل ہے، اور جس کے ساتھ نکاح کیا اسے بھی مطلق رکھا ہے اس وجہ سے یہ ہمسر اور غیر ہمسر دونوں کو شامل ہے، اور امام ابوحنیفہ اور صاحبین سے یہی ظاہر الروایہ ہے، لیکن غیر ہمسر میں ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا .....اور حسن بن زیادؒ نے امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ اگر شوہر ہمسر ہو تو نکاح نافذ ہوجائے گا، ورنہ باطل نکاح منعقد نہ ہوگا، اور ''معراج '' میں قاضی خاں وغیرہ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ہمارے زمانہ میں حسن کی روایت مختار ہے، اور ''کافی '' اور ''ذخیرہ '' میں ہے کہ بہت سے مشائخ نے انہی کے قول کو لیا ہے، اس لئے کہ ہرقاضی عادل نہیں ہوتا ہے اور ہرولی عدالت میں بہتر طریقہ سے مقدمہ لے جانے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے)۔

البتہ خلیجی ممالک میں چونکہ حنبلی مسلک کی پیروی کرتے ہیں، لہذا وہاں بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوگا، لیکن ولی اور دوگواہ کی موجودگی میں نکاح کیا جائے اور اسے خفیہ رکھا جائے تو وہاں بھی یہ نکاح صحیح ہے۔

خلیجی ممالک میں عام طور سے شوہر اپنی پہلی بیوی اور اولاد سے اس نکاح کو مخفی رکھتا ہے تاکہ ان کی طرف سے کوئی مسئلہ نہ کھڑا کیا جائے، اگرچہ بعد میں بات معلوم ہی ہوجاتی ہے۔

سوال نمبر ۴ کا جواب:

کیا مقاصدِ نکاح زواجِ مسیار سے پورے ہوتے ہیں؟

(۱) زواج مسیار اگر گھر بسانے، خاندان کی تعمیر کرنے اور پاکدامن رہنے اور رکھنے کی نیت سے کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اور اس کے ذریعہ سے بہت سی مصلحتیں پوری ہوتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ اس سے کنواری لڑکی کے بلوغ کے بعد عرصہ تک بلاشادی گھر بیٹھے رہنے کے مسئلہ کا حل نکلتا ہے۔

۲۔ اس سے طلاق سے حفاظت رہتی ہے۔

۳۔ اس سے بیوہ اور مطلقہ خواتین پاکدامن رہتی ہیں اور ان کی عزت وآبرو کا تحفظ ہوتا ہے۔

۴۔ یتیم بچے اور بچیوں کی دیکھ بھال ہوتی ہے۔

۵۔ میاں بیوی میں تعاون کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

چونکہ ‘‘نکاح مسیار ’’ میں عقد نکاح کے تمام ارکان وشرائط پائے جاتے ہیں اور خاتون اپنی رضامندی سے نان ونفقہ، رہائش گاہ اور باری کے حق سے دستبردار ہوجاتی ہے، لہذا شرعی اعتبار سے اس میں کوئی قباحت نہیں؛ کیونکہ بعد میں یہ نکاح ظاہر ہی ہوجاتا ہے۔

(۲) ‘‘نکاح مسیار ’’ کا مقصد اگر محض لذت اندوزی ہو، خاندان تعمیر کرنا اور اسے استحکام بخشنا مقصود نہ ہو، بلکہ لذت حاصل کرنے کے بعد طلاق دے دی جاتی ہو، اور اس مقصد شہوت پرستی کے لئے ہر شہر میں بیوی رکھتا ہو، اور یہ نکاح عزت وآبرو کے تحفظ کا ذریعہ بننے کی بجائے انتشار وپراگندگی کا سبب ہوجائے، تو ایسی حالت میں ‘‘مقاصد نکاح ’’ کے منافی ان مفاسد کی وجہ سے یہ نکاح حرام ہے؛ کیونکہ اس کے منفی اثرات نکاح مسیار کرنے والی خاتون پر پڑینگے اور اسے انسیت وراحت اور سکون وچین کی جگہ بے کلی، بے قراری اور بے چینی حاصل ہوگی، خواہ اس صورت میں تمام ارکان وشرائط کے ساتھ باضابطہ نکاح کیا جائے۔

سوال نمبر ۵ کا جواب:

الف: نکاح مسیار سے متعلق علماء ہند کی آراء:

۱۔ فقیہ عصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں: ‘‘جیسے ہندوستان میں لڑکی والوں سے جہیز لینے کی قبیح رسم پڑی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ہوتی ہے، اسی طرح خلیجی ملکوں میں لڑکی والوں کی طرف سے خطیر مہر اور اشیاء کا مطالبہ ہوتا ہے، اس کی وجہ سے بہت سی لڑکیاں جوانی کی عمر سے آگے بڑھ گئی ہیں اور ازدواجی زندگی سے محروم ہیں، اس

پس منظر میں بعض مرد کبھی عورت سے اس شرط پر نکاح کرتے ہیں کہ ان پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہوگی، نیز وہ پہلی بیوی اور اس دوسری بیوی کے درمیان عدل کا پابند نہیں ہوگا، اگر اس طور پر نکاح کرلیا جائے تو نکاح منعقد ہوجائے گا؛ کیونکہ اگر نکاح کے تقاضے کے خلاف کوئی شرط لگادی جائے تو نکاح کے منعقد ہونے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، نکاح درست ہوجاتا ہے ..... البتہ حنفیہ کے نزدیک اس شرط کا اعتبار نہیں، اگر بعد میں بیوی اپنے شوہر سے نفقہ کا اور دونوں بیویوں کے درمیان مساویہ سلوک کا مطالبہ کرے، تو یہ مطالبہ درست ہوگا اور شوہر پر اس مطالبہ کو پورا کرنا واجب ہوگا .....-

نکاح مسیار کی ایک اور صورت جو عرب نوجوانوں کی نسبت سے ذکر کی جاتی ہے، یہ ہے کہ جو طلبہ یا طالبات اپنے وطن سے دور مغربی ملکوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، یا ملازمت کرتے ہیں اور اپنے خاندان کو اپنے ساتھ رکھنے کے موقف میں نہیں ہوتے ہیں، وہ باہر رہنے کے دوران کسی عورت سے نکاح کی شرائط کو پورا کرتے ہوئےنکاح کرلیتے ہیں اوراکثر گھر والوں سے اس کو خفیہ رکھتے ہیں، نیز ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ جب بیرون ملک کا قیام ختم ہوجائےگا تو طلاق دے دینگے۔

اس صورت میں اگر ایجاب وقبول کے درمیان یہ صراحت نہیں کی گئی کہ یہ نکاح اتنی مدت کے لئے ہے تو نکاح منعقد ہوجائے گا؛ کیونکہ بالغ لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح درست ہونے کے لئے بنیادی طور پر دو باتیں ضروری ہیں، ایک یہ کہ ان کے درمیان حرمت کا رشتہ نہیں ہو۔ دوسرے: دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو، یہاں یہ دونوں شرطیں پائی جارہی ہیں، البتہ رشتۂ نکاح ایک دائمی رشتہ ہے؛ اس لئے نکاح اسی ارادہ سے کرنا چاہئے کہ اسے برقرار رکھنا ہے، اب اگر اتفاق سے کوئی ایسا عذر پیش آجائے کہ رشتے کو برقرار نہیں رکھا جاسکے تو -ان شاء اللہ- وہ گنہگار نہیں ہونگے، لیکن اگر شروع ہی سے دل میں اس طرح کا ارادہ ہو، تو یہ کراہت سے خالی نہیں" (دیکھئے: رحمانی، خالد سیف اللہ: جدید فقہی مسائل ۲،۴۰-۴۱، دیوبند، کتب خانہ نعیمیہ، ۱۴۴۱ھ ۲۰۲۰ء)۔

ب: نکاح مسیار سے متعلق ممتاز علماء عرب کی آراء:

نکاح مسیار سے متعلق ممتاز عرب علماء کی آراء درج ذیل ہیں:

۱۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی مدظلہ کی رائے:

ہمارے شیخ ڈاکٹر یوسف قرضاوی حفظہ اللہ تعالی کے نزدیک ''نکاح مسیار'' مشروع وجائز نکاح ہے، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں: ''فہذا الزواج إذن یتم بعقد، وشہود، ولکنہ یعفی الزوج من أمور منہا: إعفاؤہ من النفقۃ الزوجیۃ، والسکن الشرعی، والقسمۃ العادلۃ بینہا وبین غیرہا من نسائہ، فالزوجۃ تتنازل عن ہذہ الأمور بإرادتہا مقابل حل مشکلتہا الشخصیۃ، وأحیاناً تتنازل عن حقہا فی المبیت دون النفقۃ، فہی بکامل حریتہا واختیارہا تنازلت عن

بعض حقوقہا" (ڈاکٹر قرضاوی، یوسف: حول زواج المسیار، مجلۃ المجتمع الکویتیہ، شمارہ: ۱۳۰۱، ۲۶؍۵؍۱۹۷۷ء، ص: ۳۱، نیز قرضاوی: مقالات ولقاءات الانترنیت، ص: ۳.۲) (یہ شادی عقد نکاح اور گواہوں کے ذریعہ تکمیل پاتی ہے، لیکن چند چیزوں سے شوہر کو سبکدوش کردیا جاتا ہے، انہی میں سے بیوی کے نان ونفقہ، شرعی رہائش گاہ اور اس کے اور اپنی دیگر بیویوں کے درمیان عادلانہ باری مقرر کرنے سے سبکدوشی ہے، چنانچہ اپنے ذاتی مسئلہ کے حل کے بدلہ بیوی اپنے ارادہ سے ان چیزوں سے دستبردار ہوجاتی ہے اور کبھی شب باشی کے اپنے حق سے دستبردار ہوجاتی ہے، نان ونفقہ سے دستبردار نہیں ہوتی ہے، سو بیوی اپنے پورے اختیار اور آزادی سے اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوئی)۔

۲۔ ڈاکٹر عبد اللہ فقیہ کی رائے:

ڈاکٹر عبد اللہ فقیہ تحریر فرماتے ہیں:

‘‘زواج المسیار لہ صورتان:

الأولی أن یتم عقد الزواج بین الزوجین مستوفیاً جمیع الأرکان والشروط المطلوبۃ فی العقد من وجود المہر والولی وشاہدی عدل، إلا أن الزوج یشترط فی العقد إسقاط النفقۃ أو المسکن، بحیث تسکن ہی فی مسکنہا، ویأتی الزوج إلیہا فی مسکن مخصص لہا، فیکون الزوج غیر مکلف بالسکنی والنفقۃ علیہا، ہذہ صورۃ۔

والصورۃ الأخری ألا یشترط الزوج إسقاط النفقۃ، لکن یشترط عدم الالتزام بالقسم فی المبیت، وہو الأکثر؛ لأن الحامل علی مثل ہذا الزواج ہو رغبۃ الزوج فی إخفاء أمر ہذا الزواج عن أہلہ وأولادہ، درءاً للمشاکل المحتملۃ منہم إذا علموا بذلک، والأول قد یکون الحامل علیہ رغبۃ الزوجۃ التی لم یتیسر لہا زوج ترضی بہ، فی أن ترزق بذریۃ، وأن تحمی نفسہا من الوقوع فی الحرام، فإذا کان ما ذکر ہو زواج المسیار، فہو عقد صحیح، ولا یعکر علیہ إسقاط أحد الزوجین بعض حقوقہ، إذا کان فعل ذلک راضیاً مختارا، مقدما مصلحۃ أعلی بالنسبۃ لہ، سواء کان ذلک أثناء العقد أو بعد تمامہ.....وکان الحسن البصری لا یری بأسا فی الشرط فی النکاح إذا کان علانیۃ، وہذا النوع من الزواج ۔ زواج المسیار۔ فیہ مصالح، من حفظ الأعراض وقطع أسباب الفساد، خاصۃ من جہۃ النساء التی لا تتیسر لہن أسباب الزواج، وہن کثیرات۔

کما أنہ لا یسلم من مؤاخذات، خاصۃ بعد وفاۃ الزوج من المشاحۃ والمشاحنۃ فی الحقوق والإرث، ولہذا منعہ بعض أہل العلم، والأظہر ۔ واللہ أعلم۔ جوازہ؛ لأنہ لا دلیل علی منعہ بعد استیفائہ أرکان وشروط النکاح الصحیح۔

وقد یظن البعض أن زواج المسیار زواج مؤقت بوقت، ولیس کذلک، بل لو وقت بوقت محدد کان باطلاً؛ لأنہ والحالۃ ہذہ یکون متعۃ’’ (فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ، باشراف: د۔ عبد اللہ الفقیہ، رقم الفتوی: ۳۳۲۹، تاریخ الفتوی: ۱۵؍شوال ۱۴۲۱ھ)۔

(‘‘زواج مسیار ’’ کی دو صورتیں ہیں: (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ عورت ومرد کے

درمیان عقد میں مطلوب تمام ارکان وشرائط کو پورا کرتے ہوئے عقد نکاح کی تکمیل ہو، یعنی، مہر، ولی اور دو عادل گواہ موجود ہوں، مگر شوہر عقد کے اندر نفقہ یا رہائش گاہ ساقط کرنے کی شرط لگاتا ہے، اس طرح عورت اپنے مسکن میں ہی رہے گی اور شوہر اس کی مخصوص رہائش گاہ میں اس کے پاس آئے گا، چنانچہ شوہر اس کے نان ونفقہ اور رہائش گاہ کا پابند نہیں ہوگا۔ یہ نکاح مسیار کی ایک صورت ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہےکہ شوہر نان ونفقہ ساقط کرنے کی شرط نہ لگائے، لیکن رات گزارنے میں باری مقرر کرنے کی پابندی نہ کرنے کی شرط لگاتا ہے،اور یہ صورت زیادہ پیش آتی ہے، اس لئے کہ اس طرح کے نکاح کا محرک شوہر کی یہ رغبت ہوتی ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد سے اس نکاح کے معاملہ کو پوشیدہ رکھے، تاکہ ان کے علم کی صورت میں ان کی طرف سے پیش آنے والی دشواریوں کا ازالہ ہو، جبکہ پہلی صورت کے ‘‘نکاح مسیار ’’ کا محرک اپنے پسندیدہ شوہر کے میسر نہ ہونے کی وجہ سے بیوی کی یہ رغبت ہوسکتی ہے کہ اسے اولاد حاصل ہو اور خود کو حرام میں مبتلا ہونے سے بچائے۔ اگر ذکر کردہ تفصیل ہی ‘‘زواج مسیار ’’ کی حقیقت ہے تو یہ عقد صحیح ہے، اور میاں بیوی میں سے کسی کے اپنے بعض حقوق ساقط کرنے سے اس پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، جبکہ اس نے اپنی رضامندی، اختیار اور اپنے لحاظ سے بلند ترین مصلحت کو مقدم رکھتے ہوئے ایسا کیا ہو، خواہ یہ عقد کے درمیان میں ہو یا عقد کی تکمیل کے بعد ہو ....۔ اور حسن بصریؒ نکاح میں شرط لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جبکہ علانیہ ہو۔ اور نکاح کی اس قسم یعنی ‘‘نکاح مسیار ’’ میں چند مصلحتیں ہیں، اس کے ذریعہ عزت وآبرو کا تحفظ ہوتا ہے اور اسباب فساد کا خاتمہ ہوتا ہے، خاص طور سے ان عورتوں کی طرف سے پائے جانے والے اسباب کا خاتمہ ہوتا ہے جن کو نکاح کے وسائل میسر نہیں ہوتے ہیں، اور ایسی خواتین بہت ہیں ۔ ساتھ ہی ‘‘نکاح مسیار ’’ میں کچھ قابل گرفت امور بھی ہیں، خاص طور سے یہ قابل گرفت امور شوہر کی وفات کے بعد ظاہر ہوتے ہیں، مثلاً: ورثہ کے درمیان حقوق ومیراث کے سلسلہ میں دشمنی، لڑائی جھگڑے اور کینہ کپٹ، اسی وجہ سے بعض اہل علم نے ‘‘نکاح مسیار ’’ کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے، لیکن راجح ۔ اللہ تعالی کا زیادہ علم ہے ۔ اس کا جائز ہونا ہے؛ کیونکہ نکاح صحیح کے ارکان وشرائط کا جامع ہونے کے بعد اس کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کو یہ گمان ہو کہ نکاح مسیار وقتی نکاح ہے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے، البتہ اگر اس نکاح کو متعینہ وقت کے ساتھ محدد کردیا جائے تو یہ نکاح باطل ہوگا؛ کیونکہ اس حالت میں یہ متعہ ہوگا)۔

۳۔ علامہ شیخ محمد صالح منجد کی رائے:

علامہ شیخ محمد صالح منجد تحریر فرماتےہیں:

‘‘شرع الله الزواج لأهداف متعددة، منها تكاثر النسل والحفاظ على النوع الإنسانى وإنجاب الذرية، ومنها تحقيق العفاف، وصون الإنسان عن التورط فى الفواحش والمحرمات، ومنها التعاون بين الرجل والمرأة على شؤون العيش وظروف الحياة والموانسة، ومنها إيجاد الود والسكينة والطمأنية بين الزوجين، ومنها تربيتة الأولاد تربية قويمة فى مظلة من الحنان والعطف.

وفى السنوات الأخيرة ظهر ما يسميه الناس: ‘‘زواج المسيار ’’ وهذه التسمية جاءت فى كلام العامة، تمييزاله عما تعارف عليه الناس فى الزواج العادى؛ لأن الرجل فى هذا الزواج يسير إلى زوجته فى أوقات متفرقة ولا يستقر عندها، صورته المعروفة:

هو زواج مستوفى الشروط والأركان، ولكن تتنازل الزوجة عن بعض حقوقها الشرعية باختيارها ورضاها مثل النفقة والمبيت عندها، الأسباب التى أدت إلى ظهور هذا النوع من الزواج:

١. كثرة عدد العوانس والمطلقات والأرامل وصواحب الظروف الخاصة.

٢. رفض كثير من الزوجات لفكرة التعدد، فيضطر الزوج إلى هذه الطريقة حتى لا تعلم زوجته الأولى بزواجه.

٣. رغبة بعض الرجال فى الإعفاف والحصول على المتعة الحلال مع ما يتوافق وظروفهم الخاصة.

٤. تهرب البعض من مسؤوليات الزواج وتكاليفه، ويتضح ذلك فى أن نسبة كبيرة ممن يبحث عن هذا الزواج هم من الشباب صغار السن.

وينبغى أن يعلم أن هذه الصورة من النكاح ليست هى الصورة المثلى والمطلوبة من الزواج، ولكنها مع ذلك صحيحة إذا توفرت له شروطه وأركانه، من التراضى، ووجود الولى والشهود ....وبهذا أفتى سماحة الشيخ عبد العزيز بن باز.

وذلك لأنه من حق المرأة أن تتنازل عن حقوقها أوبعضها المقررة لها شرعاً، ومنها النفقة والمسكن والقسم فى المبيت ليلاً، وقد ورد فى الصحيحين أن سودة وهبت يومها لعائشة رضى الله عنهما، ولو كان هذا غير جائز شرعاً لما أقره الرسول ﷺ ....

جاء فى قرار مجمع الفقه الاسلامى فى دورته الثامنة عشرة المنعقد بمكة ما يلى:

إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم أو بعض منها، وترضى بأن يأتى الرجل إلى دارها فى أى وقت شاء من ليل أو نهار، ويتنازل ذلك أيضاً إبرام عقد زواج على أن تظل الفتاة فى بيت أهلها ثم يلتقيان متى رغبا فى بيت أهلها أو فى أى مكان آخر، حيث لا يتوفر سكن لهما ولا نفقة.

هذان العقدان وأمثالهما صحيحان إذا توافرت فيهما أركان الزواج وشروطه وخلوه من الموانع، ولكن ذلك خلاف الأولى.

وقد حقق هذا الزواج بعضا من المصالح والمنافع للرجل والمرأة معاً:

تقول بعض المتزوجات بهذه الطريقة:

‘‘ہذا الزواج علی الرغم من کثرۃ التنازلات التی تقدمہا المرأۃ فی سبیل أن تتزوج من إنسان ترضاہ إلا أنہ بالتأکید یوفر لہا بعض الاطمئنان والرضا والحریۃ الشخصیۃ والأمل فی مستقبل متجدد وذریۃ صالحۃ، ولذلک أنا لا أعترض علی ہذا الزواج، وأطالب بنشر التوعیۃ للمجتمع بشأنہ، کی یفہم الناس معناہ وأسبابہ وظروفہ وفوائدہ وأضرارہ’’۔

وأخری تحکی نجاحہا فی ہذا الزواج وتقول: أنا لا أعلم بأکثر من ذلک، وأشکر ربی علی کل النعم التی أنعم بہا علي .....-

ولا ننکر أن ہناک أضراراً قد تحصل بسببہ:

۱۔ قد یتحول الزواج بہذہ الصورۃ إلی سوق للمتعۃ، وینتقل فیہ الرجل من امرأۃ إلی أخری، وکذلک المرأۃ تنتقل من رجل لآخر۔

۲۔ الإخلال بمفہوم الأسرۃ من حیث السکن الکامل والرحمۃ والمودۃ بین الزوجین۔

۳۔ قد تشعر المرأۃ فیہ بعدم قوامۃ الرجل علیہا مما یؤدی إلی سلوکہا سلوکیات سیئۃ تضر بنفسہا وبالمجتمع۔

۴۔ عدم إحکام تربیۃ الأولاد وتنشئتہم تنشئۃ سویۃ متکاملۃ، مما یؤخر سلبا علی تکوین شخصیتہم۔

فلہذا الأضرار المحتملۃ فہذہ الصورۃ من صور النکاح لیست ہی الصورۃ المثلی المطلوبۃ، ولکنہا تبقی مقبولۃ فی بعض الحالات من أصحاب الظروف الخاصۃ’’ (موقع الاسلام: سؤال وجواب، باشراف الشیخ محمد صالح المنجد، النسخۃ المنسوخۃ من الانترنیت ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء، ۶؍۳۵۴)۔

(اللہ تعالی نے متعدد مقاصد کے تحت نکاح کو مشروع قرار دیا ہے، وہ مقاصد اس طرح ہیں: اولاد کی کثرت، نسل انسانی کا تحفظ، صاحب اولاد ہونا، پاکدامن رہنا اور رکھنا، حرام کاریوں اور بدکاریوں میں مبتلا ہونے سے انسان کو بچانا، زندگی کے معاملات اور حالات کے سلسلہ میں مرد اور عورت کے درمیان تعاون، انسیت ودل بستگی، میاں بیوی کے درمیان سکون واطمینان اور الفت ومحبت کی فراہمی اور شفقت ومرحمت کے سایہ میں اولاد کی درست تربیت ..... پچھلے چند سالوں میں نکاح کی ایک صورت ظاہر ہوئی ہے جسے لوگ ‘‘نکاح مسیار ’’ کہتے ہیں، اور یہ نام عام لوگوں کے کلام میں آیا ہے، تاکہ نکاح کی یہ صورت عام نکاح میں لوگوں کے عرف سے ممتاز رہے؛ کیونکہ مرد اس نکاح میں اپنی بیوی کے پاس مختلف اوقات میں جاتا ہے، اور اس کے پاس قرار پذیر نہیں ہوتا ہے۔

‘‘نکاح مسیار’’ کی معروف صورت یہ ہے کہ یہ نکاح کے تمام شرائط اور ارکان کا جامع ہوتا ہے، لیکن بیوی اپنے اختیار ورضامندی سے اپنے بعض شرعی حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے، جیسے: نفقہ اور عورت کے پاس شب باشی کا حق۔

اس قسم کے نکاح کے ظہور کے اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ بلوغ کے بعد عرصہ تک بلا شادی گھر بیٹھے رہنے والی کنواری لڑکیوں، مطلقہ اور بیوہ خواتین اور مخصوص حالات رکھنے والی عورتوں کی کثرت۔

۲۔ بہت سی بیویوں کا چند زنی، یعنی تعدد ازواج کے خیال کو مسترد کردینا، چنانچہ شوہر اس طریقہ پر مجبور ہوجاتا ہے تاکہ اس کی پہلی بیوی اس کے (دوسرے) نکاح کے بارے میں نہ جانے۔

۳۔ بعض مرد کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے مخصوص حالات کے مطابق خاتون کو پاکدامن رکھیں اور حلال لذت حاصل کریں۔

۴۔ بعض اشخاص شادی کی ذمہ داریوں اور اخراجات سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں، یہ اس سے واضح ہے کہ اس ''نکاح مسیار '' کو تلاش کرنے والوں میں بڑا تناسب کم عمر جوانوں کا ہے۔

یہ جاننا مناسب ہے کہ نکاح کی یہ صورت نکاح کی مطلوبہ اور معیاری صورت نہیں ہے، پھر بھی یہ نکاح درست ہے جبکہ اس کے شرائط وارکان موجود ہوں، یعنی باہمی رضامندی پائی جائے اور ولی وگواہ موجود ہوں .....حضرت مولانا عبد العزیز بن بازؒ کا یہی فتوی ہے۔ یہ نکاح درست اس وجہ سے ہے کہ عورت کو حق ہے کہ اپنے کل یا بعض شرعی حقوق سے دستبردار ہوجائے، جیسے: نان ونفقہ، رہائش گاہ اور رات گزارنے کے سلسلہ میں باری مقرر کرنے کا حق ۔ صحیح بخاری ومسلم میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردیا تھا، اگر یہ ناجائز ہوتا توآپﷺ اس کو برقرار نہیں رکھتے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کے مکہ میں منعقد اٹھارہویں اجلاس میں پاس شدہ تجویز درج ذیل ہے:

ایسا عقد نکاح کرنا جس میں عورت رہائش گاہ، نان ونفقہ اور باری سے یا ان میں سے بعض حقوق سے دستبردار ہوجائے، اور اس بات پر راضی ہوجائے کہ مرد اس کے گھر دن یا رات جس وقت چاہے آئے، اسی طرح اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا کہ دوشیزہ اپنے میکہ ہی میں رہے گی اور میاں بیوی کی جب خواہش ہوگی دونوں میکہ کے گھر میں یا کسی دوسری جگہ مل لینگے؛ کیونکہ دونوں کو ذاتی مسکن اور نان ونفقہ میسر نہیں ہوتے ہیں۔

یہ دونوں عقد نکاح اور اس طرح کے دوسرے عقد نکاح درست ہیں، جبکہ ان کے اندر نکاح کے ارکان وشرائط موجود ہوں اور عقد نکاح موانع اور رکاوٹ پیدا کرنے والی چیزوں سے خالی ہو، لیکن یہ نکاح خلافِ اولی ہے۔ اس نکاح نے مرد وعورت دونوں کے لئے بعض مصالح اور منافع کو وجود بخشا ہے۔ اس طریقہ سے نکاح کرنے والی بعض خواتین کہتی ہیں: ''اپنے پسندیدہ شخص سے نکاح کرنے کی راہ میں اس نکاح کے

اندر اگرچہ خاتون اپنے بہت سے حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے، مگر یقینی طور سے اسے بعض اطمینان وسکون، خوشی، شخصی آزادی، نیک اولاد اور نئے مستقبل کی امید ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے میں اس نکاح پر اعتراض نہیں کرتی ہوں اور میرا مطالبہ ہے کہ اس سلسلہ میں سماج کے اندر شعور بیدار کیا جائے، تاکہ لوگ اس کے مفہوم، اسباب، احوال اور فوائد ونقصانات سمجھ سکیں''۔

ایک دوسری عورت اس نکاح میں اپنی کامیابی کو بیان کرتے ہوئے کہتی ہے: ''میں اس سے زیادہ کا خواب نہیں دیکھتی ہوں، اور ان تمام نعمتوں پر میں اپنے رب کا شکر ادا کرتی ہوں، جن سے اس نے مجھے نوازا ہے '' .....۔

ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ ''نکاح مسیار'' کی وجہ درج ذیل نقصانات ہوسکتے ہیں:

۱۔ اس صورت کے ساتھ نکاح لطف ولذت اندوزی کے بازار میں تبدیل ہوسکتا ہے، جس میں مرد ایک عورت سے دوسری عورت کی طرف منتقل ہوتا رہے گا، اور ایسے ہی عورت ایک مرد سے دوسرے مرد کی طرف منتقل ہوتی رہے گی۔

۲۔ اس نکاح سے میاں بیوی کے درمیان مکمل سکون اور محبت والفت کے لحاظ سے خاندان کے مفہوم میں خلل پڑے گا۔

۳۔ کبھی عورت کو یہ احساس ہوسکتا ہے کہ جو اس کی بدکرداری اور غلط رویہ کا سبب ہوسکتا ہے، جس کا نقصان خود اس کو اور معاشرہ کو ہوگا۔

۴۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ اس نکاح کی صورت میں پختہ، کامل اور درست طریقہ پر اولاد کی تربیت نہ ہوسکے، جس سے ان کی شخصیت سازی پر منفی اثر پڑے۔

ان امکانی نقصانات کی وجہ سے ''نکاح مسیار '' کی یہ صورت مطلوبہ اور معیاری صورت نہیں ہے، لیکن مخصوص حالات والے کے لئے بعض حالتوں میں نکاح کی یہ صورت مقبول رہے گی)۔

۴۔ علامہ فقیہ محمد بن صالح عثیمینؒ کی رائے:

علامہ ابن عثیمینؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ''نکاح مسیار '' کے جائز ہونے کا فتوی دیا تھا، پھر آپ نے توقف اختیار کیا،توقف کے کیا اسباب ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: ''ظہر لنا حصول بعض المفاسد التی تنافی مقصود النکاح، وأن الحامل لہ۔ واللہ أعلم ۔ ہو مجرد المتعۃ التی تنتہی بالطلاق'' (ڈاکٹر احمد بن عبد الرحمن قاضی، ثمرات التدوین من مسائل ابن عثیمین ۱۰۹،۱، مسئلہ نمبر: ۴۵۲، ۷،۱۴، ۱۴۱۷ھ) (ہمارے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی کہ ''نکاح مسیار '' نکاح کے مقصد کے منافی بعض مفاسد پیدا ہونے کا سبب ہے، اور اس کا محرک - اور اللہ تعالی کو زیادہ علم ہے- محض لطف اندوزی ہے جو طلاق سے ختم ہوجائے گی)۔

حاصل یہ کہ ممتاز عرب علماء کی اکثریت ''نکاح مسیار '' کو جائز قرار دیتی ہے،

جبکہ بعض حضرات اسے حرام قرار دیتے ہیں۔

چند علماء ایسے بھی ہیں جو اس سلسلہ میں توقف کرتے ہیں۔

ج: نکاح مسیار سے متعلق مسلم حکومتوں کے کسی نظام وقانون کا مجھے علم نہیں ہے، البتہ شارجہ میں فیملی کورٹ نکاح وطلاق کے معاملات دیکھتی ہے۔

سوال نمبر ۶ کا جواب:

۱۔ زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت:

شرعی نکاح کی دیگر صورتوں کی طرح ‘‘نکاح مسیار ’’ بھی عقد صحیح لازم ہے، لہذا اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے ثابت النسب ہونگے، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘الولد للفراش وللعاہر الحجر’’ (صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب شراء المملوک من الحربی وہبتہ وعتقہ، حدیث نمبر: ۲۲۱۸، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۵۷) (بچہ کا نسب صاحب فراش سے ثابت ہوگا اور زانی کو پتھر یعنی نامرادی ومحرومی ہاتھ آئے گی)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘الولد لصاحب الفراش’’ (صحیح البخاری: کتاب الفرائض، باب الولد للفراش، حرۃ کانت أو أمۃ، حدیث نمبر: ۶۷۵۰، مسند احمد، حدیث نمبر: ۹۳۰۲) (بچہ کا نسب بیوی کے شوہر سے ثابت ہوگا)۔

لہذا ایسے بچوں کو دیگر بچے اور بچیوں کی طرح پورا احترام ملنا چاہئے، سماجی اعتبار سے ان کی وہی عزت ہونی چاہئے جو دیگر بچوں کو دی جاتی ہے۔

۲۔ زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

یہ بات گزر چکی ہے کہ نکاح مسیار ایک درست اور عقد لازم ہے اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچہ کا نسب عورت کے شوہر سے ثابت ہوجاتا ہے، لہذا زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری اس کے باپ پر ہوگی، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف ’’ (بقرہ: ۲۳۳) (اور جس کی اولاد ہے اس کے ذمہ دستور کے مطابق ان کی ماؤں کا خرچہ اور ان کے لباس کا انتظام ہے)۔ اللہ تعالی نے اس آیت میں بچہ کی وجہ سے رضاعت کے زمانہ میں مطلقہ کا نفقہ اس کے باپ پر واجب قرار دیا، تو خود بچہ کا نفقہ اس کے باپ پر بدرجہ اولی واجب ہوگا؛ کیونکہ بچہ کمزور اور محتاج ہوتا ہے اور بچہ سے سب سے زیادہ قریبی تعلق باپ کا ہی ہوتا ہے۔

نیز بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت باپ پر لازم قرار دی گئی ہے، لہذا دودھ چھڑانے کے بعد کا نفقہ بھی باپ پر لازم ہوگا؛ کیونکہ اس کی احتیاج باقی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘فإن أرضعن لکم فآتوہن أجورہن’’ (الطلاق: ۶) (اور وہ تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں

تو ان کو ان کا معاوضہ دو)۔

فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ ہر نابالغ بچہ یا بچی کا نفقہ باپ پر لازم ہے، امام علامہ شمس الدین ابوبکر محمد بن ابی سہل سرخسیؒ (۴۸۳ھ۱۰۹۰ء) تحریر فرماتےہیں:

''ویجبر الرجل علی نفقۃ أولادہ الصغار ....لأن الولد جزء من الأب فتکون نفقتہ علیہ کنفقتہ علی نفسہ، ثم فی ظاہر الروایۃ: ''لا یشارک الأب فی النفقۃ أحد'' (سرخسی: المبسوط، کتاب النکاح، باب النفقۃ ۱۹۵٫۵، ط: ۱، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء، تحقیق: خلیل محی الدین میس) (مرد کو اپنی نابالغ اولاد کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا ....اس لئے کہ بچہ باپ کا جزء ہوتا ہے، لہذا اس کا نفقہ اس پر ہوگا، جیسے خود اس کی ذات کا نفقہ اس کے اوپر لازم ہے، پھر ظاہر الروایہ کے مطابق اولاد کے نفقہ میں باپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوگا)۔

علامہ ابن نجیمؒ رقمطراز ہیں: ''تجب النفقۃ والسکنی والکسوۃ لولدہ الصغیر الفقیر'' (ابن نجیم: البحر الرائق، کتاب النکاح، باب النفقۃ ۲۱۸٫۴، بیروت، دا رالمعرفہ) (اپنے نابالغ محتاج بچہ کا نفقہ، رہائش گاہ اور لباس باپ پر لازم ہے)۔

۳۔ مثبت ومنفی پہلو اور فوائد ونقصانات:

اس کے مثبت پہلو اور فوائد درج ذیل ہیں:

۱۔ بچہ کی خواہش جو ہر عورت کے دل میں ہوتی ہے، اس سے پوری ہوگی۔

۲۔ اس سے عورت کے اندر سے بے شادی شدہ ہونے کا تکلیف دہ خیال نکل جائے گا۔

۳۔ عورت کی حلال جنسی خواہش پوری ہوگی۔

۴۔ مرد کی حلال خواہش پوری ہوگی۔

۵۔ مطلقہ اور بیوہ خواتین کے مسائل حل ہونگے۔

۶۔ یتیم بچے اور بچیوں کی دیکھ بھال ہوگی۔

اس کے منفی پہلو اور نقصانات درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ امکان ہے کہ بچہ کی صحیح تربیت نہ ہوسکے۔

۲۔ مرد کے مرنے کے بعد اس کےشرعی وارثین کے درمیان اختلافات اور جھگڑے ہوں۔

۳۔ مرد کی مکمل سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے اخلاق وکردار پر منفی اثر پڑے۔

سوال نمبر ۷ کا جواب:

بعد میں رشتۂ نکاح ختم کردینے کی نیت سے شادی :

۱۔ جمہور اہل علم:حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے بعد رشتۂ نکاح ختم کردینے کی نیت سے نکاح کرنا ''نکاح موقت '' کے دائرہ میں داخل

نہیں ہے، اور نکاح صحیح ہے؛ کیونکہ وہ سارے ارکان وشرائط کا جامع ہے اور نیت میں تبدیلی ہوسکتی ہے؛ کیونکہ ممکن ہے کہ اسے بیوی سے ایسی محبت ہوجائے کہ اسے الگ کرنا گوارہ نہ کرے۔

علامہ ابن نجیمؒ رقمطراز ہیں: ‘‘وقید بالموقت؛ لأنہ لو تزوجہا علی أن یطلقہا بعد شہر، فإنہ جائز؛ لأن اشتراط القاطع یدلّ علی انعقادہ مؤبداً، وبطل الشرط، کما فی القنیۃ، ولو تزوجہا، وفی نیتہ أن یقعد معہا مدۃ نواہا، فالنکاح صحیح؛ لأن التوقیت إنما یکون باللفظ’’ (ابن نجیم: البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۱۱۶،۳، بیروت، دار المعرفہ) (مصنف نے نکاح کے بطلان کو موقت کے ساتھ مقید کیا ہے، اس لئے کہ اگر اس شرط کے ساتھ نکاح کرے کہ ایک ماہ کے بعد عورت کو طلاق دے دے گا، تو یہ نکاح نافذ ہے؛ کیونکہ رشتۂ نکاح کو ختم کرنے والی چیز کی شرط لگانا اس کے ہمیشہ کے لئے منعقد ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور شرط باطل ہے، جیسا کہ ‘‘قنیہ ’’ میں ہے، اور اگر عورت سے اس نیت کے ساتھ نکاح کرے کہ اس کے ساتھ مخصوص مدت تک رہے گا، جس کی دل میں اس نے نیت کی ہے تو نکاح صحیح ہے، اس وجہ سے کہ مخصوص مدت کے ساتھ محدد کرنا لفظ کے ذریعہ ہوتا ہے)۔

علامہ ابن ہمامؒ تحریر فرماتےہیں:

‘‘أما لو تزوج وفی نیتہ أن یطلقہا بعد مدۃ نواہا، صح’’ (ابن الہمام: فتح القدیر، کتاب النکاح، مبحث المتعۃ والمؤقت ۲۴۹،۳، بیروت، دار الفکر) (بہرحال اگر اس نیت سے نکاح کرے کہ ایک مدت کے بعد اسے طلاق دے دے گا، جس مدت کی اس نے نیت کی، تو نکاح درست ہے)۔

علامہ خرشی محمد بن عبد اللہ مالکیؒ (۱۱۰۱ھ،۱۶۹۰ء) تحریر فرماتےہیں:

‘‘النکاح المؤجل وہو نکاح المتعۃ یفسخ بعد البناء، کما یفسخ قبلہ’’ (خرشی: شرح مختصر خلیل، باب النکاح ۱۹۶،۳، بیروت، دا رالفکر، ع۔أ۔: ۴) (میعادی نکاح اور وہ نکاح متعہ ہے اسے میاں بیوی کے ملنے کے بعد بھی فسخ کیا جائے گا، جس طرح ان کے ملنے سے پہلے فسخ کیا جائے گا)۔

علامہ محمد خطیب شربینی شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں: ‘‘کل ما لو صرح بہ أبطل، إذاأضمر کرہ، ومثلہ: لو تزوجہا بلا شرط وفی عزمہ أن یطلقہا إذا وطئہا’’ (شربینی: مغنی المحتاج، کتاب النکاح، فصل فیما یمنع النکاح ۱۸۳،۳، بیروت، دار الفکر، ع۔أ۔: ۴) (ہر وہ چیز کہ اس کی صراحت کردے تو نکاح باطل ہوجائے، اگر اسے دل میں پوشیدہ رکھے تو نکاح مکروہ ہے، اور اسی مسئلہ کی مانند یہ مسئلہ ہے کہ اگر عورت سے بلاشرط نکاح کرے اور اس کا ارادہ ہوکہ وطی کرنے کے بعد اسے طلاق دے دے گا)۔

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ رقمطراز ہیں:‘‘وإن تزوجہا بغیر شرط، إلا أن فی نیتہ طلاقہا

بعد شہر، أو إذا انقضت حاجتہ فی ہذا البلد، فالنکاح صحیح فی قول عامۃ أہل العلم، إلا الأوزاعی، قال: ہو نکاح متعۃ، والصحیح أنہ لا بأس بہ، ولا تضر نیتہ'' (ابن قدامہ: المغنی، کتاب النکاح، فصل: نکاح المتعۃ ۵۷۱٫۷، ط: ۱، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، ع۔أ۔: ۱۰) (اگر خاتون سے بلاشرط نکاح کرے، البتہ اس کی نیت یہ ہوکہ ایک ماہ کے بعد اسے طلاق دے دے گا، یا اس شہر میں جب اس کی ضرورت پوری ہوجائے گی تو اسے طلاق دے دے گا، تو عام اہل علم کے قول کے مطابق یہ نکاح درست ہے، سوائے امام اوزاعیؒ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح متعہ ہے، اور صحیح یہی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کی نیت نقصان دہ نہیں ہے)۔

۲۔ حنابلہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ طلاق کی نیت سے نکاح باطل ہے، اور یہ نکاح متعہ ہی کی ایک صورت ہے، یہی امام اوزاعی کا قول ہے اور معاصر اہل علم میں سے محمد رشید رضا، ابن عثیمین، صالح لحیدان اور صالح فوزان وغیرہم اسی کی طرف گئے ہیں۔ علامہ علاء الدین ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی دمشقی صالحی حنبلیؒ (۸۸۵ھ۱۴۸۰ء) تحریر فرماتےہیں:

''لو نوی بقلبہ فہو کما لو شرطہ علی الصحیح من المذہب، نص علیہ وعلیہ الأصحاب'' (مرداوی حنبلی: الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف ۱۲۱٫۸، ط: ۱، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۹ھ) (اگر دل میں متعینہ وقت کے لئے نکاح کی نیت کرے، تو یہ مذہب کے صحیح قول کے مطابق متعینہ وقت کی شرط لگانے کی طرح ہے، امام احمدؒ نے اس کی صراحت کی ہے اور فقہاء حنابلہ اسی قول پر ہیں)۔

ترجیح:

حنابلہ کا مذہب راجح معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ ''متعہ '' کی ممانعت اسی وجہ سے ہے کہ وہ وقتی شہوت رانی اور لطف اندوزی ہے اسی طرح طلاق کی نیت یا ضرورت پوری ہونے کے بعد طلاق کی نیت کے ساتھ نکاح بھی وقتی لذت اندوزی ہے، ایسے لوگ حتی الامکان یہی کوشش کرتے ہیں کہ بچہ پیدا نہ ہو، گویا ان کا مقصد ذمہ داریوں سے آزاد ہوکر اپنی شہوت پوری کرنا ہے۔

مغربی ممالک میں مقیم طلبہ کا طلاق کی نیت سے نکاح کرنا:

مغربی ممالک میں مقیم طلبہ کا اس ارادہ سے نکاح کرنا کہ جب تک اس ملک میں ان کا قیام رہے گا، وہ اس رشتہ کو باقی رکھینگے اور جب وہاں سے ہمیشہ کےلئے اپنے وطن کو واپس ہونگے تو طلاق دے کر اس رشتہ کو ختم کردینگے، ناجائز ہے، اور یہ بھی ''متعہ '' ہی کی ایک صورت ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ اس نکاح کا مقصد خاندان کی تعمیر اور استحکام نہیں ہوتا ہے۔

۲۔ توالد وتناسل جو نکاح کا بنیادی مقصد ہے، اس سے بھی اس نکاح میں گریز کیا

جاتا ہے۔

۳۔ اس سے مغربی ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب ہوتی ہے۔

۴۔ طلاق میں اصل حظر، یعنی ممانعت ہے، اور ناگزیر حالت میں ہی طلاق مشروع ہے، جبکہ بناؤ کی کوئی صورت نہ ہو، اور شروع ہی سے طلاق کی نیت سے یہ بات صاف واضح ہے کہ اس نکاح کا مقصد وقتی لذت اندوزی ہے، لہذا یہ حکمی اعتبار سے متعہ ہے۔

۵۔ اس میں عورت اور اس کے اولیاء کو دھوکہ دینا ہے؛ کیونکہ کوئی بھی عورت عام حالات میں چند سال کے لئے نکاح پر راضی نہیں ہوگی، اسی طرح کوئی سرپرست تعلیم مکمل ہونے یا حاجت پوری ہونے تک کےلئے اپنی بچی یا بہن کا رشتہ کسی شخص سے کرنے پر راضی نہیں ہوگا، اور دھوکہ دہی شرعاً حرام ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘من غشنا فلیس منا’’ (صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب قول النبیﷺ من غشنا .... حدیث نمبر: ۱۰۲، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۴۹۰۵) (جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘المکر والخدیعۃ والخیانۃ فی النار’’ (عبد اللہ بن وہب: الجامع فی الحدیث ۲۸۸،۱، حدیث نمبر: ۸۷۹۵، بہ روایت: انس بن مالکؓ، بیہقی: شعب الایمان ۴۴۴،۱۳، حدیث نمبر: ۱۰۵۹۵، بہ روایت: قیس بن سعدؓ، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (فریب دہی، دھوکہ دہی اور خیانت کا انجام جہنم ہے)۔

۶۔ اسلام چاہتا ہے کہ رشتۂ نکاح پائیدار ہو تاکہ خاندان کی تعمیر ہو اور توالد وتناسل کا سلسلہ جاری رہے، اور شروع ہی سے طلاق کی نیت اس عظیم مقصد کے منافی ہے۔

۷۔ تعلیم مکمل ہونے یا حاجت پوری ہونے پر رشتۂ نکاح ختم کردینے سے عورت کو ذہنی کوفت ہوگی اور وہ نفسیاتی الجھن کا شکار ہوجائے گی۔

۸۔ شریعت نے کسی صورت میں بھی عارضی نکاح کی اجازت نہیں ہے۔

لہذا علامہ محمد رشید بن علی رضاؒ (۱۳۵۴ھ۱۹۳۵ء) کی یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے : ‘‘إن تشدید علماء السلف والخلف فی منع المتعۃ یقتضی منع النکاح بنیۃ الطلاق’’ (محمد رشید رضا حسینی: تفسیر المنار ۱۵،۵، قاہرہ، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۹۹۰ء، ع۔أ۔: ۱۲) (متعہ کے ناجائز ہونے کے سلسلہ میں علماء سلف وخلف کی سختی کا تقاضا ہے کہ طلاق کی نیت کے ساتھ نکاح بھی ناجائز ہو)۔

سوال نمبر ۸ کا جواب:

نکاح موقت کی حقیقت اور اس کا حکم:

نکاح موقت کی حقیقت یہ ہے کہ متعینہ مدت کے لئے نکاح کیا جائے، خواہ وہ مدت

لمبی ہو یا مختصر ہو، معلوم ہو یا نا معلوم ہو، علامہ سرخسیؒ تحریر فرماتے ہیں: ‘‘وإن قال: تزوجتک شہراً، فقالت: زوجت نفسی منک، فہذا متعۃ، ولیس بنکاح عندنا، وقال زفرؒ: ہو نکاح صحیح؛ لأن التوقیت شرط فاسد؛ فإن النکاح لا یحتمل التوقیت،و الشرط الفاسد لا یبطل النکاح، بل یصح النکاح، ویبطل الشرط’’ (سرخسی: المبسوط، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ۵،۱۳۷، ط: ۱، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء) (اور اگر مرد خاتون سے یہ کہے کہ میں نے ایک ماہ کے لئے تجھ سے نکاح کیا، اور خاتون نے کہا: میں نے اپنا نکاح تجھ سے کردیا، تو یہ متعہ ہے اور ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نکاح نہیں ہے، اور امام زفرؒ کہتے ہیں: یہ درست نکاح ہے، اس لئے کہ وقت متعین کرنا ایک فاسد شرط ہے؛ کیونکہ نکاح وقت متعین کئے جانے کا احتمال نہیں رکھتا ہے، اور شرط فاسد نکاح کو باطل نہیں کرتی ہے، بلکہ نکاح صحیح رہتا ہے اور شرط باطل ہوجاتی ہے)۔

علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتےہیں:

‘‘ومنہا التأبید، فلا یجوز النکاح المؤقت، وہو نکاح المتعۃ، وأنہ نوعان: أحدہما أن یکون بلفظ التمتع، والثانی أن یکون بلفظ النکاح والتزویج وما یقوم مقامہما، أما الأول فہو أن یقول: أعطیک کذا علی أن أتمتع منک یوماً أو شہراً أو سنۃ ونحو ذلک، وأنہ باطل عند عامۃ العلماء .... وأما الثانی: فہو أن یقول: أتزوجک عشرۃ أیام ونحو ذلک، وأنہ فاسد عند أصحابنا الثلاثۃ’’ (کاسانی، بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل التأبید ۲،۲۷۲-۲۷۳، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء، ع۔أ: ۷)۔

(اور نکاح کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ نکاح ہمیشہ کےلئے ہو، لہذا متعین وقت کے لئے نکاح جائز نہیں ہے، اور وہ نکاح متعہ ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ لفظ تمتع کے ساتھ ہو۔دوم یہ کہ لفظ نکاح، تزویج اور ان کے قائم مقام الفاظ کے ساتھ ہو، بہرحال پہلی قسم تو وہ یہ ہے کہ مرد خاتون سے اس طرح کہے کہ میں تجھے اتنا مال دے رہا ہوں اس شرط پر کہ تجھ سے ایک دن یا ایک ماہ یا ایک سال (یااسی کی مانند دو سال تک) لطف اندوز ہونگا، اور یہ عام اہل علم کے نزدیک باطل ہے .... بہرحال دوسری قسم تو وہ یہ ہے کہ مرد عورت سے کہےکہ دس دنیا اسی طرح کی کسی مدت کے لئے میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں، اوریہ بھی ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فاسد ہے)۔

دونوں میں فرق کرتے ہوئے علامہ ابن الہمامؒرقمطراز ہیں: ‘‘أن یوجد عقداً علی امرأۃ لا یراد بہ مقاصد عقد النکاح من القرار للولد وتربیتہ، بل إلی مدۃ معینۃ ینتہی العقد بانتہائہا، أو غیر معینۃ بمعنی بقاء العقد مادمت معک إلی أن أنصرف عنک فلا عقد، والحاصل أن معنی المتعۃ عقد موقت ینتہی بانتہاء الوقت فیدخل فیہ ما بمادّۃ المتعۃ، والنکاح الموقت أیضا، فیکون النکاح الموقت من أفراد المتعۃ، وإن عقد بلفظ التزویج وأحضر الشہود’’ (ابن الہمام: فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات ۳،۲۴۷، بیروت، دار الفکر)۔

(متعہ کا مشہور مفہوم یہ ہے کہ کسی خاتون سے اس طرح عقد کرے کہ اولاد اور اس کی تربیت کے لئے قرار پذیر ہونے جیسے عقد نکاح کے مقاصد مطلوب نہ ہوں، بلکہ ایک متعینہ مدت تک کے لئے عقد ہو جس کے گزر جانے سے وہ ختم ہوجائے، یاغیر متعینہ مدت کےلئے ہو، یعنی مرد کہے کہ عقد اس وقت تک باقی رہے گا جب تک میں تمہارے ساتھ رہوں، جب تمہارے پاس سے چلا جاؤں تو ہمارے درمیان کوئی عقد باقی نہیں رہ جائے گا، حاصل کلام یہ کہ متعہ کا مفہوم وقتی نکاح ہے جو وقت کے ختم ہونے سے ختم ہوجائے گا، تو اس میں وہ نکاح بھی داخل ہے جو متعہ کے الفاظ سے ہو، اور نکاح موقت بھی اس میں داخل ہے، لہذا نکاح موقت (متعہ) ہی کے افراد میں سے ہے، خواہ لفظ نکاح وتزویج کے ساتھ ہو اور گواہ کی موجودگی میں ہو)۔

خلاصہ یہ کہ جو بھی نکاح وقتی ہو، محض شہوت حاصل کرنے کے لئے ہو، خواہ صرف مرد وعورت میں زبانی معاہدہ کے ذریعہ ہو، لفظ تمتع کے ذریعہ ہو، یا متعینہ مدت کے لئے لفظ نکاح وتزویج وغیرہ کے ذریعہ گواہوں کے سامنے ہو، یہ سب متعہ ہی کی صورتیں ہیں اور حرام ہیں، یہی ائمہ اربعہ اور صاحبین کا نقطۂ نظر ہے۔

مشہور مالکی فقیہ علامہ محمد عرفہ دسوقی (۱۲۳۰ھ۱۸۱۵ء) رقمطراز ہیں: ''والحاصل أن النكاح لأجل له صورتان: الأولى: زوّجني بنتك عشر سنين بكذا، والثانية: زوّجني بنتك مدة إقامتي في هذا البلد، فإذا سافرت منه فارقتها، فالعقد فاسد فيهما ويفسخ أبداً ..... قرب الأجل أو بعد بحيث لا يدركه عمر أحدهما .... وهو المسمى بنكاح المتعة'' (دسوقی مالکی: حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۲۳۸،۲، بیروت، دار الفکر، ع۔أ: ۴) (حاصل یہ کہ میعادی نکاح کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ مرد کہے کہ اتنے مہر پر اپنی بیٹی کا نکاح دس سال کے لئےمجھ سے کردیجئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مرد کہے کہ اس شہر میں میرے قیام کی مدت تک کے لئے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کردیجئے، جب میں یہاں سے سفر کرکے چلاجاؤنگا تو اس سے جدا ہوجاؤنگا، چنانچہ دونوں صورتوں میں عقد فاسد ہے، اور اسے ہمیشہ فسخ کیا جائے گا ..... متعینہ مدت مختصر ہو یا لمبی ہو کہ اتنی مدت دونوں میں سے کسی کی عمر پہنچ نہ سکے .....اور اسی کا نام ''نکاح متعہ'' ہے)۔

امام شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''وجماع نكاح المتعة المنهى عنه: كل نكاح كان إلى أجل من الآجال قرب أو بعد، وذلك أن يقول الرجل للمرأة نكحتك يوماً أو عشراً أو شهراً، أو نكحتك حتى أخرج من هذا البلد، أو نكحتك حتى أصيبك فتحلين لزوج فارقك ثلاثاً، أو ما أشبه هذا، مما لا يكون فيه النكاح مطلقاً لازماً على الأبد، أو يحدث لها فرقة'' (شافعی: الام، کتاب النکاح، نکاح المحلل ونکاح المتعۃ ۷۹،۵، بیروت، دار المعرفہ، ۱۳۹۳ھ، ع۔أ: ۸) (شرعاً ممنوع نکاح متعہ کی جامع تعریف یہ ہے کہ یہ ہر وہ نکاح ہے جو متعینہ مدت کےلئے ہو، مدت مختصر ہو یا لمبی ہو،

جیسے مرد عورت سے کہے کہ میں نے ایک دن یا دس دن یا ایک ماہ کے لئے نکاح کیا، یا میں نے تجھ سے نکاح کیا یہاں تک کہ اس شہر سے نکل جاؤں، یا میں نے تجھ سے نکاح کیا یہاں تک کہ تجھ سے جماع کروں، تاکہ تو اپنے تین طلاق دینے والے شوہر کے لئے حلال ہوجائے، یا اس سے ملتے جلتے الفاظ اور صورتیں جن میں نکاح مدت سے خالی اور ہمیشہ کے لئے لازم نہیں ہوتا ہے، یا جسے بعد میں ختم کردیا جائے)۔

علامہ ابن قدامہؒ رقمطراز ہیں:

''القسم الثالث: ما يبطل النكاح من أصله، مثل: أن يشترطا تأقيت النكاح، وهو نكاح المتعة، أو أن يطلقها فى وقت بعينه، أو يعلقه على شرط، مثل أن يقول: زوجتك إن رضيت أمها أو فلان، أو يشترط الخيار فى النكاح لهما، أو لأحدهما، فهذه شروط باطلة فى نفسها، ويبطل بها النكاح'' (ابن قدامہ: المغنى، كتاب النكاح، فصل: اشتراط المرأة لتزويجها ۴۴۹٫۷، ط: ۱، بیروت، دار الفكر، ۱۴۰۵ھ، ع۔أ۔: ۱۰) (شرط کی تیسری قسم وہ ہے جو سرے سے نکاح کو باطل کردے، جیسے: مرد اور عورت نکاح میں تحدید مدت کی شرط لگائیں، اور اسی کو ''نکاح متعہ'' کہتے ہیں، یا متعینہ وقت میں طلاق دینے کی شرط لگائیں، یا نکاح کو شرط پر مشروط کیا جائے، مثال کے طور پر ولی یہ کہے میں نے تجھ سے نکاح کردیا اگر اس کی ماں یا فلاں راضی ہوجائے، یا مرد اور عورت دونوں کے لئے یا دونوں میں سے کسی ایک کے لئے نکاح میں خیار شرط رکھے، تو یہ بذات خود باطل شرطیں ہیں اور ان سے نکاح باطل ہوجائے گا)۔

نامور فقیہ علامہ منصور بن یونس بہوتی حنبلیؒ (۱۰۵۱ھ۱۶۴۱ء) تحریر فرماتے ہیں: ''نكاح المتعة وهو أن يتزوجها أى المرأة إلى مدة، أو يشرط طلاقها فيه، أى: النكاح بوقت'' (بہوتی حنبلی: شرح منتهى الارادات، كتاب النكاح، الشروط فى النكاح ۶۶۸٫۲، بیروت، عالم الكتب، ۱۹۹۶ء، ع۔أ۔: ۳) (نکاح متعہ یہ ہے کہ عورت سے ایک مدت کے لئے نکاح کرے، یا مخصوص مدت میں عورت کو طلاق دینے کی شرط لگائے، یعنی نکاح متعہ وہ نکاح ہے جو کسی وقت کے ساتھ مخصوص ہو)۔

نکاح مسیار کے احکام

مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی•

جواب(۱):

نکاح مسیار کے نام سے صاف صاف لفظوں میں تو اس کا ذکر قدیم فقہاءکے یہاں نہیں ہے، البتہ اس کی قریب تر صورت ''نہاریات ''کا ذکر ملتاہے، نہاریات ایسی عورتوں کو کہتے ہیں جن کے پاس شوہر دن -دن میں جائے، رات کو نہ جائے، البتہ بیوی کو یہ اختیار بھی رہتا ہے کہ وہ شوہر سے رات گذارنے کا بھی مطالبہ کرسکے،جبکہ اس کی سوکن ہو، اگر سوکن نہ ہو تو وہ یہ مطالبہ نہیں کرسکتی،اسی طرح شوہر کی رات کی ملازمت یا کام کاج ہو،جیسے کسی جگہ رات کی دربانی ہوتووہ رات کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔

علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں:

''(ولا بأس بتزويج النهاريات)وہو أن يتزوجها على أن يكون عندها نهارا دون الليل ، قال فی البحر: وينبغی أن لا يكون ہذا الشرط لازما عليہا، ولہا أن تطلب المبيت عندہا ليلا لما عرف فی باب القسم . الخ.. أی إذا كان لہا ضرة غيرہا، وشرط أن يكون فی النہار عندہا وفی الليل عند ضرتہا، أما لو لا ضرة لہا فالظاہر أنہ ليس لہا الطلب خصوصاً إذا كانت صنعتہ فی الليل كالحارث'' (رد المحتار:كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، ۱۴۹،۴، ط: زكريا بک ڈپو ديوبند)۔

''فتاویٰ عالمگیری ''میں لکھا ہے :

''ولا بأس بتزوج النہاريات، وہو أن يتزوجہا على أن يقعد معہا نہارا دون الليل، كذا فی التبيين''(كتاب النكاح، الباب الثالث فی المحرمات، القسم التاسع ۳۱۲،۱،ط:دارالكتب العلميہ، بيروت)۔

جیسا کہ معلوم ہوا کہ احناف کے یہاں اس کی گنجائش ہے ،حسن بصریؒاور عطاءؒکے یہاں بھی اس نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے،جبکہ ابن سیرین اور حمادؒ اسے ناپسند فرماتے تھے،جیسا کہ ابن ابی شیبہؒ نقل فرماتے ہیں:

''عن الحسن ومنصور، عن الحسن وعطاء : أنہما كانا لا يريان بأسًا بتزويج النہاريات''۔

''عن ہشام عن ابن سيرين : أنہ كان يكرہ نكاح النہاريات، وكان الحسن لا يری بہ بأسًا''۔

''عن شعبۃ عن حماد:أنہ كرہہ'' (المصنف لابن ابی شيبۃ: كتاب النكاح، باب فی تزويج النہاريات ۹،۱۷۷-۱۷۸، رقم الاثر: ۱۶۸۲۱- ۱۶۸۲۳، ط: المجلس العلمی ، سملک)۔

جبکہ عبدالملک بن یوسف بن محمد المطلق کی رائے یہ ہے کہ نکاح مسیار کی کوئی

• شیخ الحدیث ومہتمم دار العلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا بھروچ، گجرات۔

اصل اور صورت قدیم فقہاء کے یہاں نہینملتی ۔

‘‘لیس لہذا الزواج اصل فی الفقہ ، فہو ماخوذ من الواقع، والفقہاء القدامی لم یتطرقوا إلیہ، ولذلک فإن کثیرا من العلماء الآن یجتہد فی وضع وصف لہ یتناسب مع صیغۃ السوال التی یسأل بہا عن ہذا الزواج.

ویقول الدکتور سعد العنزی:لیس لہذا الزواج اصطلاح عند الفقہاء قدیما، وإنما عرف زواج المسیار فی الآونۃ الأخیرۃ بأنہ الزواج الذی من خلالہ تسقط المرأۃ بعض حقوقہا الشرعیۃ بالاختیار’’ (زواج المسیار دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ: الفصل الثانی، المبحث الاول تعریف زواج المسیار لغۃ واصطلاحا، ۷۶،ط: دار ابن لعبون ،الریاض)۔

دکتورعبدالعزیز بن محمد الحجیلان کی رائے یہ ہے کہ قدیم فقہاء کے یہاں یہ صورت رائج تھی، البتہ مسیار کے بجائے وہ صورت زواج النہاریات اور زواج اللیلیات سے موسوم تھی ، یا اس جیسی کچھ صورتیں تلاش کی ،اسی لئے قدیم فقہاء کے یہاں اس کی تعریف وتفصیل نہیں ملتی، معاصرین فقہاء نے اپنے فتووں کے ذریعہ اس قسم کے احکام جاری کئے، اور اس پر کچھ لٹریچر بھی تیار کئے ۔

‘‘لم یکن ہذا النوع بہذا الاسم عند المتقدمین من الفقہاء، ولکن وجد عندہم، یسمی بـــ(زواج النہاریات) و (زواج اللیالیات) ونحو ذلک مما ہو یشابہ ہذا النوع ، ولذا لا تجد تعریفا وبیانا لہ فی مصنفات المتقدمین، وقدبین المقصود بہ بعض المعاصرین من خلل الفتاوی التی أصدروہا فی حکمہ’’ (المختار فی زواج المسیار: الفصل الثانی تعریف المسیار، المسألۃ الثانیۃ المقصود بزواج المسیار،۱۰۷،ط: الدار المتخصصۃ ،الریاض)۔

اسامہ عمرسلیمان الاشقر رقمطراز ہیں:

‘‘نہاریات ’’اور ‘‘لیلیات ’’کے بارے میں فقہاءکا اختلاف رہاہے،بعض حضرات شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے صحت کے قائل رہےہیں،جبکہ بعض فقہاء دیگر کچھ امور کی بناءپر اس عقد کے باطل ہونے کے قائل ہیں، ان امور پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

اسلامی ادوارمیں بطور خاص خیر القرون میں عقد زواج کا جو تعامل تھا ،یہ صورت اُس شرعی صورت کے مشابہ نہیں ہے،اسی لئے امام احمد ‘‘نہاریات ولیلیات ’’کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ نکاح اسلامی نکاح میں شامل نہیں ہے ۔

نہاریات ولیلیات ایک طرف مقتضائے عقد نکاح کے خلاف ہے، تو دوسری طرف مہر کے بارے میں بھی خلل پیدا کررہا ہے ،بلکہ یہ نکاح نکاح متعہ کے مشابہ ہے، مالکیہ کے یہاں دخول سے پہلے علم ہونے پر نہاریات ولیلیات کو فسخ کرنا ضروری ہے ۔

دوسری طرف فقہاء احناف شرائط کے پائے جانے کے سبب اس کی اباحت کے قائل ہیں۔

‘‘یذکر الفقہاء قدیماً نوعاً من الزیجات سموہ بـزواج النہاریات واللیلیات، وصورۃ ہذا النوع من الزواج أن یتزوج رجل من امرأۃ تعمل خارج منزلہا في اللیل ، وترجع إلی زوجہا

في النهار ، أو تعمل في النهار وترجع إلى المنزل الذي فيه زوجها ليلاً ، وقد بحث الفقهاء في حكم هذا النوع من الزواج ، كما بحثوا في مدى استحقاق الزوجات النفقة في هذا النوع من الزواج على القول بصحته . وقد ذهب جمع من أهل العلم إلى بطلان هذا النوع من العقود لأمور: الأول :أن هذا النوع من الزواج ليس من عقود الزواج الذي جرى عليها العمل في ديار الإسلام منذ العهد النبوي وعهد الخلفاء الراشدين ، وليس هو بصورة الزواج الشرعي ، نقل المروزي عن الإمام أحمد أن تزوج النهاريات أو الليليات ليس من نكاح الإسلام . الثاني : أن هذا النوع من النكاح يخالف مقتضى عقد النكاح من جهة، ويوجد خللا في تقدير المهر من جهة أخرى ، أضف إلى هذا أن هذا الشرط يقرب هذا النكاح من نكاح المتعة .

يقول القرافي بعد حديثه عن نكاح المتعة : '' وأما النهارية : وهي التي تتزوج على أن لا يأتيها إلا نهاراً ، قال ابن دينار ، يفسخ قبل البناء وبعده ، لأن فساده في العقد، والذي يأتي على المدونة : الفسخ قبل البناء ويثبت بعده ، ويأتيها ليلا ونهاراً '' .

وفي باب نكاح المتعة الباطل ، يلحق ابن جلاب نكاح النهاريات بنكاح المتعة، فيقول: ''وكذلك نكاح النهارية ، وهي التي تنكح على أنها تأتي زوجها نهاراً ولا تأتيه ليلا ، فالحد فيه ساقط ، والمهر لازم ، والولي لاحق ، والعدة واجبة ''.

ويرى المالكية وجوب فسخ نكاح الليليات والنهاريات قبل الدخول لا بعده ، وفي ذلك يقول الفقيه الدردير المالكي :

''يفسخ النكاح قبل الدخول لا بعده إن تزوجها على شرط أن لا تأتيه الزوجة أو لا يأتيها إلا نهاراً أو ليلاً ، لأنه مما يناقض مقتضى النكاح ، لما فيه من الخلل في الصداق ، ولذا كان يثبت بعد الدخول بصداق المثل ، لأن الصداق يزيد وينقص بالنسبة لهذا الشرط ''.

ويرى بعض أهل العلم القول بإباحته؛ وإن اختلفوا في لزوم النفقة فيه؛ يقول علاء الدين الحصكفي الحنفي: قال في المجتبى: وبه عرف جواب واقعة في زماننا أنه لو تزوج من المحترفات التي تكون في النهار في مصالحها وبالليل عنده، فلا نفقةلها، قال في النهر : وفيه نظر''.

..... ووضع النهاريات والليليات قديماً مماثل لوضع المرأة العاملة اليوم التي يكون دوامها في الليل أو النهار ، أما الزوجة في نكاح المسيار، فلا تأوي إلى منزل الزوجية ، ولا ينفق زوجها عليها ، والزوج هو الذي يمر عليها متى شاء ، فالزوجات في المسيار أقل درجة بكثير مما عرف بالليليات أو النهاريات'' (مستجدات فقهية فى قضايا الزواج والطلاق: الفصل الرابع انواع من عقود الزواج المستجدة، المبحث الثانى زواج المسيار، المطلب الرابع،-۱۷۴ ۱۷۱، ط: دار النفائس،الأردن).

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا کوئی ذکر نہیں ملتا، البتہ اس جیسی دوسری قسم زواج نہاریات اور زواج لیلیات کا ذکر ملتاہے ۔

جواب (۲) : نکاح مسیار کےاسباب:

(۱) لڑکی کنواری ہے،اور بلوغ کے بعد کوئی رشتہ نہ مل سکا، اور عمر بڑھتی رہی ،اب اس عمرمیں کوئی رشتہ نہیں مل رہا، تو وہ اپنے کچھ حقوق سے دست برداری کرتے ہوئے نکاح مسیار کرتی ہے، تاکہ طبعی تقاضہ کی تکمیل ہو اور عفت حاصل ہو، یہ صورت سوال میں ''الف ''کے تحت ذکر کی گئی ہے ۔

(۲) عورت طلاق یافتہ ہے ،سابق شوہر سے اولاد ہے ،یہ صورت سوال میں ''ج'' کے تحت ذکرکی ہے ،کبھی عورت بیوگی کی زندگی گزارتی ہے اور اسے عفت کا خطرہ ہے تو وہ یہ نکاح کرلیتی ہے ،تاکہ عفت کی حفاظت ہو۔

(۳)کبھی خاص حالات ہوتے ہیں ،جس کے سبب نکاح مسیار کیا جاتاہے، یہ صورتیں سوال میں درج ہے۔

(۴)بہت سی عورتیں تعدد ازدواج کے اصول کو پسند نہیں کرتی ، وہ یہ چاہتی ہیں کہ اس کے شوہر کی وہ ایک ہی بیوی ہو، اور شوہر مجبوریوں کے تحت دوسری بیوی کا خواہش مند ہے، تو وہ یہ نکاح کرتا ہے ،اور پہلی بیوی سے مخفی بھی رکھتا ہے۔

(۵)بعض مردوں کی پاکدامن رہنے کی خواہش، اور سفر اور دیگر امور میں ان کے مخصوص عملی حالات اور مصروفیات کے مطابق مباح لذت حاصل کرنا۔

(۶)بعض مرد نکاح کے بعد کی ازدواجی ذمہ داریوں اور اخراجات سے چشم پوشی چاہتے ہیں ،اور ان ذمہ داریوں کے بغیر وہ مباح لذت کے بھی خواہش مند ہیں۔

عبدالعزیز بن محمد الحجیلان لکھتے ہیں:

''وقد ذكر البعض ان من أبرز اسباب انتشاره فی ہذا الزمن ما یلی:

أولا:كثرة عدد العوانس، والمطلقات، والأرامل، وصواحب الظروف الخاصة، واللاتی یضطررن للتنازل عن بعض الحقوق رغبة فی الاعفاف والحصول علی الذرية.

ثانيا: رفض كثير من الزوجات لمبدأ التعدد، ويكون الزوج لديه رغبة فی امرأة ثانية لإعفافه فيضطر إلی ہذا النوع من الزواج حتی لا تعلم زوجته الأولی بزواجه.

ثالثا:رغبة بعض الرجال فی الاعفاف، والحصول علی المتعة الحلال، مع ما يتوافق مع ظروفهم العملية الخاصة فی السفر وغيره.

رابعا:تہرب البعض من مسئوولیات الزواج أو تكاليفه الباہظة، ويتضح ذلک فی أن نسبة كبيرة ممن يبحث عن ہذا النوع من الزواج ہم من الشباب صغار السن''(المختارفی زواج المسیار: الفصل الثانی تعريف المسيار والمقصود،۱۱۳-۱۱۴)۔

عبدالملک بن یوسف بن محمد المطلق نے نکاح مسیار کے اسباب کی تقسیم کی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ کچھ اسباب عورتوں سے متعلق ہے، کچھ اسباب مردوں سے متعلق ہے اور کچھ اسباب سوسائٹی سے متعلق ہے۔

عورتوں سے متعلق اسباب درج ذیل ہیں:

(۱) عورت کا کنواری ہونے کی حالت میں عمر بڑھ جانا، طلاق شدہ ہونا، یا بیوگی کی حالت، یہ اوپر بھی گذرا اور سوال میں بھی مذکور ہے ۔

(۲)بہت سی عورتوں کا تعداد ازدواج کو پسند نہ کرنا اور عملی طورپر رد کرنا۔

(۳)والدین کی خدمت کے لئے بعض عورتوں کا والدین کے گھر میں رکنا ناگزیر ہونا۔

مردوں سے متعلق اسباب:

(۱)بعض مردوں کا نئی عورت میں رغبت کرنا، پہلی عورت کے کبیرالسن ہونے کے سبب یا پہلی بیوی کی اب اولاد میں مصروفیت زیادہ ہے، اور مرد طبعی ضرورت کی تکمیل چاہتاہے، یا اپنے وطن سے دور ہے اور پہلی بیوی کے علم میں لائے بغیر وہ طبعی ضرورت پوری کرنا چاہتا ہے۔

(۲)بعض مرد ازدواجی زندگی سے متعلق حقوق وذمہ داریوں کی ادائیگی کی اپنے اندر صلاحیت یا قدرت نہیں پاتے ،اس لئے وہ نکاح مسیار کی طرف مائل ہوتے ہیں، اور ایسے نوجوانوں کی رغبت طلاق شدہ یا کبیرالسن کنواری عورتوں سے پوری ہوجاتی ہے۔

(۳)بعض مردوں کی مصروفیات اور کام کاج ایسے ہیں ،جن کے سبب وہ ایک ملک یا ایک صوبہ میں نہیں رہ پاتے ،انہیں الگ الگ ملکوں میں رہنا پڑتا ہے۔

سوسائٹی اور سماج سے متعلق اسباب :

(۱)مہروجہیز میں اضافہ، شادیوں کا بڑا خرچ ،جو کچھ لوگونکے لئے ناقابل برداشت ہوتاہے، حالانکہ کچھ مرد پاک دامن عورت سے شادی کرکے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، لیکن اس میں جہیز ،مہر میں بڑی رقم اور شوہر کو بے تحاشہ اخراجات کا پابند بنایا جاتا ہے ،جو اس کی مالی استطاعت سے زیادہ ہے،تو مرد عام شادی کے بوجھ کو نظر انداز کرکے مسیار کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔

(۲)کثرت ازدواج کے نظریہ کے حامل شخص کے بارے میں معاشرہ کا حقارت آمیز رویہ ،معاشرہ اس پر شہوت پرست ہونے کا الزام لگاتا ہے، اس لئے مرد ایسی شادی کی طرف مائل ہوتا ہے جو معاشرہ کے لوگوں کے علم میں نہ آئے ،بالآخر وہ نکاح مسیار کی طرف مائل ہوتاہے(زواج المسیار دراسۃ فقہیہ واجتماعیۃ نقدیۃ: الفصل الثانی، المبحث الثالث اسباب نشاۃ وظہور زواج المسیار، ص:۸۵-۸۱،ط: دار ابن لعبون ، الریاض ،مستجدات فقہیۃ فی قضایا الزواج والطلاق ، المبحث الثانی زواج المسیار، المطلب الثالث، ص:-۱۶۷ ۱۷۰، ط: دار النفائس، الاردن)۔

نکاح مسیار کی صورت کی بابت معاصر فقہاء نے کم وبیش یہی لکھا ہے کہ نکاح کی تمام شرائط کی مردوعورت کی طرف سے رعایت کی جاتی ہے،البتہ دو اساسی حقوق سے دست برداری ہوتی ہے، حالانکہ خاندانی نظام میں ان دونوں حقوق کی بڑی اہمیت ہے،

(۱) مرد کا عورت کے نفقہ سے دست برداری اور اگر اولاد ہوئی تو اس کے نفقہ سے بھی دست برداری اور (۲)حق مبیت سے دست برداری اور اگر پہلےسے ایک بیوی ہے تو نوبت سے دست برداری۔

عرفان بن سلیم دمشقی لکھتے ہیں:

''وہذا الزواج قد عرف قدیما، حیث أن الرجل ہو الذی یذہب إلی بیت الزوجۃ، ولیس العکس ، وربما کانت عند الزوج زوجۃ أخری یقوم بالنفقۃ علیہا والمبیت عندہا.

وزواج المسیار یتم بعقد شرعی، ومہر متفق علیہ بین الزوجین، لکنہ یعفی من شیئین اساسیین، لا تقوم دعائم البیت الا بہما، وہما إعفاءالرجل من حق النفقۃ علی الزوجۃ، وإعفاؤہ من حقہا من المبیت عندہا أیضا، وہذا التنازل یتم بالتراضی بین الزوجین عند العقد حیث أنہا-ای الزوجۃ- تسقط حقہا من النفقۃ والمبیت عندہا بکل ارادتہا واقرارہا ورضاہا بذلك.

واما سائر الشروط المفروضۃفی الزواج الشرعی، فإنہا تنطبق علی زواج المسیار، کالولی، والإقرار من کلا الطرفین ، والإشہاد علی الزواج، وحق المیراث، إن کان من جہۃ الزوج أو الزوجۃ'' (نکاح المسیارواحکام الانکحۃ المحرمۃ،۳،ط: المکتبۃ العصریہ، صیدا، بیروت)۔

جواب (۳) :

اس سوال میں ایک چیز ذکر کی گئی ہے عورت کا بعض حقوق سے دست بردار ہونا، اور دوسری چیز ذکر کی ہے خفیہ نکاح، یعنی اولیاءکے علم میں لائے بغیرنکاح کرنا، توکیا اولیاء کو اس صورت میں حق اعتراض ہوگا؟ اس کے جواب سے پہلے ''ولایت ''کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے ۔

ولایت نکاح اوراسلامی نقطۂ نظر :

کون اپنا نکاح خود کرسکتا ہے اورکون نہیں ؟

جولوگ اپنا نکاح خود کرنے کی اہلیت وصلاحیت رکھتے ہوں ، شریعت اسلامی نے ان کو اپنا نکاح خود کرنے کا اختیار دیا ہے؛ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت ، لیکن جو اپنا نکاح خود کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کی سہولت اور مصالح کے پیش نظر ان کے نکاح کا اختیار ان کے اولیاء کے حوالہ کیا ہے ۔

اس ولایت کے ذیل میں ان کی دو قسموں یعنی (۱) ولایت استحباب اور(۲) ولایت اجبار کے وجود سے تمام فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ افراد کی تقسیم میں جزوی طور پر اختلاف پایا جاتا ہے۔

فقہاء احناف نے ہر عاقل، بالغ، آزاد اور مکلف شخص کو -خواہ وہ مرد ہو یا عورت- قسم اول میں داخل کیا ہے، اور بے عقل، مجنون، معتوہ، مرقوق اور نابالغ افراد کوقسم ثانی میں داخل کیا ہے ، خواہ وہ مرد ہوں یا عورت۔

قسم اول کے افراد اپنے نکاح کے معاملے میں ولی کی مرضی واجازت کے پابند

نہیں ہیں ، وہ اپنا نکاح خودا پنی عبارت سے کر سکتے ہیں، بشرطیکہ عورت ہونے کی صورت میں وہ کفاءت اور مہرمثل کا لحاظ رکھیں ، اولیاء کو اس صورت میں صرف ولایت ندب حاصل ہوتی ہے ، یعنی بہتر یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اولیاء کی نگرانی اور سر پرستی میں انجام پذیر ہو ، البتہ کفاءت کے فقدان یا مہر مثل کی کمی کی صورت میں ظاہر الروایت کے مطابق اولیاء کوحق اعتراض حاصل ہو گا ، یعنی وہ قاضی کے ذریعہ اس نکاح کو فسخ کراسکتے ہیں ، اور امام ابوحنیفہ سے مروی حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق غیر کفو میں نکاح ہی منعقد نہ ہوگا ۔

قسم ثانی کے افراد اپنے نکاح کے باب میں ولی کی مرضی واجازت کے پابند ہیں ، وہ اپنی عبارت سے اپنا نکاح نہیں کر سکتے ، اگر وہ اپنا نکاح اپنی عبارت اور مرضی سے کر لیں تو ان کا نکاح اولیاء کی اجازت پر موقوف ہوگا ، اولیاء کو ان افراد پر ولایت اجبار حاصل ہے، یعنی اولیاءان کی مرضی جانے بغیر اپنی پسند سے ان کا نکاح کر سکتے ہیں ، یہ الگ بات ہے کہ اس معاملہ میں باپ اور دادا و دیگر اولیاء میں فرق ہے ، کہ باپ اور دادا کا کیا ہوا نکاح لازم ہوتا ہے ، قابل فسخ نہیں ہوتا ہے ، جبکہ دیگر اولیاء کا کیا ہوا نکاح غیرلازم اور قابل فسخ ہوتا ہے ۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

‘‘وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاہا، وإن لم یعقد علیہا ولی، بکراکانت أوثیبا عند أبی حنیفة وأبی یوسف فی ظاہر الروایة، وعن أبی یوسف : أنہ لا ینعقد إلا بولی، وعند محمد:ینعقد موقوفا، وقال مالک والشافعی:لاینعقد النکاح بعبارة النساء أصلا’’ (الہدایة: کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والأکفاء ۳،۲۷،ط:مکتبة البشری) ۔

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

‘‘الکفاءة فی النکاح معتبرة .....وإذا زوجت المرأة نفسہا من غیر کفء، فللأولیاء أن یفرقوا بینہما دفعا لضررالعار عن انفسہم، ثم الکفاءة تعتبر فی النسب.....وتعتبر أیضا فی الدین .....وتعتبر فی المال، وہو أن یکون مالکا للمہر والنفقة، وہذا ہو المعتبر فی ظاہر الروایة حتی أن من لا یملکہا، أو لا یملک أحدہما لایکون کفؤا، لأن المہر بدل البضع فلا بد من إیفائہ، وبالنفقة قوام الازدواج ودوامہ.....وتعتبر فی الصنائع’’ (ہدایہ: فصل فی الکفاءة۳، ۴۲-۴۶،ط: مکتبة البشری)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ خود اپنانکاح کرسکتی ہے، اس لئے اگر وہ ولی کی مرضی کےبغیر یا علم میں لائے بغیر نکاح کرلے تو منعقد ہوجانا چاہئے ، البتہ یہ عمل استحباب ،اور معاشرتی آداب کے بھی خلاف ہوگا۔

چنانچہ ‘‘فتح القدیر’’ میں مرقوم ہے :

‘‘عن أبی حنیفة :تجوز مباشرة البالغة العاقلة عقد نکاحہا ونکاح غیرہا مطلقا، إلا أنہ

خلاف المستحب، وہو ظاہر المذہب، وروایۃالحسن عنہ إن عقدت مع کفء جاز، ومع غیرہ لا یصح'' (کتاب النکاح، باب الاولیاء والأکفاء۳،۲۴۶،ط:زکریا بکڈپو ، دیوبند)۔

اسی لئے خیر القرون کےکچھ اصحاب نےاس طرح خفیہ نکاح کو پسند نہیں فرمایا، تاکہ عورت کی حیا اور معاشرتی آداب کی خلاف ورزی نہ ہو، جیسا کہ حصرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اور شاگردحضرت نافع ؒنے ذکر فرمایا:

عن داود بن قیس قال: ''سمعت نافعا مولی ابن عمر یقول: لیس فی الاسلام نکاح السر''۔

عن زیاد بن فیاض عن عبداللہ بن عتبۃ قال: ''أشرالنکاح نکاح السر''۔

عن حماد بن زید عن ہشام قال :کان أبی یقول:لا یصح نکاح السر''(المنصف لابن ابی شیبۃ: کتاب النکاح۹،۱۴۲، باب ماقالوا فی اعلان النکاح،رقم: ۱۶۶۵۵-۱۶۶۵۷،ط: المجلس العلمی، سملك)۔

حضرت مفتی سعید احمدصاحب پالنپوریؒ فرماتے ہیں:

عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت چاروجوہ سے ضروری ہے:

پہلی وجہ: یہ بات جائز نہیں کہ نکاح کا پورا اختیار عورتونکودےدیا جائے، ایک تو اس وجہ سے کہ عورتوں کی عقل ناقص اور ان کی سوچ نکمّی ہوتی ہے، اس لئے وہ بسا اوقات نہیں سمجھ پاتیں کہ ان کے لئے کیا بات مفید ہے ۔ دوم: اس وجہ سے کہ عورتیں عام طور پر خاندانی خصوصیات کا لحاظ نہیں کرتیں، کبھی وہ غیر کفو کی طرف مائل ہو جاتی ہیں ، جوان کے خاندان کے لئے ننگ کی بات ہوتی ہے ۔ پس ضروری ہے کہ ان کے نکاح کے معاملہ میں اولیاء کا کچھ دخل ہو؛تا کہ یہ خرابیاں لازم نہ آئیں ۔

دوسری وجہ: فطری اور بد یہی طریقہ جولوگوں میں رائج ہے وہ یہ ہے کہ مردعورتوں پر حاکم ہوں ۔ بست و کشادان کے ہاتھ میں ہو ، وہی عورتوں کے مصارف کے ذمہ دار ہوں ، اور عورتیں ان کی پابند ہوں ۔ سورۃ النساء آیت (۳۴) میں ارشاد پاک ہے: مردعورتوں پر حاکم ہیں ، اس وجہ سے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں، پس ان کے نکاح کا اختیار بھی مردوں کو ہوگا ۔

تیسری وجہ: عورتوں کے نکاح میں اولیاء کی اجازت کی شرط لگانے سے ان کی شان دو بالا ہوتی ہے۔اور عورتوں کا خود نکاح کرنا بے شرمی کی بات ہے ۔ جس کا سبب قلتِ حیا ہے ۔اوراس میں اولیاء کی حق تلفی اوران کی بے قدری ہے ۔

چوتھی وجہ : نکاح کی تشہیر ضروری ہے، تا کہ بدکاری سے وہ ممتاز ہو جائے ۔ اور شہرت دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اولیاء نکاح میں موجود ہوں، البتہ یہ جائز نہیں کہ عورتوں کے نکاح کا پورا اختیار مردوں کو دےد یا جائے ۔ کیونکہ اولیاء وہ بات نہیں جانتے جوعورت اپنی ذات کے بارے میں جانتی ہے۔اور نکاح کا گرم سرد بھی اس کو چکھنا پڑے گا ، اس لئے اس کی مرضی معلوم کرنا ضروری ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ: کتاب

نکاح وطلاق، باب چہارم،نکاح کا طریقہ۵،۵۶،ط: مکتبۂ حجاز ،دیوبند)۔

جواب (۴):

۱۔ شریعتِ مطہرہ میں میاں بیوی کے درمیان نکاح سے حاصل ہونے والا تعلق صرف جنسی خواہش کی تکمیل نہیں،بلکہ نکاح جسم وروح کا باہمی رشتہ ہے، اس مقدس رشتے میں میاں بیوی ایک دوسرے سے ہمیشہ وابستہ رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا عہد وپیمان کرتے ہیں،میاں بیوی کے اس قدر گہرے تعلق کو قرآنِ کریم نے یوں بیان کیا ہے کہ زوجین کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیاہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:''هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ'' (سورۃ البقرہ: ۱۸۷)۔

(وہ تمہارے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہیں اور تم ان کے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہو)۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ،مجاہد،سعید بن جبیر، حسن، قتادہ،سدی اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ فرماتے ہیں: یعنی وہ تمہارے لیے سکون کا باعث ہیں اور تم ان کے لیے سکون کا باعث ہو،اور ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وہ تمہارے لیے لحاف ہیں اور تم ان کے لیے لحاف ہو ۔

''هن لباس لكم وأنتم لباس لهن، قال ابن عباس ومجاهد وسعيد بن جبير والحسن وقتادة والسدي ومقاتل بن حيان: يعني هن سكن لكم، وأنتم سكن لهن، وقال الربيع بن أنس: هن لحاف لكم وأنتم لحاف لهن، وحاصله:أن الرجل والمرأة كل منهما يخالط الآخر ويماسه ويضاجعه، فناسب أن يرخص لهم في المجامعة في ليل رمضان لئلا يشق ذلك عليهم ويحرجوا'' (۱،۳۷۵، ط:دار الكتب العلمية)۔

'' روح البیان '' میں لکھا ہے :

''وجعل كل من الرجل والمرأة لباسا للآخر لتجردهما عند النوم واعتناقهما واشتمال كل منهما على الآخر، أو لأن كلا منهما يستر حال صاحبه ويمنعه من الفجور وعما لا يحل، كما جاء في الحديث (من تزوج فقد احرز ثلثى دينه) او المعنى: هن سكن لكم وأنتم سكن لهن، كما قال تعالى: وَجَعَلَ مِنْها زَوْجَها لِيَسْكُنَ إِلَيْها. ولا يسكن شيء الى شيء كسكون أحد الزوجين الى الآخر'' (۱،۲۹۹،ط:دار الفکر،بیروت)۔

۲۔ نکاح کا رشتہ عفت و پاک دامنی کا سبب اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، اسی وجہ سے نکاح کو دو تہائی دین کہا گیا ہے، چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے کہ چونکہ مرد اور عورت آپس میں ایک دوسرے سے لپٹے ہیں اور ہر ایک دوسرے پر لباس کی طرح مشتمل ہوجاتا ہے، اس لیے مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی اور یا اس لیے کہ لباس جس طرح لباس پہننے والے کو چھپالیتاہے، اسی طرح مرد اور عورت ایک دوسرے کو حرام سے چھپاتے اور روکتے ہیں،چنانچہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ جس نے نکاح کرلیا اس نے دو تہائی دین جمع کرلیا۔

‘‘ولما كان الرجل والمرأة يعتنقان ويشتمل كل منهما على صاحبه شبه باللباس، او لان اللباس كما يستر صاحبه كذلك يكون كل واحد منهما لصاحبه ستراعما لا يحل ، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من تزوج فقد أحرز ثلثى دينه’’ (التفسير المظہری ۲۰۳،۱،ط: مکتبہ رشیدیہ، پاکستان)۔

نیز قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کا مقصد یہ بیان فرمایاہے:‘‘مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَان’’ [النساء : ۲۵) ‘‘مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ اَخْدَان’’ (المائدہ: ۵) یعنی نکاح کرو اس حال میں کہ تم پاک دامنی چاہتے ہو، شہوت رانی مقصود نہ ہو اور نہ ہی چوری چھپے یاری لڑانا۔ اگر نکاح کے وقت شہوت پوری کرنا ہی غرض ہو تو یہ شرعی نکاح کے مقاصد کے خلاف ہے، جسے نفلی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ نکاح کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد نسل کی حفاظت ہے، چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ قرآنِ کریم کی آیت: ‘‘وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ’’ (سورہ بقرہ: ۱۸۷) کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ‘‘ تلاش کرو جو اللہ تعالی نے تمہارے لیے لکھ دیاہے،یعنی تلاش کرو جو اللہ تعالی نے تمہاری قسمت میں مباشرت کے ساتھ اولاد لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہےاور یہی حضرت ابن عباس، ضحاک اورمجاہد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے،اور تلاش سے مراد یہ ہے کہ یوں دعا مانگو کہ اے اللہ جو آپ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے وہ رزق(اولاد) عطا فرمائیے۔۔۔اور اس آیت میں اس بات کی راہ نمائی ہے کہ نکاح کی وجہ سے مباشرت کرنے والے کو چاہیے کہ اس کے پیشِ نظر نسلِ انسانی کی حفاظت ہو، نہ کہ صرف جنسی خواہش کی تکمیل،اس لیے کہ اللہ ر ب العزت نے نوعِ انسانی کے بقا کے لیے ہی ہمارے اندر جماع کی شہوت کو پیدا کیا ہے، جیساکہ کھانے کی چاہت کو شخصیت کی بقا کے لیے بنایا ہے،اور صرف جنسی خواہش کی تکمیل تو جانوروں کا عمل ہے۔

روح المعانی میں مرقوم ہے:

‘‘وابتغوا مَا كَتَبَ الله لَكُمْ } أي اطلبوا ما قدره الله تعالى لكم في اللوح من الولد ، وهو المروي عن ابن عباس والضحاك ومجاهد رضي الله تعالى عنهم وغيرهم . والمراد الدعاء بطلب ذلك بأن يقولوا : اللهم ارزقنا ما كتبت لنا ، وهذا لا يتوقف على أن يعلم كل واحد أنه قدر له ولد، وقيل : المراد ما قدره لجنسكم والتعبير بما نظراً إلى الوصف كما في قوله تعالى : ‘‘والسماء وَمَا بناها’’ (الشمس : ۵) وفي الآية دلالة على أن المباشر ينبغي أن يتحرى بالنكاح حفظ النسل لا قضاء الشهوة فقط، لأنه سبحانه وتعالى جعل لنا شهوة الجماع لبقاء نوعنا إلى غاية كما جعل لنا شهوة الطعام لبقاء أشخاصنا إلى غاية ، ومجرد قضاء الشهوة لا ينبغي أن يكون إلا للبهائم’’ (۴۶۲،۱،ط:دار الكتب العلمية)۔

‘‘تفسیر الراغب’’ میں ہے:

‘‘وقوله تعالى: {وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ} إشارة في تحري النكاح إلى لطيفة، وهي أن الله تعالى جعل لنا شهوة النكاح لبقاء نوع الإنسان إلى غاية، كما جعل لنا شهوة الطعام لبقاء أشخاصنا إلى غاية، فحق الإنسان أن يتحرى بالنكاح ما جعل الله لنا سعلى حسب ما يقتضيه العقل والديانة، فمتى تحرى به حفظ النسل وحصن النفس على الوجه المشروع، فقد ابتغى ما كتب الله له’’ (۳۹۹،۱،ط: كلية الآداب - جامعة طنطا)۔

اسی طرح ‘‘مقاصد الشريعة الاسلامية ’’ میں ہے کہ نکاح کی مشروعیت اور اس کی ترغیب اور اس کو فطری طریقہ قرار دینے کی وجہ یہی ہے کہ نوعِ انسانی کی حفاظت ہو اور ایسی نیک صالح اولاد کا وجود ہو جو اس عالم کی تعمیر کر سکے ،انسانی زندگی کو بنا سکے اور خلافت کی چادر کو سنبھال سکے، تاکہ اپنے بعد والے کو یہ امانت حوالہ کردے،اور یہ سلسلہ جاری ہے یہاں تک کہ انسان ہمیشہ ہمیشہ والی زندگی میں داخل ہوجائے۔

‘‘حفظ النسل ويراد به حفظ النوع الإنساني على الأرض بواسطة التناسل ذلك أن الإسلام يسعى إلى استمرار المسيرة الإنسانية على الأرض، حتى يأذن الله بفناء العالم ويرث الأرض ومن عليها . ومن أجل تحقيق هذا المقصد شرع الإسلام المبادئ والتشريعات التالية:شريعة الزواج : فقد شرع الإسلام الزواج ورغب فيه واعتبره الطريق الفطري النظيف الذي يلتقي فيه الرجل بالمرأة لا بدوافع غريزية محضة، ولكن بالإضافة إلى تلك الدوافع ، يلتقيان من أجل تحقيق هدف سام نبيل هو حفظ النوع الإنساني وابتغاء الذرية الصالحة التي تعمر العالم، وتبني الحياة الإنسانية وتتسلم أعباء الخلافة في الأرض لتسلمها إلى من يخلف بعدها حتى يستمر العطاء الإنساني وتزدهر الحضارة الإنسانية في ظل المبادئ النبيلة والقيم الفاضلة’’ (مقاصد الشريعة الاسلامیہ ۲۴،۱،ط: الكتاب منشور على موقع وزارة الأوقاف السعودية)۔

۴۔ نکاح کے مقاصد کے حصول اور نوعِ انسانی کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی کا آپس میں تعلق دائمی ہو، وقتی نہ ہو، بلکہ عارضی شادی مذہبِ اسلام میں حرام ہے، اسی بات کے پیشِ نظر نکاحِ متعہ اور موقت کوہمیشہ کے لیے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے،چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاحِ متعہ سے منع فرمایا ہے ۔

‘‘في الصحيح لمسلم : عن الربيع بن سبرة عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى يوم الفتح عن متعة النساء’’ (كتاب النكاح،باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ... الخ۴۵۲،۱، ط:قديمی كتب خانه)۔

۵۔ سننِ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ شروعِ اسلام میں متعہ ہوتا تھا کہ آدمی کسی شہر جاتا، وہاں کوئی جان پہچان نہیں ہوتی تو وہ جتنے وقت کے لیے چاہتا وہاں کسی خاتون سے شادی کرلیتا اور خاتون اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور اس کے لیے (کھانے، پینےکی)چیزیں بناتی، یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ‘‘إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانِهِمْ’’(یعنی اپنی بیوی اور باندی کے

علاوہ سے جماع جائز نہیں ہے) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان دو شرم گاہ کے علاوہ سب حرام ہے۔

''عن ابن عباس قال:إنما كانت المتعة في أول الإسلام كان الرجل يقدم البلدة ليس له بها معرفة، فيتزوج المرأة بقدر ما يرى أنه يقيم، فتحفظ له متاعه وتصلح له شيأ حتى نزلت الاية {إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم} قال ابن عباس:فكل فرج سوى هذين فهو حرام'' (أبواب النكاح، باب ماجاء في نكاح المتعة۱،۲۱۳،ط:قديمي كتب خانه)۔

۶۔ تمام کتبِ فقہ میں یہ بات موجود ہے کہ نکاحِ متعہ اور نکاحِ مؤقت باطل ہے، چنانچہ ''ہدایہ'' میں ہےکہ:نکاحِ متعہ باطل ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنے مال کے بدلہ اتنی مدت تک کے لیے فائدہ اٹھا ؤں گا،اور نکاحِ مؤقت بھی باطل ہے اور اس کی صورت یہ ہےکہ آدمی عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں (کچھ مدت،مثلاً) دس دن کے لیے نکاح کرے،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معناً یہ متعہ ہی ہے،اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے ،اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ طویل مدت ذکر ہو یا قلیل، کیونکہ مدت کا ذکر کرنا ہی متعہ کی جہت کو متعین کردیتا ہے۔

علامہ مرغینانی فرماتے ہیں:

''ونكاح المتعة باطل'' وهو أن يقول لامرأة:أتمتع بك كذا مدة بكذا من المال. وقال مالك: هو جائز، لأنه كان مباحا فيبقى إلى أن يظهر ناسخه، قلنا:ثبت النسخ بإجماع الصحابة رضي الله عنهم، وابن عباس رضي الله عنهما صح رجوعه إلى قولهم، فتقرر الإجماع ''والنكاح المؤقت باطل'' مثل أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين إلى عشرة أيام ،وقال زفر: هو صحيح لازم، لأن النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة.ولنا أنه أتى بمعنى المتعة، والعبرة في العقود للمعاني، ولا فرق بين ما إذا طالت مدة التأقيت أو قصرت، لأن التأقيت هو المعين لجهة المتعة وقد وجد'' (الہدایۃ: كتاب النكاح۱،۳۳۳،ط:مكتبه رحمانيه)۔

اور ''ہدایہ'' کی شرح ''عنایہ''میں ہے کہ :مصنف کی عبارت سے ان دونوں (نکاحِ متعہ اور نکاحِ مؤقت) کے مابین فرق کے سلسلے میں دو چیزیں سمجھ میں آتی ہیں:(۱) ایسے لفظ کا وجود جو اشتقاق میں متعہ کے ساتھ شریک ہیں، (۲)نکاحِ مؤقت میں دو گواہوں کا موجود ہونا، ساتھ اس کے کہ اس میں لفظِ تزویج یا نکاح بھی مذکور ہوتا ہے، اور مدت بھی متعین ہوتی ہے۔

اور (نکاحِ مؤقت کے عدمِ جواز کی)دلیل یہ ہے کہ یہ متعہ کے معنی میں ہی آتا ہے اگرچہ نکاح کے لفظ سے ہو ؛ اس لیے کہ متعہ در اصل مقاصدِ نکاح کے ارادے کے بغیر عورت سے فائدہ اٹھانے کانام ہے ، اور نکاحِ مؤقت میں بھی یہ معنی پایا جاتا ہے؛ اس لیے کہ مقاصدِ نکاح مدتِ قلیلہ میں حاصل نہیں ہوسکتے،اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا ،جیسے کہ کفالت، اصیل کی براءت کی شرط کے ساتھ حوالہ بن جاتا ہے،

اور حوالہ، اصیل سے مطالبہ کی شرط لگانے سے کفالت بن جاتا ہے۔

ہدایہ کی شرح عنایہ میں لکھا ہے :

''(والنكاح المؤقت باطل، مثل أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين إلى عشرة أيام) .والذي يفهم من عبارة المصنف في الفرق بينهما شيئان : أحدهما وجود لفظ يشارك المتعة في الاشتقاق، كما ذكرنا آنفا في نكاح المتعة .والثاني شهود الشاهدين في النكاح الموقت مع ذكر لفظ التزويج أو النكاح، وأن تكون المدة معينة، (وقال زفر: هو صحيح لازم) لأن التوقيت شرط فاسد لكونه مخالفا لمقتضى عقد النكاح ، والنكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة (ولنا أنه أتى بمعنى المتعة) بلفظ النكاح، لأن معنى المتعة هو الاستمتاع بالمرأة لا لقصد مقاصد النكاح، وهو موجود فيما نحن فيه، لأنها لا تحصل في مدة قليلة (والعبرة في العقود للمعاني) دون الألفاظ ؛ ألا ترى أن الكفالة بشرط براءة الأصيل حوالة، والحوالة بشرط مطالبة الأصيل كفالة'' (۳۹۴،۴)۔

نکاح مسیار کا حکم :

نکاحِ مسیار کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے ،وجوہات درج ذیل ہیں :

۱۔ نکاحِ مسیار کو اگرچہ نکاح یا زواج کا نام دیا جائے، لیکن اس عمل کا مقصد نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد ایک متعین وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے، جو نکاح کے شرعی مقاصدکے خلاف ہے، علامہ سرخسی رحمہ اللہ نکاح کے چند مقاصد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:اس عقد کے ساتھ بے شمار دینی اور دنیوی مصلحتیں متعلق ہوتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں : عورتوں کی حفاظت ونگرانی، ان کا نان ونفقہ،زنا سے بچنا،اللہ تعالی کے بندوں اور رسول اللہ ﷺ کی امتیوں کی کثرت،(بروزِ قیامت) رسول اللہ ﷺ کے فخر کا متحقق ہونا،جیساکہ فرمانِ نبویﷺ ہے کہ نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ،تمہاری کثرت ہوگی ، سو میں قیامت کے دن تمہارے سبب فخر کروں گا، نکاح کا سبب اس بقا کا تعلق ہے جو اپنے وقتِ مقررہ تک کے لیے مقدر ہے، اور یہ بقا تناسل سے ہی ممکن ہوگا۔

''مبسوط سرخسی '' میں مرقوم ہے:

''ثم يتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدينية والدنيوية، من ذلك حفظ النساء والقيام عليهن والإنفاق، ومن ذلك صيانة النفس عن الزنا، ومن ذلك تكثير عباد الله تعالى وأمة الرسول ﷺ، وتحقيق مباهاة الرسول ﷺ بهم، كما قال: تناكحوا تناسلوا تكثروا، فإني مباه بكم الأمم يوم القيامة. وسببه تعلق البقاء المقدور به إلى وقته، فإن الله تعالى حكم ببقاء العالم إلى قيام الساعة، وبالتناسل يكون هذا البقاء'' (كتاب النكاح۱۹۲،۴،ط:دار المعرفة،بيروت)۔

اور اوپر کی سطور میں قرآن وحدیث کی رو سے واضح ہوچکا ہے کہ جس نکاح میں صرف شہوت رانی مقصود ہو؛ وہ شرعی نکاح کے مقصد کے خلاف ہے۔

۲۔ اس عمل کے ذریعہ شریعتِ مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کےلیے وضع کردہ کئی اَحکام کی خلاف ورزی اور بہت سے اَحکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس جدید نکاح کے نتیجہ میں بیوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے، جبکہ نکاح کے عقد کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے،علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے نکاح کے اَحکام تفصیلی ذکر کیے ہیں ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ‘‘بدائع ’’ میں نکاح کے اَحکام علیحدہ فصل میں ذکر کیے ہیں، فرماتے ہیں کہ نکاح کے اَحکام میں سے مہر کا واجب ہونا، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہونا،حرمتِ مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اجراء اور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا (جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہیں۔

‘‘وقد ذكر أحكامه في البدائع في فصل على حدة، فقال: منها حل الوطء، لا في الحيض والنفاس والإحرام، وفي الظهار قبل التكفير، ووجوبه قضاء مرة واحدة وديانة فيما زاد عليها، وقيل: يجب قضاء أيضا، ومنها حل النظر والمس من رأسها إلى قدمها إلا لمانع، ومنها ملك المنفعة، وهو اختصاص الزوج بمنافع بضعها وسائر أعضائها استمتاعا، ومنها ملك الحبس والقيد، وهو صيرورتها ممنوعة عن الخروج والبروز، ومنها وجوب المهر عليه، ومنها وجوب النفقة والكسوة، ومنها حرمة المصاهرة، ومنها الإرث من الجانبين، ومنها وجوب العدل بين النساء في حقوقهن، ومنها وجوب طاعته عليها إذا دعاها إلى الفراش، ومنها ولاية تأديبها إذا لم تطعه بأن نشزت، ومنها استحباب معاشرتها بالمعروف، وعليه حمل الأمر في قوله تعالى: {وعاشروهن بالمعروف} [النساء: ١٩] ، وهو مستحب لها أيضا، والمعاشرة بالمعروف الإحسان قولا، وفعلا وخلقا إلى آخر ما في البدائع’’ (البحرالرائق:كتاب النكاح۳،۱۳۹،ط:دار الكتب العلمية)۔

شبہ اور اس کا ازالہ:اگر یہ کہا جائے کہ نکاحِ مسیار میں عدمِ نفقہ یا طلاق دینے کی شرط یا نیت سب باطل شرطیں ہیں، جو خود ساقط ہوجائےگی اور نکاح درست رہے گا۔

جواب: شریعت کے اصل اور ضابطہ کے مطابق نفقہ نہ دینے یا طلاق دینے کی شرائط باطل ہوکر عقد صحیح ہو جائے گا، لیکن عرف میں ان شرائط پر عمل کرنے کو لازم سمجھاجاتا ہے،ان شرائط پر عمل کرنا نکاح کی روح اور مقاصد کے خلاف ہے، لہذا شرط باطل ہوجانے کے بعد بھی اس قسم کے عقد کے جواز کا فتویٰ دینا مفاسد سے خالی نہیں ہے۔

۳۔ اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوتِ نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار کرے، لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی تو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے، یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرزپر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے، کیونکہ مقررہ مدت پوری

ہوجانے کے بعد شوہر طلاق دےکر چلا جائے گا، چونکہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنا طبعی تقاضا پورا کرنا تھا، تو شوہر بچے سے بے فکر ہوکر چلا جاتا ہے، اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہے، انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہیں آتا، پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقہ سے نہیں ہو تی اور وہ مکمل نشو و نما نہیں پاتے، تو اس سے ا س کی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے۔

۴۔ اس قسم کی شادی میں عورت مرد کو اپنا نگران اور مسئول نہیں سمجھتی، جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیدا ہوتی ہےاور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

۵۔ اس قسم کے عقد میں خوا تین کی تذلیل ہے، کیوں کہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف وقتِ متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، وقتِ مقررہ کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے، عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لیے شریعت نے پہلے شوہر کے لیے بیوی کو حلال کرنے کےلیے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح (حلالہ)کرنے کو مکروہِ تحریمی قرار دیا ہے۔

۶۔ اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے کیونکہ نہ میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کےلیے رہائش ہوتی ہے، اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت و محبت ہوتی ہے جوکہ نکاح کا لازمی جز اور مقصد ہے ۔

۸۔ اس قسم کا نکاح معنیً نکاحِ موقت ہے،علامہ شامی وغیرہ نے نکاحِ موقت اور متعہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ:نکاحِ متعہ اور مؤقت باطل ہے،اور ان کے درمیان شیخ الاسلام نے یوں فرق بیان فرمایا ہے کہ نکاحِ مؤقت میں لفظِ نکاح یا تزویج استعمال کیا جاتاہے اور متعہ میں اتمتع ،استمتع جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ،یعنی وہ الفاظ جو متعہ کے مادہ (م۔ت۔ع) پر مشتمل ہو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متعہ میں گواہ اور مدت کی تعیین شرط نہیں ہے،جبکہ مؤقت میں گواہ بھی ہوتے ہیں اور مدت بھی متعین ہوتی ہے۔

اور بلاشبہ اس بات میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ شروع میں جو متعہ مباح تھا پھر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگیا، اس سے مراد وہی متعہ ہو جس میں ‘‘م۔ت۔ع ’’ کا مادہ ہو ، اس لیے کہ آثار سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ متعہ کی اجازت تھی، لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ اس عمل کےلیے ‘‘اتمتع ’’ جیسے الفاظ سے ہی عورت کوخطاب کرنا لازم ہو، اس لیے کہ یہ بات معروف ہے کہ لفظ کا اطلاق کرکے اس کا معنی مراد لیا جاتا ہے؛ لہذا جب ‘‘تمتعوا ’’(یا متعہ وغیرہ کے الفاظ)کہا جائےتو اس سےمراد وہ ہوتا ہے جس میں یہ معنی پایا جائے،اور اس کا مشہور معنی یہ ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے عقد کو وجود میں لایا جائے جس سے نکاح کے مقاصد (اولاد کا حصول اور پرورش) کو پورا کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ ایک متعین مدت تک (جنسی خواہش کی تکمیل کےلیے) عقد ہوتا ہے جو

مدت کے پورا ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

۹۔ اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہےکہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کےلیے چور دروازہ ہے، اسی لیے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجات دی گئی ہے وہاں امیر اور صاحبِ ثروت لوگوں نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کوخرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دےدی، بلکہ اگر یہ کہا جائے گا کہ یہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا،اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تومعروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقہ سے زنا کرنے لگ جائیں گے۔

۱۰۔ اگرچہ ابتدا میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ طویل عرصے تک سفر میں رہنا بیان کی بھی جائے یا بطورِ شرط رکھی جائے، لیکن اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر چلے جائیں، یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کے شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے۔

ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے ‘‘نکاح مسیار ’’(زواج مسیار) کی شرعاً اجازت نہینہونی چاہئے۔

جواب (۵):(الف) نکاح مسیار کے متعلق علماء برصغیر کی آراء:

جامعہ بنوری ٹائون کے ایک فتوی میں (محرر: ۱۵؍محرم الحرام ۱۴۳۲ھ موافق ۲۹؍اکتوبر ۲۰۱۰ء ، فتوی نمبر : ۹۸۸۱) نکاح کی حقیقت ، مقاصد اور نکاح متعہ ومؤقت پر روشنی ڈالنے کے بعد جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ نکاح مسیار گرچہ اصولاً جائز ہو ،البتہ مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے یہ نکاح جائز نہ ہونا چاہئے، اخیر میں لکھتے ہیں: ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے نکاح مسیار (زواج مسیار) کی اجازت نہیں۔

‘‘دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی ’’ کا ایک فتوی نکاح کے مقاصد اور نکاح مسیار کے منفی اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی طرح کا ہے، اس میں لکھا ہے کہ :

درج بالا مفاسد کے ساتھ ساتھ یہ نکاح انبیاءعلیہم السلام ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ،سلف صالحین، اور جمہور امت کے طریقہ کے خلاف ہے، گوکہ اس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہوں گے ، لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیںزیادہ ہیں، اور نقصانات بھی ایسے ہیں جو کسی بھی قوم کے خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کاسبب بن سکتے ہیں، جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو ان مفاسد کا سامنا ہے، اس لئے اس طریقے سے نکاح کی اجازت قطعا نہیں دی جاسکتی (فتوی نمبر: ۶۲۳۵۶،تاریخ اجراء: ۲۸؍فروری۲۰۱۸ء)۔

(ب)نکاح مسیار کے بارے میں ممتاز علماء عرب کی آراء:

شیخ ابن باز یہ فرماتے ہیں کہ عقد کے لئے شرعی لازمی شرائط پائی جائے تو اس عقد میں کوئی حرج نہیں ہے ،یہ شرائط جیسے ولی کی موجودگی، زوجین کی رضامندی، عقد نکاح کے وقت دو عادل گواہوں کی موجودگی، اور موانع کا نہ ہونا، عقد کے جوازمیں حرج نہ ہونے کی وجہ یہ روایت ہے:

''إن أحق الشرط أن یوفی بہ ما استحللتم بہ الفروج''(البخاری: ۵۱۵۱) ''المسلمون علی شروطہم'' جب زوجین اس شرط پر متفق ہیں کہ عورت اپنے والد کے گھر رہے، یا حقوق زوجیت کی ادائیگی صرف دن میں ہوگی، رات کے وقت وہ موجود نہ ہوگا، یا معین ایام ہی میں وہ آئےگا، تو اس میں کوئی حرج نہینہے، البتہ یہ شرط ملحوظ رہنی چاہئے، کہ نکاح علی الاعلان ہو،خفیہ طریقہ پر نہ ہو۔

''لا حرج فی ذلک اذا استوفی العقد الشروط المعتبرة شرعا؛ وہی وجود الولی، ورضا الزوجین، وحضور شاہدین عادلین علی إجراء العقد ، وسلامۃ الزوجیۃ من الموانع ، لعموم قول النبیﷺ : إن أحق الشرط أن یوفی بہ ما استحللتم بہ الفروج، وقولہ ﷺ : المسلمون علی شروطہم، فإذا اتفق الزوجان علی أن المرأة تبقی عند أہلہا، أو علی أن القسم یکون لہا نہارا، لا لیلا، أو فی أیام معینۃ أو لیالی معینۃ، فلا بأس بذلک، بشرط إعلان النکاح وعدم إخفائہ'' (فتاوی علماء البلد الحرام: الباب الرابع عشر النکاح، الفصل الاول النکاح، رقم السوال: ۱۶،حکم ما یسمی بزواج المسیار، ص: ۱۳۳۵،۱۳۳۶)۔

علامہ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں:

اگر اس عقد میں تمام شرطیں پائی جائے ،یعنی (۱)ایجاب وقبول(۲)اعلان(۳) مؤقت کا تذکرہ نہ ہو اور (۴) مہر طے کیا گیا ہو؛ تو نکاح صحیح ہوجائے گا،چاہے عقد کے بعد عورت کسی حق کوساقط کرے، عقد اس سے متأثر نہ ہوگا، اور اگر عورت عقد کے درمیان میں جماع کے علاوہ کسی حق سےتنازل اختیار کرے،اور وہ مقصود عقد کے خلاف ہو تو اس شرط کو باطل ٹھہرائینگے۔

''أنا عند ما سئلت عن ہذا الزواج (المسیار)قلت:أنا لا یہمنی الأسماء، فالعبرة فی الأحکام لیست بالأسماء والعناوین، ولکن بالمسمیات والمضامین ، وفی القواعد الشرعیۃ لمجلۃ الاحکام العدلیۃ الشہریۃ:العبرة فی العقود للمقاصد والمعانی ولیست للألفاظ والمبانی ، سموا ہذا الزواج ما تسمونہ، ولکن المہم عندی أن تتحقق أرکان عقد الزواج وشروطہ۔

.....فإذا وجدت ہذہ الأمور الأربعۃ: الإیجاب والقبول من أہلہما ، والإعلام، ولو فی حد الأدنی، وعدم التأقیت، والمہر، ولوتنازلت منہ المرأة بعد ذلک ، فالزواج صحیح شرعا، وان تنازلت المرأة فیہ عن بعض حقوقہا ما عدا حق الجماع الذی لا یجوز أن یشترط فی العقد، لأنہ شرط ینافی مقصود العقد فیبطلہ۔

ولا یملک الفقیہ أن یبطل مثل ہذا العقد المستوفی لأرکانہ وشروطہ" (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ،۷-۶)۔

حضرت شیخ وہبہ زحیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ شرائط عقد نکاح پائے جاتے ہیں، اس لئے یہ نکاح تو درست ہوگا،لیکن بہت سی ادبی، سماجی اور معاشرتی بنیادیں اس سے متأثر ہوگی،اس لئے صرف قضاء شہوت یا مادی تقاضوں کو مدنظر نہ رکھا جائے، بلکہ عقد نکاح کے دیگر ادبی، سماجی ومعاشرتی پہلوؤنکومد نظر رکھنا چاہئے،اور چونکہ اس عقد سے مقاصد شرعیہ بھی متصادم ہورہے ہیں، اس لئے سدّذرائع کے تحت اس کی اجازت نہ ہونی چاہئے۔

''إن زواج المسیار ، وإن بدا أنه صحیح في الظاهر لتوافر أرکانه وشروطه المطلوبة شرعاً ، إلا أنه زواج تنعدم فیه مسؤولیة الرجل في التربیة والرعایة والإشراف والإیناس ، والإعانة على شؤون الحیاة وظروفها القاسیة ، فکل من الرجل والمرأة راع للآخر کما في الحدیث النبوي الصحیح ، وکل راع مسؤول عن رعیته .

وهو أیضاً یفتقد القوام الأدبي ومعاني الحیاة المشترکة القائمة على التعاون والسکن واطمئنان کل من الرجل والمرأة إلى الآخر .

فلیس الزواج مسألة مادیة فقط ، أو لقضاء الشهوة وتحقیق المتعة أو الاستمتاع الجنسي المشروع ، وإنما هو رابطة شریفة ، سماه القرآن الکریم میثاقا غلیظاً .

لکل هذا وغیره أرى أن هذا الزواج یصادم مقاصد الشریعة کما ذکر الشاطبي وغیره ، فیمنع بابه ، سدا للذرائع ، وتوافر التهمة أحیاناً في نقاء النسب وشرف النسل" (موسوعۃ الفقہیہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ: باب عقود الزواج المستحدثۃ وحکمہا فی الشریعۃ، فصل أہم أنواع العقود المستحدثۃ فی الزواج، الأول زواج المسیار، ص:۵۲۸،۵۲۷،ج:۱۳،ط: دارالفکر ،دمشق)۔

اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ میں مذکور عقد کے بارے میں فیصلہ کیا گیا، اور فیصلہ کے اخیر میں ۱۸،فقہاءکرام کے دستخط ثبت ہے، یہ مجلس بتاریخ۱۴-۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۷ موافق ۱۲-۸ ،اپریل ۲۰۰۶ منعقد ہوئی تھی، یہ فیصلہ درج ذیل ہے:

''یؤکد المجمع أن عقود الزواج المستحدثة وإن اختلفت أسماؤها، وأوصافها، وصورها، لابد أن تخضع لقواعد الشریعة المقررة وضوابطها، من توافر الأرکان، والشروط، وانتفاء الموانع.

وقد أحدث الناس في عصرنا الحاضر بعض تلك العقود المبینة أحکامها فیما یأتي :

١- إبرام عقد زواج تتنازل فیه المرأة عن السکن والنفقة والقسم أو بعض منها، وترضى بأن یأتي الرجل إلى دارها في أي وقت شاء من لیل أو نهار.

ویتناول ذلك أیضاً : إبرام عقد زواج على أن تظل الفتاة في بیت أهلها ، ثم یلتقیان متى رغبا في بیت أهلها أو في أي مکان آخر، حیث لا یتوافر سکن لهما ولا نفقة.

هذان العقدان وأمثالهما صحیحان إذا توافرت فیها أرکان الزواج وشروطه وخلوه من

الموانع ، ولكن ذلك خلاف الأولى" (قراراتالمجمع الفقہ الاسلامی بمكۃ المكرمۃ: الدورۃ الثامنۃ عشرۃ، القرار الخامس بشان عقود النكاح المستحدثہ،ص: ۴۶۵، الاصدار الثالث، ط: رابطۃ العالم الاسلامی، مكۃ المكرمۃ)۔

جواب : (۶)نکاح مسیار سے پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت:

اگر عقد نکاح میں کوئی مدت مقررنہ کی ہو، وقت کی کوئی قید نہ لگائی ہو،اور دیگر تمام شرائط نکاح کی رعایت کی گئی ہو تو نکاح درست ہوگا، اگرچہ دل میں نیت عارضی نکاح کی ہو۔

''تبیین الحقائق '' میں مذکور ہے :

''ولو تزوجہا مطلقا، وفی نیتہ أن یقعد معہا مدۃ نواہا، فالنكاح صحیح''(تبین الحقائق: کتاب النکاح، فصل فی المحرمات۲،۱۱۵، ط: مکتبہ امدادیہ،ملتان)۔

اس لئے نکاح صحیح ہوگا اور بچے کا نسب اس شوہر سے ثابت ہوگا، اور اگر اس نے نکاح میں کوئی ایسی شرط شامل کی جس سےنکاح فاسد ہوتا ہو تو اس صورت میں بھی بچے کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا۔

''فتاوی عالمگیری'' میں مرقوم ہے:

''ویثبت نسب الولد المولود فی النكاح الفاسد، وتعتبر مدۃ النسب من وقت الدخول عند محمد رحمہ اللہ تعالی، وعلیہ الفتوی، قالہ أبو اللیث، كذا فی التبیین'' (کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد واحکامہ، ۱،۳۳۰،ط:زکریا بک ڈپو دیوبند)۔

دوسری جگہ لکھا ہے :

''قال أصحابنا: لثبوت النسب ثلاث مراتب (الأولى) النكاح الصحیح وما ہو فی معناہ من النكاح الفاسد ، والحكم فیہ أنہ یثبت النسب من غیر دعوۃ ، ولا ینتفی بمجرد النفی، وإنما ینتفی باللعان....." (کتاب الطلاق ،الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب۱، ۵۳۶،ط:زکریا بک ڈپو دیوبند)۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

''وأما النكاح الفاسد فلا حكم لہ قبل الدخول، وأما بعد الدخول فیتعلق بہ أحكام، منہا ثبوت النسب، ومنہا وجوب العدۃ، وہو حكم الدخول فی الحقیقۃ، ومنہا وجوب المہر.....وفی النكاح الفاسد بعد الدخول لحاجۃ الناكح الی درء الحدوصیانۃ مائہ عن الضیاع بثبات النسب ووجوب العدۃ وصیانۃ البضع المحترم عن الاستعمال من غیرہ غرامۃ ولا عقوبۃ توجب المہر، فجعل منعقدا فی حق المنافع المستوفاۃ لہذہ الضرورۃ. ولا ضرورۃ قبل استیفاء المنافع، وہو ما قبل الدخول فلا یجعل منعقدا قبلہ" (بدائع الصنائع: کتاب النکاح، فصل فی النکاح الفاسد ۲،۶۵۲،۶۱۵، ط: مکتبہ زکریا ،دیوبند)۔

مملکت عربیہ سعودیہ کے ہیئت کبار العلماء کے ایک رکن شیخ عبداللہ بن منیع بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس بچہ کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا، جیساکہ عبدالعزیز بن محمد

الحجیلان رقمطراز ہیں:

‘‘وقال عنہ الشیخ عبداللہ بن منیع:الذی افہمہ من زواج المسیار وابنی علیہ فتواہ انہ زواج مستکمل لجمیع ارکانہ وشروطہ، فہو زواج یتم فیہ ایجاب وقبول، وبشروطہ المعروفۃ من رضا الطرفین والولایۃ والشہادۃ والکفاءۃ ، وفیہ الصداق المتفق علیہ، ولا یصح الا انتفاء موانعہ الشرعیۃ، وبعد تمامہ تثبت لطرفیہ جمیع الحقوق المترتبۃ علی عقد الزوجیۃ من حیث النسل والنسب والارث والعدۃ والطلاق واستباحۃ البضع ، والسکن والنفقۃ وغیر ذلک من الحقوق والواجبات إلا ان الزوجین قد ارتضیا واتفقا علی أن لا یکون للزوجۃحق فی المبیت أو القسم’’ (المختارفی زواج المسیار: الفصل الثانی: المبحث الاول، ص: ۱۰۸،ط: دار المتخصصۃ، الریاض)۔

مذکورہ حوالہ جات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولاد کا نسب نکاح کرنے والے شوہر سے ثابت ہوگا، مزیدبراں ان اولاد کا نان نفقہ بھی اسی کے لئے ذمہ ہوگا۔

منفی پہلو:

سوال نمبر چار میں مقاصد کے تحت یہ گزرچکا ہے کہ ایک عظیم مقصد نسل کی حفاظت ہے، تاکہ نوع انسانی کی حفاظت ہو اور نیک صالح اولاد کا وجود ہو، مسیار جیسے وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش میں مسائل پیش آئیں گے،ممکن ہے کہ شوہر اس بچہ کے نسب کا انکار کردے، انکار نہ کرے تو پرورش کے مسائل ہوں گے، کیونکہ مقررہ مدت پوری ہونے کے بعد شوہر طلاق دے کر چلاآئے گا، چونکہ اس تعلق کی غرض در حقیقت طبعی تقاضے کی تکمیل تھی، اس لئے شوہر بچے سے بے فکر ہوکر چلاآتاہے، اور اولاد بغیر باپ کے عمرکے مراحل طے کرتی ہے، انہیں زندگی کے نشیب وفراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہینہوتا،پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقہ سے نہیں ہوتی اور وہ مکمل نشوونمانہیں پاتے تو اس سے اس کی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے۔

جواب (۷):

سوال میں مذکور صورت پر اگرچہ نکاح موقت کا ظاہری طورپر حکم عائد نہ ہوسکے، لیکن مقاصد کے خلاف ہے،اسلام میں رشتہ نکاح عارضی اور وقتی نہینہوتا ہے،مذکورہ صورت میں اگرچہ نکاح کے وقت ، وقت کی تحدید کا صراحۃ ذکر نہ ہو،لیکن چونکہ عرف اور رواج کی وجہ سے فریقین کے علم میں پہلےسے یہ بات ہوتی ہے کہ کچھ سالوں بعد طلاق ہوجائےگی،اس لئے نتیجۃً یہ نکاح موقت ہی کی صورت بن جاتی ہے ،اس لئے یہ مذموم ہے،تاہم اگر شرائط نکاح کی رعایت کے ساتھ نکاح ہوگیا تو عورت حلال ہوگی۔

‘‘ومعناہ المشہور أن یوجد عقداً علی امرأۃ لا یراد بہ مقاصد عقد النکاح من القرار للولد وتربیتہ، بل إلی مدۃ معینۃ ینتہي العقد بانتہائھا أو غیر معینۃ بمعنی بقاء العقد ما دمت معك إلی أن أنصرف عنك فلا عقد، والحاصل أن معنی المتعۃ عقد موقت ینتہي بانتہاء الوقت فیدخل فیہ

ما بمادة المتعة والنكاح الموقت أيضاً، فيكون النكاح الموقت من أفراد المتعة، وإن عقد بلفظ التزويج وأحضر الشهود وما يفيد ذلك من الألفاظ التي تفيد التواضع مع المرأة على هذا المعنى، ولم يعرف في شيء من الآثار لفظ واحد ممن باشرها من الصحابة رضي الله عنهم بلفظ تمتعت بك ونحوه والله أعلم" (فتح القدير:كتاب النكاح۲،۲۳۷،ط: زكريا)۔

فریقین یا دونونمیں سے کسی ایک کے دل میں یہ نیت وارادہ ہو کہ ایک مخصوص مدت گذرنے کے بعد طلاق کے ذریعہ علیحدگی اختیار کرلی جائے گی، تو اس صورت میں اگرچہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق نکاح تو منعقد ہوجانا چاہئے ۔

علامہ ابن ہمام رقمطراز ہیں:

''أما لو تزوج وفی نیتہ أن یطلقہا بعد مدة نواہا صح" (فتح القدیر: کتاب النکاح ۳،۲۴۰، ط: زکریا بک ڈپو دیوبند)۔

لیکن اس ارادہ کے ساتھ نکاح کرنا مقاصد شرعیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے کراہت سے خالی نہ ہونا چاہئے،کیونکہ رشتہ میں دوام کی نیت نہیں ہے، اور ابغض المباحات -طلاق-دینے کی نیت ہے ،جو نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہیں ہے اوراس میں عمرانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت بھی نہیں۔

جواب (۸):

نکاح مؤقت کی صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایک متعین مدت مثلا دس روز کے لئے نکاح کرے، امام زفرؒ کے نزدیک ایسی صورت میں نکاح منعقد ہوجائےگا، اور متعینہ مدت کی شرط کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں دوفرق کیا گیا ہے، ایک یہ کہ متعہ میں متعہ کا لفظ استعمال کیا جاتاہے،اور نکاح مؤقت میں نکاح اور ازدواج کا ، دوسرے متعہ میں گواہ نہیں ہوتے اور نکاح مؤقت میں گواہ ہوتے ہیں۔

''الموسوعۃ الفقہیہ" میں مرقوم ہے :

حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ نکاح مؤقت یہ ہے کہ دو گواہوں کی گواہی میں کسی عورت سے دس دن یا ایک مہینہ یا ایک سال وغیر ہ تک کے لئے شادی کرے ۔

اور نکاح مؤقت اور نکاح متعہ میں فرق یہ ہے کہ مؤقت میں لفظ تزویج کا ذکر ہوتا ہے متعہ میں نہیں ، اسی طرح اس میں شہادت ہوتی ہے متعہ میں نہیں ، ''المحیط'' میں ہے: ہر نکاح مؤقت متعہ ہے ، اور امام زفرؒ کہتے ہیں : لفظ متعہ کے بغیر متعہ نہیں ہوگا۔

اور حکم میں ایسی مدت سے موجل ہونے کے درمیان جس تک دونوں نہیں پہنچیں گے اور ایسی مدت تک ہونے کے درمیان جس تک دونوں پہنچ جائینگے فرق کیا گیا ہے ۔

چنانچہ اگر وہ اس مدت سے موجل ہوجس تک دونوں نہینپہنچےگے تو اس کے حکم میں اختلاف ہے:

پس حنفیہ، حنابلہ، مالکیہ میں سے ابوالحسن اور شافعیہ میں سے بلقینی اور بعض

متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ اگر نکاح کوایسی مدت سے مؤجل کر دے جس تک دونوں نہیں پہنچیں گے تو نکاح صحیح ہو جائےگا ،گویا کہ اس نے ‘‘ہمیشہ’’ کا ذکر کیا ہے، اس لئے کہ نکاح مطلق اس سے نہیں بڑھے گا اور اطلاق کے مقتضی کی صراحت مضر نہیں ہوتی، بلقینی کہتے ہیں: اور امام شافعی کی ‘‘الأم’’ کی صراحت اس پر شاہد ہےاور بعض متأخرین نے اس میں ان کی اتباع کی ہے اور الفتاوی الہندیہ میں شمس الائمہ حلوانی اور بہت سے مشائخ حنفیہ سے نقل کرتےہوئے مذکور ہے کہ اگر دونوں ایسی مدت متعین کریں جس کے بارے میں یقینی طور سے معلوم ہے کہ دونوں اس وقت تک زندہ نہیں رہیں گے، جیسے ہزار سال تو نکاح منعقد ہو جائےگا اور شرط باطل ہو جائے گی، جیسا کہ اگر دونوں قیامت ہونے تک یا دجال کے خروج تک یاحضرت عیسی علی نبینا وعلیہ السلام کے نزول تک کے لئے شادی کریں۔

علامہ فرید الدین دہلوی رقمطراز ہیں:

‘‘وأمالفظ المتعة فقد اختلفت الروايات فيها ، ذكر في الأصل عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى :لو قال‘‘ أتزوجك متعة’’لا ينعقد به النكاح ، وقال في الهاروني : قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى : ينعقد به النكاح، ويلغو قوله “متعة”، وفي المنتقى :هشام عن محمد :إذا قال لأمرأة‘‘ أتزوجك متعة” فالنكاح باطل، ولو قال لغيره‘‘ أسكن هذه الدار متعة بألف درهم” فالبيع جائز، وقال أبو يوسف رحمه الله : البيع والنكاح فاسد ، وفي الأصل : إذا تزوج امرأة مدة معلومة، فالنكاح باطل وهو المتعة ، وسوى بين الأجال حتى لو سمى مائة سنة بطل فيه العقد، وقال الشيخ الإمام شمس الأئمة الحلواني : كثير من مشائخنا قالوا : إذا سميا ما يعلم يقينا أنها لا يعيشان إليه البتة كألف سنة ينعقد العقد وبطل الشرط ،كما لو تزوج إلى قيام الساعة أو خروج الدجال أو نزول عيسى عليه السلام .

وهكذا روى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى : وفى الخانية : وتفسير المتعة أن يقول لرجل لأمراة ‘‘أتمتع بك كذا مدة بكذا من المال ” فرضيت فإنها لا تفيد الحل ، وفي الظهيرية : عندنا ، وجائز عند مالك ، ولا يقع عليها طلاق ولا إيلاء ولاظهار ولا يرث أحدهما من صاحبه، ولو قال ‘‘تزوجتك شهرا’’، فرضيت عندنا يكون متعة ولا يكون نكاحا، وقال زفر:يصح النكاح ويبطل الشرط كما لو تزوجها بشرط أن يطلقها بعد شهر يجوز النكاح ويبطل الشرط ، وفي الظهيرية :ولا تكون المتعة إلا بلفظها ، وفي الحجة : قال صاحب الكتاب : معناه إذا شرط في صلب العقد، وفي المنتقى : وكل نكاح مؤقت يكون متعة عندنا، وقال زفر: لا يكون متعة إلا بلفظ المتعة ، وفي الينابيع : إذا تزوجها بنية أن يطلقها إذا جامعها لا بأس به” (الفتاوى التاتارخانيہ: كتاب النكاح،الفصل الأول الالفاظ التى ينعقد بهاالنكاح۴،۱۱-۱۲، رقم المسئلۃ: ۵۳۷۶،ط: زكريابكڈپو ،ديوبند)۔

‘‘فتاوی عالمگیری ” میں لکھا ہے:

‘‘قال الشیخ الإمام الأجل شمس الأئمۃ الحلوائی وکثیر من مشائخنا قالوا:إذا سمیا مایعلم یقینا أنہما لا یعیشان إلیہ ألف سنۃ ینعقد ویبطل الشرط، کما لو تزوجہا إلی قیام الساعۃ أو خروج الدجال أو نزول عیسی علیہ السلام، وہکذا روی الحسن عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی ، کذا فی المحیط’’(الفتاوی الہندیہ: کتاب النکاح، باب المحرمات۱،۳۱۲۔۳۱۱،ط: دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔

بعض شافعیہ کہتے ہیں : اگر کہے کہ میں نے تمہاری شادی اس سے تمہاری زندگی بھر یا عورت کی زندگی بھر کے لئے کر دی تو یہ نکاح متعہ نہیں ہوگا ،اس لئے کہ یہ عقد کا مقتضی ہے، بلکہ اس کا اثر موت کے بعد بھی باقی رہے گا۔

اور راجح قول میں مالکیہ اوربلقینی کے علاوہ شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسی مدت سے مؤقت نکاح- جس تک دونوں نہیں پہنچیں گے- باطل ہے ۔

اور اگر اس میں ایسی مدت مقرر کر یں جس تک دونوں پہنچ سکتے ہوں، جیسا کہ کہے : میں نے تم سے دس دن کے لئے شادی کی یا اس کے مثل تو یہ (امام زفر کے علاوہ) بقیہ فقہاء حنفیہ نیز مالکیہ ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نکاح فاسد ہے ، اس لئے کہ ان فقہاء کے یہاں یہ نکاح متعہ کی ایک صورت ہے ، اور حنفیہ نے اپنے مذہب پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اگر یہ عقد جائز ہو تو وہ دوحال سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ مدت مذکورہ کے ساتھ مؤقت ہو کر جائز ہوگا ، یا ہمیشہ کے لئے جائز ہوگا ، اور پہلی صورت ممکن نہیں ہے ، اس لئے کہ یہی متعہ کا معنی ہے ، البتہ اس نے اس کی تعبیر لفظ نکاح اور تزویج سے کی ہے اور عقود میں معتبران کے معانی ہوتے ہیں نہ کہ الفاظ، جیسے اصیل کی براءت کی شرط کے ساتھ کفالہ ، حوالہ کے معنی موجود ہونے کی وجہ سے وہ حوالہ ہے اگرچہ لفظ حوالہ موجود نہیں ہے اور متعہ منسوخ ہے، اور دوسری صورت بھی ممکن نہیں ہے ، اس لئے کہ اس میں عورت کی رضامندی کے بغیر اس پر بضع کا استحقاق ہے اور یہ نا جائز ہے ۔

امام زفر اور بعض حنفیہ کہتے ہیں : نکاح جائز ہے اور یہ نکاح دائمی ہوگا اور شرط باطل ہے ، اس لئے کہ اس نے نکاح کا ذکر کیا ، اور اس میں ایک فاسد شرط لگادی، اور نکاح کو فاسد شرطیں فاسد نہیں کرتیں ، لہذ اشرط باطل ہوگی اور نکاح صحیح ہو کر باقی رہے گا ، جیسے کہ اگر وہ کہے : میں نے تم سے دس دن میں طلاق دےدینے تک کے لئے شادی کی۔

ملک العلماء علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

‘‘وأما الثاني : فهو أن يقول : أتزوجك عشرة أيام ونحو ذلك ، وأنه فاسد عند أصحابنا الثلاثة ، وقال زفر: النكاح جائز وهو مؤبد، والشرط باطل .

وروى الحسن بن زياد عن أبي حنيفة أنه قال : إذا ذكرا من المدة ما يعيشان إلى تلك

المدة، فالنكاح باطل ، وإن ذكرا من المدة مقدار ما لا يعيشان إلى تلك المدة في الغالب، يجوز النكاح كأنهما ذكرا الأبد .

وجه قوله : أنه ذكر النكاح وشرط فيه شرطاً فاسداً، والنكاح لا تبطله الشروط الفاسدة ، فبطل الشرط وبقي النكاح صحيحاً، كما إذا قال : تزوجتك إلى أن أطلقك إلى عشرة أيام .

ولنا:أنه لو جاز هذا العقد لكان لا يخلو :إما أن يجوز مؤقتاً بالمدة المذكورة ، وإما أن يجوز مؤبداً لا سبيل إلى الأول ، لأن هذا معنى المنعة إلا أنه عبر عنها بلفظ النكاح والتزوج، والمعتبر في العقود معانيها لا الألفاظ، كالكفالة بشرط براءة الأصيل، أنها حوالة معنىً لوجود الحوالة، وإن لم يوجد لفظها، والمتعة منسوخة، ولا وجه للثاني :لأن فيه استحقاق البضع عليها من غير رضاها، وهذا لا يجوز''(بدائع الصنائع:كتاب النكاح، فصل من شروط النكاح،فلا يجوز النكاح المؤقت۲،۵۵۸،ط: زكريا بک ڈپو ،ديوبند)۔

نکاح مسیار کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی•

نکاح مسیار:

خلیجی ممالک اور بعض مسلم ملکوں میں رائج ''نکاح مسیار '' کو پرکھنے کی ضرورت ہے، اس نکاح کا مطلب بعض حضرات ''سفری شادی '' بتاتے ہیں اور ''مسیار '' جو کہ مفعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا مطلب لیتے ہیں کثیر السفر انسان کی شادی، بعض حضرات اس کو ''عارضی ووقتی شادی '' سے تعبیر کرتے ہیں اور مسیار کا مطلب لیتے ہیں: شوہر سفرکرتے ہوئے اپنی بیوی کے پاس پہنچ جاتا ہے اور وہاں رکتا نہیں ہے، بلکہ اپنی قضائے شہوت کے بعد پھر سفر کےلئے روانہ ہوجاتا ہے، اس نکاح کی صورت عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ مرد کسی عورت سے معتبر ارکان وشرائط کی رعایت کرتے ہوئے عقد نکاح کرتا ہے، البتہ عورت اپنے بعض حقوق جیسے شب باشی، نفقہ، رہائش وغیرہ سے اپنی مرضی سے دستبردار ہوجاتی ہے اسی کو نکاح مسیار کہا جاتا ہے، اس کی ایجاد میں بھی بعض ضروریات اور وقتی تقاضے کو دخل ہے اور انسان میں پنپنے والا غیر اسلامی جذبہ ورجحان ہے، مثلاً:

الف: بسا اوقات عورت مطلقہ ہوجاتی ہے اب اس کی دوسری شادی یا تو اس وجہ سے نہیں ہوپاتی ہے کہ اس سے شادی کوئی کنوارا کرنا نہیں چاہتا، اور شادی شدہ اس لئے نہیں کرسکتا کہ اس کی بیوی پہلے سے موجود ہے، دوسری شادی کرنا معیوب ہے، ایسی حالت میں اس مطلقہ عورت کی جنسی تسکین کا ذریعہ صرف نکاح مسیار ہوتا ہے، چنانچہ وہ اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوکر کسی سے نکاح کرلیتی ہے، یاپھر عورت کا ولی مہر میں خطیر رقم کا مطالبہ کرتا ہے یا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ شوہر کا ڈیمانڈ ہوتا ہے اس ڈیمانڈ کے مقابلہ میں عورت اپنے حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے اور شادی کرلیتی ہے۔

ب: کبھی والدین کے گھر میں رہنا ضروری ہوتا ہے اس وجہ سے کہ والدین محتاج ومجبور ہیں ان کی دیکھ ریکھ کےلئے کوئی نہیں ہے، یا اس جگہ کا رواج ہی ایسا ہے (جیسا کہ کیرلا کے ''کنور '' علاقہ میں بیوی رخصت ہوکر جاتی ہی نہیں ہے) اس کو اپنے والدین کے گھر رہنا ہے تو ایسے موقع پر عورت اپنے حقوق معاف کردیتی ہے یا سکنی ورہائش سے دستبردار ہوجاتی ہے اور نکاح کرلیتی ہے۔

• استاذ دار العلوم دیوبند، یوپی۔

ج: کبھی عورت بیوہ ہوتی ہے اور اس کے بچے ہوتے ہیں ان بچوں کے ساتھ نئے شوہر کے گھر شفٹ نہیں ہوسکتی ہے، اس لئے وہ چاہتی ہے کہ اپنے والدین کے گھر یا کہیں اور رہیں، لیکن جنسی تسکین بھی ہو، اس لئے نکاح مسیار پر مجبور ہوتی ہے۔

د: کبھی مرد وعور ت دونوں کو ضرورت ہوتی ہے، اس طرح کہ عورت صاحب حیثیت ہے، مگر تجرد کی زندگی گزار رہی ہے، مرد کو بھی ایک بیوی سے تسکین نہیں ہوپاتی ہے وہ عفت کے لئے دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، عورت کا اپنا ایسا کاروبار یا کام ہے کہ اس کے گھر شفٹ ہوبھی نہیں سکتی تو نکاح مسیار کرتی ہے۔

ہ: کبھی شوہر یہ چاہتا ہے کہ پہلی بیوی کو دوسری شادی کا علم نہ ہو، اس کے لئے وہ نکاح مسیار کرتا ہے۔

و: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان کا ایک ملک میں بار بار آنا جانا رہتا ہے، وہاں اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے نکاح مسیار کرتا ہے۔

ز: ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان کسی ملک کی شہریت حاصل کرنا چاہتا ہے جس کے لئے وہاں کی کسی خاتون سے نکاح مسیار کرتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی اسباب ہوسکتے ہیں ان میں بعض صورتیں ایسی ہیں یا لازماً ایسی ہوجاتی ہیں کہ نکاح باقی نہیں رہ پاتا ہے، گویا کہ صورت تابید فوت ہوجاتی ہے، مندرجہ ذیل سطور میں اسی نکاح مسیار کے مختلف پہلوؤں پر غور وخوض کیا گیا ہے۔

۱۔ قدیم فقہاء اور نکاح مسیار:

قدیم فقہاء کی تحریروں میں نکاح مسیار کا ذکر نہیں ملتا، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اصل روح: حقوق سے دستبرداری ہے جس میں عموماً یا کبھی صرف قضائے شہوت مقصود ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کا نکاح دیرپا نہیں رہ جاتا ہے، تو حقوق سے دستبرداری کی شرط کے ساتھ نکاح کا ذکر قدیم فقہاء کی کتابوں میں موجود ہے اس سلسلہ میں تفصیلی کلام ابن قدامہ نے کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

شرط کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

ایسی شرط جس کا ایفاء مسلک حنابلہ میں لازم وضروری ہے اس کی خلاف ورزی کی صورت میں فسخ کا حق حاصل ہوگا، دوسری ایسی شرط ہے جو باطل ہے اور عقد صحیح ہے ، تیسری قسم ایسی شرط ہے جو نکاح کو فاسد کردیتی ہے:

‘‘أحدہا ما یلزم الوفاء بہ، وہو ما یعود إلیہا نفعہ، وفائدتہ مثل أن یشترط لہا أن لا یخرجہا من دارہا أو بلدہا أو لا یسافر بہا ولا یتزوج علیہا ولا یتسری علیہا، فہذا یلزمہ الوفاء لہا بہ، فإن لم یفعل فلہا فسخ النکاح یُروی ہذا عن عمر بن الخطاب وسعد بن أبی وقاص ومعاویۃ وعمرو ابن العاص وبہ قال شریح وعمربن عبد العزیز وجابر بن زید وطاؤوس والأوزاعی وإسحاق، وأبطل ہذہ الشروط الزہری وقتادۃ وہشام بن عروۃ ومالک واللیث والثوری

والشافعی وابن المنذر وأصحاب الرأی ..... واحتجوا بقول النبیﷺ: کل شرط لیس فی کتاب الله فهو باطل، وإن کان مائة شرط، وبذا لیس فی کتاب الله؛ لأن الشرع لا یقتضیه، وقال النبی ﷺ: والمسلمون علی شروطهن إلا شرطاً أحل حراماً أو حرم حلالاً، وبذا یحرم الحلال وهو التزویج والتسری والسفر۔

والقسم الثانی: مایبطل الشرط ویصح العقد مثل أن یشترط أن لا مهر لها، وأن لا ینفق علیها ..... فهذه الشروط کلها باطلة فی نفسها؛ لأنها تنافی مقتضی العقد؛ ولأنها تتضمن إسقاط حقوق تجب بالعقد قبل انعقاده، فلم یصح ....وقال الثوری: الشرط باطل، وقال أصحاب الرأی: إذا سألته أن یعدل لها عدل۔

والقسم الثالث: ما یبطل النکاح من أصله مثل أن یشترطها تأقیت النکاح، وهو نکاح المتعة، أو أن یطلقها فی وقت بعینه ....فهذه شروط باطلة فی نفسها، ویبطل بها النکاح الخ" (المغنی لابن قدامه ۷،۴۴۸۔۴۵۱، حکم مالوتزوجها وشرط لها أن لا یخرجها من دارها وبلدها، کتاب النکاح)۔

(ایک شرط وہ ہے جس کو پورا کرنا لازم ہے اور وہ شرط ہے جس کا نفع وفائدہ عورت کو ملتا ہے مثلاً یہ شرط کہ شوہر اس کو اس کے گھر یا شہر سے نہیں نکالے گا یا اس کو سفر میں نہیں لے جائے گا، نہ تو کسی اور عورت سے نکاح کرے گا اور نہ باندی سے جماع کرے گا تو اس کو پورا کرنا لازم ہے، اگر نہیں کرے تو اس کو فسخ کرانے کا حق ہوگا، یہی منقول ہے حضرت عمر، سعد بن ابی وقاص، معاویہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے یہی کہا شریح ، عمر بن عبد العزیز، جابر بن زید، طاؤس، اوزاعی اور اسحاق نے، ان شروط کو زہری، قتادہ، ہشام بن عروہ، مالک، لیث، ثوری، شافعی، ابن المنذر اور اصحاب رائے نے باطل قرار دیا، رسول اللہﷺ کے ارشاد: ''کل شرط لیس فی کتاب اللہ الخ" (ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے، خواہ سو شرط ہوں) کی وجہ سے، یہ کتاب اللہ میں نہیں ہے کیونکہ شریعت اس کا تقاضا نہیں کرتی ہے؛ اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا: ''المسلمون علی شروطہم، الخ" (مسلمان اپنی شرطوں کا پابند ہوتے ہیں الا یہ کہ وہ شرط کسی حرام کو حلال، یا حلال کو حرام کردے) یہ حلال کو حرام کررہی ہے اور وہ نکاح کرنا، جاریہ بنانا، سفر میں ساتھ رکھنا ہر یہ شرط نہ تو عقد کے مصالح میں سے ہیں نہ مقتضی میں سے۔

دوسری شرط وہ ہے جو باطل ہوجاتی ہے، مگر عقد صحیح ہوتا ہے، مثلاً یہ شرط کہ عورت کے لئے مہر نہیں ہوگا اور نفقہ نہیں دے گا، تو یہ تمام شرطیں خود ہی باطل ہونگی؛ اس لئے کہ مقتضائے عقد کے منافی ہیں، نیز اس لئے کہ ان حقوق کے اسقاط کو متضمن ہے جو عقد کے ساتھ تمامیت عقد سے پہلے ثابت ہیں تو صحیح نہیں ہوگی، ثوری

نے کہا: شرط باطل ہے، اصحاب الرائے کہتے ہیں کہ اگر عورت مطالبہ کرے عدل (بین الازواج) کا تو عدل کرنا ضروری ہوگا۔

تیسری قسم وہ شرط ہے جس کی وجہ سے نکاح ہی باطل ہوجائے گا مثلاً نکاح کو مؤقت کرنے کی شرط لگائی اور وہ نکاح متعہ ہے، یا یہ کہ مقررہ وقت میں طلاق دے دے گا تو یہ شرطیں بھی باطل ہونگی اور نکاح بھی باطل ہوجائے گا)۔

خلاصہ یہ نکلا کہ بعض حقوق وہ ہیں جو عقد کے ذریعہ اور اس کے ساتھ ثابت ہوتے ہیں جیسے عقد کے ساتھ مہر کا ثبوت، نفقہ کا لزوم، جواز وطی کا ثبوت، چند بیویاں ہیں تو باری وغیرہ کا ثبوت وہ حقوق ہیں جو عقد کے ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اگر پہلے ہی ایسی شرط لگائی جائے کہ اس سے اس کا اسقاط لازم آتا ہے تو شرط باطل ہوجائے گی، مگر عقد باقی رہے گا۔

کچھ وہ حقوق ہیں جو عقد کی تکمیل کے بعد ثابت ہوتے ہیں جیسے سفر میں ساتھ رکھنا، بیوی کو میکے کے بجائے اپنے گھر رکھنا، بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنا وغیرہ وہ حقوق ہیں جو عقد کی تکمیل کے بعد ثابت ہوتے ہیں ان کے بارے میں حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ وہ حقوق شرط کی بنا پر ساقط ہوسکتے ہیں، جبکہ ائمہ ثلاثہ اس شرط کو بھی باطل گردانتے ہیں۔

تیسری قسم وہ شرط ہے جس سے مقتضائے نکاح ومصالح نکاح فوت ہوتے ہیں، مثلاً نکاح متعہ وموقت وغیرہ تو ایسی شرط میں باطل ہے اور نکاح بھی صحیح نہیں ہے۔

مشہور فقیہ شافعی ابواسحاق شیرازی بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں:

''اور اگر شرطِ خیار کے ساتھ نکاح ہوا تو عقد باطل ہے، اس لئے کہ عقد کو توقیت باطل کردیتی ہے تو بیع کی طرح خیار باطل سے عقد باطل ہوگا، اور اگر شرط لگائی کہ کسی جاریہ کو شب باشی کے لئے نہیں خریدے گا یا اس کو اس کے شہر سے منتقل نہیں کرے گا تو شرط باطل ہوگی، اس لئے کہ یہ مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور عقد باطل نہیں ہوگا اس لئے کہ مقصود عقد یعنی استمتاع کے لئے مانع نہیں ہے، اگر شرط لگائی کہ رات میں وطی نہیں کرے گا تو شرط باطل ہے؛ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے کہ مومنین شرائط کی پاسداری کرتے ہیں، مگر یہ کہ وہ شرط کسی حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام کرے، اگر یہ شرط عورت کی جانب سے ہے تب تو عقد ہی باطل ہے، اگر شوہر کی جانب سے ہے تو عقد باطل نہیں ہے، اس لئے کہ شوہر رات دن وطی کا مالک ہے اس کے لئے جائز ہے کہ اپنا حق چھوڑ دے، پس اگر شرط لگائی کہ وطی نہیں کرے گا تو اپنے حق کو چھوڑنے کی شرط ہے، اور عورت پر رات دن وطی واجب ہے پس اس نے شرط لگائی کہ شوہر اس سے وطی نہیں کرے گا تو اس نے شوہر کو اس کے حق سے روکنے کی شرط لگائی جو کہ مقصودِ عقد کے منافی ہے تو عقد باطل ہوگا '' (المجموع

۲۵۰،۱۶ نکاح المتعہ)۔

نکاح مسیار کا منشا کبھی نکاح کا چھپانا بھی ہوا کرتا ہے، جبکہ نکاح کو علی الاعلان کرنے کا حکم ہے، اسی لئے امام مالک کے نزدیک اعلان واشتہار شرط ہے، علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

''وجہ قول مالک أن النکاح إنما یمتاز عن السفاح بالإعلان؛ فإن الزنا یکون سراً فیجب أن یکون النکاح علانیۃ، وقد روی عن رسول اللہ ﷺ أنہ نہی عن نکاح السر، والنہی عن السر یکون أمراً بالإعلان؛ لأن النہی عن الشئی أمر بضدہ، ورُوی عنہ أنہ قال: أعلنوا النکاح ولو بالدف'' (بدائع۲،۵۲۳ قبیل فصل صفات الشہود من کتاب النکاح، ط: زکریا دیوبند)۔

(امام مالک کے قول کی دلیل یہ ہے کہ نکاح اعلان کی وجہ سے ہی زنا سے الگ ہوتا ہے؛ اس لئے کہ زنا سراً ہوا کرتا ہے، پس ضروری ہے کہ نکاح علانیۃً ہو؛ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے نکاح السر سے منع فرمایا، سر سے منع کرنا علی الاعلان کرنے کا امر ہوگا، اس لئے کہ ایک شئی سے نہی اس کی ضد کے امر کو متضمن ہوتی ہے، نیز اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہے کہ نکاح علی الاعلان کرو گرچہ دف کے ذریعہ ہو)۔

جبکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ شاہدوں کی موجودگی میں نکاح ہو یہی اعلان ہے اس سے زائد امر بطور استحباب ہے بطور شرط نہیں ہے، چنانچہ کاسانی امام مالک کی دلیل کا جواب دیتےہوئے لکھتے ہیں:

''اور جو نکاح السر سے نہی مروی ہے تو ہم اس کے مقتضاء کے قائل ہیں لیکن نکاح السر اس وقت ہوگا جب کہ گواہان حاضر نہ ہوں، جب دو گواہوں کو حاضر کردیں تو یہ نکاح علانیہ ہوگا، نکاح السر نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ سر جب دو آدمی سے تجاوز کرجائے تو سر ہونے سے نکل جاتا ہے، اسی طرح قولِ رسول ''أعلنوا الخ '' ہے، اس لئے کہ زوجین نے جب دو گواہو نکو حاضر کرلیا تو اعلان کردیا، اور دف بجانے کا امر مزید اعلان کے استحباب کے لئے ہے'' (بدائع۲،۵۲۳۔۵۲۴ کتاب النکاح، قبیل فصل صفات الشہود، ط: زکریا)۔

علامہ وہبہ زحیلی امام مالک کے علاوہ دیگر ائمہ کا مسلک یکساں بیان کرتے ہیں:

''آٹھویں شرط یہ ہے کہ شوہر گواہوں کے ساتھ نکاح کو چھپانے پر اتحاد نہ کرے یہ مالکیہ کے یہاں شرط ہے، پس شوہر اور گواہان کے مابین تمام لوگ یا ایک جماعت سے چھپانے پر اتفاق ہوگیا تو نکاح باطل ہوگیا، جمہور کہتے ہیں کہ یہ صحت عقد کے لئے شرط نہیں ہے، پس شوہر گواہوں کے ساتھ تمام لوگوں یا بعض حضرات سے چھپانے پر اتفاق کرے تو عقد فاسد نہیں ہوگا، اس لئے کہ نکاح کا اعلان تو شاہدین کی محض موجودگی سے متحقق ہوجاتا ہے '' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹،۶۵۷۱)۔

اس لئے خواہ نکاح مسیار کی تصریح کے ساتھ کتب متقدمین میں مذکور نہ ہو، مگر

اس کا مفاد وماحصل کا ذکر ضرور موجود ہے، اور اصل یہی ہے، نام تو کچھ بھی رکھا جاسکتا ہے، اور کچھ سے کچھ کیا جاسکتا ہے اصل اعتبار کسی بھی عقد کے صحت کے ساتھ منعقد ہونے کے لئے ارکان وشرائط کا وجود ہے اور موانع وعوائق سے خلو ہے اگر یہ چیز متحقق ہوجائے تو معاملہ کو شرعی طور پر متحقق مانا جائے گا، اگر ان امور میں کمی رہ گئی تو کمی کی مقدار ومعیار کے لحاظ سے فیصلہ کیا جائے گا۔

۲۔ نکاح مسیار کی صورتیں اور وجوہ واسباب:

معاصر علماء کی تحریروں سے نکاح مسیار کی متعدد صورتیں نکلتی ہیں:

۱۔ زوجین اس بات پر راضی ہوتے ہیں کہ شرعی اصول کے مطابق نکاح انجام دیا جائے، البتہ عورت اپنے بعض حقوق یا کل حقوق مثلاً رہائش، مالی خرچہ، شب باشی وغیرہ سے دستبردار ہوجاتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اپنے گھر میں رہے گی جب بھی شوہر چاہے وہ اس کے گھر آکر مل سکتا ہے۔

''إبرام عقد زواج تتنازل فیہ المرأة عن السکن والنفقة والقسم أو بعض منہا وترضی، بأن یأتی الرجل إلی دارہا فی أی وقت شاء من لیل أو نہار'' (قرارات المجمع الفقہی الاسلامی بمکة المکرمہ ۱۳۹۸۔۱۴۳۲ھ، القرار الخامس،۴۶۵)۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ بیوی تمام حقوق یا بعض حقوق سے تنازل کرتی ہے اور میاں بیوی کے ملنے اور جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے کسی اور جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے جہاں دونوں میں سے کسی کی رہائش نہیں ہوتی ہے۔

''إبرام عقد زواج علی أن تظل الفتاة فی بیت أہلہا ثم یلتقیان متی رغبا فی بیت أہلہا، أو فی مکان آخر حیت لا یتوفر سکن لہما ولا نفقة'' (قرارات المجمع الفقہی الاسلامی بمکة المکرمہ ، القرارا لخامس،۴۶۵)۔

۳۔ اس کی یہ صورت بھی ہوتی ہے کہ شوہر کی نیت ہوتی ہے کہ ایک مدت کے بعد طلاق دے دے گا مگر لفظ میں اس کی تصریح نہیں ہوتی ہوسکتا ہے اس کا علم عورت کو بھی ہو۔

''زواج توافرت فیہ أرکان النکاح وشروطہ وأضمر الزوج فی نفسہ طلاق المرأة بعد مدة معلومة کعشرة أیام أو مجہولة کتعلیق الزواج علی إتمام دراستہ أو تحقیق الغرض الذی قدم من أجلہ'' (قرار ات المجمع الفقہی الاسلامی بمکة المکرمة، القرار الخامس،۴۶۶)۔

۴۔ ایسا نکاح جو کسی معاملہ کے ساتھ مؤقت ہو، یعنی نکاح میں اس کی تصریح ہو جس کو نکاح موقت کہا جاتا ہے۔

''عقد مکمل الأرکان والشروط إلا أن أحد العاقدین یشترط فی العقد، أنہ إذا أنجبت المرأة فلا نکاح بینہما أو أن یطلقہا'' (قرارات المجمع الفقہی الاسلامی،۴۶۶)۔

اس نکاح کے اسباب ووجوہ وہی ہیں جو سوالنامہ میں مذکور ہیں یعنی :

۱۔ اپنی پہلی بیوی سے اس نکاح کو چھپانا ہے؛ اس لئے کہ وہ دوسرے نکاح کو شاید پسند نہیں کرے گی یا اس کی وجہ سے شقاق پیدا ہوگا، چنانچہ ابن باز کے فتاوی میں نکاح مسیار پر بحث کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:

‘‘من شروط الزواج الشرعی الإعلان، فإذا کتمہ الزوجان لم یصح؛ لأنہ والحال ما ذکر أشبہ بالزنا’’ (فتاوی ابن باز ۴۳۲،۲۰)۔

‘‘وقد یدفعہ إلی ذلک رفض زوجتہ الأول لزواجہ من أخری’’ (فقہ السنہ للنساء ،۴۷۵ ، ابومالک کمال بن السید سالم)۔

۲۔ بے شادی شدہ عورتوں کی کثر ت بھی اس کا ایک سبب ہے، خواہ اس کی وجہ طلاق کی کثرت ہو یا مہر میں غلو۔

‘‘من أہم الأسباب المؤدیۃ إلی نشأۃ ہذا النوع من الزواج وانتشارہ فی بعض البلاد وجود عد دکبیر من النساء اللاتی بلغن سن الزواج وتقدم بہن العمر دون رواج أو تزوجن وفارقن الأزواج لموت أو طلاق وبالإضافۃ إلی الغزیرۃ الجنسیۃ واحتیاج المرأۃ إلی الرجل’’ (فقہ السنہ للنساء،۴۷۴، ابومالک کمال بن السید سالم)۔

۳۔ بعض شادی شدہ اپنی عفت کی حفاظت کے لئے نکاح مسیار کرتے ہیں؛ کیونکہ ایک بیوی سے اس کی جنسی خواہش کی تکمیل نہیں ہوپاتی ہے۔

‘‘فقد یدفعہ إلی ہذا الزواج رغبتہ العارمۃ عند بعضہم فی المعاشرۃ الجنسیۃ وعدم اکتفائہ بزوجۃ أخری’’ (فقہ السنہ للنساء،۴۷۵، ابو مالک کمال بن السید سالم)۔

۴۔ بعض مرد بعض عورت کے مال پر نگاہ رکھتے ہیں اور اس لئے اس قسم کا نکاح کرتے ہیں، تاکہ اس کے مال پر قبضہ ہوجائے، چنانچہ ‘‘فقہ السنہ ’’ میں اس کے اسباب بتاتے ہوئے مصنف نے یہ بات بھی لکھی ہے:

‘‘أو رغبتہ فی الاستیلاء علی مال ہذہ المرأۃ إذا کانت غنیۃ مع خشیتہا من فراقہ مما یدفعہ إلی بذل مالہا’’ (فقہ السنہ للنساء،۴۷۵، ابو مالک کمال بن السید سالم)۔

۵۔ مرد کثرت سے کسی ملک کا سفر کرتا ہے اور وہاں طویل مدت رہنے کی وجہ سے نکاح مسیار کرلیتا ہے کبھی اس ملک کی شہریت حاصل کرنا بھی مقصود ہوتا ہے۔

۶۔ کبھی عورت کی مجبوری بھی ہوتی ہے کہ اس کو بچے ہوتے ہیں یا ماں باپ خدمت کے محتاج ہوتے ہیں جبن کی بنا پر وہ اپنے گھر کو چھوڑنا نہیں چاہتی ہے، اس لئے نکاح مسیار کے لئے راضی ہوجاتی ہے۔

۳۔ نکاح مسیار میں ولی کو حق اعتراض:

نکاح مسیار عام طور پر زوجین کے مابین معاملات کے ڈیل پر ہوا کرتا ہے اور اولیاء کی رضا کے بغیر یہ مکمل کرلیا جاتا ہے،بعض اوقات اولیاء کو اس قسم کے نکاح سے شرمندگی محسوس ہوتی ہے جن فقہاء کے یہاں ‘‘ولی ’’ کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں

ہوسکتا ان کے یہاں سرے سے نکاح ہی نہیں ہوا۔

''حضور الولی ہو شرط عند الجمہور غیر الحنفیۃ، فلا یصح الزواج إلا بولی لقولہ تعالی: ''فلا تعضلوہن أن ینکحن أزواجہن''، قال الشافعی: ہی أصرح آیۃ فی اعتبار الولی، وإلا لما کان لعضلہ معنی'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹؍۶۵۷۲)۔

(ولی کا حاضر رہنا حنفیہ کے ماسوا جمہور کے نزدیک شرط ہے پس نکاح بغیر ولی کے صحیح نہیں ہوگا اللہ کا ارشاد ہے: ''فلا تعضلوہن الخ'' عورتوں کو اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے منع مت کرو، امام شافعی فرماتے ہیں: یہ آیت ولی کو نکاح میں معتبر قرار دیئے جانے میں سب سے صریح ہے، ورنہ عضل کا کوئی مفہوم نہیں ہوگا)۔

'' نکاح بغیر ولی کے صحیح نہیں ہے، عورت نہ تو اپنا نکاح کرنے کی مالک ہے اور نہ دوسری عورت کا نیز غیر ولی کو نکاح کا وکیل بنانے کی بھی مالک نہیں ہے، اگر اس نے ایسا کیا تو نکاح صحیح نہیں ہوگا یہی منقول ہے عمر، علی، ابن مسعود، ابن عباس، ابوہریرہ، عائشہ رضی اللہ عنہم سے اور یہی رائے ہے سعید بن المسیب، حسن بصری، عمر بن عبد العزیز، جابر بن زید، ثوری، ابن ابی لیلی، ابن شبرمہ، ابن المبارک، عبید اللہ العنبری، شافعی اور اسحاق وغیرہ کی ''(المغنی لابن قدامہ ۷؍۳۳۷)۔

لیکن حنفیہ کے نزدیک ولی کے بغیر بھی عاقلہ بالغہ کا نکاح ہوجاتا ہے، ولی کا ہونا صرف مستحب ہے ۔

''وہی ہنا نوعان: ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکراً، أی: یستحب للمرأۃ تفویض أمرہا إلی ولیہا، وولایۃ إجبار علی الصغیرۃ ولو ثیباً ومعتوہۃ ومرقوقۃ .....فتنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی'' (الدر مع الرد ۲؍۳۲۱۔۳۲۲، کتاب النکاح، باب الولی)۔

(یہاں ولایت کی دوقسمیں ہیں: مستحب ولایت اور وہ عاقلہ بالغہ پر ہے، خواہ باکرہ ہو، یعنی ایسی عورت کے لئے مستحب ہے کہ اپنے معاملہ کو اپنے ولی کے حوالہ کرے (دوسری قسم) ولایت اجبار ہے صغیرہ پر، خواہ ثیبہ ہو؛ خفیف العقل اور جاریہ پر، پس آزاد مکلف عورت کا نکاح بغیر ولی کی رضا کے منعقد ہوجائے گا)۔

لیکن اگر عورت نے غیر کفو میں یا مہر مثل سے کم میں نکاح کیا ہو تو ولی کو حق اعتراض ہوتا ہے اس کی بنا پر قاضی نکاح کو فسخ کرسکتا ہے۔

''الاعتراض فی غیر الکفو أی: فی تزویجہا نفسہا من غیر کفو، وکذا لہ الاعتراض فی تزویجہا نفسہا بأقل من مہر مثلہا حتی یتم مہر المثل أو یفرق القاضی'' (الدر مع الرد ۲؍۳۲۲ کتاب النکاح، باب الولی)۔

(غیر کفو میں اگر عورت نے نکاح کیا ہو تو ولی کو حق اعتراض ہے اسی طرح مہر مثل سے کم میں نکاح کیا ہو تو حق اعتراض ہے یہاں تک کہ مہر مثل کو مکمل کرے یا قاضی تفریق کردے)۔

‘‘والكفاءة ہی حق الولی لا حقہا، فلو نكحت رجلاً، ولم تعلم حالہ، فإذا ہو عبد لا خیار لہا، بل للأولیاء ولو زوجہا برضاہا ولم یعلموا بعدم الكفاءة، ثم علموہا لا خیار لأحد إلا إذا شرطوا الكفاءة’’ (الدر المختار ۲،۳۴۴-۳۴۵ كتاب النكاح، باب الكفاءة)۔

(كفاءت ولی كا حق ہے عورت كا نہیں، پس عوت نے كسی مرد سے نكاح كیا اس كا حال معلوم نہیں تھا پس وہ غلام نكلا تو عورت كو خیار نہیں ہوگا، بلكہ اولیاء كو ہوگا، اگر اولیاء كا ہوگا، اگر اولیاء نے عورت كی رضا سے نكاح كرایاان كو كفو نہ ہونے كا علم نہیں تھا بعد میں معلوم ہواتو كسی كو خیار نہیں ہوگا الا یہ كہ اولیاء نے كفاءت كی شرط لگائی ہو)۔

چنانچہ نكاح مسیار میں بھی اگر ولی كے بغیر نكاح مكمل ہوا، لیكن شوہر كفو نہیں ہے یا مہر مثل سے كم مہر دیا ہے تو ولی كو حق اعتراض اور خیار فسخ حاصل ہوگا، لیكن نكاح كفو میں ہے اور مہر مثل كے بقدر طے ہوا ہے تو اولیاء كو حق اعتراض نہیں ہوگا۔

۴۔ نكاح مسیار كا حكم:

نكاح جس طرح جنسی تسكین كی تكمیل كا ذریعہ ہے اسی طرح اس سے بہت سی دینی ودنیوی مصالح بھی متعلق ہیں، نكاح تو جسم وروح كے باہمی رشتہ كا نام ہے اس مقدس رشتہ میں زوجین ہمیشہ كے لئے ساتھ رہنے كا عہد وپیمان كرتے ہیں، ایک دوسرے كے لئے باعث سكون واطمینان ہوتے ہیں، عفت وپاكدامنی كا سبب اور گناہوں سے بچنے كا ذریعہ ہوتے ہیں، قرآن كریم نے نكاح كا مقصد بیان كرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

‘‘محصنات غیر مسافحات ولا متخذات أخدان’’ (نساء: ۲۵)، اور ‘‘محصنین غیر مسافحین ولا متخذی أخدان’’ (مائدہ: ۵)، یعنی نكاح كرو اس حال میں كہ تم پاک دامنی چاہتے ہو شہوت رانی مقصود نہ ہو اور نہ چھپ چھپ كر یاری كرنے والے ہو۔

نكاح كے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد نسل كی بلكہ نوع انسانی كی حفاظت اور بقاء بھی ہے، حدیثوں میں ہے: ‘‘تزوجوا الولود الودود’’ كے ذریعہ كثرت اولاد اور فرط محبت والی كی ترغیب دی گئی ہے، اللہ كے نبیﷺ اپنی امت كو دیكھ كر دیگر امم پر فخر فرمائینگے، مبسوط میں ہے:

‘‘پھر اس عقد سے مختلف قسم كے دینی ودنیوی مصالح متعلق ہیں: ان میں عورتوں كی حفاظت اور ان كی نگرانی اور ان پر انفاق كرنا ہے، زنا سے نفس كو محفوظ ركھنا ہے، اللہ كے بندوں اور امت رسول كو زیادہ كرنا اور رسول اللہﷺ كے مباہات كو ثابت كرنا ہے، جیسا كہ اللہ كے رسول ﷺ نے فرمایا: نكاح كرو اولاد پیدا كرو اور كثرت سے كرو كیونكہ میں تمہاری وجہ سے قیامت كے دن دیگر امم پر فخر كرونگا، اس كا سبب اس بقاء كا اس سے متعلق رہنا ہے جو اس كے ساتھ مقدر ہے؛ كیونكہ اللہ تعالی كے فیصلے میں قیامت تک عالم كا بقاء ہے اور یہ بقاء توالد وتناسل سے ہی ہوگا ’’ (المبسوط للسرخسی

۱۹۱،۴ کتاب النکاح، ط: بیروت)۔

نکاح مسیار میں یقیناان مصالح کی خلاف ورزی ہوتی ہے نہ تو:

۱۔ عورتوں کی حفاظت کا ضامن شوہر رہتا ہے۔

۲۔ نہ نگرانی ودیکھ بھال کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

۳۔ نہ شرط کی بنا پر انفاق کا پابند ہوتا ہے۔

۴۔ ایسے نکاح میں اصل مقصود قضائے شہوت ہوتی ہے، اس لئے نسل کی تکثیر کی نہیں، بلکہ نسل کشی یا اولاد پیدا نہ کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

۵۔ یہ کہ مباہات وفخر میں خلل کا ذریعہ ہے۔

۶۔ چونکہ عورت، حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے، اس لئے وہ یگانگت ومحبت جو عام میاں بیوی کے مابین ہوتی ہے اس سے یہ نکاح خالی رہتا ہے۔

۷۔ عموماً اس قسم کا نکاح دیرپا نہیں رہ پاتا ہے۔

۸۔ جن ملکوں میں یہ رواج ہے وہاں عورت کھلواڑ بن چکی ہے، صاحب ثروت لوگ یا اوباش قسم کے لوگ اس قسم کا بیاہ رچا کر کچھ دنوں رکھ کر طلاق دے دیتے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی معاشرتی خرابیاں ہیں اس لئے اس قسم کے نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی ہے، چونکہ اس قسم کا نکاح عموماً اولیاء کے بغیر ہی وجود میں آتا ہے، اس لئے ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے مطابق تو نکاح کی شرط ہی مفقود ہوجاتی ہے، اس لئے نکاح ہی نہیں ہوتا ہے، مگر حنفیہ کے یہاں ولی شرط نہیں ہے، مگر مستحب ومسنون تو ضرور ہے، اس لئے خلاف سنت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے، نیز طلاق دینے کی نیت سے نکاح کرنا امام احمد کے نزدیک مبطل عقد ہوتا ہے جیسا کہ وہبہ زحیلی نے اس کی تصریح کی ہے۔

‘‘والمعتمد عند الحنابلۃ خلافاً لابن قدامۃ أن نیۃ الطلاق بعد مدۃ تبطل العقد کالتصریح بذلک’’ (الفقہ الاسلامی وادلتہ۹،۶۵۵۱، شروط صحۃ النکاح)۔

(حنابلہ کے یہاں سوائے ابن قدامہ کے معتمد یہ ہے کہ ایک مدت کے بعد طلاق کی نیت عقد کو اسی طرح باطل کردیتی ہے جیسا کہ اس کی صراحت کرنا)۔

جمہور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جب تک صراحتاً نکاح میں توقیت نہ ہو اس وقت تک محض نیت سے نکاح ختم نہیں ہوتا ہے:

‘‘وأما لو أضمر الزوج فی نفسہ أن یتزوجہا ما دام فی ہذہ البلدۃ أو مدۃ سنۃ ثم یفارقہا، فلا یضر ولو فہمت المرأہ من حالہ ذلک’’ (الشرح الصغیر۲،۳۸۷)۔

(بہرحال اگر شوہر اپنے دل میں مخفی رکھے کہ اس سے شادی کررہا ہے اس وقت تک کے لئے جب تک وہ اس شہر میں ہے یا ایک سال کی مدت کے لئے پھر اس کو طلاق دے دے گا تو مضر نہیں ہے گرچہ عورت اس کی حالت سے سمجھ رہی ہو)۔

‘‘اگر نکاح کیا اور یہ نیت کی کہ وطی کے بعد طلاق دے دے گا تو مکروہ ہے؛ کیونکہ ابومرزوق تجیبی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان کے پاس آیا اور کہا: میرے پڑوسی نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں طلاق دے دی ہے اور اب مشقت ہورہی ہے، میں چاہتا ہوں کہ نفس ومال سے ثواب کماؤں پس میں شادی کرلوں پھر اس سے جماع کرکے طلاق دے دوں تو وہ اپنے پہلے شوہر کے پاس لوٹ جائے گی، حضرت عثمان نے فرمایا: نکاح رغبت کرو، پس اگر اس نیت کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا، اس لئے کہ عقد شرط سے باطل ہوتی ہے قصد سے نہیں ’’ (المجموع ۱۶،۲۴۹۔۲۵۰ کتاب النکاح)۔

رد المحتار میں ہے:

‘‘ولیس منہ ما لو نکحہا علی أن یطلقہا بعد شہر؛ لأن اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبداً وبطل الشرط أو نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ؛ لأن التوقیت إنما یکون باللفظ’’ (رد المحتار مع الدر المختار ۲،۳۱۹ کتاب النکاح، ط: رشیدیہ)۔

(متعہ میں سے یہ نہیں ہے کہ اگر نکاح کیا اس شرط پر کہ ایک مہینہ کے بعد طلاق دے گا، اس لئے کہ قاطع کی شرط لگانا اس کے مؤبد ہونے پر دلالت کرتا ہے اور شرط باطل ہوگی، یا اس کے ساتھ ایک متعین مدت تک رہنے کی نیت کرنا بھی متعہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ توقیت لفظ سے ہوتی ہے)۔

نکاح تحلیل کی بحث میں فقہائے احناف کے یہاں تو یہاں تک ملتا ہے کہ اگر اچھی نیت سے نکاح ہو تو نکاح کرنے والا ماجور بھی ہوگا۔

‘‘أما إذا أضمرا ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجوراً بقصد الإصلاح، وتأویل اللعن:إذا شرط الأجر’’ (درمختار علی ہامش رد المحتار ۲،۵۸۷ کتاب الرجعۃ، مطلب فی حیلۃ اسقاطہا عدۃ المحلل)۔

(بہرحال جب دونوں اس بات کو مخفی رکھیں تو مکروہ نہیں ہے اور وہ شخص اصلاح کے قصد کی وجہ سے ماجور ہوگا (حدیث میں جو)لعنت ہے اس کا مصداق وہ صورت ہے جب کہ اجر کی شرط ہو)۔

اس تفصیل کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ ‘‘نکاح مسیار ’’ کی بعض صورت وہ ہوتی ہے جس میں عورت ضرورت کی بنا پر اقدام کرتی ہے یا کبھی انسان اپنی پہلی بیوی سے چھپا کر دوسری شادی کرتا ہے مقصد دوامی شادی ہی ہے ایسے نکاح کے حلال ہونے میں کلام نہیں ہے، البتہ طریقہ سنت کے مطابق نہیں کہا جائے گا؛ اگر نیت میں فساد ہے اور مقصد ایک مدت کے بعد طلاق دے دینا ہے، یا کسی طرح عورت کے مال واسباب پر قبضہ کرنا ہے، یا محض شہوت رانی ہے تو چونکہ ارکان وشرائط پائے جارہے ہیں اس لئے نکاح تو ہوجائے گا، مگر مکروہ ہوگا اور حقوق سے دستبرداری کی جو شرط ہوگی وہ باطل ہوگی عورت کبھی بھی مطالبہ کرسکتی ہے اور شوہر کو بھی مطالبہ کا حق ہوگا اور

مطالبہ کے بعد اس کو مہیا کرنا ضروری ہوگا۔

‘‘اس شرط پر نکاح کیا کہ ہندہ بالغ ہونے تک باپ کے گھر میں رہے اگر اس سے مراد ہے کہ زید نے ہندہ سے نکاح کرتے وقت عین ایجاب میں یہ کہا ہو کہ ہندہ سے اس کے بلوغ تک اس کے ولی کےیہاں رہنے کی شرط پر نکاح کرتا ہوں یا مذکورہ شرط پر قبول کرتا ہوں، یعنی ایجاب وقبول جو رکن عقد ہے اس میں شرط کو داخل کیا ہو تو وہ شرط خود باطل ہے اور نکاح صحیح ہے اور اگر اس سے فقط وعدہ مراد ہے یعنی ایجاب وقبول سے پہلے یا بعد میں باپ کے یہاں رکھنے کا وعدہ کیاہے تب بھی اس وعدہ کو پورا کرنا قضاءً لازم نہیں، ہاں عند اللہ گناہ گار ہوگا؛ کیونکہ وعدہ پورا کرنے کا حکم ہے اور اس کے خلاف کرنا نفاق کی علامت ہے ’’ (جامع الفتاوی ۷۸،۸، مفتی مہربان علی شاہ، ط: دہلی)۔

‘‘مجمع الفقہ الاسلامی مکہ مکرمہ ’’ کی تجاویز میں نکاح مسیار کی اس صورت کو جس میں نکاح کو کسی امر پر معلق کیا گیا ہو اس کو فاسد قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ وہ نکاح موقت ومتعہ ہے، اگر صراحتاً توقیت نہیں ہے، لیکن نیت ہے کہ ایک مدت کے بعد طلاق دے دینگے تو بھی دھوکہ وتدلیس ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، بقیہ اقسام جن میں توقیت نہ تو صراحتاً ہو اور نہ ہی نیت میں ہو، البتہ مرد وزن اپنے بعض حقوق سے تنازل کرجاتے ہوں، خواہ جنسی تسکین کے لئے عورت کے گھر ہی کو منتخب کرتے ہوں یا کسی اور جگہ جاکر جنسی تسکین حاصل کرتے ہوں چونکہ ارکان وشرائط پر مشتمل ہیں اس لئے جائز ہیں البتہ خلاف اولی ہیں، تجاویز کی مکمل عبارت حسب ذیل ہے:

۱۔ ‘‘إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم أو بعض منها وترضى بأن يأتى الرجل إلى دارها فى أى وقت شاء من ليل أو نهار۔

ويتاول ذلک أيضاً: إبرام عقد زواج على أن تظل الفتاة فى بيت أهلها ثم يلتقيان متى رغبا فى بيت أهلها أو فى أى مكان آخر حيث لا يتوافر سكن لهما ولا نفقة۔

هذان العقدان وأمثالهما صحيحان إذا توافرت فيهما أركان الزواج وشروطه وخلوه من الموانع ولكن ذلک خلاف الأولى۔

۲۔ الزواج المؤقت بالإيجاب وهو عقد مكتمل الأركان والشروط إلا أن أحد العاقدين يشترط فى العقد أنه إذا أنجبت المرأة، فلا نكاح بينهما أو أن يطلقها۔

وهذا الزواج فاسد لوجود معنى المتعة فيه؛ لأن التوقيت بمدة معلومة كشهر أو مجهولة كالإيجاب يصيره متعة، ونكاح المتعة مجمع على تحريمه۔

۳۔ الزواج بنية الطلاق وهو زواج توافرت فيه أركان النكاح وشروطه وأضمر الزواج فى نفسه طلاق المرأة بعد مدة معلومة كعشرة أيام أو مجهولة كتعليق الزواج على إتمام دراسته أو تحقيق الغرض الذى قدم من أجله۔

وهذا النوع من النكاح على الرغم من أن جماعة من العلماء أجازوه، إلا أن المجمع يرى

متعۃ لاشتمالہ علی الغش والتدلیس إذ لو علمت المرأۃ أو ولیہا بذلک لم یقبلا ہذا العقد، ولأنہ یؤدی إلا مفاسد عظیمۃ وأضرار جسیمۃ تسئی إلی سمعۃ المسلمین " (قرارات المجمع الفقہی الاسلامی ،۴۶۵-۴۶۶، القرار الخامس بشان عقود النکاح المستحدثۃ)۔

اس قرارداد پر اٹھارہ عرب علماء کے دستخط ہیں۔

۵۔ نکاح مسیار کے متعلق علماء ہند وپاک کی رائے اور ممتاز عرب علماء کی رائے:

علماء ہند کی آراء کا علم تو نہیں ہوسکا، البتہ ویب سائٹ پر علمائے اہل حدیث اور بنوری ٹاؤن کا فتوی موجود ہے، بنوری ٹاؤن کے فتوی میں حرمت کا قول اختیار کیا گیا ہے، جبکہ فتاوی علماء اہل حدیث میں جواز کا رجحان پایا جاتا ہے، اس میں بعض عرب علماء مثلاً شیخ ابن باز کی جانب بھی جواز کی رائے منسوب ہے، نیز ''مجمع الفقہی مکہ مکرمہ " کی قرارداد بھی بطور استدلال پیش کی گئی ہے۔

شیخ ابن باز کا فتوی الجزیرہ کے ۱۴۲۲ھ کے ایڈیشن میں ہے جس میں جواز کی طرف رجحان ہے اور کتمان والی صورت کو زنا کے مشابہ قرار دیا ہے، الجزیرہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

''شروط النکاح ہی تعیین الزوجین ورضاہما، والولی والشاہدان، فإذا کملت الشروط وأعلن النکاح ولم یتواصوا علی کتمانہ لا الزوج ولا الزوجۃ ولا أولیاؤہما، وأولم علی عرسہ مع ہذا کلہ، فإن ہذا نکاح صحیح، سمّہ بعد ذلک ما شئت'' (جریدۃ الجزیرہ، الجمعہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ، العدد: ۱۰۵۰۸)۔

فتاوی ابن باز میں ہے:

''الواجب علی کل مسلم أن یتزوج الزواج الشرعی، وأن یحذر ما یخالف ذلک سواء سمی زواج مسیار أو غیر ذلک، ومن شرط الزواج الشرعی الإعلان، فإدا کتمہ الزوجان لم یصح؛ لأنہ والحال ما ذکر أشبہ بالزنا'' (فتاوی الشیخ ابن باز ۲۰، ۴۳۱-۴۳۲)۔

علامہ ابن عثیمین نے توقف کیا ہے (فقہ السنہ للنساء،۴۷۶) جبکہ ابومالک کمال ابن السید سالم جواز کی طرف گئے ہیں (دیکھئے: فقہ السنہ للنساء،۴۷۶)، ناصر الدین البانی حرام کہتے ہیں (فتاوی علماء البلد الحرام،۴۵۰) اس طرح اور بھی عرب علماءہیں جن کے اقوال وآراء ویب سائٹ پر موجود ہیں کوئی جواز کی راہ اختیار کیا ہے تو کوئی عدم جواز کی رائے۔

۶۔ نکاح مسیار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت اور نفقہ کی ذمہ داری:

بعض اوقات ناگزیر حالات کی بنا پر انسان کو مجبوراً ایسا اقدام کرنا پڑتا ہے جو شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ عمل نہیں ہوتا ہے، مگر نیت چونکہ اچھی ہوتی ہے، اس لئے اس میں گنجائش پیدا کی جاتی ہے راقم کے خیال میں ''نکاح مسیار " بھی انہی امور میں سے ہے، شریعت کی نگاہ میں یہ پسندیدہ عمل تو نہیں ہے، مگر بعض مردوں کے حالات

اور عورتوں کے احوال بھی متقاضی ہوتے ہیں کہ اس قسم کا نکاح کرلیا جائے، ایک جائزہ کے مطابق بیس فی صد نکاح ٹوٹنے کے بجائےباہم خون وگوشت کا رشتہ ثابت ہوتے ہیں، اسی سے ساٹھ پرسنٹ کا نتیجہ تفریق وطلاق کی شکل میں سامنے آیا ہے، اس نکاح میں سب سے بڑا مسئلہ پیدا ہونے والی اولاد کا ہوتا ہے ان پر منفی اثرات زیادہ پڑتےہیں:

الف: ایسی اولاد باپ کی محبت وپیار سے محروم ہوتی ہیں؛ کیونکہ عموماً اپنی ماؤں کے ساتھ زندگی گزارتی ہے یاقانونی طور پر اولاد کا مستحق باپ کو قرار دیاجاتا ہے تو ماں کی مامتا کے لئے ہمیشہ ترستی رہتی ہے ایسے بچے ذہنی کشمکش کا شکار ہوتے ہیں۔

ب: نکاح مسیارسے پیدا ہونے والے بچوں کا آئی ڈی پروف میں ایڈریس باپ کا لکھا جائے یا ماں کا یہ بھی قضیہ بنتا ہے چنانچہ ماں سے پیدا ہونےکی بنا پر عموماً ماں کا پروف ہی اولاد کا پروف سمجھا جاتا ہے اس کا اثر سماج پر پڑتا ہے اور یورپ ومغرب کی ایک جھلک محسوس ہوتی ہے، اسلام میں نسب کا سلسلہ باپ سے چلتا ہے ماں کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا ہے۔

ج: ایسی اولاد کی کفالت کا بوجھ عموماً ماں پر آتا ہے جوکہ بجائے خود محلِ نظر ہے، ماں کے اپنے حقوق سے دستبردار ہوجانے سے اولاد کے حقوق سے دستبردار ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ہے؛ کیونکہ جب اولیاء کو ایسے کام کی اجازت نہیں ہے کہ جس میں بچہ کا نفع نہ ہو تو ماں کو یہ اختیار کیسے ہوسکتا ہے۔

د: میراث کا مسئلہ بھی متاثر ہوتا ہے، ماں یا باپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے کتنے بچے ہیں جو کسی ایک کی میراث سے محروم ہوجاتے ہیں جو شرعی طور پر حرام ہونے کے ساتھ سماجی اعتبار سے بھی مضر ونقصان دہ ہے۔

اس لئے اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح مسیار کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد باپ کی طرف منسوب کی جائے گی حتی کہ آئی ڈی پروف میں بھی باپ کا پروف ڈالا جائے گا تاکہ سماج میں ایسے بچوں کی حیثیت عام بچوں سے مختلف نہ سمجھی جائے، ایسے بچوں کو ثابت النسب ہی سمجھا جائے گا، ولد الزنا اور غیر ثابت النسب باور نہیں کرایا جاسکتا ہے، کیونکہ وطی بالشبہ، بلکہ نکاح فاسد میں بھی بچے کا نسب باپ سے ثابت مانا جاتا ہے، یہاں تو باقاعدہ نکاح اپنے شرائط وارکان کے ساتھ منعقد ہوا ہے جس کی وجہ سے فراش بن جاتی ہے، اس لئے مرد کے دعوی نسب کی بھی حاجت نہیں ہے۔

‘‘لکن لماتعذر إثبات النسب من النکاح الصحیح فإثباتہ من الفاسد أولی من الحمل علی الزنا ہکذا فی البدائع’’ (ہندیہ ۵۳۸،۱، باب ثبوت النسب، ط: بیروت)۔

(لیکن جب نکاح صحیح سے نسب کا اثبات مشکل ہو تو نکاح فاسد سے اثبات بہتر ہے اس کو زنا پر محمول کرنے سے ایسا ہی بدائع میں ہے)۔

‘‘اتفق الفقہاء أیضاً علی أنہ إن جاءت المرأۃ بولد فی نکاح المتعۃ لحق نسبہ بالواطی

سواء اعتقده نكاحاً صحيحاً أو لم يعتقد؛ لأن له شبه العقد والمرأة تصير به فراشاً'' (الموسوعة الفقهيه: ماده: نكاح، نكاح المتعة)۔

(فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر عورت کو نکاح متعہ میں بچہ پیدا ہو تو واطی کے ساتھ اس کا نسب لاحق ہوگا، خواہ وہ نکاح متعہ کو صحیح خیال کرتا ہو یا نہیں، اس لئے کہ اس کو عقد صحیح سے مشابہت حاصل ہے عورت اس کی وجہ سے فراش بن جاتی ہے)۔

اور جب بچہ ثابت النسب ہے تو نفقہ کی مکمل ذمہ داری باپ پر عائد ہوگی۔

''نفقه الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد، كما فى الجوهرة'' (ہندیہ١،٥٦٠ كتاب النفقات، الفصل الرابع فى نفقة الأولاد)۔

(اولاد صغار کا نفقہ باپ پر ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوگا)۔

مکمل طور پر ایسے بچوں کو اصول نفقہ کے تحت رکھا جائے گا، اگر باپ طلاق دے کر لاپتا ہوجاتا ہے یا بلا طلاق ہی غائب ہوجاتا ہے تو ضابطہ کے مطابق دوسرے اقرباء کے مال میں ان کا نفقہ متعین کیا جائے گا بصورت دیگر ایسے بچوں کی پرورش اور تربیت کی نگرانی وذمہ داری حکومت اٹھائے گی۔

٧۔ مغربی ملکوں میں پڑھنے والے طلبہ کے لئے طلاق کی نیت سے نکاح کرنا اور نکاح موقت:

مغربی ممالک میں پڑھنے والے طلبہ کے لئے مناسب تو یہی ہے کہ وہ اپنے ملک میں نکاح کریں اور بیوی کو ساتھ لے جائیں جب اللہ نے اتنی صلاحیت دی ہے کہ مہنگے ممالک کا خرچہ برداشت کرسکتے ہیں تو یہ بھی صلاحیت ہوگی کہ اپنی شرعی منکوحہ کو اپنے ساتھ رکھ سکیں، عفت وعصمت بڑی نعمت ہے، نہ تو اپنی عفت کو تارتار ہونے دے اور نہ دوسرے کی نعمتِ عفت کو برباد کرے، تاہم اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں اورجن ممالک میں تعلیم حاصل کرتے ہیں وہیں اس نیت سے نکاح کرلیتے ہیں تو تعلیم مکمل ہونے کے بعد جب وطن واپسی ہوگی اور آنے کا ارادہ مکمل طور پر ختم ہوجائے گا تو اس کو طلاق دے دینگے، لیکن اس بات کو صراحتاً ذکر نہیں کرتے ہیں، خواہ اس بات کو ہونے والی منکوحہ بھی سمجھتی ہو، اگر ایسا کرلیتے ہیں تو نکاح ہوجاتا ہے اور نکاح کے تمام حقوق شوہر وبیوی کے ذمہ ثابت ہوجاتے ہیں کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح، والطلاق والرجعة'' (ترمذی ١،٢٢٥، كتاب الطلاق، باب ما جاء فى الجد والهزم فى الطلاق وقال: حديث حسن غريب)۔

(تین امور ہیں جن میں مقصود بھی مقصود ہے اور بلا قصد ہو تو وہ بھی حقیقت ہے: نکاح، طلاق، رجعت)۔

''جد کا مطلب یہ ہے کہ اس لفظ سے اس کے حکم کو واقع کرنا چاہتا ہے اور ہزل کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے حکم کو واقع کرنا نہیں چاہتا ہے، ہمارے نزدیک متعدد اشیاء ہیں جن میں جداور ہزل یکساں ہیں مثلاً طلاق، عتاق، یمین، نکاح وغیرہ، تنقیح مناط یہ ہے کہ

ہر وہ تصرف جو یمین ہو اس میں جد اور ہزل برابر ہیں، یمین سے مراد ایسا معاملہ ہے جس میں تصرف اپنے ذمہ لازم کرنا)۔

یعنی نکاح وطلاق وغیرہ ان امور میں سے ہیں جن میں ملفوظ کلمہ سے جو مقصود ہے اس کا اعتبار ہوتا ہے، لیکن ملفوظ کلمہ سے جو مقصود ہے اس کی نفی معتبر نہیں، مگر جو چیز نیت میں ہے وہ شرعی احکام میں اثر انداز نہیں ہوگی، غالباً یہی مطلب ہے فقہاء کی اس عبارت کا کہ ''المعتبر فی العقود معانیہا لا الألفاظ'' (بدائع۲٫۵۵۸ شروط صحۃ النکاح)۔

عقود میں معانی کا اعتبار ہے الفاظ کا نہیں، مطلب اس کا یہی مفہوم ہوتا ہے کہ ''لفظ ملفوظ '' کا جو معنی حقیقی یا مجازی ہے وہ معتبر ہے صرف لفظ کا اعتبار نہیں ورنہ ثلاث جدھن الخ والی حدیث کے خلاف ہوجائے گا اور فقہاء کی اسی باب میں دوسری عبارت سے بھی تعارض ہوجائے گا:

''نکاح متعہ میں سے یہ نہیں ہے کہ اگر اس نے نکاح کیا اس شرط پر کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دے گا، اس لئے کہ قاطع کی شرط اس کے مؤبد ہونے پر دال ہے اور شرط باطل ہے، یا نیت کیا کہ اس کے ساتھ ایک متعین مدت تک رہے گا اس لئے کہ توقیت لفظ کے ذریعہ ہوتی ہے '' (رد المحتار مع الدر المختار ۳۱۹٫۲ کتاب النکاح، ط: رشیدیہ)۔

توقیت چونکہ ملفوظ نہیں، بلکہ معنوی ہے، لہذا اس نیت کا اعتبار نہیں ہے اگر توقیت لفظاً لفظ میں ہوتی اور قاطع مذکور نہیں ہوتا تو وہ متعہ وموقت ہوکر فاسد ہوجاتا، اس سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ اگر بنیت طلاق نکاح کیا جائے تو وہ متعہ یا مؤقت نہیں ہے۔

۸۔ نکاح موقت کا حکم:

نکاح کی ایک قسم متعہ بھی ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ مخصوص مدت کے لئے نکاح کرنا ہے اس مدت کے ختم ہونے پر نکاح خود بخود ختم ہوجاتا ہے، نیز اس نکاح میں شاہدین کی موجودگی شرط نہیں ہوتی ہے اور عموماً لفظ تمتع سے متعہ منعقد ہوتا ہے، نکاح متعہ غزوۂ خیبر، بلکہ اس کے بعد بھی جائز ہوا ہے، لیکن بعد میں اس کی حرمت مؤبدہ نازل ہوئی اور ہمیشہ کے لئے حرام کردیا گیا، حضرت ابن عباس سے شروع شروع میں اس کی حلت کا قول ملتا ہے جو غالباً عبد اللہ بن زبیر کے دور خلافت تک کا زمانہ ہے بعدہ انہوں نے بھی اس سے رجوع کرلیا ہے۔

''ومعناہ المشہور أن یوجد عقداً علی امرأۃ لایراد منہ مقاصد عقد النکاح من القرار للولد وتربیتہ، بل إلی مدۃ معینۃ ینتہی العقد بانتہائہا أو غیر معینۃ بمعنی بقاء العقد ما دمت معک إلی أن أنصرف عنک فلا عقد، والحاصل أن معنی المتعۃ عقد موقت ینتہی بانتہاء الوقت'' (فتح القدیر۲۴۷٫۳ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، رد المحتار ۳۱۸٫۲ کتاب النکاح)۔

(متعہ کا مشہور معنی یہ ہے کہ کسی عورت سے عقد اس طرح کیا جائے کہ مقاصد نکاح: بچوں کے لئے قرار وتربیت مقصود نہ ہو، بلکہ ایک مدت کے لئے ہو کہ اس کے

ختم ہوتے ہی نکاح ختم ہوجائے، یا غیر متعین ہو بایں معنی کہ عقد باقی رہے گا جب تک میں اس کے ساتھ رہوں یہاں تک کہ میں اس کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو عقد نہیں رہے گا، خلاصہ یہ ہے کہ متعہ کا مطلب ہے ایسا موقت عقد کہ وقت ختم ہونے پر ختم ہوجائے)۔

''بطل نکاح متعۃ وموقت وإن جہلت المدۃ، کأن یتزوجہا إلی أن ینصرف عنہا أو طالت فی الأصح کأن یتزوجہا إلی مائتی سنۃ، وہو ظاہر المذہب، وہو الصحیح'' (رد المحتار ۳۱۹٫۲ کتاب النکاح، ط: رشیدیہ)۔

(نکاح متعہ وموقت باطل ہیں اگرچہ مدت مجہول ہو: شادی کرے مثلاً اتنے دنوں کے لئے یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ کر چلا جائے، یا مدت طویل ہو صحیح قول کے مطابق مثلاً نکاح کرے دو سو سال کے لئے یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی صحیح ہے)۔

''وکان تحریم تابید لا خلاف فیہ بین الأئمۃ وعلماء الأمصار إلا طائفۃ من الشیعۃ'' (فتح القدیر ۲۴۹٫۳ فصل فی المحرمات)۔

(متعہ حرام مؤبد ہے اس میں ائمہ اور علماء امصار کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے سوائے شیعوں کی ایک جماعت کے)۔

اسی کی ایک نوع ہے نکاح موقت، اس کی حقیقت یہ ہے کہ شرعی طریقے پر نکاح انجام دیا جائے یعنی ایجاب وقبول کے ساتھ شاہدین کی موجودگی میں بلکہ اولیاء کی سرپرستی میں انجام پائے ہاں ایک وقت کی قید ہو۔

''والذی یظہر مع ذلک عدم اشتراط الشہود فی المتعۃ وتعیین المدۃ، وفی الموقت الشہود وتعینہا'' (فتح القدیر ۲۴۶٫۳ فصل فی المحرمات)۔

(متعہ میں گواہوں کی موجودگی اور خاص مدت کی تعیین کی شرط نہیں ہوتی ہے، جبکہ موقت میں گواہوں کی موجودگی بھی ضروری ہے اور خاص مدت کی تعیین بھی)۔

یہ بھی معنیً جمہور فقہاء کے یہاں نکاح متعہ کی ایک نوع ہے۔

''والحاصل أن معنی المتعۃ عقد موقت ینتہی بانتہاء الوقت فیدخل فیہ بمادۃ المتعۃ والنکاح الموقت أیضاً فیکون النکاح الموقت من أفراد المتعۃ، وإن عقد بلفظ التزویج وأحضر الشہود'' (فتح القدیر ۲۴۷٫۳ فصل فی المحرمات)۔

(خلاصہ یہ ہے کہ متعہ کا مطلب ہے ایسا مؤقت عقد جو وقت کے ختم ہونے پر ختم ہوجائے، پس اس میں داخل ہے ہر وہ نکاح جو مادہ متعہ سے کیا جائے اور نکاح مؤقت بھی، پس نکاح موقت متعہ کا ہی ایک فرد ہوا اگرچہ لفظ تزویج سے منعقد کیا ہو اور گواہوں کو بھی موجود رکھا ہو)۔

جس طرح نکاح متعہ ائمہ مجتہدین اور تمام فقہاء وعلماء کے نزدیک باطل ہے نکاح موقت بھی باطل ہے کیونکہ دونوں میں تابید نکاح فوت ہوتی ہے جو مقصد نکاح کے منافی ہے، یہ نکاح شغار کی طرح نہیں ہے؛ کیونکہ نکاح شغار میں نکاح مؤبد اور نکاح لازم کا

انعقاد ہوتا ہےاس میں مہر کا تسمیہ حرام شئی اور غیر شرعی انداز میں کیا جاتا ہے، مگر نکاح متعہ ومؤقت میں تابید متاثر ہوتی ہے امام زفر کے علاوہ کسی کا بھی نکاح موقت کی حرمت وفساد کے بارے میں اختلاف نہیں ہے۔

''أما الثانی فہو أن یقول: أتزوجک عشرۃ أیام ونحو ذلک، وأنہ فاسد عند أصحابنا الثلاثۃ، وقال زفر: النکاح جائز وہو مؤبد، والشرط باطل'' (بدائع الصنائع۲،۵۵۸ کتاب النکاح، شروط النکاح)۔

(دوسرا نکاح (جس میں تابید کے فوت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے) یہ ہے کہ کہے: میں تم سے مثلاً دس دنوں کے لئے نکاح کرتا ہوں یہ فاسد ہے ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک، امام زفر فرماتے ہیں: نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے)۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں: ''یعنی إذا تزوجہا بشرط أن یطلقہا فی وقت معین لم یصح النکاح سواء کان معلوماً أو مجہولاً مثل أن یشترط علیہا طلاقہا، إن قدم أبوہا أو أخوہا'' (المغنی لابن قدامہ ۷،۵۷۳ حکم ما إذا تزوج المرأۃ علی أن یطلقہا فی وقت بعینہ)۔

یعنی جب عورت سے نکاح کرے اس شرط پر کہ اس کو وقت مقرر پر طلاق دے دے گا تو نکاح صحیح نہیں ہے خواہ وہ وقت معین معلوم ہو یا مجہول مثلاً یہ شرط کہ اس کو طلاق دے گا اگر اس کا باپ یا بھائی آئے گا)۔

آگے لکھتے ہیں: ''ہذا شرط مانع من بقاء النکاح، فأشبہ نکاح المتعۃ'' (المغنی ۷،۵۷۴ حکم ما إذا تزوج المرأۃ علی أن یطلقہا فی وقت بعینہ) (یہ نکاح کے بقا کے لئے مانع شرط ہے پس نکاح متعہ کے مشابہ ہے)۔

''مالکیہ اور بلقینی کے علاوہ شافعیہ کا ایسے نکاح موقت کے بارے میں جس میں ایسی مدت کی شرط ہو کہ اس مدت تک یہ دونوں نہیں پہنچ سکتے ہوں تو وہ باطل ہے، پس اگر ایسی مدت کے ساتھ موقت کیا کہ جس مدت کو پہنچ سکتے ہیں مثلاً کہا: دس دنوں کے لئے نکاح کرتا ہوں تو یہ فقہاء حنفیہ کے یہاں فاسد ہے سوائے امام زفر کے، اسی طرح مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں، کیونکہ یہ ان حضرات کے نزدیک نکاح متعہ کی ایک صورت ہے '' (الموسوعۃ الفقہیہ: مادہ، النکاح، النکاح الموقت)۔

ابواسحاق شیرازی شافعی وغیرہ نے نکاح متعہ کی جو تشریح کی ہے وہ ہی کی ہے جو نکاح موقت کی تشریح ہے؛ کیونکہ شافعیہ کے یہاں زواج وتزویج یا نکاح کا لفظ عقد شرعی کے لئے ضروری ہے، المہذب میں ہے:

''ولا یجوز نکاح المتعۃ وہو أن یقول: زوجتک ابنتی یوماً أو شہراً'' (المہذب فی المجموع ۱۶،۲۴۹)۔

نہیں معلوم ابن قدامہ کو کہاں سے دھوکہ ہوا اور انہوں نے امام شافعی کا اظہر قول وہ لکھا جو امام زفر کا ہے، چنانچہ المغنی میں ہے:

‘‘وقال أبو حنیفۃ:یصح النکاح ویبطل الشرح وہو أظہر قولی الشافعی قالہ فی عامۃ کتبہ’’ (المغنی۷؍۵۷۳، دار الفکر)۔

خاصہ یہ ہے کہ نکاح موقت ہو یا نکاح متعہ دونوں شریعت میں حرام ہیں اور نکاح نہیں ہوتا ہے یہی جمہور فقہاء اور صاحبین کی رائے ہے صرف امام زفر اور دوسرے مکتب فکر میں سے بھی بعض حضرات کی رائے نکاح موقت کے جائز ہونے کی ہے۔

لیکن نکاح مسیار اور نکاح موقت میں بنیادی طور پر فرق ہے: نکاح مسیار میں طلاق ملفوظ اور مشروط نہیں ہوتی ہے صرف منوی ہوتی ہے، خواہ قرائن واحوال سے زوجین کو معلوم ہوتا ہے کہ اتنے دنوں کے بعد طلاق ہوجائے گی، مگر منوی کا وہ حکم نہیں ہوتا ہے جو ملفوظ کا ہوتا ہے، البتہ علامہ وہبہ زحیلی نے حضرت امام احمدؒ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک منوی وملفوظ میں فرق نہیں ہے، حنابلہ میں سے صرف ابن قدامہ کا اختلاف ہے۔

‘‘والمعتمد عند الحنابلۃ خلافاً لابن قدامۃ:أن نیۃ الطلاق بعد مدۃ تبطل العقد کالتصریح بذلک’’ (الفقہ الاسلامی وادلتہ۹؍۶۵۵۱ شروط صحۃ النکاح)۔

(ابن قدامہ کے علاوہ حنابلہ کے نزدیک قابل اعتماد رائے یہ ہے کہ ایک مدت کے بعد طلاق کی نیت عقد کو اسی طرح باطل کردے گی جس طرح اس کی تصریح)۔

مغنی ابن قدامہ میں ہے: ‘‘وإن تزوجہا بغیر شرط إلا أن فی نیتہ طلاقہا بعد شہر أو إذا انقضت حاجتہ فی ہذا البلد، فالنکاح صحیح فی قول عامۃ أہل العلم إلا الأوزاعی قال: ہو نکاح متعۃ، والصحیح أنہ لا بأس بہ ولا تضر نیتہ’’ (المغنی ۷؍۵۷۳ متعۃ النساء، ط: دار الفکر)۔

(اگر بغیر شرط نکاح کیا، مگر اس کی نیت میں ہے کہ ایک ماہ بعد یا اس شہر میں حاجت مکمل ہونے کے بعد طلاق دے دے گا تو نکاح عام فقہاء کے یہاں صحیح ہے صرف اوزاعی کہتے ہیں کہ یہ متعہ ہے، اور صحیح یہی ہے کہ حرج نہیں ہے اور یہ نیت مضر نہیں ہوگی)۔

بقیہ ائمہ کا قول موسوعہ میں بایں الفاظ ہے:

‘‘اختلف الفقہاء فی النکاح بنیۃ الطلاق: فذہب الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ فی قول جزم فی المغنی والشرح علی أنہ إذا تزوج امرأۃ بنیۃ الطلاق بعد شہر أو أکثر أو أقل فالنکاح صحیح سواء علمت المرأۃ أو ولیہا بہذہ النیۃ أم لا’’ (الموسوعہ: مادہ: النکاح، النکاح بنیۃ الطلاق)۔

(بنیت طلاق نکاح کی بابت فقہاء کا اختلاف ہے چنانچہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ مغنی وشرح مغنی کے مطابق ان کی رائے یہ ہے کہ جب کسی عورت سے ایک ماہ بعد یا زائد یا کم کی مدت میں طلاق دینے کی نیت سے نکاح کیا تو یہ صحیح ہے خواہ عورت یا اس کے ولی کو اس کی نیت کا علم ہو یا نہ ہو)۔

‘‘الشرح الصغیر ’’ میں ہے:

‘‘أما لو أضمر الزوج فی نفسہ أن یتزوجہا ما دام فی ہذہ البلدۃ أو مدۃ سنۃ، ثم یفارقہا، فلا یضر، ولو فہمت المرأۃ من حالہ ذلک’’ (الشرح الصغیر ۳۸۷،۲)۔

(بہرحال اگر شوہر کی نیت ہو کہ جب تک وہ اس شہر میں ہے یا ایک سال کی مدت تک کے لئے نکاح کررہا ہے پھر اس کو طلاق دے دے گا تو یہ مضر نہیں ہے، خواہ عورت شوہر کی حالت سے اس بات کو سمجھ رہی ہو)۔

درمختار میں ہے:

‘‘أو نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ؛ لأن التوقیت إنما یکون باللفظ’’ (در مختار مع رد المحتار ۳۱۹،۲ کتاب النکاح)۔

(یا نیت ہے اس کے ساتھ ایک مدت رہنے کی (تو متعہ نہیں ہوگا) اس لئے کہ توقیت لفظ کے ذریعہ سے ہوتی ہے)۔

المہذب میں ہے:‘‘فإن تزوج علی ہذہ النیۃ صح النکاح؛ لأن العقد إنما یبطل بما شرط لا بما قصد’’ (المہذب فی المجموع ۲۵۰،۱۶ ، ط: دار الفکر)۔

(پس اگر اس نیت (یعنی بعد میں طلاق دینے کی نیت) پر نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگیا، اس لئے کہ عقد باطل ہوتا ہے شرط سے نہ کہ قصد سے)۔

نکاح مسیار اور نکاح موقت میں فرق بالکل واضح ہے، مگر نکاح مسیار سے عموماً قضائے شہوت مقصود ہوتی ہے دوسرے مقاصد نکاح عملی طور پر ضرور فوت ہوتے ہیں، اس لئے اس نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہئے جس طرح حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے دور میں نکاح سر یعنی گواہوں کی موجودگی میں عام اعلان کے بغیر نکاح کو ممنوع قرار دیا تھا کہ اس میں بھی شہوت کی تسکین صرف مقصود ہوا کرتی تھی اسی طرح نکاح مسیار پر پابندی ہونی چاہئے۔

نکاح مسیار کی حقیقت کتاب وسنت کی روشنی میں

حافظ مولانا صادق محی الدین فہیم•

(۲-۱):

قدیم فقہاء کے ہاں نہ نکاح مسیارکی کوئی صراحت ملتی ہے نہ ہی ا ن کے ہاں ا س کاکوئی ذکرملتاہے،یہ ایک نئی اصطلاح ہے جوموجودہ دورکی ایجادہے۔عصر حاضر کے بعض عرب علماءکی رائے ہے کہ ایسے مردوخواتین جومشکل حالات سے دوچاررہتے ہیں ان کےلئے اس نکاح کے جواز کی وجہ ایک طرح سے سہولت وآسانی میسرآجاتی ہے ،مختلف احوال میں بعض خواتین اپنے معاشرتی ظاہری حقوق سے دستبردارہوکرصرف معنوی حقوق کی تکمیل کےلئے نکاح کی خواہشمندرہتی ہیں اوربعض مردایک سے زائدنکاح کرناچاہتے ہیں لیکن وہ معنوی حقوق اداکرنے کے موقف میں ہوتے ہیں، لیکن معاشرتی حقوق اداکرنے کے متحمل نہیں رہتے، ظاہرہے ان لاینحل مسائل کاحل نکاح مسیارکی وجہ آسان ہوتاہے ۔''وعلیٰ ہٰذا یتضح أن ہٰذا الزواج وإن کان حدیثاً فی الاسم إلا أنہ قدیم بالفعل، فإن لہ صوراً قد تکون مشابہۃ فی الزمن الماضی...'' (زواج المسیار... ، ۸۰)۔

البتہ نکاح مؤقت پران کے ہاں کچھ صراحتیں ضرور ملتی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعضوں کے ہاں نکاح مؤقت دراصل نکاح متعہ کی ایک صورت ہے جوشرعا جائزنہیں ہےاوربعضوں کے ہاں اس کاجوازہے۔

نکاحِ مؤقت کے عدمِ جواز کی رائے رکھنے والوں کا ماننا یہ ہے کہ یہ باطل ہے مثلا کوئی مردعورت سے دومردوں کی شہادت سے دس دن کےلئے نکاح کرے، معنوی اعتبارسے یہ متعہ کے ہم معنی ہے اگرچہ متعہ نکاح کے لفظ سے ہو، متعہ در اصل نکاح کے مقاصدسے صرف نظرکرتے ہوئے عورت سے فائدہ اٹھانے کانام ہے، اور نکاحِ مؤقت میں بھی یہی معنی پائے جاتے ہیں، نکاح کے اعلی مقاصد کی تحصیل متعین مدت (خواہ وہ کم ہوکہ زیادہ) کی وجہ ممکن نہیں ہوتی اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا، جیسے کہ کفالت، اصیل کی براءت کی شرط کے ساتھ حوالہ بن جاتا ہے، اور حوالہ، اصیل سے مطالبہ کی شرط لگانے سے کفالت بن جاتا ہے۔

اس لئےنکاحِ متعہ اور نکاحِ مؤقت دونوں باطل ہیں، چنانچہ ''ہدایہ '' میں ہےنکاحِ متعہ میں ایک مرد ایک عورت سے یہ کہتاہے کہ میں تم سے اتنے مال کےعوض اتنی

• سابق مفتی جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔

مدت تک کے لیے فائدہ اٹھا ؤں گا۔اس لئے نکاحِ مؤقت بھی باطل ہے البتہ نکاح متعہ اورنکاح مؤقت میں صرف فرق یہ ہے کہ نکاح متعہ میں گواہ نہیں ہوتے، جبکہ نکاح مؤقت میں گواہ ہوتے ہیں، لیکن چونکہ اس میں مدت کا تعین ہوتاہے، اس لئےیہ معناً متعہ ہی کی صورت ہے یہ بھی کہ عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے ، نکاح مؤقت میں بھی چونکہ مدت متعین ہوتی ہے، خواہ مدت قلیل ہوکہ دراز اس پرمؤقت ہی کی تعریف صادق آتی ہےکیونکہ مدت کا تعین ہی متعہ کوثابت کرتاہے۔ البتہ امام زفررحمہ اللہ اس نکاح کوصحیح ولازم مانتے ہیں، کیونکہ شروط فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا۔اورہمارااستدلال یہ ہے کہ لفظ نکاح سےکیا گیا نکاح مؤقت نکاح متعہ کے ہم معنی ہے، کیونکہ متعہ میں عورت سے استمتاع مقصودہوتاہے مقاصدنکاح کی تکمیل کا قصدنہیں ہوتااوریہ معنی اس میں موجودہیں، کیونکہ قلیل مدت میں یہ مقاصدحاصل نہیں ہوتے،عقودمیں معانی کا اعتبارہوتاہے الفاظ کا نہیں، جیسا کہ اصیل برأت کی شرط پرکفالہ حوالہ بن جاتاہے اورحوالہ اصیل کے مطالبہ کی شرط پرکفالہ بن جاتاہے''(والنكاح المؤقت باطل مثل أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين إلى عشرة أيام).والذي يفهم من عبارة المصنف في الفرق بينهما شيئان: أحدهما وجود لفظ يشارك المتعة في الاشتقاق كما ذكرنا آنفا في نكاح المتعة .والثاني شهود الشاهدين في النكاح الموقت مع ذكر لفظ التزويج أو النكاح، وأن تكون المدة معينة وقال زفر رحمه الله :هو صحيح لازم؛ لأن النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة (ولنا أنه أتى بمعنى المتعة) بلفظ النكاح، لأن معنى المتعة هو الاستمتاع بالمرأة لا لقصد مقاصد النكاح، وهو موجود فيما نحن فيه لأنها لا تحصل في مدة قليلة (والعبرة في العقود للمعاني) دون الألفاظ ؛ ألا ترى أن الكفالة بشرط براءة الأصيل حوالة والحوالة بشرط مطالبة الأصيل كفالة'' (العنایہ۴،۳۹۵)۔

نکاح مؤقت کےعدم جوازکے قائلین کی رائے یہ ہے کہ نکاح مؤقت سے خاندانی نظام کی صحیح معنی میں حفاظت نہیں ہوسکتی، کیونکہ زوجین مقررہ وقت تک ساتھ رہتے ہیں جس کی وجہ دونوں کے درمیان فطری طورپرجیسی مودت و محبت قائم ہونی چاہیے وہ نہیں ہوپاتی۔

نکاح مؤقت میں شریعتِ مطہرہ کی رو سے شوہرو بیوی کےلیے وضع کردہ کئی اَحکام کی خلاف ورزی اور بہت سے اَحکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس جیسےنکاح میں بیوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے، جبکہ عادی نکاح(مسنونہ) کی وجہ یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے '' بدائع الصنائع '' کے حوالہ سے نکاح کے اَحکام کا تفصیلی ذکرکیاہے ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ نکاح کے اَحکام میں مہر کا واجب ہونا، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہونا،حرمتِ مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اجرا ءاور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا (جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہیں۔بریں بناخاص حالات میں نکاح کی وجہ واجب ہونے

والے شرعی حقوق جیسے نفقہ وسکنی وغیرہ معاف کردےتو وہ معاف نہیں ہونگے، بلکہ بدستور شوہر کے ذمہ باقی رہیں گے۔

نکاح کی مشروعیت اوراس کی ترغیب اوراس کوفطری طریقہ قراردینے کا مقصودیہی ہےکہ نسل انسانی کی حفاظت ہو،ثمرئہ نکاح چونکہ نیک وصالح اولادہے،جنسی خواہش کی تکمیل ضمنی ہےجوایک وسیلہ وذریعہ کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے نکاح کا اصل مقصودنیک وصالح اولادہے،تاکہ عالم دنیا میں اپنے وجودسے وہ روحانی ومادی ہرجہت سے خودنفع اٹھائے اورخلق خداکونفع پہونچائے ''إنی جاعل فی الأرض خلیفۃ'' (سورہ بقرہ: ۳۰) کی روشنی میں خلافت ارضی کا فرض نبھائے، حسب حکم شرع مردوں کاایک سے زائد نکاح کرنااس مقصدکی تکمیل میں ممدومعاون ہے،ظاہرہےنکاح کے عظیم مقاصدکی تحصیل نسل انسانی کی بقاء اس کے تحفظ کے لئے نکاح کا آپسی رشتہ تادم زیست نبھانے کی غرض سے ہو،عارضی ووقتی نہ ہو،عارضی نکاح جیسے نکاح متعہ جوصدراسلام میں رواتھا،اس سےآپ ﷺ نے منع فرمادیا،اس وجہ سے وہ اب ہمیشہ کے لئے ناجائزوحرام ہے۔

نکاح کا اصل مقصدصرف جنسی خواہش کی تکمیل نہیں ہے، بلکہ اس کے بڑے اعلی مقاصدہیں ،علامہ سرخسی رحمہ اللہ نکاح کے چند مقاصد کاذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس عقد کے ساتھ بے شمار دینی اور دنیوی مصلحتیں متعلق ہوتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں عورتوں کی حفاظت ونگرانی، ان کا نان ونفقہ،زنا سے بچنا،خلق خداکی کثرت اور سیدنا رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کے زیادہ ہونےپر فخرکرناہے،جیساکہ حدیث پاک میں واردہے ''نکاح کرو اور نسل بڑھاؤکہ اس سے تمہاری کثرت ہوگی جس کی وجہ روزحشر تمہاری کثرت پر فخر کروں گا '' نکاح کا سبب اس بقا کا تعلق ہے جو اپنے وقتِ مقررہ تک کے لیے مقدر ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ نے قیامت تک عالم کی بقاء کا فیصلہ فرمایاہے اور یہ بقا تناسل ہی سے ممکن ہے۔

''ثم يتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدينية والدنيوية من ذلك حفظ النساء والقيام عليهن والإنفاق ، ومن ذلك صيانة النفس عن الزنا ، ومن ذلك تكثير عباد الله تعالى وأمة الرسول صلى الله عليه وسلم وتحقيق مباهاة الرسول صلى الله عليه وسلم بهم، كما قال : ''تناكحوا تناسلوا تكثروا فإني مباه بكم الأمم يوم القيامة'' وسببه تعلق البقاء المقدور به إلى وقته فإن الله تعالى حكم ببقاء العالم إلى قيام الساعة، وبالتناسل يكون هذا البقاء'' (المبسوط۵؍۴۵۱)۔

نکاح کا اصل مقصودچونکہ نوع انسانی کی بقااوراس کا تحفظ ہے، اس لئےاس کی تکمیل کےلئے زوجین کے درمیان رشتہ وتعلق دائمی ہووقتی نہ ہواسی وجہ سے نکاحِ متعہ کو ہمیشہ کے لیے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے،چنانچہ سیدنامحمد رسول اللہ ﷺ نے

نکاحِ متعہ سے منع فرمایا ہے۔''نهى عن المتعة زمان الفتح متعة النساء''(صحیح مسلم۱۹۷،۷)۔

نکاح مؤقت کے بارے مینفقہاء کے درمیان اختلاف ہے،اس کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ ایسی مدت سے مؤجل ہوجس تک دونوں کے پہنچنے کایقین نہ ہو،دوسری صورت یہ کہ اس مدت تک دونوں کا پہنچنا یقینی ہو،پہلی صورت میں حنفیہ،حنابلہ،مالکیہ میں سے ابوالحسن کامذہب یہ ہے کہ اگرپہلی صورت ہوتونکاح صحیح ہوجائے گا،اس مدت کوگویا عادی نکاح سے تعبیرکیاجائے گا،یہ سمجھاجائے گاکہ گویا اس نےزندگی تمام رشتہ نبھانےکی غرض سے نکاح کیا ہے، ''الفتاوی الہندیہ '' میں شمس الائمہ الحلوانی اوربہت سے مشائخ حنفیہ کے حوالہ سے یہی بات لکھی گئی ہے، یعنی مقررمدت تک دونوں کا زندہ رہناممکن نہ ہوتو اس سے نکاح منعقدہوجائے گااورشرط باطل ہوجائے گی۔ ''فقد ذهب الحنفية والحنابلة وأبوالحسن من المالكية ـ قال الشيخ الإمام الأجل شمس الأئمة الحلواني وكثير من مشايخنا قالوا إذا سميا ما يعلم يقينا أنهما لا يعيشان إليه كألف سنة ينعقد ويبطل الشرط، كما لو تزوجها إلى قيام الساعة أو خروج الدجال أو نزول عيسى عليه السلام، وهكذا روى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى كذا في المحيط، ولو تزوجها مطلقا وفي نيته أن يقعد معها مدة نواها فالنكاح صحيح، كذا في التبيين، ولو تزوجها على أن يطلق بعد شهر، فإنه جائز، كذا في البحر الرائق'' (البدائع۲۷۳،۲،الفتاوی الہندیہ۲۸۳،۱)۔

بعض شافعیہ بھی اسی کے قائل ہیں،بلقینی اس کے جوازپرامام شافعی رحمہ اللہ کی ''کتاب الام ''میں کی گئی صراحت کے حوالہ سے استدلال کرتے ہیں اس مسئلہ میں بعض متاخرین بھی یہی رائے رکھتے ہیں''والبلقيني وبعض المتأخرين من الشافعية إلى أنه لو أجل النكاح بأجل لا يبلغانه صح النكاح كأنه ذكر الأبد ، لأن النكاح المطلق لا يزيد على ذلك والتصريح بمقتضى الإطلاق لا يضر . قال البلقيني : وفي نص الأم للإمام الشافعي ما يشهد له ، وتبعه على ذلك بعض المتأخرين'' (الموسوعہ الفقہیہ ۳۴۲،۴۱)۔

حضرت امام زفررحمہ اللہ مذکورہ صدر دونوں صورتوں میںنکاح مؤقت کے جوازکی رائےرکھتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہےکہ شروط فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتاگوکہ اورائمہ احناف اس کے قائل نہیں۔''وقال زفر:هو صحيح لازم؛ لأن النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة، ولنا أنه أتى بمعنى المتعة والعبرة في العقود للمعاني، ولا فرق بين ما إذا طالت مدة التأقيت أو قصرت؛ لأن التأقيت هو المعين لجهة المتعة، وقد وجد''(الہدایہ ۱۹۵،۱)۔

چنانچہ فقہاء احناف کی صراحت کے مطابق نکاح مؤقت یہ ہے کہ دوگواہوں کی شہادت سے کسی عورت سے ایک متعینہ مدت جیسے دس دن یا ایک مہینہ یا ایک سال وغیرہ تک کی صراحت کے ساتھ نکاح کیاجائے،تاہم نکاح مؤقت اورنکاح متعہ میں فرق یہ ہے کہ مؤقت میں لفظ تزویج کا ذکرہوتاہے متعہ میں نہیں،اسی طرح اس (نکاح مؤقت)میں شہادت ہوتی ہے متعہ میں نہیں،المحیط میں ہے:ہرنکاح مؤقت متعہ ہے،اورامام زفرکہتے

ہیں:لفظ متعہ کے بغیر متعہ نہیں ہوگا۔

‘‘وأما النكاح المؤقت فلأنه أتى بمعنى المتعة والعبرة للمعاني ، وسواء طالت المدة أو قصرت ، لأن التأقيت هو المبطل وهو المغلب لجهة المتعة . وصورة نكاح المتعة أن يقول الرجل لامرأة : متعيني نفسك بكذا من الدراهم مدة كذا ، فتقول له : متعتك نفسي ، أويقول : أتمتع بك ، ولا بد من لفظ التمتع فيه . وأما المؤقت فأن يتزوجها بشهادة شاهدين مدة معلومة . وقال زفر : النكاح المؤقت صحيح ويبطل التأقيت’’ (الاختیار۳،۱۰۲)۔

‘‘صرح الحنفیۃ بأن النكاح المؤقت ہو ان یتزوج امرأۃ بشہادۃشاہدین عشرۃ أیام أو شہرا أو سنۃ ونحو ذلک الفرق بین نکاح المتعۃ والنکاح المؤقت بذکر لفظ التزوج فی المؤقت دون المتعۃ،وکذا بالشہادۃ فیہ دون المتعۃ، وفی المحیط:کل نکاح مؤقت متعۃ،وقال زفر:لا تکون المتعۃ الا بلفظہا’’ (الموسوعہ۴۱،۳۴۲)۔

چونکہ فقہاء احناف میں امام زفررحمہ اللہ نکاح مؤقت کے جوازکے قائل ہیں ان کاماننایہ ہے کہ نکاح متعہ میں متعہ کے لفظ کااستعمال ہواس لئے نکاح مؤقت کے جوازکے قائلین کی رائے یہ ہےکہ اس سےنکاح منعقدہوجاتاہے اورشرط باطل ہوجاتی ہے،اس لئے جوحقوق نکاح کی وجہ سے بنتے ہیں وہ نکاح مؤقت کی وجہ سے بھی ثابت ہوجاتے ہیں۔

عموما یہ نکاح جانبین کی رضامندی، ولی کی موجودگی، ایجاب وقبول، شرعی گواہوں اور اعلان کے ساتھ ہوتا ہے! اس لئے فقہی اعتبار سے اس کی صحت اوراس کا انعقاد قابل تسلیم ہوناچاہیے۔اس میں مدت نکاح کی تحدید بھی نہیں ہوتی، کہ متعہ کے مماثل قرار پائے، نسب کا الحاق بھی شوہر سے ہوتا ہے۔ ہاں سال دو سال بعد واپسی کے وقت طلاق دینے کی نیت ہوتی ہے، تو ایسی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔‘‘واستشكل هذه المسألة بما إذا شرط وقت العقد أن يطلقها بعد شهر، فإن النكاح صحيح والشرط باطل، ولافرق بينها وبين ما نحن فيه، وأجيب بأن الفرق بينهما ظاهر؛ لأن الطلاق قاطع للنكاح فاشتراطه بعد شهر لينقطع به دليل على وجود العقد مؤبدا، ولهذا لو مضى الشهر لم يبطل النكاح، فكان النكاح صحيحا والشرط باطلا، وأما صورة النزاع، فالشرط إنما هو في النكاح لا في قاطعه’’ (العنایہ ۴،۳۹۵)۔ ‘‘لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط، بحر’’ (ردالمحتار۹،۳۳۶)۔ ‘‘أما لو تزوج وفي نيته أن يطلقها بعد مدة نواها صح’’(فتح القدیر۶،۴۴۴)۔

اگرکسی نے نکاح کیا اوراس کی نیت یہ ہے کہ ایک مدت کے بعد طلاق دیدے گاصحیح ہےاوراس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی اس شرط کے ساتھ نکاح کرے کہ دن میں اس کے پاس رہے گا رات میں نہیں ۔

‘‘وقال زفر: هو جائز) يعني النكاح الموقت هو أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين عشرة أيام؛ لأن النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة، بل تبطل هي ويصح النكاح ، فصار، كما إذا تزوجها على أن يطلقها بعد شهر صح وبطل الشرط، أما لو تزوج وفي نيته أن يطلقها بعد مدة نواها

صح، ولا بأس بتزوج النهاریات وهو أن یتزوجها علی أن یکون عندها نهارا دون اللیل''(فتح القدیر ۶،۴۴۴)۔

اس تفصیل کی روشنی میں نکاح مؤقت اورنکاح مسیارمیں کوئی خاص فرق نہیں ہے، اس لئےنکاح مؤقت کے جوازکے قائلین کی رائے کوپیش نظررکھ کرنکاح مسیارکی اجازت دی جاسکتی ہے۔

نکاح مسیار کی ضرورت اکثرطویل سفرمیں درپیش ہوتی ہے، بعضوں میں صبروبرداشت کاماده کم ہوتاہے نکاح کے بغیررہنے کی صورت میں گناہ کااندیشہ رہتا ہے اور وہ عادی نکاح کرنے کے موقف میں بھی نہیں رہتے، ظاہرہے نکاح مسیار کا جواز ان کو گناہ کا خطرہ مول لینے سے بچاسکتاہے، اضطراری صورت میں جیسے مردار کھانا حلال ہوجاتا ہے اسی طرح گناہ سے بچنے کےلئے یہ نکاح بھی جائزہوناچاہیے۔ یہ ایک سماجی ضرورت ہے اس لئے اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ دونوں رجحانات حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے ہاں پائے جاتے ہیں۔اوربعض خاص حالات جس کا سوالنامہ میں ذکرکیا گیا ہے، معنوی حقوق بہت معنی رکھتے ہیں،زناگناہ کبیرہ ہے اس کی حرمت قرآن مجیدسے ثابت ہے، دشوارگزار حالات مینعورت اگراس گناہ سے بچناچاہے تونکاح مسیارایک طرح سے اس کے لئے گناہ کبیرہ سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے۔

چونکہ نکاح متعہ ونکاح مؤقت میں بڑا فرق ہے جب اس کا جواز ثابت ہے تو نکاح مسیارکوبھی نکاح مؤقت سے تعبیر کیا جاسکتاہے۔انعقادنکاح میں قدیم فقہاء کی آراء کو سامنے رکھاجائے تومشکل ترین حالات میں اس (نکاح مؤقت) سے استفادہ کی گنجائش فراہم ہوتی ہے۔

خاص حالات میں جن کا سوالنامہ میں ذکرہے ضرورتانکاح مسیارکوگوارہ کیا جاسکتا ہے، لیکن نکاح کرنے والوں کونکاح کے مقاصدکوپیش نظررکھناچاہیےاس نکاح سے اولاد ہوجائے توچونکہ اس سے خاندانی نظام بنیادقائم ہوجاتی ہے اس لئے اس کے حقوق بھی واجب ہوں گے۔

نکاح مسیارکے جوازکے بارے میں معاصرعلماء کی جوآراء ہیں ان میں نکاح مسیار کے جوازکی کچھ وجوہات مردوں سے متعلق ہیں اورکچھ خواتین سے۔

شوہردوسرانکاح کرنا چاہتاہے پہلی بیوی اس کےلئے رضامند نہیں ہوتی، اس لئے زوجہ اولی مردکے نکاح میں برقراررہنے کے لئے اپنے کچھ حقوق سے دستبردارہوجاتی ہے۔

بعض خواتین اپنے والدین کے گھررہنے پرمجبوررہتی ہیں، جبکہ والدین کے ہاں ان کے افراد خاندان سے کوئی اورنہیں رہتابسااوقات ان خواتین کے اولیاء بھی یہی چاہتے ہیں اوروہ اس نکاح کی وجہ عائد ہونے والے حقوق کی کوئی ذمہ داری ان پرنہیں رکھتے۔عام طور پریہ صورت قدیم سے بر صغیر ہندوپاک اوراکثرشہروں میں پائی جاتی ہے جس کو

‘‘گھرداماد’’ سے تعبیرکیا جاتاہے۔

‘‘رفض المرأة لفكرة التعدد: حيث أن المرأة لا تقبل بزوج لہ زوجة أخرى،حتى إذا تقدم بها العمر ولم تحصل على زوج اضطرت لتقديم التنازلات من أجل الزواج، كما فى زواج المسيار حاليا۔

حاجة المرأة إلى البقاء فى غير بيت الزوج:حاجة بعض النساء إلى المكث فى بيت أهلها لرعاية أبويها، فربما لا يوجد عائل لهما إلا ہى، أو يكون عندها بعض إلا عاقة التى تمنعها من تحمل مسئولية البيت، ويرغب أولياؤها فى إعفافها والحصول على الذرية ولا يكلفون الزوج شيئا’’۔

بعض مردزیادہ خواہش نفس رکھتے ہیں، اس لئے اس کی تکمیل کےلئے تعددنکاح کے خواہش مند ہوتے ہیں، ایک عورت سے ان کی ضرورت پوری نہیں ہوتی یا عدم رغبت کے کئی وجوہات ہوتے ہیں (۱)پہلی بیوی کی عمرزیادہ ہوتی ہےیا وہ اپنی اولاد اورگھریلوامورمیں منہمک رہتی ہے اورمرداس میں دلچسپی نہیں رکھتا۔بعض مردفطری خواہش کی وجہ ایک سے زائدبیویوں سے نکاح کے خواہشمندرہتے ہیں، اس لئے وہ ایک بیوی پراکتفاء نہیں کرناچاہتے قوت شہوانیہ کی زیادتی کی وجہ ان میں رغبت وخواہش زیادہ ہوتی ہے ۔بعض مردنکاح ثانی کرناچاہتے ہیں، لیکن پہلی بیوی کواس کی اطلاع ہوتوگھرمیں فسادپیداہونے کااندیشہ ہو اورمختلف مصائب سے دوچارہونے کا خطرہ ہو تووہ دوسرے نکاح کوپہلی بیوی سے مخفی رکھناچاہتے ہیں، اس لئے ان جیسے حالات میں وہ نکاح مسیارکوترجیح دیتے ہیں۔

‘‘رغبة بعض الرجال بزيادة الاستمتاع:يرغب بعض الرجال فى التعدد من أجل الاستمتاع فقد تكون الزوجة الأولى كبيرة فى السن، أو مشغولة بأولادها وبيتها،ولا يجد الرجل عندها رغبته، فيتزوج مسيارا۔

حاجة الرجل الفطرية إلى أكثر من زوجة:فبعض الرجال لاتكفيهم امرأة واحدة،ولديهم شهوة شديدة، ورغبة جامحة،فيلجؤون إلى زواج المسيار۔

عدم خراب للبيوت:خوف بعض الرجال من إعلان زواجه الثانى،لعلمه ما ستسببه زوجته الأولى لو علمت بهذا الزواج من خراب للبيوت ومصائب شتى، فيرغبون فى المسيار’’ (زواج المسيار، حقيقته وحكمه،۲۰۶۔۲۰۷)۔

تاہم اصولی بات تویہی ہے کہ یہ نکاح جائزہے ،البتہ یہ کہاجاسکتاہے کہ نکاح کاجو مقصودہے اس کی روح سے عاری ہے اس لئے خاص احوال میں جہاں اس کی ضرورت داعی ہواجازت دی جانی چاہیے ‘‘الضرورات تبيح المحظورات’’۔ ‘‘الضرورات تُقَدَّر بقَدْرِها’’ (كتاب القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة)عدم جوازکے قائلین کی رائے میں عمومی حیثیت سے اس کی اجازت سےبہت سے مفاسدلازم آسکتے ہیں جیسے عمرانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت جو نکاح کی وجہ ثابت ہوتےہیں ان پرضرب پڑسکتی

ہے،بظاہریہ بات مزاج اسلامی کےمنافی معلوم ہوتی ہے لیکن عہدحاضرکے بعض محقق علماء کی رائے یہ ہے کہ ان حقوق کاتعلق چونکہ عورت سے ہے اس لئے اس کواس بات کااختیارحاصل ہے کہ وہ ان سے دستبردارہوجائے،ہاں اگرمردکی طرف سے ایسی شرائط رکھی جائیں توپھران کاشرعااعتبارنہیں ہوگااس کے باوجود نکاح منعقدہوجائے گا، عام طورپردوسرے تیسرے نکاح کی نوبت خاص طورپرخواتین کواس وقت درپیش ہوتی ہےجب وہ مادی حقوق کے ادائیگی سے مستغنی اور معنوی حقوق کے لئے متفکررہتی ہیں۔

''زواج شرعی یتمیز عن الزواج العادی یتنازل الزوجۃ فیہ عن بعض حقوقھا علی الزوج، مثلا لا تطالبہ بالنفقۃ، و المبیت اللیلی، إن کان متزوجاً، و فی الغالب یکون زواج المسیار ھو الزواج الثانی أو الثالث، وھو نوع من تعدد الزوجات و أبرز ما فی ہٰذا الزواج۔ أن المرأۃ تتنازل فیہ بإرادۃ تامۃ واختیار و رضا عن بعض حقوقھا، ہٰذا الذی افہمہ عن زواج المسیار...'' (زواج المسیار دراسۃ فقیۃ و اجتماعیۃ نقیۃ،۷۶، للعلامہ یوسف القرضاوی)۔

نکاح مسیار کے جواز کے قائلین کا استدلال یہ بھی ہے کہ احکام میں اسماء اور عناوین کا اعتبار نہیں ہوتا مقصود اس کے مضامین اور اس کے مسمیات ہوتے ہیں، جبکہ وہ فقہی مقررہ قواعد کے مطابق ہوں،عقود میں مقاصد ومعانی معتبر ہوتے ہیں نہ کہ الفاظ ''وقالوا أیضا :العبرۃ فی الأحکام لیست بالأسماء والعناوین ولکن بالمسمیات والمضامین ، إذ من القواعد المقررۃ فقھا:العبرۃفی العقود للمقاصد والمعانی ولیست للألفاظ والمبانی'' (ابن النجیم الاشباہ والنظائر)۔

نکاح کے چھ شرعی اعمال ہیں جن میں دوفرض ہیں(۱)ایجاب وقبول(۲)دومردیا ایک مرددوعورتوں کی گواہی، نکاح کا صرف ایک واجب ہے اوروہ ہے مہرجونقدوادھاردونوں طرح سےادا ہوسکتاہےجس کو فقہاء نے مہرمعجل اور مہرمؤجل سے تعبیر کیا ہے۔بوقت عقدمہرکاذکرنہ گیاہوتب بھی نکاح (دونوں فرائض کی تکمیل سے) منعقدہوجاتاہے،البتہ بوقت عقد مہرکا ذکرنہ کرنے سے وہ ساقط نہیں ہوجاتا، بلکہ مہرمثل واجب ہوتاہے،نکاح کے موقع پرتین سنتیں ہیں (۱)خطبہ نکاح(۲)چھوہاروں کی تقسیم(۳)ولیمہ۔ظاہرہے ان تینوں سنتوں پرعمل نہ ہوسکاہوتوانعقادنکاح میں یہ مانع نہیں ہیں۔یہ نکاح عام طورپر جانبین (عورت ومرد) کی رضامندی سے ہوتاہےجس میناکثر عورت کے ولی کی رضامندی بھی شامل رہتی ہےاوریہ نکاح ایجاب وقبول، شرعی گواہوں اور اعلان کے ساتھ ہوتا ہے، اس لئے فقہی اعتبار سے اس کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہینہوناچاہیے۔

رابطہ عالم اسلامی 'او آئی سی کے تحت جدہ سعودی عربیہ میں اسلامک فقہ اکیڈمی ''مجمع الفقہ الإسلامی'' قائم ہے، اس تنظیم نے روز جمعرات ۱۵،ربیع الاول ۱۴۲۷ مطابق ۱۳،اپریل ۲۰۰۶ء اٹھارواں اجلاس عام نکاح کے مروجہ طریقوں پرغوروخوض کے لئے منعقد کیا تھا، اس اکیڈمی میں اسلامی ممالک کے نامور چوٹی کی علمی شخصیات کی

نمائندگی ہے۔ ہندوپاک کے بعض مؤقرعلماء بھی ان سے منسلک رہے ہیں۔

یہ اجلاس مکہ مکرمہ میں عالم اسلام کی ممتاز شخصیت ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلی رحمہ اللہ کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا جس میں موضوع پر غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد صدراجلاس کی طرف سے یہ متفقہ اعلامیہ جاری ہوا تھا:''المجمع الفقهي الإسلامي برابطة العالم الإسلامي، الدورة الثامنة عشرة المنعقدة بمكة المكرمة نظرا لمجمع في موضوع عقود النكاح المستحدثة وبعد الاستماع إلى البحوث المقدمة والمناقشات المستفيضة قرر ما يأتي:يؤكد المجمع أن عقود الزواج المستحدثة وإن اختلفت أسماؤها وأوصافها وصورها لابد أن تخضع لقواعد الشريعة المقررة وضوابطها من توافر الأركان والشروط وانتفاء الموانع..وقد أحدث الناس في عصرنا الحاضر بعض تلك العقود المبينة أحكامها فيما يأتي: ١ / إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم أو بعض منها وترضى بأن يأتي الرجل إلى دارها في أي وقت شاء من ليل أو نهار، ويتناول ذلك أيضا..إبرام عقد زواج على أن تظل الفتاة في بيت أهلها ثم يلتقيان متى رغبا في بيت أهلها أو في أي مكان آخر حيث لا يتوافر سكن لهما ولا نفقة. هذان العقدان وأمثالهما صحيحان إذا توافرت فيهما أركان الزواج وشروطه وخلوه من الموانع ولكن ذلك خلاف الأولى'' (الخميس / ١٥ / ربيع الأول / ١٤٢٧ هـ الخميس ١٣ أبريل ٢٠٠٦ ٠١:٢٦)۔

اسلامک فقہ اکیڈمی مکۃ المکرمہ مذکورہ تاریخ میں منعقدہ اجلاس میں معاشرہ میں مروجہ نئ نئی نکاح کی صورتوں کے پیش نظر اوراس پرمباحث ومناقشات کے بعد یہ فیصلہ کیاکہ نکاح کےجدیدمروجہ عقودکو اگرچہ اس کے نام اور اوصاف وصورتیں مختلف ہوں شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ قواعد وضوابط کے تابع ہونا چاہئے۔ اور اس میں ارکان وشروط پورے ہوں۔ اور موانع سے خالی ہوں۔عصر حاضر میں لوگوں نے بعض عقد ایجاد کرلئے ہیں جس کے احکام درج ذیل ہیں:ایسا عقد زواج جس میں عورت رہائش، خرچ اور تقسیم وغیرہ سے متعلق سارے یا بعض حقوق سے اپنی مرضی سے دستبردارہوجائے کہ مرد جب چاہے دن یا رات میں اس کے پاس آئے۔ اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ایسا عقد نکاح جس میں عورت اپنے گھر والوں کے ساتھ میکہ میں رہے۔ اورشوہر بیوی جب چاہیں میکہ میں یا کسی اور جگہ آپس مینملاقات کرلیں۔رہائش گاہ فراہم نہ ہواورنہ نفقہ کی شوہرپرذمہ داری ہو،یہ دونوں عقد صحیح ہیں، جبکہ نکاح کے ارکان وشروط پائے جائیں اورموانع نکاح نہ پائے جائیں، لیکن یہ خلاف اولی ہے۔

نکاح مسیار کے جوازکی رائےرکھنے والوں میں سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز ابن باز، شیخ عثیمین، امام حرم مکی شیخ سعود الشریم، سابق امام ازہر سید طنطاوی اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جبکہ ناجائز کہنے والوں میں پروفیسر ڈاکٹر قرۃ داغی اور البانیہ سے تعلق رکھنے والے شیخ ناصر الدین البانی

سرفہرست ہیں۔جامعہ بنوریہ کراچی کے دارالافتاء سے جاری فتوی میں نکاح مسیار کو مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ قرار دیا گیا ہےاور اس سے اجتناب کی نصیحت کی گئی ہے (دیکھئے فتوی نمبر۹۸۸۱مجریہ ۱۵ محرم ۱۴۳۲ھ ،م ۲۹،ستمبر ۲۰۱۰ء)۔

سطور بالا میں درج شرائط وارکان کی رعایت کے ساتھ نکاح مسیار انجام پائے تو شرعا درست ہوناچاہیے، اس وقت اسلامی معاشرہ کی پاکیزگی کےلئےاس کے جوازکی صورت درست معلوم ہوتی ہے بشرطیکہ اس نکاح کی وجہ عورت کوکوئی اذیت وتکلیف پہونچائی نہ جائے اوراس رشتہ نکاح کی وجہ آپس میں قائم ہونے والے رشتہ کا احترام باقی رہے،اس نکاح سے اولادہوتواس کی تعلیم وتربیت اورپرورش سے متعلق جوحقوق عائد ہوتے ہیں ان کی کفالت کاضرورسامان ہو۔

شادی وبیاہ سے متعلق اس وقت مسلم معاشرہ افراط وتفریط کا شکارہے،طلاق کے واقعات بھی بکثرت ہیں جس کی وجہ مطلقہ خواتین کی تعدادمیں روزبروزاضافہ ہے ،عالم عرب میں مردوں کا عورتوں سے نکاح کرناجوے شیرلانےسے کم نہیں ہے ،لڑکی والوں کے ایسے مطالبات جواسلامی مزاج کے یکسرمنافی ہیں جیسےمہرکی کثیر رقم کا مطالبہ ودیگرمطالبات،جیسے رہائش کاعلیحدہ ایسا انتظام جومادی تمام سہولتوں سے آراستہ ہو۔ظاہرہے اکثرنوجوان ان جیسے مطالبات کی تکمیل کے متحمل نہیں رہتے،عالم عرب کے علاوہ دیگرممالک خاص طورپربرصغیرہندوپاک اوربنگلہ دیش وغیرہ میں مردوں کےغیر اسلامی مطالبات کی وجہ سے بکثرت لڑکیاں بروقت نکاح سے محروم ہیں،ظاہرہے ہرلڑکی جب جوانی کی دہلیزپر پہنچتی ہے توحسین خوابوں کی ایک دنیااس کے خیال وگمان میں آبادہوجاتی ہے، مگر ان غیر دینی اور غیر شرعی مطالبات کی وجہ سے ہماری بچیوں کے تمنائوں اورآرزئوں کے حسین خواب چکنا چورہوجاتے ہیں ،ناامیدی ،مایوسی کے اندھیرے چھانے لگتے ہیں، جس کی وجہ ازدواجی زندگی کے اجالوں کا سفرناممکن نظرآنے لگتا ہے، غریب والدین اپنی بن بیاہی بیٹیوں کے دردوکرب کے احساس کواتنا زیادہ دل کی گہرائیوں میں اتارلیتے ہیں کہ قبل ازقبل ہی وہ کمزور، نحیف وناتواناورضعیف ہوجاتے ہیں۔ ہرگزرنے والے وقت کے ساتھ غیر اسلامی رواجات مستحکم ہوتے جارہے ہیں، غریب والدین شریف النفس کسی فرشتہ صفت دامادکے انتظارمیں دنیا سے رخصت ہورہے ہیں ۔ان جیسے ناگفتہ بہ حالات میں بن بیاہی لڑکیاں اس بات پرراضی ہوجاتی ہیں کہ کوئی مردپہلی بیوی رکھتے ہوئے ان سےنکاح کرلے، بسااوقات ان جیسے حالات میں مردکے معاشی حالات کے مدنظراپنے بعض حقوق سے دستبردارہونے پر بھی مجبورہوجاتی ہیں۔

(۳):

نکاح مؤقت یا نکاح مسیار مینجہاں تک بیوی کے اپنے حقوق (نفقہ وسکنی) سے

دستبردارہونے کی بات ہے فقہاء احناف کے ہاں اس سے وہ حقوق معاف نہیں ہوتےان کی ادائیگی شوہرواجب رہتی ہے،بوقت عقدایسی شرط عائدکی جائے تونکاح منعقدہوجاتاہے، لیکن شرط باطل ہوجاتی ہےشریعت مطہرہ کی رو سے بیوی کے حقوق جو شوہرپرعائدہوتے ہیناس سےبیوی دستبردارہوجائے اگروہ قاضی نے مقررنہیں کئے ہیں تویہ برأت باطل ہوگی،ہاں اگرقاضی اسلام ہرمہینہ دس درہم کانفقہ مقرر کرےتوپہلے مہینہ کے نفقہ کی حدتک برأت جائزہوگی اوراس کے دیگرمہینوں کی نفقہ کی برأت جائزنہیں،شوہرگزرے مہینہ کا نفقہ ادانہ کیاہوتوبیوی کواسے معاف کردینے کاحق ہےاورمستقبل کاایک مہینہ کے نفقہ کے بقدرمعاف کرنے کا بھی بیوی کوحق حاصل ہے اس سے زیادہ کی برأت جائزنہیں،فتاوی کبری میں اسی طرح ہے اوراسی طرح ''تجنیس '' میں ہے،اوراگربیوی کہے کہ میں نے ایک سال کانفقہ معاف کردیا ہے توصرف ایک مہینہ کے نفقہ کی برأت درست ہےمگریہ کہ قاضی نے ایک سال کے نفقہ کومعاف کرنے کافیصلہ کردیاہے توپھرایک سال کانفقہ بھی معاف ہوگا۔اسی طرح ''فتح القدیر ''میں ہے۔

''الْمَرْأَةُ إذَا أَبْرَأَتْ الزَّوْجَ عَنْ النَّفَقَةِ بِأَنْ قَالَتْ:أَنْتَ بَرِيءٌ مِنْ نَفَقَتِي أَبَدًا مَا كُنْتُ امْرَأَتَكَ، فَإِنْ لَمْ يَفْرِضْ لَهَا الْقَاضِي النَّفَقَةَ فَالْبَرَاءَةُ بَاطِلَةٌ، وَإِنْ كَانَ فَرَضَ لَهَا الْقَاضِي كُلَّ شَهْرٍ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ يَصِحُّ الْإِبْرَاءُ مِنْ نَفَقَةِ الشَّهْرِ الْأَوَّلِ، وَلَمْ يَصِحَّ مِنْ نَفَقَةِ مَا سِوَى ذَلِكَ الشَّهْرِ، وَلَوْ قَالَتْ بَعْدَ مَا مَكَثَتْ شَهْرًا: أَبْرَأْتُكَ مِنْ نَفَقَةِ مَا مَضَى، وَمَا يَسْتَقْبِلُ يَبْرَأُ مِنْ نَفَقَةِ مَا مَضَى، وَمِنْ نَفَقَةِ مَا يَسْتَقْبِلُ بِقَدْرِ نَفَقَةِ شَهْرٍ، وَلَايَبْرَأُ زِيَادَةً عَلَى ذَلِكَ، كَذَا فِي الْفَتَاوَى الْكُبْرَى، وَ هَكَذَا فِي التَّجْنِيسِ وَالْمَزِيدِ، وَ لَوْ قَالَتْ: أَبْرَأْتُكَ مِنْ نَفَقَةِ سَنَةٍ لَا يَبْرَأُ إلَّا مِنْ شَهْرٍ إلَّا أَنْ يَكُونَ فَرَضَ لَهَا كُلَّ سَنَةٍ، كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ'' (الفتاوی الہندیہ۱،۵۳۳)۔

خاص حالات میں، جبکہ کوئی خاتون مطلقہ یا بیوہ ہونے کی وجہ کسی سے دوسرایا تیسرانکاح کرنے پررضامند ہو یاشوہردوسری بیوی سے نکاح کرےتوپہلی بیوی کوطلاق کاخوف وخطرہ لاحق ہواوروہ اپنے حقوق سے دستبردارہوکرشوہرکے نکاح میں رہنے کی خواہش کرے نفقہ وسکنی کی معافی کی تفصیل اس عبارت میں دیکھی جاسکتی ہےمختصریہ کہ ایسی صورتوں میں بیوی اپنی باری(شب بسری)سے دوسری بیوی کے حق میں دستبردارہوظاہراس کی اجازت خاص حالات میں درست ہے،امام جصاص رحمہ اللہ جوفقہاء حنفیہ سے ہیں اس آیت پاک کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے عورت کےلئے اپنے حقوق جیسے باری(شب بسری)اوران کے علاوہ عورتوں سے متعلق جوحقوق ہوتے ہیں وہ اس آیت پاک کی عموم میں شامل ہیں،اس لئے شب بسری کے سوا مہر،نفقہ اوروہ سارے حقوق جوزوجیت کے وجہ واجب ہوتے ہیں اگرشوہرنے ادانہ کئے ہونتو ماضی کے حقوق کی معافی ہوسکتی ہے ،مستقبل سے متعلق حقوق اگربیوی معاف کردے تومعاف نہیں ہوں گے،اسی طرح تعلق زوجیت کے حق کومعاف کردے تومعاف نہیں

ہوگا،اگراس نے اس سے برأت کردی تھی تب بھی اس کےمطالبہ کاحق رہے گا۔ابن قدامہ حنبلی کے رائے یہ ہے کہ بعض حقوق سے دستبردارہونے کی گنجائش ہےتاہم وہ اس سے رجوع کرسکتی ہے اسے دوبارہ ان حقوق کے مطالبہ کاحق حاصل ہوجاتاہے۔

''إذا خافت المرأة من زوجها أن يرغب عنها ويطلقها لعدم حاجته فيها لكبر، أو سوء خلق، فلا مانع من أن تسترضيه بالتنازل عن بعض حقوقها مثل النفقة، والمبيت عندها، وحقها في الإمتاع مقابل إمساكها. فإذا أرادت أن ترجع عن ذلك، فلها هذا، ويمكنها المطالبة بحقوقها وقتما تشاء. قال الجصاص من فقهاء الحنفية في تفسير قوله تعالى : (وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلاَ جُنَاْحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الأَنفُسُ الشُّحَّ وَإِن تُحْسِنُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (النساء: ١٢٨) أباح الله للمرأة أن تتنازل عن حقها من القسم وأن تجعله لغيرها من نسائه، وعموم الآية يقتضي جواز اصطلاحهما على ترك المهر والنفقة والقسم وسائر ما يجب لها بحق الزوجية، إلا أنه إنما يجوز لها إسقاط ما وجب من النفقة للماضي، فأما المستقبل فلا تصح البراءة منه؛ وكذلك لو أبرأت من الوطء لم يصح إبراؤها وكان لها المطالبة بحقها منه؛ وإنما يجوز بطيب نفسها بترك المطالبة بالنفقة وبالكون عندها، فأما أن تسقط ذلك في المستقبل بالبراءة منه فلا'' (islamonline.net)۔

وجاء في الموسوعة الفقهية الكويتية:''اتفق الفقهاء على أنه يجوز لإحدى زوجات الرجل أن تتنازل عن قسمها ، أو تهب حقها من القسم لزوجها أو لبعض ضرائرها أو لهن جميعا، وذلك برضا الزوج ؛ لأن حقه في الاستمتاع بها لا يسقط إلا برضاه لأنها لا تملك إسقاط حقه في الاستمتاع بها، فإذا رضيت هي والزوج جاز ؛ لأن الحق في ذلك لهما لا يخرج عنهما . وللزوجة الواهبة الرجوع متى شاءت فإذا رجعت انصرف الرجوع من حينه إلى المستقبل ؛ لأنها هبة لم تقبض فلها الرجوع فيها ، وليس لها الرجوع فيما مضى لأنه بمنزلة المقبوض ، ولو رجعت في بعض الليل كان على الزوج أن ينتقل إليها ، فإن لم يعلم حتى أتم الليلة لم يقض لها شيئا لأن التفريط منها . ونص بعض الحنفية على ما يوافق الشافعية والحنابلة في المسائل السابقة'' (islamonline.net)۔

(۳) نکاح مسیارمینبعض خواتین اپنےخصوصی احوال کی بنا معنوی حقوق سے استفادہ کی غرض سے نکاح کرتی ہیں اورعقدنکاح سے جواوراورمعاشرتی حقوق شوہر پر شرعا عائد ہوتے ہیں ان سے دستبردارہوجاتی ہیں، ''قال النبی ﷺ : أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج'' (صحيح البخارى بشرح فتح البارى۹،۱۲۴، برقم: ۵۱۵۱)۔

''النفقة من الحقوق الواجبة للزوجة على زوجها ، قال تعالى : (الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ) النساء/۳۴ ، فإن تنازلت المرأة عن هذا الحق الواجب لها ـ وهو النفقة ـ سقط عن الزوج . قال ابن قدامة : وَمَتَى صَالَحَتْهُ عَلَى تَرْكِ شَيْءٍ مِنْ قَسْمِهَا أَوْ نَفَقَتِهَا، أَوْ عَلَى ذَلِكَ كُلِّهِ جاز'' (المغني ۷،۲۴۴)۔

‘‘وقال ابن قدامة من أعلام الحنابلة : – وإذا خافت المرأة نشوز زوجها وإعراضه عنها ، لرغبة عنها ، إما لمرض بها، أو كبر، أو دمامة ، فلا بأس أن تضع عنه بعض حقوقها تسترضيه بذلك ؛ لقول الله تعالى (وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلاَ جُنَاْحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الأَنفُسُ الشُّحَّ وَإِن تُحْسِنُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا) (النساء: ١٢٨)، وروى البخاري عن عائشة (وإن امرأة خافت من بعلها نشوزا أو إعراضا فلا جناح عليهما أن يصلحا والصلح خير) قالت: هي المرأة تكون عند الرجل، لا يستكثر منها ، فيريد طلاقها ، ويتزوج عليها ، فتقول له أمسكني ، ولا تطلقني ، ثم تزوج غيري، فأنت في حل من النفقة علي، والقسمة لي. وعن عائشة، (أن سودة بنت زمعة، حين أسنت، وفرقت أن يفارقها رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت : يا رسول الله ، يومي لعائشة . فقبل ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم منها)قالت : وفي ذلك أنزل الله جل ثناؤه وفي أشباهها أراه قال : (وإن امرأة خافت من بعلها نشوزا أو إعراضا) رواه أبو داود. ومتى صالحته على ترك شيء من قسمها أو نفقتها ، أو على ذلك كله، جاز. فإن رجعت ، فلها ذلك . قال أحمد في الرجل يغيب عن امرأته ، فيقول لها : إن رضيت على هذا ، وإلا فأنت أعلم. فتقول : قد رضيت . فهو جائز ، فإن شاءت رجعت ’’ (islamonline.net)۔

چونکہ اس میں دونوں کے درمیان شہادت شرعی کے ساتھ ایجاب وقبول پایا جاتاہےجس کی وجہ یہ نکاح منعقد ہوجاتاہے،نکاح کا ایک اہم منشاءاعلان ہے، تاکہ نکاح وزنامیں فرق معلوم ہو،فقہاء احناف کے ہاں عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے والدین کی رضامندی کے بغیر اپنا نکاح اپنی مرضی وخواہش سے کرلینے کی مجازہےاس سےنکاح توشرعا منعقد ہوجاتا ہے۔

قرآن پاک سے اس کی اجازت ثابت ہے: ‘‘ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ’’ (البقرہ: ٢٣٢) (اورجب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اوروہ اپنی عدت پوری کرلیں توانہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستورکے مطابق رضامندہوں،یہ نصیحت انہیں کی جاتی ہے جنہیں تم میں سے اللہ تعالی پراورقیامت کے دن پریقین وایمان ہو،اس میں تمہاری بہترین صفائی اورپاکیزگی ہے اوراللہ تعالی جانتاہے اورتم نہیں جانتے)۔

احادیث مبارکہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: ‘‘الثيب أحق بنفسها من وليّها، والبكر يستأذنها أبوها في نفسها وإذنها صماتها’’ (صحيح مسلم۴،۱۴۱)، شادی شدہ عورت اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے اور باکرہ نوجوان عورت سے اس کے نفس کے بارے میں اس کا باپ اجازت طلب کرے گا اور اس کا خاموش رہنا اس کی طرف سے اجازت ہے۔

‘‘عن أبي سلمة أن أبا هريرة حدّثهم أنّ النبيّ صلى الله عليه وسلم قال : لاتنكح الأيم حتى

تستأمر، ولاتنكح البكر حتى تستأذن، قالوا: يا رسول الله وكيف إذنها؟ قال: أن تسكت" (صحيح البخاری ۱۹۷۴،۵) شوہر دیدہ عورت (خواہ شوہر کا انتقال ہوگیا ہو یا اس نے طلاق دے دی ہو) کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے، اور نہ باکرہ کا بغیر اس کی اجازت کے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! باکرہ کی اجازت کس طرح معلوم ہوسکتی ہے؟ فرمایا کہ اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔''قال الحصكفي: فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي----الخ" (الدر المختار مع رد المحتار۳، ۵۵)۔

تاہم والدین کی رضامندی کے بغیرکئے جانے والے نکاح میں بڑے مفاسدہیناس لئے وہ اخلاقی اعتبارسے پسندیدہ نہیں۔

اسلام چاہتاہے کہ مسلم معاشرہ جنسی بے راہ روی کا شکارنہ ہواللہ سبحانہ نے جوقوی شہوانی انسانوں میں ودیعت فرمائے ہیں جہاں اس جذبہ کی جائزراہ سے تسکین ہوتی ہے وہیں یہ نسب وخاندان کی حفاظت کی اعلی قدروں کے ساتھ نسل انسانی کے فروغ کا جومنشاء خداوندی ہے اس کی تکمیل کا ذریعہ ہے، جائزوناجائزجنسی تعلقات میں بڑافرق یہ ہے کہ ناجائز جنسی تعلق خفیہ رکھا جاتاہے،کیونکہ کوئی بھی مذہب یا شریفانہ سماج اس کواچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا، جبکہ نکاح کے ذریعہ اس کا محمودوپسندیدہ ہوناہرایک کے ہاں مسلم ہے، اسی لئے اسلام نے جائزنکاح کواعلان کے ساتھ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اعلان کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان تہمت سے محفوظ رہتاہے،اعلان کا ایک ذریعہ مساجدمیں نکاح کا رواج ہے جس سے سب کواس کی اطلاع ہوجاتی ہےایک اورذریعہ دف بجاناہے، تاکہ لوگ اس سے واقف ہوجائیں، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف" (سنن ترمذی ۲۶۸،۴)۔ ''أعلنوا هذا النكاح واضربوا عليه بالغربال''(سنن ابن ماجہ۷،۶)۔اس سے مقصود چھپے چھپائے نکاح کرنے پرقدغن لگاناہے، تاکہ جائزنکاح اورناجائزتعلق کے درمیان فرق ہوجائے، جن مقاصدکے تحت اسلام نے اعلان کے ساتھ نکاح کی ترغیب دی ہےنکاح مسیار بظاہر اس کے منافی معلوم ہوتاہے۔

لیکن جہاں تک اعلان کاتعلق ہےاس میں بعض کی رائے یہ ہے کہ نکاح کے وقت چونکہ گواہوں کے علاوہ کچھ نہ کچھ افرادخواہ کم تعدادمیں کیوں نہ ہوں ضرور موجود ہوتے ہیں، اس لئے اس کواعلان سے تعبیرکیاجاسکتاہے،ظاہرہے اس پرپوشیدہ نکاح کرنے کا اطلاق نہیں ہوگا ،اس کے باوجودکوئی اس کو خفیہ نکاح سے تعبیرکرے تواس کاجواب یہی ہوگاکہ اعلان کاتعلق شرائط نکاح سے نہیں ہے، بلکہ مندوب ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہاجاسکتاہے کہ یہ امرمحمود وپسندیدہ نہیں ہے، چونکہ یہ نکاح شرعی شرائط کے ساتھ انجام پارہاہےاس لئے اس کو ناجائزنہیں کہاجاسکے گا۔ ''(و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معا) على الأصح" (رد المحتار۹،۲۳۳)،

''(قوله : ويندب إعلانه) أي إظهاره'' (رد المحتار٩،١٩٢)۔ ''أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف'' (رد المحتار٩،١٩٢)۔

''وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله:أعلنوا هذا النكاح أي بالبينة فالأمر للوجوب أو بالإظهار الاشتهار، فالأمر للاستحباب'' (مرقاة المفاتيح١٠،٩٢)۔

اب رہا ایسے نکاح پراولیاء کاحق اعتراض ظاہرہےعندالاحناف کفومیں نکاح ہوا ہو تو اولیاء کواس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیارحاصل نہیں ہے،غیر کفومیں نکاح ہواہوتواولیاء کواس کا اختیارہے کہ وہ فسخ نکاح کے لئے عدالت سے رجوع ہوں ، کفو سے مراد بعض امورمیں خاندانی مساوات ہےجیسے دین و دیانت،مال ودولت،نسب وخاندان،پیشہ اور تعلیم میں دونوں (لڑکا لڑ کی)برابر ہوں ، نیز کفومیں اعتبارلڑکی کا ہے لڑکے کانہیں، یعنی لڑکی جن اوصاف کی حامل ہے لڑکا اس کا ہم پلہ ہو،لڑکا کسی لڑکی سے نکاح کرے تواس میں کفاءت مطلوب نہیں یعنی لڑکی یا اس کا خاندان لڑکے کے خاندان کے ہم پلہ ہوضروری نہیں۔مالکیہ و شوافع کے ہاں ولی کی اجازت کے بغیرنکاح منعقدنہیں ہوتاکیونکہ ان کا ماننا ہے کہ ولی نکاح کے ارکان میں سے ایک رکن ہے،صحت نکاح اوراس کے جوازونفاذمیں ولی کی رضامندی ضروری ہے۔حنابلہ کہتے ہیں :نکاح کی صحت میں ولی شرط ہے،لہذا ولی کے بغیر کوئی نکاح صحیح نہیں ہوگا۔''لا نكاح إلا بولي'' (الموسوعہ ٤١،٢٧١)۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں آزاد، عاقلہ،بالغہ عورت کوولی کی اجازت کے بغیرنکاح کرنے کااختیارحاصل ہے، صحت نکاح کےلئے ولی کی اجازت شرط نہیں اس لئے وہ اپنا نکاح کرنے کی ازخودمجازہے وہ جسے چاہے اپناوکیل بناسکتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وکیل آزاد،عاقل وبالغ ہو(الموسوعۃ الفقہیہ٣٥،٢٠٢)۔قرآن پاک کی آیت: ''فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ''(البقرہ٢٣٢)۔اورحدیث پاک ''الثيب أحق بنفسها من وليها'' (ابوداود٢،١٩٦) (ثیبہ اپنے نفس پر اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے) سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ فقہاء کے درمیان اس علمی اختلاف سے بچنے کی راہ یہی ہوسکتی ہےکہ ایسے نکاح میں نہ صرف اولیاء رضامندہوں، بلکہ وہ شریک بھی ہوں اورنکاح بھی اعلان کے ساتھ ہو۔ تاہم بعضوں نے باکرہ اورثیبہ کے درمیان فرق کیا گیاہے،اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ بالغہ لڑکی خواہ باکرہ ہوکہ ثیبہ اپنانکاح خود کرلینے کی مجازہے ،خانیہ میں ہے باکرہ ہوکہ ثیبہ اس لئے یہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ کاآخری قول یہی ہے الایہ کہ عدم کفوہوتواولیاء کوحق اعتراض رہے گا، پہلے قول میں ولی یا حاکم کی اجازت پرموقوف رہنے کے قائل تھے اور حضرت امام محمدرحمہ اللہ بھی اسی کے قائل تھے، لیکن بعد میں آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے اورامام ابویوسف کے بعد کے قول کی طرف رجوع کرلیا۔''الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفو لها أو ليس بكفو لها، وفي خانية: بكرا كانت أو ثيبا نفذ

النكاح فی ظاہر الروایۃ أبی حنیفۃ رحمہ اللہ وہو قول أبی یوسف رحمہ اللہ آخر إلا أن الزوج إذا لم یکن کفوا فللاولیاء حق الاعتراض---وکان أبویوسف أولا یقول:یتوقف النکاح إلی أن یجیزہ الولی أو الحاکم علی کل حال، وہو قول محمد رحمہ اللہ، وصح رجوع محمد إلی قول أبی حنیفۃ وأبی یوسف آخرا، وفی الخانیۃ'' (تاتارخانیہ۳٫۳۱)۔

:(۴)

''مسیار'' سیر سے مشتق ہے اس کے معنی زمین پر چلنے پھرنے کے ہیں،جب کوئی جاتاہےتوکہتے ہیں ''سار،یسیر، مسیراوتسایرا''، جب کوئی طویل سفرپرچل پڑتے ہینتو عرب کہتے ہیں ''سارالقوم،یسیرون ،سیرا ومسیرا''، اورمسیار ''مفعال ''کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی بہت زیادہ چلنے کے ہیں،تیزگام فردکوعربی میں ''رجل مسیار ''کہا جاتاہے (لسان العرب۴٫۳۸۹)۔

مسیارکےایک اور معنی آسانی کے بھی ہوسکتے ہیں، جبکہ اس کو ''یسر ''سے ماخوذ ماناجائے،یہ معنی قرین قیاس معلوم ہوتے ہیں چونکہ نکاح مسیارمیں نان ونفقہ ، (خوردونوش،لباس وپوشاک اوردیگربعض حقوق)سکنٰی (حق رہائش) وغیرہ سے منکوحہ دستبردارہوجاتی ہے،اس لئےوہ حقوق جونکاح کی وجہ شوہر پرعائدہورہے تھےازروئے معاہدہ وہ اس سے اپنے آپ کو بری سمجھتاہے،اس نکاح سے صرف معنوی حقوق کوضروری سمجھ لیا جاتاہے ،شوہرکو اس بات کا اختیارحاصل رہتاہے کہ وہ حسب سہولت جہاں چاہے رہے،گاہے گاہے اس کی آمدہواورتعلق زن وشوقائم کرلے، شوہرکے لئے اس میں چونکہ آسانی ہے اس لئے اس کو ''نکاح مسیار ''سے تعبیر کیا گیاہو۔

چونکہ عرب دنیا کے بعض دیہاتوں میں ایسے نکاح کا چلن ہے ،بعض عرب جب وہاں پہنچتے ہیں اور ان کا قیام بھی وہاں ایک مدت معینہ تک ہوتاہےگناہ سے بچنے کی خاطرکسی وقت وغیرہ کے تعین کے بغیرنکاح کرتے ہیں ،اس پربھی نکاح مسیارکا اطلاق ہوتاہے ۔اور معمولی مدت کے لئے ٹھہرنے کے لئے بھی ''مسیار ''کا اطلاق ہوتا ہے۔ نکاح مسیار میں شوہرچونکہ اپنی بیوی کے ہاں ہمیشہ قیام نہیں کرتا، بلکہ اکثرآتاجاتارہتاہے اسی لئے اسے مسیار کہتے ہیں۔قطراورخلیج کے عرب باشندے اپنے وطن اوراہل وعیال کو چھوڑکرکچھ مہینوں کےلئے سمندروں کے کنارے واقع شہروں کا سفرکرتے ہیں اوروہاں قیام کرتے ہیں اوران میں سے بعض عرب،بعض افریقی وایشائی ملکوں کی خواتین سے نکاح کرلیتے ہینجب تک وہاں ان کا قیام ہوان کے ساتھ رہتے ہیں اوروہاں سےجب رخت سفرباندھ لیتے ہینتوانہیں وہیں چھوڑجاتے ہیں اوراگر پھر کبھی ان علاقوں کاسفرمیسرآجائے توان سے رجوع کرتے ہیں۔

''وفی ہذاالصدد یقول الشیخ یوسف القرضاوی: وکان الناس فی قطر وبلاد الخلیج أیام الغوص یتغربون عن وطنہم وأہلیہم باشہر، وبعضہم کان یتزوج فی بعض البلاد

الإفريقية والآسيوية التى يذهب إليها، ويقيم مع المرأة الفترة التى يبقى فيها فى تلك البلدةالتى تكون عادة على شاطى البحر، ويتركها ويعود إلى بلده، ثم يعود إليها مرة أخرى أن تيسر له السفر'' (زواج المسيار،۸۰)۔

زواج مسیارسے متعلق معاصرعلماء کی تین آراء ہینجن کا ذکرڈاکٹرمحمد الیاس، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ حدیث عالمی جامعہ اسلامیہ (اسلام آباد)نے اپنےمقالہ ''زواج المسیار،حقیقتہ وحکمہ ''(۲۱۳،۲۱۱،۲۱۰،۲۰۸)میں کیاہے۔

(۱)مطلقاجوازمسیارکےقائلین کے اسماء گرامی یہ ہیں :فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازرحمہ اللہ تعالی،فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین رحمہ اللہ تعالی،فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ مفتی عام المملکۃ العربیہ السعودیہ، فضیلۃ الشیخ ابراہیم بن صالح الخضیری القاضی بالمحکمۃ الکبری بالریاض،فضیلۃ الشیخ محمدسید طنطاوی رحمہ اللہ تعالی شیخ الازہر جمہوریہ مصرالعربیہ ،فضیلۃ الشیخ نصر فریدواصل مفتی جمہوریہ مصر العربیہ ،واجازہ مجمع الفقہ الاسلامی بجدہ تحت رئاسۃ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ مفتی عام المملکۃ العربیۃ السعودیہ (زواج المسیار،حقیقتہ وحکمہ: ۲۰۸)۔

(۲) ان میں سے بعض کراہت کے ساتھ اس کی اباحت کے قائل ہیں،یہ رائے رکھنے والوں میں فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن سلیمان المنیع،فضیلۃ الشیخ سعودالشریم امام وخطیب المسجدالحرام،فضیلۃ الشیخ یوسف القرضاوی شامل ہیں (حوالہ سابق۲۱۰)۔

(۳) عدم جوازمسیارکے قائلین میں فضیلۃ الشیخ محمدناصرالدین البانی رحمہ اللہ،فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز المسند المستشار بوزارہ التعلیم العالی،فضیلۃ الشیخ محمدوہبہ الزحیلی،فضیلۃ الشیخ عمرسلیمان الاشقر،فضیلۃ الشیخ عجیل جاسم النشمی عمید کلیۃ الشریعہ بالکویت سابقا،فضیلۃ الشیخ محمد الراوی عضومجمع البحوث الاسلامیہ بالازہر،فضیلۃ الشیخ عبداللہ الجبوری (حوالہ سابق۲۱۱،۲۱۰)۔

(۴)جوازمسیارسے متعلق بعضوں کی رائے توقف کی ہے،جن مینفضیلۃ الشیخ محمدبن صالح العثیمین رحمہ اللہ تعالی،فضیلۃ الشیخ عمربن سعودالعیدالاستاذ بکلیۃ اصول الدین جامعۃ الامام،فضیلۃ الشیخ محمد بن فالح المطلق الاستاذ بجامعۃ الیرموک بالمملکۃاردنیۃ شامل ہیں (حوالہ سابق۲۱۳)۔ ہرایک کے دلائل کی تفصیل مذکورہ مقالہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

نکاح مسیارچونکہ اضطراری صورت میں کیا جانے والا معاہدہ عقدنکاح ہے جو شرعا منعقدہوجاتاہے،عمومی طورپر اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی تاہم زناجیسے قبیح وشنیع فعل سےمسلمانوں کو بچانے کی غرض سے مقاصدنکاح سے متعلق کچھ شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی جاسکتی ہےچونکہ عفت وعصمت ایک اعلی قدرہے اس کی حفاظت صرف نکاح ہی سے ممکن ہے،خاص حالات میں اس کی اجازت نہ دی جائے تو

کمزورنفس مردوں کے گناہ میں پڑنے کاشدیدخطرہ ہے اورجواپنے نفس پرقابورکھتے ہیں وہ گناہ سے ضروربچتے ہیں، لیکن فطری تقاضوں کی تکمیل نہ ہونے کی وجہ نفسیاتی امراض میں مبتلاء ہونے کا سخت اندیشہ ہےظاہرہے یہ نکاح کی وہ صورت نہیں جو عام طورپرمسلم سماج میں پائی جاتی ہےجس کو ''زواج عادی '' سے تعبیر کیا جاتا ہے، بلکہ یہ نکاح مسیارخاص حالات میں زواج عادی کا بدل قراردیاجاسکتاہے۔

بعض شرائط کے ساتھ جونکاح منعقدہوتاہے کچھ ایسی ہی صورتیں نکاح مسیارمیں پائی جاتی ہیں ،چنانچہ علامہ ابن قدامہ نے ''المغنی ''میں ان احوال کاذکرکیاہے ،نکاح سے قبل مردنے یہ شرط رکھی کہ ہرشب جمعہ وہ آیاکرے گا ،کسی مردنے عورت سےنکاح کرتے ہوئے یہ شرط عائدکی کہ وہ(عورت) ہرماہ اس(مرد) پرپانچ یا دس دراہم خرچ کرے گا۔ ''حيث عرض ابن قدامة فی المغنی لبعض الحالات التی قد تشابہ ہٰذا النوع من الزواج فعرض حالة لرجل تزوج امرأة و شرط عليها أن يبيت عندها فی كل جمعة ليلة، و أخر تزوج امرأة و شرط عليها أن تنفق عليه كل شهر خمسة أو عشرة دراهم، وأخر يتزوجها على أن يجعل لها فی الشهر أياماً معلومة (المغنی لابن قدامہ ۷؍۴۵۱،۴۵۰، نیز دیکھئے: نکاح المسیار واحکام الانکحۃ الاخری؍۳، زواج المسيار حقيقته وحكمه؍۹، مستجدات فقہیۃ فی قضایا الزواج والطلاق؍۷۵، زواج المسيار حقيقته وحكمه؍۹)۔

امام احمد سے دوسری جگہ صراحت ہے:

''وقد نص أحمد في رجل تزوج امرأة ، وشرط عليها أن يبيت عندها في كل جمعة ليلة ، ثم رجعت وقالت : لا أرضى إلا ليلة وليلة فقال : لها أن تنزل بطيب نفس منها ، فإن ذلك جائز ، وإن قالت : لا أرضى إلا بالمقاسمة كان ذلك حقا لها ، تطالبه إن شاءت ، ونقل عنه الأثرم في الرجل يتزوج المرأة ويشترط عليها أن يأتيها في الأيام يجوز الشرط ، فإن شاءت رجعت ، وقال في الرجل يتزوج المرأة على أن تنفق عليه في كل شهر خمسة دراهم ، أو عشرة دراهم ، النكاح جائز ولها أن ترجع في هذا الشرط (المغنی ۱۵؍۶۵)۔

یہ شرائط مردکی طرف سے ہونے کے باوجودجب نکاح منعقدہوجاتاہےتوظاہرہے عورت کی طرف سےنکاح کی وجہ مردپر واجب ہونے والے حقوق سے دستبرداری کی شرط پرنکاح مسیاربشرط اولی جائزہوناچاہیےموجودہ حالات میں کچھ ایسے مسائل درپیش ہیں جس کی وجہ اس کے جوازکی رائے بہترمعلوم ہوتی ہے،سماج میں مطلقہ اوربیوہ خواتین کے علاوہ ایسی بن بیاہی لڑکیاں جن کی عمریں حدسے تجاوزکرگئی ہیں۔ بعض والدین جن کو اولادنرینہ نہیں ہوتی، البتہ ان کی لڑکیاں ہوتی ہیں ،ماں باپ ضعیف ہوں یا بیمارہوں ان میں سے کسی لڑکی کی شادی نہ ہواوروہ چاہتی ہے کہ اپنے والدین کی خدمت کرتے ہوئے ان کے پاس رہے لڑکی یا لڑکی کے والدین اسباب ووسائل رکھتے ہیں اس لئے جوحقوق نکاح کی وجہ شوہرپرعائد ہوتے ہیں، اس سے دستبردارہوتے ہوئے کسی

مردسےاس شرط پرنکاح کرناچاہتی ہے ،کچھ مطلقہ یا بیوہ ایسی خواتین بھی ہوتی ہیں جن کوپہلے شوہرسے اولادہوتی ہے اوروہ نکاح کے خواہشمندضرورہوتی ہیں، لیکن بچوں کی پرورش،ان کی تعلیم وتربیت کی غرض سے شوہرکے گھررہنانہیں چاہتی، ظاہرہے شوہرکایہ نکاح دوسرایا تیسراہوتاہے اس کوبھی اس دوسری یا تیسری بیوی کواپنے گھررکھناحالات زمانہ کی وجہ ممکن نہیں رہتااس طرح کے حالات میں ایسی خواتین اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کےلئے نکاح کے منتظررہتی ہیں اس طرح کے احوال کاسوالنامہ میں بھی ذکرکیاگیاہے۔

یہ بات بھی اظہرمن الشمس ہے کہ عام حالات مینکوئی بیوہ یا مطلقہ سےنکاح کرنے راضی نہیں ہوتاگوکہ اس کا دوسرایاتیسرانکاح ہوایسے میں بعض مردایک سے زائدنکاح کرناچاہتے ہیں، لیکن وہ ان کے نفقہ پرقدرت نہیں رکھتے اورمذکورہ صراحت کے مطابق ایسی بہت سی خواتیں ہیں جواسباب ووسائل رکھتی ہیں صرف اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے نکاح کرناچاہتی ہیں توایسی صورت مینسماج کوپاکیزہ رکھنے اورعفت وعصمت جواعلی قدرہے اورعورت کاجوہرہے اس کی حفاظت کی غرض سےنکاح مسیار کی اجازت ہی اس کا بہترین حل ہے۔

ظاہر ہے مقاصد نکاح سے متعلق وہ حقوق جوناکح پرواجب ہوتے ہیں (جیسے نفقہ وسکنٰی وغیرہ) منکوحہ چونکہ ان سے پہلے ہی سے دستبردارہوجاتی ہے اوربعض خصوصی احوال میں اسی شرط پرنکاح کے لئے وہ راضی ہوجاتی ہے، اس لئے ان کااعتبارکیا جاناچاہیے،باوجوداس طرح کے معاہدہ نکاح سے یہ حقوق گوکہ ساقط نہیں ہوتے، لیکن وہ اپنے مسئلہ کے حل کےلئےشوہرسے اس کی مطالبہ بھی نہیں کرتیں،اس وقت جو مسائل اسلامی معاشرہ کودرپیش ہیں وہ ایک بہت بڑاچیلنج ہیں، سوالنامہ میں ذکرکردہ احوال کے پس منظرمیں اس نکاح (مسیار)کارواج چل پڑاہے،مذکورہ حالات متقاضی ہیں کہ خاص احوال میں اس نکاح کی اجازت ہونی چاہیے۔ اگریہ شرائط مردکی جانب سے ہوں توپھرشرعا ان کا کوئی اعتبارنہیں ہوگاتاہم نکاح منعقدہوجائے گا، کوئی خاتون معاشی حالات سے خودکفیل ہواورمعنوی حقوق کی تکمیل کی زیادہ ضرورت محسوس کرتی ہواوروہ اس پررضامند ہوجائےتواس کا بھی اعتبارکیاجاناچاہیے۔

:(۵)

الف:نکاح مسیارکے جوازسے متعلق علماء ہندکی آراء تحقیق وجستجوکے باوجود دستیاب نہیں ہوسکی ہیں۔

ب:دورحاضرکے بعض علماء عرب نکاح مسیارکے جوازکی رائے رکھتے ہیں،ان کے دلائل وہی ہیں جن کا سوالنامہ میں ذکرہے، مطلقہ خواتین اوربڑھتی عمرکی حامل کنواری لڑکیاں چونکہ مسلم معاشرہ کا ایک اہم چیلنج بن گئی ہیں،اس لئے ڈاکٹر عبداللہ

المطلق نے گزشتہ سال اپنے ایک فتوی میں سعودیوں کو تاکید کی تھی کہ وہ ایک سے زائد شادیاں کریں تاکہ ان کو تحفظ مِل سکے اوروہ کسی برائی کا شکارہوکرمعاشرہ کے لئے بوجھ نہ بن جائیں،اسلام نےایک سے زائد چارتک نکاح کی مردوں کواجازت دی ہے اس لئے وہ اس سے استفادہ کرناچاہے تو پہلی یا دوسری بیوی کواسے قبول کرلیناچاہیےاوراس سلسلہ میں حکم شرعی کو پیش نظررکھ کر شوہروں کے بھرپورتعاون کرناچاہیے۔البتہ مردونکو چاہیے کہ وہ ایک سے زائدنکاح کریں توان کے درمیان یکساں حسن سلوک روارکھیں اورمساوات کا ہرطرح خیال رکھیںتاکہ زندگی میں تلخیاں پیدانہ ہوں ۔

ذرائع ابلاغ کی نئی نئی ایجادات کی وجہ سے ساری دنیا سمٹ کرایک ہتھیلی میں آگئی ہےجس کی وجہ سے آن کی آن میں ساری معلومات خواہ مذہبی ہوں کہ غیرمذہبی، اخلاقی ہوں کہ غیراخلاقی،سائنسی ہونکہ تحقیقاتی ان تک رسائی آسان ہوگئی ہے ،ظاہرہے مذہبی، اخلاقی،سائنسی وتحقیقاتی معلومات قابل قدرہیں ان سے ضروراستفادہ کیاجاناچاہیے، لیکن غیراسلامی وغیرمذہبی اورغیراخلاقی معلومات معاشرہ کی پاکیزگی کومتاثرکررہی ہیں،یہی وجہ ہے کہ ہندوانہ سماجی روایات اورمغربی تہذیب کی اخلاقی خرابیاں مسلم معاشرہ مینپنپتی جارہی ہیں،ان کی ظاہری دلفریبیوں نے مسلم معاشرہ کواسلام کی اصل روح سے بیگانہ کردیاہے، اس لئے خواتین اپنے ساتھ سوتن کوقبول کرنے کو تیارنہیں ہوتیں،اس پس منظرمیں بسااوقات مرد اپنی دوسری منکوحہ کی مرضی سے اس نکاح کو خفیہ رکھنے پرمجبورہیں، اس لئے ڈاکٹرصاحب موصوف نے اس تناظرمیں اس کی اجازت دی ہے (اس کی تفصیل ذیل سائٹ پردیکھی جاسکتی ہے (m.facebook.com/NPnews.lahore/photos/a))۔

شیخ صالح المنجدسے کسی نے نکاح مسیاراورمسیارومتعہ میں جوفرق ہے اس سے متعلق دریافت کیاتوانہوں نے یہ جواب دیاکہ اکثرعلماء اس کے جوازکے قائل ہیں نکاح مسیاراور نکاح متعہ میں بہت بڑافرق ہے متعہ میں مدت نکاح کاتعین ہوتاہے جبکہ نکاح مسیارمیں مدت متعین نہیں ہوتی ۔ان کے جواب کاخلاصہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے نکاح سے متعلق کئی ایک اہداف ومقاصدرکھے ہیں ان میں نسل انسانی کی حفاظت اورکثرت بھی مقصودہے،عفت وعصمت کی حفاظت اورفواحش ومنکرات کے بڑھتے سیلاب پرروک لگانابھی ہے،نکاح میں اورزنامیں زمین وآسمان کافرق ہے،نکاح جائز اور زناحرام ہے،نکاح سے خواہ وہ نکاح مسیارہی کیوں نہ ہو شوہروبیوی میں محبت ومؤدت قائم ہوتی ہے ،اطمینان وسکون نصیب ہوتا ہے ،شوہروبیوی اسلامی اخلاق کاپیکرہوں تونرمی ومہربانی ،انس ومحبت ،آپسی تعاون کے جذبات فروغ پاتے ہیں ایسے ماحول میں اولادکی صحیح تعلیم وتربیت آسان ہوجاتی ہےپھرانہوں نےسورہ الروم آیت ۲۱کاحوالہ دیاہے،تفسیر ''السعدی۱،۳۶۹'' کے حوالہ سے لکھاہے کہ ان آخری برسوں مینایک ایسا نکاح رائج ہواہے جسے زواج مسیارکانام دیا گیاہے تاکہ نکاح مسیاراورنکاح عادی میں فرق ہوسکے،کیونکہ

اس نکاح میں مردبیوی کے ہاں گاہے گاہے آتاجاتاہے مستقل طورپربیوی کے ہاں اس کاقیام نہیں ہوتا،اس نکاح میں نکاح کے ارکان اورشروط پائے جاتے ہیں لیکن بیوی اپنے شرعی حقوق سے اپنی خوشی واختیارسے دستبردارہوجاتی ہے ایسے نکاح کے رواج پانے کی کئی وجوہات ہیں:

(۱)نکاح کی عمرکوپہنچ جانے والی لڑکیوں،بیوہ اورمطلقات کی کثرت ہے۔

(۲)اکثرخواتین شوہرکودوسری یا تیسری شادی کرنے میں رکاوٹ بنتی ہیں اس مخالفت کی وجہ شوہراس طرح کانکاح کرنے پرمجبورہوتاہے، تاکہ پہلی بیوی کواس کا علم نہ ہوسکے۔

(۳)بعض مرداپنے مخصوص حالات کی بناایک سے نکاح کرناچاہتے ہیں تاکہ عفت کی حفاظت ہواورگناہ میں پڑنے سے بچ جائیں۔

(۴)بعض مرددوسرایا تیسرانکاح کرنے سے جواخرجات اورذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ اس کے متحمل نہیں رہتے۔

شیخ بن بازرحمہ اللہ کاماننایہ ہے کہ نکاح کی یہ صورت گوکہ ایک مثالی ومطلوبہ نہیں ہے، لیکن اس کی صحت اس وقت تسلیم کی جائے جبکہ اس میں نکاح کے شروط وارکان پائے جائیں،مثلا:رضامندی،ولی اورگواہوں کی موجودگی ۔

اس لئے عورت کویہ حق حاصل ہے کہ وہ شریعت کے مقررکردہ اپنے تمام حقوق یا بعض حقوق سے دستبردارہوجن میں نفقہ وسکنی اورشب بسری کی تقسیم وغیرہ شامل ہیں۔حدیث پاک میں واردہے ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہانے اپنی باری ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاکوہبہ کردی تھی،شرعایہ جائزنہ ہوتاتورسول اللہ ﷺ اس کوقبول نہ فرماتے۔ ایسی شرط جوعقدنکاح کی بنیادی غرض اورمقصداصلی پراثراندازنہ ہوتووہ شرط صحیح ہے عقدنکاح میں وہ مخل نہیں ہیں اوروہ نکاح کوباطل نہیں کرتی۔ (اس کی مزید تفصیل اس ویب سائٹ پردیکھی جاسکتی ہے: https//urdufatwa.com/view)۔

:(۶)

سوال نمبر(۱)میں ذکرکردہ تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ نکاح متعہ جائزنہیں ہےتاہم اس میں چونکہ شبہ عقدپایاجاتاہےاس لئے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اس نکاح کی وجہ حمل قرارپائےاوراولاد ہوتوناکح سے نسب اوررشتہ مصاہرت بھی ثابت ہوگا، پھر فقہاء نے نکاح متعہ اورنکاح مؤقت میں فرق کیاہے،نکاح متعہ کی حرمت کے قائل ہونے کے باوجود نکاح مؤقت کے جوازکی کئی وجوہات بیان کی ہیں۔جب نکاح متعہ میں جبکہ وہ ناجائزہے پھربھی ثبوت نسب وثبوت رشتہ مصاہرت کوماناہےتوبدرجہ اولی نکاح مؤقت سے ان سارے احکام کوتسلیم کیا جائے گا،چونکہ نکاح مسیارمیں کچھ مشابہتیں نکاح مؤقت کی پائی جاتی ہیں، اس لئے نسب وخاندان ورشتہ مصاہرت کا ثبوت بھی اس نکاح(مسیار)میں

ماناجائے گا۔

فقہاء کا اس پربھی اتفاق ہے کہ نکاح متعہ میں اولادہو تواس کا نسب وطی کرنے والے سےثابت ہوگا خواہ وہ اس کو نکاحِ صحیح مانے یا نہ مانے،اس لئے کہ اس نکاح میں شبہ عقد پایاجاتا ہے اورعورت کا اس وجہ سے فراش ہونا ثابت ہوجاتاہے اورنسب کی مدت حنفیہ میں امام محمدرحمہ اللہ کے نزدیک وطی کے وقت سے معتبرہوگی اورحنفیہ کے یہاں اسی پرفتوی ہے: '' اتفق الفقہاء أیضا علی أنہ إن جاءت المرأۃ بولد فی نکاح المتعۃ لحق نسبہ بالواطی سواء اعتقدہ نکاحا صحیحا أو لم یعتقدہ، لأن لہ شبہہ العقد والمرأۃ تصیر بہ فراشا، وتعتبر مدۃ النسب من وقت الدخول عندمحمدمن الحنفیۃ وعلیہ الفتوی عند الحنفیۃ'' (موسوعہ ۴۱،۳۴۱-۴۲)۔

اسی طرح وہ اس پربھی متفق ہیں کہ نکاح متعہ میں وطی سے مرداورعورت میں سے ہرایک کے درمیان اوردونوں کے اصول اورفروع کے درمیان مصاہرت ثابت ہوجائے گی: ''واتفقوا کذلک علی أنہ یحصل بالدخول فی نکاح المتعۃ حرمۃ المصاہرۃ بین کل من الرجل والمرأۃ وبین أصولہما وفروعہما ''۔

نکاح متعہ سے ہونے والی اولادکا نسب جب باپ سے ثابت ہوجاتااورمردوعورت اوران کے اصول وفروع کے درمیان مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے توبدرجہ اولی نکاح مؤقت میں اس کاثابت ہوناماناجائے گا۔ظاہرہےزواج مسیاربدلتے حالات میں نکاح کی ایک نئی صورت ہے،صراحت بالاکے مطابق اس پرمتعہ کا اطلاق تو نہیں ہوتاالبتہ اس کو نکاح مؤقت سے تعبیر کیاجاسکتاہے، جبکہ اس نکاح کے معاہدہ میں وقت کا تعین ہو،امام زفررحمہ اللہ کی رائے میں یہ شرط فاسدہے جو نکاح کے انعقادمیں مانع نہیں ہے،نکاح کے جوبلندترین اہداف ومقاصدہیں ان میں اہم ترین ہدف نسل انسانی کی کثرت اورنوع انسانی کی حفاظت ہے،ظاہرہے اس نکاح کی وجہ جواولادہوگی حسب صراحت بالا اس کا نسب باپ سے ثابت ہوگا،یہ اس بات کا تقاضہ کرتاہے کہ باپ اس نکاح سے ہونے والی اپنی اولاد کووہ سارے حقوق اداکرے جن کواسلام نے واجب کیاہے۔فقہاء احناف نے نکاح متعہ کو باوجودیہ کہ حرام قراردیاہے، لیکن چونکہ اس میں شبہ عقدپایا جاتاہے اس لئےنکاح متعہ جس کی حرمت پرسوائے ایک مکتب فکر(شیعہ)کے سب کا اتفاق پایا جاتاہےاس کے باوجودشبہ عقدکی بنیادپران سارے حقوق کوتسلیم کیاہے جونکاح مسنون کی وجہ ایک مردپرعائد ہوتے ہیں۔

البتہ اس نکاح میں درپیش خاص حالات کے پس منظرمیں جن کا سوالنامہ میں ذکرہے ایک خاتون اسباب ووسائل رکھتی ہے یا اس کے والدین اس کے لئے اسے مہیا کرتے ہیں اوراپنی وفات کی صورت میں بھی اپنی ایسی لڑکیوں کے لئے مستقل ذرائع کا انتظام کرتے ہیں، تاکہ وہ مالی مسائل سے دوچارنہ ہوں،جہاں تک حقوق سے دستبردارہونے کی بات ہے

اس کی اجازت بھی حدیث پاک سے درست معلوم ہوتی ہے ،چنانچہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بار ی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردی تھی۔''قالت سودة بنت زمعة حين أسنت وفرقت أن يفارقها رسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله يومي لعائشة فقبل ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم منها'' (سنن ابی داود ۳۵،۶)۔

شرعا اگر اس کی اجازت نہ ہوتی نہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنی باری سے دستبردارہوتیناورنہ سیدنامحمدرسول اللہ ﷺ اسے منظورفرماتے،جبکہ نکاح کے حقوق میں یہ ایک اہم حق ہے ،اسی طرح نفقہ وسکنیٰ وغیرہ جیسے بنیادی حقوق سے ایک خاتون دستبردارہوجاتی ہوتواس کی بھی اجازت معلوم ہوتی ہے،یہ صحیح ہے کہ نکاح مسیارکی صورت کوئی مثالی اورمطلوبہ نہیں کہی جاسکتی اور نہ اس کو پسندکی نگاہوں سے دیکھا جاسکتا ہے،خاص حالات میں اس جیسے نکاح کی اجازت سے یہ ثابت نہیں ہوتاکہ اس نکاح سے ہونی والی اولادبنیادی حقوق ،تعلیم وتربیت بصورت وفات میراث وغیرہ سے محروم ہو۔ گوکہ خواہشات نفس کے اسیراس (نکاح)کوصرف جنسی خواہش کی تکمیل تک محدودسمجھتے ہوں ۔

اس سے انکارنہیں کیا جاسکتاکہ اس نکاح کے عمومی رواج سےاولادکے حقوق زیادہ متاثرہوں،ممکن ہے کوئی خواہش نفس کا بندہ بچے کے نسب کا انکارکردے،اس وجہ سے بھی اولادکے لئے بہت سے مسائل پیداہوسکتے ہیناورجس کی وجہ وہ بہت سے خاندانی وسماجی حقوق سے محروم ہوسکتی ہے۔شوہراوربیوی دونوں چونکہ ایک گھرمیں نہیں رہتے توباپ کی شفقت ان کو میسرنہیں آسکتی،زندگی کے نشیب وفرازخودجھیلنے پڑتے ہیں ،قدم قدم پر شفیق باپ کی کمی کااحساس ہوتا ہے، زندگی کے مراحل میں بروقت ہاتھ تھامنےاورمصائب وآلام کی دشوارگزارگھاٹیوں کوعبورکرنے میں باپ کا جواہم کردارہوتاہےممکن ہے اولاد کویہ حاصل نہ ہو،درپیش احوال مینباپ کی نصیحتیں اورمشورے بھی بہت معنی رکھتے ہینوہ اس سے محروم ہو ،یہ وہ مسائل ہیں جوانسانی نسلوں کونفسیاتی مسائل سے دوچارکرسکتے ہیں،نسل نوجوانسانی مفادات کی امین ہوتی ہے،اولادکی اونچی اٹھان میں صرف محبت مادری کافی نہیں بلکہ شفقت پدری بھی ضروری ہے،عام طورپرایسی اولادپرماں کی محبت توہمیشہ سایہ فگن رہتی ہے، لیکن شفقت پدری اورحسب حال تادیبی سرزنش سے محرومی کی وجہ کماحقہ ایسی اولادکی شخصی تعمیرناتمام رہ سکتی ہے۔خاص حالات میں اس نکاح کے جوازکی گنجائش غوروخوض کرتے ہوئے ان جیسے منفی پہلوئوں کوہرگزنظراندازنہیں کیا جاسکتا،اس لئے ضروری ہے کہ اولادکے حقوق کی ادائی کاان کوپابندکیا جائے،ان کی بنیادی حوائج اوربڑھتی عمرکے ساتھ ان کی تربیت کی جوذمہ داریاں باپ پر عائدہوتی ہیں وہ ہرگزمتاثرنہ ہوں۔اس کے مثبت پہلوبھی ہیں ان سے بھی چشم پوشی سماجی مسائل

پیداکرسکتی ہے۔مخصوص احوال میں اس طرح کے نکاح پرقدغن لگادی جائے تو امکان ہے کہ معاشرہ برائیوں کی آماجگاہ بن جائے،مردوں کے لئے ایک سے زائدچاربیویوں تک سے نکاح کی اجازت کے بڑے مصالح ہیں ،خالق فطرت نے ان جیسے عظیم مصالح کا بڑالحاظ رکھاہےیہ وہ مصالح ہیں جوروزروشن کی طرح عیاں ہیں اوراس میں جو اوراورمصلحتیں پوشیدہ ہیں وہ توخالق کائنات ہی کے علم میں ہیں نہ انسانی نگاہیں اس کا مشاہدہ کرسکتی ہیں نہ عقل وفہم ان کا ادراک کرسکتے ہیں،ظاہرہے اس کائنات کی نادرئہ روزگار مصنوعات صانع کی تخلیق کاایک عظیم اور نادر شاہکار ہیں وہ اس کے احکام کے تابع ہیں،کثیرمخلوقات کی پیدائش اوران کے حقوق و فرائض خودخالق کائنات نے طئے کردئیے ہیں ان کے اسراروغوامض انسانی عقل سے ما وراءہیں ان سے نہ کوئی پردہ ہٹاسکاہے نہ ہٹاسکتاہے ان حقائق تک رسائی کسی کے لئے ممکن نہیں ۔تاہم جن وانس احکام اسلامی کے پابندہیں ان کی تعمیل میں راحت وسکینت کا سامان ہے،ان میں معاشرت بھی ہے،نکاح کے احکام اسی میں شامل ہیں جن پرعمل سےجہاں انسان گناہوں سے بچ سکتاہے وہیں سماج کی پاکیزگی کی بھی اس میں ضمانت ہے،فسادوبگاڑپراسی سے روک لگ سکتی ہےاورامن وآمان قائم رہ سکتاہے اوراخروی سرفرازی بھی اسی سے ممکن ہے۔

احکام اسلامی سے غفلت اور غیراسلامی ماحول کی وجہ جائزراہ سے مردونکاایک سے زائدنکاح کرناجوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے،کسی نے نکاح کرلیاہوتوجوعذاب اس کو پہلی بیوی ،اس کے خاندان اورخودغیراسلامی سماج کی وجہ جھیلنے پڑتے ہیں وہ زندگی کوتلخ سے تلخ بنادیتے ہیں،اس کی وجہ جوغیراخلاقی مفاسدراہ پاگئے ہیں ان سے جائزنکاح مشکل اورزناآسان ہوگیاہے،معاشرہ میں وہ مردبھی ہیں جومادی اورمعنوی ہراعتبارسے ایک سے زائدنکاح کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اوروہ خواتین بھی ہینجومسلم معاشرہ کی غیراسلامی فکرکی وجہ جائزنکاح سے محروم ہیں،یہ وہ اسباب ہیں جومردوں اورعورتوں کوبعض بنیادی حقوق سے صرف نظرکرتے ہوئے نکاح کرنے پرمجبورکررہے ہیں۔

:(۷)

عفت وپاکدامنی ایک اعلی قدرہے،نکاح کے ذریعہ اس کی حفاظت کی جاسکتی ہے، حصول علم کے لئے ہویا کسب حلال کے لئے جائزراہ سے ذرائع معاش کی تحصیل مطلوب ہو، اکثرمغربی ملکوں میں قیام نا گزیرہوجاتاہے ،ان ممالک میں نکاح کے بغیرہی نوجوان لڑکے لڑکیاں ازدواجی زندگی کے تجربات سے گزرجاتے ہیں، قدم قدم پرایسے مناظرکا سامناہوتاہے جوانسانی فطری جذبات کو برانگیختہ کرتے رہتے ہیں ،جنسی تسکین کی ضرورت داعی ہوجاتی ہے،اب اس کی دوصورتیں ممکن ہیں،ایک توجائزراہ سے نکاح کرلیاجائے، لیکن بظاہر حالات مساعد نہیں ہوتے کہ وہ نکاح عادی کرسکیں ۔ ‘‘یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج’’(سنن النسائی۴،۱۷۰)۔

دوسرے ناجائز راہ سے اس جذبہ کی تسکین کرلی جائے،دوسری صورت چونکہ شرعا حرام وناجائز ہے، اس لئے مسلمان اس کا ارتکاب نہیں کرسکتے، جبکہ مغربی تہذیب میں رضامندی سے جنسی تعلق قائم کرلینے میں کوئی امرمانع نہیں ہے، ان پر نہ کوئی مذہبی دبائوہے کہ وہ اس کو گناہ سمجھیں نہ ہی یہ قانونا کوئی قابل تعزیر جرم ہے،اس لئے وہ جنسی تسکین کوانسانی ضرورت سمجھتے ہیں ان جیسے ناگفتہ بہ حالات میں زناکے گناہ عظیم میں مبتلاہونے سے کہیں زیادہ اس طرح سے نکاح کرلینازیادہ بہترمعلوم ہوتاہے۔ دراصل یہ صورت اہون البلیتین کی ہےجب دوطرح کی ابتلاء وآزمائش دامنگیرہو تو کمتربلا کوگوارہ کیاجاسکتاہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے جوازکی رائے اسی وقت دی جائے جبکہ شرعی اصول وضوابط کی تکمیل کے ساتھ جائزراہ سے نکاح کرنے میں دشواریاں درپیش ہوں،ان جیسے شدیدحالات میں نکاح مسیراورزناسے بچنے پرقدرت رکھتاہوتویہ عزیمت کی راہ ہے،امت کے خاص طورپرنوجوانوں کویہی راہ اختیارکرنی چاہیے۔

ناگزیرحالات میں دوسری راہ نکاح مسیراختیارکرنے کی ہے،اس کورخصت کے درجہ میں جائزمانا جانا چاہیے، کیونکہ نکاح مؤقت کے بارے میں جن فقہاء کی رائے جوازکی ہےاس پرقیاس کرکے نکاح مسیار کو بھی نکاح مؤقت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اوراس کے جوازکی گنجائش فراہم کی جاسکتی ہے۔''ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها'' (الموسوعة الفقهيه۲۸،۱۸۰)۔ ''الضرورات تُقَدَّر بقَدْرِها'' (كتاب القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة)۔

''فقد جاء في كتاب درر الحكام شرح مجلة الأحكام لعلي حيدر من فقهاء الحنفية: ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها. أي أن الشيء الذي يجوز بناء على الضرورة يجوز إجراؤه بالقدر الكافي لإزالة تلك الضرورة فقط ، ولا يجوز استباحته أكثر مما تزول به الضرورة''۔

سوال نمبر(۷) میں وضاحت کردہ تفصیل کی روشنی میں نکاح مسیارکی خاص حالات میں اجازت ہونی چاہیے، ظاہر ہے اس نکاح کےجوازکے دائرہ کووسعت دیکرہرکس وناکس کے لئے جائزقراردینا مصالح نکاح کے مغائرہے،اس لئے مذکورہ درسوال صورتحال کے پیش نظرہی اس گنجائش پرغورہوناچاہیے۔نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوکہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں قیام رہے وہ اس رشتہ کو باقی رکھیں گے اورجب وہاں سے ہمیشہ کےلئے اپنے وطن واپس ہوتے ہوئے طلاق دیں گے ،ظاہرہے یہ نکاح مؤقت کی صورت ہے جن فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے ان کی تصریح سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ نکاح درست ہے ،اس رشتہ نکاح کوزندگی تمام نبھانے کا عزم کرلیاجائےتوحالات کے مساعدہونے کی امکانات موجودہ حالات میں زیادہ روشن ہیں۔چونکہ آمدورفت کے مسائل انسانوں کے دسترس میں ہینجیسے ہم نے صراحت کی ہے موجودہ معاشرت دین وایمان کے تقاضوں سے بہت حدتک عاری ہےجس کی وجہ دوسرانکاح

کرنااوراس کوبرقراررکھناآجکل آسان نہیں رہاہے،اس کی وجہ جومسائل خاندان وسماج کی طرف سے درپیش ہوتے ہیں وہ ناقابل بیان ہیں،اس تناظرمیں مغربی ملک میں قیام کے دوران جونکاح اس نیت سے کیا گیاہے کہ مدت متعینہ پرواپسی ہوگی توطلاق دیکررشتہ ختم کردیں گے یہ زیادہ بہترہے اس بات سے کہ طلاق دئیے بغیروہاں سے رخت سفرباندھ لیا جائے کیونکہ ناگزیرحالات میں طلاق دیدینے سے اس خاتون کو شرعاعدت کی تکمیل کے بعددوسرانکاح کرنے میں کوئی امرمانع نہیں رہتا،وہ حسب خواہش کسی سے نکاح کرکے جائززندگی گزارسکتی ہے جو اس کا فطری حق ہےاورایسے مردوں کے لئے بھی جن کی پہلی بیوی نکاح مینموجودہودوسری بیوی کی وجہ جن دشوارگزارمراحل کا سامناہوسکتا ہے اس سے تحفظ ممکن ہوسکےگا۔

:(۸)

نکاح مؤقت میں مدت کا تعین دوحال سے خالی نہیں ہوگا(۱)ایسی مدت کا تعین کہ جس تک دونوں نہیں پہنچ سکتے یا ایسی مدت کا تعین جس تک دونوں پہنچ سکیں گے ان کے درمیان فقہاء نے فرق رکھاہے۔

چنانچہ ایسی مدت کا تعین جس تک دونوں کا پہنچناممکن نہ ہواس کےحکم میں اختلاف ہے۔ اورایسی مدت جس تک دونوں پہنچ جائیں گے فرق کیا گیا ہے۔ چنانچہ اگروہ اسی مدت سے موجل ہوجس تک دونوں نہیں پہنچیں گے تواس کے حکم میں اختلاف ہے: حنفیہ،حنابلہ،مالکیہ میں سے ابوالحسن اورشافعیہ میں سے بلقینی اوربعض متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ اگرنکاح کو ایسی مدت سے مؤجل کردے جس تک دونوں نہیں پہنچیں گے تونکاح صحیح ہوجائے گا،گویا کہ اس نے ''ہمیشہ ''کا ذکرکیا ہے،اس لئے کہ نکاح مطلق اس سے نہیں بڑھے گا اوراطلاق کے مقتضی کی صراحت مضرنہیں ہوتی ۔

امام زفراوربعض حنفیہ کہتے ہیں:نکاح جائزہے اوریہ نکاح دائمی ہوگا اورشرط باطل ہے، اس لئے کہ اس نے نکاح کا ذکرکیا اوراس میں ایک فاسدشرط لگادی،اورنکاح کو فاسدشرطیں فاسدنہیں کرتیں،لہذاشرط باطل ہوگی اورنکاح صحیح ہو گا،جیسے کہ اگروہ کہے ''میں نے تم سے دس دن میں طلاق دینے تک کے لئے شادی کی'' (الموسوعہ۴۱،۳۶۸)۔

''وقال زفر وبعض الحنفية:النكاح جائز وهو مؤبد والشرط باطل،لأنه ذكر النكاح وشرط فيه شرطا فاسدا، والنكاح لا تبطله الشروط الفاسدة، فبطل الشرط وبقى النكاح صحيحا، كما إذا قال: تزوجتك إلى أن أطلقك إلى عشرة أيام'' (موسوعہ ۴۱،۳۴۳)۔

اس لئے نکاح مسیارکی صورت میں اولادہوتوجوحقوق اولاد کے بنتے ہیں ان سے گریزکسی صورت قابل تسلیم نہیں،اس کی تفصیل سوال نمبر(۶)میں مذکورہے۔ اولادسے چونکہ خاندان تشکیل پاتاہے جوحقوق وفرائض اسلام نے اس حیثیت سے مردوں پرعائدکئےہیں اس کوپس پشت ڈال کرصرف خواہشات نفسانی پیش نظررہیں تواس سے بڑے

مفاسد کے دروازے کھلتے ہیں، اس لئے عمومی حیثیت سے نکاح مسیارکےجوازکوفروغ نہیں دیناچاہیے ،بلکہ خاص حالات میں نکاح مسیارکے جوازکی گنجائش فراہم کرتے ہوئےشریعت کے اس منشاء کوضرورملحوظ رکھناچاہیے ۔

نکاح مؤقت کی تفصیل ائمہ اربعہ اوربعض ائمہ احناف کے نقاط نظرکی سوال نمبر(۱-۲)میں وضاحت ہوچکی ہے۔

نکاح مسیار کی حقیقت اور شرعی حدود وقیود

مولانا عبد الاحد قاسمی•

انسانی زندگی کی بقا اس بات پر منحصر ہے کہ مرد اور عورت باہمی رضامندی سے ایک مضبوط معاہدے کے ساتھ زندگی گذاریں ، اسی معاہدے کو عقد نکاح سے تعبیر کیا جاتاہے، شریعت نے اس کے مقاصد اور اصول و ضوابط بیان کردیے ہیں، وہ تمام صورتیں جو شرعی اصول سے موافقت نہیں رکھتیں - خواہ وہ صورتیں جاہلیت اولی مینرہی ہونیا جاہلیت حاضرہ میں پائی جارہی ہوں - وہ مسترد ہوں گی۔

قدیم فقہ میں نکاح مسیار کا ذکر:

بیسویں صدی کے آخر میں عرب ممالک میں ‘‘نکاح مسیار ’’ کی ایک اصطلاح وضع کی گئی ہے، اس لیے فقہ کی قدیم کتابوں میں اس لفظ کا کوئی ذکر نہیں ملتا، نکاح مسیار یا زواج مسیار کو نکاح ایثار اور زواج میسر بھی کہتے ہیں، نجد کے علاقے میں اسے ضحویہ بھی کہتے ہیں، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ماضی میں نہاریات، لیلیات ، اسی طرح الزواج السری، الزواج الخفی، زواج الملفا یا زواج الخمیس کے نام سے جو نکاح ہوتے تھے اسی کا ترقی یافتہ نام ‘‘نکاح مسیار ’’ ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نکاح مسیار اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ اس کی صورتیں متقدمین کی کتابوں میں موجود ہیں، یعنی نئی بوتل میں پرانی شراب ہے۔

چنانچہ دکتور عبدالعزیزالحجیلان فرماتے ہیں:

‘‘و فی نظری و من خلال کلام بعض الفقهاء یتجلی أن هذا النوع قدیم بصورته معاصر بمسماه، حیث تکلم بعض الفقهاء السابقین عما یسمی بنکاح النهاریات و اللیلیات، و هو زواج المرأة علی أن یأتیها متی شاء فی النهار أو فی اللیل’’ (المختار فی زواج المسیار: ۱۱۲)۔

تو آئیے!‘‘نکاح مسیار ’’ کے مفہوم ، رائج صورتوں، فقہی انطباق اور اس کے احکام سے واقف ہوتے ہیں!!

سب سے پہلے نکاح مسیار کے مفہوم کو جانتے ہیں:

مسیار عربی لفظ ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے ‘‘تھوڑی دیر کی ملاقات ’’ یا ‘‘دن کی ملاقات ’’۔ بعض حضرات نے مسیار کو ‘‘سار یسیر سیراً ’’ سے مفعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ بتایا ہے (بہت زیادہ چلنے والا)، کیونکہ اس نکاح کے بعد عورت مرد کے گھر

• ناظم تعلیمات جامعہ مدنیہ سبل پور، پٹنہ، بہار۔

نہیں جاتی، بلکہ خلاف عادت مرد عورت کے گھر جاتا ہے۔

دکتور فارس العزاوی فرماتے ہیں:

''المِسْيار في اللغة - على وزن مِفْعال - صيغة مبالغة اسم الفاعل من سار، يسير، سَيْراً، ومَسيراً، والمسيار هو: الرجل الكثير السير، فنقول رجل مسيار، وسيّار''(زواج المسيار والزواج العرفي۔ د. فارس العزاوي۔ على موقع الالوكة)۔

نکاح مسیار کی صورتیں (معاصر اہل علم کی کتب کی روشنی میں):

لیکن جب عرف میں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے نکاح کی ایک خاص قسم کو مراد لیا جاتا ہے۔

شیخ یوسف القرضاوی مد ظلہ العالی ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں کہ : زواج مسیار بھی زواج شرعی ہے، البتہ رائج نکاح شرعی تھوڑا مختلف ہے اس میں خاتون اپنے بعض حقوق چھوڑ دیتی ہے۔

''هو زواج شرعي، هو كما يتحدث عنه الناس هو زواج شرعي يتميز عن الزواج العادي أن المرأة أو الزوجة فيه تتنازل عن بعض حقوقها على الزوج، مثلاً أنها لا تطالبه بالنفقة، امرأة غنية أو موظفة أو غير ذلك مستورة وليست في حاجة إلى من ينفق عليها، تتنازل مثلاً عن المبيت الليلي، عن حقها في القسم إذا كان الرجل متزوجاً''۔

اپنی ایک کتاب میں فرماتے ہیں:

''و هو الزواج الذی یذهب فیہ الرجل إلی بیت المرأة و لا تنتقل المراة إلی بیت الرجل، وفی الغالب تکون هذه زوجة ثانیة و عنده زوجة أخری هی التی تکون فی بیته و ینفق علیها، فروح هذا الزواج هو إعفاء الزوج من واجب المسکن و النفقة و التسویة فی القسم بینها و بین زوجته الأولی أو زوجاته تنازلا منها، فهی تزید رجلا یعفها و یحصنها و یؤنسها، وإن لم تکلفہ شیئا بما لدیها من مال وکفایة تامة''(زواج المسیار حقیقته و حکمہ: ۴-۵، للشیخ یوسف القرضاوی)۔

بعض حضرات نے نکاح مسیار کی حقیقت اس طرح بیان کی ہے:

''زواج المسيار هو: أن يعقد الرجل زواجه على امرأة عقدًا شرعيّاً مستوفي الأركان والشروط، لكن تتنازل فيه المرأة عن بعض حقوقها كالسكن أو النفقة أو المبيت''(أرشيف ملتقى أهل الحديث - ما حكم زواج المسيار،۱۷۳، المكتبة الشاملة الحديثة)۔

دکتور فارس العزاوی لکھتے ہیں:

''وقد عرفه بعض المعاصرين بأنه: ''زواج شرعي، يتميز عن الزواج العادي، بتنازل الزوجة فيه عن بعض حقوقها على الزوج، مثل ألا تطالبه بالنفقة، والمبيت الليلي إن كان متزوجاً، وفي الغالب يكون زواج المسيار هو الزواج الثاني أو الثالث، وهو نوع من تعدد الزوجات.

ویقول الدکتور أحمد الحجي الكردي في صورة زواج المسيار أنه: '' أن يتزوج رجل بالغ عاقل، امرأة بالغة عاقلة تحل له شرعاً، على مهر معلوم بشهود مستوفين لشروط الشهادة، على

أن لا يبيت عندها ليلاً، إلا قليلاً وأن لا ينفق عليهاسواء كان ذلك بشرط مذكور في العقد، أو بشرط ثابت بالعرف، أو بقرائن الأحوال" (زواج المسيار والزواج العرفي۔ د. فارس العزاوي۔ على موقع الالوكة)۔

عبدالملک المطلق متعدد تعریفات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''زواج المسيار هو الزواج الشرعى المستوفى للاركان و الشروط المتعارف عليها عند جمهور الفقهاء، لكنہ يتضمن تنازل الزوجۃ عن بعض حقوقها الشرعيۃعلى الزوج مثل :عدم مطالبتہ بالنفقۃ أو السكنى و المبيت، وإنما يأتى إليها من وقت لآخر دون تحديد و ذلک بالاختيار و التراضى و لايثبت ذلک فى العقد غالباً" (زواج المسيار: دراسۃ فقهيۃ و اجتماعيۃ نقديۃ لعبدالملک بن يوسف بن محمد المطلق: ۷۷)۔

دکتور عبدالعزیز الحجیلان نے اس تعریف کو ترجیح دیتے ہوئےاس میں اضافہ کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے:

''الزواج الشرعى المستوفى للاركان و الشروط المتعارف عليها عند جمهور الفقهاء، لكنہ يتضمن تنازل الزوجۃ عن بعض حقوقها الشرعيۃعلى الزوج من عدم مطالبتہ بالمبيت و النفقۃ أو المبيت فقط، و إنما يأتى إليها من وقت لآخر دون تحديد و ذلک بالاختيار و التراضى و لايثبت ذلک فى العقد غالباً" (المختار فى زواج المسيار،۱۱۰، ۱۱۱۔ للاستاذ الدکتور عبدالعزيز بن محمد بن عبدالله الحجيلان) ۔

دکتور الشویعر ان الفاظ میں نکاح مسیار کو بیان کرتے ہیں :

''لكن إذا اتفق الرجل مع امرأته برضاها في إسقاط حقها من القسم، مع توفر جميع الأمور السابقة فأصبح لا يأتيها إلا في بعض الأوقات، أو في النهار فقط، أو نحو ذلك. فهذا هو زواج المسيار الذي أنوي الحديث عنه . إذن المقصود بزواج المسيار معنا هنا أن يكون مستوفياً لكامل الشروط غير أن المرأة برضاها بعد العقد رضت بإسقاط حقها من القسم، وأعني بالقسم، هو أن يقسم لها مثل ما يقسم للزوجات الأخريات من المبيت عندها في بيتها ونحو ذلك، (الشيخ ابن باز حرم المسيار لفهم كثير من الناس له الفهم غير الشرعي" (عکاظ: الأربعاء، ۲۰؍اگست ۲۰۰۸ء)۔

عرب علماء کی ان تعریفات سے نکاح مسیار کی جو تصویر سامنے آئی ہے اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ نکاح مسیار میں ان ساری باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے جو نکاح شرعی کے انعقاد کے لیے ضروری ہیں، البتہ اس میں عورت اپنے کچھ حقوق ساقط کردیتی ہےجس کی دو صورتیں ہوتی ہیں، کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ شوہر یہ شرط لگادیتا ہے کہ وہ نفقہ اور سکنی نہیں دے گا، اور کبھی صرف یہ شرط لگاتا ہے کہ وہ اس عورت کے ساتھ رات گزارنے کا پابند نہیں ہوگا، بلکہ اس میں وہ بااختیار ہوگا۔ چنان چہ عبداللہ الطیار تھوڑی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لنكاح المسيار صورتان:الأولى:أن يتم عقد الزواج بين الزوجين مستوفيًا جميع الأركان

والشروط المطلوبة في العقد من وجود المهر والولي وشاهدي عدل، إلا أن الزوج يشترط في العقد إسقاط النفقة أو المسكن، بحيث تسكن هي في مسكنها، ويأتي الزوج إليها في مسكن مخصص لها، فيكون الزوج غير مكلف بالسكنى والنفقة عليها، هذه صورة.

الصورة الثانية: ألا يشترط الزوج إسقاط النفقة، لكن يشترط عدم الالتزام بالقسم في المبيت، وهو الأكثر؛ لأن الحامل على مثل هذا الزواج هو رغبة الزوج في إخفاء أمر هذا الزواج عن أهله وأولاده؛ درءًا للمشاكل المحتملة منهم إذا علموا بذلك، والأول قد يكون الحامل عليه رغبة الزوجة التي لم يتيسر لها زوج ترضى به، في أن ترزق بذرية وأن تحمي نفسها من الوقوع في الحرام" (كتاب الفقہ المیسر ۱۱ / ۴۸۔ ۴۹۔ الشاملۃ)۔

دکتورہ سندس المؤمنی نے بھی اسی طرح وضاحت کی ہے:

‘‘ما هي صور زواج المسيار؟ إنّ لزواج المسيار صورتان فيما يأتي بيانهما:[٢] الأولى: وهي أن يعقد الزوجين عقدًا شرعيًا مستوفيًا كافة الشروط والأركان المطلوبة في عقد الزواج كالولي والمهر والشهود، لكن بوجود شرط من الزوج بإسقاط المسكن والنفقة، فتبقى الزوجة في بيتها الخاص بها ويأتي إليها الزوج ولا ينفق عليها.[٢] الثانية: وهي أن يعقد الزوجين عقدًا شرعيًا مستوفيًا للشروط والأركان، إلا أن الزوج لا يشترط إسقاط النفقة، وإنما يشترط على الزوجة أن لا يلتزم بالمبيت عندها، والذي يدفع الزوج على هذا الفعل هو إخفاء زواجه عن أهل بيته، خوفًا من وقوعه في المشاكل في حال علمِهم بزواجه، وهذه الصورة هي الأكثر شيوعًا’’(ما هو زواج المسيار: للدكتورة سندس المومني۔ موقع: سطور.كوم)۔

یعنی کبھی تو شوہر اپنی شادی کو چھپانا چاہتا ہے، اس لیے وہ ساری ذمہ داری قبول کرتا ہے، البتہ مبیت کے سلسلے میں وہ اپنے آپ کو آزاد اور بااختیار رکھتا ہے، موقع اور سہولت کے اعتبار سے وہ اپنی بیوی کے پاس آجاتا ہے۔

اور کبھی تو بیوی اپنے والدین، یا اپنے بچوں کی خدمت کی غرض سے شوہر کے گھر نہیں جانا چاہتی ، لیکن اسے بطور سہارا اور اپنی پاک دامنی کے لیے شوہر کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے وہ اپنے بعض حقوق ساقط کرکے مرد کو قبول کرتی ہے۔

(واضح رہے کہ مذکورہ بالا تعریفات میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ زوجین یا صرف شوہر مستقبل میں طلاق کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس لیے جن حضرات نے نکاح مسیار کی تعریف میں توقیت یا طلاق کا ذکر کیا ہے وہ عرب علماء کے کلام میں نہیں ملا)۔

نکاح مسیار کے اسباب و وجوہات (معاصر اہل علم کی کتب کی روشنی میں)

آخر نکاح مسیار کی نوبت کیوں آتی ہے؟ کچھ اسباب تو وہ ہیں جن کا تعلق عورت سے ہے: مثلا (۱) اچھے رشتے کے انتظار میں، یا اعلی تعلیم کی تکمیل میں شادی میں تاخیر ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ لڑکی سن رسیدہ ہوجاتی ہے، (۲) اسی طرح کوئی مطلقہ ہوجاتی ہے، (۳) کوئی بیوہ ہوجاتی ہے، ایسی صورتوں میں لوگوں کی دلچسپی ان میں کم

ہوجاتی ہے،اب ایسی خواتین اپنی عفت کی حفاظت کے لیے راہ حیات میں ایک محافظ اور رفیق سفر کی خواہاں ہوتی ہے،(۴) اسی طرح کبھی اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کی وجہ سے ، یا (۵) مطلقہ اور بیوہ عورت کا اپنے بچے کی وجہ سے شوہر کے گھر جانا مشکل ہوجاتا ہے، ان صورتوں میں ایک عورت "نکاح مسیار" کا سہارا لیتی ہے اور اپنی بےبسی، احساس کم تری اور حالات کے ہاتھوں مجبور ہوکر اپنے بعض حقوق چھوڑنے پر راضی ہوجاتی ہے۔

اور کچھ اسباب کا تعلق مردوں سے ہے: مثلا (۱) ایک شخص ایک بیوی پر قناعت نہیں کرسکتا اور وہ شرعی طور پر تعدد ازدواج کی پوری گنجائش رکھتا ہے؛ لیکن معاشرہ اور خاص کر خواتین کی طرف سے تعدد ازدواج کی سخت مخالفت کی جاتی ہےجس کی بنا پر وہ مرد نکاح مسیار کا سہارا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس دوسری یا تیسری بیوی کے ساتھ رات گذارنے کا پابند نہیں رہوں گا۔ (۲) فحاشی و عریانیت کا ایسا عموم ہے کہ ہر طرف شہوت انگیز مناظر ہیں، خاص کر مغربی ممالک میں نکاح کے بغیر زندگی گذار ناہلاکت کو دعوت دینے کے مترادف ہے، اب ایسا شخص جس کو تجارت یا تعلیم کی غرض سےدور دراز علاقوں کا مسلسل سفر کرنا ہے، یا عرصہ دراز تک قیام کرنا ہے، لیکن نکاح کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی صلاحیت نہیں ہےایسی صورت میں نکاح مسیار کا سہارا لیا جاتا ہے۔ (۳) بھاری بھرکم مہر کی وجہ سے بھی لوگ نکاح مسیار کرتے ہیں تاکہ مہر کا بوجھ اٹھا کر نفقہ اور سکنی کے بوجھ سے کنارہ کش ہوجائیں۔

چنانچہ عبداللہ الطیار فرماتے ہیں:

"أن الأسباب التي أدت إلى ظهور هذا النوع من الزواج متعددة منها: أ - كثرة عدد العوانس والمطلقات، والأرامل، وصواحب الظروف الخاصة. ب - رفض كثير من الزوجات لفكرة التعدد، فيضطر الزوج إلى هذه الطريقة حتى لا تعلم زوجته الأولى بزواجه. ج - رغبة بعض الرجال في الإعفاف والحصول على المتعة الحلال مع ما يتوافق وظروفهم الخاصة. د- تهرّب البعض من مسؤوليات الزواج وتكاليفه، ويتضح ذلك في أن نسبة كبيرة ممّن يبحث عن هذا الزواج هم من الشباب صغار السن" (كتاب الفقه الميسر ۱۱/۵۰، الشاملة).

"ما الذي دعا إلى ظهور زواج المسيار؟ إن الذي أدى إلى ظهور زواج المسيار عدة من الأسباب منها ما يأتي: ازدياد نسبة المُطلقات والأرامل والنساء اللواتي تقدمَ بهنَّ العمر بلا زواج. رفض ظاهرة التعدد واستنكارها مما يدفع الرجال إلى هذا الزواج لسهولة إخفائه عن الزوجة الأولى. رغبة البعض في إعفاف أنفسهم من غير حُرمة وبما يتوافق مع ظروفهم. رغبةً في التهرّب من تكاليف الزواج ومسؤولياته، وهناك نسبة كبيرة ممّن يبحث عن هذا الزواج هم من الشباب صغار السن" (ما هو زواج المسيار: للدكتورة سندس المومني۔ موقع: سطور.كوم)۔

اسی چیز کو دکتور فارس العزاوی نے تفصیلی انداز میں درج کیا ہے:

‘‘المحور الثالث: أسباب ظهور زواج المسيار: هناك أسباب عديدة، منها ما يتعلق بالنساء، ومنها ما يتعلق بالرجال، ومنها ما يتعلق بالمجتمع.

أما الأسباب التي تتعلق بالنساء فمنها: أولاً: عنوسة المرأة، أو طلاقها، أو ترملها: وهذا كثير في المجتمعات العربية. ثانياً:رفض كثير من النساء لفكرة التعدد:مما أدى إلى اضطرار الرجال أن يخفوا زواجهم الثاني. ثالثاً: حاجة بعض النساء إلى البقاء في غير بيت الزوج: وذلك كأن يكون لدى المرأة أولاد تربيهم، وهي مشغولة بهم، ولا يناسبها إلا مثل هذا الزواج.

وأما الأسباب التي تتعلق بالرجال فمنها: أولاً: حاجة الرجل الفطرية إلى أكثر من زوجة: فهناك كثير من الرجال لا تكفيهم امرأة واحدة، ولديهم شبق شديد، ورغبة جامحة، فيلجؤون إلى زواج المسيار. ثانياً: رغبة بعض الرجال بزيادة الاستمتاع: فقد تكون الزوجة الأولى كبيرة في السن، أو مشغولة بأولادها وبيتها، ولا يجد الرجل عندها رغبته، فيتزوج مسياراً. ثالثاً: عدم رغبة بعض الرجال في تحمل مزيد من الأعباء والتكاليف. رابعاً: خوف بعض الرجال من إعلان زواجه الثاني، لعلمه ما ستسببه زوجته الأولى لو علمت بهذا الزواج من ويلات ومصائب، وخراب للبيوت.

وأما الأسباب التي تتعلق بالمجتمع فمنها: أولاً: غلاء المهور وارتفاع تكاليف الزواج. ثانياً: نظرة المجتمع بشيء من الاستغراب والازدراء للرجل الذي يرغب بالتعدد’’(زواج المسيار والزواج العرفي۔ د. فارس العزاوي۔ علی موقع الالوکۃ)۔

خواتین کا اپنے حقوق ساقط کرنے کی صورت میں ولی کو حق اعتراض:

جن علاقوں میں نکاح مسیار کا رواج ہے ان علاقوں میں بغیر ولی کے نکاح کا تصور نہیں ہے، یعنی ولی کی موجودگی میں نکاح مسیار کا انعقاد ہوتا ہے، گویا ولی کی مرضی شامل ہوتی ہے، تو پھر ولی کی طرف سے اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، البتہ کوئی حنفی عورت ولی کے علم کے بغیر نکاح مسیار کرلے تو یہ سوال اٹھ سکتا ہے۔ کیونکہ احناف کے یہاں عورت کا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کیا گیا نکاح اسی وقت لازم ہوتا ہے، جبکہ وہ کفو میں ہو اور اولیاء کے لیے عار کا سبب نہ بنتا ہو، اور غیر کفو میں کیے گیے نکاح پر ولی کو اعتراض کا حق ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

‘‘حتى لو زوجت نفسها من غير كفء من غير رضا الأولياءلايلزم و للأولياء حق الاعتراض، لأن فى الكفاءة حقا للأولياء لأنهم ينتفعون بذلک، ألا ترى أنهم يتفاخرون بعلو نسب الختن ويتعيرون بدناءة نسبه فيتضررون بذلک فكان لهم أن يدفعوا الضرر عن أنفسهم بالاعتراض’’ (بدائع الصنائع۲/۶۲۴)۔

‘‘لأن فى حق الأولياء فى النكاح من حيث صيانتهم عما يلحقهم من الشين و العار بنسبة عدا الكفء إليهم بالصهرية’’ (بدائع الصنائع۲/۵۱۸)۔

اور کفو میں جہاں حسب و نسب، حریت اور دین داری کا اعتبار ہوتا ہے وہیں

مالداری کا بھی خوب لحاظ رکھاجاتا ہے، اور شوہر میں اتنی مالداری تو ضرور ہونی چاہیے کہ عورت کے لیے مہر مثل اور اس کے شایان شان نفقہ کا انتظام کرسکتا ہو۔ اب اوپر کی سطور میں نکاح مسیار کے جو اسباب درج کیے گئے ہیں اس میں یہ بات بھی ہے کہ نکاح مسیار اس وجہ سے بھی کیا جاتا ہے کہ مرد کے پاس گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے کی صلاحیت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ چھوٹی عمر کے لڑکے جن کے پاس کوئی خاص ذریعہ آمدنی نہیں ہے وہ اس نکاح میں زیادہ ملوث ہیں، اس کے فقر کو دیکھتے ہوئے عورت اس پر سے نفقہ کی ذمہ داری ساقط کردیتی ہے،(کیونکہ وہ عورت اپنا نفقہ کی صلاحیت رکھتی ہے اسے صرف مرد کی شکل میں ایک سہارے اور عصمت کے محافظ کی ضرورت ہوتی ہے) جس سے یہ بات تو صاف ہوجاتی ہے کہ ایسا مرد اس عورت کا کفو نہیں ہے جو اس کا نفقہ بھی نہ اٹھا سکے ، لہذا قاعدے کے مطابق اگر یہ نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہوتا ہےتو ولی کو یقینا اعتراض کا حق ہوگا۔ نیز یوں بھی نکاح مسیار کو جائز قرار دینے والوں نے حوصلہ افزائی نہیں کی ہے، اور نکاح مسیار کے بارے میں عربی معاشرے میں کوئی اچھا تاثر نہیں ہے، اس لیے اس طرح کا نکاح اگر اولیاء کے لیے سبکی کا سبب بنتا ہے تو وہ اعتراض کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ‘‘ألا ترى أنهم يتفاخرون بعلو نسب الختن و يتعيرون بدناءة نسبه فيتضررون بذلک فكان لهم أن يدفعوا الضرر عن أنفسهم بالاعتراض’’ (بدائع، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: بدائع الصنائع ۲،۶۲۷-۶۲۸، رد المحتار ۲۱۴،۴، رد المحتار ۱۵۶،۴، البحر الرائق ۲۳۳،۳)۔

نکاح کےشرعی مقاصد اور نکاح مسیار:

نکاح کا مقصد صرف شہوت رانی نہیں ہے،

‘‘أما المعقول فهو أن النكاح ماشرع لاقتضاء الشهوة، بل لأغراض و مقاصد يتوسل به إليها، واقتضاء الشهوة بالمتعة لايقع وسيلة إلى المقاصد فلايشرع’’ (بدائع الصنائع۲ / ۵۵۷)۔

بلکہ نکاح کے اہم مقاصد درج ذیل ہیں:

عفت و عصمت کی حفاظت، عورت کی حفاظت، زنا سے حفاظت، نسب کی حفاظت، زوجین کے درمیان محبت و مودت، سکون و راحت، مضبوط خاندان کی تعمیر، امت محمدیہ کی تکثیر اور نسل انسانی کی بقا۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

‘‘ثم يتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدينية والدنيوية من ذلك حفظ النساء والقيام عليهن والإنفاق، ومن ذلك صيانة النفس عن الزنا، ومن ذلك تكثير عباد الله تعالى وأمة الرسول صلى الله عليه وسلم وتحقيق مباهاة الرسول صلى الله عليه وسلم بهم كما قال: ‘‘تناكحوا تناسلوا تكثروا فإني مباه بكم الأمم يوم القيامة’’وسببه تعلق البقاء المقدور به إلى وقته، فإن الله تعالى حكم ببقاء العالم إلى قيام الساعة وبالتناسل يكون هذا البقاء. و هذا التناسل عادة لايكون إلا بين الذكور و الإناث، و لايحصل ذلک بينهما إلا بالوطء فجعل الشرع طريق ذلک الوطء النكاح، لأن فى

التغالب فسادا، و فی الإقدام بغیر ملک اشتباہ الأنساب وھو سبب لضیاع النسل لما بالإناث من بنی آدم من العجز عن التکسب والإنفاق علی الأولاد فتعین الملک طریقا لہ حتی یعرف من یکون منہ الولد فیوجب علیہ نفقتہ لئلا یضیع وھذا الملک علی ما علیہ أصل حال الآدمی من الحریۃ لایثبت إلا بطریق النکاح، فھذا معنی قولنا إنہ تعلق بہ البقاءالمقدور بہ إلی وقتہ" (المبسوط للسرخسي۴/ ۱۹۲، ۱۹۳کتاب النکاح، ط:دار المعرفۃ،بیروت، نیز دیکھئے : الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶۵۱۵،۹-۶۵۱۶، المفصل فی احکام المرأۃ والبیت المسلم فی الشریعۃ الاسلامیہ ۱۳،۶، کتاب الفقہ المیسر ۵۰،۱۱ ، الشاملہ)۔

مذکورہ بالا عبارت سے نکاح کے جو مقاصد بیان کیے گئے ہیں یقینی طور پر نکاح مسیار سے یہ مقاصد نہیں حاصل ہوسکتے، کیوں کہ (۱) جب ایک عورت خود کفیل ہے، آپ کا کوئی سرمایہ اس پر خرچ نہیں ہورہا ہے تو وہ آپ کے سامنے جھکنا ہرگز نہیں پسند کرے گی، قوامون علی النساء کا تمغہ اسی انفاق کی بنیاد پر تھااور وہ پایا نہیں جارہا ہے تو آپ کی قوامیت تسلیم کرنے میں لازما ہچکچاہٹ رہے گی، (۲) پھر انفاق کی ذمہ داری کی صورت میں مرد جب عورت کا خیال رکھتا ہے، اس کی ہر طرح کی ضرورتوں کو پوری کرتا ہے تو یہ عمل آپسی محبت کو بڑھاتا ہے، رشتہ کو مضبوط کرتا ہے، پرخلوص تعاون کا جذبہ پیدا کرتا ہے لیکن یہ چیز نکاح مسیار کی صورت میں مفقود رہے گی، (۳) وقتا فوقتا بقدر ضرورت شوہر کا بیوی کے پاس آنا جانا ایک خود غرض شوہر کی تصویر بناتا ہے، جو مضبوط رشتہ بنانے میں ناکام رہے گا، (۴) اولاد کی پرورش میں بھی عورت تنہا پڑجائے گی، جس سے کمزور نسل وجود میں آئے گی۔ (۵) نکاح مسیار کو عام طور پر چھپایا جاتا ہے جس کی بنا پر جب نکاح کا راز فاش ہوتا ہے تو عام طور پر طلاق کی نوبت آجاتی ہے یا تو پہلی بیوی کو یا دوسری بیوی کو اور پھر ایک بسا بسایا گھر برباد ہوجاتا ہے۔ الوطن وائز ڈاٹ کام نامی ایک عربی ویب سائٹ پر قصۃ الامس سیریز میں پانچ عرب ممالک میں نکاح مسیار کے بارے میں جو صورت حال پیش کی گئی ہے وہ کافی چونکا دینے والی ہے، اسی طرح موسوعۃ الازاھیر ویب سائٹ پر بھی اس طرح کی کئی خبریں پڑھی جاسکتی ہیں، ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰ فی صد ہی نکاح مسیار کو کامیاب ہوتے دیکھا گیا ہے۔ نکاح مسیار کی وجہ سے کتنوں کا گھر برباد ہوچکا ہے، طلاق کی کثرت ہوگئی ہے، عورت کے ساتھ دھوکا ہوتا ہے پھر وہ رسوائی کی زندگی گذارتی ہیں، اور بعض خواتین نے تو نکاح مسیار کو پیشہ ہی بنا لیا ہے، دکتور محمد المھدي، أستاذ الطب النفسي بجامعۃ الأزھر نے نکاح مسیار پر بہت صحیح تبصرہ کیا ہے کہ: ‘‘إن ھذا النوع من الزواج یمکن أن نطلق علیہ ‘‘زواج مصلحۃ" الذي ینتھي بانتھائھا وھذا یرجع إلی غزو الثقافۃ الغربیۃ للمجتمعات العربیۃ" یعنی نکاح مسیار ایک مطلب پرستانہ عمل ہے جو مطلب نکلتے ہی ختم ہوجاتا ہے، یہ عربی تہذیب پر مغربی تہذیب کا حملہ ہے۔ (المزید علی دنیا الوطن

)/https://www.alwatanvoice.com/arabic/news/2008..

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فتوی میں ہے کہ:

اس قسم کی شادی میں عورت مرد کو اپنا نگران اور مسئول نہیں سمجھتی ، جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیدا ہوتی ہےاور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے، کیوں کہ نہ میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کےلیے رہائش ہوتی ہے، اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت و محبت ہوتی ہے جوکہ نکاح کا لازمی جز اور مقصد ہے (فتوی نمبر ۱۴۳۰۱۲۲۰۱۳۶۳۔ دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)۔

اسی طرح جامعۃ الرشید کراچی کے فتوی میں بتایا گیا کہ:

شریعت میں نکاح کے مقاصد درج ذیل ہیں:ا۔ایمان کی حفاظت اور گناہوں سے بچنا ۲۔خوشگوار ازدواجی زندگی ۳۔خاندانی نظام کی حفاظت۴۔اولاد کا حصول۵۔اچھے ماحول میں بچوں کی تربیت اور اچھا ماحول اسی وقت مل سکتا ہے جب بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی توجہ اور محبت حاصل ہو۔نکاح مسیار سے مذکورہ بالا مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے،کیونکہ ان مقاصد کا حصول تب ممکن ہے،جب میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہیں۔نیز اس طریقے سے نکاح کے عام ہونے کی صورت میں ہمارے معاشرے پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہوں گے:ا۔مرد شہوت پوری کرنے کے لیے یہ عقد کریں گے اور عورت واولاد کی ذمہ داری نہیں اٹھائیں گے جس سے خاندانی نظام تباہ ہوجائے گا۔۲۔عورتیں مردوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جائیں گی،جن کے حقوق اور کفالت کا کوئی ذمہ دار نہیں رہے گا۔۳۔مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہے گا۔۴۔طلاق کی شرح بڑھ جائے گی،کیونکہ عورت جب ایک بار اپنے نان نفقہ سے دستبردار ہوگئی تو ضرورت کے وقت مطالبے کی صورت میں اختلاف ہوگا اور پھر طلاق کی نوبت آئے گی۔۵۔نان نفقہ کا بوجھ عورت پر پڑے گا جس کے حصول میں اس کی عفت کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔٦۔نکاح اور زنا میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب چھپ کر کیا جاتا ہے،جبکہ نکاح سرعام کرنے کا حکم دیا گیا ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کا مفہوم ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا کرو۔درج بالا مفاسد کے ساتھ ساتھ یہ نکاح انبیاء علیہم السلام،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ،سلف صالحین اورجمہور امت کے طریقہ کے بھی خلاف ہے۔گو کہ اس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہوں گے، لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں اور نقصانات بھی ایسے ہیں جو کسی بھی قوم کی خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کا سبب بن سکتے ہیں،جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو ان مفاسدکا سامنا ہے،اس لیے اس

طریقے سے نکاح کی اجازت قطعا نہیں دی جاسکتی۔

*ایسی صورت میں نکاح مسیار کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔چنان چہ اس سلسلے میں علماء کرام کی آراء درج ذیل ہیں:

علماء ہند کی آراء:

یہ بات پہلے ہی کہی جاچکی ہے کہ ‘‘نکاح مسیار ’’ کی اصطلاح بیسویں صدی کے آخر میں عرب ممالک مینوضع کی گئی ہے، فقہ کی قدیم کتابوں، بلکہ ماضی قریب تک کی کتب فقہ میں بھی اس لفظ کا کوئی ذکر نہیں ملتا، البتہ ‘‘نکاح مسیار ’’ اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے کوئی نئی چیز نہیں ہے، کیوں کہ اس کی صورتیں متقدمین کی کتابوں میں موجود ہیں۔

لہذا نکاح مسیار کی جو صورت پیش نظر ہے اس کے متعلق حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

نکاح میں لگائی جانے والی شرطیں بنیادی طور پر تین طرح کی ہیں: ... دوسری قسم : ایسی شرطیں جو نکاح سے متعلق شریعت کے وجوبی احکام سے متصادم ہوں ، حافظ ابن رشد کے الفاظ میں : جو نکاح کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے کسی شرط کو ساقط کردیتی ہوں یا نکاح کے واجب احکام میں سے کسی حکم میں تغیر و تبدیلی کو مستلزم ہوں، جیسے یہ شرط کہ بیوی کا مہر نہیں ہوگا، یا یہ کہ ‘‘شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہوگا ’’، یا عورت کی طرف سے شرط کہ شوہر اس سے مقاربت نہ کرے گا، یا یہ کہ اس کو سوکن کے حصہ میں سے بھی زائد حصہ دے گا، ... ایسی شرطیں بالاتفاق نامعتبر ہیں۔ ... اگر اس طرح کی شرطیں لگاہی دی جائیں تو نکاح پر بالاتفاق ان کا کوئی اثر نہیں ہوگا، نکاح منعقد ہوجائے گا اور شرطیں لغو و بےاثر ہوں گی۔ تیسری قسم کی شرط وہ ہیں جن سے عورت کو نفع پہنچتا ہواور شریعت نے نہ ان کو واجب قرار دیا ہو اور نہ ان سے منع کیا ہو، گویا ان شرطوں کو مان کر مرد اپنے بعض ایسے حقوق سے دست بردار ہوجاتا ہےجن سے دست بردار ہونے کا اس کو اختیار ہے، مثلاً عور کا یہ شرط لگانا کہ وہ اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کرے گا، یا یہ کہ ‘‘اس کے میکہ میں رکھے گا ’’، یا یہ کہ اس کو اس کے شہر سے باہر نہیں لےجائے گا وغیرہ، ایسی شرطوں کے ساتھ نکاح کیا جائے تو نکاح منعقد ہوجائے گا، اس پر اتفاق ہے ، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ شرطیں معتبر ہوں گی اور ان کی تکمیل واجب ہوگی یا نہیں؟ (حضرت کا رجحان مثبتین کی طرف ہے) (جدید فقہی مسائل۳/ ۳۳، ۳۴، ۳۵)۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ ‘‘نکاح مسیار ’’ جس میں عورت اور مرد کی رضامندی سے نفقہ اور سکنی ساقط کردیا جاتا ہے، اس کی شرطیں معتبر ہوں یا نہ ہوں نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

نکاح مسیار کے متعلق کچھ صریح فتاوی ملاحظہ فرمائیں:

* دارالعلوم دیوبند کا فتوی ملاحظہ فرمائیں:

سوال:میں ایک بہت ہی اہم مسئلہ کے بارے میں سوال کرنا چاہتاہوں۔ دراصل میں پاکستان کا رہنے والا ہوں اور گزشتہ تین سال سے عرب امارات میں رہتا ہوں اور یہیں کام کرتاہوں۔ میں یہ جاننا چاہتاہوں کہ دیوبند (اہل سنت) اور دوسرے ائمہ اربعہ کی مثال و نمونہ ?مسیارکے بارے میں کیا ہے، جو کہ ایک طرح کی عارضی شاد ی ہوتی ہے؟ کیا موجودہ وقت میں یہ جائز ہے؟ اس کی کیا ذمہ داریاں اور شرطیں کیا ہیں؟ کیا کوئی شادی شدہ شخص یا عورت اس کو کرسکتی ہے؟ اگر یہ حرام ہے تو پھر شادی شدہ مردکے لیے دوسرا راستہ کیا ہے؟ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ان دنوں ایک بیوی سے زیادہ رکھنا بہت مشکل ہے مالی اور معاشرتی مسائل کی وجہ سے، لیکن اگر جنسی خواہش کی تکمیل نہیں ہوپاتی ہے ایک بیوی سے یا مرد اپنی جنسی زندگی سے بھرپور لطف اندوز نہیں ہوپارہا ہے اور پاگل ہوا جارہا ہے تو کیا کوئی دوسرا راستہ ہے؟ -----اس لیے کمزور مرد ہونے کے ناطے اور نفس پر کم کنٹرول ہونے کی وجہ سے دبئی جیسی جگہوں میں کیا ہم نکاح مسیار کرسکتے ہیں یا کسی دوسری طرح کا انتظام کرسکتے ہیں؟ برائے کرم چاروں ائمہ کے مسلک کے اعتبار سے جواب عنایت فرماویں۔

جواب نمبر ۱۱۷۶۳بسم اللہ الرحمن الرحیم (فتوی: ۷۰۲=۳۱۹/ھ)

عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے، قرآن کریم حدیث شریف اور چاروں ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے مسالک سے اسی طرح ثابت ہے، سودی بینک اور اسلامی بینکنگ نظام پر اس کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، حلال طریق پر تمام شرائط ملحوظ رکھتے ہوئے جب نکاح کے راستے کھلے ہوئے ہیں تو حرام طریقہ کو اختیار کرنے پر آدمی کیوں مجبور ہے؟ یہ نفس وشیطان کا کھلا دھوکہ ہے (دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند)۔

سوال : میرا ایک دوست جدہ میں رہتا ہے۔ اس نے بتایا کہ خلیجی ممالک میں ایک نکاح رائج ہے جس کا نام ہے: نکاح مسیار۔ یہ طریقۂ نکاح عام ہوتا جارہا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اپنے حق مہر، نفقہ و سکنی وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے جب کہ شریعت کے دیگر اصولوں کی پابندی کی جاتی ہے۔ بیوی اپنے یا اپنے والدین کے گھر رہتی ہے۔ شوہر متعینہ ایام میں یا اپنی سہولت کے مطابق کسی دن اس سے جاکر ملتا ہے اور رات گزار کر واپس آجاتا ہے۔ سعودی عرب اور مصر کے علماء نے ایسی شادی کے جائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں انٹرنیٹ پر تلاش کیا اور معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ ذاتی طور پر نکاح کا یہ طریقہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اسی لیے میرے ذہن میں آیا کہ اس سلسلے میں آپ کی رائے عالی معلوم کروں۔ میں آپ کے جواب کے لیے بے حد شکر گزار ہوں گا۔ والسلام

جواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم(فتوی: ۴۶۰/۴۷۰=د) اگر شرعی طریقہ پر کم ازکم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے اور مانعِ نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو نکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی جاتی مثلاً ۲/ سال کے لیے نکاح کررہے ہیں، بلکہ مطلق طور پر نکاح کیا تو ایسا نکاح درست و صحیح ہے۔ البتہ مہر سے دست بردار ہونے کی بات درست نہیں ہے، دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم ازکم دس درہم ہیں جو دینا واجب ہوگا بحق شرع۔ ہاں اگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کردے اس سے دست بردار ہوجائے تو درست ہے۔اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طور پر ایک دوسرے کے شوہر و بیوی ہوگئے، ازدواجی تعلق قائم رکھنا جائز اور درست ہے۔ سعودی عرب اور مصر کے علماء کے فتویٰ منسلک کرکے سوال کرنا چاہیے تھا۔واللہ تعالیٰ اعلم (ماخذ: دار الافتاء دار العلوم دیوبندفتوی نمبر: ۲۳۸۵تاریخ اجراء: Sep 16, 2007@)۔

پہلے فتوی میں سائل کے سوال کی بنیاد پر عارضی شادی مانتے ہوئے ناجائز کا فتوی دیا گیا، دوسرے فتوی میں فی نفسہ جواز کا فتوی دیا گیا ہے اور نکاح مسیار کی صحیح صور ت حال پیش کرنے کو کہا گیا ہے۔

*جامعہ بنوریہ عالمیہ کے دارالافتاء و القضاء کے مفتی عبداللہ اسلم صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

سوال: جناب مجھے نکاح مسیار کے بارے میں فتوی چاہیے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ سنا ہے کہ سعودیہ میں جائز قرار دیا گیا ہے۔

الجواب: مذکور نکاح مسیار اگر مدت کی تصریح کے ساتھ ہو تو یہ نکاح مؤقت یا اس کی ایک قسم ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اس لیے اس سے احتراز لازم ہےجب کہ ایسا قانون بنانا بھی درست نہیں، اور اگر بوقت عقد مدت کی صراحت نہ ہو لیکن فریقین یا دونوں میں سے کسی ایک کے دل میں یہ نیت ہو کہ ایک مخصوص مدت گذرنے کے بعد طلاق کے ذریعہ علاحدگی اختیار کرلی جائے گی تو اس صورت میں اگرچہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق نکاح منعقد ہوجاتا ہےلیکن اس ارادے کے ساتھ نکاح کرنا بھی بہت سے مقاصد و مصالح نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سےشرعاً مکروہ ہوگا، اس لیے حتی الوسع اس سے احتراز کرنا چاہیے (دارالافتاء جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی: فتوی نمبر : ۱۸۵۹۶۔)۔

*جامعہ بنوریہ عالمیہ کے دارالافتاء و القضاء کے مفتی محمد علیم صاحب فرما تے ہیں: نکاح مسیار اگر مدت کی تصریح کے ساتھ ہو کہ اتنی مدت مثلاً مہینہ ، ہفتہ وغیرہ مخصوص وقت تک نکاح کیا جائےتو یہ بھی نکاح مؤقت یا متعہ کی ایک قسم ہےجو ناجائز اور حرام ہے، اگر بوقت عقد مدت کی صراحت نہ ہو،لیکن فریقین یا دونوں میں سےکسی ایک کے دل میں یہ نیت ہو کہ ایک وقت مخصوص مدت گذرنے کے بعد طلاق کے ذریعہ

علاحدگی اختیار کرلی جائے گی تو اس صورت میں اگرچہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق نکاح منعقد ہوجاتا ہےاور میاں بیوی کی طرح رہنا حرام نہیں ہوتا، لیکن اس ارادہ کے ساتھ نکاح کرنا بھی بہت سے مقاصد و مصالح نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرعاً مکروہ ہے، اس لیے حتی الوسع اس سے احتراز چاہیے (دارالافتاء جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی: فتوی نمبر ۲۴۲۵۰)۔

یہ دونوں فتوے نکاح مسیار کو کراہت کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں۔

* البتہ اس سلسلے میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے دارالافتاء سے ایک تفصیلی فتوی صادر ہوا ہےجس میں نکاح مسیار کو ناجائز بتایا گیا ہے، فتوے کا بنیادی حصہ ملاحظہ فرمائیں:

نکاح مسیار کی صورت : نکاحِ مسیار جو زواجِ مسیار کے نام سے معروف ہے،اس کی صورت یہ ہے کہ:

مرد حالتِ سفر یا ملازمت کےلیے کسی دوسرے ملک میں جائے اور اسے وہاں اپنی طبعی خواہش پوری کرنے کی حاجت ہو تو طلاق کی نیت سے نکاح کرلے، یعنی دل میں یہ سوچے کہ جب میں سال دو سال بعد واپس چلا جاؤں گا تو طلاق دے دوں گا۔

نکاح کا بار مرد پر کم سے کم ڈالنے کی خاطر عورت نان نفقہ اور ساتھ رہنے کے حق وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے،لہذابیوی اپنے میکے میں رہتی ہے، اورمرد کو جب موقع ملتا ہے وہ بیوی سے اس کے میکے آکر یا کچھ وقت کے لیے ساتھ کسی دوسری جگہ لے جاکر طبعی تقاضہ پورا کرتا ہے، اسے ‘‘نکاحِ مسیار’’ اور عربی زبان میں ‘‘زواجِ مسیار’’ کہتے ہیں، اس عمل کو جواز کا جامہ پہنا نے کےلیے ظاہری طور پر نکاح کی شرائط و ارکان یعنی ایجاب وقبول،گواہ اور مہروغیرہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

نکاح مسیار کا حکم : نکاحِ مسیار کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔۔نکاحِ مسیار کو اگرچہ نکاح یا زواج کا نام دیا جائے، لیکن اس عمل کا مقصد نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد ایک متعین وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے جو نکاح کے شرعی مقاصدکے خلاف ہے۔

اور اوپر کی سطور میں قرآن وحدیث کی رو سے واضح ہوچکا ہے کہ جس نکاح میں صرف شہوت رانی مقصود ہو وہ شرعی نکاح کے مقصد کے خلاف ہے۔

۲۔ اس عمل کے ذریعہ شریعتِ مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کےلیے وضع کردہ کئی اَحکام کی خلاف ورزی اور بہت سے اَحکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجہ میں بیوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے، جب کہ نکاح کے عقد کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے ‘‘ بدائع الصنائع ’’

کے حوالہ سے نکاح کے اَحکام تفصیلی ذکر کیے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: بدائع میں نکاح کے اَحکام علیحدہ فصل میں ذکر کیے ہیں، فرماتے ہیں کہ نکاح کے اَحکام میں سے مہر کا واجب ہونا، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہونا،حرمتِ مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اجرا اور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا (جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہیں۔

شبہ اور اس کا ازالہ: اگر یہ کہا جائے کہ ‘‘نکاحِ مسیار’’ میں عدمِ نفقہ یا طلاق دینے کی شرط یا نیت سب باطل شرطیں ہیں جو خود ساقط ہوجائیں گی اور نکاح درست رہے گا۔

جواب: شریعت کے اصل اور ضابطہ کے مطابق نفقہ نہ دینے یا طلاق دینے کی شرائط باطل ہوکر عقد صحیح ہو جائے گا، لیکن عرف میں ان شرائط پر عمل کرنے کو لازم سمجھاجاتا ہے،ان شرائط پر عمل کرنا نکاح کی روح اور مقاصد کے خلاف ہے، لہٰذا شرط باطل ہوجانے کے بعد بھی اس قسم کے عقد کے جواز کا فتویٰ دینا مفاسد سے خالی نہیں ہے۔

۳۔ اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوتِ نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار کرے، لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی تو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے، یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرزپر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے، کیوں کہ مقررہ مدت پوری ہوجانے کے بعد شوہر طلاق دےکر چلا جائے گا، چوں کہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنی طبعی تقاضا پورا کرنا تھا تو شوہر بچے سے بے فکر ہوکر چلا جاتا ہے، اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہے، انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہیں آتا، پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقہ سے نہیں ہو تی اور وہ مکمل نشو و نما نہیں پاتے، تو اس سے ا س کی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے۔

۴۔ اس قسم کی شادی میں عورت مرد کو اپنا نگران اور مسئول نہیں سمجھتی ، جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیدا ہوتی ہےاور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

۵۔ اس قسم کے عقد میں خوا تین کی تذلیل ہے، کیوں کہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف وقتِ متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، وقتِ مقررہ کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے، عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لیے شریعت نے پہلے شوہر کے لیے بیوی کو حلال کرنے کےلیے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہِ تحریمی (ناجائز) قرار دیا ہے۔

۶۔اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے، کیوں کہ نہ

میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کےلیے رہائش ہوتی ہے، اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت و محبت ہوتی ہے جوکہ نکاح کا لازمی جز اور مقصد ہے ۔

۷۔ اس رشتے اور تعلق میں دوام نہیں ہے، بلکہ أبغض المباحات ‘‘طلاق ’’ دینے کی نیت ہے، اس لیے نکاحِ مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے، عمرانی حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کے جواز کا قول بھی نہیں کیا جاسکتا،

۸۔ اس قسم کا نکاح معناً ‘‘نکاحِ موقت ’’ ہے، علامہ شامی وغیرہ نے نکاحِ موقت اور متعہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ:نکاحِ متعہ اور مؤقت باطل ہے۔

۹۔ اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہےکہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کےلیے چور دروازہ ہے، اسی لیے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجات دی گئی ہے وہاں امیر اور صاحبِ ثروت لوگوں نے اس کا فائد اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کوخرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دےدی، بلکہ اگر یہ کہا جائے گا کہ یہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا،اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تومعروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقہ سے زنا کرنے لگ جائیں گے۔

۱۰۔ اگرچہ ابتدا میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ طویل عرصے تک سفر میں رہنا بیان کی بھی جائے یا بطورِ شرط رکھی جائے، لیکن اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر چلے جائیں، یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کے شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے۔

ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے ‘‘نکاح مسیار’’ (زواج مسیار) کی شرعاً اجازت نہیں (فتوی نمبر : ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳۔ دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)۔

اس میں نکاح مسیار کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں، عدم جواز کی جو وجوہات درج کی گئی ہیں اس میں سے اکثر کا تعلق نکاح مسیار کی اس صورت سے ہے جس میں متعینہ وقت کے بعد طلاق کی شرط ہوتی ہے اور بعض وجوہات کا تعلق دوسری صورت سے بھی ہے۔ (حالاں کہ علماء عرب کے حوالے سے نکاح مسیار کی جو صورتیں اوپر درج کی گئی ہیں اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نکاح مسیار میں طلاق کی شرط نہیں ہوتی، بلکہ دوسری ہی صورت کو عام علماء عرب نے نکاح مسیار کی تعریف میں پیش کیا ہے)۔ بہرحال مجموعی طور پر عدم جواز کی جو بھی وجوہات درج کی گئی ہیں وہ وزنی ہیں اور قابل توجہ ہیں۔

*جامعۃ الرشید کراچی کا فتوی ملاحظہ فرمائیں:

سوال:کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام عرب دنیا میں آج کل رواج پذیر نکاح کی اس جدید صورت کے بارے میں جس کو نکاح مسیار یعنی دوستانہ نکاح کہتے ہیں،جس کی صورت یہ ہے کہ نفس عقد میں عورت بغیر الفاظ کی صراحت کے اپنے بنیادی حقوق: نان و نفقہ،سکنی اور شب باشی سے ایک متعین مدت تک دستبردار ہوجاتی ہے،اس بارے میں راہنمائی فرماکر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب : شریعت میں نکاح کے مقاصد درج ذیل ہیں:ا۔ایمان کی حفاظت اور گناہوں سے بچنا۲۔خوشگوار ازدواجی زندگی۳۔خاندانی نظام کی حفاظت۴۔اولاد کا حصول۵۔اچھے ماحول میں بچوں کی تربیت اور اچھا ماحول اسی وقت مل سکتا ہے جب بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی توجہ اور محبت حاصل ہو۔نکاح مسیار سے مذکورہ بالا مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے،کیونکہ ان مقاصد کا حصول تب ممکن ہے،جب میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہیں۔نیز اس طریقے سے نکاح کے عام ہونے کی صورت میں ہمارے معاشرے پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہوں گے:ا۔مرد شہوت پوری کرنے کے لیے یہ عقد کریں گے اور عورت و اولاد کی ذمہ داری نہیں اٹھائیں گے جس سے خاندانی نظام تباہ ہوجائے گا۔۲۔عورتیں مردوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جائیں گی،جن کے حقوق اور کفالت کا کوئی ذمہ دار نہیں رہے گا۔۳۔مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہے گا۔۴۔طلاق کی شرح بڑھ جائے گی،کیونکہ عورت جب ایک بار اپنے نان نفقہ سے دستبردار ہوگئی تو ضرورت کے وقت مطالبے کی صورت میں اختلاف ہوگا اور پھر طلاق کی نوبت آئے گی۔۵۔نان نفقہ کا بوجھ عورت پر پڑے گا جس کے حصول میں اس کی عفت کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔٦۔نکاح اور زنا میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب چھپ کر کیا جاتا ہے،جبکہ نکاح سرعام کرنے کا حکم دیا گیا ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کا مفہوم ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا کرو۔درج بالا مفاسد کے ساتھ ساتھ یہ نکاح انبیاء علیہم السلام،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ،سلف صالحین اورجمہور امت کے طریقہ کے بھی خلاف ہے۔گو کہ اس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہوں گے، لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں اور نقصانات بھی ایسے ہیں جو کسی بھی قوم کی خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کا سبب بن سکتے ہیں، جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو ان مفاسدکا سامنا ہے، اس لیے اس طریقے سے نکاح کی اجازت قطعا نہیں دی جاسکتی۔

حوالہ جات''التفسير المنير للزحيلي" (٢/ ٣٥٢):''وفيه حثّ للمؤمن على احترام صلة الزوجية، والبعد عن أفعال الجاهلية. واذكروا نعمة الله عليكم بالإسلام وسائر نعمه، ومنها جعل الرحمة والمودة بين الزوجين، كما قال الله تعالى: وَمِنْ آياتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْواجاً

لِتَسْكُنُوا إِلَيْها، وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً [الروم ٣٠/ ٢١]. واذكروا ما أنزل الله عليكم في القرآن والسّنة النّبوية من أحكام وحكم تشريعيّة، لتوفير استقرار الحياة الزوجية، وتحقيق السعادة والهناءة وغير ذلك، مما فيه مصلحة ومنفعة، إذ أن الأحكام تضع أصول النظام، وأسرار الحكمة التشريعية تساعد على الامتثال والاتّعاظ والاقتناع.ثم وثّق الحقّ سبحانه وتعالى الأحكام التشريعية في الزواج بما يبعث على احترامها، وهو التقوى أي خوف الله، وامتثال أمره، واجتناب نهيه، وترك احتقار المرأة وعدم المبالاة برابطة الزوجية المقدسة، خلافا لما كان عليه العرب في الجاهلية من الاستهانة بالمرأة، واتّخاذها مجرد متاع، وتطليقها لأتفه الأسباب، ومضارّتها بالمراجعة، وجعلها كالمعلّقة، وهذا ما يفعله الجهّال والطّائشون اليوم"."المستدرك على الصحيحين للحاكم "(٢/ ٢٠٠):"عن عامر بن عبد الله بن الزبير، عن أبيه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «أعلنوا النكاح» هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه ".[التعليق - من تلخيص الذهبي]٢٧٣٨ – صحيح"سنن أبي داود" (٢/ ٢٢٠):٢٠٥٠ - حدثنا أحمد بن إبراهيم، حدثنا يزيد بن هارون، أخبرنا مستلم بن سعيد ابن أخت منصور بن زاذان، عن منصور يعني ابن زاذان، عن معاوية بن قرة، عن معقل بن يسار، قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: إني أصبت امرأة ذات حسب وجمال، وإنها لا تلد، أفأتزوجها، قال:''لا'' ثم أتاه الثانية فنهاه، ثم أتاه الثالثة، فقال: ''تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم''.

مجیب: محمد طارق صاحب، مفتی آفتاب احمد صاحب، مفتی سعید احمد حسن صاحب (ماخذ :دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی فتوی نمبر ٦٢٣٥٦تاریخ اجراء ٢٠١٨-٠٢-٢٨@)

*مفتی سید نجم الحسن امروہوی (دامت برکاتہم العالیۃ)شیخ الحدیث دارالعلوم یٰسین القرآن کراچی کا فتوی ملاحظہ فرمائیں:

سؤال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عوام میں نکاحِ مسیار کے نام سے ایک بحث چل رہی ہے اس نکاح کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک شخص کسی غیر ملک میں کام کے سلسلے میں جائے پھر اسے وہاں نکاح کی حاجت ہو تو طلاق کی نیت سے نکاح کرلے یعنی جب میں واپس آئوں گاسال دو سال بعد تو طلاق دیدوں گا ظاہر ہے اپنے ملک میں تو اسے رکھنا ناممکن ہوتا ہے، لہٰذا مستقبل میں ایقاعِ طلاق اگرچہ مصرح نہ ہو لیکن المعروف کالمشروط یا المتیقن کالواقع کے تحت طلاق کا پایا جانا لابدی امر ہے۔ آیا ان کیفیات میں اس پر دیسی شخص کا کیا ہوا یہ نکاح متعہ کی طرح نہیں؟ جائز ہے یا ناجائز؟ آیا عہد صحابہ و تابعین میں ایسے نکاح کی نظیر ملتی ہے؟ نیز آپ کی نظر میں نکاحِ مسیار کی اور کوئی صورت بنتی ہو تو بتادیں اور سنا ہے کہ بعض لوگ عورتوں سے تمام حقوق بھی معاف کرالیتے ہیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب: متعہ اس عقد کو کہا جاتا ہے جس میں محدود مدت کیلئے کسی عورت سے استمتاع کا حصول مقصود ہو اور یہ مدت علی التعیین یالا علی

التعیین بہرحال الفاظ میں ذکر ہوتی ہے جبکہ جو عقد آپ نے ذکر کیا اس میں عقد مطلقا ہورہا ہے، البتہ نیت ایک عرصے بعد طلاق دینے کی ہے۔نیز متعہ میں نکاح کے احکامات مثلاً وراثت، نسب کا الحاق، عدت کا وجوب وغیرہ مرتب نہیں ہوتے، جبکہ سوال میں ذکر کردہ عقد میں ان سب کا اجراء ہوگا۔ متعہ میں شرائط نکاح گواہ اذن ولی وغیرہ موجود نہیں ہوتے وہ سرے سے ایک باطل عقد ہے مخصوص مدت کی انتہاء کے ساتھ خود ہی ختم ہوجاتا ہے۔لہٰذا اس عقد کو متعہ کہنا تو درست نہیں، البتہ یہ نکاح بشرطِ طلاق کی طرح کا عقد ہے نکاح بشرط طلاق یہ ہے کہ ایک شخص اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ میں ایک سال بعد یا حج سے واپسی کے بعد اسے طلاق دے دوں گا۔ یہ عقد درست ہے اور طلاق کی شرط لغو ہے نہ اس سے طلاق واقع ہوتی ہے اور نہ بعد میں طلاق دینا ہو گی۔ اس عقد کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط صلب عقد میں نہیں بلکہ ایجاب وقبول مطلق ہے۔ اسی طرح سوال میں ذکر کردہ عقد (اگرمسیار اسی عقد کا نام ہو توپھر مسیار) یہ عقد صحیح ہے باقی نیت کا کچھ اعتبار نہیں اور حقوق معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے بدستور شوہر کے ذمے باقی رہیں گے، لیکن یہاں چند باتیں ذہن نشین رہیں اوّلاً اس طرح کی نیت سے نکاح نہیں کرنا چاہئے، دوام کی نیت ہو اللہ تعالیٰ آسانی فرمائینگے، ثانیاً اگر اس طرح کا عقد کرلیا ہے تو پھر از حد کوشش کرے کے طلاق نہ دے کیونکہ طلاق مبغوض چیز ہے نیز بیوی کے حقوق بھی ادا کرے۔ اسلام نے نکاح کو اسی لئے مشروع کیا ہے نکاحِ مسیار کی جو صورت آپ نے لکھی ہے اگر واقعۃً صورت یہی ہے تو بہرحال یہ فطرت سے منحرف عقد ہے اور سنت و شریعت کے مخالف ہے عقد اگرچہ منعقد ہو امام نووی مسلم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:''وأجمعوا على أن من نكح نكاحا مطلقا ونيته أن لا يمكث معها إلا مدة نواها فنكاحه صحيح حلال وليس نكاح متعة وإنما نكاح المتعة ما وقع بالشرط المذكور ولكن قال مالك ليس هذا من أخلاق الناس وشذ الأوزاعي فقال هو نكاح متعة ولا خير فيه والله أعلم "اجماع ہے اس بات پر کہ اگر ایک شخص مطلق نکاح کرے اور اس کی نیت ہو کہ وہ بیوی کے ساتھ مخصوص مدت جس کی اس نے نیت کی ہے سے زیادہ نہ رہے گا تو اس کا نکاح صحیح اور حلال ہے اور یہ نکاحِ متعہ نہیں۔ نکاح متعہ تو یہ ہے کہ مذکورہ نیت کی شرط لگائی جائے لیکن امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ (بنیتِ طلاق نکاح) اخلاقیات میں سے نہیں ہے امام اوزاعی کا تفرد ہے کہ وہ فرماتے ہیں یہ بھی متعہ ہے اس میں کوئی خیر نہیں۔ واللہ اعلم''لمافی الهندية (۲۸۳/۱):''ولو تزوجها مطلقا وفي نيته أن يقعد معها مدة نواها فالنكاح صحيح كذا في التبيين''۔وفی الدرالمختار:(۵۱/۳): (وبطل نكاح متعة ومؤقت) وإن جهلت المدة أو طالت في الأصح وليس منه ما لو نكحها على أن يطلقها بعد شهر أو نوى مكثه معها مدةمعينة۔وفی الشامية تحت قوله (او نوى الخ) لأن التوقيت انما يكون باللفظ، بحر''۔ و فی اللجنة اللدائمة (۴۴۸/۱۸):س: انتشر بين أوساط الشباب السفر خارج البلاد للزواج

بنية الطلاق، والزواج هو الهدف في السفر استنادا على فتوى بهذا الخصوص، وقد فهم الكثير من الناس الفتوى خطأ، فماحكم هذا؟ج: الزواج بنية الطلاق زواج مؤقت، والزواج المؤقت زواج باطل؛ لأنه متعة، والمتعة محرمة بالإجماع، والزواج الصحيح: أن يتزوج بنية بقاء الزوجية والاستمرار فيها، فإن صلحت له الزوجة وناسبت له وإلا طلقها، قال تعالى: { فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ } وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم" (نجم الفتاوى ۳۱۷،۴، یونیکوڈ غیر موافق للمطبوع)۔

علماء عرب کی آراء:

*نکاح مسیار میں جس طرح کی شرطیں لگائی جاتی ہیں، اس اعتبار سے شیخ وھبۃ الزحیلی فرماتے ہیں نے اشتراط فی النکاح سے متعلق ائمہ کے مذاہب نقل کرنے کے بعد حنابلہ کی رائے کو ترجیح دی ہے، یعنی اس طرح کی شرطیں لگانا صحیح ہے اور ان کو پورا کرنا بھی لازم ہوگا، ملاحظہ فرمائیں:

"والخلاصۃ: ان الفقہاء اتفقوا علی صحۃ الشروط التی تلائم مقتضی العقد، و علی بطلان الشروط التی تنافی المقصود من الزواج أو تخالف احکام الشریعۃ، و اتفق الحنفیۃ و المالکیۃ و الحنابلۃعلی صحۃ الشروط التی یکون فیھا تحقیق وصف مرغوب فیہ، او خلو المراۃ من عیب لایثبت الخیار فی فسخ الزواج، و اختلفوا فی الشروط التی لاتکون من مقتضی العقد، و لکنھا لاتنافی حکما من أحکام الزواج، وفیھا منفعۃ لأحد العاقدین، کاشتراط ألا یتزوج علیھا أو ألا یسافر بھا، أو ألا لایخرجھا من دارھا أو بلدھا و نحوھا، فالحنابلۃ یقولون: إنھا شروط صحیحۃ یلزم الوفاء بھا، و الحنفیۃ یقولون: إنھا شروط ملغاۃ، والعقد صحیح، و المالکیۃ یقولون: إنھا شروط مکروھۃ لایلزم الوفاء بھا، بل یستحب فقط و الشافعیۃ یقولون: إنھا شروط باطلۃ، و یصح الزواج بدونھا۔ و رأی الحنابلۃ ھو الراجح لدی، للأدلۃ السابقۃ التی ذکروھا، لذا أخذ بہ القانون السوری" (الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۹/ ۶۵۴۶، ۶۵۴۷)۔

*دکتور عبدالکریم الزیدان کی درج ذیل عبارت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نکاح مسیار میں جس طرح کی شرطیں لگائی جاتی ہیں اس اعتبار سے نکاح تو منعقد ہوجائے گا، البتہ وہ شرطیں لغو ہوجائیں گی اور ان کا پورا کرنا لازم نہیں ہوگا، ملاحظہ فرمائیں:

"القسم الثانی من الشروط المقترنۃ بعقد النکاح: و یشمل ھذا القسم مایصح العقد بہ و یبطل الشرط وحدہ، مثل أن یشترط أن لا مھر لھا، أو لاینفق علیھا، أو أصدقھا أی دفع لھا مھرا رجع علیھا بما دفعہ لھا، أو تشترط علیہ أن لایطاھا، أو یعزل عنھا، أو یقسم لھا أقل من قسم زوجتہ الأخری، أو لایکون عندھا فی الأسبوع إلا لیلۃ واحدۃ، أو شرط أن یکون عندھا نھارا لا لیلا، أو شرط علی المرأۃ أن تنفق علیہ أو تعطیہ شیئا۔ فھذہ الشروط کلھا باطلۃ فی نفسھا؛ لأنھا تنافی مقتضی العقد، و لأنھا تتضمن إسقاط حقوق تجب بالعقد قبل انعقادہ فلم یصح"(المفصل فی احکام المراۃ و البیت المسلم فی الشریعۃ الاسلامیۃ ۶ / ۱۳۶)۔

نکاح مسیار سے متعلق دیگر عرب علماء کی آراء درج ذیل ہیں:

شیخ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

''فإذا وجدت هذه الأمور الأربعة: الإيجاب و القبول من أهلهما، و الإعلام ولو فی حده الأدنی، وعدم التاقيت، و المهر، و لو تنازلت عنہ المرأة بعد ذلک، فالزواج صحيح شرعا، و إن تنازلت المرأة فيہ عن بعض حقوقها، ما عدا حق الجماع الذی لايجوز أن يشرط فی العقد، لأنہ شرط ينافی مقصود العقد فيبطلہ'' (زواج المسيار حقيقتہ و حكمہ،۷) ۔

عبدالعزیز بن محمد بن عبداللہ الحجیلان نے نکاح مسیار کے سلسلے علماء عرب کے اقوال کو پانچ قسموں میں بانٹا ہے، (۱) مباح مع الکراہۃ، جس قائلین ہیں: اراکین المجمع الفقهی الاسلامی لاتابع لرابطۃ العالم الاسلامی، شیخ یوسف القرضاوی، شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع جو هیئۃ کبار العلماء بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ کے رکن، الاستاذ الدکتور وهبۃ مصطفی الزحیلی ، شیخ دکتور سعود بن ابراہیم الشریم امام المسجد الحرام، دکتور احمد الحجی الکردی رکن مجلس فتوی کویت و دیگر حضرات، (۲) مباح مطلقاً، مرکز البحوث الشرعیۃ التابع لدارالافتاء المصریۃ، شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ، شیخ نصر فرید واصل سابق مفتی جمہوریۃ مصر ، شیخ علی جمعۃ مفتی مصر، شیخ محمد سید طنطاوی شیخ الازہر، شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین رکن اللجنۃ الدائمۃ سعودیہ، شیخ عبداللہ بن محمد المطلق رکن اللجنۃ الدائمۃ سعودیہ۔وغیرہ (۳) حرام مع صحۃ العقد۔ شیخ محمد بن ناصر الالبانی، شیخ عمر بن سلیمان الاشقر، دکتور ابراهیم فاضل الدبو استاذ کلیۃ الشریعۃ و القانون عمان، دکتور محمد عبدالغفار الشریف عمید کلیۃ الشریعۃ و الدراسات الاسلامیۃ کویت، شیخ عبدالعزیز المسند مشیر وزارۃ التعلیم العالی سعودیۃ، وغیرہ۔ (۴) حرام مع بطلان العقد۔ دکتور عبداللہ الجبوری، دکتور عجیل جاسم النشمی سابق عمید کلیۃ الشریعۃ جامعہ کویت، دکتور محمد الراوی رکن مجمع البحوث الاسلامیۃ ازہر، (۵) توقف۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین، دکتور محمد فالح المطلق استاذ جامعہ یرموک اردن، دکتور عمر بن سعود العید استاذ کلیۃ اصول الدین جامعۃ امام محمد بن سعود ریاض،

ان اقوال کو پیش کرنے کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ: ''بعد طول نظر و تامل فی الحكمۃ من مشروعيۃ الزواج و حكمہ و جريان الأحكام الخمسۃ عليہ وفی عموم المسئلۃ من كل جوانبها ، و نظر فاحص فی الأقوال و الأدلۃ فيها، و كذلک بعد النظر فی ما كتب و قيل فی وسائل الاعلام المختلفۃ، و المواقع والمنتديات الالكترونيۃ عن هذا الزواج تبين أن الاظهر-واللہ اعلم بالصواب-هو القول فی ان زواج المسيار يجری عليہ أكثر من حكم بحسب حال الرجل و حال المرأة، فإن كانت الدواعی إليہ عند الرجل مقبولۃ ووجيهۃ شرعا و عرفا فی وقت تكون الدواعی لدی المرأة التی يرغب الزواج بها مقبولۃ و وجيهۃ، و وضعها ومصلحتها تقتضی القبول بهذا الزواج فإن هذا لزواج يباح لها، و لا استبعد الاستحباب فی بعض الحالۃ ---الخ''

یعنی حالات کے اعتبار سے مباح، بلکہ مستحب بھی ہوجائے گا، اور بعض حالات مکروہ و حرام بھی ہوگا اور انہوں نے ایک ٹی وی چینل پر کہا کہ : میں ان کے ساتھ ہوں جو اس کو مکروہ سمجھتے ہیں،کراہت کے ساتھ مباح ہے، اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی، ہوسکتا ہے اس میں ضرر ہو۔

شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع جو ھیئۃ کبار العلماء بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ کے رکن ہیں فرماتے ہینکہ: میں اس کو ناجائز نہیں کَہ سکتا البتہ مکروہ سمجھتا ہوں، اس میں عورت کی بت بے احترامی ہے(المختار فی زواج المسیار،۱۵۱)۔

*شیخ عبد اللہ الطیار فرماتے ہیں کہ نکاح مسیار فی نفسہ جائز ہے، البتہ بہتر نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیں:

‘‘حكم نكاح المسيار. هذا النوع من الأنكحة جائز وصحيح إذا توفرت له شروطه وأركانه، من التراضي، ووجود الولي والشهود ... إلخ، لكنه ليس هو الصورة المثلى والمطلوبة من الزواج، وهذا هو ما أفتى به سماحة الشيخ عبد العزيز بن باز -رحمه الله-: وذلك؛ لأن من حق المرأة أن تتنازل عن حقوقها أو بعضها المُقَرَّرة لها شرعًا، ومنها النفقة والمسكن والقَسْم في المَبيت ليلًا، وقد ورد في الصحيحين أن سَودة وَهَبَتْ يومَها لعائشة -رضي الله عنها-، ولو كان هذا غيرَ جائز شرعًا، لمَا أقره الرسول - صلى الله عليه وسلم -، وكل شرط لا يُؤثر في الغرض الجوهريّ والمقصود الأصليّ لعقد النكاح فهو شرط صحيح، ولا يَخِلُّ بعقد الزواج ولا يبطله’’.

* شیخ عبد اللہ الطیار نے تائید کے طور پر رابطہ عالم اسلامی کے مجمع فقہی کا فیصلہ بھی درج فرمایا ہے جس میں نکاح مسیار کو خلاف اولی قرار دیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

وقد صدر قرار من المجمع الفقهي برابطة العالم الإسلامي، جاء فيه قرار رقم: ١٠٦ (٥/ ١٨): بشأن عقود النكاح المستحدثة:

‘‘يؤكد المجمع أن عقود الزواج المستحدثة وإن اختلفت أسماؤها وأوصافها وصورها لا بد أن تخضع لقواعد الشريعة المقررة وضوابطها من توافر الأركان والشروط وانتفاء الموانع، وقد أحدث الناس في عصرنا الحاضر بعض تلك العقود المبينة أحكامها فيما يأتي:

إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم أو بعض منها وترضى بأن يأتي الرجل إلى دارها في أي وقت شاء من ليل أو نهار.

ويتناول ذلك أيضًا إبرام عقد زواج على أن تظل الفتاة في بيت أهلها، ثم يلتقيان متى رغبا في بيت أهلها أو في أي مكان آخر، حيث لا يتوفر سكن لهما ولا نفقة.

هذان العقدان وأمثالهما صحيحان إذا توافرت فيهما أركان الزواج وشروطه وخلوه من الموانع، ولكن ذلك خلاف الأولى’’ أ. هـ.

إلى أن قالوا: ‘‘ولذا ننصح بعدم اللجوء إليه؛ لأن أضراره أكثر من منافعه، ولما فيه من هدم المعاني السامية للزواج، بل هو قائم على المتعة المؤقتة التي يعقبها كثير من المشاكل للرجل

والمرأة، وتكوين الأسرة الصغير؛ إحدى لبنات المجتمع الكبير"(كتاب الفقه الميسر ۱۱ /۵۰، ۵۱، ۵۲۔ الشاملۃ)۔

یعنی عرب علماء سے زواج مسیار کے سلسلے میں تین طرح کے قول منقول ہیں، اباحت، حرمت اور توقف، اکثریت کا میلان اباحت مع کراہت کی طرف ہے۔

نکاح مسیار سے متعلق مسلم حکومتوں کا نظام و قانون:

سعودیہ اور خلیجی ممالک میں نکاح مسیار کو قانونی حیثیت حاصل نہینہے، بلکہ رائج نکاح شرعی کے طور پر ہی اس کو لیا جاتا ہے، البتہ بعض منافی عقد شرطوں کو ذکر کرکے اس کے بطلان کے ساتھ نکاح کی صحت کو بیان کیا گیا ہے۔

"أكثر الدول العربية و الاسلاميةوضعت لها قوانين فى الأحوال الشخصية --- ولم يرد ذكر زواج المسيار باسمه او بوصفه الدقيق فى تلك القوانين، و إنما ورد فى بعضها نصوص تتناول بعض الشروط التى تنافى مقتضى عقد الزواج او مقصده۔ ---

قال الدكتور محمد النجيمى معقبا على هذه القوانين: ----- و على هذا ارى ان هذه القوانين تركت الباب مفتوحا فيما يتعلق بتنازل المراة عن حقوقها بدون اشتراط من الزوج، لكن أرى أن على هذه القوانين و غيرها أن تفرض بعض العقوبات الصارمة على الذين يثبت انهم يستغلون المراة فى زواج المسيار، و هذا من باب السياسة الشرعية القائمة اصلا على جلب المصالح و درء المفاسد، و حفظ حقوق الناس" (المختار فى زواج المسيار،۲۱۵)۔

دکتور محمد نجیمی کے کہنے کا مطلب ہے کہ ان قوانین میں نکاح مسیار کی مکمل گنجائش ہے، اس لیے تحفظات کے طور پر نکاح مسیار کی صورت میں دھوکہ دینے والے اور خواتین کا استحصال کرنے والوں کے لیے کچھ سخت سزائیں متعین ہونی چاہییں، تاکہ نکاح مسیار کرنے والے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

نکاح مسیار سے پیدا ہونے والے بچے کی سماجی حیثیت، فوائد و نقصانات:

فتاوی سے یہ بات سمجھ میں آچکی ہے کہ تمام مفاسد اور مضرتوں کے باوجود نکاح مسیار فی نفسہ منعقد ہوجاتا ہے، جب منعقد ہوجاتا ہے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ "الولد للفراش" (متفق علیہ حدیث) کے مطابق ثابت النسب ہوگا، والد کی میراث میں حقدار بھی ہوگا، اس کا نفقہ باپ کے ہی ذمہ ہوگا،نکاح مسیار کے بارے میں جن لوگوں نے بھی لکھا ہے انہوں نے اس پہلو سے کوئی بات نہیں کی ہے، حالاں کہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ جب شوہر عورت کے نفقہ اور سکنی کی ذمہ داری نہیں لے رہا ہے تو نکاح کے نتیجے میں ہونے والے والے بچے کا ذمہ دار کون ہوگا؟ یا تو نکاح مسیار میں توالد و تناسل کا ارداہ ہی نہیں ہوتا اور ایسا ہی ہے، یا ارادہ تو ہوتا ہے، لیکن اس کی پرورش کی ذمہ داری عورت پر ہوتی ہے، اور اگر ارادہ نہیں ہوتا ہے تو بچے کی پیدائش کی صورت میں ایک نیا جھگڑا شروع ہوگا، اور ہوتا بھی ہے،آپ الوطن نامی عربی ویب سائٹ کی یہ خبر

دیکھیں، کہ ایک شخص نے سماج سے چھپ کر نکاح مسیار کیا،جب حمل ٹھہرا تو شوہر نے کہا یا تو حمل ساقط کرو یا الگ ہوجاؤ، وہ خاتون اپنے بچے کی حفاظت کے لیے اپنے گھر والوں کے پاس چلی گئی اور اس نے ایک بچی کو جنا، لیکن بچی کی سند پیدائش بنوانے کے لیے شوہر بالکل تیار نہیں ہوا، وہ خاتون آج تک پھنسی ہوئی ہے۔

''أم فهد لم تكن قصتها أقل ألما من الزوجة السابقة، إذ قالت لـ''الوطن''، ''تزوجت من رجل يكبرني بعشرين عاما، مسيارا، هربا من نظرة المجتمع، إذ سبق لي الزواج والإنجاب من زوجي الأول، ووعدني زوجي الجديد الذي يعمل في وظيفة مرموقة بالسعادة، فتزوجت، وبعد فترة قصيرة حملت، إلا أني فوجئت بزوجي يطلب مني إسقاط الجنين، بزعم أنه لا يستطيع تحمل نفقاته، وخيرني بين الإجهاض، أو الانفصال، فهربت إلى بيت أهلي خوفا من أن يتعرض لي خلال الحمل، وأنجبت طفلة، وعندما حاولت استخرج شهادة ميلاد لها، صُدمت برفض زوجي استخراج أي أوراق ثبوتية لابنته''، مشيرة إلى أنها ما زالت معلقة حتى الآن''۔

نکاح مسیار کی صورت میں بچے کو لے کر ایسے حالات پیش آئیں گے، اس لیے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے دارالافتاء سے ایک تفصیلی فتوی میں زواج مسیار کے عدم جواز کی وجوہات میں ایک وجہ بچے پر منفی اثرات کا پڑنا بھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوتِ نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار کرے، لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی تو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے، یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرزپر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے، کیوں کہ مقررہ مدت پوری ہوجانے کے بعد شوہر طلاق دےکر چلا جائے گا، چوں کہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنی طبعی تقاضا پورا کرنا تھا تو شوہر بچے سے بے فکر ہوکر چلا جاتا ہے، اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہے، انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہیں آتا، پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقہ سے نہیں ہوتی اور وہ مکمل نشو ونما نہیں پاتے، تو اس سے ا س کی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے (فتوی نمبر : ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳۔ دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)۔

اسی طرح شیخ البانی فرماتے ہیں: ایسے نکاح کے بعد بچے کی تربیت اور اس کے اخلاق پر منفی اثر پڑے گا۔

الشيخ محمد ناصر الدين الألباني قال: ''إن فيه مضارا كثيرة على رأسها تأثيره السلبي على تربية الأولاد وأخلاقهم''۔

طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح:

جو شخص تعلیم کی غرض سے مغربی ممالک میں رہتا ہو اور اپنی عفت و پاکدامنی کی غرض سے نکاح کرلے ارادہ یہ ہو کہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں ان کا قیام رہے گاوہ اس رشتے کو باقی رکھیں گےاور جب وہاں سے ہمیشہ کے لیے اپنے وطن کو واپس ہوں گےتو طلاق دے کر رشتہ ختم کردیں گے، تو کیا نکاح کی اس صورت پر نکاح مؤقت کا اطلاق ہوگا؟

طلاق کے ذریعے نکاح کو ختم کرنے کی بات کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح کسی خاص وقت کے ساتھ محدود نہیں ہے،بلکہ تاحیات ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو ختم کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت پڑرہی ہے، اس لیے احناف کے یہاں یہ نکاح مؤقت نہیں، بلکہ صحیح ہے اور طلاق کی شرط لغو ہوگی، چنان چہ علامہ بابرتی فرماتے ہیں:

''و استشکل هذه المسئلة بما اذا شرط وقت العقد أن يطلقها بعد شهر، فإن النكاح صحيح والشرط باطل، و لا فرق بينهما و بين ما نحن فيه، و اجيب بأن الفرق بينهما ظاهر؛ لأن الطلاق قاطع للنكاح فاشتراطه بعد شهر لينقطع به، دليل على وجود العقد مؤبدا، و لهذا لو مضى الشهر لم يبطل النكاح فكان النكاح صحيحا و الشرط باطلا'' (العنایۃ علی هامش فتح القدیر۳/۲۵۰، ۲۵۱)۔

اسی طرح علامہ شامی و ابن نجیم مصری فرماتے ہیں:

''و ليس منه ما لو نكحها على أن يطلقها بعد شهر لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط، بحر''۔

أو نوى مكثه معها مدة معينة، لأن التوقيت إنما يكون باللفظ بحر''(ردالمحتار۴/ ۱۴۹۔ البحر الرائق۳/۱۹۰)۔

مفتی سید نجم الحسن امروہوی (دامت برکاتهم العالیۃ)شیخ الحدیث دارالعلوم یٰسین القرآن کراچی فرماتے ہیں:

''متعہ اس عقد کو کہا جاتا ہے جس میں محدود مدت کیلئے کسی عورت سے استمتاع کا حصول مقصود ہو اور یہ مدت علی التعیین یالا علی التعیین بہرحال الفاظ میں ذکر ہوتی ہے، جبکہ جو عقد آپ نے ذکر کیا اس میں عقد مطلقا ہورہا ہے البتہ نیت ایک عرصے بعد طلاق دینے کی ہےنیز متعہ میں نکاح کے احکامات مثلاً وراثت، نسب کا الحاق، عدت کا وجوب وغیرہ مرتب نہیں ہوتے، جبکہ سوال میں ذکر کردہ عقد میں ان سب کا اجراء ہوگا۔ متعہ میں شرائط نکاح گواہ اذن ولی وغیرہ موجود نہیں ہوتے وہ سرے سے ایک باطل عقد ہے مخصوص مدت کی انتہاء کے ساتھ خود ہی ختم ہوجاتا ہےلہٰذا اس عقد کو متعہ کہنا تو درست نہیں البتہ یہ نکاح بشرطِ طلاق کی طرح کا عقد ہے نکاح بشرط طلاق یہ ہے کہ ایک شخص اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ میں ایک سال بعد یا حج سے واپسی کے بعد اسے طلاق دے دوں گا۔ یہ عقد درست ہے اور طلاق کی شرط لغو ہے نہ اس سے طلاق واقع

ہوتی ہے اور نہ بعد میں طلاق دینا ہو گی۔ اس عقد کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط صلب عقد میں نہیں بلکہ ایجاب وقبول مطلق ہے'' (نجم الفتاوی۴،۳۱۷، یونیکوڈ غیرموافق للمطبوع)۔

طلاق کی نیت سے نکاح:

اگر دل میں یہ بات رکھے ہوئےہو کہ ایک مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتہ کو ختم کردے گا تو کیا یہ نکاح مؤقت کے دائرہ میں آئے گا؟

یہ صورت بھی نکاح مؤقت کی نہیں ہے، البتہ اس طرح کی نیت نہیں رکھنا چاہیے، یہ عورتوں کے ساتھ کھلواڑ ہے۔

''أما لو تزوج و فی نیتہ أن یطلقھا بعد مدۃ نواھا صح''(فتح القدیر ۳ / ۲۴۹، البحر الرائق ۳/ ۱۹۰)۔

نکاح مؤقت کی حقیقت:

اگرچہ حنفیہ میں سے امام زفرؒ نے نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں فرق کیا ہے، اور نکاح مؤقت کو جائز اور شرط کو لغو قرار دیا ہے؛ لیکن ائمۂ اربعہ اور صاحبین کے نزدیک دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ نکاح مؤقت نکاح متعہ کی ایک قسم ہے، نکاح متعہ میں ایجاب و قبول میں ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جو ''م، ت، ع '' سے مشتق ہوتے ہیں، جب کہ نکاح مؤقت میں نکاح و تزویج کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور اس میں گواہ بھی ہوتے ہے۔

''و النکاح المؤقت باطل مثل أن یتزوج امراۃ بشھادۃ شاھدین الی عشرۃ ایام۔ و الذی یفھم من عبارۃ المصنف فی الفرق بینھما شیئان: أحدھما وجود لفظ یشارک المتعۃ فی الاشتقاق کما ذکرنا آنفا فی نکاح المتعۃ، و الثانی شھود الشاھدین فی النکاح المؤقت مع ذکر لفظ التزویج او النکاح و ان تکون المدۃ معینۃ'' (العنایۃ علی ھامش فتح القدیر۳ / ۲۴۸، ۲۴۹)۔

''و بطل نکاح متعۃ و مؤقت ... و معناہ المشھور أن یوجد عقدا علی امراۃ لایراد بہ مقاصد عقد النکاح من القرار للولد و تربیتہ، بل إلی مدۃ معینۃ ینتھی العقد بانتھاءھا، أو غیر معینۃ بمعنی بقاء العقد مادام معھا إلی أن ینصرف عنھا فلاعقد، فیدخل فیہ بمادۃ المتعۃ و النکاح المؤقت أیضا، فیکون من أفراد المتعۃ وإن عقد بلفظ التزویج و احضر الشھود اھ ملخصا۔ وتبعہ فی البحر و النھر''(ردالمحتار ۴/ ۱۴۷- ۱۴۹)۔

''فیدخل فیہ ما بمادۃ المتعۃ و النکاح المؤقت أیضا، قلت: مما یؤید ھذا التحقیق ما فی الخانیۃ: ولو قال: تزوجتک شھرا فرضیت، عندنا یکون متعۃ و لا یکون نکاحا'' (منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۳ / ۱۹۱)۔

''اتفق المالکیۃ و الشافعیۃ و الحنابلۃ علی أن لافرق بین الإثنین، فالنکاح المؤقت ھو نکاح المتعۃ، و المشھور عند الحنفیۃ أن نکاح المتعۃ یشترط فیہ أن یکون بلفظ المتعۃ کان یقول

لها: متعینی بنفسک، أو أتمتع بک، او متعتک بنفسی، و لکن بعضهم حقق ان ذلک لم یثبت، و علی هذا یکون نکاح المتعۃ هو النکاح المؤقت، بلافرق عند الجمیع۔ أما حقیقۃ نکاح المتعۃ ، فهو أن یقیدعقد الزواج بوقت معین، کان یقول لها: زوجینی نفسک شهرا، أو تزوجتک مدۃ سنۃ، أو نحو ذلک، سواء کان ذلک صادرا أمام شهود و بمباشرۃ ولی، أو لا''(کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعۃ۴/ ۹۰)۔

نکاح موقت کا حکم اور ائمۂ اربعہ و صاحبین کا نقطۂ نظر:

ائمۂ اربعہ اور صاحبین کے نزدیک نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں کوئی فرق نہیں ہے اور بالاتفاق دونوں باطل ہیں۔

''فلایجوز النکاح المؤقت و هو نکاح المتعۃ و أنہ نوعان: أحدهما أن یکون بلفظ التمتع، و الثانی أن یکون بلفظ النکاح و التزویج و مایقوم مقامهما، أما الأول فهو أن یقول أعطیک کذا علی أن أتمتع منک یوما أو شهرا أو سنۃ و نحو ذلک، و أنہ باطل عند عامۃ العلماء ..... و أما الثانی فهو أن یقول أتزوجک عشرۃ أیام و نحو ذلک، و هو فاسد عند أصحابنا الثلاثۃ، و قال زفر : النکاح جائز و هو مؤبد و الشرط باطل''(بدائع الصنائع۲ / ۵۵۸)۔

''و سواء کان نکاح المتعۃ هو عین النکاح المؤقت، أو غیرہ فهو باطل باتفاق''(کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعۃ۴/ ۹۰۔ الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۹ / ۶۵۵۲)۔

البتہ اگر نکاح مؤقت میں کوئی ایسی مدت متعین کرے جس مدت تک عام طور پر انسان زندہ نہیں رہتا ہے تو اس نکاح مؤقت میں ائمہ کا اختلاف ہے، حنفیہ کا راجح قول بطلان کا ہی ہے۔

''و فرق فی الحکم بین أن یکون مؤجلا إلی أجل لایبلغانہ، أو یکون إلی أجل یبلغانہ، فإن کان مؤجلا إلی أجل لایبلغانہ فقد اختلف فی حکمہ: فقد ذهب الحنفیۃ و الحنابلۃ و أبوالحسن من المالکیۃ و البلقینی وبعض المتاخرین من الشافعیۃ إلی أنہ لو أجل النکاح بأجل لایبلغانہ صح النکاح کأنہ ذکر الأبد، لأن النکاح المطلق لایزید علی ذلک و التصریح بمقتضی الإطلاق لایضر، قال البلقینی:و فی نص الإمام الشافعی مایشهد لہ، و تبعہ علی ذلک بعض المتاخرین۔ ..... و ذهب المالکیۃ فی المذهب و الشافعیۃ عدا البلقینی إلی أن النکاح المؤقت إلی أجل لایبلغانہ باطل''(الموسوعۃ الفقهیۃ۴۱ / ۳۴۲، ۳۴۳۔ نکاح منهی عنہ)۔

''قالوا: ثلاثۃ اشیاء نسخت مرتین: المتعۃ و لحوم الحمر الأهلیۃ و التوجہ إلی بیت المقدس، أطلق فی المؤقت فشمل المدۃ الطویلۃ أیضا کان یتزوجها إلی ماتی سنۃ، و هو ظاهر المذهب و هو الصحیح کما فی المعراج، لأن التاقیت هو المعین لجهۃ المتعۃ'' (البحر الرائق ۳ / ۱۹۰۔ رد المحتار ۴ / ۱۴۹)۔

نکاح مسیار ۔ شریعت کی روشنی میں

مفتی جمیل احمد نذیری•

آج کل عالم عرب میں وہاں کے مخصوص حالات کے تحت، نکاح کی ایک مخصوص صورت جو ''نکاحِ مسیار کے نام سے رائج ومعروف ہے، شرعی غوروفکر کی متقاضی ہے، اس نکاح میں، انعقادِ نکاح کے لئے شریعت نے جو شرائط وارکان متعین کئے ہیں، ان کا لحاظ تو ہوتاہے، لیکن بیوی اپنی مرضی سے، نکاح کے نتیجے میں حاصل ہونے والے اپنے بعض حقوق مثلاً نفقہ، سکنیٰ، شب باشی وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے، اس لئے شریعت کی روشنی میں اس پر غور کرنا ضروری ہے کہ اس دست برداری کی کہاں تک گنجائش ہے، اور نکاحِ مسیار جواز کے دائرے میں آتاہے یا نہیں؟

نکاح مسیار: معنیٰ، مفہوم اور حقیقت:

علامہ یوسف القرضاوی اپنی کتاب ''زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ'' میں لکھتے ہیں:

''وأنا لا أعرف معنى المسيار فهى ليست كلمة معجمية فيما رأيت انما هى كلمة عامية دارجة فى بعض بلاد الخليج يقصدون منها المرور وعدم المكث الطويل'' (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ۶)۔

(مجھے مسیار کا معنیٰ معلوم نہیں، میرے خیال میں یہ عجمی لفظ بھی نہینہے، یہ عامی لفظ ہے جو خلیج کے بعض ممالک میں عوامی طور پر رائج ہوگیاہے، اس سے ان کی مراد گزرجانا اور زیادہ نہ رکنا ہے)۔

یوسف القرضاوی صاحب کی یہ بات نقل کرتے ہوئے ''زواج المسیار۔دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ'' کے مصنف عبدالملک بن یوسف بن محمدمطلق، تعریف زواج المسیار لغۃ کے تحت لکھتے ہیں:

''السير فى اللغة المضى فى الارض، تقول العرب سار الرجل يسير سيراً وتسياراً ومسيرة وسيرورة اذا ذهب والتسيار تفعال من السير وتقول العرب سارالكلام أو المثل فهو سائر وسيار اذا شارع وانتشر وذاع والذى يظهر هنا ان كلمة مسيار صيغة مبالغة علىٰ وزن مفعال، فنقول رجل مسيار وسيار اى الرجل الكثير السير'' (زواج المسیار: دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیہ۷۵)۔

(''سیر'' لغت میں زمین میں چلنا اور گزرجانا ہے، عرب کہتے ہیں سارالرجل یسیر سیراً ومسیاراً وسیرۃ وسیرورۃ۔ جب آدمی چلاجائے تسیار، تفعال کے وزن پر سیر سے

• مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام مبارکپور، اعظم گڑھ۔

بناہے۔ عرب کہتے ہیں سارالکلام اوالمثل، جب بات یا کہاوت عام ہوجائے، پھیل جائے، یہاں جو بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ کلمۂ مسیار مفعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ہم کہتے ہیں رجل مسیار وسیار، جب آدمی بہت چلنے والا ہو)۔

مزید لکھتے ہیں کہ

یہیں سے یہ لفظ نکاح کی اس مخصوص صورت کے لئے بھی لیا گیاہے، جو زیرِ بحث ہے، کیونکہ ایسی شادی کرنے والا آدمی اپنی بیوی کے پاس کسی بھی وقت چلا جاتاہے، اور وہاں زیادہ دیر ٹھہرتا نہیں، نہ رات گزارتا، نہ رکتاہے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ لفظ ''مسیار'' عوامی لفظ ہے، سعودی عرب کے علاقۂ نجد میں استعمال ہوتاہے، اس کا مطلب ہوتاہے ''دن میں کسی سے ملنا '' اس مخصوص نکاح کے لئے یہ لفظ اس لئے بولا جانے لگا کہ ایسا نکاح کرنے والا شخص، اپنی بیوی سے زیادہ تر، دن میں ہی ملتا ہے، ایسے انداز میں جیسے وہ کسی پڑوسی سے مل رہا ہو(کتاب مذکور،۷۵)۔

''نکاحِ مسیار'' کی کوئی اصطلاحی تعریف نہیں:

چونکہ قدیم فقہاء کے یہاں ''نکاح مسیار '' کا کوئی ذکر نہیں ملتا، اس لئے کتبِ فقہ میں اس کی کوئی اصطلاحی تعریف بھی مذکور نہیں، البتہ اس کی جو صورتیں اور نوعیتیں سامنے آرہی ہیں، ان میں سے بعض صورتوں اور نوعیتوں کا تذکرہ، مختلف انداز میں مل جاتاہے، مثلاً بیوی کا اپنے نان ونفقہ سے دست بردار ہوجانا، شب گزاری کے حق سے دست بردار ہوجانا، اپنے نکاح کو خفیہ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔

علمائے عرب نے تسلیم کیا ہے کہ جو عام انداز کا نکاح ہوتاہے اور نکاح کے نتیجے میں میاں بیوی جن حقوق وفرائض کے پابند ہوتے ہیں، ''نکاح مسیار '' اس انداز کا نکاح نہیں، لیکن یہ بھی شرعی اعتبار سے ایک منعقد نکاح ہوتاہے، نکاح کے ارکان وشرائط بھی پائے جاتے ہیں، اس لئے یہ کہنا کہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا، درست نہیں، اگرچہ ہم اس طریقۂ نکاح کو پسند نہ کریں، لیکن انعقادِ نکاح میں کوئی شبہ نہیں، یہ آدمی کا دوسرا، تیسرا یا چوتھا نکاح ہوتاہے کہ یہ تعدد ازدواج کے قبیل سے ہے، اس میں ایجاب وقبول بھی ہوتاہے، طرفین کی رضامندی اور ولایت وشہادت وکفاءت بھی ہوتی ہے، مہر بھی مقرر ہوتاہے، انعقادِ نکاح کے شرعی موانع سے خالی ہوتاہے، اس نکاح کے نتیجے میں بھی نکاح پر مرتب ہونے والے سارے حقوق، نسل، ارث، طلاق، عدت، ملکیت بضع، نان ونفقہ، سکنیٰ، شب گزاری وغیرہ حاصل ہوجاتے ہیں، لیکن عورت اور مرد باہمی رضامندی سے بعض حقوق سے دست بردار ہوجاتے ہیں (کتاب مذکور،۷۶)، اس طرح کا نکاح، بلاد عرب میں چند سالوں سےشروع ہوا ہے، البتہ اس کی مشابہ صورتیں پہلے بھی پائی جاتی تھیں (کتاب مذکور،۷۸)۔

غور کرنے کی چیز یہی ہے کہ جن حقوق سے دست برداری ہوتی ہے، شرعاً ان کی

گنجائش ہے یا نہیں؟۔

نکاحِ مسیار کے اسباب:

نکاحِ مسیار کے اسباب عام طور پر درج ذیل ہیں

۱۔ عالم عرب خصوصاً،اور بعض دوسرے علاقوں میں عموماً غیرشادی شدہ کنواری اور مطلقہ خواتین کی تعدادکا روزبروز بڑھنا۔ ایک تو طلاق کی کثرت کی وجہ سے، دوسرے عالم عرب میں عورت کے ولی کی طرف سے مرد سے مہر کی بڑی رقم کا مطالبہ کرنے سے۔

ان حالات کے پیشِ نظر بعض خواتین اس بات پر راضی ہوجاتی ہیں کہ کوئی مرد، پہلی بیوی رکھتے ہوئے اس سے شادی کرلے، اور شوہر کی پوزیشن وحالات کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے بعض حقوق مثلاً شب گزاری میں برابری وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہیں، شوہر ان کے پاس کبھی کبھی آتاہے، چوری، چھپے آتاہے، رات کے بجائے دن میں آتا ہے، لوگوں پر یہ ظاہر نہیں کرتاکہ ہم دونوں میاں بیوی ہیں۔

۲۔ بعض عورتوں کے والدین ضعیف ہوتے ہیں، کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہوتا، یا کچھ دوسرے اسباب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے والدین کا گھر نہیں چھوڑنا چاہتیں، شادی کے بعد وہ شوہر کی منشا کے مطابق شوہر کے گھر، شوہر کے ساتھ رہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتیں، لہٰذا وہ چاہتی ہیں کہ شادی بھی ہوجائے اور وہ میکہ میں ہی رہ جائیں، شوہر خود اس کے پاس رہے یا آتا جاتا رہے، گویا اس صورت میں شوہر کو اپنے حق سے دست برداری کرنی ہوتی ہے۔

۳۔ کبھی ایسا بھی ہوتاہے کہ شادی کرنے والی خاتون کے پہلے شوہر سے بچے ہوتے ہیں، وہ ان بچوں کو دوسرے شوہر کے پاس نہیں رکھ پاتی اور بچوں سے جدائی بھی نہیں چاہتی، اور اپنی عفت و عصمت کے لئے نکاح بھی کرنا چاہتی ہے، اس لئے بھی وہ شوہر کے گھر منتقل نہیں ہوتی،جہاں پہلے سے رہتی آئی ہے، وہیں رہتی ہے، اس صورت میں بھی شوہر اپنے حق سے دست برداری اختیار کرتاہے، اور بیوی کو اپنے گھر لےجانے کے بجائے، بیوی کے گھر رہتاہے۔

۴۔ بعض شادی شدہ مردوں کی ضرورت ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی، وہ اپنی عصمت وعفت کی خاطر دوسری شادی کرتاہے اور پہلی بیوی سے چھپانا بھی چاہتاہے، کیونکہ گھر میں ہنگامہ کا خطرہ ہوتاہے، اس لئے یہ شخص اور اس کی دوسری بیوی، دونوں ہی باہمی رضامندی سے اپنے اپنے بعض حقوق سے دست برداری اختیار کرلیتے ہیں۔

۵۔ کوئی عورت تجرد کی زندگی گزاررہی ہے، اس کے حالات کا تقاضا ہے کہ اسے پاکیزہ زندگی عطا کرنے کے لئے اس سے نکاح کرلیا جائے، جس مرد سے وہ شادی کرنا چاہتی ہے وہ اس کے اخراجات ونان ونفقہ، سکنیٰ، کا متحمل نہیں ہوتا، اس لئے بیوی

خود ہی ان حقوق سے دست بردار ہوجاتی ہے اور شوہر پر کوئی مالی ذمہ داری نہیں ڈالتی۔

۶۔ مرد کاروبار وتجارت یا تعلیم وتدریس یا لکچر کے لئے کسی خاص ملک کا کثرت سے سفر کرتاہے، اور وہاں لمبی لمبی مدت تک قیام کرتاہے، بغیر بیوی کے رہنے میں گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، اس لئے وہ وہاں کسی خاتون سے شادی کرلیتاہے تاکہ عفت وعصمت کی حفاظت بھی رہے اور کاروبار وتعلیم وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہے، لیکن وہ اس نکاح کو اپنے علاقے میں خفیہ رکھتاہے۔

جب وہ اس ملک سے مستقلاً کاروباری یا تعلیمی وتدریسی تعلق منقطع کرتاہے تو بیوی کو طلاق دے کر اگر بچے ہیں، تو بیوی، بچے دونوں کے حقوقِ واجبہ ادا کرکے اپنے ملک واپس آجاتاہے۔

نکاحِ مسیار کے یہ عام اسباب ہیں، ان کے علاوہ بھی اسباب ہوسکتے ہیں، ان اسباب میں صرف آخری شکل نمبر۶ والی، نکاح مسیار کے لفظ ''مسیار '' سے مناسبت رکھتی ہے، باقی شکلیں کسی نہ کسی صورت میں پہلے سے پائی جارہی ہیں اور ان کے احکام بھی کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

حقوق سے دست برداری:

۱۔ مہر کی ادائیگی کے بعد شوہر کو حق ہوتاہے کہ جہاں وہ رہتاہے، وہیں اپنی بیوی کو بھی رکھے۔

''اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ'' (طلاق: ۶)۔

(تم ان عورتوں کو اسی مکان میں رکھو جہاں خود رہتے ہو، اپنی وسعت کے مطابق)۔

معلوم ہوا کہ شوہر کو یہ حق خود اللہ تعالیٰ نے دیا۔

ہدایہ میں ہے:

''واذا وفاہا نقلہا الیٰ حیث شاء''(ہدایہ۲،۳۳۴)۔

(جب شوہر نے مہر دیدیا تو پھر بیوی کو جہاں چاہے، لے جائے)۔

ثابت ہوا کہ کوئی شرط لگاکر شوہر سے یہ حق چھیننا چاہے تو نہیں چھین سکتا، شوہر خود چشم پوشی اور درگزر سے کام لے تو اور بات ہے، کیونکہ جو چیز واجب ہوجاتی ہے ساقط نہیں ہوتی (حاشیہ ابن عابدین رد المحتار علی الدر المختار۹،۲۲ مطبوعہ مکتبہ الاتحاد دیوبند)۔ بیوی کوشوہر کے یہاں ہی رہناواجب ولازم ہے، یہ ساقط نہیں ہوسکتا۔

۲۔ اگر کسی شخص کی کئی بیویاں ہوں تو ان کے درمیان برابری کرنا فرض ہے، خواہ نئی ہو یا پرانی، کنواری ہو یا ثیبہ، بوڑھی ہو یا جوان، اور برابری شب گزاری، کھانا پینا، لباس اور ساتھ رہنے اور مکان کی فراہمی مینہوگی (کتاب مذکور،۶، ۷)۔

''(ولو ترکت قسمہا) بالکسر ای نوبتہا (لضرتہا صحّ ولہا الرجوع فی ذلک) فی المستقبل لانہ ماوجب فما سقط''(حاشیہ ابن عابدین رد المحتار علی الدر المختار۹،۲۱ مطبوعہ

مکتبہ الاتحاد دیوبند)۔

(اگر بیوی، اپنی باری کو اپنی سوکن کے لئے چھوڑدے، توصحیح ہے، لیکن آئندہ اسے اس میں رجوع کا حق ہے، اس لئے کہ وہ چیز ابھی واجب نہیں ہوئی تھی اس لئے ساقط بھی نہیں ہوئی)۔

ہدایہ میں ہے:

''وإن رضیت إحدی الزوجات بترک قسمہا لصاحبتہا جاز؛ لان سودۃ بنت زمعۃ رضی اللہ عنہا سالت رسول اللہ علیہ السلام أن یراجعہا وتجعل نوبتہا لعائشۃ عنہا ولہا أن ترجع فی ذلک، لأنہا اسقطت حقاً لم یجب بعد فلا یسقط''(ہدایہ ۳۴۹،۲ باب القسم)۔

(اگر بیویوں میں سے کوئی ایک اپنی باری، اپنی سوکن کے لئے چھوڑ دے تو جائز ہے، حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ رجوع کرلیں اور وہ اپنی باری اپنی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیدیں گی، لیکن عورت کو رجوع کا حق ہے اس لئے کہ اس نے ایسے حق کو ساقط کیا ہے جو ابھی واجب نہیں ہوا لہٰذا مستقلاً ساقط نہ ہوگا)۔

یہ بیوی کی طرف سے اباحت کے قبیل سے ہے اور اباحت لازم نہیں ہوتی (بدائع الصنائع۳۳۳،۲)۔

۳۔ بیوی کا نان ونفقہ، یعنی کھانا، کپڑا، رہائشی مکان شوہر کے ذمہ لازم ہے، سورۂ طلاق میں ہے:

''لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَۃٍ مِّنْ سَعَتِہٖ'' (طلاق: ۷)۔

(چاہئے کہ خرچ کرے وسعت والا، اپنی وسعت کے مطابق)۔

سورۂ بقرہ میں ہے:

''وَ عَلَی الْمَوْلُوْدِ لَہٗ رِزْقُھُنَّ وَ کِسْوَتُھُنَّ'' (بقرہ : ۲۳۳)۔

(اور اس شخص پر جس کے لئے بچہ جنا گیاہے،ان (کی ماؤں) کا کھانا اور کپڑاہے)۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''وَلَہُنَّ عَلَیْکُمْ رِزْقُھُنَّ وَ کِسْوَتُھُنَّ'' (مشکوۃ المصابیح ۲۲۵،۱ بحوالہ مسلم)۔

(عورتوں کے لئے مردوں پر عورتوں کا کھانا اور کپڑاہے اچھے طریقے سے)۔

اس کے علاوہ اصول یہ ہے کہ جو کسی کے حق میں محبوس ہوتاہے اس کا نفقہ اس کے ذمہ ہوتاہے جس کے حق میں محبوس ہو، بیوی شوہر کے حق میں محبوس ہوتی ہے لہٰذا بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے (ہدایہ ۴۳۷،۲)۔

یہ حقوق شریعت نے عورت کو دیئے ہیں، لہٰذا کوئی غلط قسم کی شرط لگاکر بیوی کو ان حقوق سے دست بردار کرانا چاہے تو نہیں کرا سکتا، البتہ بیوی خود درگزر سے کام

لے تو اور بات ہے۔

لہٰذا اس شرط پر نکاح کرنا کہ بیوی شوہر کے گھر رہنے کے بجائے، اپنے ہی گھر رہے گی، میکے میں رہے گی، یا یہ شرط لگاکر نکاح کرنا کہ بیوی کو نان ونفقہ، سکنیٰ نہیں ملے گا، یا اس شرط پر نکاح کرنا کہ بیوی شب گزاری کے معاملے میں برابری سے دست بردار ہوجائے گی، یہ ساری شرطیں، شرطِ فاسد ہیں، عقدِ نکاح کے مقتضیٰ اور موجب کے خلاف ہیں، لہٰذا یہ شرطیں خود فاسد ہوجائیں گی، ناقابلِ اعتبار ہوجائیں گی، اور نکاح جب اپنے سارے ارکان وشرائط کے ساتھ پایا جائے تو نکاح منعقد ہوجائے گا، کیونکہ نکاح شرطِ فاسد سے فاسد نہیں ہوتا، خود شرطِ فاسد کالعدم ہوجاتی ہے (رد المحتار ۴۰۵،۲، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۸۸،۴-۸۹)۔

''النکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط ویبطل الشرط دون النکاح'' (مجمع الانہر ۴۸۹،۱)۔

(نکاح کو شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہیں، شرط باطل ہوجاتی ہے نہ کہ نکاح)۔

اس لئے عقدِ نکاح کے مقتضیٰ اور موجب کے تحت بیوی کو شوہر کے گھر رہنا ہوگا، شوہر کو بیوی کا نان ونفقہ اور سکنیٰ دینا ہوگا اور کئی بیویاں ہوں تو شب گزاری میں برابری کرنی ہوگی، البتہ باہمی مصالحت اور باہمی معاشرت کے تحت کوئی اپنے حق سے چشم پوشی اور درگزر سے کام لے تو اس کی گنجائش ہوگی، لیکن اس کا حق بالکل ختم نہ ہوگا، وہ جب چاہے مطالبہ کرسکتاہے اور اس کا مطالبہ پورا کرنا شرعاً ضروری ہوگا۔

کچھ نکاح پہلے زمانے میں اس طرح کے رائج تھے، ہوسکتاہے کہ آج بھی کہیں رائج ہوں، جن میں یہ شرط ہوتی تھی کہ شوہر اپنی بیوی کے پاس صرف دن میں آئے گا، یا صرف رات میں آئے گا، یہ نکاح، ''نکاحِ نہاریات''، ''یا نکاحِ لیلیات'' کے نام سے معروف تھے، ان نکاحوں میں نکاح کے سارے ارکان وشروط پائے جاتے تھے، مثلاً ایجاب وقبول، ولی کی اجازت، دوگواہوں کا ہونا، مہر، اعلانِ نکاح، مگر اوپر والی شرط فاسدلگی ہوتی تھی، فقہائے کرام نے اس شرط کو بھی شرطِ فاسد قرار دیا، اور حکم لگایا کہ نکاح تو درست ہے، البتہ یہ شرط، فاسد ہے، جو لازم، نہیں (زواج المسیار: دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ،۱۰۶)۔

علامہ ابن نجیم کہتے ہیں:

''ولا بأس بتزویج النہاریات وہو ان یتزوجہا علیٰ ان یکون عندہا نہاراً دون اللیل، وینبغی ان لا یکون ہٰذا الشرط لازماً علیہا، ولہا ان تطلب المبیت لیلاً ''(البحر الرائق شرح کنز الدقائق۱۰۸،۳)۔

(کوئی حرج نہیں نہاریات والی شادی کرنے میں، اور وہ یہ ہے کہ مرد، عورت سے اس شرط پر شادی کرے کہ وہ اس کے پاس دن میں رہے گا، رات میں نہیں، اور مناسب ہے کہ یہ شرط اس پر لازم نہ ہو، اور وہ عورت اس سے رات میں بھی رہنے کا مطالبہ کرے)۔

اِن نصوص کا تعلق شرطِ فاسد سے نہیں:

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

‘‘أحق ما أوفیتم من الشروط أن توفوا بہ ما استحللتم بہ الفروج ’’ (صحیح بخاری بشرح فتح الباری ۱۲۴٫۹، نمبر: ۵۱۵۱)۔

(جو شرطیں سب سے زیادہ پوری کئے جانے کی حقدار ہیں، وہ ہیں جن کے ذریعہ تم نے شرمگاہوں کو حلال کیاہو)۔

دوسری روایت میں ہے:

‘‘المسلمون علیٰ شروطہم’’ (فتح الباری ۵۲۸٫۴ تعلیقات بخاری)۔

(مسلمان اپنی شرطوں پر ہیں)۔

‘‘الصلح جائز بین المسلمین الا صلحاً حرّم حلالاً أو أحلّ حراماً ’’(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۵۳)۔

تیسری روایت میں ہے:

(صلح جائز ہے مسلمانوں کے درمیان، مگر ایسی صلح جائز نہیں جو کسی حلال کو حرام کردے، یا حرام کو حلال کردے)۔

ان سب سے یہی پتہ چلتاہے کہ کسی حلال کو حرام کئے بغیر اور حرام کو حلال کئے بغیر اگر باہمی سمجھوتہ ہوجاتا ہے تو وہ سمجھوتہ پورا کرنا چاہئے، شرطِ فاسد ان مین نہیں آتی، کیونکہ عقدِ نکاح جس چیز کو واجب اور فرض قرار دیتاہے یہ شرطِ فاسداسے باطل کردیتی ہے، ظاہر ہے کہ پھر اس شرطِ فاسد کا کیسے اعتبار کیا جاسکتاہے، لہٰذا ایسی تمام شروط، خود ناقابلِ اعتبار ہوجائیں گے، لیکن نکاح چونکہ شروطِ معتبرہ عندالشرع کے مطابق ہوا ہے، اس لئے منعقد اور نافذ ہوجائے گا۔

گزشتہ سطور میں ذکرکردہ شروطِ فاسدہ، جو بھی قبول کرے، خواہ مرد ہو یا عورت، وہ مجبوراً، بادلِ ناخواستہ قبول کرے گا، گویا یہ ایک ایسی صلح ہوگی جس میں مرد شادی بھی کرنا چاہے گا اورکچھ ذمہ داریوں سے بچنا بھی چاہے گا، اسی طرح عورت شادی بھی کرنا چاہے گی اور بعض ذمہ داریوں سےبچنا بھی چاہے گی، لہٰذا دوسرے کا قبول کرلینا، ایک مجبوری کی چیز ہوگی، جو نظرانداز تو کی جاسکتی ہے، چھوڑی نہیں جاسکتی، ساقط نہیں ہوسکتی۔

نکاح کو خفیہ رکھنا:

نکاح میں اگر دوگواہ ہیں، تو ایک طرح سے نکاح کا اعلان ہوگیا، اب مزید اعلان اور شہرت دینا مثلاً دف بجانا استحباب کے قبیل سے ہے (بدائع الصنائع ۲۵۳٫۲، فتح القدیر ۳۵۲٫۲)۔

مگرعوامی اعتبار سے جسے اعلان واظہار کہتے ہیں وہ کرہی دینا چاہئے، ورنہ بدگمانیوں کے دروازے کھلیں گے۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ لکھتے ہیں:

‘‘اس طرح خفیہ نکاح منعقد تو ہوجاتاہے اور ایسی عورت سے جس کا نکاح خفیہ ہواہو، شوہر کو مجامعت بھی جائز ہے، اور اس کی اولاد بھی حلالی ہوگی، مگر خفیہ نکاح کرنے کے بعد عرصہ تک اس کو مخفی رکھنا گناہ ہے، بلکہ اس کو جلد ہی ظاہر کردینا چاہئے تھا، کیونکہ جب عرصہ دراز تک نکاح کو مخفی رکھاجائے گا تو حمل قرار پانے کے وقت لوگوں کو عورت اور مرد پر زنا کا گمان ہوگا، اور اس وقت لوگ اس دعویٰ کو کہ نکاح ہوچکاہے، بات بنانے پر محمول کریں گے۔ ‘‘وقال النبیﷺ: اتقوا مواضع التہم الحدیث فالاتقاء من التہمۃ واجب’’ (امداد الاحکام۳؍۲۳۱)۔

نکاح سرّی جو ممنوع وباطل ہے، وہ ہے کہ جس میں ناکح اور منکوحہ کے علاوہ دوگواہ نہ ہوں، اگر گواہ موجود ہوں گے تو یہ ممنوع نکاح سرّی نہ ہوگا، مگر پھر بھی جب تک دف وغیرہ معروف طریقہ سے اعلان واظہار نہ ہوگا تو یہ نکاح کراہت سے خالی نہ ہوگا، کیونکہ اس میں تہمت کے مواقع پیدا کرناہیں (کتاب مذکور؍۲۳۷)۔

نکاحِ مسیار کے تحت آنے والے بعض مسائل کا اردو فتاویٰ میں ذکر:

اردوکتبِ فتاویٰ مینبعض ان مسائل کا تذکرہ ہے جو ‘‘نکاحِ مسیار’’ کے تحت مذکور ہوئے ہیں مگر وہ ‘‘نکاحِ مسیار ’’ کے عنوان سے نہیں ہیں، بلکہ عام مسائل کے ضمن میں ہیں، مثلاً ایک تو وہی خفیہ نکاح والا اور دوسرا:

۲۔ شوہر کے لئے میکے میں رہنے کی شرط:

امدادالفتاویٰ میں ایک سوال ہے کہ

‘‘زید بحالتِ تجارت اپنے وطن کو چھوڑ کر ایک قصبہ میں مقیم ہوا، اور عائشہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں یہاں پہ پانچ سال کامل رہوں گا، اور ایک مرتبہ زید عائشہ کو اپنے وطن اصلی بھی لے گیا تھا، پھر زید نے شرط جو پانچ سال اقرار کی تھی پوری کرنے کا انکار کیا، اور پھر وہ عائشہ کو اس کے میکے چھوڑ کر اپنے وطن اصلی چلا گیا، پھر آکر زید نے عدالت میں عائشہ کو قبضہ لینے کا دعویٰ کیا، یہ نکاح ثابت رہا یا نہیں؟ جو شرط سے انکار ہے’’۔

اس کے جواب میں حضرت تھانویؒ نےدرمختار اور شامی کی عبارات نقل کی ہیں پھر لکھاہے کہ

‘‘صورتِ مسئولہ میں اگر ایجاب وقبول کے ساتھ یوں کہا گیا تھاکہ اگر تو پانچ سال یہاں رہے تو فلاں عورت کا تجھ سے نکاح ہے ورنہ نہیں، اس کا حکم اور ہے، اور اگر ایجاب وقبول کے ساتھ یوں نہیں کہا گیا، بلکہ پانچ سال رہنے کی شرط ایجاب وقبول سے پہلے طے کرلی گئی، یا بعد میں کہا گیا تو حکم اور ہے، سائل کو بتلانا چاہئے کہ ان دونوں میں سے کون سی صورت واقع ہوئی ہے ’’ (امداد الاحکام؍۲۱۶، کفایۃ المفتی۵؍۲۹۳)۔

عربی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں قمار کی طرح تملیک علی الخطر ہونے کی وجہ سے نکاح ہی نہیں ہوا، دوسری صورت میں نکاح ہوگیا، شرط فاسد ہے، اس کا اعتبار نہیں۔

کفایۃ المفتی جلدپنجم ص۵۸ میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے ایک سوال کے جواب میں لکھاہے کہ وعدہ پورا نہ کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوتا۔

۳۔ اس نیت سے نکاح کرنا کہ کچھ دن کے بعد طلاق دےدوں گا، ایسا نکاح بھی منعقد ہوجاتاہے، طلاق دینا ضروری نہیں ہوتا اور انعقادِ نکاح پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن ایسی نیت رکھنا گناہ ہے، اور ایسا نکاح کراہت سے خالی نہیں۔

فتح القدیر میں ہے:

''اما لو تزوج وفی نیتہ ان یطلقہا بعد مدۃ نواہا صح'' (فتح القدیر۳،۲۴۹ کتاب النکاح فصل فی المحرمات)۔

(اگر اس نیت سے شادی کرے کہ ایک مدت جس کی اس نے نیت کی ہے، کے بعد طلاق دیدےگا، تو بھی نکاح صحیح ہے)۔

درمختار میں ہے:

''ولیس منہ (أی المتعۃ والنکاح المؤقت) مالو نکحہا علیٰ أن یطلقہا بعد شہر أونویٰ مکثہ معہا مدۃ متعینۃ'' (رد المحتار علی الدر المختار۳،۵۱)۔

(متعہ اور نکاح مؤقت میں سے وہ نکاح نہیں، جس میں اس نے یہ سوچ رکھاہے کہ ایک مہینے بعد طلاق دیدے گا یا ایک مدتِ متعینہ تک بیوی کے ساتھ رہنے کی نیت کر رکھی ہو)۔

'' الموسوعۃ الفقہیہ '' میں ہے:

''صرح الحنفیۃ والشافعیۃ بأنہ لو تزوج وفی نیتہ أن یطلقہا بعد مدۃ نواہا صح زواجہ'' (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۳۲،۲۰)۔

(حنفیہ اور شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ اگر اس نیت سے شادی کرے کہ بیوی کو ایک مدت، جس کی اس نے نیت کررکھی ہے، کے بعد طلاق دیدے گا، تو بھی نکاح صحیح ہے)۔

عباراتِ بالا سے سوالنامہ میں درج سوال نمبر۷ کا جواب بھی نکل آتاہے ،سوال یہ ہے کہ بہت سے عرب طلبہ مغربی ملکوں میں جاتے ہیں اور ان کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے طویل عرصہ وہیں مقیم رہنا پڑتاہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہےکہ ایک جوان شخص کا تجرد کے ساتھ پاکدامنی کی زندگی گزارنا بہت دشوار ہوتاہے، ان حالات میں وہ وہاں نکاح کرلیتے ہیں، یہ نکاح ان کے لئے عفت وپاکدامنی کا ذریعہ بھی بنتاہے، اور اس سے خاندانی زندگی کی سہولتیں بھی حاصل ہوتی ہیں، بہت سے نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں

ان کا قیام رہے گا، وہ اس رشتے کو باقی رکھیں گے اور جب وہاں سے ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو واپس ہوں گے تو طلاق دےکر رشتہ ختم کردیں گے، تاکہ عورت کے لئے دوسرے نکاح میں دشواری نہ ہو، اور مرد کو بھی نئی زندگی شروع کرنے میں پریشانی نہ ہو، کیونکہ اگر پہلے سے کوئی عورت نکاح میں ہوگی تو کوئی دوسری عورت عام طور پر اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں ہوگی، کیا نکاح کی اس صورت پر نکاح مؤقت کا اطلاق ہوگا؟ اگر دل میں یہ بات رکھے ہوئے ہو کہ ایک مقررہ یا غیرمقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتہ کو ختم کردے گا تو کیا نکاح مؤقت کے دائرہ میں آئے گا؟۔

جواب یہ ہےکہ دل میں یہ بات رکھنے سے کہ ایک مقررہ یا غیرمقررہ وقت کے بعد وہ رشتۂ نکاح ختم کردے گا، یہ، نکاحِ مؤقت نہ بنے گا، کیونکہ نکاحِ مؤقت میں نکاح کے وقت ہی مدت کی صراحت کردی جاتی ہے کہ یہ نکاح اتنی مدت تک کے لئے ہے جیسے ‘‘متعہ ’’ میں مدت کی صراحت کردی جاتی ہے لفظ ‘‘أتمتع بک ’’ کے ساتھ (کہ میں تم سے لذت حاصل کرنا چاہتاہوں)۔ لہٰذالفظ نکاح یا لفظ ‘‘اتمتع بک’’ دونوں باطل ہیں مدت کی صراحت کی وجہ سے، ‘‘متعہ ’’ میں لفظ ‘‘نکاح ’’ بھی نہیں ہوتا، اور نکاحِ مؤقت میں لفظ ‘‘نکاح ’’ ہوتاہے مگر نکاح کرتے وقت ہی شوہر کی طرف سے مدت کی صراحت ہوجاتی ہے کہ اتنے دنوں کے لئے یہ نکاح ہے، لہٰذا یہ بھی ‘‘متعہ ’’ کے حکم میں ہوکر باطل ہوگیا۔

جب دو مردوعورت کے درمیان نکاح ہوتاہے تو الفاظ نکاح، ایجاب وقبول، شرائط وارکانِ نکاح اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ نکاح ایک مستقل اور پائیدار نکاح ہے، زندگی بھر کے لئے ہے، خواہ چند دنوں میں ہی رشتہ ٹوٹ جائے، طلاق کی نوبت آجائے،، لیکن نکاح کے وقت یہ انداز بالکل نہیں ہوتا، جبکہ‘‘ نکاحِ مؤقت’’ اور ‘‘متعہ’’ اس بات کو بتاتاہے کہ یہ تعلق صرف وقتی ہے، لذت کوشی کے لئے ہے۔

سسرال میں رہنے کی شرط کے ساتھ نکاح:

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کتاب النکاح میں ایک سوال یوں ہے

‘‘ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح عمر سے اس شرط پر کیا کہ عمر خود بطور فرزندگی اس کے یہاں مقیم رہے، عمر نے تحریری اقرارنامہ لکھ دیا، اب عمر اپنے اقرار کو پورا نہیں کرتا، تو کیا بدون طلاق کے لڑکی کا دوسرا نکاح ہوسکتاہے؟۔

جواب میں حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب نے لکھاکہ

‘‘اس اقرارنامہ کی وجہ سے عمر کی زوجہ مطلقہ نہیں ہوئی، اور بدون طلاق کے اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے درست نہیں’’ (فتاوی دار العلوم دیوبند مبوب ۳۶۹،۷)۔

یہ شکل بھی نکاحِ مسیار کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت کے ضمن میں آتی ہے، اگرچہ اسے نکاحِ مسیار کا نام نہیں دیا گیا۔ دیکھئے سوالنامہ کی شق ‘‘ب ’’۔

اپنے گردوپیش میں دیکھاجائے تو داماد کے سسرال میں رہنے کے مناظر متعدد

جگہوں اور متعدد مواقع پر نظر آئیں گے، خواہ مقاصد ومصالح کچھ ہوں۔

نکاحِ مؤقت:

نکاح مسیار کو نکاحِ مؤقت نہیں کہہ سکتے جو کہ باطل ہے۔

''ہدایہ'' میں ہے:

''والنکاح المؤقت باطل مثل أن یتزوج امرأة بشہادة شاہدین عشرة أیام---- ولا فرق بین ما إذا طالت مدة التاقیت أوقصرت؛ لأن التاقیت ہوالمعین لجہة المتعة وقد وجد''(ہدایہ ۳۱۳،۲)۔

(نکاح مؤقت باطل ہے، مثلاً کسی عورت سے دوگواہوں کی موجودگی میں دس دنوں کے لئے شادی کرے----- اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ مقررہ مدت کم ہو یا زیادہ، اس لئے کہ مقررہ مدت متعہ کی جہت کو متعین کردیتی ہے، جوکہ پائی گئی)۔

''نکاحِ مسیار'' میں نکاح کی کوئی مدت متعین نہیں ہوتی، بلکہ نکاح،نکاح کے ارکان وشرائط کے ساتھ بلاتعیین مدت، معروف طریقہ سے ہوتاہے، جبکہ ''نکاحِ مؤقت'' میں نکاح کے وقت ہی نکاح کی مدت متعین کردی جاتی ہےکہ یہ نکاح اتنے دنوں یا اتنے مہینوں یا اتنے سالوں کے لئے ہورہاہے، لہٰذا یہ باطل ہے کیونکہ ''متعہ '' کی طرح ہوگیا جوکہ حرام ہے، اور شیعوں کے یہاں حلال ہے۔

متعہ:

متعہ کا مقصد صرف تلذذ اور عیش پرستی ہوتاہے۔

''ہدایہ'' میں ہے:

''ونکاح المتعة باطل وہو ان یقول لامرأة اتمتع بک کذا مدة وکذامن المال'' (ہدایہ ۳۱۲،۲)۔

(نکاح متعہ باطل ہے، اور وہ یہ ہے کہ عورت سے کہےکہ میں تم سے فائدہ اٹھاؤں گا اتنی مدت تک، اتنے مال کے بدلے)۔

نکاح متعہ، مدت ختم ہونے سے بغیر طلاق خود بخود ختم ہوجاتاہے، نہ اس میں نفقہ واجب ہوتا نہ سکنیٰ، نہ استبراءرحم، نہ وراثت، اگر مدت ختم ہونے سے پہلے کوئی ایک مرجائے، اسی طرح اس میں ولی اور گواہوں کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس میں جو رقم متعین کی جاتی ہے وہ بھی مدت کے اعتبار سے کم وبیش ہوتی رہتی ہے، یہ شیعوں کے یہاں جائز ہے، اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک باجماع فقہاء حرام ہے، اس کی حرمت کتاب، سنت،اجماع وقیاس، سب سے ثابت ہے۔

نکاحِ مسیار، نکاحِ متعہ کی طرح نہیں، کیونکہ نکاحِ مسیار میں گواہ بھی ہوتے ہیں، نان ونفقہ بھی واجب ہوتاہے، اور بغیر طلاق کے یہ نکاح ختم بھی نہیں ہوتا، اور طلاق کی صورت میں عدت واجب ہوتی ہے جوکہ استبراء رحم ہے،اگر دورانِ نکاح میاں بیوی میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو دونوں ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے ہیں۔

نکاحِ مسیار اور مقاصدِ شریعت:

اِس ''نکاحِ مسیار'' میں جو طویل سفر کرنے والے افراد،عرب یا غیرعرب اپناتے ہیں، نکاح کے سارے مقاصد شرعی پورے نہیں ہوتے، عفت وعصمت اور خاندانی زندگی کی سہولتیں تو حاصل ہوجاتی ہیں، لیکن ایک لمبی مدت تک زن وشو کے تعلقات کے بعد،بلا کسی وجہ طلاق وتفریق، محض وطن واپس لوٹنے کے لئے ''طلاق وتفریق '' کا عمل ایک ناپسندیدہ عمل ہے، اس نکاح کے نتیجے میں جو بچے پیدا ہوئے ہوں گے، ان کا مستقبل بھی داؤں پر لگ جاتاہے، بچے تو ''حلالی ''ہی کہلائیں گے، کیونکہ انعقادِ نکاح میں کوئی شبہ نہیں، لیکن نان ونفقہ جو نابالغی میں باپ کے ذمہ ہوتاہے، باپ اس ملک سے مستقل واپسی کے وقت اس کا کتنا انتظام کرپائے گا؟ سوچنے کی بات ہے، پھر بناباپ کے بچے، تعلیم وتربیت کے سلسلے میں کس قدر محرومی کا شکار ہوتے ہیں، یہ بھی سب پر ظاہر ہے، اور اپنے باپ سے وراثت کیسے پائیں گے، یہ مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے۔

جو عورت اس طرح کے دور دراز شخص سےنکاح کے لئے تیار ہوتی ہوگی وہ بھی ذہناً اس طرح حالات کے لئے تیار رہتی ہوگی، اس کی بھی کچھ مجبوریاں ہوتی ہونگی جس کی بناپر وہ ایسے شخص سے شادی کرلیتی ہے،اس طرح کے نکاح کو پسند نہیں کیا جاسکتا، نہ اس کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی، البتہ چونکہ شرائط وارکانِ نکاح پائے جارہے ہیں، اس لئے اس نکاح کے انعقاد کو مان لینے کے سوا چارہ نہیں، جیسے کہہ سن کر حلالہ کرنا، کرانا بھی انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے، مگر اس نکاح کو بھی ارکان وشرائط نکاح پائے جانے کی وجہ سے مان لیا جاتاہے اور ''حلالہ ''کو تسلیم کرلیا جاتاہے جیسا کہ کتبِ فتاویٰ میں مصرح ہے، اسی طرح بعض علماء مثلاً علامہ یوسف القرضاوی نے مثال دی ہے کہ بہت سی عرب لڑکیاں اپنے گھر کے خادموں، باورچی، ڈرائیور وغیرہ سے شادی کرلیتی ہیں، جوان عورت بوڑھے سے شادی کرلیتی ہے،عرب کے ماحول میں اسے انتہائی ناپسندیدہ سمجھا جاتاہے مگر چونکہ ارکان وشرائطِ کے ساتھ نکاح ہوا ہوتاہے، اس لئے گوارا کرلیا جاتاہے (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ،۲۱)۔

ہم خود آئے دن ایسے نکاح سے مطلع ہوتے رہتے ہیں، جسے سماجی اعتبار سے پسند نہیں کیا جاتا مگر چونکہ ارکان وشرائطِ نکاح پائے جاتے ہیں، اس لئے اس پر خاموش ہوجاتے ہیں۔

اولیاء کے ہتک محسوس کرنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا، اگر شرائط وارکانِ نکاح کا پورا لحاظ کرلیا گیاہے، اوپر کی کئی شادیوں میں اولیاء کو ہتک محسوس ہوتی ہے مگر انعقادِ نکاح چونکہ شرعاً ہوچکا ہوتاہے اس لئے بادلِ ناخواستہ خاموش ہوجانا پڑتاہے، ولی کو بھی ایسا حقِ اعتراض نہ حاصل ہوگا جس سے انعقادِ نکاح پر اثر پڑے، کیونکہ عاقل بالغ لڑکا لڑکی کا نکاح بغیر اجازت ولی بھی منعقد ونافذ ہوجاتا ہے (ہدایہ ۳۱۳،۲، بدائع الصنائع ۴۹۱،۲)۔

نیز یہ کہ

‘‘مسلمان عاقل بالغ لڑکے اور لڑکی کا باہمی رضامندی سے کیا گیا عقد نکاح شرعاً منعقد ہوجاتاہے،کفاءت لزوم عقد میں مؤثرہے، صحت، انعقادِ نکاح میں نہیں ’’ (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے،۱۵۷)۔

مزید یہ کہ

‘‘عاقلہ بالغہ لڑکی کو ولی کی مرضی کے بغیر، خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اولیاء اور لڑکی کی رضامندی سے ہو۔

‘‘عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں کفاءت یا مہر کا لحاظ نہ کرے تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ تفریق کا حق حاصل ہوگا ’’ (کتاب مذکور،۱۵۱)۔

اور اگر ولی کی اجازت شامل ہو تو یہ مسئلہ اور بھی بےغبار ہوجاتاہے، لیکن “نکاحِ مسیار” سے نکاح کے یہ مقاصد پورے نہ ہوسکیں گے۔

‘‘نکاح کے ذریعہ دو اجنبی مردوعورت زندگی بھر کی رفاقت کا عہدوپیمان کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے رازدار، پردہ پوش اور وجہِ سکون بن جاتے ہیں------- اسلام نکاح کو استوار اور پائیدار دیکھنا چاہتاہے اور ایسی ہدایات دیتاہے جن پر عمل کرنے سے نکاح اپنے مقاصد کو پورا کرے اور میاں بیوی تاحیات خوشگوار زندگی گزارسکیں’’ (کتاب مذکور،۱۵۶)۔

علامہ یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب ‘‘زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ’’ میں اس موضوع پر جو کچھ لکھاہے، وہ بےحد چشم کشاہے، ان کی چیدہ چیدہ باتیں یہاں نقل کی جارہی ہیں۔

‘‘نکاحِ مسیار وہ شادی ہے جو ضرورت کا مقتضیٰ ہے، عورت اور اس کے گھر کے لوگ اس پر راضی رہتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ یہ شخص کچھ ہی زمانہ تک ہمارے یہاں رہے گا، جانے کے بعد واپس آبھی سکتا ہے، نہیں بھی آسکتا، اس کے باوجود وہ لوگ اس شادی پر معترض نہیں ہوتے----------

عفت وپاکدامنی معمولی چیز نہیں، بلکہ یہ شادی کے مقاصد میں پہلے نمبر کی چیز ہے------- مرد کا عورت کا محتاج ہونا اور عورت کا مرد کا محتاج ہونا ایک فطری امر ہے------ کچھ لوگ انسانی زندگی کے اس اہم پہلو کو حقیر اور معمولی سمجھ رہے ہیں، یہ فطری تقاضا جسے دفع کرنے کی کوئی تدبیر نہیں وہ اسے نظرانداز کرکے خود کو فرشتوں کی طرح پاکیزہ مخلوق کیسے ثابت کرنے پر تلے ہیں جنہیں اس کی حاجت ہی نہیں’’ (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ،۱۴-۱۵)۔

مزید لکھتے ہیں

‘‘جب یہ چار امور پائے جائیں، ایجاب وقبول، ایجاب وقبول کی اہلیت، اعلان واظہار، خواہ ادنیٰ ہی درجہ کا ہو، نکاح کا مؤقت نہ ہونا، اورمہر، تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہوگا، خواہ عورت اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوجائے------ کوئی فقیہ اس طرح کے نکاح

کو جو نکاح کے ارکان وشرائط کو پورا کئے ہوئے ہو، باطل قرار دینے کا حق نہیں رکھتا" (کتاب مذکور،۷)۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ‘‘نکاحِ مسیار" کوئی نئی چیز نہیں، نام نیا ہے، لیکن اس کی جزئیات وفروع کسی نہ کسی شکل میں زمانۂ قدیم میں بھی پائی جاتی رہی ہیں، عقود میں مقاصد ومعانی کا اعتبار ہے الفاظ وبیان کا نہیں جیسا کہ ‘‘مجلۃ الاحکام العدلیہ " میں مرقوم ہے (کتاب مذکور،۶)۔

علامہ یوسف القرضاوی کی بات کے علاوہ اگر ہم اپنے ملک کا جائزہ لیں، اور بہت سے دیگر ملکوں کا بھی یہی حال ہے، کہ مرد خواہ کتنا ہی ضرورت مند ہو، عورت خواہ کتنی ہی ضرورت مند ہو کہ اس کی دوسری شادی ہوجائے تاکہ اسے زندگی میں اطمینان وسکون مسیر آجائے، مگر سماج اور ماحول اجازت نہیں دیتا، وہ اگر اپنی اس ضرورت کو پورا کرنا چاہے تو مجبوراً خفیہ طور پر، کچھ لوگوں کے علم میں ہی کرپاتاہے، پہلی بیوی بھی ناراض ہوجاتی ہے،بیٹا، بیٹی بھی، وہ اپنے ہی گھر میں اجنبی بن کر رہ جاتا ہے، گویا اپنے نکاح کو کچھ دن یا کچھ سال خفیہ رکھنا بھی حالات کی مجبوری ہوچکی ہے جبکہ شرعاً اس نے کوئی غلط کام نہیں کیا، کوئی گناہ نہیں کیا، وہ کام کیا ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے، ‘‘نکاح مسیار " کی ضرورت میں یہ ساری باتیں شامل ہیں۔

نکاح مسیار، حقیقت اور علماء کی آراء

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی•

''مسیار'' مفعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی بہت زیادہ چلنے والا، اور یہ لفظ ''سیر'' سے بنایاگیا ہے جس کے معنی چلنے کے ہیں (دیکھئے: المفردات للاصفہانی ۲۴۷، لسان العرب ۲،۲۵۲)، چونکہ نکاح کے اس قسم میں بیوی کے ساتھ رہنے کے لئے کوئی متعین وقت نہیں ہوتا ہے، بلکہ شوہر کو جب موقع ملتا ہے اس کے پاس چلا جاتا ہے، اس لئے اس کو نکاح مسیار کہا جاتاہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہےکہ ''نجد'' کے علاقہ میں یہ لفظ دن میں کسی کے پاس جانے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور اس نکاح میں بھی عام طور پر شوہر دن کے وقت بیوی کے پاس جاتا ہے، اس لئے اسے نکاح مسیار کہا جانے لگا (معجم علوم اللغۃ۳۶۱ لمحمد الاشقر)۔

علامہ یوسف قرضاوی کہتے ہیں کہ یہ عوامی لفظ ہے جس سے مراد کسی کے پاس سے گزرنا اور تھوڑی دیر کے لئے رکنا ہوتا ہے (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ۱۱ للشیخ یوسف القرضاوی)۔

اصطلاحی اعتبار سے نکاح مسیار کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اس میں عقد نکاح کی تمام مطلوبہ شرطیں اور ارکان پائے جاتے ہیں ، البتہ میاں بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک نکاح کی وجہ سے عائد بعض ذمہ داریوں یا حقوق سے دست بردار ہونے کی شرط لگا دیتا ہے، مثلاً شوہر کی طرف سے شرط ہو کہ وہ اس کے پاس رات گذارنے یا اس کا نفقہ ادا کرنے کا پابند نہیں ہوگا، یا بیوی یہ شرط عائد کردے کہ اس کے میکے میں رہنے دیا جائے گا۔

نکاح مسیار کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی شخص حصول علم یا ملازمت کے لئے اپنے وطن سے دور رہے، اور وہ وہاں اپنے اہل وعیال کو رکھنے کے موقف میں نہیں ہے، لیکن نگاہ وشرمگاہ کی حفاظت کی خاطر وہ کسی عورت سے نکاح کرلیتا ہے جس میں نکاح کی تمام شرطوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے، البتہ عام طور پر گھر والوں کو اس کی اطلاع نہیں دی جاتی، بلکہ پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، نیز ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ حصول علم یا ملازمت کی مدت ختم ہونے کے بعد وطن واپس ہوتے ہوئے اس

• جامعہ انوار العلوم فتح پور تاال نرجا مئو، یوپی۔

رشتہ کو ختم کردیا جائے گا۔

فقہی کتابوں میں نکاح مسیار کا تذکرہ:

نکاح مسیار نکاح کی ایک نئی قسم ہے، اس لئے فقہی کتابوں میں اس نام سے کسی نکاح کا تذکرہ نہیں ملتا ہے، البتہ اسی سے ملتی جلتی ایک شکل کو بیان کیا گیا ہے، جیسے زواج لیلیات یا نہاریات کہا جاتا تھا اور اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''عقد علی شرط أن لا تأتیہ أو یأتیہا إلا لیلاً أو نہاراً أو بعض ذلک'' (الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی للدردیر ۲؍۲۳۷)۔

اس شرط پر عقد کرنا کہ عورت اس کے پاس صرف رات یا دن یا کسی وقت تھوڑی دیر کے لئے آئے گی، یا اس طرح کی شرط مرد کی طرف سے ہو۔

اور علامہ ابن نجیم حنفی کہتے ہیں کہ نکاح نہاریات میں کوئی حرج نہیں ہے، جس کی شکل یہ ہے کہ اس شرط پر کوئی نکاح کرے کہ وہ بیوی کے پاس صرف دن کے وقت آئے گا، رات کے وقت نہیں، اور یہ مناسب ہے کہ اس طرح کی شرط لازم نہ ہو اور عورت کو اس بات کا حق حاصل ہو کہ وہ اس کے پاس رات گزارنے کا تقاضا کرے، ''قالوا: لا بأس بتزوج النہاریات، وہو أن یتزوجہا لیقعد معہا نہاراً دون اللیل، وینبغی أن لا یکون ہذا الشرط لازماً علیہا ولہا أن تطلب المبیت عندہا لیلاً'' (البحر الرائق ۳؍۱۱۶)۔

اور مالکیہ کہتےہیں کہ اس طرح کی شرط فاسد ہے، اور صحبت سے پہلے اس طرح سے منعقد ہونے والے عقد کو فسخ کردیا جائے گا اور صحبت کے بعد نکاح کو باقی رکھا جائے گا اور شرط غیر معتبر ہوگی اور عورت کو مہر مثل ملے گا:

''ومن العقود مایفسخ قبل الدخول فقط إن وقع علی شرط أن لا تأتیہ أو یأتیہا إلا لیلاً أو نہاراً أو بعض ذلک ویثبت بعد الدخول ویسقط الشرط، ولہا مہر المثل'' (الشرح الکبیر للدردیر ۲؍۲۳۷)۔

اور شافعیہ کہتے ہیں کہ یہ ان شرائط فاسدہ میں سے جو نکاح کے مقاصد کے خلاف ہیں، لیکن اس کی وجہ سے عقد باطل نہیں ہوگا خصوصاً جب کہ شوہر کی طرف سے شرط لگائی گئی ہو، کیونکہ وہ شب باشی اور جماع کے حق کا مالک ہوتا ہے، لہذا وہ ایسی شرط لگا سکتا ہے، لیکن اگر عورت کی طرف سے اس طرح کی شرط ہو تو نکاح باطل ہے، کیونکہ وہ شوہر کو اس کے حق سے روک رہی ہے (زواج المسیار ؍۱۰۸ لعبد الرحمن بن یوسف المطلق)۔

حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ فاسد شرطوں میں شامل ہے جو غیر معتبر ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے عقد کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتےہیں:

''اثرم نے امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص عقد نکاح میں یہ شرط لگادے کہ وہ بیوی کے پاس چند دن رہے گاتو یہ شرط جائز ہے، البتہ عورت اس

شرط سے رجوع کر سکتی ہے، اسی طرح سے اگر شوہر یہ شرط لگادے کہ بیوی اسے ہر ماہ پانچ یا دس درہم دیا کرے گی تو نکاح جائز ہے، اور عورت کو اس شرط سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا، لیکن ان میں سے بعض شرطوں کے سلسلہ مینامام احمد سے ایسی رائے بھی منقول ہے جس سے عقد کے باطل ہونے کا احتمال معلوم ہوتا ہے، چنانچہ مروذی نے نہاریات اور لیلیات کے بارے میں ان سے نقل کیا ہے کہ یہ اہل اسلام کے نکاح میں سے نہیں ہے۔

زواج نہاریات کو حماد بن ابی سلیمان اور ابن شبرمہ نے بھی مکروہ قرار دیا ہے، اور ثوری کہتے ہیں کہ شرط باطل ہے، اور اہل رائے کہتے ہیں کہ جب بیوی باری کے سلسلہ میں عدل کا مطالبہ کرے تو شوہر کو عدل کرنا ہوگا، اور حسن بصری اور عطار کے نزدیک زواج نہاریات میں کوئی حرج نہیں ہے، یعنی کوئی اس شرط کے ساتھ نکاح کرے کہ وہ مہینے میں چند گنے چنے دن ہی اس بیوی کو دے سکے گا۔

اور شاہد جن لوگوں نے اسے مکروہ کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ شرط باطل ہے اور جن لوگوں نے جائز قراردیا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ نکاح اصلاً درست ہے، غرضیکہ سب لوگ اس پر متفق ہیں کہ نکاح صحیح ہے اور شرط باطل ہے (المغنی ۶،۵۵۱)۔

دوسرے یہ کہ نکاح مسیار میں بعض حقوق سے دست برداری کی شرط لگائی جاتی ہے اور عقد نکاح میں لگائی جانے والی شرطوں کے سلسلہ میں فقہاء نے بہت تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ وہ حقوق اور ذمہ داریاں جو عقد نکاح کی وجہ سے عائد ہورہی تھیں انہیں کو شرط کی شکل میں ذکر کردیا جائے مثلاً عورت کی طرف سے یہ شرط ہوکہ شوہر اس کے نفقے کی ادائیگی میں کوتا ہی نہیں کرے گا، اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے گا، یا شوہر کی طرف سے شرط ہو کہ وہ اس کی نافرمانی نہیں کرے گی اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جائے گی۔

اس طرح کی شرائط بہ اتفاق معتبر ہیں، اور میاں بیوی میں سے ہر ایک پر ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ چیزیں خود شریعت کی طرف سے واجب ہیں (فتح الباری ۹،۲۷۲)۔

۲۔ وہ شرائط جن کا مقصد نکاح کے حقوق اور فرائض سے فرار ہو، جیسے کہ شوہر کی طرف سے یہ شرط ہو کہ وہ بیوی کے نفقہ کا ذمہ دار نہ ہوگا یا عورت کی طرف سے یہ شرط ہو کہ شوہر اس سے صحبت نہیں کرے گا یا پہلی بیوی کی بہ نسبت اس کے پاس زیادہ وقت دے گا (فتح الملک المعبود۳،۳۲، المغنی ۶،۵۵، ارشاد الساری ۶،۱۴۳)۔

اس طرح کی شرط بہ اتفاق غیر معتبر ہے، لیکن کیا اس کی وجہ سے نکاح صحیح ہے یا فاسد؟ اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک شرط فاسد کی

وجہ سے نکاح فاسد نہیں ہوتا ہے، اگرچہ عقد کے ساتھ شرط کو ذکر کیا گیا ہو، مالکیہ کہتے ہیں کے شرط فاسد کی وجہ سے نکاح فاسد ہو جاتا ہے، لیکن اس باوجود اگر ہم بستری ہو جائے تو نکاح صحیح اور شرط باطل ہے، شافعیہ اور حنابلہ بعض شرطوں کی وجہ سے نکاح کو فاسد کہتے ہیں اور بعض فاسد شرطوں کے باوجود نکاح کو صحیح قرار دیتے ہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ۷،۵۳)۔

۳۔ وہ شرطیں جو مذکورہ دونوں قسموں میں شامل نہیں ہیں بلکہ مباح اور جائز ہیں، لیکن اس کی وجہ سے ایک فریق پر ایسی پابندی عائد ہوجاتی ہے جو غیر مشروط نکاح کی صورت میں عائد نہیں ہوتی گویا کہ ان شرائط کی وجہ سے ایک فریق اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوجاتا ہے جس سے دست برداری کا اسے اختیار حاصل ہے، جیسے عورت کی طرف سے یہ شرط ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے وہ دوسرا نکاح نہیں کرے گا یا یہ کہ اسے میکے میں رہنے دے گا (المغنی ۶،۵۵۰)۔

ان قسم کی شرائط کے سلسلے میں اس پر تو اتفاق ہے کہ نکاح منعقد ہوجائے گا،اور کسی طرح کا فساد لازم نہیں آئے گا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان شرطوں کو پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ، مالک اور شافعی کے نزدیک شرطوں پر عمل کرنا واجب نہیں ہے، اور عدم تعمیل کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کے مطالبے کا حق حاصل نہیں، اس کے برخلاف امام احمد بن حنبل کے نزدیک شرط کی تعمیل واجب ہے، اور اس کے مطابق عمل نہ کرنے کی صورت میں عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے (فتح الباری ۹،۲۷۳، عمدۃ القاری ۲۰،۱۲۰، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷،۶۰) ۔

دیکھا جائے تو نکاح مسیار میں انھیں میں سے کوئی شرط لگائی جاتی ہے، اور یہ گزر چکا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک شرط فاسد کی وجہ سے نکاح فاسد نہیں ہوتا ہے (ہدایہ ۳،۵۱ باب نکاح اہل الذمہ)۔

اور امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص اس شرط کے ساتھ نکاح کرے کہ عورت کا نفقہ اس کے ذمہ نہیں ہوگا تو نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے، چاہے اس کے ساتھ صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، اور عورت کو مروج نفقہ ملے گا، ‘‘قال أبوحنيفة فی الرجل ينكح المرأة ويشترط عليها أن لانفقة لها عليه:إن هذا النكاح جائز والشرط باطل، دخل بها أم لم يدخل بها، ولها نفقة مثلها بالمعروف’’ (كتاب الحجة على أهل المدينة۳،۳۱۲)۔

اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ شرط لگادے کہ شب باشی کے لئے اس کی باری متعین نہیں ہوگی یا اسے نفقہ نہیں دے گا تو نکاح فسخ کردیا جائے گا، البتہ اگر ہم بستری ہوجائے گا تو نکاح باقی رکھا جائے گا اور شرط غیر معتبر ہوگی (الفواکہ الدوانی ۲،۳۶، القوانین الفقہیہ،۳۶۰)۔

اور شافعیہ کہتےہیں کہ اگر یہ شرط ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کرے گا یا اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا یا اسے اس کے میکے میں رہنے دے گا تو شرط فاسد ہے، البتہ نکاح صحیح ہے، کیونکہ مقصود اصل، یعنی جماع میں اس سے کوئی خلل نہیں پڑتا ہے، البتہ اگر عورت یہ شرط لگادے کہ وہ اس سے جماع نہیں کرےگا، یا مہینے یا سال میں صرف ایک مرتبہ اس سے صحبت کرے گا، یا صرف رات میں یا صرف دن میں صحبت کرے گا تو اس شرط کی وجہ سے عقد باطل ہوجائے گا، کیونکہ یہ عقد نکاح کے مقصد کے خلاف ہے، البتہ اگر اس طرح کی شرط شوہر کی طرف سے ہو مثلاً وہ کہے کہ وہ صرف رات کے وقت اس کے ساتھ رہے گا تو عقد باطل نہیں ہوگا، کیونکہ شوہر رات ودن میں کسی بھی وقت وطی کا مالک ہے، لہذا وہ ان میں سے کسی ایک وقت میں اپنے حق سے دست بردار ہوسکتا ہے، اسی طرح سے اگر یہ شرط ہو کہ بیوی شوہر کا یا شوہر بیوی کا دن نہیں ہوگا، یا کہ نفقہ کا ذمہ دار شوہر کے علاوہ کوئی اور شخص ہوگا تو بھی عقد باطل ہوجائے گا (مغنی المحتاج ۲۹۹،۳، الفقہ علی المذاہب الاربعہ۹۱،۴)۔

اور حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر یہ شرط ہو کہ شوہر اسے نفقہ نہیں دے گا، یا اسے مہر نہیں ملے گا، یا شوہر کا نفقہ بیوی کے ذمہ ہوگا یا یہ کہ اس کی باری صرف دن میں ہوگی یا ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ ہوگی تو ان تمام صورتوں میں شرط باطل ہے کیونکہ عقد کے تقاضے کے خلاف ہے، البتہ نکاح صحیح ہے(الکافی ۵۵،۳ لابن قدامہ)۔

حاصل یہ ہے کہ نکاح مسیار میں اگر نفقہ نہ دینے یا بیویوں کے در میان عدل نہ کرنے کی شرط ہو تو نکاح صحیح ہے اور شرط باطل ہے، حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ اسی کے قائل ہیں، اور مالکیہ کے نزدیک شرط باطل ہے۔ اور عقد کر فسخ کر دیا جائیگا لیکن اگر ہم بستری ہوچکی ہو تو عقد کو باقی رکھا جائے گا، البتہ اگر نکاح کے بعد عورت اپنے طور پر اپنے ان حقوق سے دست بردار ہوجائے تو صحیح ہے، لیکن اسے معاہدہ شمار نہیں کیا جائے گا، اس لئے اس کی پابندی ضروری نہیں ہے اور نہ ہی اس کی خلاف ورزی پر وہ گنہگار ہوگی بلکہ وہ جب چاہے ساقط کردہ حقوق کا مطالبہ کرسکتی ہے، چنانچہ ‘‘مختصر قدوری ’’ میں ہے:

‘‘وإن رضيت إحدى الفروجات بترك قسمها لصاحتها جاز، ولها أن ترجع فی ذلک’’ (المختصر للقدوری۱۱۰)۔

البتہ اس بات کا لحاظ رکھنا چا ہئے کہ عورت حالات سے مجبور ہو کر اور طلاق سے ڈر کر اپنے حقوق سے دست بردار ہورہی ہے یا اسے اس کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے اللہ عزوجل کے سامنے جواب دہی کے احساس کے ساتھ اس معاملہ کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

‘‘واتقواالله الذی تساءلون بہ والأرحام إن الله کان علیکم رقیباً’’ (سورہ نساء: ۱)۔
(اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی سے) ڈرو، یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کررہا ہے)۔

نکاح مسیار کے اسباب ومحرکات:

مرد و عورت میں سے کسی ایک یا دو نوں کے یا سماجی حالات وضروریات کی بنیاد پر نکاح مسیار کا وجود ہوتا ہے جس کی تفصیلات یہ ہیں:

۱۔ عرب ممالک میں خطیر مہر اور دوسرے مطالبات کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ہو جاتی ہے جس کے سبب وہ جوانی کی سرحد سے آگے بڑھ جاتی ہے، اور پھر رشتہ ملنا دشوار ہوجاتا ہے، یا طلاق ووفات کی وجہ سے دوسری شادی نہیں ہورپارہی ہے۔

۲۔ عورتیں عام طور پر تعدد ازدواج کو گوارا نہیں کرتی ہیں، اور بعض حالات کی وجہ سے ان کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ غیر شادی شدہ مناسب مرد کی تلاش میں ان کی شادی کی عمر نکل جاتی ہے۔

۳۔ بعض عورتیں اپنے مسائل کی وجہ سے میکے میں رہنا چاہتی ہیں، مثلاً والدین کی خدمت اور دیکھ ریکھ کے لئے کوئی موجود نہیں ہے، یا پہلے شوہر سے بچے ہیں جن کے ساتھ شوہر کے گھر منتقل ہونا دشوار ہے، نیز اگر وہ مکمل طور پر شوہر کے لئے یکسو ہوجائیں تو بچوں کی تعلیم و تربیت متا ثر ہوگی۔

۴۔بعض عورتیں نابینائی یا جسمانی نقص کی وجہ سے گھر کی ذمہ داری نہیں سنبھال سکتی ہیں، اور ان کے سرپرست پاکیزہ زندگی گزارنے اور اولاد کی نعمت کے حصول کے لئے ان کا نکاح کرنا چاہتے ہیں، اور شوہر کو کسی چیز کا پابند نہیں بنانا چاہتے ہیں۔

۵۔ بعض عورتوں کے پاس کمائی کے ذرائع موجود ہیں، مثلاً وہ ٹیچر، ڈاکٹر یا کسی دوسرے پیشہ سے وابستہ ہیں، اس لئے انہیں نفقہ ورہائش کی ضرورت نہیں ہے۔

۶۔ بعض لوگ دوسرے نکاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لیکن وہ اسے پہلی بیوی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے، کیونکہ اس کی وجہ سے تعلقات خراب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

۷۔ بہت سے لوگ دوسری بیوی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، کیونکہ پہلی بیوی کے مریض یا عمر دراز ہونے کی وجہ سے وہ جنسی سکون حاصل نہیں کر پاتے اور دوسری طرف وہ دوسری بیوی کے اخراجات و مصارف کا متحمل نہیں ہے۔

۸۔ بعض لوگ ازدواجی زندگی کے مصارف برداشت نہیں کرسکتے، دوسری طرف بعض خواتین دولت و ثروت کی مالک ہوتی ہیں، انہیں شوہر کی طرف سے نفقہ و مکان کی ضرورت نہیں ہے، تاہم عصمت و عفت کی حفاظت اور اولاد کی چاہت میں وہ نکاح کرنا

چاہتی ہیں۔

۹۔ بہت سے لوگ تجارت یا دوسرے مقاصد کے تحت کسی جگہ جا کر ایک طویل مدت تک قیام پذیر ہوتے ہیں اور بیوی کو ساتھ لیکر جانا مشکل ہوتا ہے اس نے نگاہ وشرمگاہ کی حفاظت کے لئے وہ کسی مقامی خاتون سے نکاح کرلیتے ہیں۔

۱۰۔ سماج میں تعدد ازدواج کو اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے اس نے کچھ لوگ اپنی ضرورت کے پیش نظر دوسری شادی کر لیتے ہیں، لیکن اسے ظاہر نہیں کرتے۔

ان حالات و اسباب کی وجہ سے بعض مرد وعورت اپنے حقوق سے دست بردار ہو کر نکاح کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں۔

نکاح مسیار سے متعلق مختلف نظریات:

نکاح مسیار کے سلسلے میں عرب علماء کی رایوں میں اختلاف ہے، بن باز، بن جبرین، اور طنطاوی وغیرہ اسے کسی کراہت کے بغیر جائز قرار دیتے ہیں (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ،۲۰۸ دکتور محمد الیاس)۔ فقہ اکیڈمی جدہ کا بھی یہی فیصلہ ہے(حوالہ مذکور)، اس نقطۂ نظر کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

''وإن امرأة خافت من بعلها نشوزا أو إعراضا فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحا والصلح خير'' (سورہ نساء: ۱۲۸)۔

(اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بیزاری کا اندیشہ ہو تو ان میاں بیوی کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس کے اتفاق سے کسی قسم کی صلح کر لیں اور صلح کرلینا بہتر ہے)۔

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کہتی ہیں:

''هی المرأة تكون عند الرجل لا يستكثر منها فيريد طلاقها ويتزوج غيرها تقول له اسكنی ولا تطلقنی ثم تزوج غيری، فأنت فی حل من النفقة علي والقسمة لی'' (صحیح بخاری: ۵۲۰۶)، ''وفی روایۃ: فلا بأس إذا تراضيا'' (صحیح بخاری: ۲۶۹۴)، ''وفی روایۃ: وتكون لها صحبة، وولد فتكره أن يفارقها، فتقول له أنت فی حل من شأنی'' (صحیح مسلم: ۳۰۲۱)۔

(کوئی شخص کسی وجہ سے اپنی بیوی سے بہت زیادہ ربط، ضبط نہیں رکھتا ہے اور اسے طلاق دے کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، اور عورت اس سے کہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ رہنے دو اور طلاق مت دو، البتہ تم دوسری شادی کر سکتے ہو اور میرا نفقہ اور میری باری صاف ہے، اور ایک روایت میں ہے کے باہمی رضا مندی سے نفقہ اور باری وغیرہ معاف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور امام مسلم نے نقل کیا ہے کہ کسی عورت نے اس کے ساتھ ایک لمبی زندگی گزاری ہو اور اس سے اس کے بچے ہوں، لہذا اسے شوہر سے علیحدہ ہونا گوارا نہیں ہے، اس لئے وہ کہتی ہے کہ میں تمھیں اپنے

حقوق سے بری قرار دیتی ہوں)۔

۲۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

''وکان یقسم لکل امرأة منهن یومها ولیلتها غیرأن سودة بنت زمعة وهبت یومها ولیلتها لعائشة زوج النبیﷺ تبتغی بذلک رضا رسول اللهﷺ'' (صحیح بخاری: ۲۵۹۳)۔

(رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک دن اور رات مقرر کر رکھا تھا، البتہ حضرت سودہ نے آپ ﷺکو خوش کرنے کے لئے اپنی باری حضرت عائشہؓ کے حوالے کر دی تھی)۔

۳۔ حضرت سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''احق ما أو تیتم من الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج'' (صحیح بخاری: ۵۱۵۱، صحیح مسلم: ۱۴۱۸)۔

(وہ شرطیں سب سے زیادہ اس بات کا حق رکھتی ہیں کہ انہیں پورا کیا جائےجن کے ذریعہ تم نے عصمتوں کوحلال کیا ہے)۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

''المسلمون علی شروطهم'' (سنن ابی داؤد: ۳۵۹۴)۔

(مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہونگے)۔

۵۔ عقود شرعیہ جیسے نکالے وغیرہ میں اصل اباحت ہے، لہذا جس عقد میں مطلوبہ شرعی احکام وشرائط پائے جائیں وہ صحیح اور جائز ہوگا جب تک کہ اسے حرام کے لئے ذریعہ اور پل نہ بنالیا جائے جیسے کہ نکاح موقت وغیرہ، اور نکاح مسیار کسی حرام کے ارتکاب کا ذریعہ نہیں ہے اور نہ ہی حرام کاری مقصود ہے۔

۶۔ اس عقد میں نکاح کی تمام شرطیں موجود ہیں، لہذا اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اور میاں بیوی میں سے کوئی باہمی رضامندی سے کسی شرط پر اتفاق کرلے اور اپنی مصلحت کے پیش نظر کوئی معاہدہ کرلےتو اس کی وجہ سے عقد نکاح پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، اور شرعی دائرے میں رہتے ہوئے شرط ومعاہدہ کی پابند کرنی چاہئے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی اور یوسف قرضاوی (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ،۲۱۰، زواج المسیار دراسة فقهیة اجتماعیة نقدیة،۱۱۶) وغیرہ نکاح مسیار کو کراہت کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس عقد میں نکاح کے تمام ارکان وشرائط موجود ہیں اس لئے جائز ہے، لیکن نکاح کے مقاصد جیسے کہ الفت ومحبت، عورت کی حفاظت اور اولاد کی تربیت کے لئے نکاح کا مروج طریقہ مطلوب ہے کہ اس کے بغیر ان مقاصد کو کامل ومضبوط شکل میں حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے اس میں کراہت ہے۔

شیخ ناصر الدین البانی، محمد زحیلی، عمر سلیمان اشقر وغیرہ (زواج المسیار حقیقتہ

وحکمہ۲۱۰) کے نزدیک نکاح مسیار باطل ہے، اس نقطۂ نظر کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''ومن آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاً لتسکنوا إلیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ'' (سورۃ الروم: ۲۱)۔

اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے۔

اس آیت میں سکون وراحت اور الفت ومحبت کو نکاح کا مقصد قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جس نکاح سے خواہش نفس کی تسکین اور محض طبعی تقاضے کی تکمیل ہو اس سے مطلوبہ مقصد کو حاصل نہیں کہا جاسکتا ہے، اس نکاح کی حیثیت ویٹنگ روم جیسی ہے جہاں تھوڑی دیر کے لئے انسان آتا ہے اور اپنی ضرورت پوری کرکے آئے روانہ ہوجاتا ہے۔

۲۔ اس نکاح میں مرد کی قوامیت مجروح ہوتی ہے کہ نفقہ ورہائش کی ذمہ داری نہ لینے کی وجہ سے عورت پر اسے بالادستی حاصل نہیں ہوتی ہے اور وہ اسے اپنا نگراں اور ذمہ دار نہیں سمجھتی ہے جس کی وجہ سے شوہر کی اطاعت کا وہ لحاظ نہیں رکھتی ہےاور نہ اس کے حقوق کی طرف توجہ دیتی ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ مطلوبہ سلوک کو روا رکھتا ہے، اور انہیں چیزوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالی نے مرد کو قوام بنایا ہے اور اس کی بنیاد نفقہ کو قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

''الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما أنفقوا من أموالہم'' (سورۃ النساء: ۲۴)۔

مرد عورتوں کے نگراں ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

۳۔ اس میں عورت کی اہانت ہے کہ اسے محض سامان تسکین سمجھ لیا گیا ہے، اور اس کی تذلیل ہے کہ اس نکاح کا مقصد محض اپنی شہوانی خواہش کی تکمیل ہے، او رپھر اس کے بعد مرد کو اس سے کوئی مطلب نہیں رہ جاتا ہے اسے کن چیزوں کی ضرورت ہے، اور اس کی طبعی تقاضے کیا ہیں؟ گویا کہ وہ ٹشو پیپر ہے جسے استعمال کے بعد پھینک دیا جاتا ہے۔

۴۔ اس سے نکاح کے بنیادی مقاصد پورے نہیں ہوتے ہیں، یعنی سکون والفت، نسل انسانی کی افزائش اور تربیت اور اہل عیال کی نگہداشت وغیرہ جس کی وجہ سے خاندانی نظام تباہ ہوجاتا ہے اور بچوں کی تربیت واخلاق پر منفی اثرات مرتب ہوتےہیں۔

۵۔ نکاح مسیار کو عام طور پر پوشیدہ رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ بدکاری کا

ذریعہ بن سکتا ہے کہ کسی کے ساتھ زن وشو کے تعلقات واضح ہونے اور سیہ کاری کے آشکارا ہونے پر کہا جاسکتا ہے کہ ان کے درمیان نکاح مسیار کا رشتہ ہے اور جو چیز حرام تک پہنچانے والی ہوتی ہے وہ حرام ہوتی ہے۔

۶۔ شوہر کی طرف سے نفقہ، رہائش کی عدم فراہمی اور بیویوں کے درمیان شب گذاری میں عدم سا رات کی شرط یا عورت کی طرف سے یہ شرط کہ وہ صرف طے شدہ وقت میں اس کے پاس آسکتا ہے عقد نکاح کے تقاضے کے خلاف ہے اور ان میں سے کچھ شرطوں کی وجہ سے بعض اماموں کے نزدیک نکاح فاسد ہوجاتا ہے۔

نیز عورت محض اپنی مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے صحبت ونفقہ وغیرہ کے حق سے دست برداری اختیار کرتی ہے اور کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا درست نہیں ہے۔

دلائل پر ایک نظر:

جو لوگ نکاح مسیار کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں ان کی سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ اس کے ذریعہ نکاح کے مقاصد پورے نہیں ہوتے ہیں، مرد اپنی بیوی اور بچوں کو بہت کم وقت دیتا ہے جس کی وجہ سے عورت کی عفت وعصمت داؤ پر لگی ہوتی ہے اور بچوں کی اچھی تربیت نہیں ہوپاتی۔

یہ صحیح ہے کہ نکاح مسیار میں مقاصد نکاح کی ایک حد تک خلاف ورزی پائی جاتی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ بعض حالات میں اگر ان مقاصد کو پورے طور پر حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے تو کیا عورت غیر شادی شدہ زندگی گزارے گی جس میں اس کی عصمت وعفت کو شدید خطرہ ہو یا اس کی شادی کسی ایسے شخص سے کر دی جائے گی جو اسے کچھ وقت دے سکے۔

عمومی نکاح میں بھی بہت سے لوگ تجارت اور کسب معاش کے لئے اہل وعیال سے دور رہتے ہیں، لیکن اس کی وجہ سے عقد کو غلط نہیں کہا جاتا ہے، اصل یہ ہے کہ یہ نکاح ضرورت کی پیداوار ہے اور بسا اوقات اس کے بغیر پاکیزہ زندگی گزارنا دشوار ہوتا ہے، اور عصمت و عفت کی حفاظت ہی نکاح کا اصل مقصود ہے، اس لئے اس کی حصول کی خاطر بعض دوسرے مقاصد کی عدم تکمیل گوارا کی جاسکتی ہے۔

یہ دلیل بھی قابل توجہ ہے کہ اس سے مرد کی قوامیت متاثر ہوتی ہے لیکن یہ خیال بھی رہنا چاہئے کہ قوامیت کی بنیاد دوباتوں پر ہے:

الف۔ قوامیت اور سیادت کے بار گراں کے لئے جس صبر وبرداشت کی ضرورت ہے وہ عورتوں کے مقابلے میں مردوں میں زیادہ ہے، ‘‘بما فضل الله بعضهم على بعض” (سورہ نساء: ۳۴)۔

ب۔ نکاح کے لئے مرد اپنا مال خرچ کرتا ہے ‘‘بما أنفقوا من أموالهم” (سورہ نساء: ۳۴)۔

اور مرد نے مہر وغیرہ کی شکل میں ایک خطیر مال خرچ کیا ہے، لہذا قوامیت کی

دونوں وجہیں نکاح مسیار میں بھی موجود ہیں، لہذا اگر عورت حالات وضرورت کی وجہ سے اپنے حقوق سے دست بردار ہوجائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ مرد اپنی قوامیت کو بالائے طاق رکھ دے۔

یہ دلیل بھی صحیح ہے کہ اس میں عورت کی ایک طرح سے اہانت ہے کہ وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہوکر اپنے گھر میں رہے اور مرد محض اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس پاس آئے، لیکن خود اسی نے اپنی حالت کے پیش نظر اس طرح کی شرطوں کو گوارا کیا ہے، اور فاسد شرطوں کی وجہ سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، لہذا اس کی وجہ سے عقد کو باطل نہیں کہا جاسکتا ہے۔

نکاح میں گواہوں کی موجودگی شرط ہے اور جب گواہ موجود ہیں تو اسے پوشیدہ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ امام کرخی کہتے ہیں۔ پوشیدہ نکاح وہ ہے جس میں گواہ موجود نہ ہوں اور جب گواہ موجود ہوں تو وہ علانیہ نکاح ہے: ''نکاح السر ما لم یحضرہ شہود فإذا حضروہ فقد أعلن'' (فتح القدیر ۳۵۲،۲)، اور شافعیہ کہتے ہیں کہ گواہی میں اعلان موجود ہے اور گواہی کے ساتھ پوشیدگی نہیں ہوتی ہے (حاشیۃ العروض المربع ۳۷۷)۔ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ نکاح کا اعلان مستحب ہے اور اگر پوشیدہ رکھا جائے تو کراہت کے ساتھ نکاح صحیح ہے، ''یستحب إعلان النکاح وإذا کتم کرہ ذلک وصح النکاح'' (الکافی ۳۳،۳ لابن قدامہ)، امام مالک کے نزدیک اعلان شرط ہے، لیکن خود بعض مالکی علماء نے ان کی رائے کو قبول نہیں کیا ہے، چنانچہ علامہ ابن عربی کہتے ہیں کہ:

''إن اللہ تعالی جعل الإشہاد غایۃ الإعلام'' (القبس ۷۰۵،۲) ۔

اللہ تعالی نے گواہی کو اعلان کی اشہاد قرار دیا ہے۔

یہاں تک کہ اگر گواہوں کو نکاح کے بارے میں کسی کونہ بتانے کی تاکید کردی تو بھی امام ابوحنیفہ، شافعی اور احمد کے نزدیک نکاح فاسد نہیں ہوگا (دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۲۳۲،۴، العروض المربع ۷۶،۳)۔

علاوہ ازیں نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں کچھ پوشیدگی پائی جاتی ہے تو وہ محض پہلی بیوی اور اس کے گھر والوں تک محدود رہتی ہے اور دوسرے لوگ اس سے واقف ہوتے ہیں لہذا اسے پوشیدہ نکاح کہنا اور بدکاری کا ذریعہ قرار دینا اور سد ذریعہ کے طور پر ممنوع کہنا درست نہیں ہے، شب گزاری نکاح کا اصل مقصد ہے، لیکن کوئی عورت اپنی خوشی سے ساقط کرنا چاہے تو کرسکتی ہے، جیسے کہ حضرت سودہؓ اپنے اس حق سے حضرت عائشہؓ کے حق میں دست بردار ہوگئی تھیں اور جب کوئی عورت شب گزاری سے دست بردار ہوسکتی ہے تو حق نفقہ کو بدرجہ اولی ساقط کر سکتی ہے، اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ نکاح کے بعد اپنے ان حقوق سے دست بردار ہو یا نکاح سے پہلے، اور دونوں صورتوں میں وہ جب چاہے اپنے حق کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مانعین کے پاس ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنیاد پر اس نکاح کو غیر صحیح کہا جاسکے، جہاں تک مجوزین کے دلائل کا تعلق ہے تو وہ بالکل واضح ہیں جن سے نکاح مسیار کا جواز معلوم ہوتا ہے البتہ اس کی بعض شرطیں عقد کے تقاضے کے خلاف ہیں نیز اس میں کچھ حد تک مقاصد نکاح کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے، اس لئے اس کو پسندیدہ نہیں کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس نکاح کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے، اور صرف مخصوص حالت میں انفرادی طور پر اس کی اجازت دی جانی چاہئے۔

نکاح مسیار کے مثبت اور منفی اثرات ونتائج :

مثبت اثرات وخصوصیات:

۱۔ مطلقہ، بیوہ اور عمر دراز عورتوں کےلئے پاکیزہ زندگی گزارنے اور اولاد کی نعمت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے، اس طرح سے بعض مردوں کے لئے بھی پا کدامنی کا سبب ہے، اور عصمت و عفت کے ساتھ زندگی گزارنے کی اسلام میں بڑی اہمیت دی گئی ہے، اور اس کے ہر ممکن آسانی فراہم کی گئی ہے۔ مرد وعورت کے جنسی ملاپ کو اسلام گندگی یا ناپسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے، بلکہ اسے ایک فطری اور طبعی ضرورت قرار دیتا ہے اور کار ثواب سمجھتا ہے اور اس تک پہنچانے کے راستے کو آسان سے آسان تر بنانے کا حکم دیتا ہے، تاکہ بدکاری کی طرف قدم نہ اٹھیں۔

۲۔ جسمانی اعتبار سے معذور خواتین یا والدین کی دیکھ ریکھ یا بچوں کی تربیت کے لئے میکے میں رہنے پر مجبور خواتین کے مسائل کو حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

۳۔ بیوہ یا مطلقہ عورت صاحب اولاد ہے تو ان کی تربیت میں اس سے مدد ملتی ہے، کیونکہ بچوں کو اگر کسی سرپرست کے وجود کا احساس ہو تو ان کی روش پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور بہت سے لوگ ان بچوں کے جذبات کا بھی لحاظ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے انھیں یتیمی کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

۴۔ نکاح مسیار سے ان نوجوان کا بھی تعاون ہوتا ہے جنھیں نکاح کی ضرورت ہے اور زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے مگر وہ نکاح کے خرچہ کا تحمل نہیں کرسکتے، یا بیوی موجود ہے، لیکن کسی سبب سے اس سے جنسی ضرورت پوری نہیں ہوتی ہے اور دوسری شادی کی وجہ سے تعلقات میں بگاڑ کا اندیشہ ہے یا وہ دوسری بیوی کے خرچ کا متحمل نہیں ہے۔

۵۔ نکاح مسیار کبھی عمومی نکاح کا ذریعہ بن جاتا ہے، اس طور پر کہ پہلی بیوی کو اس کے بارے میں معلوم ہوجائے، اور وہ اس پر راضی اور اس کے ساتھ رہنے اور باری وغیرہ کے سلسلہ میں اس کے ساتھ عدل کرنے پر آمادہ ہوجائے۔

۶۔ اس کا بھی امکان ہے کہ دونوں کے درمیان محض جنسی تعلق نہ رہے، بلکہ الفت ومحبت کے جذبات بیدار ہوجائیں یا بچے پیدا ہوجائیں جس کے نتیجہ میں شوہر اس

کے ان حقوق کو ادا کرنے لگے جن سے وہ دست بردار ہوگئی ہے۔

۷۔ شادی نہ ہونے کی وجہ سے عورتیں نفسیاتی امراض کا شکار ہوجاتی ہیں اور ان کی خود اعتمادی مجروح ہوجاتی ہے، نکاح مسیار اس طرح کے مسائل سے دوچار عورتوں کے لئے ایک متبادل طریقہ ہے۔

۸۔ تعدد ازدواج کو معاشرہ میں برا سمجھا جانے لگا ہے، نکاح مسیار اس غلط تصور کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

منفی اثرات ونتائج:

۱۔ عورت اپنی اہانت اور ذلت محسوس کرتی ہے کہ اسے محض سامان تسکین اور شہوت کی تکمیل کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے خصوصاًجب کہ مرد اس کے جذبات واحساسات کا لحاظ نہ کرے اور محض مطلب کے لئے اس کی پاس آئے۔

۲۔ بعض عورتوں کو احساس ہوتاہے کہ ان کی شادی ادھوری ہے اور وہ مکمل طور پر شادی شدہ نہیں ہیں، یہاں تک کہ اگر وہ اپنے حقوق اور بیویوں کے درمیان عدل کا تقاضا کریں تو طلاق کا خطرہ رہتا ہے۔

۳۔ اس طرح کے نکاح میں مہر کی مقدار بہت کم ہوتی ہے اور مرد کسی بھی اعتبار سے زیر بار نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس میں طلاق کے واقعات کثرت سے ہوتے ہیں، بلکہ بہت سے لوگوں کے لئے اس کی حیثیت نکاح متعہ جیسی ہوجاتی ہے کہ چند دنوں تک ایک عورت سے فائدہ اٹھاتے رہے اور پھر اسے چھوڑ کر دوسری کی تلاش میں نکل گئے۔

۴۔ نکاح کی ذمہ داریوں سے فرار کا ذریعہ بنتا ہے جس کی وجہ سے مروج نکاح کے سلسلے میں لوگوں کی رغبت کم ہوجاتی ہے۔

۵۔ عورت کے مال کو ہڑپنے کا ایک ذریعہ ہے کہ مرد اس کے مال کو ادھر ادھر اڑاتا رہتا ہے اور اعتراض کرنے پر طلاق کی دھمکی دیتا ہے۔

۶۔نکاح کا مقصد الفت ومحبت، نسل انسانی کی افزائش و تربیت اور ایک اچھے خاندان کی تشکیل ہے، نکاح مسیار سے اس مقصد کی تکمیل مشکل ہے، کیونکہ مرد اپنے اہل و عیال کو مطلوبہ وقت نہیں دیتا ہے جس کی وجہ سے بچوں کی تعلیم وتربیت پر بڑے خراب اثرات مرتب ہوتے ہیں اور عورت کی عصمت و عفت کو بھی خطرہ ہوتا ہے۔

نکاح مسیار کی دوسری شکل:

نکاح مسیار کی دوسری مشکل یہ ہے کہ بہت سے لوگ حصول علم یا تجارت وغیرہ کے مقصد سے مغربی ملکوں میں جاتے ہیں اور ایک طویل عرصے تک وہاں قیام کرتے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہاں کا سماج ایک حیا باختہ سماج ہے جس کی وجہ سے کسی جوان شخص کے لئے بیوی کے بغیر زندگی گزارنا دشوار تر ہوتا ہے، ان حالات میں وہ وہاں نکاح کرلیتے ہیں جو ان کے لئے پاکدامنی کا ذریعہ ہوتا ہے اور خاندانی زندگی کی

سہولتیں بھی حاصل ہوجاتی ہیں، اور عام طور پر ان کے ذہن میں رہتا ہے کہ جب تک یہاں رہینگے اس رشتہ کو باقی رکھینگے، اور جب مستقل طور پر وطن واپس آنے کا ارادہ ہوگا تو طلاق دے کر رشتہ کو ختم کردینگے، تاکہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے نکاح میں کوئی پریشانی نہ ہو، کیا اس طرح کے نکاح کو نکاح متعہ یا نکاح موقت میں شامل مانا جائے گا یا نہیں؟

اس کے جواب سے پہلے ضروری ہے کہ نکاح متعہ یا نکاح موقت کی حقیقت بیان کردی جائے۔

نکاح متعہ:

کسی عورت سے متعین رقم کے عوض ایک مدت تک کےلئے نکاح کرنا متعہ کہلاتا ہے، اس نکاح میں گواہ کی موجودگی شرط نہیں ہے، اور نہ طلاق ہوتی ہے، بلکہ مقررہ مدت کے بعد طلاق کے بغیر علاحدگی ہوجاتی ہے، نیز نکاح کے دوسرے حقوق اور ذمہ داریاں بھی کسی بھی عائد نہیں ہوتی ہیں، مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تم سے ایک دن، ایک ماہ یا ایک سال کے لئے متعہ کرتا ہوں یا میں تمھیں اتنی رقم دونگا اس شرط کے ساتھ کہ جب تک اس شہر میں میرا قیام رہے گا میں تم سے فائدہ حاصل کرتا رہونگا، صاحب ''ہدایہ '' لکھتے ہیں:

''نکاح المتعۃ باطل، وہو أن یقول لامرأۃ أتمتع بک کذا مدۃ بکذا من المال'' (الہدایہ ۳۸،۳)۔

(نکاح متعہ باطل ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی کسی عورت سے کہے کہ میں اتنی مدت کے لئے اتنے مال کے عوض تم سے متعہ کررہا ہوں۔

نکاح موقت:

نکاح موقت کی تعریف کرتے ہوئے علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

''نکاح الموقت باطل مثل أن یتزوج امرأۃ بشہادۃ شاہدین إلی عشرۃ أیام'' (حوالہ مذکور)۔

(نکاح موقت باطل ہے، جیسے کہ کوئی دوگواہوں کی موجودگی میں کسی عورت سے دس دن کے لئے نکاح کرے)۔

نکاح متعہ اور موقت کے درمیان فرق:

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ متعہ اور موقت میں دو حیثیت سے فرق ہے ایک کہ متعہ میں م ت ع کا مادہ استعمال کیا جاتا ہے اور موقت میں نکاح یا زواج کا لفظ استعمال ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ متعہ میں نہ تو گواہوں کی موجودگی کی شرط ہوتی ہے اور نہ مدت متعین ہوتی ہے، اس کے برخلاف نکاح موقت میں گواہوں کی موجودگی مشروط ہے اورمدت کی تعیین ضروری ہے (رد المحتار۱۴۸،۴)۔

نکاح متعہ اور موقت کا حکم:

چاروں اماموں کے نزدیک حکم کے اعتبار سے نکاح متعہ اور موقت میں کوئی فرق

نہیں ہے جس طرح سے نکاح متعہ باطل ہے اسی طرح سے نکاح موقت بھی باطل ہے، اور باطل ہونے کی وجہ مدت کا ذکر کرنا ہے، کیونکہ نکاح میں دوام اور ہمیشگی مطلوب ہے اور ایک مدت کے لئے نکاح کرنے میں اس کی خلاف ورزی ہے، اور متعہ کی حرمت کی کتاب وسنت اوراجماع سے ثابت ہے اور موقت بھی متعہ کی ایک شکل ہے، ''فیکون من أفراد المتعۃ، وإن عقد بلفظ التزویج واحضر الشہود'' (البحر الرائق۳،۱۹۰)، صرف امام زفر اس بات کے قائل ہیں کہ نکاح موقت صحیح ہے اور مدت کی تعیین باطل ہے، علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

''وقال زفر ہو صحیح لازم، لأن النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدۃ، ولنا أنہ أتی بمعنی المتعۃ والعبرۃ فی العقود للمعانی'' (الہدایہ۳،۲۸)۔

اور محیط نامی کتاب میں ہے:

''کل نکاح موقت متعۃ، وقال زفر: لا تکون المتعۃ إلا بلفظہا'' (الموسوعۃ ۴۱،۳۴۲)۔

مدت کی نیت:

حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے ابن قدامہ اس بات کے قائل ہیں کہ نکاح متعہ یا موقت اسی طرح ہوگا جب کہ لفظوں میں مدت کا تذکرہ کیا جائے اس لئے اگر کوئی عمومی الفاظ میں نکاح کرے، البتہ اس کے دل میں ہے کہ چند دنوں، یا ایک ماہ یا ایک سال کے بعد طلاق دے دے گا تو نکاح صحیح ہے، خواہ عورت یا اس کے سرپرست کو اس کی نیت کے بارے میں معلوم ہو یا نہ ہو اور صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس عقد میں نکاح کو فاسد کرنے والی کوئی شرط موجود نہیں ہے، اور محض نیت کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوگا، اس لئے کہ انسان کبھی ارادہ کرتا ہے، لیکن اس پر عمل نہیں کرتا اور کبھی ایسا کام کرگزرتا ہے جس کا ارادہ نہیں ہوتا، اور اس لئے بھی کہ مدت کے پائے جانے کے لئے لفظ کا ہونا ضروری ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک صحیح اور راجح یہ ہے کہ نکاح باطل ہے، کیونکہ یہ بھی متعہ کی ایک شکل ہے، امام اوزاعی بھی اسی کے قائل ہیں، اور بہرام مالکی کا بھی یہی نقطہ نظر ہے، بشرطیکہ عورت مرد کے مقصد کو سمجھ جائے (الموسوعۃا لفقہیہ ۴۱،۳۴۴)۔

اور امام مالک جواز کے قول کےساتھ یہ بھی کہتے ہیں:

''لیس ہذا من أخلاق الناس'' (المنہاج ۵،۳۰۲)۔

(انسانی اخلاق کے اعتبار سے گری ہوئی بات ہے)۔

اسی طرح شافعیہ نے بھی اسے مکروہ کیا ہے، کیونکہ بعض لوگوں نے اسے باطل قرار دیا ہے اور اختلاف سے بچنے کے لئے اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے، نیز جن چیزوں کی صراحت کی وجہ سے عقد باطل ہوجاتا ہے، اگر انہیں دل میں پوشیدہ رکھا جائے تو اس

کی وجہ سے عقد مکروہ ہوتا ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۴۱،۳۴۴)۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ نکاح مسیار کی دوسری شکل نکاح موقت کے حکم میں داخل نہیں ہے اور بظاہر اس میں نکاح کی تمام شرطیں موجود ہیں اس لئے وہ صحیح ہے، البتہ چونکہ رشتۂ نکاح میں دوام اور ہمیشگی مطلوب ہے اور اس میں ایک طرح سے اس کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے، اس لئے کراہت سے خالی نہیں ہے،چنانچہ مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''عقد کرنے والوں میں سے دونوں یا ان میں سے کوئی ایک یہ ارادہ رکھے کہ ایک مدت کے بعد اس رشتہ کو ختم کردے گا تو اس سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، البتہ شریعت کی نگاہ میں نکاح ایک دائمی عقد ہے، اس لئے میاں بیوی سے مطلوب ہے کہ وہ اس رشتے کو برقرار رکھیں اور شدید مجبوری ہی میں اسے ختم کریں اور نکاح کے شروع ہی میں دل میں علاحدگی کا ارادہ رکھنا اس مقصد کے خلاف ہے، لہٰذا دیانۃً یہ کراہت سے خالی نہیں ہے، اس لئے اس طرح کے نکاح کو اسی وقت اختیار کیا جائے، جبکہ شہوت کا غلبہ اور حرام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو (.....)۔

البتہ نکاح مسیار کی اس صورت کے بارے میں اس پر غور کرنا چاہئے کہ وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی تعلیم وتربیت کیسے ہوگی اور وہ کس کے زیر سایہ نشو ونما پائینگے، نیز وراثت سے متعلق مسائل کیسے حل ہونگے؟ کیونکہ شوہر اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے ملک واپس چلا جائے گا اور وہاں خود کو غیر شادی شدہ ظاہر کرے گا۔

مشورے اور تجاویز:

۱۔ مناسب ہے کہ نکاح کےو قت نفقہ اور بیویوں کے درمیان مساوات سے دست برداری کی شرط نہ لگائی جائے تاکہ بہ اتفاق نکاح صحیح ہوسکے اور نکاح کے بعد عورت چاہے توا ن سے دست بردار ہوجائے۔

۲۔ گواہوں کو نکاح پوشیدہ رکھنے کے لئے نہ کہا جائے، تاکہ فقہ مالکی کے اعتبار سے نکاح فاسد نہ ہو اور اگر اس کی وجہ سے پہلی بیوی کی طرف سے مخالفت کا اندیشہ ہو تو ایسے لوگوں کو گواہ بنایا جائے جو اس تک اطلاع نہ پہنچائیں۔

۳۔ عورت کے گھر اور خاندان کی حد تک نکاح کا اعلان ضرور کیا جائے تاکہ کسی تہمت کا اندیشہ نہ رہے۔

۴۔ ممکن حد تک مقاصد نکاح کا لحاظ رکھنا چاہئے اگر شوہر وقت نہیں دے پارہا ہے تو فون وغیرہ کے ذریعہ اس کی خبر گیری کرنی چاہئے اور اس کے پاس تحفہ لے کر آئے، تاکہ کسی حد تک نفقہ کی تلافی ہوسکے اور اگر وہ نفقہ دینے پر قادر ہے تو اسے نفقہ ادا کرنا چاہئے۔

۵۔ کسی شرعی عذر کے بغیر ضبط ولادت کی تدبیروں پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

۶۔ شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کی نگہداشت وحفاظت اور اولاد کی تربیت کے فریضے سے غفلت نہ کرے اور اپنی قوامیت کا لحاظ رکھے۔

۷۔ نکاح کے دستاویز بنا لینا چاہئے، تاکہ عورت اور اس کے بچوں کے حقوق ضائع نہ ہوں، اور شوہر کے ساتھ کسی حادثہ کے پیش آنے کی صورت میں وہ اس کی وراثت سے محروم نہ ہوں۔

نکاح ایک نہایت پاکیزہ رشتہ اور ایک مقدس بندھن ہے، جس میں مرد وعورت ایک دوسرے کے ساتھ مخلص، وفادار اور ہمیشہ وابستہ رہنے کا عہد وپیمان کرتے ہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

''وکیف تأخذونہ وقد أفضی بعضکم إلی بعض وأخذن منکم میثاقاً غلیظاً'' (سورۃ النساء: ۲۱)۔

(اور آخر تم کیسے وہ مہر واپس لے سکتے ہو جب کہ تم ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوچکے تھے اور انہوں نے تم سے بڑا بھاری عہد لیا تھا)۔

حضرت عبد اللہ بن عباس، مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میثاق غلیظ (بھاری عہد وپیمان) سے مراد خود عقد نکاح ہے (تفسیر ابن کثیر ۱،۴۴۳) جس کے ذریعہ دونوں ایک دوسرے سے دائمی وابستگی اور حسن سلوک کا عہد کرتے ہیں۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''فاتقوا اللہ فی النساء فإنکم أخذتموہن بأمان اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ'' (صحیح مسلم: ۱۲۱۸ کتاب الحج)۔

(عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو تم نے اللہ کے امان کے ذریعہ انھیں حاصل کیا ہے اور اللہ کی طرف سے مباح قرا ردینے کی وجہ سے ان کی عصمت تمہارے لئے حلال ہوئی ہے)۔

وہ پاکیزہ زندگی گزارنے کا ذریعہ اور گناہ سے بچنے کا سبب ہے لہذا اس کا مقصد نگاہ وشرمگاہ کی حفاظت، نسل انسانی کی بقا اور تربیت ہونا چاہئے نہ کہ محض نفسانی خواہشات کی تکمیل، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''إذا آتیتموہن أجورہن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی أخدان'' (سورۃا لمائدہ: ۵)۔

(جب کہ تم نے ان کو نکاح کی حفاظت میں لانے کے لئے ان کے مہر دے دیئے ہوں نہ تو (بغیر نکاح کے) صرف ہوس نکالنا مقصود ہو اور نہ خفیہ آشنائی پیدا کرنا)۔

اور اسی بنیاد پر عارضی شادی جیسے کہ متعہ یا موقت کو حرام قرار دیاگیا ہے کہ اس سے مقصد محض ہوس رانی ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

‘‘نکاح متعہ کا مشہور مفہوم یہ ہے کہ کسی عورت سے نکاح تو کیا جائے، لیکن اس میں مقاصد نکاح کا حصول مطلوب نہ ہو یعنی بچے کی پیدائش اور اس کی تربیت کے لئے رشتہ کو برقرار رکھنا مقصود نہ ہو ’’ (فتح القدیر ۳،۲۴۶)۔

اور عنایہ میں ہے:

‘‘مقاصد نکاح کے حصول کے بغیر کسی عورت سے فائدہ اٹھانے کا نام متعہ ہے اور نکاح موقت میں بھی یہ چیز موجود ہے، کیونکہ قلیل مدت میں ان مقاصد کو حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے ’’ (العنایہ ۴،۳۹۴)۔

اور مقاصد نکاح کی تکمیل اور ایک مثالی خاندان کی تشکیل اور نسل انسانی کی تربیت وتعلیم کے لئے ضروری ہے کہ عورت کے تمام مصارف کو مرد برداشت کرے اور اسے شوہر کی محبت اور بھرپور توجہ حاصل ہو تاکہ یکسوئی کے ساتھ وہ اپنے فریضے کو ادا کرسکے۔

اور نکاح مسیار کو دونوں شکلوں میں یہ چیزیں موجود نہیں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے عورت اپنی زندگی میں ایک خلا، بلکہ اہانت محسوس کرتی ہے اور اس کے نتیجہ میں اولاد کی تعلیم وتربیت پر بڑے خراب اثرات مرتب ہوتے ہیں اس لئے شدید ضرورت کے بغیر نکاح مسیار سے بچنا چاہئے اور اللہ سے عہد وپیمان کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ دلوں کے بھید سے بخوبی واقف ہے۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

مفتی عبد الرحیم قاسمی•

سوال: شریعت کے جو مقاصد نکاح سے متعلق ہیں زواج مسیار سے پورے ہوتے ہیں اگر نہیں تو ایسی صورت میں نکاح مسیار کا کیا حکم ہے؟

الجواب:حضرت مفتی شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہینمتعہ اصطلاحی جس کے جواز کا ایک فرقہ مدعی ہے یہ ہے کہ ایک مرد کسی عورت سے یوں کہے کہ اتنے دن کے لئے اتنے پیسے یا فلاں جنس کے عوض میں تم سے متعہ کرتا ہوں متعہ اصطلاحی کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔

قرآن مجید نے محرمات کا ذکر فرما کر یوں فرمایا ہے کہ ان کے علاوہ اپنے اصول کے ذریعہ حلال عورتیں تلاش کرو اس حال میں کہ پانی بہانے والے نہ ہوں، یعنی محض شہوت رانی مقصود نہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ محصنین کی بھی قید لگائی ہے، یعنی یہ کہ عفت پاکدامنی کا دھیان رکھنے والے ہوں متعہ چونکہ مخصوص وقت کے لئے کیا جاتا ہے، اس لئے اس میں نہ حصول اولاد مقصود ہوتا ہے نہ گھر بار بسانا اور نہ عفت و عصمت اور اسی لئے جس عورت سے متعہ کیا جائے اس کو فریق مخالف زوجہ وارثہ بھی قرار نہیں دیتا اور اسکو ازوا ج معروفہ کی گنتی میں بھی شمار نہیں کرتا اور چونکہ مقصد محض قضاء شہوت ہے، اس لئے مرد و عورت عارضی طور پر نئے جوڑے تلاش کرتے رہتے ہیں جب یہ صورت ہے تو متعہ عفت و عصمت کا ضامن نہیں، بلکہ دشمن ہے، حضرت ابن عباس کچھ عرصہ تک متعہ کو جائز سمجھتے تھے، پھر حضرت علیؓ کے سمجھانے سے جیسا کہ صحیح مسلم (۴۵۲،۱) پر ہے اور آیت شریفہ: ''إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم'' (سورہ مومنون: ۶) سے متنبہ ہو کر رجوع فرما لیا جیسا کہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتاہےیہ عجیب بات ہے کہ جو فرقہ حلت متعہ کا قائل ہے باوجود یہ کہ اسے حضرت علیؓ کے محب اور فرمانبردار ہونے کا دعویٰ ہے، لیکن اس مسئلہ میں انکا بھی مخالف ہے۔

صاحب روح المعانی قاضی عیاض سے نقل کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر سے پہلے متعہ حلال تھا پھر غزوہ خیبر میں حرام کر دیا گیا اس کے بعد فتح مکہ کے دن حلال کر دیا گیا،

• امیر مرکز دعوت وارشاد وافتاء، مفتی اعظم مدھیہ پردیش، بانی وناظم جامعہ محمودیہ خیر العلوم احسان نگر جیل روڈ کرود بھوپال، ایم پی۔

لیکن پھر تین دن کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ فرمان باری تعالیٰ شانہٗ ‘‘الذین ہم لفروجہم حافظون إلاعلی أزواجہم أو ما ملکت أیمانہم فإنہم غیر ملومین’’ (سورہ مومنون: ۵۔۶) یہ ایسا واضح ارشاد ہے جسمیں کسی تاویل کی گنجائش نہیں اس سے حرمت متعہ صاف ظاہر ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ‘‘استمتعتم’’ سے متعہ اصطلاحی مراد ہونے کی کوئی قطعی دلیل نہیں محض ایک احتمال ہے یہ احتمال ‘‘إلا علی أزواجہم أو ما ملکت أیمانہم’’ کے قطعی الدلالۃ مضمون کے ہر گز معارض نہیں بالفرض اگر تعارض مان لیا جائے تب بھی عقل سلیم کا تقاضہ ہے کہ محرم کو مبیح پر ترجیح ہونی چاہئے۔

نکاح متعہ کی طرح نکاح موقت بھی حرام اور باطل ہے نکاح موقت یہ ہے کہ ایک مقرر مدت کے لئے نکاح کیا جائے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ متعہ میں لفظ متعہ بولا جاتا ہے اور نکاح موقت لفظ نکاح سے ہوتا ہے(معارف القرآن۲،۳۶۸۔۳۶۶)۔

نکاح مسیار بھی نکاح موقت کی ایک شکل ہے مذکورہ مضمون سے اسکی حرمت بھی واضح ہے۔

مسیار کا حکم :

نکاح مسیار کے متعلق بطور تمہید چند باتوں کا ذکر مناسب ہے:

(۱)شریعت مطہرہ میں میاں بیوی کے درمیان نکاح سے حاصل ہونے والا تعلق صرف جنسی خواہش کی تکمیل نہیں بلکہ نکاح جسم و روح کا باہمی رشتہ ہے اس مقدس رشتہ میں میاں بیوی ایک دوسرے سے ہمیشہ وابستہ رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا عہد و پیمان کرتے ہیں میاں بیوی کے اس قدر گہرے تعلق کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے کہ زوجین کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے ‘‘ہن لباس لکم و أنتم لباس لہن’’ (سورہ بقرہ: ۱۸۷)۔

(وہ تمہارے اوڑھنابچھانے کے ہیں اور تم ان کے اوڑھنے بچھانے کے ہو)۔

‘‘وقولہ ہن لباس لکم وأنتم لباس لہن، قال ابن عباس ومجاہد وسعید بن جبیر والحسن وقتادہ والسدی ومقاتل بن حیان، یعنی ہن سکن لکم وانتم سکن لہن، وقال الربیع بن انس، ہن لحاف لکم وأنتم لحاف لہن، وحاصلہ أن الرجل والمرأۃ کل منہما یخالط الاخر ویماسہ ویضاجعہ فناسب أن یرخص لہم فی المجامعۃ فی لیل رمضان لئلا یشق ذالک علیہم و یحرجوا’’(تفسیر ابن کثیر ۱، ۳۷۵)۔

‘‘وفی روح البیان:وجعل کل من الرجل والمراۃ لباسا للاخرلتجردھما عندا النوم واعتناقہما واشتغال کل منہما علی الاخر، أو لأن کلا منہما یستر حال صاحبہ و یمنعہ من الفجور، وعما لا یحل کما جاء فی الحدیث: ‘‘من تزوج فقد أحرز ثلثی دینہ’’ أو المعنی ہن سکن لکم وأنتم سکن لہن، کما قال تعالی: وجعل منہا زوجہا لیسکن إلیہا، ولا یسکن شیء إلی شیء کسکون أحد الزوجین إلی الآخر’’ (روح البیان۱،۲۹۹)۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ مجاہد سعید بن زبیر حسب بن قتادہ سدی بن مقاتل ابن حیان فرماتے ہیں کہ وہ تمہارے لئے سکون کا باعث ہیں اور تم انکے لئے سکون کا باعث ہو اور ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں کہ وہ تمہارے لئے لحاف ہیں اور تم ان کے لئے لحاف ہو ۔

''ولما كان الرجل والمرأة يعتنقان و يشتمل كل منهما على صاحبه شبه باللباس أو لأن اللباس كما يستر صاحبه كذالک يكون كل واحد منهما لصاحبه ستر عما لا يحل قال رسول الله ﷺ: من تزوج فقد أحرز ثلثى دينه'' (تفسير مظهرى۲۰۳،۱)۔

(۲)نکاح کا رشتہ عفت و پاکدامنی کا سبب اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے اسی وجہ سے نکاح کو دو تہائی دین کہا گیا ہے چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے کہ چونکہ مرد اور عورت ایک دوسرے سے لپٹے ہیں اور ہر ایک دوسرے پر لباس کی طرح مشتمل ہو جاتا ہے اس لئے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی یا اس لئے کہ لباس جس طرح لباس پہننے والے کو چھپا لیتا ہے اسی طرح مرد اور عورت ایک دوسرے کو حرام سے چھپاتے اور روکتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نکاح کر لیا اس نے دو تہائی دین جمع کر لیا ، نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کا یہ مقصد بیان فرمایا ہے ''یعنی نکاح کرو اس حال میں کہ تم پاکدامنی چاہتے ہو شہوت رانی مقصود نہ ہو اور نہ ہی چوری چھپے یاری لڑانا اگر نکاح کے وقت شہوت پوری کرنا ہی غرض ہو تو یہ شرعی نکاح کے مقاصد کے خلاف ہے جسے نفلی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

''وابتغوا ما كتب الله لكم أى اطلبوا ما قدره الله تعالىٰ لكم فى اللوح من الولد وهو المروى عن ابن عباس والضحاک و مجاہد رضى الله تعالى عنهم و غيرهم والمراد الدعاء بطلب ذلک بأن يقولوا اللهم ارزقنا ما كتبت لنا و هذا لا يتوقف على أن يعلم كل واحد أنه قدر له ولد، وقيل: المراد ما قدره لجنسكم والتعبير بما نظرا إلى الوصف كما فى قوله تعالى ''والسماء وما بناها'' (الشمس۵) وفى الآية دلالة على أن المباشر ينبغى أن يتحر ى بالنكاح حفظ النسل لا قضاء الشهوة فقط، لأنه سبحانه و تعالىٰ جعل لنا شهوة الجماع لبقاء نوعنا إلى غاية كما جعل لنا شهوة الطعام لبقاء اشخاصنا الى غاية و مجرد قضاء الشهوة لا ينبغى أن يكون إلا للبهائم'' (روح المعانى ۴۶۲،۱)۔

''وفى التفسير الراغب: وقوله تعالىٰ: و ابتغوا ما كتب الله إشارة فى تحرير النكاح إ لى لطيفة وهى أن الله تعالى جعل لنا شهوة النكاح لبقاء نوع الإنسان إلى غاية كما جعل لنا شهوة النكاح لبقاء نوع الإنسان إلى غاية كما جعل لنا شهوة الطعام لبقاء أشخاصنا إلى غاية، فحق الإنسان أن يتحرى بالنكاح ما جعل الله لنا على حسب ما يقتضيه العقل والديانة، فمتى تحرى به حفظ النسل و حصن النفس على الوجه المشروع فقد ابتغى ما كتب الله له'' (تفسير

راغب۱،۳۹۹) ۔

(۳)نکاح کے مقاصد میں سے ایک اعلیٰ مقصد نسل کی حفاظت ہے چنانچہ علامہ آلوسیؒ قرآن کریم کی آیت: ‘‘وابتغوما کتب اللہ لکم’’ (سورہ بقرہ: ۱۸۷) کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، یعنی تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں مباشرت کے ساتھ اولاد لوح محفوظ میں لکھ دی ہے اور یہی حضرت ابن عباسؓ ، ضحاکؒ، اور مجاہدؒ سے مروی ہے اور تلاش سے یہ مراد ہے کہ یوں دعا مانگو کہ اے اللہ جو آپ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے وہ رزق (اولاد) عطا فرمائیے اور اس آیت میں اس بات کی رہنمائی ہے کہ نکاح کی وجہ سے مباشرت کرنے والے کو چاہئے کہ اس کے پیش نظر نسل انسانی کی حفاظت ہو نہ کہ صرف جنسی خواہش کی تکمیل، اس لئے کہ اللہ رب العزت نے نوع انسانی کی بقاء کے لئے ہی ہمارے اندر جماع کرنے کی شہوت کو پیدا کیا ہے، جیسا کہ کھانے کی چاہت کو شخصیت کی بقاء کے لئے بنایا ہے اور صرف جنسی خواہش کی تکمیل تو جانوروں کا عمل ہے ۔

‘‘فی مقاصد الشرعیہ الإسلامیۃ رابعا حفظ النسل، ویراد بہ حفظ النوع الإنسانی علی الأرض بواسطۃ التناسل ذلک أن الإسلام یسعی إلی استمرار المسیرۃ الإنسانیۃ علی الأرض حتی یأذن اللہ بفناء العالم ویرث الأرض ومن علیہا ومن أجل تحقیق ہذا المقصد شرع الإسلام المبادی والتشریعات التالیۃ:

شریعۃ الزواج فقد شرع الإسلام الزواج و رغب فیہ واعتبرہ الطریق الفطری النظیف الذی یلتقی فیہ الرجل بالمراۃ لابدوافع غریزیۃ محضۃ ،ولکن بالإضافۃ إلی تلک الدوافع یلتقیان من أجل تحقیق ہدف سام نبیل ہو حفظ النوع الإنسانی وابتغاء الذریۃ الصالحۃ التی تعمر العالم و تبنی الحیاۃ الإنسانیۃ و تتسلم اعباء الخلافۃ فی الأرض لتسلمہا إلی من یخلف بعدہا حتی یستمر العطاء الإنسانی و تزدہر الحضارۃ الإنسانیۃ فی ظل المبادئ النبیلۃ والقیم الفاضلۃ’’ (الکتاب منشور علی موقع وزارۃ الاوقاف السعودیہ۱،۲۴)۔

اسی طرح مقاصد شرعیۃ اسلامیہ میں ہے کہ نکاح کی مشروعیت اور اس کی ترغیب اور اسکو فطری طریقہ قرار دینے کی وجہ یہی ہے کہ نوع انسانی کی حفاظت ہو اور ایسی نیک صالح اولاد کا وجود ہو جو اس عالم کی تعمیر کر سکے انسانی زندگی کو بنا سکے اور خلافت کی چادر کو سنبھال سکے، تاکہ اپنے بعد والے کو یہ امانت حوالے کر دے اور یہ سلسلہ جاری رہے یہاں تک کہ انسان ہمیشہ ہمیشہ والی زندگی میں داخل ہو جائے ۔

‘‘عن الربیع بن سبرۃ عن أبیہ أن رسول اللہ ﷺ نہی یوم الفتح عن متعۃ النساء’’ (مسلم ۱،۴۵۲)۔

(۴)نکاح کے مقاصد کے اصول اور نوع انسانی کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی کا آپس میں تعلق دائمی ہو وقتی نہ ہو بلکہ عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام

ہے اسی بات کے پیش نظر نکاح متعہ اور موقت کو ہمیشہ کے لئے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے چنانچہ حضور ﷺ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا ہے ۔

''عن ابن عباس قال: إنما كانت المتعة فی أول الإسلام كان رجل يقدم البلدة ليس له بها معرفة فيتزوج المرأة بقدر ما يرى أنه يقيم فتحفظ له متاعه وتصلح له شياه إذا حتى نزلت الآية (إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم) قال ابن عباس فكل فرج سوى هذين فهو حرام'' (ترمذی۱،۲۱۳)۔

(سنن ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ شروع اسلام میں متعہ ہوتا تھا کہ آدمی کسی شہر جاتا وہاں کوئی جان پہچان نہیں ہوتی تو وہ جتنے وقت کے لئے چاہتا وہاں کسی خاتون سے شادی کر لیتاا ور خاتون اسکے سامان کی حفاظت کرتی اور اسکے لئے کھانے پینے کی چیزیں بناتی یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم'' یعنی اپنی بیوی اور باندی کے علاوہ سے جماع جائز نہیں ہے تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان دو شرمگاہوں کے علاوہ سب حرام ہیں)۔

''ونكاح المتعة باطل، وهو أن يقول لامراة اتمتع بک كذا مدة بكذا من المال، وقال مالک: هو جائز؛ لأنه كان مباحافيبقى إلى أن يظهر ناسخه قلنا ثبت النسخ بإجماع الصحابة رضى الله عنهم وابن عباس رضى الله عنهما صح رجوعه إلى قولهم فتقرر الإجماع والنكاح المؤقت باطل مثل أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين إلى عشرة أيام وقال زفر هو صحيح لازم لأن النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة۔

ولنا أنه أتى بمعنى المتعة والعبرة فى العقود للمعانى ولا فرق بين ما إذا طالت مدة التاقيت أو قصرت لأن التاقيت هو المعين لجهة المتعة وقد وجد'' (ہدایہ۲،۳۳۳)۔

تمام کتب فقہ میں یہ بات موجود ہے کہ نکاح متعہ اور نکاح موقت باطل ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ نکاح متعہ باطل ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ آدمی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنے مال کے بدلے اتنی مدت تک فائدہ اٹھاؤں گا ور نکاح موقت بھی باطل ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ آدمی عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں کچھ مدت مثلا دس دن کے لئے نکاح کرے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ معنیً یہ متعہ ہی ہے اور عقود میں معنی کا اعتبار ہوتا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس میں طویل مدت ذکرکی ہو یا قلیل، کیونکہ مدت کا ذکر کرنا ہی متعہ کی جہت کو متعین کر دیتا ہے ۔

اور ''ہدایہ '' کی شرح ''عنایہ '' میں ہے کہ مصنف کی عبارت سے ان دونو ں (نکاح متعہ ،نکاح موقت) کے مابین کے فرق کے سلسلہ میں دو چیزیں سمجھ میں آتی ہیں (۱)ایسے لفظ کا وجود جو اشتقاق میں متعہ کے ساتھ شریک ہیں۔ (۲)نکاح مؤقت میں دو گواہوں کا موجودد ہونا ساتھ اس کے کہ اس میں لفظ تزویج یا نکاح بھی مذکور ہوتا ہے اور مدت بھی متعین ہوتی ہے۔

‘‘والنكاح المؤقت باطل مثل أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين إلى عشرة أيام، والذى يفهم من عبارة المصنف فى الفرق بينهما شيئنا أحدهما وجود لفظ يشارک المتعةفى الاشتقاق كما ذكرنا آنفا فى نكاح المتعة۔

والثانى شهودالشاهدين فى النكاح الموقت مع ذكر لفظ التزويج أو النكاح، وأن تكون المدة معينة، ولنا أنہ أتى بمعنى المتعة بلفظ النكاح؛ لأن معنى المتعة ہو الاستمتاع بالمراة لا لقصد مقاصد النكاح، وہو موجود فيما نحن فيہ؛ لأنہالا تحصل فى مدة قليلة، والعبرةفى العقود للمعانى دون الألفاظ، ألا ترى أن الكفالة بشرط برائة الأصيل حوالة والحوالة بشرط مطالبة الاصيل كفالة’’ (عنايہ شرح ہدايہ ۳۹۴،۴) ۔

اور نکاح مؤقت کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ یہ متعہ کے معنی میں ہی آتا ہے اگر چہ نکاح کے لفظ سے ہو اس لئے کے متعہ در اصل مقاصد کے ارادے کے بغیر عورت سے فائدہ اٹھانے کا نام ہے اور نکاح مؤقت میں بھی یہ معنی پایا جاتا ہے، اس لئے کہ مقاصد نکاح مدت قلیلہ میں حاصل نہیں ہو سکتے اور عقود میں معنی کا اعتبار ہوتا ہے نہ کے الفاظ کا جیسے کے کفالت اصیل کی براء ت کی شرط کے ساتھ حوالہ بن جاتا ہے اور حوالہ اصیل سے مطالبہ کی شرط لگانے سے کفالت بن جاتا ہے ۔

نکاح مسیار کا حکم :

نکاح مسیار کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے وجوہات درج ذیل ہیں۔

‘‘ثم يتعلق بہذا العقد أنواع من المصالح الدينية والدنيوية من ذالک حفظ النساء والقيام عليہن والإنفاق ومن ذلک تكثير عباد الله تعالى وأمة رسول الله صلى الله عليہ و سلم بہم، كما قال: تناكحوا تناسلوا تكثروا فإنى مباہ بكم الأمم يوم القيامة، وسببہ تعلق البقاء المقدور بہ إلى وقتہ، فإن الله تعالى حكم ببقاء العالم إلى قيام الساعة وبالتناسل يكون ہذا البقاء’’ (مبسوط ۱۹۲،۴) ۔

۱۔نکاح مسیار کو اگر چہ نکاح یا زاوج کا نام دیا جائے لیکن اس عمل کا مقصد نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہے، بلکہ ا صل مقصد ایک متعین وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پوراکرنا ہوتا ہے جو نکاح کے شرعی مقاصد کے خلاف ہے علامہ سرخسیؒ نکاح کے چند مقاصد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس عقد کے ساتھ بے شمار دینی اور دنیوی مصلحتیں متعلق ہوتی ہینجن میں سے چند یہ ہیں عورتوں کی حفاظت و نگرانی انکا نان و نفقہ زنا سے بچنا اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اور رسول ﷺ کی امتیوں کی کثرت بروز قیامت رسول ﷺ کے فخر کا متحقق ہونا، جیسا کہ فرمان نبی ﷺ ہے کہ نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ تمہاری کثرت ہوگی تو میں قیامت کے دن تمہارے سبب فخرکرونگا نکاح کا سبب اس بقاء کا تعلق ہے جو اپنے وقت مقرر ہ تک کے لئے مقدر ہے اور یہ بقاء تناسل

سے ہی ممکن ہوگا۔اور اوپر کی سطور میں قرآن حدیث کی رو سے واضح ہو چکا ہے کہ جس نکاح میں صرف شہوت رانی مقصود ہو وہ شرعی نکاح کے مقصد کے خلاف ہے ۔

‘‘وقد ذکر أحکامہ فی البدائع فی فصل علی حدۃ، فقال منہا: حل الوطء لا فی الحیض والنفاس والاحرام وفی الظہار قبل التکفیر ووجوبہ قضاء مرۃ واحدۃ ودیانۃ فیما زاد علیہا، وقیل: یجب قضاء أیضا، ومنہا: حل النظر والمس من رأسہا إلی قدمہا إلا لمانع، ومنہا: ملک المنفعۃ وہو اختصاص الزوج بمنافع بضعہا وسائر اعضائہا استمتاعا، ومنہا:ملک الحبس والقید وہو صیرورتہا ممنوعۃ عن الخروج والبروز، و منہا: وجوب المہر علیہ، ومنہا:وجوب النفقۃ والکسوۃ، ومنہا: حرمۃ المصاہرۃ، ومنہا: الإرث من الجانبین ومنہا وجوب طاعتہ علیہا إذا دعاہا إلی الفراش، ومنہا: ولایۃ تادیبہا إذا لم تطعہ بأن نشزت، ومنہا: استحباب معاشرتہا بالمعروف وعلیہ حمل الأمر فی قولہ تعالی:‘‘و عاشروہن بالمعروف’’ (النساء۱۹) وہو مستحب لہا أیضا والمعاشرۃ بالمعروف الإحسان وقولا و فعلا و خلقا إلی آخر ما فی البدائع’’ (البحر الرائق ۳،۱۳۹)۔

۲۔اس عمل کے ذریعہ شریعت مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کے لئے وضع کردہ کئی احکام کی خلاف ورزی اور بہت سے احکام کا استحصال ہوتا ہے چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجہ میں بیوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے جب کہ نکاح کے عقد کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے علامہ ابن نجیمؒ نے بدائع الصنائع کے حوالے سے نکاح کے احکام تفصیلی ذکر کئے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بدائع میں نکاح کے احکام علیحدہ فصل میں ذکر کئے ہیں فرماتے ہیں کہ نکاح کے احکام میں سے مہر کا واجب ہونا نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہوناہے حرمت مصاہرت کا سبب ہوناجانبین سے وراثت کا اجراء اور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں وغیرہ شامل ہیں ۔

اگرشبہ اور اسکا ازالہ اگر یہ کہا جائے کہ نکاح مسیار میں آدمی نفقہ یا طلاق دینے کی شرط یا نیت سب باطل شرطیں ہیں جو خود ساقط ہو جائیں گی اور نکاح درست رہے گا۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ شریعت کے اصل اور ضابطہ کے مطابق نفقہ نہ دینا یا طلاق دینے کی شرائط باطل ہو کر عقد صحیح ہو جائے گا لیکن عرف میں ان شرائط پر عمل کرنے کو لازم سمجھا جاتا ہے ان شرائط پر عمل کرنا نکاح کی روح اور مقاصد کے خلاف ہے لہٰذا شرط باطل ہو جانے کے بعد اس قسم کے عقد کے جواز کا فتویٰ دینا مفاسد سے خالی نہیں ہے ۔

۳۔اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوت نسب میں بھی مسائل پیش آ سکتے ہیں اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار کرے، لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی تو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے یوں اس تعلق

کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرز پر نہیں ہو سکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے، کیونکہ مقرر مدت پوری ہو جانے کے بعد شوہر طلاق دے کر چلا جائے گا چونکہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنی طبعی تقاضہ پورا کرنا تھا تو شوہر بچے سے بے فکر ہو کر چلا جاتا ہے اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہے انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والاباپ میسر نہیں آتا پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقہ سے نہیں ہوتی اور وہ مکمل نشو نما نہیں پاتے تو اس سے اسکی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے ۔

۴۔اس قسم کی شادی میں عورت مرد کو اپنا نگراں اور مسؤل نہیں سمجھتی جس کے نتیجہ میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور معاشرہ کو بھی نقصان پہنچاتی ہے ۔

۵۔ اس قسم کے عقد میں خواتین کی تذلیل ہے، کیونکہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف وقت متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے وقت مقررہ کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لئے شریعت نے پہلے شوہرکے لئے بیوی کو حلال کرنے کے لئے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہ تحریمی نا جائزز قرار دیا ہے ۔

۶۔اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے، کیونکہ نہ میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کے لئے رہائش ہوتی ہے اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت و محبت ہوتی ہے جو کہ نکاح کا لازمی جز اور مقصد ہے ۔

قرآن کریم میں ہے: ‘‘ومن آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجا لتسکنوا إلیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ إن فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون’’ (سورہ روم: ۲۱)۔

(اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں، تاکہ انکے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں)۔

‘‘ثم من تمام رحمتہ ببنی آدم أن جعل أزواجہم من جنسہم، وجعل بینہم وبینہن مودۃ وہی المحبۃ ورحمۃ وہی الرافۃ، فإن الرجل یمسک المرأۃ إنما لمحبۃ لہا أو لرحمۃ بہا، بأن یکون لہا منہ ولد أو محتاجۃ إلیہ فی الإنفاق أو للالفۃبینہما و غیر ذلک’’ (تفسیر ابن کثیر۶،۲۷۸)۔

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ انہیں کی جنس میں سے ان کے لئے جوڑے پیدا فرمائے اور انکے مابین محبت اور رحمت کا رشتہ قائم فرمایا اور رحمت انتہائی مہربانی کو کہتے ہیں مرد عورت کو اپنے پاس یا تو اس کے لئے رکھتا ہے کہ مرد کو اس سے محبت ہے یا عورت پر مہربانی کی وجہ سے چونکہ اس سے اسکا بچہ پیدا ہونا ہے یا نان نفقہ میں عورت اس کی محتاج ہے یا

دونوں کے درمیان باہمی محبت و الفت کی وجہ سے ۔

۷۔اس رشتہ اور تعلق میں دوام نہیں ہے، بلکہ ابغض المباحات طلاق دینے کی نیت ہے، اس لئے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ ہونے انہی حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کے جواز کا قول بھی اختیار نہیں کیا جا سکتا علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ اصل کے اعتبار سے طلاق دینا پسندیدہ عمل نہیں اور بعض کے یہاں بلا وجہ طلاق دینا مباح نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺکا فرمان ہے : ''لعن اللہ کل ذواق مطلاق'' یعنی اللہ تعالیٰ نے نکاح کا مزہ چکھنے کے بعد طلاق دینے والے پر لعنت فرمائی ہے، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: أیما امرأۃ اختلعت من زوجہا من نشوز فعلیہالعنۃ اللہ والملائکۃ والناس أجمعین'' یعنی جو نافرمان عورت شوہر سے خلع کا مطالبہ کرے اس پر اللہ اور فرشتووں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اسی طرح جو مرد بلا وجہ خلع دے اسکے متعلق بھی روایت منقول ہے اس لئے کہ نکاح اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور طلاق اس نعمت کی نا شکری ہے اور نعمت کی نا شکری حرام ہے اور یہاں نا شکری نکاح مسنون کو ختم کرنا ہے لہٰذا ضرورت کے علاوہ طلاق دینا حلال نہیں ہوگا اور طلاق کومبغوض اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں نعمت کی نا شکری ہے اور نعمت کی ناشکری اس وقت ہوگی جب آپس میں اخلاق موافق ہو (مبسوط ۲،۲)۔

۸۔ اس قسم کا نکاح معنی نکاح موقت ہے علامہ شامی وغیرہ نے نکاح موقت اور متعہ کے ذیل میں لکھا ہے نکاح متعہ اور موقت باطل ہے اور انکے درمیان شیخ الاسلام نے یوں فرق بیان فرمایا ہے کہ نکاح موقت میں لفظ نکاح یا تزویز استعمال کیا جا تا ہے اور متعہ میں اتمتع استمتع جیسے الفاظ کئے جاتے ہیں، یعنی وہ الفاظ جو متعہ کے مادہ پر مشتمل ہوں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متعہ میں گواہ اور مدت کی تعیین شرط نہیں ہے جب کہ موقت میں گواہ بھی ہوتے ہیں اور مدت بھی متعین ہوتی ہے اور بلا شبہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ شروع میں جو متعہ مباح تھا پھر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا اس سے مراد وہی متعہ ہوجسمیں م،ت،ع، کا مادہ ہو اس لئے کہ آثار سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ متعہ اجازت تھی، لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ اس عمل کے لئے اتمتع جیسے الفاظ سے ہی عورت کو خطاب کرنا لازم ہو اس لئے کہ یہ بات معروف ہے کہ الفاظ کا اطلاق کر کے اس کا معنی مراد لیا جاتا ہے، لہٰذا جب ا تمتع یا متعہ وغیرہ کے الفاظ کہا جائے تو اس میں مراد وہ ہوتا ہے جس میں یہ معنی پایا جائے اور اسکا مشہور معنی یہ ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے عقد کو وجود میں لایا جائے جس میں نکاح کے مقاصد اولاد کا حصول اور پرورش کو پورا کرنا مقصود نہ ہو بلکہ ایک متعین مدت تک جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے عقد ہوتاا ہے جو مدت کے پورا ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے (شامی ۲۹۳،۳)۔

٩۔اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جوازکے لئے چور دروازہ ہے اسی لئے دیکھا گیا کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجازت دی گئی ہے وہاں امیر اور صاحب ثروت لوگوں نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کو خرید لیا اور کسی کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دیدی، بلکہ اگر یہ کہا جائے گا کہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا اور اگر اسکی اجازت دیدی جائے تو معروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقہ سے زنا کرنے لگ جائیں گے۔

١٠۔اگر چہ ابتدا ء میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ طویل عرصہ تک سفر میں رہنا بیان کی بھی جائے یا بطور شرط رکھی جائے، لیکن اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کر کے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر چلے جائیں یوں اس نکاح کا جواز معاشرہ کے شیرازہ بکھیرنے اور اسکی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے نکاح مسیار زواج مسیار کی شرعا اجازت نہیں ۔

نکاح مسیار

مولانا محمد عثمان بستوی•

الحمد لله رب العالمين والصلاه والسلام على سيد المرسلين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد. قال الله تعالى هن لباس لكم وأنتم لباس لهن(الاية).

زوجین ایک دوسرے کے لیے لباس کے مانند ہیں جس طرح لباس صاحب لباس کی سردی گرمی اور دیگر تکالیف سے حفاظت کرتا ہے، اسی طرح سے زوجین ایک دوسرے کی بھی حفاظت کرتے ہیں خصوصاً معصیت میں ابتلاء سے،چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے نکاح کرلیا اس نے اپنے دین کے دو تہائی حصے کو حاصل کر لیا، اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالی نے غیر شادی شدہ مرد و عورت کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے، ''وأنكحوا الأيامى منكم الصالحين من عبادكم وإمائكم'' (سورة النور: ۳۲).

تاکہ معاشرہ پاکیزہ، صاف ستھرا اور پرسکون رہے، نبی پاک ﷺ نے بھی صاحب استطاعت کے لیے نکاح کی تاکید فرمائی ہے اور نکاح کے اہم مقاصد میں سے عفت و پاکدامنی کو بیان فرمایا ہے: ''يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة، فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحسن للفرج'' (الحديث)، تو حاصل یہ کہ نکاح کے کتاب و سنت میں جو مقاصد بیان کیے گئے ہیں ان میں سب سے اہم مقصد ایمان کی حفاظت اور گناہوں سے اجتناب ہے، اس کے علاوہ خوشگوار ازدواجی زندگی، خاندانی نظام کی حفاظت، اولاد کا حصول اور اچھے ماحول میں بال بچوں کی تربیت، نیز زوجین کے درمیان دائمی الفت و محبت یہ نکاح کے وہ مقاصد ہیں جو کتاب و سنت میں بیان کیے گئے ہیں اور ان میں بھی سب سے اہم مقصد عفت اور پاکدامنی کا حصول ہے: ''ثم يتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدينية والدنيوية من ذلك حفظ النساء والقيام عليهن والإنفاق، ومن ذلك صيانه النفس عن الزنا، ومن ذلك تكثير عباد الله تعالى وأمة رسول اللهﷺ'' (المبسوط للسرخسي).

اس مختصر سی تمہید کے بعد زواج مسیار سے متعلق سوالات کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں،

جواب (۱):

''المجمع الفقه الاسلامي ''نے نکاح مسیار کی جو تعریف کی ہے وہ درج ذیل ہے:

''إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم أو بعض منها، وترضى بأن

• ریاض العلوم گورینی، جونپور، یوپی۔

يأتي الرجل إلى دارها في أي وقت شاء من ليل أو نهار وتناول ذلك أيضا.. إبرام عقد زواج على أن تظل الفتاة في بيت أهلها ثم يلتقيان متى رغبا في بيت أهلها أو في أي مكان آخر حيث لايتوافر سكن لهما ولا نفقة''۔

یعنی نکاح مسیار ایسا عقد ازدواج ہے جس میں عورت شوہر کے ذمہ لازمی کچھ حقوق سے دست برداری کی شرط پر نکاح کرلیتی ہے، مثلاً عورت رہائش، نان ونفقہ اور تقسیم(باری) یا کچھ دوسرے حقوق اپنی مرضی سے ختم کردیتی ہے کہ مرد جب چاہے دن رات میں اس کے پاس آسکتا ہے، البتہ عورت اپنے میکے ہی میں رہے گی، شوہر کے ساتھ منتقل نہ ہوگی، یا شوہر بیوی بچوں کا بار نہ اٹھائے گایا شوہر ایک مدت کے بعد اس کو طلاق دے دے گا، اس طرح کی دوسری شرائط کے ساتھ نکاح کا جو انعقاد کیا جاتا ہے اس کو عربوں کی مروجہ اصطلاح میں ''نکاح مسیار ''کہتے ہیں۔

''مجمع الفقہ الاسلامی'' کی ذکر کردہ تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح مسیار کا اس نام کے ساتھ گرچہ قدیم فقہاء کے یہاں ذکر نہیں ہے، لیکن شوہر کے ذمے واجب حقوق کے اسقاط کی شرط کے ساتھ نکاح کا تذکرہ ملتا ہے، اور اسی کا نام مروجہ عرف میں نکاح مسیار رکھدیا گیا ہے تو قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کی شکل وصورت کا ذکر تو موجود ہے، البتہ اس کی اصطلاح موجود نہیں قدیم فقہاء کے یہاں جو ذکر ملتا ہے اس میں ایک نکاح نہاریات ولیلیات ہے کہ مرد عورت سے اس شرط پر نکاح کرتا تھا کہ وہ صرف دن کے اوقات میں یا صرف رات کے اوقات میں اس کے پاس آئے گا اس کا ذکر اکثر کتب فقہیہ میں موجود ہے۔

یہ شکل بھی مروجہ نکاح مسیار ہی کی ہے، اسی طرح بیوی بچوں کے نفقہ وسکنی نہ دینے کی شرط پر نکاح، نیز میکہ سے منتقل نہ کرنے کی شرط پر بھی نکاح کا ذکر قدیم فقہاء کے یہاں موجود ہے اور یہ سب شکلیں نکاح مسیار ہی کی بنتی ہیں، تو حاصل یہ نکلا کہ قدیم فقہاء کے یہاں بھی نکاح مسیار کی شکل وصورت اورحقیقت ومعنی کا ذکر موجود ہے، البتہ اس نام اور اصطلاح کا ذکر نہیں۔

''ولابأس بتزوج النهاريات، وهو أن يتزوجها على أن يعقدمعها نهارا دون الليل''(تبیین الحقائق۲،۴۹۱، رد المحتار ۴،۱۴۹)۔

''وقالوا :كل ماوقع على شرط يناقض المقصود من النكاح؛ كأن وقع على شرط أن لايقسم بينها وبين ضرتها في المبيت، أو على شرط أن يؤثرعليها ضرتها، أو شرط أن نفقتها عليها أو على أبيها، أو أن لاميراث بينهما، أو شرطت على الزوج أن ينفق على ولدها من غيره أو على أمها أو أختها، أو شرطت عليه أن أمرها بيدها، أو شرطت زوجة الصغير أو السفيه أو العبد أن نفقتها على الولي أوالسيد الخ'' (الموسوعة الفقهیہ۴۱،۳۰۶)۔

جواب (۲):

نکاح مسیار جن اسباب اور حالات کے تحت عربوں کے درمیان رواج پذیر ہوا ہے اس میں سے کچھ اسباب تو عورتوں سے متعلق ہیں اور کچھ اسباب صرف مردوں سے متعلق ہیں اور کچھ اسباب دونوں سے متعلق ہوتے ہیں۔

عورتوں سے متعلقہ تین اسباب بیان کیے جاتے ہیں:

۱۔کنواری، مطلقہ، غیرشادی شدہ عورتوں کی کثرت، یعنی بے نکاحی عورتوں کی کثرت کی وجہ سے عورتیں اپنے حقوق سے دست برداری پر بھی نکاح کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہیں، تاکہ کم از کم جنسی تسکین اور عفت و پاکدامنی کو حاصل کرسکیں۔

۲۔نکاح میں موجود زوجہ کے دوسرے نکاح کو پسند نہ کرنے کی وجہ سے عورتیں اپنے حقوق، مثلاً نفقہ سکنی وغیرہ سے دست برداری پر بھی نکاح کرلیتی ہیں، تاکہ پہلی منکوحہ سے نزاع کی شکل پیدا نہ ہو۔

۳۔والدین کی خدمت یا سابقہ شوہر کے بچوں کی تربیت اور ان کے مال وأسباب کی حفاظت کے تقاضہ کی بناء پر بہت سی عورتیں اپنے حقوق کو ساقط کرکے نکاح کرلیتی ہیں کہ والدین یا سابقہ شوہر کے گھر میں رہ کر والدین کی خدمت ،بال بچوں کی تربیت اور ان کے مال وأسباب کی حفاظت کے ساتھ جنسی تسکین وعفت و پاکدامنی بھی حاصل ہوجائے، اس لئے وہ اپنے حقوق کو ساقط کرکے نکاح کرلیتی ہیں۔

مردوں سے متعلقہ اسباب بھی تین بیان کیے جاتے ہیں:

۱۔کچھ مردوں میں جنسی خواہش زیادہ ہوتی ہے جو زواج مسیار کا سبب بنتی ہے۔

۲۔اسی طرح بعض مردوں کی ضرورت نکاح میں موجود بیوی سے پوری نہیں ہوتی جو زواج مسیار کا سبب بنتی ہے۔

۳۔نیز دوسرے نکاح سے بسے بسائے گھر کے اجڑنے اور سکون کے غارت ہونے کی وجہ سے بہت سے مرد دوسرا نکاح حقوق کے ساقط کرنے کی شرط پر کرلیتے ہیں، تاکہ ان کی ضرورت بھی پوری ہوجائے اور ممکنہ مفاسد سے تحرز بھی ہوسکے۔

مردو عورت دونوں سے متعلق نکاح مسیار کے دوسبب بیان کئے جاتے ہیں:

۱۔معاشرے میں بے نکاحی خود کفیل عورتوں کا وجود اور نکاح کے لوازمات کی طاقت نہ رکھنے والے مردوں کا وجود یہ نکاح مسیار کا سبب بنتا ہے، خود کفیل عورتیں اپنے مصالح کے تحت اپنے حقوق کو ساقط کردیتی ہیں، اور نکاح کے لوازمات، نفقہ سکنی کی استطاعت نہ رکھنے والے مرد اور ان کی جنسی خواہش کی زیادتی یہ دونوں مل کر نکاح مسیار کا سبب بنتے ہیں۔

۲۔معاشرے میں بدنامی سے بچنے کے لیے مرد وعورت نکاح مسیار کی صورت اختیار کرتے ہیں کہ عورت بسااوقات عمر کی زیادتی کے باوجود نکاح کی ضرورت

محسوس کرتی ہے، لیکن معاشرے کی بدنامی اس کے لیے سد راہ بنتی ہے، اسی طرح مرد بیوی کے موجود ہونے یا بال بچوں کے بڑی عمر کے ہونے کی وجہ سے دوسرے نکاح میں عار محسوس کرتے ہیں، ان اسباب کے تحت مرد وعورت نکاح مسیار کی شکل اختیار کرلیتے ہیں، تاکہ معاشرے اور کنبہ ،قبیلے کی بدنامی سے محفوظ رہ سکیں۔

حاصل یہ کہ غیر شادی شدہ، کنواری، یا مطلقہ خواتین کی کثرت اور اولیاء کی طرف سے مہر کی زیادتی کا مطالبہ نکاح مسیار کا سبب بنتا ہے، اسی طرح عورتوں کی خود کفالت یا ایسے دوسرے اسباب جو ان کو شوہروں کے ساتھ منتقل ہونے کی اجازت نہیں دیتے یہ بھی نکاح مسیار کا سبب بنتے ہیں، نیز ایک بیوی سے جنسی ضرورت پوری نہ ہونا اور معاشرے کی بدنامی، گھر خاندان کا اجڑنا، اسی طرح وطن اور ملک سے زیادہ مدت کے لئے دور رہنا یہ اسباب نکاح مسیار کے بنتے ہیں، ان اسباب کو مسیار پر کلام کرنے والے تقریباً تمام عرب علماء نے بیان کیا ہے (دیکھا جائے مقالہ بنوری ٹاون و مقالہ عبد الملک ابن یوسف وغیرہ)۔

جواب (۳):

نکاح مسیار کی وہ صورتیں جس میں مقتضائے عقد کے خلاف کوئی شرط لگی ہو یا زوجین اور گواہوں نے نکاح کو مخفی رکھنے کا معاہدہ اور التزام کیا ہو تو مالکیہ کے علاوہ بقیہ ائمہ کے نزدیک نکاح صحیح ہے اور شرط لغو اور باطل ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک ایسا نکاح دخول سےپہلے لازم نہیں ہوگا، بلکہ محتمل الفسخ رہے گا، لہذا اگر مقتضائے عقد کے خلاف شرط کے ساتھ یا نکاح کو مخفی رکھنے کی تاکید کے ساتھ نکاح ہوا ہے تو مالکیہ کے مطابق اولیاءکو دخول سے پہلے اعتراض اور نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اگر غیر کفو میں نکاح ہوا ہے یا مہر مثل سے کم پر ہوا ہے تو اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک بھی ولی کو حق اعتراض ہوگا، کیونکہ مہرمثل سے کم پر نکاح کرنے میں خاندان وقبیلہ کاضرر ہے اس وجہ سے کہ اس کی مہر خاندان کی دوسری عورتوں کے لیے نظیر بنے گی اور اس کے مہر کی کمی خاندان کی دوسری عورتوں کی مہر کی کمی کا سبب بنے گی جس میں پورے خاندان کا ضرر ہے، اس لئے ان کو حق اعتراض حاصل ہوگا، اور نکاح کو خفیہ رکھنا یہ صرف مالکیہ کے مسلک کے مطابق فسخ کا سبب بن سکتا ہے، بقیہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نکاح سر ہے ہی نہیں، کیونکہ جو نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں کیا جائے وہ نکاح سر سے خارج ہے، البتہ نکاح میں جہاں تک ممکن ہو اعلان مستحب ہے،

‘‘وقالوا :إن وافق الشرط مقتضى عقد النكاح أو لم يوافق مقتضى النكاح ولكنه لم يتعلق به غرض صحيح لغا هذا الشرط وصح العقد.....

وكذلك إن خالف مقتضى العقد ولم يخل بمقصوده الأصلي صح العقد وفسد الشرط سواء

كان لها او عليها" (الموسوعة الفقهية ۴۱،۳۷۷)۔

"اختلف الفقهاء في حقيقة نكاح السر : فذهب جمهور الفقهاء :الحنفية والشافعية والحنابلة إلى أن نكاح السر هو مالم يحضره الشهود، أما ماحضره شاهدان فهو نكاح علانية لا نكاح السر....

واما نكاح السر حسب حقيقته عند المالكية فحكمه على الطريقتين انه يفسخ قبل الدخول" (الموسوعة الفقهية ۴۱،۳۵۳۔۳۵۴)۔

"وقال المالكية: ان تزوج الرجل امرأة على شرط أن لاتأتيه أو أن لايأتيها إلا نهارا أو ليلاً فقط فسخ النكاح قبل الدخول لا بعده، لأن ذلك مما يناقض مقتضى النكاح" (الموسوعة الفقهية ۴۱،۳۰۵)۔

"ولو نقصت من مهرمثلها فللولي ان يفرق او يتم مهرها....ولابي حنيفة أن الأولياء يتفاخرون بغلاءالمهر ويتعيرون بنقصانه فصار بمنزلة عدم الكفائة بل أولى، لأن ضرره أشد من ضرر عدم الكفائة؛ لأنه عند تقادم العهد يعتبر مهر قبيلتها بمهرها فيرجع الضرر على القبيلة كلها فكان لهم دفعه" (تبيين الحقائق ۲،۵۲۲)۔

جواب (۴):

نکاح کے تمام مقاصد نکاح مسیار سے تو پورے نہیں ہوتے، لیکن نکاح کا مقصود اعظم (عفت وپاکدامنی) وہ تو بہر حال حاصل ہوہی جاتا ہے اور دوسرے مقاصد کا حاصل ہونا یا نہ ہونا زوجین کے اختیار پر موقوف ہوتا ہے لہذا بعض مقاصد کے حاصل نہ ہونے سے نکاح کی حرمت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، جبکہ ارکان وشرائط سب موجود ہوں، البتہ نکاح کے جملہ مقاصد سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے نکاح مسیار کراہت سے خالی نہیں۔

نیز نکاح مسیار کے رواج سے بہت سے مفاسد کا خطرہ ظن غالب کے درجے تک موجود رہتا ہے، مثلاً

۱۔لاوارث بچوں کی کثرت۔

(بچوں کے نان، نفقہ نہ دینے اور بچوں کو اپنے ساتھ نہ رکھنے کی شرط پر ہونے والے نکاح سے لاوارث بچوں کی کثرت ہوگی)

۲۔عورتوں کے حقوق کا پامال ہونا۔

(شریعت نے عورتوں کے جو حقوق متعین کئے ہیں اس سے ان کو ذہنی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور حقوق حاصل نہ ہونے سے کسم پرسی کا شکار ہوکر رہ جاتی ہیں)

۳۔ زنا کے دروازے کا کھلنا۔

(معاش و کسب کے حصول اور مناسب نگرانی وتحفظ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے بے حیائی کا دروازہ کھلنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے)

۴۔ طلاق کی کثرت کا ہونا۔

(جب خود غرضی اور وقتی مفاد کے لئے نکاح ہوگا اور نکاح کے لوازمات سے

بےزاری ہوگی تو معاشرے میں طلاق کی کثرت کا ہونا یقینی ہے)

۵۔ عورت کی عصمت کو خطرہ لاحق ہونا

(جب عورت اپنے اور اپنے بچے کی کفالت کے لئے کسب معاش کی محتاج ہوگی اس کی تگ ودو میں گھر کی چہاردیواری کی حفاظت سے محروم ہوگی جو اس کی عصمت کے لئے خطرہ بنے گی)

۶۔ نکاح مسیار کا من وجہ زنا کے مشابہ ہونا۔

(کیونکہ نکاح اور زنا میں بنیادی فرق اعلان اور نکاح کے حقوق لازمہ کی ادائیگی سے ہوتاہے جو نکاح مسیار میں مفقود ہوتا ہے، اس کو حتی الامکان مخفی رکھنے اور حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس لئے یہ کسی نہ کسی درجے میں زنا کے مشابہ ہوجاتا ہے)

۷۔مواقع اتہام۔

(نکاح کا اشتہار نہ ہونے کی وجہ سے جوڑوں کی آپسی ملاقات لوگوں کی بدظنی و بدگمانی کا سبب ہوگی جس سے شریعت میں بچنے کا تاکیدی حکم ہے)

۸۔ خاندانی نظام کا درہم برہم ہونا۔

(نکاح مسیار سے پیدا ہونے والے بچے جب باپ کی محبت اور شفقت سے محروم ہوں گے اور زوجین کا آپسی تعلق خودغرضانہ ہوگا تو نکاح سے قائم ہونے والا خاندانی نظام باقی نہ رہ سکے گا، بلکہ مغربی ممالک کی طرح سے بکھر کر رہ جائے گا)

یہ وہ مفاسد ہیں جن کانکاح مسیار کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونا ظن غالب کے درجے میں ہے اس لیے سدا للباب عام حالات میں نکاح مسیار سے منع ہی کیا جائے گا ،البتہ چونکہ نکاح کے ارکان وشرائط سب موجود ہوتے ہیں اس لئے ضرورت شدیدہ اور مجبوری یعنی ابتلاء معصیت کا خطرہ ہونے کے وقت اس کی گنجائش ہوگی-

تو حاصل یہ کہ نکاح مسیار عام حالات میں سدا للباب منع ہے ضرورت کے وقت یعنی ابتلاء معصیت کا خطرہ اور دوسری کوئی نکاح عرفی کی صورت نہ ہو تواس کی گنجائش ہے(مقالہ عبدالملک بن یوسف بن محمد المطلق،۱۶۰۔۱۶۵)۔

جواب (۵):

الف : شرائط وارکان کے موجود ہونے کی صورت میں علماء ہند کا تقریباً اس نکاح کی صحت اور انعقاد پر اتفاق ہے، البتہ نکاح کے مقاصد سے ہم آہنگ نہ ہونے کی بنا پر خلاف سنت اور مکروہ قرار دیتے ہیں یا سدا للباب منع کرتے ہیں۔

اس کے لیے قضایا فقہیہ معاصرہ اور فتاوی بنوری ٹاؤن، فتاوی جامعۃ الرشید کراچی، فتاوی دارالعلوم دیوبند، جدید فقہی مسائل وغیرہ کو دیکھا جاسکتا ہے-

ب: علماء عرب کے درمیان نکاح مسیار کے سلسلے میں کل تین طرح کی آراء

موجود ہیں۔

(۱)عدم جواز (۲) جواز (۳) توقف

ناجائز کہنے والوں میں:

شیخ البانی، شیخ عبدالعزیز، عجیل جاسم، الدکتور محمد الزحیلی، الدکتور محمد عبدالغفار، محمد الراوی وغیرہ ہیں-

جائز کہنے والوں کے مشہور اسماء میں:

عبدالعزیز بن عبداللہ، عبداللہ بن عبدالرحمن، یوسف محمد المطلق، ابراھیم بن صالح، حسین بن محمد بن عبداللہ، شیخ الازہر سید محمد الطنطاوی، نصر فرید واصل، یوسف القرضاوی، عبداللہ بن منیع ،شیخ سعود الشریم، محمد ابولیل ،الدکتور أحمد کا ذکر ملتا ہے۔

درج ذیل حضرات توقف کے قائل ہیں:

شیخ عثیمین، محمد فالح، شیخ بن باز، عمر بن سعود العید۔

لیکن حاصل سب کا یہی ہے کہ جو لوگ اس کو ممنوع اور ناجائز کہتے ہیں وہ سدا للباب کہتے ہیں فی نفسہ اس کے عدم جواز کے قائل نہیں، اسی طرح جو لوگ اس کو جائز کہتے ہیں وہ مفاسد سے قطع نظر نفس نکاح کی شرائط اور ارکان کو ملحوظ رکھ کر حکم لگاتے ہیں اور جو توقف کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی ایک طرف مفاسد ہیں ،دوسری طرف نکاح کے ارکان وشرائط کا وجود اس لیے جب دونوں جہتیں موجود ہیں تو کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے، لیکن ان کے نزدیک بھی اگر یہ نکاح کرلیا جائے تو اس پر زنا کے احکام مرتب نہ ہوں گے(مقالہ عبدالملک بن یوسف بن محمد المطلق،۱۱۲-۱۲۴)۔

ج : ''مالمسئول عنها باعلم من السائل''۔

جواب (۶):

زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی شرعی حیثیت صحیح، ثابت النسب بچوں کی طرح ہوگی یہ بچے بھی شرعا ثابت النسب ہوں گے اور ان کے نفقہ کی ذمہ داری ان کے والد اور دادا وغیرہ پر حسب ضابطہ شرعیہ عائد ہو گی اس میں کوتاہی شرعی و اخلاقی جرم ہوگا البتہ جب بچوں کی ماں ان کے نفقہ کو باپ سے حاصل نہ کرنےکی شرط پر نکاح کرے گی تو پھر ایسی صورت میں اس بچے کی سماجی حیثیت ایک لاوارث اور یتیم بچے کی طرح ہوگی جس کے نتیجے میں وہ تعلیم وتربیت اور صحیح نشو و نما سے محروم رہے گا، اور اس کے نتیجے میں اخلاقی جرائم کی کثرت اور معاشرتی و خاندانی نظام درہم برہم ہوجائے گا اور اسلامی معاشرہ کے بجائے مغربی طرز کا معاشرہ وجود میں آنے کا ظن غالب ہے ،اسی طرح کے وہ مفاسد ہیں جن کی وجہ سے علماء اس طرح کے نکاح سے بلا ضرورت منع کرتے ہیں-

جواب (۷):

جب عقد نکاح کے وقت کسی مدت میں طلاق دینے کا کوئی تذکرہ نہیں، بلکہ صرف مستقبل میں طلاق دینے کی نیت ہو تو یہ نکاح، نکاح مؤقت میں داخل نہیں، بلکہ یہ نکاح مبرم ،مؤبد(غیر مؤقت) ہے، اسی لئے بعد میں طلاق دینے کا ارادہ بھی ہے جو دلیل ہے کہ یہ نکاح کسی وقت تک محدود نہیں اگر یہ نکاح کسی وقت تک محدود ہوتا تو پھر طلاق کی ضرورت ہی باقی کیوں رہتی ،طلاق کی نیت ہی عدم توقیت کی دلیل ہے، البتہ نیت کے مقاصد نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس طرح کے نکاح کو غیر مسنون اور خلاف اولی کہا جائے گا،لیکن نکاح بنیت الطلاق میں فقہاء حنابلہ کی آراء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، مغنی کے مطابق نکاح بنیت الطلاق صحیح اور درست ہے، اور دوسرا قول حنابلہ کا عدم صحت کا ہے، کیونکہ یہ صورتا نکاح متعہ میں داخل ہے۔

‘‘اختلف الفقهاء في النكاح بنية الطلاق، فذهب الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة في قول جزم به في المغني والشرح على أنه إذا تزوج امرأة بنية الطلاق بعدشهر أو أكثر أو أقل فالنكاح صحيح۔

وذهب الحنابلة على الصحيح من المذهب والاوزاعي رحمه الله إلى بطلان هذا النكاح باعتبار أنه صورة من صور نكاح المتعة” (الموسوعة الفقهيہ ۴۱،۳۴۳۔۳۴۴)۔

‘‘إذا شرط وقت العقد أن يطلقها بعدشهر، فإن النكاح صحيح والشرط باطل ولا فرق بينها وبين مافيه، وأجيب بأن الفرق بينهما ظاهر، لأن الطلاق قاطع للنكاح فاشتراط بعدشهر لينقطع به دليل على وجود العقد مؤبدا، ولهذا لو مضى الشهر لم يبطل النكاح فكان النكاح صحيحا... والشرط باطلا، وأما صورة النزاع فالشرط إنما هو في النكاح لافي قاطعه” (العناية مع فتح القدير ۳،۲۵۰)۔

جواب (۸):

نکاح مؤقت اور نکاح متعہ میں فرق یہ ہے کہ نکاح متعہ لفظ متعہ سےبغیر گواہ کے کیا جاتا ہے، لیکن نکاح مؤقت لفظ نکاح سے گواہوں کی موجودگی میں کسی مدت متعینہ تک کے لیے اس طرح کیا جاتا ہے کہ اس مدت کے پورے ہونے پر بغیر طلاق کے نکاح خود بخود ختم ہوجائے گا۔

نکاح مؤقت کی دوقسمیں ہیں:

۱۔ایسے وقت کے ساتھ تحدید اور توقیت جس کو پالینا متعاقدین کے لئے ناممکن نہ ہو تو اس صورت میں ائمہ اربعہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، ان کے نزدیک اس طرح کا نکاح مؤقت بالاتفاق باطل ہے، البتہ امام زفر اس صورت میں شرط کو باطل مانتے ہیں اور نکاح کو صحیح کہتے ہیں۔

۲۔ نکاح مؤقت کی دوسری قسم یہ ہے کہ ایسے وقت کے ساتھ تحدید کی جائے جس

کا پانا متعاقدین کے لئے ناممکن ہو تو ایسی صورت میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف ہے حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس طرح کا نکاح، نکاح مؤبد کے حکم میں ہوکر صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی، اور شافعیہ ومالکیہ اس طرح کے نکاح کو نکاح مؤقت قرار دے کر باطل کہتے ہیں۔

''والفرق بين نكاح المتعة والنكاح المؤقت بذكر لفظ التزوج في المؤقت دون المتعة، وكذا بالشهادة فيه دون المتعة،وفرق في الحكم بين أن يكون مؤجلا إلى أجل لايبلغانه، أو يكون إلى أجل يبلغانہ۔

فإن كان مؤجلا إلى أجل لايبلغانه فقد اختلف في حكمه :

فقد ذهب الحنفية والحنابلة وابوالحسن من المالكية والبلقيني وبعض المتأخرين من الشافعية إلى أنه لو أجل النكاح بأجل لا يبلغانه صح النكاح كأنه ذكر الأبد، لأن النكاح المطلق لايزيد على ذلك۔

وفي الهندية نقلا عن شمس الائمة الحلواني وكثير من مشايخ الحنفية :إذا سميا مايعلم يقينا أنهما لايعيشان إليه كالف سنة ينعقد اي النكاح ويبطل الشرط''(الفتاوى الهنديہ۱،۲۸۳)۔

''وذهب المالكية في المذهب والشافعية عدا البلقيني إلى أن النكاح المؤقت إلى أجل لايبلغانه باطل۔

فإن اجل إلى اجل يبلغانه كما لوقال اتزوجك عشرة أيام أو نحو ذلك، فإنه نكاح فاسد عند فقهاء الحنفية(عدازفر) وكذا المالكية والشافعية والحنابلة باعتباره عندهم من صور نكاح المتعة.

وقال زفر وبعض الحنفية:النكاح جائز وهو مؤبد والشرط باطل، لأنه ذكر النكاح وشرط فيه شرطا فاسدا، والنكاح لا تبطله الشروط الفاسدة، فبطل الشرط وبقي النكاح صحيحا'' (الموسوعة الفقهيہ ۴۱،۳۴۲-۳۴۳)۔

''(قوله: وان جهلت المدة) كأن يتزوجها إلى أن ينصرف عنها كما تقدم ح (قوله: او طالت في الأصح) كأن يتزوجها إلى مائتي سنة، وهو ظاهرالمذهب، وهو الصحيح كما في المعراج؛ لأن التاقيت وهو المعين لجهة المتعة، بحر'' (ردالمحتار ۳،۵۱)۔

نکاح مسیار- حقیقت اور حکم

مولانا رحمت اللہ ندوی•

نکاح کی ایک جدید شکل:

آج کل عالم عرب میں وہاں کے سماجی حالات کے تحت نکاح کی ایک نئی شکل اور خاص صورت رائج ہوگئی ہے، جس کو ''نکاح مسیار '' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

مسیار کی تعریف اور مفہوم:

لغوی اعتبار سے 'مسیار ' مفعال کے وزن پر صیغۂ مبالغہ ہے، اور ''سیر '' سے مشتق ہے، جس کے معنی زمین پر چلنے کے ہیں، کہا جاتا ہے: ''سار یسیر سیراً وتسایراً، إذا ذہب''، عرب کہتےہیں: ''سار القوم، یسیرون سیراً ومسیراً'' إذا امتد بہم السیر فی جہۃ توجہوا لہا'' (جب ان کا اپنے رخ اور سمت پر چلنا دراز ہوجائے)۔

مِسیار صیغۂ مبالغہ اسم فاعل ہے، اور ایسے آدمی کو کہا جاتا ہے: ''رجل مسیار'' جو بہت چلنے والا ہو (لسان العرب۴،۳۸۹، زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ،۲۰۲)۔

لیکن بعض محققین کا کہنا ہے کہ یہ عامیانہ کلمہ ہے اور سعودی عرب کے علاقہ ''نجد'' میں دن کی ملاقات اور زیارت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور اس قسم کے نکاح کو ''مسیار'' کا نام اس لئے دیا گیا ہے، کیونکہ آدمی عام طور پر، بلکہ اکثر وبیشتر اپنی بیوی کے پاس دن میں ملاقات وزیارت کے لئے جاتا ہے، گویا یہ پڑوسیوں سے ملاقات جیسی ملاقات ہوئی۔

اصطلاحی مسیار:

قدیم فقہاء نے ''نکاح مسیار '' کی تعریف سے تعرض نہیں فرمایا ہے، اگرچہ مفہوم اور مضمون کے اعتبار سے وہ قدیم نکاح ہی ہے، جس کو ''زواج النہاریات '' کا نام دیا جاتا تھا، اور وہ یہ ہےکہ شوہر یہ شرط رکھ دے کہ اس کا اپنی بیوی سے تعلق دن میں رہے گا، کیونکہ اس کی خواہش اپنی پہلی بیوی کے ساتھ شب باشی کی ہوتی تھی۔

بعض معاصرین نے ''نکاح مسیار'' کی تعریف یہ کی ہے:

''ایسا شرعی رشتۂ نکاح جو نکاح عادی سے الگ ہو، جس میں بیوی اپنے ان بعض حقوق سے دست بردار ہوجائے جو شوہر پر عائد ہوتے ہیں، مثلا: وہ شوہر سے نفقہ اور اگر پہلے سے شادی شدہ ہو تو شب باشی کا مطالبہ نہ کرے، اور عموماً نکاح مسیار

• دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

دوسری یا تیسری شادی ہوتی ہے، اور یہ تعدد ازدواج کی ایک قسم ہے(موقف القرضاوی فی حکم زواج المسیار: حسبی الصدیقی،۱۶-۱۷)۔

شیخ عرفان حسونہ کہتے ہیں:

''المسیار کلمۃ عربیۃ تعود إلیہ لہجۃ أہل البوادی والمراد بہا: التیسیر علیہا بما یعنی، السیر إلی المرأۃ من ناحیۃ، وإدخال السرور علیہا من ناحیۃ'' (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ،۲۰۳)۔

(مسیار عربی کلمہ ہے جس میں بادیہ نشینوں کا لہجہ ہے، اس سے مراد اپنی چاہت سے اسے استعمال کرنا، ایک اعتبار سے عورت کی طرف چلنا اور دوسرے اعتبار سے اس میں خوشی اور مسرت داخل کرنا)۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

''أنا لا أعرف معنی المسیار، فہی لیست معجمیۃ فیما رأیت، وإنما ہی کلمۃ عامۃ دارجۃ فی بعض بلاد الخلیج، یقصدون بہا: المرور وعدم المکث الطویل'' (زواج المسیار: حقیقتہ وحکمہ،۲۰۳)۔

(میں مسیار کا مفہوم نہیں جانتا، کیونکہ میرے خیال سے یہ ڈکشنری کا کلمہ نہیں ہے، بلکہ یہ عامی کلمہ ہے جو گلف کے بعض ملکوں میں دخیل ہوگیا ہے، اس سے ان کی مراد ہوتی ہے، گزرنا اور زیادہ دیر تک نہ ٹھہرنا)۔

اس بنیاد پر لفظ ''مسیار'' عربی ہے، دخیل نہیں ہے، جبکہ بعض علماء عامیہ اور دخیل مانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ سعودی عرب کے ''نجد'' میں'' دن کی زیارت'' کے لئے استعمال ہوتا ہے، اگرچہ بعض دیگر ممالک میں بھی استعمال ہونے لگا ہے۔

قدیم فقہاء کے یہاں نکاح کی ایک قسم کا نام ''زواج النہاریات واللیلیات'' ہے۔

شیخ عبد اللہ منیع نے ''نکاح مسیار'' کی تعریف یہ کی ہے:

''ایسا نکاح جس میں نکاح کے تمام ارکان اور شروط بھرپور ہوں، مگر زوجین باہم اس پر راضی اور متفق ہوں کہ بیوی کو شب باشی یا رات کی تقسیم میں کوئی حق نہ ہوگا، بلکہ شوہر کو اختیار ہوگا کہ رات یادن کے جس لمحہ میں جب چاہے اپنی بیوی سے ملاقات کرلے'' (زواج المسیار: حقیقتہ وحکمہ،۲۰۳)۔

ڈاکٹر قرضاوی نے اس کی حقیقت یوں بیان کی ہے:

''إن زواج المسیار کما یسمی، لیس شیئاً جدیداً، إنما ہو أمر عرفہ الناس من قدیم، وہو الزواج الذی یذہب فیہ الرجل إلی بیت المرأۃ، ولا تنتقل المرأۃ إلی بیت الرجل'' (زواج المسیار: حقیقتہ وحکمہ،۲۰۳)۔

(زواج مسیار کوئی نیا نام نہیں ہے، بلکہ اس کو لوگ قدیم زمانہ سے ہی جانتے ہیں، یہ وہ زواج ہے جس میں شوہر رخصت ہوکر بیوی کے گھر جاتا ہے، نہ کہ بیوی شوہر کے گھر رخصت ہوکر آتی ہے)۔

ہندوستان کے صوبۂ کرناٹک میں واقع شہر ‘‘بھٹکل ’’ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہاں شادی میں لڑکی رخصت ہوکر شوہر کے گھر نہیں آتی ہے، بلکہ لڑکا بیوی کے گھر جاتا ہے۔

ڈاکٹر احمد الحجی الکردی کے نزدیک نکاح مسیار کی شکل یہ ہے کہ:

‘‘کوئی عاقل بالغ مرد کسی عاقلہ بالغہ لڑکی سے جو شرعاً اس کے لئے حلال ہو، متعین مہر کے عوض ایسے گواہوں کی موجودگی میں جن میں شہادت کی شرطیں پائی جارہی ہوں اس شرط پر شادی کرلے کہ رات اس کے پاس بہت کم گزارے گا، اور بیوی پر خرچ نہیں کرے گا، خواہ یہ شرط عقد میں مذکور ہو یا عرف سے ثابت ہو یا حالات کے قرائن سے معلوم ہوتا ہو ’’۔

ڈاکٹر ابراہیم خضری کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ‘‘زواج مسیار ’’ سعودی عرب میں قدیم زمانہ سے معروف ہے، ‘‘نجد ’’ کے علاقہ میں اس کو ‘‘ضحویہ ’’ کے نام سے جانا جاتا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی عور ت سے شادی کرتا ہے اور اس کے پاس چاشت کے وقت جاتا ہے، یہ تقریباً پچاس سال سے رائج ہے (زواج المسیار: حقیقتہ وحکمہ ،۲۰۳-۲۰۴، موقف القرضاوی فی حکم زواج المسیار)۔

مذکورہ بالا تعریفات کے تناظر میں ‘‘زواج مسیار ’’ کی تعریف اور اس کا مفہوم یہ ہوا:

شرعی شادی جو ارکان اور شروط کو پورا کرے، جس سے جمہور فقہاء متعارف ہیں، اسی کی ایک شکل ، لیکن ‘‘مسیار ’’ میں بیوی، شوہر پر عائد ہونے والے اپنے شرعی حقوق میں سے بعض سے دستبردار ہوجاتی ہے۔

اس قسم کے نکاح کو ‘‘مسیار ’’ کا نام اس لئے دیاگیا ہے کہ شوہر اکثر وبیشتر اپنی بیوی کے پاس دن میں ملاقات کے لئے جاتا ہے، جو پڑوسیونکی ملاقات وزیارت کےمشابہ ہوتا ہے، کیونکہ شادی کرنے والا مرد ان تمام حقوق زوجیت کا التزام نہیں کرتا جو شرعاً اس پر لازم ہوتے ہیں، گویا یہ اس گزرنے یا چلنے والے کی شادی ہے جو اپنی چال میں بار، بوجھ اور تکان سے ہلکا ہوتا ہے، لہذا ‘‘مسیار ’’ گزرنے اور زیادہ دیر نہ ٹھہرنے والے کی شادی ہوئی ۔

اسباب اور محرکات:

نکاح مسیار اور مسلمانوں میں اس کے رواج کے اسباب ومحرکات بہت ہیں، جن میں سے بعض کاتعلق عورتوں سے، بعض کا آدمیوں سے اور بعض کا خود سماج سے ہے، تینوں قسم کے اسباب کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ عورتوں سے متعلق اسباب:

پہلا سبب: نکاح مسیار کے وجود اور اس کے پھیلاؤ کے اہم اسباب میں سے ایک سبب مسلم معاشرے مینایک بڑی تعداد میں ان عورتوں کا موجود ہونا ہے، جو شادی کی

عمر کو پہنچ جانے کے باوجود شادی کی نعمت سے محروم ہیں یا شادی شدہ ہونے کے بعد موت یا طلاق کے سبب ان کے شوہروں نے انہیں چھوڑ دیا ہے، جس کی وجہ سے عورت قلق واضطراب محسوس کرتی ہے اور مستقبل کا اندیشہ لاحق ہے، اس لئے وہ کچھ حقوق سے دستبردار ہوکر کسی ایسے شوہر کی متلاشی ہوتی ہے جس سے اس کی عفت وعصمت کا مسئلہ حل ہوجائے، او راس سے کوئی اولاد حاصل ہوجائے جو مستقبل میں اس کا معاون اور سہارا بن سکے۔

دوسرا سبب: عورت کا تعدد ازدواج کا نظریہ قبول نہ کرنا ہے، یہاں تک کہ جب عمر آگے بڑھ جاتی ہے اور کوئی شوہر نہیں ملی پاتا تو وہ شادی کی خاطر بعض امور میں تنازل اختیار کرنے مجبور ہوتی ہے، جیسا کہ نکاح مسیار میں ہوتا ہے۔

تیسرا سبب: بعض عورتوں کو اپنے والدین کی دیکھ بھال اور خدمت کے لئے اپنے گھر والوں میں رہنے کی ضرورت ہوتی ہے، یا کسی رکاوٹ کی وجہ سے وہ گھر کی ذمہ داری کا بار نہیں برداشت کرسکتی، اور اس کے اولیاء اسے پاکدامن رکھنا اور اولاد کا حصول کرنا چاہتے ہیں اور وہ شوہر پر کچھ بھی بار نہیں ڈالنا چاہتے۔

۲۔ مردوں سے متعلق اسباب:

(الف) بعض مردوں کا زیادہ استمتاع کی خواہش، (۲) ایک سے زیادہ کی فطری ضرورت، (ج) خانہ بربادی کا خوف۔

۳۔ سماج سے متعلق اسباب:

(الف) مہر کی گرانی اور شوہر کے اخراجات کا بڑھنا، (ب) حد سے بڑھے ہوئے مصارف، (ج) تعدد کی رغبت رکھنے والے آدمی پر سماج کا الزام ، وغیرہ۔

نکاح مسیار کا حکم اور علماء کی آراء:

نکاح مسیار کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں معاصر علماء عرب کے چار آراء ہیں:

۱۔ مطلق جائز اور مباح:

اس رائے کے حامل حسب ذیل علماء ہیں:

(۱) شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن بازؒ، (۲) شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن الجبرینؒ، (۳) شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل الشیخ (مفتی عام مملکت سعودیہ)، (۴) شیخ ابراہیم بن صالح الخضیری، (۵) شیخ محمد سید طنطاویؒ (شیخ الازہر مصر)، (۶) شیخ نصر فرید واصل (مفتی جمہورمصر)، (۷) جدہ فقہ اکیڈمی نے شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل الشیخ مفتی عام سعودی عرب کی سربراہی میں جواز کا فیصلہ کیا ہے۔

دلائل:

۱۔ مطلق جواز کی رائے رکھنے والے مذکورہ حضرات کا استدلال آیت کریمہ ‘‘وإن

امرأة خافت من بعلها نشوزا أو إعراضاً فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحاً والصلح خير'' (سورہ نساء: ۱۲۸) سے اس طرح ہے کہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت اس عورت کے بارے میں نازل ہوئی جو کسی آدمی کے پاس ہوتی تو اس سے زیادہ محبت نہ کرتا اور چھوڑ دینا چاہتا، لیکن اس سے صحبت یا بچہ ہوتا، تو وہ اسے چھوڑنا پسند نہ کرتا تو عورت اس سے کہتی مجھے طلاق نہ دو، بلکہ اپنے نکاح میں رکھو، تم میرے بارے میں مختا رہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، تو عورت اپنے بعض حقوق سے نکاح مسیار میں دستبردار ہوتی ہے جس میں تقسیم میں عورت کا اپنے حق کو ہبہ کرنا ثابت ہے، جیسا کہ حضرت سودہ بنت زمعہؓ نے کیا تھا۔

۲۔ ''أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفى به مااستحللتم به الفروج'' (حدیث)۔

۳۔ ''المسلمون على شروطهم'' (حدیث)۔

۴۔ حدیث سودہ بنت زمعہؓ۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ عقد جب ارکان وشروط کو پورا کرلے تو وہ صحیح اور درست ہوتا ہے، اور شادی میں شرط جب زوجین یا ان میں سے کسی ایک کے مفاد میں ہو اور دونوں باہم راضی ہوں تو شرط صحیح ہے، اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔

مزید یہ کہ ''العبرة فى الأحكام ليست بالأسماء والعناوين، ولكن بالمسميات والمضامين''۔

(احکام میں اعتبار نام اور عنوان کا نہیں، بلکہ مسمی اور مضمون کا ہوتا ہے)۔

فقہی قاعدہ: ''العبرة فى العقود للمقاصد والمعانى، وليست للألفاظ والمبانى'' ۔

(عقود میں اعتبار مقاصد اور معانی کا ہوتا ہے ، نہ کہ الفاظ اور مبانی کا)۔

۲۔ کراہت کے ساتھ جائز:

نکاح مسیار کو جائز مع الکراہۃ کے قائلین یہ حضرات ہیں:

(۱) شیخ عبد اللہ بن سلیمان المنیع، (۲) شیخ سعود الشریم(امام وخطیب مسجد حرام)، (۳) ڈاکٹر یوسف القرضاوی، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ یہ شادی عصمت وعفت کا مقصد تو پورا کرتی ہے، لیکن سکونت کا نہیں، عام طور پر عورت ہی مخاطب ہوتی ہے جس کی وجہ سے اپنے فائدہ کا فیصلہ کرسکتی ہے۔

۳۔ عدم جواز:

اس موقف کو اختیار کرنے والے مندرجہ ذیل حضرات علماء ہیں:

(۱) شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ، (۲) شیخ عبد العزیز (مشیروزارت اعلی تعلیم)، (۳) ڈاکٹر محمد وہبہ زحیلیؒ، (۴) شیخ عمر سلیمان الاشقر، (۵) شیخ عجیل جاسم النشمی (سابق عمید کلیۃ الشریعہ، کویت)، (۶) شیخ محمد الراوی (رکن مجمع البحوث الاسلامیہ، ازہر شریف)، (۷) شیخ عبد اللہ الجبوری۔

۱۔ مذکورہ حضرات کے دلائل یہ ہیں کہ اس پر کتمان اور سریہ (خفیہ نکاح) کی

چھاپ ظاہر ہوتی ہے، اور یہ بگاڑ اور فواحش کے ارتکاب کا ذریعہ ہے، کہ بعض بگڑے لوگ اپنے غرض ومقصد کے حصول کا ذریعہ بنالینگے، اس لئے جو حرام کی طرف لے جائے وہ ذریعہ بھی حرام ہوتا ہے۔

یہ اندیشہ اور نتیجہ متوقع اور پیش آنے والا ہے، محض اوہام وخیالات یا ایمرجنسی اور نادر وشاذ نہیں ہے۔

۲۔ یہ بھی وجہ ہے کہ اس نکاح سے مقاصد نکاح: الفت ومودت، تسکین قلب، افزائش نسل، بیوی اور بچوں کی نگہداشت، بیویوں میں عدل وانصاف وغیرہ پورے نہیں ہوتے، اس کے ساتھ ساتھ عورت کی تحقیر وتوہین ہے، کبھی تو عورت کو جنسی حق اور نفقہ وغیرہ سے بھی دستبردار ہونا پڑتا ہے، اسی طرح اس میں بہت سی مضرتیں ہیں جن میں سرفہرست بچوں کی تربیت اور ان کے اخلاق پر منفی اثر کا پڑنا ہے۔

۳۔ بعض ایسی شرطیں اس نکاح کے ساتھ جڑتی ہیں جو تقائے عقد کے خلاف ہوتی ہیں، اور نکاح میں مقاصد شریعت کے منافی ہیں، نیز اولاد کی تربیت اور بیوی کے درمیان عدل کے بھی منافی ہیں، جس طرح یہ عقد ایسا ہے کہ عورت کو حق مجامعت اور انفاق وغیرہ سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔

۴۔ اسی طرح نکاح مسیار پر بہت سے مفاسد اور نکاح کی حکمت: محبت، سکون، عفت وپاکدامنی، کے منافی نتائج مرتب ہوتے ہیں، اولاد کا ضیاع، یا ازدواجی اور عائلی زندگی میں خفیہ اور پوشیدہ معاملہ بھی ہوتا ہے، کبھی کوئی پڑوسی یا رشتہ دار دیکھ کر بہت سی بدگمانیاں کرتا، شکوک وشبہات کرتا اور حرام کاری کی تہمت والزام لگاتا ہے، یہ بھی ہوتا ہے کہ بسااوقات جوش وخروش زوجین یاان میں سے کسی ایک پر زیادتی پر آمادہ کردیتا ہے۔

ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر نے عدم جواز پر یہ سات امور ذکر کئے ہیں:

۱۔ شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی، کیونکہ عاقدین، ان مقاصد شرع کی رعایت نہیں رکھتے اور نہ پورا کرتے ہیں، جن کو شارع نے شادی کو محبت والفت، نیک ذریت کی تربیت قائم رکھنے کے ساتھ مقرر کئے ہیں، نہ زوجین ان واجبات کو انجام دیتےہیں جو ان پر عائد ہوتے ہیں، یہ بھی وجہ ہے کہ اس نکاح میں قوامیت معدوم ہوتی ہے، اور اس میں مرد کی طرف سے عورت کا استحصال ہوتا ہے، نفقہ، سکنی، اور شب گزاری کی عدم پابندی کی شرطیں باطل ہیں، جن سے عقد باطل ہوجاتاہے۔

۲۔ مقاصد نکاح، الفت ومحبت، اولاد کی اچھی وبہتر تربیت اور زوجین میں سے ہر ایک کا اچھی ذمہ داری کی انجام دہی کا فقدان۔

۳۔ قوامیت کا معدوم ہونا، جو آدمی کا عورت پر انفاق کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس لئے عورت اس نکاح میں شوہر کے تابع فرمان نہیں ہوتی۔

۴۔ مرد کی طرف سے عورت کا استحصال، شوہر صرف عورت کی جنسی خواہش پوری کرتا ہے اس کے علاوہ اس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا، شادی کا کوئی بار نہیں ہوتا۔

۵۔ عدم انفاق اور عدم سکنی وشب باشی کی شرط لگانا باطل ہے، اور بعض اہل علم کی رائے ہے کہ ان شرطوں سے عقد باطل ہوجاتا ہے، اور بعض کی رائے ہے کہ یہ شرطیں باطل ہیں اور عقد درست ہے، صحت عقد والے قول کے مطابق بیوی اس کا مطالبہ کرسکتی ہے، جس کو ساقط کرنے کی شرط رکھی ہے۔

۶۔ یہ شادی عنقریب فساد (بگاڑ) اور افساد (بگاڑنا) کا دروازہ ثابت ہوگی، اور یہ صورت زنا سے قریب تر ہے، کیونکہ اس میں مہر میں تساہل اختیار کیا جاتا ہے، اور شوہر خاندان کی ذمہ داری برداشت نہیں کرتا، اور اس پر طلاق دینا اور خفیہ شادی کرنا آسان ہوجاتا ہے، اور کبھی بغیر ولی کے نکاح کرلیتا ہے، یہ شادی خواہش پرست لوگوں کے ہاتھوں میں بازیچۂ اطفال بن جاتا ہے۔

۷۔ چونکہ عملاً اس نکاح کو کھلونہ بنالیا گیا ہے، اس لئے کچھ آفس اور دفاتر کھل گئے ہیں جو اس طرح کے نام کو انجام دیتے ہیں، اندیشہ ہے کہ یہ نکاح متعہ اس سے بدتر نہ ہوجائے۔

شیخ البانیؒ نے اس شادی کو دو سبب سے ناجائز قرار دیا ہے:

۱۔ نکاح کا مقصد ''سکون '' ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''ومن آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاً لتسکنوا إلیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ'' (روم: ۲۱)، اس نکاح میں یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔

۲۔ کبھی اس بیوی سے شوہر کے نصیب میں اولاد آجاتی ہے، لیکن بیوی سے دوری، او راس کے پاس کم آنے کی وجہ سے اولاد کی تربیت اور اخلاق پر اس کا منفی اثر ہوتا ہے۔

۴۔ توقف اور سکوت:

بعض اہل علم نے نکاح مسیار کے مسئلہ میں کوئی حکم صادر کرنے سے توقف کیا ہے اور خاموشی اپنائی ہے، جن میں یہ حضرات ہیں:

(۱) شیخ محمد بن صالح عثیمینؒ، (۲) شیخ عمر بن سعود المعید (استاذ کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الامام)، (۳) شیخ محمد بن فالح المطلق (استاذ جامعۃ الیرموک، اردن)۔

ان حضرات کا یہ توقف اس بات کی دلیل ہے کہ اس نکاح کی حقیقت اور اس کی دلیل ان پر واضح نہ ہوسکی، او رنہ حکم ظاہر ہوسکا، اس لئے مسئلہ مزید غوروخوض کا طالب ہے۔

چند غور طلب امور:

مذکورہ بالا آراء کا جائزہ لے کر ان پر مناقشہ کرنے کے بعد ڈاکٹر محمد المیال نے

اپنی کتاب ‘‘زواج المسیار: حقیقتہ وحکمہ ’’ چند قابل غور گوشوں پر روشنی ڈالی ہے اور تحقیق طلب امور کی طرف توجہ دلائی ہے، جن کا خلاصہ نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱۔ نکاح مسیار میں عقد اگرچہ شکل وصورت کے اعتبار سے صحیح اور درست ہوتا ہے، لیکن معنی ومفہوم کے لحاظ سے نقص اور عیب دار ہے، اس لئے کہ نکاح کے بعض شرعی مقاصد سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

۲۔ عقد نکاح دیگر عقود سے مختلف ہے، کیونکہ اس کا تعلق بضع مرأۃ (عورت کی شرمگاہ) سے ہے، اور ابضاع میں اصول تحریم کا ہے، اور جب عورت میں حلت وحرمت کا مقابلہ ہوجائے تو حرمت غالب آتی ہے۔

۳۔ شرعی قاعدہ: ‘‘در ء المفاسد مقدم علی جلب المصالح ’’ (مفاسد کو ختم کرنا، مصالح کے حصول پر مقدم ہے) کی رو سے نکاح مسیار کے مفاسد، اس سے حاصل ہونے والے مصالح سے زیادہ ہیں، بلکہ مفاسد، مصالح کا خاتمہ کردیتے ہیں، چنانچہ اس نکاح میں طلاق کی کثرت ہوتی ہےاس نکاح سے عورت کو مکمل عفت حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ شوہر غائب رہتا ہے، مرد کی عورت پر قوامیت گھٹ جاتی ہے، مردانگی کا مفہوم ضائع ہوجاتا ہے، جیسے، غیرت وحمیت، ہدایت ورہنمائی، تابع داری، اولاد بھی ضائع ہوجاتی ہے، ان کی مستحکم تربیت نہیں ہوپاتی، کیونکہ باپ غیر حاضر اور ماں اپنی معیشت کے کام میں مصروف رہتی ہے۔

۴۔ مزید برآں یہ نکاح، تعدد ازواج کی معروف اور رائج شکلوں کا خاتمہ کردیتا ہے، جو عدل ومساوات پر قائم ہیں، اور تعدد ازدواج کی اس مسخ شدہ شکل کی طرف منتقل کردیتا ہے جو ظلم وناانصافی پر مبنی ہے۔

اس لئے ان اسباب کا حل اورعلاج ضروری ہے جو اس نکاح کے ظہور تک لے جانے والے ہیں، تاکہ معروف اور معتاد نکاح کو تقویت ملے اور لوگ نکاح مسیار کے بجائے اس کو اختیار کریں۔

۵۔ فتوی سوچ سمجھ کر مخصوص لوگوں کے لئے ہونا چاہئے، جو عفت اور ستر پوشی کا ارادہ رکھتے ہوں، اور دین واخلاق میں ٹھیک ٹھاک ہوں، اگر فتوی عمومی ہوگا تو وہ شر اور برائی کی کنجی بن جائے گا، پھر اس سے ایسا دروازہ کھلے گا جس کا بند کرنا مشکل ہوجائے گا(زواج المسیار: حقیقتہ وحکمہ،۲۱۵)۔

راقم کی نظر میں یہ بہت محتاط اور مناسب رائے ہے کہ نہ مطلق اجازت دی جائے اور نہ مطلق پابندی لگائی جائے، فرد اور سماج کی رعایت کرتے ہوئے حل نکالا جائے۔

مثبت اور منفی گوشے:

نکاح مسیار اگرچہ نکاح کے شرعی مقاصد کی تکمیل نہیں کرتا، لیکن بعض فوائد اور خصوصیات ہیں، جو اس میں پائے جاتے ہیں:

١۔ بعض غیر شادی شدہ، بیوہ اور مطلقہ اور خاص حالات سے دوچار عورتوں کی مشکلات حل کرنے اور مرد کو باعفت رکھنے میں اس نکاح کا حصہ ہے۔

٢۔ نکاح مسیار بیوہ اور اولاد والی مطلقہ عورت کا بچوں کی تربیت اور توجہ میں ساتھ دیتا اور مدد کرتا ہے، اس میں یہ ملحوظ رہے کہ گھر میں مرد کا عورت کے ساتھ موجودگی اگرچہ کچھ لمحات کے لئے ہی ہو، عورت کو بچوں کے کردار کی تشکیل میں عورت کی معاون ہے۔

٣۔ نکاح مسیار کبھی ان نوجوانوں کے تعاون میں شرکت کرنا ہے جو شادی کی رغبت اور اس سے دلچسپی تو رکھتے ہیں، لیکن نکاح کا مروج بھاری بوجھ اور گراں قدر اخراجات ادا نہیں کرسکتے۔

۴۔ اس نکاح میں مردکے لئے اجر وثواب ہے اگر وہ یہ پیش قدمی عبارت سمجھ کر کرے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے فرمایا ہے:

''عورت کو باعفت بنانا ایک فطری، سماجی اور انسانی مطلوب عمل ہے، تو جب آدمی کے لئے اس میں شرکت ممکن ہو تو اس کا مقصد جائز اور نیک اور عمل مستحق اجر ہوگا ''۔

۵۔ کبھی یہ معمول بہ نکاح تک پہنچ جاتا ہے، جبکہ زوجین کے درمیان اتفاق، اتحاد اور ہم آہنگی پیدا ہوجاتی ہے، تو گویا یہ نکاح تعدد ازدواج کا ایک راستہ ہے۔

۶۔ یہ نکاح عورت کے جذبہ کو پورا اور آسودہ کرتا ہے اگرچہ جزئی ہی سہی، اور کبھی اولاد کی نعمت بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

٧۔ یہ نکاح عدم تعدد کی دیوار اور ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کا سلسلہ توڑتا ہے، تو اس میں حکم کا مرجع یہ ہے کہ اصلاً نکاح میں اس شخص کے لئے تعدد ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو، اور ظلم وزیادتی کا خوف نہ ہو، علماء کا صحیح قول یہی ہے۔

منفی اثرات:

نکاح مسیار سے مثبت اثرات مرتب اور فوائد حاصل ہونے کے باوجود، اس کے بعض منفی اثرات اور مضرات بھی ہیں جو فرد، خاندان اور سماج کو اکھاڑ پھینکتے ہیں، ان ہی مضرات اور سلبیات میں سے چند یہ ہیں:

١۔ اس نکاح سے عورت کو احساس ہوتا ہے کہ شوہر، ایک بیوی کی حیثیت سے اس کے حقوق کا معمولی حد پورا کررہا ہے، اس لئے اس کو یہ احساس نہیں ہو،تا کہ خاندان کی ایک مالکن کی طرح وہ اپنا مکمل کردار ادا کرپائے گی۔

٢۔ یہ احساس بھی عورت کو ہوتا ہے کہ اس کے بعض حقوق تلف اور ہڑپ ہوگئے ہیں، اور وہی اپنی ذات پر خرچ کررہی ہے۔

٣۔ کبھی یہ رشتہ عورت پر نفسیاتی اثر یہ ڈالتا ہے کہ اسے یہ احساس ہونے لگتا

ہے کہ وہ ادھوری شادی شدہ ہے، اور طلاق کا خیال اسے بے چین کردیتا ہے اگر وہ شوہر سے نفقہ اور تقسیم میں عدل کا مطالبہ کرے۔

۴۔ کبھی یہ نکاح بعض مرد محض لطف اندوزی کے لئے کرتے ہیں، اس لئے مرد یہاں وہاں منتقل ہوتا رہتا ہے، یا ان سے اور ان سے منہ مارتا رہتا ہے۔

۵۔ بعض مرد مروج نکاح کے بار اور مصارف سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے اس نکاح کا سہارا لیتے ہیں، جس سے نکاح پر توجہ کم اور نکاح مسیار ہی اس کا بدلی اور اصل بن جاتا ہے، یہ معاملہ بڑھتا جاتا ہے، اور مرد وعورت کو طلاق کی دھمکی دے کر اس کا استحصال او راس کے مال سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔

۶۔ عورت کو اس نکاح سے توہین کاالحساس ہوتا ہے، خاص طور پر اس وقت جبکہ شوہر محض لطف اندوز ہونے والا ہو، اور اپنی بیوی کی نفسیاتی اور جذباتی مقاصد کی پرواہ نہ ہو۔

۷۔ خاندان کو اس نکاح میں مودت ورحمت، اور سکون کا بڑا حصہ اور مقدار فراہم نہیں ہوتی، کیونکہ شوہر دور رہتا ہے، اور وقفہ وقفہ سے آتا ہے، تو شوہر کی دوری خاندانی فضاء اور ماحول پر برا اثر ڈالتی ہے، قوامیت کے معیار کو پست، طاعت کو کمزور کردیتی ہے، لہذا آدمی کا کردار ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتا ہے۔

۸۔ کبھی اس شادی کا بچوں کی ذات ، ان کے نفسیاتی ومعاشرتی نشو ونمو پر منفی اثر پڑتا ہے، اس لئے کہ باپ کا کردار، شفقت ومحبت، نگرانی، اور رہنمائی کے اعتبار سے نفسیانی آسودگی میں بے حد اہم ہوتا ہے۔

۹۔ سب سے اہم اور خطرناک منفی اثر یہ ہوتا ہے کہ بعض حالات میں اس نکاح کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتااس سے حقوق ضائع ہوجاتے ہیں، جبکہ زوجین میں کوئی اختلاف رونما ہوجائے، اس کا منفی اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ شوہر بیوی کی عزت وآبرو پر تہمت اور اس کےتعلق سے شبہات گردش کرنے لگتے ہیں، خاص طور پر جب عورت کے پڑوسیوں میں اس نکاح کا اعلان نہ کیا جائے۔

۱۰۔ اس نکاح کے منفی اثرات میں سے ایک اثر کثرتِ طلاق ہے (زواج المسیار: حقیقتہ وحکمہ ،۲۱۶۔۲۱۸)۔

نکاح مسیار میں ولی کو حق اعتراض:

نکاح مسیار میں اگر ولی نے خود یہ عقد کیا ہے تو کوئی بات نہیں، لیکن اگر ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا گیا ہےاور ولی خوش نہیں ہے تو اسے اعتراض اور قاضی سے تفریق کا حق ہوگا، تاکہ ذلت وعار کا ازالہ کرسکے، جس طرح غیر کفو میں نکاح کرلینے پر ولی کو یہ حق ہوتا ہے، ہدایہ میں ہے:

‘‘وإذا زوجت المرأة نفسہا من غیر کفو فللأولیاء أن یفرقوا بینہما دفعاً لضرر العار عن

أنفسہم'' (ہدایہ ثانی،۳۲۰ فصل فی الکفاءۃ)۔

(اور جب عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کرلے تو اولیاء کو دونوں کے درمیان تفریق کا حق ہوگا، اپنے آپ سے عار کے ضرر کا ازالہ کرنے کے لئے)۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے ''نکاح میں لڑکی، لڑکے اور اولیاء کے اختیارات '' پر جو فیصلے کئے ہیں، ان مینایک دفعہ یہ ہے:

''عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں کفاءت یا مہر کے مطلوبہ معیار کا لحاظ نہ کرے تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ تفریق کا حق حاصل ہوگا '' (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے،۱۵۱-۱۵۲، دفعہ: ۴ گیارہواں سمینار، پٹنہ)۔

نکاح مسیار کے متعلق علماء ہند کی آراء:

اوپر عرب علماء کی آراء اور نکاح مسیار سے متعلق حکم آچکا ہے، ہندوستان میں چونکہ یہ نکاح رائج نہیں ہے، اس لئے علماء ہند کی آراء صرف دار لافتاء میں داخل کردہ استفتاءات سے ہی معلوم کئے جاسکتے ہیں، چنانچہ دار العلوم دیوبند جو ہندوستانی علماء کا ترجمان اور نمائندہ سمجھا جاتا ہے، اس میں نکاح مسیار کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: جواب نمبر: ۲۳۸۵، فتوی: ۴۶۰،۴۷۰)۔

دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن نے نکاح مسیار کو ناجائز قرار دیا ہے، اور عدم جواز کی وجوہات نیز شبہ کا ازالہ پیش کیا ہے اور مدلل ومفصل بحث کی ہے ، طوالت کی وجہ سے اس فتوی کو یہاں ذکر کرنا مشکل ہے، اس فتوی میں نکاح مسیار کے مفاسد اور خرابیوں پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے، صرف دوخرابیوں کو نقل کیا جاتا ہے:

''۹۔ اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کے لئے چور دروازہ ہے، ..... بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ زنا بالمال ہے تو غلط نہیں ہوگا، اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تو معروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقہ سے زنا کرنے لگ جائینگے۔

۱۰۔ ....اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے گھروں سے گھر والوں کی کی اجازت کے بغیر چلے جائیں، یوں اس نام کا جواز معاشرہ کے شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے '' (تفصیل کے لئے خود یہ فتوی ملاحظہ ہو: فتوی نمبر: ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳)۔

مفتی شکیل منصور القاسمی نے ۲۴،مارچ ۲۰۱۸ء کے اپنے ایک اشاعت پذیر مضمون میں اس موضوع کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے اپنی رائے یوں لکھی ہے:

''عاجز کا خیال یہ ہے کہ اگر نکاح مسیار سطور بالا میں درج شرائط وارکان کی رعایت کے ساتھ انجام دیا گیا ہو تو شرعاً درست ہے، البتہ سماجاً اور معاشرتاً نکاح کی یہ

صورت جائز نہیں، اس میں یک گونہ عورت کے جسمانی اور اس کی اولاد کی تربیتی واخلاقی حقوق کا استحصال ہے " (Mazameen.com)۔

نکاح مسیار سے متعلق قانون ونظام:

نکاحِ مسیار سے متعلق مسلم حکومتوں کے کسی نظام وقانون کا علم نہ ہوسکا، البتہ تعدد ازدواج سے ممانعت پر تیونس قانون بنا، پاکستان میں صدر ایوب خان کے زمانہ قانون بنا، لیکن مخالفت ہوئی، سوریہ میں عدم قدرت رکھنے والے قانون بنا (تفصیل کے لئے ''المرأة بين الفقہ والقانون " للدكتور مصطفى السباعى، ص: ۱۰۸۔۱۱۰، نیز ملاحظہ فرمائیں: المكتب الاسلامى، بيروت، طبعہ رابعہ ۱۳۹۵ھ۱۹۷۵ء)۔

نکاح مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت:

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ نکاح مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت مفقود ہوتی ہے، بچوں کو سماج میں وہ مقام اور درجہ نہیں ملتا جو نکاح شرعی اور رواجی کے ذریعہ پیدا ہونے والے بچوں کو حاصل ہوتا ہے، یہ بچے باپ کی شفقت اور توجہ سے بھی محروم رہتے ہیں، اور سماج میں باعزت بن کر زندگی بھی نہیں گزار سکتے، او ریہ بھی ممکن ہے کہ ان کو طعن وتشنیع اور اتہام کا سامنا کرنا پڑتا ہو، کیونکہ ان کا باپ لوگوں میں معروف نہیں ہوتا اور نہ تشہیر ہوتی ہے، جس کی وجہ سے عین ممکن ہے کہ ان کوبعض ناواقف کار مجہول النسب اور غیر معلوم الاب کے درجہ میں رکھتے ہوں۔

پھر یہ بچے جو شفقت پدری سے دور، بلکہ محروم ہوتے ہیں ان کو شدید احساس ہوتا ہوگا، جس کی وجہ سے وہ احساس کمتری اور پست حوصلگی کے شکار ہوجاتے ہیں، ماں اور خاندان پر بوجھ بنتے ہونگے، اس کا صحیح اندازہ وہاں سے ہوسکتا ہے جہاں نکاح مسیار کا رواج ہے، اس کے بغیر تو تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔

بچوں کا نفقہ کس پر:

بیوی کا نفقہ شوہر پر باتفاق علماء واجب ہے، اور نفقہ کا وجوب کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے (تفصیل تمام کتب فقہ میں موجود ہے، مزید دیکھیں: ''زواج المسيار دراسة فقهية واجتماعية تقديرية،۲۵)۔

حنفیہ کے نزدیک عورت ماضی کا نفقہ تو معاف کرسکتی ہے، لیکن مستقبل کا نفقہ معاف نہیں کرسکتی، کیونکہ نفقہ کا وجوب ابھی نہیں ہوا ہے۔

''والمرأة الحق فى أن تسقط النفقة الماضية عن زوجها وإبرائہ منها كسائر الديون، ولكن لا يجوز أن تبرأه عما يستقبل من النفقة، لأنہ إسقاط الواجب لم يجب بعد، فلم يصح'' (ایضا،۱۲۸، بدائع الصنائع۴،۲۹)۔

اگر عورت اپنے حق نفقہ سے دست بردار ہوجائے تو یہ اس پر ہمیشہ لازم نہ ہوگا،

اور نہ اس کا التزام واجب ہوگا، بلکہ اس کو مطالبہ کا حق رہے گا، امام قرافی کہتےہیں:

''إذا أسقطت المرأة نفقتها على زوجها قال أصحابنا: لها المطالبة بها بعد ذلک'' (احکام القرآن للجصاص۲،۳۵۴)۔

معلوم ہوا کہ بیوی کے نفقہ سے دست بردار ہونے سے نفقہ معاف نہیں ہوتا۔

نابالغ بچوں کا نفقہ بھی باپ کے ذمہ ہوتا ہے: ''نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد، كذا فی الجوہرة النيرة'' (فتاوی ہندیہ۱،۵۶۰ رشیدیہ، الفصل الرابع فی نفقة الاولاد، ہدایہ ۲،۴۴۴)۔

واضح رہے کہ میاں بیوی چاہے ساتھ ہوں یا ان کے درمیان جدائی ہوگئی ہو، بہرصورت نابالغ بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری والد پر ہی ہے، اور بلوغ کے بعد جب تک اولاد کمانے کے قابل نہ ہو ان کے نفقہ کی ذمہ داری شرعاً والد ہی پر ہوتی ہے۔

وجوب نفقہ کے تین اسباب ہیں:

(۱) ازدواج، جیسے بیوی، (۲) قرابت، جیسے اولاد یا والدین، (۳) ملک، جیسے: غلام اور باندی (مجموعہ قوانین اسلام ۱،۳۰۸)۔

نکاح موقت کی حقیقت:

ائمہ اربعہ اور صاحبین کا نقطۂ نظر:

نکاح متعہ اور نکاح موقت باطل ہے، اور دونوں میں صرف لفظی فرق ہے، ہدایہ میں ہے:

''نكاح المتعة باطل، وہو أن يقول لامرأة أتمتع بک كذا مدة بكذا من المال'' (نکاح متعہ باطل ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنی مدت تک اتنے مال میں لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں)۔

نکاح موقت کے بارے میں لکھا ہے:

''والنكاح الموقت باطل، مثل أن يتزوج امرأة بشہادة شاہدين عشرةأيام'' (ہدایہ ثانی،۳۱۲-۳۱۳)۔

(نکاح موقت باطل ہے، جیسے آدمی کسی عورت سے دوگواہوں کی گواہی کے ساتھ دس دن کے لئے نکاح کرے)۔

حاشیہ میں متعہ اور نکاح موقت کا فرق یوں لکھا ہے:

''الفرق بينہ وبين المتعة أن فی النكاح الموقت لفظ التزوج، وفی المتعة لفظ التمتع مع تعيين الوقت فی كليہما'' ۔

(نکاح موقت اور متعہ کے مابین فرق یہ ہے کہ نکاح موقت میں لفظ ''تزوج '' اور متعہ میں ''تمتع '' کا استعمال ہوتا ہے، جبکہ وقت کی تعیین دونوں میں ہوتی ہے، احناف میں امام زفر نکاح موقت کو صحیح اور لازم قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ ان کے بقول نکاح

شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا، جبکہ دیگر حضرات احناف نکاح موقت کو نکاح متعہ کے ہم معنی قرار دیتےہیں، اور کہتے ہیں: ‘‘العبرة فی العقود للمعانی ’’ (عقود میں معانی کا اعتبار ہے نہ کہ لفظ کا)۔

نکاح موقت کی مدت تاقیت کم اور مختصر ہو یا زیادہ اور لمبی ہو، دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے، کوئی فرق نہ ہوگا (ایضاً۳۱۳، نیز فتوی جامعہ اسلامی بنوری ٹاون دیکھیں، مزید: مجموعہ قوانین اسلام ۱٫۲۰٦-۲۱۲، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹٫۶۵۳۲، بدائع ۲٫۵۵۶، المغنی ۲٫۱۶۷۲، قاموس الفقہ ۵٫۲۳۳، صحیح فقہ السنہ ۳٫۹۹، کتاب المبسوط ۵٫۱۴۴)۔

نکاح مسیار اور نکاح متعہ کے درمیان ایک بڑا فرق یہ ہے کہ نکاح متعہ، نکاح موقت اور ایک متعین مدت کے ساتھ اجرت یا مہر معین کے مقابل محدود ہوتا ہے، اور عام طور پر اجرت بقدر مدت ہوتی ہے، اور محض مدت مقررہ ختم ہوجانے سے یہ نکاح بھی ختم ہوجاتا ہے، طلاق یا فسخ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی، کیونکہ مدت، صلب عقد کا جزء لا یتجزأ ہے۔

جبکہ نکاح مسیار دائمی نکاح ہے، اس کا مدت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور خود بخود ختم نہیں ہوتا، بلکہ طلاق یا خلع یا بذریعہ قضاء فسخ سے ختم ہوتا ہے (زواج المسیار للقرضاوی،۲۱-۲۲)۔

نکاح متعہ مکمل طور پر نکاح مسیار سے مختلف ہے، صرف ایک پوائنٹ میں ہی اتحاد ہے اور وہ ہے مرد پر نفقہ اور سکنی کا عدم وجوب، دونوں میں وجوہِ فرق یہ ہیں:

۱۔ متعہ ایک زمانہ کے ساتھ متعین ہے، برخلاف مسیار کے کہ وہ غیر موقت ہے، اور اس کا بندھن طلاق سے ہی ٹوٹتا ہے۔

۲۔ متعہ پر شرعی نکاح کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، جیسے نفقہ وسکنی، طلاق، عدت اور وراثت وغیرہ، ہاں! نسب کا ثبوت ہوتا ہے، برخلاف مسیار کے، کہ اس پر تمام سابقہ آثار مرتب ہوتے ہیں، مگر نفقہ، سکنی، اور شب گزاری کا وجوب نہیں ہوتا۔

۳۔ متعہ میں عورت کو طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ متفق علیہ مدت گزرتے ہی فوری فرقت ہوجاتی ہے، لیکن نکاح مسیار میں ایسا نہیں ہے۔

۴۔ متعہ میں ولی اور گواہان شرط نہیں ہیں، لیکن مسیار میں گواہ صحت نکاح کی شرط ہیں اور اسی طرح جمہور (احناف کے علاوہ) کے نزدیک ولی شرط ہے۔

۵۔ نکاح متعہ میں متمتع کے لئے عورتوں کی کوئی تعداد نہیں، جتنی عورتوں سے چاہے متعہ کرے، لیکن مسیار میں چار عورتوں تک کی ہی اجازت ہے، خواہ چاروں سے نکاح مسیار کے ذریعہ شادی کرے (زواج المسیار: دراسۃ فقہیہ،۹۹)۔

۱۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نکاح متعہ اور موقت میں کوئی فرق نہیں ہے، چنانچہ نکاح موقت ہی نکاح متعہ ہے، جبکہ حنفیہ کے یہاں مشہور ہے کہ

نکاح متعہ میں لفظ ''متعہ، تمتع ''شرط ہے، جیسے آدمی عورت سے کہے: ''متعینی بنفسک''، یا ''أتمتع بک''، یا ''متعتک بنفسی''، لیکن بعض کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے، اس بنیاد پر نکاح متعہ ہی نکاح موقت ہے اور ائمہ اربعہ میں کسی کے یہاں کوئی فرق نہیں۔

۲۔ نکاح متعہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو معین وقت کے ساتھ مقید کردے، خواہ شہود (گواہان) کے سامنے انجام پائے اور ولی انجام دے یا نہ دے۔

۳۔ نکاح متعہ خواہ بعینہ نکاح موقت ہو یا نہ ہو، بالاتفاق باطل ہے (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ: عبد الرحمن الجزیری۴،۸۴)۔

واضح رہے کہ اکثر فقہاء نے نکاح موقت کو ''الزواج إلی أجل'' کے نام کے تحت ذکر کیا ہے، اور فقہ اسلامی کا مطالعہ کرنے والا واقف ہے کہ زواج کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں، اور وہ سب ''نکاح موقت '' میں درج ہوجاتی ہیں، وہ ہیں: حلالہ، متعہ اور زواج إلی أجل، ان سب کو نکاح موقت ہی سمجھا جاتا ہے۔

نکاح موقت کے حکم کو اجمالاً تین اقوال میں کیا جاسکتا ہے:

۱۔ بعض اہل علم نے نکاح موقت اور متعہ کو ایک ہی قرار دے کر باطل قرار دیا ہے۔

۲۔ بعض نے دخول سے باطل اور دخول کے بعد فاسد مان کر نکاح صحیح کے بعض اثرات جیسے نسب، مہر اور عدت کو مرتب کیا ہے۔

۳۔ امام زفرؒ نے دونوں میں فرق کیا ہے، (یہ فرق لفظ کا ہے، اوپر ذکر آچکا ہے)۔

ڈاکٹر عبد الکریم زیدان فرماتے ہیں:

''جس نکاح میں وقت کی تعیین شامل ہوجائے راجح قول کے مطابق وہ متعہ ہی کی ایک قسم ہے، نکاح موقت اور متعہ اپنے تمام صیغوں کے ساتھ باطل ہے، خواہ مدت مختصر ہو یا طویل، کیونکہ نکاح تابید کے واضح صیغہ سے ہوتا ہے، تاقیت کا کچھ دخل نہیں ہوتا.....'' (المفصل فی احکام المرأۃ والبیت المسلم، بحوالہ موقع شرعی، موقع الاحکام الشرعیہ لدی المحاکم الشرعیہ)۔

نکاح بہ نیت طلاق:

ڈاکٹر عبد العزیز فوزان کہتے ہیں:

''إن الزواج بنیۃ الطلاق یعتبر زواجاً مکتمل الأرکان والشروط الشرعیۃ'' ۔

(نکاح بنیت طلاق معتبر ہے، کیونکہ ارکان وشرائط مکمل ہیں)۔

کچھ سالوں کے بعد طلاق کی نیت رہن سہن سے تبدیل ہوسکتی ہے کہ مرد بیوی سے محبت کرنے لگے اور وہ شوہر کے ساتھ تاحیات رہنے لگے، برخلاف نکاح موقت کے۔

آگے موصوف فرماتے ہیں:

''زواج المسفار لمن یسافر لیتزوج بزعمہ وصاحبتہ تعلم أنہ سیطلقہا، بعد أیام وأسابیع، لا شک فی تحریمہ، لأنہ مؤقت کالمتعۃ والمعروف عرفاً کالمشروط شرطاً''۔

(نکاح مسفار اس کے لئے جو اپنے خیال سے شادی کے لئے سفر کرے حالانکہ اس کی بیوی جانتی ہو کہ وہ عنقریب اس کو طلاق کچھ ایام یا ہفتونکے بعد دے دے گا تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں، اس لئے کہ وہ متعہ کی طرح موقت ہے اور عرفاً معروف شرطاً مشروط کی طرح ہے)۔

نکاح بہ نیت طلاق کے حکم میں اختلاف ہے، اللجنۃ الدائمۃ للافتاء کا فتوی عدم جواز کا ہے، کیونکہ زواج صحیح میں زوجیت کے بقاء اور استمرار کی نیت سے شادی ہوتی ہے۔

شیخ ابن بازؒ کہتےہیں کہ بعض اہل علم نکاح بہ نیت طلاق کو متعہ کہتے ہیں، لیکن ارجح، اقرب، اور اظہر، متعہ نہ ہونا ہے، کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے، جیسے کوئی غریب الدیار ہو، امریکہ یا انگلینڈ وغیرہ میں ہو۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

''إن عقد الزواج إذا كان محدوداً بمدة معينة عقد صحيح ولكن يلغى التحديد ولا يلتزم به''۔

(اگر عقد نکاح کسی متعین مدت کے ساتھ محدود ہو تو عقد صحیح اور تحدید لغو ہوگی،لازم نہ ہوگی)۔

المغنی لابن قدامہ حنبلی میں ہے:

''لو تزوجها بغير شرط المدة، إلا أن فی نيته طلاقها بعد شهر، أو إذا انقضت حاجته فی هذا البلد فالنكاح صحيح، وذلک لعدم الشرط فی العقد'' (المغنی لابن قدامہ الحنبلی ۲،۱۶۷۳)۔

(اگر عورت سے بغیر مدت کی شرط کے نکاح کیا، مگر ایک ماہ بعد یا جب اس شہر میں ضرورت پوری ہوجائے اس وقت طلاق دینے کی نیت ہو تو نکاح درست ہے، کیونکہ صاحب عقد میں یہ شرط نہیں ہے)۔

معلوم ہوا کہ صلب عقد میں شرط اور محض نیت ہونے میں فرق ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح موقت جو کسی مدت سے ساتھ مشروط ہو، امام ابوحنیفہ کے نزدیک درست ہے، شرط لغو اور نکاح موبد ہوگی، اور حنابلہ کے نزدیک بھی درست ہے جبکہ شرط کا ذکر نہ ہو اور ایک مدت کے بعد طلاق دینے کی نیت ہو، یہ نکاح متعہ کی طرح وقت گزرتے ہی ختم نہیں ہوگا۔

سخت ضرورت کے وقت ان دونوں رایوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، نہ کہ ہر حال میں صبر اور کام میں مصروف بہتر ہے۔

اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کا فیصلہ:

رابطہ عالم اسلامی کے ماتحت قائم ''اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ '' نے اپنے اٹھارہویں سمینار منعقدہ مکہ مکرمہ بتاریخ ۱۰-۱۴؍ربیع الاول ۱۴۲۷ھ مطابق ۸-۱۲؍اپریل ۲۰۰۶ء میں نکاح کی بعض نئی صورتوں پر غوروخوض کیا، اور بحث ومناقشہ کے بعد جو فیصلے کئے، اس کا پہلا اور تیسرا دفعہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے، اس لئے ان

دونوں کو نقل کیا جاتا ہے:

''۱۔ عقد نکاح کی ایک صورت وہ ہوتی ہے جس میں عورت گھر، نان ونفقہ اور اپنی باری سے یا ان میں سے کچھ حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے اور وہ اس بات پر راضی ہوجاتی ہے کہ شوہر اس کے پاس رات یا دن میں کسی وقت اس کے گھر آسکتا ہے، عقد نکاح اس شرط پر ہوتا ہے کہ عورت اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہی رہے گی، پھر میاں بیوی جب چاہیں بیوی کے گھر میں یا پھر کہیں اور مل سکتے ہیں، اس صورت میں میاں بیوی کی نہ کوئی رہائش ہوتی ہے، اور نہ بیوی کا نفقہ لازم ہوتا ہے، مذکورہ دونوں یا ان جیسے دیگر عقود نکاح صحیح ہیں، بشرطیکہ وہ موانع سے خالی اور تمام ارکان وشرائط عقد کے ساتھ ہوں، لیکن شریعت میں انہیں بہتر نہیں سمجھا گیا ہے۔

۳۔ طلاق کی نیت سے شادی مثلاً وہ شادی جس میں سارے ہی شرائط وارکان موجود ہوں، لیکن شوہر اپنے دل میں پہلے سے یہ سوچ لے کہ ایک متعین مدت مثلاً دس دن کے بعد طلاق دے دے گا، یا ایک غیر متعین مدت جیسے شادی کو اپنی تعلیم مکمل ہونے تک یا اپنے کسی مقصد کے حصول تک ملتوی کردے۔

اکیڈمی اس طرح کے نکاح کو ممنوع قرار دیتی ہے، اگرچہ علماء کی ایک جماعت نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس میں دھوکہ وفریب ہے، اگر عورت یا اس کے ولی کو اس دھوکہ کا علم ہوجائے تو وہ ہرگز اس عقد پر راضی نہیں ہونگے، علاوہ ازیں اس میں بہت سے مفاسد اور سنگین نقصانات ہیں، جو مسلمانوں کی رسوائی کا باعث ہیں '' (اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے،۲۸۷۔۲۸۸، ایفا پبلیکشنز نئی دہلی)۔

نکاح مسیار اور نکاح موقت ــ ضرورت واسباب

مفتی روح الامین بن داؤد مظاہری•

نکاح مسیار:

''نکاحِ مسیار'' وہ نکاح ہے جو شرعي ضابطے کے مطابق ہي منعقد ہوتا ہے؛ البتہ اس نکاح میں بیوي اپنے بعض حقوق -جیسے نفقہ، سکنی وغیرہ- سے سبك دوش ہوجاتي ہے۔

نکاح مسیار کي ضرورت اور اسباب:

بعض اعذار اور کچھ ضرورت کي بناء پر اس طرح نکاح کیا جاتا ہے، جن میں سے کچھ کا تعلق عورتوں سے ہے تو کچھ اسباب مردوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

(الف) فساد احوال کي بناء پر بعض عورتیں اس طرح کے نکاح پر مجبور ہوتي ہیں کہ کوئي انہیں دوسري بیوي کي حیثیت سے قبول کرلے اور وہ اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوجائیں۔

(ب) بعض مرتبہ عورت اپنے گھر کے مخصوص احوال، مثلاً والدین کي خدمت یا اپني اولاد کے مسائل یا اپنے مخصوص مسئلے کي بناء پر شوہر کے ساتھ منتقل نہیں ہونا چاہتي ہے۔

(ج) بعض مرتبہ مرد دوسري بیوي کي ضرورت محسوس کرتا ہے، لیکن معاشرہ اس کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہے، تو وہ اپني پہلي بیوي اور گھروالوں کے علم میں لائے بغیر اس طرح نکاح کرنے کي ضرورت محسوس کرتا ہے۔

(د) کبھي مرد اپني ملازمت وغیرہ کي بناء پر طویل مدت تك دوسرے ملك میں مقیم رہتا ہے، تو اپني عفت وعصمت کي حفاظت کےلیے اس طرح نکاح کرلیتا ہے۔

(ھ) بعض مرتبہ مرد اپنے معاشي حالات کي بناء پر بیوي کے مکمل اخراجات ادا کرنے پر قادر نہیں ہوتا، لیکن دوسري طرف اپني عفت کےلیے دوسرے نکاح کي ضرورت بھي محسوس کرتا ہے، تو وہ اپنے لیے یہي راستہ پاتا ہے۔

صورتیں اور شکلیں:

اصلاً تو یہ نکاح بنیادي شرائط وارکان کي رعایت کے ساتھ ہي کیا جاتا ہے؛ البتہ حالات کے لحاظ سے اس کي مختلف صورتیں ہوتي ہیں:

• گجرات۔

الف: خفیہ اور پوشیدہ طور پر یہ نکاح کیا جاتا ہے، اور گواہوں سے بھي اس کا مطالبہ ہوتا ہے کہ وہ اس کا اشتہارنہ کریں۔

ب: بہت سي مرتبہ بغیرمہر کے یا مہرمثل سے کم پر یہ نکاح کیا جاتا ہے۔

ج: عموماً اولیاء کي اجازت یا رضامندي شامل نہیں ہوتي۔

د: مرد کي جانب سے نفقہ وسکنی فراہم نہ کرنے کي شرط ہوتي ہے، یا عورت خود ان بعض حقوق سے تنازل اختیار کرتي ہے۔

ھ: مبیت وقسم کے التزام کے بغیر نکاح ہوتا ہے، یا عورت خود شوہر کے یہاں منتقل نہ ہونے کي شرط لگاتي ہے۔

و: جن ممالك میں نکاح محکمۂ شرعیہ کے تحت رجسٹرڈ ہوتا ہے وہاں اس نکاح کا اندراج نہیں کرایا جاتا ہے۔

قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار:

متقدمین کے یہاں خاص اس نام سے تو اس کا تذکرہ نہیں ملتا ہے؛ البتہ تقریباً اسي نوع کي مختلف صورتوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً:

* حسن بن ابي الحسن بصري ؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئي شخص کسي عورت سے نکاح کرے اور یہ شرط لگائے کہ وہ رات یا دن میں کسي وقت یا چند دن میں ایك دن بیوي کے پاس آیا کرےگا، تو اس میں کوئي حرج نہیں ہے، بشرطیکہ نکاح علانیہ ہو، جب کہ محمد بن سیرین ؒ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

* امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ مرد اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ وہ بیوي کو محدود خرچ؛ مثلاً ماہانہ فقط پانچ یا دس درہم دیا کرےگا؟ تو اولاً فرمایا: ''ما أدري''، پھر فرمایا کہ جائز ہے، اورعورت اس شرط سے رجوع کرسکتي ہے، جب کہ ابن سیرین کہتے ہیں: ''لیس ھکذا نکاح المسلمین''۔

* اسحاق بن راہویہ ؒ سے پوچھا گیا کہ مرد نکاح کرے اور شرط لگائے کہ وہ اس سے عزل کرےگا، تو جواب کا حاصل یہ تھا کہ عورت جب چاہے رجوع کرلے، اور عبد الرحمٰن بن عمرو اوزاعي ؒ سے منقول ہے کہ ''مضی النکاح، وھذا شرط فاسد''(مسائل حرب الکرمانی ۱،۲۶۲)۔

* مصنف ابن ابي شیبہ میں ''باب في تزویج النھاریات'' منعقد فرماکر حسن وعطاء سے اس کا جواز نقل کیا ہے، جب کہ ابن سیرین اور حماد سے کراہت نقل کي ہے۔ اسي طرح ایك باب منعقد فرمایا: ''في الرجل یتزوج ویشترط علیھا: ما قسمت لك في لیل أو نھار''، جس کے تحت حکم اور حماد سے نقل کیا ہے کہ عورت راضي ہو فبہا؛ ورنہ یہ شرط فاسد ہے۔ اسي طرح زہري سے نقل کیا ہے: ''کان یسأل عن الرجل یتزوج المرأة فیشترط علیھا أن

لا يأتيها كذا وكذا، ولا ينفق عليها إلا شيئًا معلومًا''، تو اس پر فرمایا کہ ''إنما الصلح الذي أمر الله به بعد الدخول، وكان يكرهه'' (یہ تو ایسي صلح ہے جس کا اللہ نے دخول کے بعد حکم دیا ہے، اور آپ نے اسے ناپسند کیا)۔

اور حسن کہتے ہیں کہ کوئي حرج نہیں جب کہ علانیہ ہو، اور ابن سیرین ابتداءً ایسي شرط کو ناپسند کرتے ہیں، ہاں! بعد میں کوئي حرج نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ۳؍۵۰۸)۔

* فقہاء نے بھي ''تزويج النهاريات والليليات'' کا تذکرہ کیا ہے (دیکھئے: البحر الرائق۳؍۱۱۶، فتح القدیر۳؍۲۴۹، رد المحتار ۳؍۵۲، المغنی لابن قدامہ ۷؍۹۵)۔

درحقیقت زیر بحث مسئلہ نکاح مشروط کےتحت آتا ہے، جس کي بحث تمام کتب فقہ میں موجود ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شروط تین قسم کي ہیں:

۱۔ وہ شرط ہے جس کا فائدہ عورت کو ہو، جیسے: اس کے گھر سے نہیں لے جائےگا، یا اس کے ہوتے ہوئے کسي اور سے نکاح نہیں کرےگا۔

حنابلہ کے یہاں اس کا پورا کرنا لازم ہے، خلاف کي صورت میں عورت کو نکاح کے فسخ کرنے کا حق حاصل ہے، جمہور کے یہاں شرط کي خلاف ورزي کي صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔

۲۔ وہ شرط جو مقتضائے عقد کے منافي ہو، جیسے: مہر کي نفي، نفقے کي نفي، وطي یا قسم کي نفي، یا یہ کہ ہفتے میں ایك رات رہنے کي شرط وغیرہ، یہ تمام شرطیں باطل ہونگي اور عقد صحیح ہوگا، اور ایك روایت کے مطابق ان میں بعض شرطیں درست ہیں، لیکن عورت جب چاہے رجوع کرسکتي ہے۔

۳۔ وہ شرط جو نفسِ نکاح ہي کو باطل کردیتي ہے، جیسے: توقیت کي شرط وغیرہ (المغنی۷؍۹۴، در مختار۳؍۱۲۴)۔

نکاح مسیار کاحکم:

اکثر علمائے عصر اس کے جواز کے قائل ہیں، جیسے: عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ (مفتي عام المملكة العربية)، شیخ ابراہیم خضیري (قاضي محكمۂ كبرى، رياض)، شیخ محمد طنطاوي (شیخ الأزہر)، شیخ نصر فرید (مفتي مصر) وغیرہ۔

جب کہ بعض علماء نے جواز کے ساتھ کراہت کي بھي تصریح فرمائي ہے، جیسے: عبداللہ بن سلیمان منیع، شیخ سعود شریم، شیخ یوسف قرضاوي وغیرہ۔

اس کے برخلاف ناصرالدین الباني، شیخ محمد وہبہ زحیلي، شیخ عمرسلیمان اشقر، شیخ عجیل قاسم (عمید كلية الشريعة، كويت)، شیخ محمد راوي (ركن البحوث الاسلامية، ازہر) وغیرہ عدم جواز کے قائل ہیں (المسائل الفقہیۃ المستجدۃ فی النکاح۲۳۲)۔

جواز کے قائلین کے پیش نظر یہ ہے کہ نکاح اپنے شرائط وارکان کے ساتھ وجود پذیر ہوتا ہے، اور زوجین اپنے مصالح کے پیش نظر باہمي رضامندي سے شرائط

طے کرسکتے ہیں، جب کہ یہ شرائط عقد یا شریعت کے منافي بھي نہیں ہیں، اور یہ نکاح عفت وعصمت جیسے اہم مقصد کو متضمن ہے، نیز اعتبار الفاظ ومباني کا نہیں؛ معاني ومقاصد کا ہوتا ہے، اس لیے جواز میں کوئي شك نہیں۔

ان حضرات نے مندرجۂ ذیل نصوص سے تائید پیش کي ہے:

الف: ‘‘وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ” (النساء: ۱۲۸)۔

آیت کا حاصل یہ ہےکہ عورت اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوکر شوہر سے صلح کرسکتي ہے کہ وہ طلاق نہ دے اور نکاح برقرار رکھے، جیسے: حضرت سودہؓ نے اپني باري حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردي تھي، تاکہ آپ ﷺ نکاح کو برقرار رکھیں۔ ‘‘مسیار” میں بھي عورت اپنے بعض حقوق سے تنازل اختیار کرتي ہے۔

ب: حدیث ہے: "أحق ما وافيتم من الشروط أن توفي به ما استحللتم به الفروج” (البخاری: ۵۱۵۱)، نیز ارشاد ہے: ‘‘المسلمون على شروطهم ’’ (ابوداؤد: ۱۳۰۳)۔

ان احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ باہمي معاملات میں شرائط معتبر ہیں، خصوصاً نکاح میں، جب تك شریعت سے متصادم نہ ہوں۔

تاہم شرعاً یہ ایك مثالي عقد نہیں، نکاحِ شرعي کے تمام مقاصد کو متضمن نہیں، بعض مفاسد کا ذریعہ بھي بن سکتا ہے، اس لیے بعض حضرات نے کراہت کي تصریح فرمائي ہے۔

جن حضرات نے عدمِ جواز کا قول کیا ہے، ان کے پیش نظر مندرجۂ ذیل امور ہیں:

۱۔ متعاقدین کا مقصود وہ تمام مقاصد نہیں ہوتے جو شارع نے متعین کیے ہیں، مثلاً: محبت ومودت کا قیام، ذریة صالحہ کي تربیت، تمام وظائف مقررہ کي ادائیگي وغیرہ۔

۲۔ مرد کي قوامیت کا بنیادي عنصر نفقہ وسکنی کا انتظام یہاں مفقود ہے، جس کے نتیجے میں عورت کو ایك درجہ استقلالي حیثیت حاصل ہوجاتي ہے۔

۳۔ مرد کا مقصد جنسي رغبت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

۴۔ عدمِ انفاق، عدم سکنی ومبیت کي شرط بعض ائمہ کے نزدیك باطل ہے، اور ان سے عقد بھي باطل ہوجاتا ہے، یا کم از کم یہ شرائط کالعدم ہوتي ہیں، تو پھر عورت مطالبہ کرسکتي ہے، اوریہ باہمي فساد کا باعث بنےگا۔

۵۔ یہ نکاح زنا سے قریب مفاسد کا سبب بنےگا، مہر میں تساہل، خاندان کي ذمےداري سے لاپرواہي، طلاق کي آساني، خفیہ نکاح اور بغیر ولي کے نکاح کي کثرت وغیرہ ہویٰ پرستوں کےہاتھ میں ایك کھلونا دیے جانے سے مترادف ہوگا۔

ان ہي مفاسد کي بناء پر بہت سے حضرات نے توقّف فرمایا ہے، جیسے: محمدبن صالح عثیمین، محمد بن فالح (استاذ جامعہ یرموك، اردن) وغیرہ (زواج المسیار: حقیقتہ وحکمہ)۔

علمائے ہند وپاك کا موقف:

''دارالعلوم دیوبند ''کي ویب سائٹ پر ''نکاحِ مسیار '' سے متعلق ایك سوال کے جواب میں مرقوم ہے(جواب نمبر: ۲۳۸۵، فتوی: ۴۶۰،۴۷۰د)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اگر شرعي طریقے پر کم ازکم دوگواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے، اور مانعِ نکاح کوئي سبب نہ ہوتا ہو، نکاح کے وقت کسي مدت کي تحدید نہیں کي جاتي، مثلاً: ۲؍سال کے لیے نکاح کررہے ہیں، بلکہ مطلق طور پر نکاح کیا، تو ایسا نکاح درست وصحیح ہے، البتہ مہر سے دست بردار ہونے کي بات درست نہیں ہے، دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم ازکم دس درہم ہیں، جودینا واجب ہوگا بحق شرع، ہاں! اگر نکاح ہوجانے کےبعد پھر مہر کو معاف کردے، اس سے دست بردار ہوجائے؛ تو درست ہے۔ اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعي طور پر ایك دوسرے کے شوہر وبیوي ہوگئے، ازدواجي تعلق قائم رکھنا جائز اور درست ہے، سعودي عرب اور مصر کے علماء کا فتویٰ منسلك کرکے سوال کرنا چاہیے تھا۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔

دار الافتاء دارالعلوم دیوبند

تاریخ اجراء: ۵/۱۶/۲۰۰۷ء

دار الافتاء جامعة العلوم الاسلامیة، بنوري ٹاؤن کا فتویٰ:

تمہیدي امور اور نکاحِ مسیار کي صورت بیان کرنے کےبعد مذکور ہے:

(نکاح مسیار کا حکم)

نکاحِ مسیار کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے ،وجوہات درج ذیل ہیں :

۱- نکاحِ مسیار کو اگرچہ نکاح یا زواج کا نام دیا جائے؛ لیکن اس عمل کا مقصد نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد ایک متعین وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے جو نکاح کے شرعی مقاصدکے خلاف ہے، علامہ سرخسی ؒ نکاح کے چند مقاصد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس عقد کے ساتھ بے شمار دینی اور دنیوی مصلحتیں متعلق ہوتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں : عورتوں کی حفاظت ونگرانی، ان کا نان ونفقہ،زنا سے بچنا،اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اور رسول اللہ ﷺ کی امتوں کی کثرت، (بروزِ قیامت) رسول اللہ ﷺ کے فخر کا متحقق ہونا، جیساکہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ''نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ،تمہاری کثرت ہوگی ، سو میں قیامت کے دن تمہارے سبب فخر کروں گا ''، نکاح کا سبب اس بقا کا تعلق ہے جو اپنے وقت مقررہ تک کےلیے مقدر ہے، اور یہ بقا تناسل سے ہی ممکن ہوگا۔

اور اوپر کی سطور میں قرآن وحدیث کی رو سے واضح ہوچکا ہے کہ جس نکاح میں صرف شہوت رانی مقصود ہو وہ شرعی نکاح کے مقصد کے خلاف ہے۔

۲- اس عمل کے ذریعے شریعت مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کےلیے وضع کردہ کئی اَحکام کی خلاف ورزی اور بہت سے اَحکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجے میں بیوی نان نفقے سے محروم رہتی ہے، جب کہ نکاح کے عقد کی وجہ سے یہ ذمے داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، ''علامہ ابن نجیمؒ '' نے ''بدائع الصنائع '' کے حوالے سے نکاح کے اَحکام تفصیلی ذکر کیے ہیں ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ''بدائع ''میں نکاح کے اَحکام علیحدہ فصل میں ذکر کیے ہیں، فرماتے ہیں کہ نکاح کے اَحکام میں سے مہر کا واجب ہونا، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمے لازم ہونا،حرمتِ مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اجرا اور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا (جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہیں۔

(شبہ اور اس کا ازالہ)

سوال:اگر یہ کہا جائے کہ ''نکاحِ مسیار '' میں عدمِ نفقہ یا طلاق دینے کی شرط یا نیت سب باطل شرطیں ہیں، جو خود ساقط ہوجائیں گی اور نکاح درست رہےگا۔

جواب: شریعت کے اصل اور ضابطے کے مطابق نفقہ نہ دینے یا طلاق دینے کی شرائط باطل ہوکر عقد صحیح ہو جائے گا، لیکن عرف میں ان شرائط پر عمل کرنے کو لازم سمجھاجاتا ہے، ان شرائط پر عمل کرنا نکاح کی روح اور مقاصد کے خلاف ہے، لہٰذا شرط باطل ہوجانے کے بعد بھی اس قسم کے عقد کے جواز کا فتویٰ دینا مفاسد سے خالی نہیں ہے۔

۳- اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوتِ نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار کرے، لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی تو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے، یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرزپر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے، کیونکہ مقررہ مدت پوری ہوجانے کے بعد شوہر طلاق دےکر چلا جائے گا، چونکہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنی طبعی تقاضا پورا کرنا تھا تو شوہر بچے سے بے فکر ہوکر چلا جاتا ہے، اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہے، انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہیں آتا، پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقے سے نہیں ہو تی اور وہ مکمل نشو و نما نہیں پاتے، تو اس سے ا س کی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے۔

۴- اس قسم کی شادی میں عورت مرد کو اپنا نگران اور مسئول نہیں سمجھتی ، جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

۵- اس قسم کے عقد میں خوا تین کی تذلیل ہے، کیونکہ اس تعلق کا مقصد صرف

اور صرف وقت متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، وقت مقررہ کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے، عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لیے شریعت نے پہلے شوہر کے لیے بیوی کو حلال کرنے کےلیے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہِ تحریمی (ناجائز) قرار دیا ہے۔

۶- اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے، کیونکہ نہ میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کےلیے رہائش ہوتی ہے؛ اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت و محبت ہوتی ہے جوکہ نکاح کا لازمی جز اور مقصد ہے ۔

قرآنِ کریم میں ہے: ‘‘وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (الروم: ۲۱)(اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں؛ تاکہ ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہم دردی پیدا کی۔ اس میں ان لوگوں کےلیے نشانیاں ہین جو فکر سے کام لیتے ہیں)۔

اور ‘‘تفسیر ابن کثیر ’’ میں ہے کہ بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان ہی کی جنس میں سے ان کےلیے جوڑے پیدا فرمائے اور ان کے مابین محبت اور رحمت کا رشتہ قائم فرمایا۔ اور ‘‘رحمت ’’ انتہائی مہربانی کو کہتے ہیں، مرد عورت کو اپنے پاس یا تو اس لیے رکھتا ہے کہ مرد کو اس سے محبت ہے؛ یا عورت پر مہربانی کی وجہ سے، چوں کہ اس سے اس کا بچہ پیدا ہونا ہے، یا نان نفقے میں عورت اس کی محتاج ہے، یا دونوں کے درمیان باہمی محبت و الفت کی وجہ سے۔

۷- اس رشتے اور تعلق میں دوام نہیں ہے، بلکہ أبغض المباحات ‘‘طلاق ’’ دینے کی نیت ہے، اس لیے نکاحِ مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے، عمرانی حقوق کے خاطرخواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس طریقۂ نکاح کے جواز کا قول بھی نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ سرخسی ؒ فرماتے ہیں کہ اصل کے اعتبار سے طلاق دینا ناپسندیدہ عمل ہے، اور بعض کے ہاں بلاوجہ طلاق دینا مباح نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ‘‘لعن اللہ کل ذواق مطلاق’’ (یعنی اللہ تعالیٰ نے نکاح کا مزہ چکھنے کے بعد طلاق دینے والے پر لعنت فرمائی ہے)، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ‘‘أیما امرأة اختلعت من زوجها من نشوز؛ فعلیها لعنة اللہ والملائکة والناس أجمعین’’ (یعنی جو نافرمان عورت شوہر سے خلع کا مطالبہ کرے؛ اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو)، اسی طرح جو مرد بلاوجہ خلع دے اس کے متعلق بھی روایت منقول ہے، اس لیے کہ نکاح اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اور طلاق اس نعمت کی ناشکری ہے، اور نعمت کی ناشکری حرام ہے، اور یہاں ناشکری نکاحِ مسنون کو ختم کرنا ہے، لہٰذا ضرورت کے علاوہ طلاق

دینا حلال نہیں ہوگا۔ ...اور طلاق کو مبغوض اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں نعمت کی ناشکری ہے، اور نعمت کی ناشکری اس وقت ہوگی جب آپس میں اخلاق موافق ہوں۔

۸- ...اس قسم کا نکاح معناً"نکاحِ موقت" ہے، علامہ شامی ؒ وغیرہ نے نکاحِ موقت اور متعہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ نکاحِ متعہ اور موقت باطل ہے، اور ان کے درمیان شیخ الاسلام ؒ نے یوں فرق بیان فرمایا ہے کہ نکاحِ موقت میں لفظ نکاح یا تزویج استعمال کیا جاتاہے، اور متعہ میں ''أتمتع، أستمتع" جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، یعنی وہ الفاظ جو ''متعہ " کے مادے (م،ت،ع) پر مشتمل ہوں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متعہ میں گواہ اور مدت کی تعیین شرط نہیں ہے،جب کہ موقت میں گواہ بھی ہوتے ہیں اور مدت بھی متعین ہوتی ہے۔

اور بلاشبہ اس بات میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ شروع میں جو متعہ مباح تھا پھر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگیا؛ اس سے مراد وہی متعہ ہو جس میں ''م،ت،ع " کا مادہ ہو ، اس لیے کہ آثار سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ متعہ کہ اجازت تھی، لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ اس عمل کےلیے ''أتمتع" جیسے الفاظ سے ہی عورت کوخطاب کرنا لازم ہو، اس لیے کہ یہ بات معروف ہے کہ لفظ کا اطلاق کرکے اس کا معنی مراد لیا جاتا ہے، لہٰذا جب ''تمتعوا" (یا متعہ وغیرہ کے الفاظ)کہا جائےتو اس سےمراد وہ ہوتا ہے جس میں یہ معنی پایا جائے،اور اس کا مشہور معنی یہ ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے عقد کو وجود میں لایا جائے جس سے نکاح کے مقاصد (اولاد کا حصول اور پرورش) کو پورا کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ ایک متعین مدت تک (جنسی خواہش کی تکمیل کےلیے) عقد ہوتا ہے، جو مدت کے پورا ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

۹- اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہےکہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کےلیے چور دروازہ ہے، اسی لیے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجازت دی گئی ہے وہاں امیر اور صاحبِ ثروت لوگوں نے اس کا فائد اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کوخرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دےدی، بلکہ اگر یہ کہا جائے گا کہ یہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا،اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تومعروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقے سے زنا کرنے لگ جائیں گے۔

۱۰- اگرچہ ابتدا میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ ''طویل عرصے تک سفر میں رہنا " بیان کی بھی جائے یا بطورِ شرط رکھی جائے؛ لیکن اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر چلے جائیں، یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کے شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں

ہلانے کے مترادف ہے۔

ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے ''نکاح مسیار '' (زواج مسیار) کی شرعاً اجازت نہیں۔فقط واللہ أعلم. (انتہی) (فتویٰ نمبر۱۴۴۰۲۲۰۱۳۶۳، تاریخ اجراء۱۸-۰۹-۲۰۱۹)۔

دارالافتاء جامعة الرشید، کراچي کافتویٰ:

شریعت میں نکاح کے مقاصد درج ذیل ہیں:

(۱) ایمان کی حفاظت اور گناہوں سے بچنا۔

(۲) خوشگوار ازدواجی زندگی۔

(۳) خاندانی نظام کی حفاظت۔

(۴) اولاد کا حصول۔

(۵) اچھے ماحول میں بچوں کی تربیت، اور اچھا ماحول اسی وقت مل سکتا ہے جب بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی توجہ اور محبت حاصل ہو، نکاح مسیار سے مذکورہ بالا مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے، کیونکہ ان مقاصد کا حصول تب ممکن ہے جب میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہیں۔

نیز اس طریقے سے نکاح کے عام ہونے کی صورت میں ہمارے معاشرے پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہونگے:

۱۔ مرد شہوت پوری کرنے کے لیے یہ عقد کریں گے، اور عورت و اولاد کی ذمے داری نہیں اٹھائیں گے، جس سے خاندانی نظام تباہ ہوجائے گا۔

۲۔ عورتیں مردوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جائیں گی،جن کے حقوق اور کفالت کا کوئی ذمے دار نہیں رہے گا۔

۳۔ مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہے گا۔

۴۔ طلاق کی شرح بڑھ جائے گی، کیونکہ عورت جب ایک بار اپنے نان نفقے سے دست بردار ہوگئی تو ضرورت کے وقت مطالبے کی صورت میں اختلاف ہوگا، اور پھر طلاق کی نوبت آئے گی۔

۵۔ نان نفقے کا بوجھ عورت پر پڑے گا، جس کے حصول میں اس کی عفت کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔

۶۔ نکاح اور زنا میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب چھپ کر کیا جاتا ہے، جب کہ نکاح سرعام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضور ﷺ کے فرمان مبارک کا مفہوم ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا کرو۔

درج بالا مفاسد کے ساتھ ساتھ یہ نکاح انبیاء علیہم السلام،صحابۂ کرامؓ، سلف صالحین اورجمہور امت کے طریقے کے بھی خلاف ہے، گو کہ اس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ

ہوں گے؛ لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں، اور نقصانات بھی ایسے ہیں جو کسی بھی قوم کے خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کا سبب بن سکتے ہیں،جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو ان مفاسدکا سامنا ہے،اس لیے اس طریقے سے نکاح کی اجازت قطعا نہیں دی (فتویٰ نمبر٦٢٣٥٦، تاریخ اجراء٢٨-٠٢-٢٠١٨)۔

دارالافتاء والقضا، ''الجامعة العالية البنورية العالمية '' کا فتویٰ(فتوی نمبر: ٣٠٠٢٢):

نكاح مسيار اگر مدت كي تصريح كے ساتھ ہو تو یہ نكاح موقت يا متعہ كي ايك قسم ہونے كي وجہ سے شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اور اگر بوقت عقد مدت كي صراحت نہ كي ہو، ليكن فريقين يا دونوں ميں سے كسي ايك كے دل ميں يہ نيت ہو كہ ايك مخصوص مدت گذرنے كے بعد طلاق كے ذريعے عليحدگي اختيار كرلي جائےگي، تو اس صورت ميں اگرچہ فقہاء كي تصريحات كے مطابق نكاح منعقد ہوجاتا ہے؛ ليكن اس ارادے سے نكاح كرنا مقاصد ومصالح نكاح كے خلاف ہونے كي وجہ سے شرعاً مكروہ ہوگا، اس ليے حتى الوسع اس سے احتراز كرنا چاہيے، لہٰذا صورتِ مسؤولہ كے تحت زنا سے بچنے كےليے نكاح مسيار كي اجازت نہيں ہے، مذكورہ مرد وعورت كو چاہيے كہ شريعت كے مطابق كريں، ورنہ ايك دوسرے سے عليحدگي اختيار كريں۔

٢١،جمادى الاولىٰ ١٤٣٨ھ

مذکورہ فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ علمائے ہندوپاك کے تین مختلف موقف ہیں: جواز، عدم جواز اور کراہیت۔

نكاح مسيار كے ايجابي ومنفي پہلو:

ايجابي پہلو:

(١) بہت سي عورتيں بےجا مطالبوں يا مخصوص حالات كي بناء پر معروف نكاح نہيں كرپاتيں، ان كي مشكلات كے حل كا راستہ نكل سكتا ہے۔

(٢) بہت سي مطلقہ اور بيواؤں اور ان كے بچوں كي كفالت كے سلسلے ميں يہ معاون ہوسكتا ہے۔

(٣) عورتوں كي كثرت اور ضرورت كے باوجود جس معاشرے ميں تعدد نكاح كو گوارا نہيں كيا جاتا، وہاں اس كے ذريعے اس كي راہ نكل سكتي ہے۔

(٤) بہت سے نوجوان جن كے پاس نكاح اور بعد كے اخراجات كے اسباب نہيں؛ وہ اپني عفت كا راستہ پاسكتے ہين، ايسے ہي جو حضرات بيرون ممالك ميں مقيم ہونے كي وجہ سے اس طرح كي صورت حال سے دوچار ہوں، ان كي مشكل كا حل بھي اس ميں ہے۔

منفي پہلو:

(١) عورت ايك درجے ميں استقلالي حيثيت كي حامل ہونے كي وجہ سے اپني خانگي

ذمےداري ميں كامل كردار ادا نہيں كرےگي۔

(۲) بعض ہواپرست اسے متعہ كا ذريعہ بناسكتے ہيں۔

(۳) ذمےداريوں سے سبك دوشي كي وجہ سے اس كي كثرت اور معروف ومطلوب اور مسنون نكاح كي قلت ہوسكتي ہے۔

(۴) نسل اور خاندان كي بربادي كا باعث ہوسكتا ہے، اور ايك مستحكم خاندان كي تشكيل نہيں ہوپاتي۔

(۵) اس كے نتيجے ميں اصل بيوي كا استحصال بھي ہوسكتا ہے۔

(۶) عموماً يہ نكاح عارضي ہوتا ہے، جس ميں عورت كي تذليل وتحقير بھي ہے۔

راجح موقف:

يہ مسلّم ہے كہ شرعي لحاظ سے يہ ايك مثالي اور وہ نكاح نہيں ہے جو مطلوب ہے، لہٰذا على الاطلاق اس كي اجازت وجواز كا قول مشكل ہے، ليكن دوسري طرف اس بات سے بھي انكار نہيں كيا جاسكتا كہ بعض مخصوص حالات ميں عورت يا مرد كےليے ايك ضرورت بھي بن سكتي ہے، لہٰذا سرے سے ناجائز بھي قرار نہيں دياجاسكتا، جبكہ يہ نكاح اپنے شرائط واركان كو جامع ہوتا ہے، اور عفت وعصمت جيسے اہم مقصد كے حصول كا ذريعہ بھي ہے، اس ليے معتدل موقف يہ ہوگا كہ صاحب بصيرت حالات كا جائزہ لينے كے بعد جس كےليے ضرورت محسوس كرے اُس كو اجازت دے۔

ولي كو حق اعتراض:

عاقل وبالغ خاتون اپني رضا سے نكاح كرے تو محض اس بناء پر ولي كو حق اعتراض حاصل نہيں ہوگا كہ اس كي اجازت سے نكاح نہيں كيا، يا نكاح كو اس سے پوشيدہ ركھا، يا وہ اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوگئي، ہاں! اگر وہ غيركفو سے نكاح كرے، يا مہر مثل سے كم پر نكاح كرے؛ تو فقہاء كي تصريح كے مطابق ان دو صورتوں ميں ولي كو حق اعتراض حاصل ہوگا، جب كہ صاحبين كے نزديك تو مہر كي كمي كي صورت ميں بھي حق اعتراض حاصل نہيں ہوگا، كيونكہ وہ اس كا حق خالص ہے، لہٰذا نفقہ، سكنى وغيرہ حقوق خالصہ سے دست بردار ہونے كي صورت ميں ولي كو حق اعتراض حاصل نہيں ہوگا۔

''وله الاعتراض في غير الكفء، وكذا له الاعتراض في تزويجها نفسها بأقل من مهر مثلها، حتى يتم مهر المثل أو يفرق القاضى'' (رد المحتار ۵۶،۳)۔

نكاح مسيار ميں اولاد:

جب ہم نكاح مسيار كو نكاحِ شرعي تسليم كرتے ہيں تو پھر احكام شرعيہ كے باب ميں يہ نكاح معروف نكاح سے مختلف نہيں ہوگا، لہٰذا سوائے ان حقوق كے جن سے عورت نے تنازل اختيار كيا ہے تمام حقوق ضابطے كے مطابق رہينگے، اس ليے اولاد كے نفقے كي ذمےداري باپ پر ہي ہوگي، البتہ جيساكہ گذرچكا كہ اس نكاح ميں ممكن ہے كہ خاندان

کا استحکام اور زوجین میں کمالِ مودّت نہ ہو، تو لامحالہ اس کا منفي اور سلبي اثر اولاد کي تربیت اور ان کي شخصیت کي تعمیر پر پڑےگا، اس لیے ایسے نکاح کي عمومي اجازت نہیں دي جاسکتي کہ اس میں نکاح کي روح اور تمام مطلوب مقاصد کماحقہ حاصل نہیں ہوپاتے۔

نکاح موقت:

''نکاحِ موقت '' یہ ہے کہ گواہوں کي حاضري میں مخصوص مدت کےلیے نکاح کیاجائے۔

یہ متعہ ہي کي ایك قسم ہے، فرق یہ ہے کہ ''تزوج ''یا ''نکاح ''کے الفاظ سے گواہوں کي حاضري ہو تو موقت ہے، اور اگر متعہ یا اس جیسے الفاظ سے بغیر گواہ کے ہو تو متعہ ہے۔

علامہ کاساني ؒ فرماتے ہیں:

''النكاح الموقت وهو نكاح المتعة، وأنه نوعان: أحدهما أن يكون بلفظ المتعة، والثاني أن يكون بلفظ النكاح والتزويج وما يقوم مقامهما، أما الأول فهو أن يقول: أعطيك كذا أن أتمتع منك يومًا أو شهرًا أو سنةً ونحو ذلك، وأنه باطل عند عامة العلماء. ..... وأما الثاني فهو أن يقول: أتزوجك عشرة أيام ونحو ذلك، وأنه فاسد عند أصحابنا الثلاثة'' (بدائع الصنائع۲،۲۷۲)۔

''بنایہ '' میں ہے:

''والفرق بذكر لفظ التزوج في الموقت دون المتعة، وكذا بالشهادة فيه دون المتعة'' (البنایۃ شرح الہدایہ ۵،۶۵)۔

متعہ اور موقت کے درمیان یہ فقط لفظي فرق ہے، ورنہ حکم کے لحاظ سے دونوں باطل ہیں، اسي لیے بعض نے فرق کو تسلیم نہیں کیا ہے، صاحب محیط فرماتے ہیں: ''کل نکاح موقت متعة''، اور فتح القدیر میں ہے:

''ولا شك أنه لا دليل لهؤلاء على تعيين كون نكاح المتعة الذي أباحه ﷺ ثم حرمه؛ هو ما اجتمع فيه مادة ''م ت ع'' للقطع من الآثار بأن المتحقق ليس إلا أنه أذن لهم في المتعة، وليس معنى هذا أن من باشر هذا المأذون فيه يتعين عليه أن يخاطبها بلفظ ''أتمتع'' ونحوه لما عرف من أن اللفظ إنما يطلق ويراد معناه، فإذا قال:''تمتعوا من هذه النسوة''؛ فليس مفهومه ''قولوا! أتمتع بك''، بل أوجدوا معنى هذا اللفظ، ومعناه المشهور أن يوجد عقدًا على امرأة لا يراد به مقاصد عقد النكاح من القرار للولد وتربيته، بل إلى مدة معينة ينتهي العقد بانتهائها، أو غير معينة بمعنى بقاء العقد ما دمت معك إلى أن أنصرف عنك فلا عقد، والحاصل أن معنى المتعة عقد موقت ينتهي بانتهاء الوقت، فيدخل فيه ما بمادة المتعة والنكاح الموقت أيضا، فيكون النكاح الموقت من أفراد المتعة؛ وإن عقد بلفظ التزويج وأحضر الشهود وما يفيد ذلك من الألفاظ التي تفيد التواضع مع المرأة على هذا المعنى، ولم يعرف في شيء من الآثار لفظ واحد ممن باشرها من الصحابة -

رضي الله عنهم- بلفظ تمتعت بك ونحوه. والله أعلم'' (فتح القدير ۲۴۷،۳)۔

اس میں کوئي شك نہیں کہ ان حضرات کے پاس کوئي دلیل نہیں ہے اس پر کہ جس متعہ کو نبي کریم ﷺ نے مباح قرار دے کر پھر حرام کردیا تھا؛ یہ وہ نکاح تھا جس میں ''م، ت، ع '' کا مادّہ جمع ہو، کیونکہ آثار سے قطعي طور پر بس اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ان کو متعہ کي اجازت دي، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو یہ اجازت شدہ نکاح کرے اس پر لازم ہے کہ وہ لفظ ''أتمتع'' یا اس جیسے الفاظ سے مخاطب کرے، کیونکہ لفظ سے معنی ہي مراد ہوتا ہے، لہٰذا جب ''تمتعوا من هذه النسوة'' فرمایا، تو اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ''کہو! ''أتمتع بك''، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس لفظ کے مصداق کو انجام دو، اور اس کا مشہور مصداق یہ ہے کہ جس عقد سے اولاد کا حصول، ان کي تربیت وغیرہ مقصود نہ ہو، بلکہ ایك مدت معینہ کےلیے عقد ہو، جس کے ختم پر عقد ختم ہوجائے، یا مدت معین تو نہ ہو؛ لیکن مقصد یہ ہو کہ عقد باقي رہےگا جب تك میں تیرے ساتھ ہوں، اور تجھے چھوڑکر چلے جانے پر عقد باقي نہیں رہےگا۔ ... حاصل یہ ہے کہ متعہ کا مفہوم عقد موقت ہے، جو وقت ختم ہونے پر ختم ہوجاتا ہے، اس میں وہ عقد بھي داخل ہے جو متعہ کے مادے سے ہو اور نکاحِ موقت بھي، اس لیے نکاح موقت متعہ ہي کا ایك فرد ہے، چاہے وہ لفظ ''تزویج '' سے ہو، اور گواہ حاضر ہوں، اور ایسے تمام الفاظ بھي جو عورت سے اس طرح کے عقد کو ثابت کریں۔ کسي بھي اثر سے ایك لفظ بھي ثابت نہیں کہ جن صحابہ نے یہ عقد کیا انہوں نے متعہ یا اس جیسے الفاظ سے یہ عقد کیا۔

حکم:

* نکاح موقت باطل ہے، اس پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے۔

''بطل نكاح متعة وموقت'' (رد المحتار ۵۱،۳)،''فسخ النكاح مطلقًا قبل الدخول وبعده، كالنكاح لأجل عين الأجل، أي كأتزوجك سنة كذا إلخ'' (الشرح الكبير مع حاشية الدسوقی ۲۳۸،۲، كشاف القناع۹۶،۵، اسنی المطالب فی شرح روض الطالب۱۲۱،۳)۔

*اگر اتني لمبي مدت سے نکاح کو موقت کیا کہ عموماً اتني لمبي عمر نہیں ہوتي، تو حنابلہ، بعض مالکیہ اور متأخرین شافعیہ کے نزدیك نکاح صحیح ہوجائےگا، کیونکہ نکاح مطلق بھي اتني مدت سے زائد نہیں ہوتا، یہي بعض حنفیہ کا مذہب ہے اور حسن بن زیاد کي روایت ہے۔ ''فتاویٰ ہندیہ '' میں ہے:

''إذا سميا ما يعلم يقينًا أنهما لا يعيشان إليه، كألف سنة، ينعقد -أي النكاح- ويبطل الشرط، كما لو تزوج إلى قيام الساعة أو خروج الدجال أو نزول عيسى عليه السلام '' (الفتاوى الهندیہ۲۸۳،۱)۔

مالکیہ اور شافعیہ کے اصل مذہب کے مطابق یہ بھي نکاح موقت میں داخل ہے اور باطل ہے (موسوعہ فقہیہ۳۴۳،۴۱، ہدایہ مع الفتح۲۵۰،۳، رد المحتار۵۱،۳)۔

*نکاح موقت میں امام زفر ؒ کا اختلاف ہے، ان کے نزدیك نکاح صحیح ہوجائےگا اور شرط باطل ہوجائےگي، کیونکہ نکاح شروطِ فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا ہے، جب کہ جمہور کے نزدیك نکاحِ متعہ کے مترادف ہونے کي وجہ سے باطل ہے، کیوں کہ اعتبار معاني ومقاصد کا ہوتا ہے، مگر علامہ ابن ہمام ؒ نے امام زفر ؒ کے قول کو ترجیح دي ہے، کیوں کہ متعہ اپنے اصل معنی کے اعتبار سے منسوخ ہے، اور جب شرط کو لغو قرار دےکر تابید کے ساتھ منعقد قرار دیا جائے تو متعہ منسوخ میں شامل نہیں ہوگا، جیسے: ''نکاحِ شغار '' منسوخ ہے؛ لیکن اگر کسي نے کیا تو مہر مثل کے ساتھ منعقد ہوجاتا ہے (فتح القدیر ۲۴۳،۳)۔

طلاق کي نیت سے نکاح کرنا:

اگر عقد کا ایجاب وقبول مطلق ہو؛ لیکن دل میں نیت یہ ہو کہ ایك مدت کے بعد طلاق دےکر نکاح کو ختم کردیا جائےگا، تو کیا یہ نکاحِ موقت میں داخل ہے؟

اس سلسلے میں جمہور فقہاء کا مسلك یہ ہے کہ یہ نکاح موقت نہیں، کیونکہ توقیت کا تعلق الفاظ سے ہے، محض نیت کي وجہ سے فساد پیدا نہیں ہوگا، کیونکہ بسااوقات نیت کے مطابق عمل نہیں ہوتا، اور بہت سي مرتبہ بغیر سابق نیت کے عمل کرلیا جاتا ہے، لہٰذا یہ نکاح صحیح ہے، خواہ مدت قلیل ہو یا طویل، عورت یا اس کے ولي کو علم ہو یا نہ ہو۔

حتی کہ بعض نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، ''شرح زرقاني ''میں ہے:

''وأجمعوا على أن من نكح نكاحًا مطلقًا ونيته أن لا يمكث معها إلا مدة نواها أنه جائز ليس بنكاح متعة، وقال الأوزاعي: هو نكاح متعة، ولا خير فيه ..... قاله عياض'' (شرح الزرقانی علی الموطا ۱۳۶،۳)۔

اور فقہاء کے مابین اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے نکاحِ مطلق کیا، جبکہ اس کي نیت یہ تھي کہ عورت کے ساتھ ایك متعینہ مدت تك ہي رہےگا، تو یہ جائز ہے، یہ نکاح متعہ نہیں ہے۔ اور امام اوزاعي کہتے ہیں کہ یہ نکاح متعہ ہے، اور اس میں کوئي خیر نہیں ہے، ... قاضي عیاض کا بھي یہي قول ہے۔

قاضي شوکاني نے لکھا ہے:

''لو نوى عند العقد أن يفارق بعد مدة صح نكاحه إلا أن الأوزاعي أبطله'' (نیل الاوطار ۵۴۸،۶)۔

اگر عقد کے وقت اس بات کي نیت کي کہ ایك مدت کے بعد تفریق اختیار کرلےگا، تو یہ نکاح درست ہے، البتہ امام اوزاعي نے اسے باطل قرار دیاہے۔

البتہ یہ حکم اجماعي نہیں؛ بلکہ اختلافي ہے، اور بنیادي طور پر اس سلسلے میں تین اقوال ہیں:

قول اول:

جمہور فقہاء حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ ایك رائے کے مطابق جواز کے قائل ہیں، ابن قدامہ اور ابن تیمیہ نے اسي کو اختیار کیا ہے۔

''أما لو تزوج، وفي نیته أن یطلقها بعد مدة نواها صح'' (فتح القدیر ۲۴۹،۳)۔

بہرحال اگر اس نیت سے شادي کي کہ اپنے ارادے کے مطابق ایك مدت کے بعد عورت کو طلاق دےدےگا تو یہ نکاح درست ہے۔

''ولو تزوجها مطلقًا، وفي نیته أن یقعد معها مدةً نواها فالنکاح صحیح'' (تبیین الحقائق ۱۱۵،۲)۔

اگر کسي نے نکاحِ مطلق کیا، لیکن اس کا یہ ارادہ تھا کہ ایك متعینہ مدت تك اس کے ساتھ رہےگا، تو یہ نکاح درست ہے۔

''مدوّنہ'' میں ہے:

''فیمن نکح، وفي نفسه أن یفارق أنه لیس من نکاح المتعة. ..... وقال مالك: إن النکاح حلال، فإن شاء أن یقیم علیه أقام، وإن شاء أن یفارق فارق، وقال ابن القاسم: وهو مما لا اختلاف فیه بین أهل العلم مما علمنا أو سمعنا'' (الموافقات ۳۸۷،۱)۔

کسي نے تفریق کي نیت سے نکاح کیا تو اس کا شمار ''نکاحِ متعہ '' میں نہیں ہوگا۔ ... اور امام مالكؒ نے فرمایا: یہ نکاح حلال ہے، لہٰذا اگر وہ اس کے ساتھ ہي رہنا چاہتا ہو تو جائز ہے، اور اگر اسے چھوڑنا چاہتا ہو تو چھوڑسکتا ہے، اور ابن القاسم نے کہا کہ یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں ہمارے علم وسمع کے مطابق اہل علم کے درمیان کوئي اختلاف نہیں ہے۔

ابن العربي کہتے ہیں:

''وعندي أن النیة لا تؤثر في ذلك، فإنا لو ألزمناه أن ینوي بقلبه النکاح الأبدي لکان نکاحًا صحیحًا نصرانیا، فإذا سلم لفظه لم تضر نیته، ألا ترى أن الرجل یتزوج على حسن العشرة ورجاء الأدمة، فإن وجدها وإلا فارقها'' (الموافقات ۳۷۸،۱)۔

اور میرے نزدیك یہ ہے کہ اس (تفریق نکاح) کے باب میں نیت مؤثر نہیں ہوگي، اس لیے کہ اگر ہم اس پر اس بات کو لازم کردیں کہ وہ اپنے دل سے ابدي نکاح کي نیت کرے تو یہ نکاح صحیح نصراني ہوجائےگا، لہٰذا جب اس کے الفاظ کو تسلیم کرلیا گیا تو اس کي نیت مضر نہ ہوگي۔ آپ کو اس بات کو علم تو ہے ہي کہ آدمي حسن اخلاق اور محبت واتفاق کي امید سے نکاح کرتا ہے، اگر اسے یہ ملتا ہے تو فبہا ورنہ وہ تفریق اختیار کرلیتا ہے۔

ابن قدامہ ''المغني ''میں لکھتے ہیں:

''وإن تزوجها بغیر شرط إلا أن في نیته طلاقها بعد شهر أو إذا انقضت حاجته في هذا البلد، فالنکاح صحیح في قول عامة العلم، إلا الأوزاعي قال: هو نکاح متعة، والصحیح أنه لا

بأس به، ولا تضر نيته، وليس على الرجل أن ينوي حبس امرأته، وحسبه إن وافقته، وإلا طلقها'' (مغنى ۵۷۳،۷)۔

اور اگر كسي نے عورت سے بغير كسي شرط كے نكاح كيا؛ مگر اس كي نيت يہ تھي كہ ايك مہينے كے بعد يا اس شہر ميں اس كا كام پورا ہوجانے كے بعد اُسے طلاق دے دےگا، تو عامة العلماء كے قول كے مطابق يہ نكاح درست ہے، ليكن امام اوزاعي كہتے ہيں كہ يہ نكاح متعہ ہے، البتہ صحيح قول يہ ہے كہ اس نكاح ميں كوئي خرابي نہيں اور اس كي نيت اس نكاح كےليے مضر نہ ہوگي، اور شوہر كے ذمے يہ لازم نہيں ہے كہ وہ عورت كو اپنے پاس ہي ركھنے كي نيت كرے؛ اگر وہ اُسے موافق آئے تو فبہا؛ ورنہ اُسے طلاق دےدے۔

قول ثاني:

يہ نكاح جائز ہے، ليكن مكروہ ہے۔ بعض مالكيہ اور شافعيہ كے يہاں، اسي طرح ابن تيميہ اور حضرت مفتي تقي عثماني صاحب مدّظلہٗ نے بھي اپنے فتاویٰ ميں اسے مكروہ قرار ديا ہے۔ ''نہاية المحتاج '' كے حاشيے ميں ہے:

''قوله ولا توقيته: أي حيث وقع ذلك في صلب العقد، أما لو توافقا عليه قبل ولم يتعرضا له في العقد لم يضر، لكن ينبغي كراهته''(نہاية المحتاج مع حاشية الشبراملسى ۲۱۴،۶)۔

مصنف كا قول (ولا توقيته): يعني جب يہ توقيت صلب عقد ميں پائي جائے، ہاں! اگر دونوں نے اس پر پہلے ہي سے باہم موافقت كرلي تھي اور عقد ميں اس سے تعرض نہيں كياتو يہ عقد كےليے مضر نہ ہوگا، ليكن بہتريہ ہے كہ اسے مكروہ قرار ديا جائے۔

علامہ ماوردي لكھتے ہيں:

''والقسم الثالث أنه يشترط ذلك عليه قبل العقد، ويتزوجها مطلقًا من غير شرط لكنه ينوي ويعتقده؛ فالنكاح صحيح لخلو عقده من شرط يفسده، وهو مكروه، لأنه نوى فيه ما لو أظهره أفسده، ولا يفسد بالنية لأنه قد ينوي ما لا يفعل ويفعل ما لا ينوي''۔

اورتيسري قسم يہ ہے كہ وہ عقد سے پہلے اس (توقيت) كي شرط لگائے، اور عورت سے بغير كوئي شرط لگائے نكاح مطلق كرے، ليكن دل ميں اس كي نيت واراده ہو، تو عقد ميں شرطِ مفسد كے نہ ہونے كي وجہ سے يہ نكاح درست ہوگا، اور يہ مكروہ ہوگا، اس ليے كہ اس نے ايسي نيت كي ہے كہ اگر اس كو بيان كردے تو عقد فاسد ہوجائےگا، اور نيت كي وجہ سے اس ليے عقد فاسد نہ ہوگا كيوں كہ وہ ايسے فعل كي نيت كررہاہے جو وہ نہيں كررہا، اور ايسا فعل كررہا ہے جس كا اس كے دل ميں اراده نہيں ہے۔

ابن تيميہ كے فتاویٰ ميں ہے:

''وسئل عن رجل ركاض يسير في البلاد في كل مدينة شهرا أو شهرين، ويخاف أن يقع في المعصية، فهل له أن يتزوج ويعزل عنها في مدة إقامته في تلك البلدة، وإذا سافر أعطاها

حقها أو لا؟ وهل يصح النكاح أم لا؟

فأجاب: له أن يتزوج، لكن ينكح نكاحًا مطلقًا لا يشترط فيه توقيتًا بحيث يكون إن شاء أمسكها وإن شاء طلقها، وإن نوى طلاقها حتما عند انقضاء سفره كره في مثل ذلك، وفي صحة النكاح نزع، ولو نوى أنه إذا سافر وأعجبته أمسكها وإلا طلقها جاز ذلک" (مجموع فتاوى ابن تيميہ ۲۲،۷۱)۔

اور ایسے شخص سے متعلق سوال کیاگیا جو کثرت سے سفر کرتا ہے، اور ایك-دومہینے تك شہروں میں رہتا ہے، اور اسے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، تو اگر وہ کسي سے نکاح کرلے اور اپني مدت اقامت میں اس سے عزل کرتے ہوئے اپني ضرورت پوري کرے، اور جب آگے سفر کےلیے نکلے تو عورت کو اس کا حق دےدے، تو کیا یہ اس کےلیے درست ہے یا نہیں؟ اور نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

تو جواب میں فرمایا کہ اس کےلیے نکاح کرنا درست ہے، لیکن وہ نکاحِ مطلق کرے، اس میں توقیت کي کوئي شرط نہ لگائے، بلکہ اس طرح کرے کہ اگر وہ چاہےگا تو عورت کو ساتھ میں رکھےگا یا اسے طلاق دے دےگا، اور اگر اس نے سفر ختم ہونے کے وقت طلاق دینے کي حتمي نیت کرلي تو اس طرح کي نیت مکروہ ہے، اور نکاح کي صحت کے باب میں اختلاف ہے، اور اگر اس نے یہ نیت کي کہ جب وہ سفر کرےگا تو اگر وہ عورت اسے موافق آئي تو ساتھ میں رکھےگا؛ ورنہ طلاق دے دےگا، تو یہ درست ہے۔

حضرت مفتي تقي عثماني صاحب مدّظلہٗ فرماتے ہیں:

اگر عقد نکاح کے تمام شرائط موجود ہوں، اور عقد نکاح میں کوئي ایسا لفظ استعمال نہ کیا گیا ہو جس سے وہ نکاح موقت سمجھا جائے، اس صورت میں وہ نکاح منعقد ہوجائےگا، اور اس نکاح کے بعد تمتع جائز ہے، اور نکاح کرنے والے مرد یا عورت کا یہ نیت کرنا کہ تعلیم کي مدت کے بعد ہم اس نکاح کو ختم کردینگے؛ اس نیت سے نکاح کي صحت پر کوئي اثر واقع نہیں ہوگا، البتہ نکاح شریعت کے نزدیك چونکہ ایك دائمي عقد ہے؛ اس لیے زوجین سے بھي مطالبہ ہے کہ وہ اس عقد کو ہمیشہ باقي رکھیں، اور شدید ضرورت کے علاوہ کبھي اس کو ختم نہ کریں، اور عقد کرتے وقت ہي زوجین کا جدائي اور فرقت کي نیت کرنا نکاح کے اس مقصد کے خلاف ہے، اس لیے ایسي نیت رکھنا دیانۃ کراہیت سے خالي نہیں، واللہ اعلم (فقہی مقالات ۲۵۷،۱، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ۳۲۸،۱)۔

قول ثالث:

مذکورہ نکاح ناجائز ہے، امام اوزاعي سے یہي منقول ہے، وہ اسے متعہ میں شامل کرتے ہیں، امام احمد کي دوسري روایت یہي ہے، اور بعض حنابلہ نے اسي کو اختیار کیا ہے، معاصرین میں شیخ محمدرشید رضا، شیخ محمد بن صالح بن عثیمین، شیخ صالح بن فوزان، شیخ محمد ناصرالدین الباني رحمہم اللہ تعالیٰ اسي کے قائل ہیں، اور ‘‘اللجنة الدائمة

للإفتاء في المملكة العربية السعودية'' کا یہي فتویٰ ہے (دیکھئے: عقود الزواج المستحدثة وحکمہا فی الشریعة لمحمد النجیمی،۵۱)۔

''قال أحمد في رواية أبي داود: إذا تزوجها على أن يحملها إلى خراسان، ومن رأيه إذا حملها خلى سبيلها، قال: لا، هذا يشبه المتعة، حتى يتزوجها ما حييت، وفي هذا النص إشعار بتعليل آخر، وهو أن وضع النكاح الدوام، وهذا الشرط ينافيه، وأن النية كافية في المنع، وقال أيضا في رواية عبد الله: إذا تزوجها، ومن نيته أن يطلقها أكرهه، هذه متعة، وعلى هذا جمهور الأصحاب، القاضي في خلافه، والشريف وأبو الخطاب في خلافيهما، والشيرازي، لما علل به أحمد من أن هذا في معنى المتعة إلخ'' (شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی،۵،۲۲۹)۔

اور ابوداود کي روایت کے مطابق امام احمد نے فرمایا: جب کسي شخص نے کسي عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ اسے خراسان تك لے جائےگا، اور اس کي نیت یہ تھي کہ جب اسے خراسان پہنچےگا تو اسے چھوڑدےگا، تو فرمایا کہ یہ درست نہیں، یہ متعہ کے مشابہ ہے، یہاں تك کہ وہ عقد ہمیشہ باقي رکھےگا۔ اور اس نص میں ایك دوسري علت کي طرف اشارہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ نکاح کي وضع دائمي عقد کے طور پر ہوئي ہے، اور یہ شرط اس کےمنافي ہے۔ اور نیت منع نکاح کےلیے کافي ہے۔ نیز عبداللہ کي روایت میں فرمایا کہ جب اس نے اس ارادے سے نکاح کیا کہ اسے طلاق دےدےگا، تو یہ مکروہ ہے، یہ متعہ ہے۔ اور جمہور اصحاب کا بھي یہي قول ہے، قاضي، شریف اور ابوالخطاب کي خلافیات میں اس کاذکر ہے، اور شیرازي بھي اسي کے قائل ہیں، اس وجہ سے کہ امام احمد نے اسے متعہ کے ہم معنی قرار دیا ہے۔

قول راجح:

جب نکاح اپنے تمام شرائط کے ساتھ وجود میں آئے، اور عقد میں مدت یا طلاق کي شرط کا کوئي تذکرہ نہ ہو، تو محض نیت طلاق کي وجہ سے وہ نکاح نکاحِ موقت میں داخل نہیں ہوگا، کیوں کہ فقہاء کي تصریح کے مطابق توقیت کا تعلق الفاظ سے ہے، اور الفاظ ہي پر قضائي احکام عائد ہوتے ہیں، اسي کے مطابق مطالبہ اور مواخذہ ہوتا ہے، جب کہ نیت یہ امر باطني ہے، اس پر کوئي مطالبہ یا مواخذہ نہیں کیا جاسکتا، نیز اس نیت کے مطابق عمل درآمد یقیني نہیں؛ بلکہ محتمل ہے، جیسے: بغیر نیت کے بھي طلاق وفرقت محتمل ہے، اس لیے محض نیت عقد کي صحت پر اثر انداز نہیں ہوگي، تاہم شرعاً نکاح میں دوام مطلوب ہے، اس لیے دیانة یہ نیت کراہت سے خالي نہیں ہوگي، اور زوجین سے مطالبہ ہوگا کہ بغیر شدید مجبوري کے اس عقد کو ختم نہ کریں، جیساکہ علامہ عثماني مدّظلہٗ کے فتوے میں کہا گیا ہے۔

نکاح مسیار - موجودہ زمانہ کا ایک اہم مسئلہ

مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی•

مسیار: لغوی واصطلاحی تعریف

لفظ ''مسیار '' سیر سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ''زمین میں چلنے ''کے آتے ہیں، اسی سے اسم مبالغہ ''مِفْعال '' کے وزن پر ''مسیار '' ہے، کہاجاتاہے:''رجل مسیاروسیار، أی:الرجل الکثیر السیر'' (بہت زیادہ چلنے (سفرکرنے) والا آدمی)، پھراس لفظ کااستعمال نکاح کی ایک قسم پرہونے لگا، جب کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک عامیانہ کلمہ ہے، جونجدکے ایک خطہ میں 'زیارتِ نہاریہ ' (دن کے وقت کی زیارت) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے،عبدالملک بن یوسف المطلق لکھتے ہیں:

''ثم أخذ ہناالإسم، وسمی بہ ہذا النوع من الزواج ---حیث إن الرجل المتزوج بہذاالنوع من الزواج یسیر إلی زوجتہ فی أی وقت شاء ولایطیل المکث عندہا، ولاایبیت ولایقر، ویذہب البعض إلی أن کلمۃ ''مسیار''کلمۃ عامیۃ تستعمل فی إقلیم نجد فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ بمعنی الزیارۃ النہاریۃ، وأطلق ہذا الإسم علی ہذا النوع من الزواج؛ لأن الرجل یذہب إلی زوجتہ غالباً فی زیارات نہاریۃ شبیہۃبمایکون من زیارات الجیران'' (زواج المسیار-دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ، ص: ۷۵)۔

علامہ یوسف القرضاوی رقم طراز ہیں:

''وأنالاأعرف معنی ''المسیار''فہی لیست کلمۃ معجمیۃفیمارأیت، إنما ہی کلمۃ عامیۃ دارجۃ فی بعض بلاد الخلیج یقصدون منہا: المرور، وعدم المکث الطویل'' (زواج المسیار-حقیقتہ وحکمہ، ص: ۶)۔

ڈاکٹرخالد ربیعان لکھتے ہیں:

''(مِسْیَار)لمن لایعرفہا ہی عامیۃ نجدیۃ تعنی(زیارۃ)لیشیر مطلح(زواج المسیار)فی نہایۃ الأمرإلی مایمکن نعتہ ب(زواج الزیارۃ)، فالزوج یزور زوجتہ فی منزلہا أومنزل أسرتہا ولیس فی منزلہ، وقد یتفقان علی مکان الالتقاء بینہما'' (المختارفی زواج المسیار لمحمدبن عبداللہ الحجیلان، ص: ۱۰۶)۔

لغوی تعریف کے بعداصطلاحی تعریف بھی جان لینی چاہئے، اس سلسلہ میں متقدمین کے یہانکوئی اصطلاحی تعریف نہیں ملتی، عصرحاضرکے علماء نے مختلف الفاظ میں اس

• جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور،اڈپی، کرناٹک۔

کی تعریفات کی ہیں:

۱- ‘‘عقدنکاح تتنازل المرأة فیہ عن بعض حقوقہا علی الزوج، أویشترط الرجل إسقاط بعض حقوقہا، وترضی بأیأتیہا فی محل إقامتہا متی شاء’’ (مجلۃ العدل، العدد:۵۱، رجب: ۱۴۳۲ھ، ص:۲۶۶، مضمون: المعیارفی بیان أقسام نکاح المسیار للشیخ محمدبن سعیدبن عبداللہ آل مثیب القحطانی)۔

۲-‘‘ہوالزواج الذی تقوم فیہ الزوجۃ بمجازاۃ زوجہا، والتخفیف عنہ فی المہر، أوالمسکن الشرعی، أوالمبیت، أوالنفقۃ، وقدیکون ہذاالزواج فی السر، وتکون الزوجۃ غالباً فی بلد، والزوج یقیم مع زوجۃ أخری فی بلدآخر ’’ (مجلۃ کلیۃ الدراسات الإسلامیۃ العربیۃ، العدد:۲۲، شوال ۱۴۲۳ھ مطابق دسمبر۲۰۰۱ء، مضمون: نکاح المسیارفی الفقہ الإسلامی للدکتور علی عبدالأحد أبوبصل، ص:۳۰۹)۔

۳- ‘‘زواج یقوم علی إبرام عقد شرعی بین رجل وامرأة یتفقان علی المعاشرة من دون العیش معاً بصورة دائمۃ’’ (أحکام نکاح المسیار، ص:۱۲، جریدۃ الدستور، العدد:۱۱۸۹، ص:۱، مضمون: زواج المسیار، ۱۰/۱۰/۱۹۹۸ء)۔

۴-‘‘إنہ إبرام عقد زواج تتنازل فیہ المرأة عن السکن والنفقۃ والقسم أوبعض منہا، وترضی بأن یأتی الرجل إلی دارہا فی أی وقت شاء من لیل أو نہار’’ (یہ تعریف مجمع فقہی کی ہے، دیکھئے:المعیارفی بیان أقسام نکاح المسیار للشیخ محمدبن سعیدبن عبداللہ آل مثیب القحطانی، ص:۴، مجلۃ العدل، العدد: ۵۱، رجب ۱۴۳۲ھ)۔

۵- ڈاکٹریوسف قرضاوی نے اس کی تعریف یوں کی ہے:‘‘ہوزواج شرعی یتمیز عن الزواج العادی، بتنازل الزوجۃ فیہ عن بعض حقوقہاعلی الزوج، مثل: ألاتطالبہ بالنفقۃ، والمبیت اللیلی، إن کان متزوجاً، فی الغالب یکون زواج المسیار ہوالزواج الثانی أوالثالث، وہونوع من تعددالزوجات، أبرزما فی ہذا الزواج أن المرأة تتنازل فیہ بظرادۃ تامۃ واختیارورضا عن بعض حقوقہا، ہذا الذی أفہمہ من زواج المسیار’’ (مستجدات فقہیۃ فی قضایا الزواج والطلاق، ۱۶۳)۔

مسیارکی تعریف جان لینے کے بعداب اصل سوال کے جواب کی آتے ہیں، جوحسب ذیل ہے:

سوال نمبر(۱): کیاقدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیارکاکوذکرملتا ہے؟

جواب: یہ بات طے شدہ ہے کہ متقدمین فقہاء کے یہاناس لفظ ‘‘مسیار’’ کے ساتھ کسی نکاح کاوجودنہینتھا، کتب متقدمین میںنکاح کی جن قسموں کاتذکرہ ملتا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱- نکاح الرایات: رایات کے معنی جھنڈے کے آتے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں فاحشہ عورتیں اپنے گھروں کے دروازوں پرجھنڈے نصب کیاکرتی تھیں؛ تاکہ گزرنے والوں کوپتہ چل جائے اورجس کاارادہ ہوجائے، وہ گھرکے اندر داخل ہوجائے، اس کو ‘‘نکاح البغایا’’ بھی کہاجاتاتھا۔

۲- نکاح الاستبضاع: استبضاع ماخوذ ہے ‘‘بضع ’’ سے، جس کے معنی شرم گاہ کے آتے ہیں، اس کی صورت یہ تھی کہ خودشوہربیوی سے کہتا کہ فلاں سردار،یا فلانرئیس، یا فلاں بہادرکے پاس جاؤ اوراس کے ساتھ صحبت کرو، یہ طریقہ اس لئے اختیارکیاجاتا تھا؛ تاکہ بچہ کے اندرسرداریابہادری وغیرہ کی صفت پیداہو۔

۳- نکاح الرہط: رہط کے معنی جماعت کے آتے ہیں، ان کی تعداددس سے کم ہوتی ہے، یہ سب ایک ہی عورت سے صحبت کرتے ہیں، پھرجب عورت بچہ جنتی ہے توان سب کوجمع کرکے بچہ کوان میں سے کسی ایک کی طرف منسوب کرتی ہے اوروہ بچہ اسی کاکہلاتا ہے،عورت کافیصلہ محکم ہوتا ہے، کوئی اس کوٹال نہیں سکتا۔

۴- نکاح التحلیل: اس کی صورت یہ ہے کہ کسی عورت کواس کے شوہرنے تین طلاق دیدیا ہے تووہ شوہراول کے پاس بغیرحلالہ کے واپس نہیں جاسکتی، اب ایک شخص حلالہ کی نیت سے اس سے نکاح کرے۔

۵- نکاح الشغار: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی یابہن کانکاح اس شرط کے کسی سے کرائے کہ وہ بھی اپنی بیٹی یابہن کانکاح اس کے ساتھ کردے اوریہی تبادلہ مہرقرارپائے۔

۶- نکاح المتعۃ: نکاح متعہ اس نکاح کہتے ہیں، جس میں مردعورت سے کہتا ہے کہ میں تمہیناتنے پیسے دونگااوراس کے بدلہ مینتم سے اتنے دن، اتنے مہینے یااتنے سال متعینہ طورپر یا غیرمتعینہ مدت مثلاً: موسم حج تک کے لئے تمتع حانل کرونگا(لطف اندوز ہونگا)۔

۷- نکاح الخِدْن: خدن کے معنی دوست کے ہیں، عورت کادوست خفیہ طورپراس سے تعلق قائم کرتا ہے، یہ دراصل زناہے، عرب زنا کے اعلان کو عیب قراردیتے تھے، جبکہ اس طرح دوستی کرنے اورتعلق قائم کرنے کوبرانہینسمجھتے تھے، یہ بالکل آج کل کے (Live in relationship)کی طرح ہے (تفصیلات کے لئے دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، نکاح منہی عنہ ۳۲۵،۱۴ ومابعدہا)۔

ان میں کہیں بھی ‘‘نکاح مسیار ’’ کاذکرنہیں ملتا ہے؛ لیکن کیا اس طرح کے نکاح کا بالکل ہی وجود نہیں تھا اوریہ باقاعدہ ایک الگ نکاح ہے، ایسابھی نہیں کہاجاسکتا، یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں معاصرفقہاء کی دورائیں ملتی ہیں:

۱- ایک رائے یہ ہے کہ متقدمین اس قسم کے نکاح سے واقف ہی نہیں تھے؛ چنانچہ عبدالملک بن یوسف بن محمدالمطلق لکھتے ہیں:

‘‘لیس لہٰذا الزواج أصل فی الفقہ، فہومأخوذ من الواقع، والفقہاء القدامیٰ لم یتطرقوا إلیہ، ولذلک فإن کثیراًمن العلماء الأن یجتہدفی وضع وصف لہ یتناسب مع صیغۃ السوال التی یسأل بہا عن ہذا الزواج ’’ (زواج المسیار، ۷۶)۔

اسی طرح ڈاکٹرعلی عبدالاحمدابوبصل لکھتے ہیں:

‘‘نکاح المسیارمن العقود الجدیدۃ فی الفقہ الإسلامی ولایوجد ہذاالمصطلح فی القدیم، وظہر وانتشر فی بعض الدول الإسلامیۃ عامۃ والخلیجیۃخاصۃ، وجاء ہذا النکاح لحل مشکلۃ العنوسۃ والتی بدأت تظہرفی المجتمعات الإسلامیۃ عامۃ والمجتمع الخلیجی خاص’’ (مجلۃ کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ العربیۃ، العدد: ۲۲، شوال ۱۴۲۳ھ مطابق دسمبر ۲۰۰۱ء، مضمون: نکاح المسیارفی الفقہ الاسلامی للدکتور علی عبدالأحد أبوبصل، ۳۱۱)۔

۲- دوسری رائے یہ ہے کہ یہ کوئی نئی چیزنہیں ہے، زمانۂ قدیم میں بھی لوگ اس سے واقف تھے؛ چنانچہ ڈاکٹریوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

‘‘إن زواج المسیارکمایسمی لیس شیئا جدیداً، إنماہوأمرعرفہ الناس من قدیم، وہوالذی ہذہب فیہ الرجل إلی بیت المرأۃ، ولاتنتقل المرأۃ إلی بیت الرجل، وفی الغالب: تکون ہذہ زوجۃ ثانیۃ، وعندہ زوجۃ أخری ہی التی تکون فی بیتہ وینفق علیہا’’ (زواج المسیار- حقیقتہ وحکمہ۴)۔

ڈاکٹرعبداللہ طیارلکھتے ہیں:

‘‘لم یکن ہذا النوع من النکاح معروفاًعندالفقہاء المتقدمین بصیغتہ الحالیۃ وبمسماہ الحالی، وإن کان الفقہاء یبحثون مسائلہ مفردۃ کمافی قولہم(نکاح النہاریات واللیلیات)، وہوأن یتزوج رجل من امرأۃ تعمل خارج منزلہا، وترجع إلی زوجہا نہاراً، أوالعکس: تعمل نہاراً وترجع إلی منزل زوجہا لیلاً’’ (الفقہ المیسر ۴۹،۱۱)۔

راقم کا خیال یہ ہے کہ ‘‘نکاح مسیار ’’ کلیۃً بے اصل نہیں ہے؛ بلکہ قدیم فقہاء کی کتابوں میں اس کاذکرآیاہوا ہے؛ چنانچہ ابن نجیم مصری فقہاء کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

‘‘ولابأس بتزوج النہاریات، وہوأن یتزوجہالیقعد معہا نہاراً دون اللیل، وینبغی أن لاہذا الشرط لازماًعلیہا، ولہا أن تطلب المبیت عندہا لیلاً’’ (البحرالرائق، کتاب النکاح، کتاب المحرمات۳،۱۹۰، شرح فتح القدیر، کتاب النکاح۳،۲۴۰)۔

ابن نجیم کی اس عبارت میں ‘‘زواج نہاریات ’’ کاذکرہے، جوایک طرح ‘‘نکاح مسیار’’ کے مشابہ ہے، ائمہ اربعہ میں سے دیگرفقہاء کے یہاناس طرح کاجزئیہ نہینملتا ہے، تاہم اتنی بات یادرکھنے کی ہے کہ فقہائے احناف ہی صرف اس کے قائل نہیں ہیں؛ بل کہ دیگرفقہاء بھی اس کے جواز کے قائل ہیں؛ چنانچہ ابن منذرلکھتے ہیں:

‘‘روی عن عطاء والحسن أنہما کانالایریان بأساً بتزویج النہاریات، وعن الحسن أنہ کان لایری بأساً أن یتزوجہا علی أن یجعل لہامن الشہرأیاماًمعلومۃ’’ (الاشراف علی مذاہب العلماء، باب التقصیرعن أداء بعض حقوق المرأۃ ۷۰،۵، منارالسبیل فی شرح الدلیل ۱۷۶،۲)۔

فقہائے احناف کے یہاں ایک اورمسئلہ سے اس کی تائید ہوتی ہے، علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

‘‘أمالوتزوج وفی نیتہ أن یطلقہا بعدمدۃ نواہا صح’’ (شرح فتح القدیر، کتاب النکاح ۲۴۰،۳)۔

جہاں تک اس بات کاتعلق ہے کہ نکاح کرے اورنیت میں ہوکہ ایک مخصوص مدت کے بعدطلاق دیدیں گے تونکاح درست ہے۔

مذکورہ باتوں سے جوبات منقح ہوئی، وہ یہ کہ ''نکاح مسیاربے اصل نہینہے؛ البتہ مروجہ نام سے یہ معروف نہیں تھا؛ بل کہ اس کے لئے دوسری تعبیر اختیار کی جاتی تھی''، ہذا ماعندی، واللہ أعلم بالصواب!

سوال نمبر(۲): نکاح مسیارکی کیاصورتیناختیارکی جاتی ہیناورکن اسباب کے تحت اس کی نوبت آتی ہے؟ معاصر اہل علم کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے وضاحت فرمائیں۔

جواب: اس سوال کے اندردوشقیں ہیں:

۱- نکاح مسیارکن اسباب کی بناپرکیاجاتاہے؟

۲- نکاح مسیارکی کیاصورتیں ہیں؟

جہاں تک پہلی شق کی بات ہے تووہ اسباب درج ذیل ہیں:

۱- جنسی خواہش کی شدت: ایک مردکے اندرجنسی خواہش زیادہ ہے اورایک بیوی سے کام نہ چلتاہواوردوسری شادی کااظہاربھی نہ کرناچاہتا ہو توایسی صورت میں وہ نکاح مسیارکرلیتاہے۔

۲- بیوی کی بیماری: مردشادی شدہ توہے،لیکن بیوی بیماررہتی ہے، نیزدوسری شادی کے ذریعہ سے بیماربیوی کومزیدتکلیف میں مبتلابھی نہیں کرناچاہتا تونکاح مسیار کرتا ہے۔

۳- نفقہ کی ادائے گی پرعدم قدرت: ایک شخص نکاح کرناچاہتاہے اوراس کے بغیرکام نہیں چل سکتا؛ لیکن نفقہ کی ادائے گی پرقدرت نہینہے، ایسی صورت میں ایک مالدارعورت سے نکاح مسیارکرتا ہے، جواس سے نفقہ کامطالبہ نہیں کرتی۔

۴- پہلی بیوی اوررشتہ داروں سے دوسری شادی کوپوشیدہ رکھنا۔

۵- شوہر کی اپنی محتاجگی کی وجہ سے؛ تاکہ مالداربیوی اس کاخرچہ اٹھائے۔

۶- عنوست (یعنی درازی عمرکے بعدبھی نکاح نہ ہونے کی وجہ سے): ایک خاتون ہے، جس کی سماجی اعتبار سے شادی کی عمرختم ہوچکی ہے؛ لیکن اپنی جنسی خواہش کی تکمیل بھی وہ چاہتی ہے، ایسی صورت میں وہ خاتون نکاح مسیارکرلیتی ہے۔

۷- طلاق یافتہ خواتین کی کثرت۔

۸- مہرکی زیادتی۔

۹- گھرکی عدم فراہمی: شوہرنکاح کرناچاہتا ہے؛ لیکن اس کے پاس گھرنہینہے، جس مینوہ بیوی کورکھ سکے اورکرایہ پرگھرلینے کی بھی استطاعت نہیں ہے، ایسے وہ ایسی عورت سے نکاح مسیارکرتاہے، جس کے پاس مکان ہے (مجلۃ العلوم القانونیۃ والشرعیۃ، العددالسابع، دسمبر۲۰۱۵ء، مضمون: زواج المسیاربین الاباحۃ والتحریم للدکتور ابوالقاسم خلیفۃ،

ص: ۲۲۱-۲۲۰، مستجدات فقہیۃ فی قضایاالزواج والطلاق، ص: ۱۶۷ ومابعدہا)۔

جہاں تک دوسری شق کی بات ہے تواس کی درج ذیل صورتیں بتائی جاتی ہیں:

۱- عقد نکاح توتمام ارکان وشرائط کے ساتھ انجام پائے؛ لیکن شوہرسقوط نفقہ یاسقوط سکنیٰ کی شرط لگائے، یعنی نفقہ اورسکنیٰ کی ذمہ داری شوہرپرنہیں ہوگی؛ بل کہ بیوی خودبرداشت کرے گی اورشوہراس کے پاس اسی رہنے کے خاص گھرمیں آئے گا، عبداللہ طیارلکھتے ہیں:

''لنکاح المسیارصورتان:الأولیٰ:أن یتم عقد الزواج بین الزوجین مستوفیاً جمیع الأرکان والشروط المطلوبۃ من وجود المہر والولی وشاہدی عدل؛ إلا أن الزوج یشترط فی العقد إسقا النفقۃ أوالمسکن، بحیث تسکن ہی فی مسکنہا، ویأتی الزوج إلیہا فی مسکن مخصص لہا، فیکون الزوج غیرالمکلف بالسکنی والنفقۃعلیہا، ہذہ صورۃ'' (الفقہ المیسر، النوازل المعاصرۃفی فقہ الأسرۃ۱۱؍۴۹)۔

۲- دوسری صورت یہ ہے کہ شوہرسقوط نفقہ کی شرط تونہ لگائے؛ لیکن شب باشی کی تقسیم کے عدم لزوم کی شرط لگائے، یہی صورت زیادہ ترپیش آتی ہے، عبداللہ طیار لکھتے ہیں:

''الصورۃ الثانیۃ: ألایشترط الزوج إسقاط النفقۃ؛ لکن یشترط عدم الالتزام بالقسم فی المبیت، وہوالأکثر؛ لأن الحامل علی مثل ہذا الزواج ہورغبۃ الزوج فی إخفاء أمرہذا الزواج عن أہلہ وأولادہ درء اً للمشاکل المحتملۃ منہم إذا علموا بذلک، والأول قدیکون الحامل علیہ رغبۃ الزوجۃ التی لم یتیسرلہازوج ترضی بہ فی أن ترزق بذریۃ وأن تحمی نفسہامن الوقوع فی الحرام'' (الفقہ المیسر، النوازل المعاصرۃفی فقہ الأسرۃ۱۱؍۴۹)۔

۳- تیسری صورت یہ ہے کہ مردوعورت کے مابین زبانی اتفاق سے یہ نکاح انجام پائے؛ لیکن نکاح کے ارکان وشرائط سے بالکل خالی ہو، تویہ حقیقت میں نکاح ہی نہینہے، سعدالسبرلکھتے ہیں:

''أن یتم اتفاق شفوی بین المرأۃ والرجل دون عقد ولاولی ولاشہود، فہذا زناصریح'' (أحکام نکاح المسیار الفقہیۃ، ص: ۱۴)۔

مردوعورت کے درمیان زبانی اتفاق سے یہ معاہدہ انجام پائے؛ لیکن نہ بغیرگواہ وولی کے یہ عقد ہو، توصریح زناہے۔

سوال نمبر(۳): نکاح مسیارکی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہیں، بعض دفعہ اپنے نکاح کوخفیہ رکھتی ہیں، ان صورتوں میں ان کے اولیاء اپنے لئے ہتک محسوس کرتے ہیں، اس پس منظر میں کیانکاح مسیارمیں ولی کوحق اعتراض ہوگا؟

جواب: حقوق سے دست بردار ہونے کی دوصورتیں ہیں:

۱- یہ دست برداری عقدکے وقت ہی ہو۔

۲- یہ دست برداری عقد کے بعد ہو۔

اگرحقوق سے دست برداری عقد کے وقت ہی ہو، یعنی عقد کے وقت باقاعدہ ان حقوق سے دست برداری کاتذکرہ کیاجائے اوران سے دست کش ہونے کی شرط لگائی جائے توایسی صورت میں چوں کہ یہ شرط تقاضائے عقد کے خلاف شرط ہے؛ اس لئے نکاح تودرست ہوجائے گا؛ لیکن یہ شرط باطل قرارپائے گی؛ کیونکہ نکاح میں اگرایسی شرط لگائی جائے، جوتقاضائے عقد کے خلاف ہوتوشرط خود باطل ہوجاتی ہے؛ چنانچہ محمدبن الحسن شیبانی لکھتے ہیں:

''قال أبوحنیفۃ-رضی اللہ عنہ-فی الرجل ینکح المرأۃ ویشترط علیہا أن لانفقۃ لہا علیہ، إن ہذا النکاح جائز والشرط باطل دخل بہا أو لم یدخل بہا، ولہا نفقۃ مثلہا بالمعروف'' (کتاب الحجۃ علی أہل المدینۃ،باب الرجل یتزوج المرأۃ ویشترط علیہا أن لانفقۃ لہا۳،۳۱۲)۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

''النکاح لاتبطلہ الشروط الفاسدۃ''(بدائع الصنائع ۲،۲۷۷)۔

(شروط فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا)۔

نیز حقوق سے دست برداری اس وقت ہوتی ہے، جب کہ حق ثابت ہو، نکاح سے پہلے حقوق سے دست برداری غیرثابت شدہ حق سے دست برداری ہے، لہٰذا اس اعتبارسے بھی اسے درست نہیں ہوناچاہئے، ڈاکٹروہبہ زحیلیؒ رقم طراز ہیں:

''(أ) الحقوق التی لم تثبت بعد: کإسقاط الزوجۃ حقہا فی المبیت والنفقۃ المستقبلیۃ...کل ہذا لایسقط ؛ لأن الحق نفقہ لم یوجد بعد'' (الفقہ الاسلامی وأدلتہ، نظریۃ الحق، الحق الذی لایقبل الاسقاط۴،۱۶)۔

جہاں تک دوسری صورت کی بات ہے ، یعنی اگرحقوق سے دست برداری عقد کے بعدہے توایساکرنے میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ نکاح بعد خاتون اپنے ثابت شدہ حقوق سے دست برادرہوسکتی ہے، ہندیہ مینہے:

''وإن حطت عن مہرہا صح الحط، ولابدمن صحۃ حطہا من الرضا؛ حتی لوکانت مکرہۃ لم یصح'' (الفتاوی الہندیۃ۱،۳۴۵)۔

(اگراپنے مہرمیں کم (ساقط)کردے تویہ درست ہے؛ البتہ اس کی میں اس کی رضامندی ہونی چاہئے، لہٰذا اکراہ کی صورت میں یہ درست نہیں ہوگا)۔

اسی طرح ''الجوہرۃ النیرہ ''میں ہے:

''وإن رضیت إحدی الزوجات بترک قسمہا لصاحبتہا جاز'' (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النکاح، مطلب فی القسم: ۲،۱۵۱)۔

(اگرکوئی ایک بیوی اپنی باری چھوڑکردوسرے کودینے پرراضی ہوجائے تویہ درست ہے)۔

جہانبات نکاح کوخفیہ رکھنے کی ہے تواس سلسلہ عرض یہ ہے کہ ‘‘نکاح مسیار ’’ میں مکمل طورپراخفاء نہیں پایاجاتاہے؛ کیوں کہ یہ بات تومعلوم ہی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ارشاد ‘‘أعلنواہذا النکاح’’(سنن الترمذی، باب ماجاء فی إعلان النکاح، حدیث نمبر: ۱۰۸۹) کے ذریعہ سے نکاح کے اعلان کاحکم فرمایاہے؛ لیکن اعلان کی تحدیدنہیں فرمائی ہے، اب اگراس اعلان پرغورکیاجائے تواعلان کی دوصورتینہمارے سامنے آتی ہیں:

۱- اعلان کامل: یہ وہ اعلان ہے، جس میں نکاح کی بابت خواص کے ساتھ ساتھ سماج اورمعاشرہ کوبھی ہوجائے۔

۲- اعلان ناقص: یہ وہ اعلان ہے، جس میں نکاح کی بات صرف خواص کوہو، یعنی احناف کے اعتبارسے اگر عاقدین بالغ ہونتودوگواہوں کومعلوم ہوجانابھی اعلان ہے؛ البتہ یہ اعلان ناقص ہے یادوسرے الفاظ میں ادنی درجہ کا اعلان اسے کہاجاسکتا ہے، ظاہرہے کہ نکاح مسیارمیں کم ازکم یہ توہوتا ہی ہے؛ اس لئے مکمل طورپراس نکاح کوخفیہ نہیں کہا جاسکتا۔

جہاں تک مسئلہ حق اعتراض کاہے تواس سلسلہ میں واضح بات یہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک نکاح کے لئے ولی کاہوناشرط ہے،یعنی مالکیہ (التبصرۃ لعلی بن محمداللخمی، کتاب النکاح الأول، فصل فی شروط النکاح۴؍۱۷۷۹ ، بدایۃ المجتہد، کتاب النکاح، الفصل الثانی فی موجبات صحۃ النکاح۲؍۸)، شوافع(الاقناع فی الفقہ الشافعی للماوردی، باب شروط النکاح،ص: ۱۳۴، التذکرۃ فی الفقہ الشافعی لابن الملقن، ص: ۹۶) اور حنابلہ (الکافی لابن قدامۃ، باب شرائط النکاح۴؍۲۲۳ومابعدہا)کے نزدیک تو ان کے یہاں بغیرولی کے نکاح ہی نہینہوگا،اورجب نکاح کاانعقاد ہی نہیں ہواتوحق اعتراض کی ضرورت ہی نہیناوراگرنکاح اولیاء کی رضامندی سے منعقد ہورہا ہے تو ‘‘خفیہ’’ رکھنے کی بات درست نہیں؛ کیوں کہ اس صورت میں کم از کم اعلان کاادنی درجہ توپایاہی جاتا ہے۔

احناف کے یہانبالغہ اپنانکاح خود کرسکتی ہے، ان کے یہاں نکاح کے درست ہونے کے لئے بالغہ کے حق میں ‘‘ولی ’’ کی شرط نہینہے (دیکھئے: الفتاوی الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الأول۱؍۲۹۸-۲۹۵)،اپنے اختیارسے وہ اپنانکاح کرسکتی ہے، کفوء میں بھی اورغیرکفوء مینبھی؛ البتہ غیرکفوء کی صورت میناولیاء کوحق اعتراض حاصل ہوتا ہے، علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

‘‘ولہا اختیارالأزواج، وإنما یطالب الولی بالتزویج؛ کیلا تنسب إلی الوقاحۃ، ثم فی ظاہر الروایۃ: لافرق بین الکفء وغیرالکفء؛ ولکن للولی الاعتراض فی غیرالکفء’’ (الہدایۃمع البنایۃ،باب الأولیاء والأکفاء ۵؍۷۳)۔

معلوم ہوا کہ اگرغیرکفوء میں نکاح رچایاگیاہے تواولیاء کوحق اعتراض ہوگا، ورنہ نہیں، لہٰذا حقوق سے دست برداری اورنکاح کوخفیہ رکھنے کی صورت اولیاء کوحق

اعتراض نہیں ہوگا،اس کی تائید اس مسئلہ سے بھی ہورہی ہے کہ اگرکوئی خاتون مہرمثل سے کم پراپنا نکاح کفوء میں کرلے تواولیاء کواعتراض جتانے کاحق نہیں، عثمان بن علی زیلعی فرماتے ہیں:

''لوتزوجت المرأة ونقّصت من مہرمثلہا فللولی الاعتراض علیہا؛ حتی یتم لہا مہرہا، أو یفارقہا...وہذا عندأبی حنیفۃ- رحمہ اللہ-، وقالا: لیس لہم ذلک؛ لأن المہر حقہالا حق الأولیاء، ومن أسقط حقہ لایعترض علیہ فصارکما لوأبرأتہ بعد العقد، ولأبی حنیفۃ أن الأولیاء یتفاخرون بغلاء المہرویتعیرون بنقصانہ فصاربمنزلۃ عدم الکفاءۃ؛ بل أولیٰ؛ لأن ضررہ أشد من ضررعدم الکفاءۃ؛ لأنہ عند تقادم العہد یعتبر مہر قبیلتہا بمہرہا، فیرجع الضررعلی القبیلۃ کلہا، فکان لہم دفعہ، بخلاف الإبراء بعدالعقد؛ لأنہ لاضرر علیہم؛ بل ہومن باب الکرم ومکارم الأخلاق، ... وروی أنہ یرجع إلی قولہما قبل موتہ بسبعۃ أیام'' (تبیین الحقائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۲،۱۳۰، ط:المطبعۃ الکبری الأمیریۃ ببولاق مصر۱۳۱۳ھ)۔

سوال نمبر(۴):کیاشریعت کے جومقاصد نکاح سے متعلق ہیں، زواج مسیار سے پورے ہوتے ہیں؟ اگرنہیں تو ایسی صورت میں نکاح مسیارکا کیا حکم ہے؟

جواب : نکاح کے مقاصددرج ذیل ہیں:

۱- نسل کی کی حفاظت اوراس کی کثرت۔

۲- نسب اورآبروکی حفاظت۔

۳- میاں بیوی کے درمیان الفت اورمحبت اورسکون کاپیداہونا۔

۴- صالح معاشرہ کاوجود۔

۵- جنسی امراض اوراخلاقی مصائب سے معاشرہ کی حفاظت۔

۶- بدکاری سے معاشرہ کی حفاظت (تفصیل کے لئے دیکھئے: مقاصد النکاح وآثارہا- دراسۃ فقہیۃ مقارنۃ للدکتورحسن السید حامدخطاب)۔

ان میں سے کئی مقاصد ایسے ہیں، جوزواج مسیارسے پورے ہوتے ہیں، جیسے: بدکاری سے خود کی اورمعاشرہ کی حفاظت، صالح معاشرہ کاوجود، جنسی امراض اوراخلاقی مصائب سے معاشرہ کی حفاظت اورنکاح کااہم مقصد ''سکون واطمینان ''بھی کسی قدرپایاجاتاہے، یہ اوربات ہے کہ نکاح کے تمام مقاصد ''زواج مسیار '' سے پورے تونہیں ہوتے؛ لیکن بہت سارے مقاصدپورے ہوجاتے ہیناورایک عام اصول ہے: ''مالایدرک کلہ، لایترک کلہ''، اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہاجاسکتا ہے کہ چونکہ اس نکاح کی وجہ سے بہت سارے مقاصدپورے ہوجاتے ہیں؛ اس لئے اس نکاح کے درست ہونے میں کسی قسم کی کراہت نہیں، خصوصیت کے ساتھ اس وقت، جب کہ نکاح کے تمام ارکان وشرائط پائے جائیں، واللہ واعلم بالصواب!

سوال نمبر(۵): (الف) نکاح مسیارکے متعلق آپ کے علم میں علمائے ہندکی آراء ہوں تو

ان کوتحریر کیاجائے۔

جواب: علماء ہندوپاک ؛ بل کہ علمائے برصغیرکی آراء ذاتی طورپرفتاوی کی شکل میں تونظرنہیں آئیں؛ البتہ کئی دارالافتاء کے فتاوے نظرے آئے، ان فتاوں سے نکاح مسیار کے سلسلہ میں دورائیں معلوم ہوئیں:

۱- نکاح مسیارجائز ہے؛ البتہ بہترہے کہ ایسانہ کیاجائے؛چنانچہ دارالعلوم کراچی کے فتوی نمبر(۱۸۹) میں ایک سوال کاجواب دیتے ہوئے یہ لکھاگیا ہے:

الجواب حامداً ومصلیا! ہمارے علم کے مطابق Misyarنکاح کی ایک قسم ہے، جس میں نکاح ہونے کے بعد بیوی اپنے حقوق(جیسے: نفقہ، سکنی وغیرہ) شوہرکومعاف کردیتی ہے، وہ اپنے والدین کے ہاں یاکسی اورجگہ رہتی ہے اورشوہرکی رہائش کسی اورمقام پرہوتی ہے، عام طورپر اس نکاح کوپوشیدہ رکھا جاتا ہے اورجب کبھی میاں بیوی کوباہم ملنے کی خواہش ہوتی ہے تووہ جمع ہوکرحقوق زوجیت اداکرتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی علم میں آئی کہ ہے کہ بعض مالدارلوگ، جنھیں ملکوں میں سفر درپیش ہوتے ہیں، وہ بعض ملکوں میں Misyarنکاح کرلیتے ہیں، جب تک وہاں رہناہوتا ہے، منکوحہ کواپنے پاس رکھتے ہیں، پھرواپس اپنے وطن آتے ہیں اورعورت وہیں رہ جاتی ہے۔

اگرMisyarنکاح کی حقیقت وہی ہے، جواوپربیان ہوئی ہے تواس کاحکم یہ ہے کہ اگراس میںنکاح کے منعقد ہونے سے متعلق تمام شرعی شرائط موجود ہیں، مثلاً:باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح کیاجائے، کم ازکم دوگواہ بھی موجودہوں اورلڑکالڑکی کاکفو بھی ہو، نیز مہربھی مقرر کیاجائے تواس سے گونکاح منعقد ہوجائے گا؛ لیکن ایساکرناخلاف سنت اورمقاصد شرعیہ کے منافی ہے اورنکاح کی شرعی ذمہ داریوں سے فراربھی ہے، خصوصاً اس طرح پوشیدہ نکاحوں سے کئی فتنوں کادروازہ کھل سکتا ہے؛ اس لئے اس طرح نکاح کرناناپسندیدہ ہے، اس سے اجتناب کیا جائے۔اعجاز احمد غفراللہ لہ، دالافتاء دارالعلوم کراچی۱۴۲۷/۸/۲۰ (www.suffahpk.com/nikah-masyar)۔

اسی طرح دارالعلوم دیوبندکے دارالافتاء سے نکاح مسیارکے سلسلہ میں سوال کیاگیا تواس کاجواب یہ دیاگیا:

اگرشرعی طریقہ پرکم ازکم دگواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے اورمانعِ نکاح کوئی سبب نہ ہوتاہو، نکاح کے وقت کسی کی تحدید نہیں کی جاتی، مثلاً: ۲/سال کے لئے نکاح کررہے ہیں؛ بل کہ مطلق طورپرنکاح کیا توایسانکاح درست وصحیح ہے؛ البتہ مہرسے دست بردارہونے کی بات درست نہیںہے، دست بردارہونے کے باوجودشوہرپرکم از کم دس درہم ہیں، جودیناواجب ہوگابحق شرع، ہاناگرنکاح ہوجانے کے بعدپھرمہرکومعاف کردے، اس سے دست بردارہوجائے تودرست ہے، اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طورپرایک

دوسرے کے شوہروبیوی ہوگئے، ازوداجی تعلق قائم رکھنا جائزاور درست ہے، سعودی عرب اورمصرکے علماء کے فتویٰ منسلک کرکے سوال کرناچاہئے تھادارالافتاء، دارالعلوم دیوبند، جواب نمبر: ۲۳۸۵ (https://darulifta-deoband.com/home/ur/nikah-marrige/2385)۔

کراچی کے ایک اوردارالافتاء ''دارالافتاء الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ ''، متصل سائٹ تھانہ، کراچی (پاکستان) کا فتوی اس طرح ہے:

نکاح مسیاراگرمدت کی تصریح کے ساتھ ہوکہ اتنی مدت، مثلاً: مہینہ، ہفتہ وغیرہ مخصوص وقت تک نکاح کیاجائے تویہ بھی نکاح موقت یامتعہ کی ایک قسم ہے، جوشرعاً ناجائز اورحرام ہے، اگربوقت عقد مدت کی نہ ہو؛ لیکن فریقین یادونوں میں سے کسی ایک دل میں یہ نیت ہو کہ ایک وقت مخصوص مدت گزرنے کے بعدطلاق کے ذریعہ علاحدگی اختیارکرلی جائے گی تواس صورت میں اگرچہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق نکاح ہوجاتا ہے اورمیاں بیوی کی طرح رہناحرام نہیں ہوتا؛ لیکن اس ارادہ کے ساتھ نکاح کرنابھی بہت(سارے) مقاصداورمصالح نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرعاً مکروہ ہے؛ اس لئے حتی الوسع اس سے احتراز کرناچاہئے۔علیم عفی عنہ، دارالافتاء جامعہ بنوریہ، سائٹ ، کراچی، ۵/۸/۱۴۳۶ھ، سیریل نمبر: ۲۴۲۵۰ (https://saagartimes.blogspot.com)۔

جیساکہ ذکرکیاگیا کہ علمائے ہندکے فتاوے میں اس تعلق سے کافی تلاش کرنے کی کوشش کی گئی؛ لیکن کسی کاذاتی فتوی نظرسے نہیں گزرا؛ البتہ ''المعہدالعالی الاسلامی حیدرآباد ''کے شعبۂ تخصص فی الافتاء کے سال استاذگرامی قدرحضرت مولاناخالدسیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی نے تمرین فتاوی کے سوالات مینایک سوال نکاح مسیارکے تعلق سے دیاتھا اوربندہ اس وقت اس کے جواز کافتوی لکھاتھا، حضرت نے اس تصویب فرمائی تھی، جس سے معلوم ہوتاہے کہ حضرت بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔

۲- نکاح مسیارجائزنہیں ہے؛ چنانچہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی نے ''نکاح مسیار'' سے متعلق ایک استفتاء کاجواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

نکاح مسیار کاحکم یہ ہے کہ یہ جائز نہینہے۔دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ ، بنوری ٹاؤ ن، فتوی نمبر: ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳ (www.banuri.edu.pk)۔

دارالافتاء جامعۃ الرشیدکراچی کے فتوی میں تفصیلی جواب دیتے ہوئے آخرمیں لکھاگیا ہے:

...گواس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہونگے؛ لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں اورنقصانات ایسے ہیں، جوکسی بھی قوم کی خاندانی نظام کی تباہی اورنسلوں کے ختم ہونے کاسبب بن سکتے ہیں، جیساکہ آج کل یورپ اورامریکہ کے معاشرے کوان مفاسدکاسامنا ہے؛ اس لئے اس طریقے سے نکاح کی اجازت قطعاً نہیں دی جاسکتی۔ دارالافتاء جامعۃ الرشیدکراچی، فتوی نمبر: ۶۲۳۵۶، تاریخ اجراء: ۲۸-۰۲-

۲۰۱۸ (https://darulifta.info/d/jamiaturrasheed/ftwa)۔

(ب) نکاح مسیارسے متعلق ممتاز علمائے عرب کی آراء پربھی روشنی ڈالی جائے۔

جواب: علمائے برصغیرکی طرح علمائے عرب کی بھی دورائیں ہیں:ایک جواز کا؛ البتہ مجوزین میں سے بعض حضرات ایسے نکاح کومکروہ قراردیتے ہیں، جواز کے قائلین مینشیخ ابن باز،شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ مفتی اعظم سعودیہ، شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین،شیخ نصرفریدواصل مفتی مصر، شیخ یوسف محمد المطلق، شیخ ابراہیم بن صالح الخضیری، ڈاکٹرحسین بن محمدبن عبداللہ آل الشیخ، مسجد حرام کے امام شیخ سعود الشریم، صالح سدلان، شیخ یوسف القرضاوی، شیخ منصور رفاعی عبید، ڈاکٹرسعدالعنزی، ڈاکٹروہبہ الزحیلی، احمدشلبی، محمودعبدالمتجلی خلیفہ، محمدسیدطنطاوی شیخ الازہر، شیخ ابن عثیمین ، شیخ عبداللہ ابن منیع،شیخ عبداللہ ابن خنین ممتاز اورقابل ذکرعلماء میں سے ہیں(المعیارفی بیان أقسام المسیار، زواج المسیار- دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ،زواج المسیار- دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ للدکتور...، ص: ۱۱۳،مستجدات فقہیۃ فی قضایاالزواج والطلاق، ص: ۲۶۱)، ان میں سے بعض حضرات کی آراء یہ ہیں:

شیخ عبدالعزیز ابن بازسے جب اس بابت سوال کیاگیا توانھوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''لا حرج فی ذلک إذا استوفی العقد الشروط المعتبرۃ شرعاً، وہی وجودالولی ورضا الزوجین، وحضورشاہدین عدلین علی إجراء العقد وسلامۃ الزوجین من الموانع لعموم قول النبی ﷺ'' أحق ماأوفیتم من الشروط أن توفوا بہ مااستحللتم بے الفروج''(صحیح البخاری) وقولہ ﷺ: ''المسلمون علی شروطہم''(تعلیقات بخاری)، فإن اتفق الزوجان علی أن المرأۃ تبقی عندأہلہا أوعلی أن القسم یکون لہانہاراً لالیلاً أوفی أیام معینۃ أولیالی معینۃ، فلابأس بذلک بشرط إعلان النکاح وعدم إخفاء ہ" (الفتاوی الشرعیۃ فی المسائل العصریۃ، إعداد: خالد الجریسی،ص: ۵۶۴، المجلۃ العربیۃ، الریاض، العدد(۲۳۲) ۱۴۱۷ھ)۔

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ مفتی اعظم سعودیہ سے جب اس سلسلہ میں پوچھا گیا توانھوں نے جواب میں فرمایا:

''إن ہذا الزواج جائزإذا توافرت فیہ الأرکان والشروط والإعلان الواضح، وذلک حتی لایقعان فی تہمۃ وماشابہ ذلک، ومااتفقا علیہ فہم علی شروطہم" (زواج المسیار- دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ للدکتور...، ص: ۱۱۳)۔

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین نکاح مسیارکے تعلق سے رقم طراز ہیں:

''اعلم أن ہذا الإسم مرتجل جدید ویراد بہ أن یتزوج امرأۃ ویترکہا فی منزلہا ولایلتزم لہا القسم ولاالمبیت والاالسکنی، وإنما یسیرإلیہا فی وقت یناسبہ ویقضی منہا وطرہ، ثم یخرج،

وہوجائز إذا رضیت الزوجۃ بذلک؛ ولکن لابدمن إعلان النکاح مع الاعتراف بہا کزوجۃ لہا حقوق الزوجات، ولأولادہ منہاحقوق الأبوۃ علیہ...''(زواج المسیار- دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ للدکتور...، ص: ۱۱۳)۔

شیخ یوسف محمدالمطلق اس تعلق سے فرماتے ہیں:

''الزواج الشرعی ہوماتم فیہ أرکانہ وشروطہ، وألاشتراط بتنازل المرأۃ عن حقہا فی النفقۃ والقسم، فہوشرط باطل، والزواج صحیح؛ ولکن للمرأۃبعدالزواج أن تسمح بشئی من حقہا، وذلک لا یخالف الشرع، وہذا الزواج قدیکون مفیداً لمن یعیش فی ظروف خاصۃ کأم أولاد تریدالعفۃ والبقاء مع أولادہا، أوراعیۃ أہم مضطرۃ للبقاء معہم، وکذلک قدیترتب علیہ مفاسد کأن تتخذہ المرأۃ وسیلۃ للتحرروالفساد، کما أن فیہ ظلم للمرأۃ وانتقاص لحقوقہا'' (زواج المسیار- دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ، ص: ۱۱۳)۔

شیخ ابراہیم بن صالح الخضیری اس نکاح کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''زواج المسیارزواج شرعی وضروری فی عصرنا ہذا، خاصۃ مع کثرۃ الرجال الخوافین؟؟ ومع اشتداد حاجۃ النساء إلی أزواجہن یعفونہن، والتعدد أصل مشروع، والحکمۃ منہ إعفاف أکبر قدر ممکن من النساء، فلاأری فی زواج المسیار شیئاًیخالف الشرع، ولله الحمدوالمنۃ، بل فیہ إعفاف الکثیرمن النساء ذاوات الظروف الخاصۃ، وہومن أعظم الأسباب فی محاربۃ الزنا والقضاء علیہ، ولله الحمد والمنۃ، ومشاکلہ کمشاکل غیرہ من عقود الزواج'' (جریدۃ الجزیرۃ السعودیۃ، العدد:(۱۰۹۳) ۲۵؍جمادی الأولی۱۴۲۱ھ الموافق ۲۵؍أغسطس ۲۰۰۰م)۔

ڈاکٹروہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''ہذا الزواج صحیح غیرمرغوب فیہ شرعاً۔۔ لأنہ یفتقر إلی تحقیق مقاصد الشریعۃ الإسلامیۃ فی الزواج من السکن النفسی، والإشراف علی الأہل والأولاد، ورعایۃ الأسرۃ بنحوأکمل، وتربیۃ أحکم'' (مستجدات فقہیۃ فی قضایاالزواج والطلاق، ص: ۲۶۱)۔

شیخ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

''إنی لست من دعاۃ ''زواج المسیار''، ولامن المرغبین فیہ، فلم أکتب مقالۃ فی تحبیذہ أو الدفاع عنہ، ولم أخطب خطبۃ تدعوہ إلیہ، کل مافی الأمر أنی سئلت سؤالاًعنہ، فلم یسعنی أن أخالف ضمیری أوأتاجربدینی، أواشتری رضاالناس بسخط ربی، فأحرم مااعتقد أنہ حلال لمتابعۃ أہواء العامۃ'' (زواج المسیار- حقیقتہ وحکمہ، ص: ۴-۳)۔

۲- عدم جواز کے قائلین میں شیخ ناصرالدین البانی، استاذمحمدزحیلی، استاذ ابراہیم فاضل الدبو،ڈاکٹرعمربن سلیمان اشقر، ڈاکٹرجبرالفضیلات، ڈاکٹر محمد عبدالغفار الشریف،ڈاکٹراسامہ بن عمربن سلیمان اشقر، ڈاکٹرمحمدالراوی، ڈاکٹرعجیل جاسم نشمی، شیخ عبدالعزیز المسند وغیرہم ہیں، شیخ ناصرالدین البانی نکاح مسیارکے تعلق سے فرماتے ہیں:

''إن فیہ مضاراً کثیرۃ علی رأسہا تأثیرہ السلبی علی تربیۃ الأولاد وأخلاقہم'' (أحکام

التعددفی ضوء الکتاب والسنۃ لاحسان محمدعایش العتبی، ص: ۲۹)۔

شیخ عبدالعزیز المسند فرماتے ہیں:

''زواج المسیارضحکۃ ولعبۃ۔ فزواج المسیارلاحقیقۃ لہ، وزواج المسیارہو إہانۃ للمرأۃ ولعب بہا۔ فلوأبیح أووجدزواج المسیارلکان للفاسق أن یلعب علی اثنین وثلاث وأربع وخمس۔ وہووسیلۃ من وسائل الفسادللفساق۔وأستطیع أن أقول: إن الرجال الجبنائہم الذین یتنطعون الآن بزواج المیسار۔۔۔'' (مجلۃ الدعوۃ السعودیۃ، العدد(۱۶۷۷) ص: ۲۵، شوال ۱۴۱۹ھ الموافق ینایر۱۹۹۹ء)۔

ڈاکٹرعمربن سلیمان اشقر لکھتے ہیں:

''ہذا الزواج لیس بعیداً عن الزنا، ومثلہ حری بالذم، وحری بأہل العلم أن یبینوا عواره ویکشفوا أستاره'' (مستجدات فقہیۃ فی قضایا الزواج والطلاق، ص: ۱۶۲)۔

ڈاکٹرعبدالغفارشریف لکھتے ہیں:

''زواج المسیار بدعۃ جدیدۃ ابتدعہابعض ضعاف النفوس الذی یریدون أن یتحللوا من کل مسؤلیات الأسرۃ، ومقتضیات الحیاۃ الزوجیۃ، فالزواج عندہم لیس إلا قضاء الحاجۃ الجنسیۃ؛ ولکن تحت مظلۃ ضرعیاً ظاہراً، فہذا لایجوز عندی- واللہ أعلم- وإن عقد علی صورۃ شرعیۃ'' (مستجدات فقہیۃ فی قضایا الزواج والطلاق، ص: ۲۵۲)۔

(ج) نکاح مسیارکے تعلق سے اگرمسلم حکومتوں کے کسی نظام وقانون کاعلم ہوسکے تو تواس کوبھی سامنے لایا جائے۔

جواب: اس سلسلہ میں مسلم ممالک کے قوانین میں عمومی طورپرجوبات ملتی ہے، وہ شرط کے تعلق سے ہے؛ چنانچہ شامی قانون میں ہے:

''إذا قیدعقد الزواج بشرط ینافی نظامہ الشرعی، أوینافی مقاصدہ، ویلتزم فیہ ماہوا محظورشرعاً، کان الشرط باطلاً، والعقد صحیحاً''۔

اردنی قانون میں ہے:

''إذا قیدالعقد بشرط ینافی مقاصد عقد الزواج، أو یلتزم فیہ بما ہومحظور شرعاً کأن یشترط أحد الزوجین علی الآخر آلایساکنہ، أو ألا یعاشرہ معاشرۃ الأزواج، أن یشرب الخمر، أن یقاطع أحد والدیہ، کان الشرط باطلاً، والعقد صحیحا''۔

متحدہ عرب امارات کے قانون کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹراحمدکبیسی رئیس اللجنۃ المکفلۃ باعدادمشروع قانون الأحوال الشخصیۃ لکھتے ہیں:

''إنہ بالنسبۃ لعقد زواج المسیارفقد ناقشت اللجنۃ شروط وضوابط إجازتہ وفق إطار شرعی مستمد من تعالیم شریعتنا الإسلامیۃ السمحاء، وہذا العقد تتمتع فیہ الزوجۃ بکافۃ حقوقہا الزوجیۃ من میزات، وتلتزم بالواجبات الزوجیۃ؛ إلا أنہ من حقوقہا أن تتنازل عن طیب خاطرعن بعض حقوقہا فی النفقۃ والسکن والمبیت'' (تفصیل کے لئے دیکھئے: المختارفی

زواج المسیار، ص: ۲۱۵ ومابعدہا)۔

کویتی قانون میں ہے:

''(أ) إذا اقترن عقد الزواج بشرط ینافی أصلہ بطل، (ب) إذا اقترن بشرط لاینافی أصلہ؛ ولکن ینافی مقتضاہ ، أو کان ن محرماً شرعاً، بطل الشرط وصح العقد۔۔۔ والملاحظ أن زواج المسیاریدخل فی الفقرۃ (ب)'' (المسائل الفقہیۃ المستجدۃفی النکاح مع بیان مأأخذ بہ القانون الکویتی، ص: ۲۴۵)۔

سعودی عرب مینجوقوانین احوال شخصیہ کے سلسلہ میں مرتب کئے گئے ہیں، وہ بھی نکاح مسیارکے جواز کوبتاتے ہیں؛ چنانچہ قانون کی دفعات مندرجہ ذیل ہیں:

دفعہ نمبر:۱۲(المادۃ الثانیۃ عشرۃ) میں ہے: ''أرکان عقد الزواج: ۱- الزوجان: الرجل والمرأۃ۔ ۲-الإیجاب والقبول''۔دفعہ نمبر: ۱۳(المادۃ الثالثۃ عشرۃ)میں ہے:''یشترط لصحۃ عقد الزواج مایأتی:۱- تعیین الزوجین۔۲- رضاالزوجین۔۳- الإیجاب من الولی۔۴- شہادۃ شاہدین۔۵- ألاتکون المرأۃ محرمۃ علی الرجل تحریماً مؤبداً أومؤقتاً''۔دفعہ نمبر: ۲۷(المادۃ السابعۃ والعشرون) میں ہے: ''ا- الزوجان عند شروطہما''۔ دفعہ نمبر: ۳۱(المادۃ الحادیۃ والثلاثون) میں ہے:''یکون عقدالزواج صحیحاً إذا توافرت أرکانہ، أوشروطہ، ویرتب أثارہ من حین انعقادہ''۔دفعہ نمبر: ۴۲(المادۃ الثانیۃ والأربعون) کے فقرہ نمبر(۳)میں ہے: ''۳-ألایمتنع أ منہما عن إنجاب الأولاد إلا بموافقۃ الطرف الأخر''۔ دفعہ نمبر: ۵۸ (المادۃ الثامنۃ والخمسون) میں ہے:''تسکن الزجۃ مع زوجہا فی مسکن الزوجیۃ المناسب؛ إلاإذا اشترطت فی عقدالزواج خلاف ذلک''(مشروع نظام الأحوال الشخصیۃ پی ڈی ایف)۔

ان تمام ممالک کے قوانین کودیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قانونی اعتبارسے اس طرح کے نکاح کی گنجائش ان ممالک مینموجود ہے۔

سوال نمبر(۶): زواج مسیارکے نتیجہ میں پیداہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت کیاہوگی؟ ان کے نفقہ کی ذمہ داری کس پرہوگی؟ اس کے مثبت ومنفی پہلوؤں اور فوائد ونقصانات کی بھی نشان دہی کریں۔

جواب: اس سوال کے جواب کامدر ''نکاح مسیار '' کی حیثیت پرموقوف ہے؛ چنانچہ جولوگ اس نکاح کے جواز کے قائل ہیں، ان کے نزدیک زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچونکی حیثیت سماجی اعتبارسے وہی ہوگی، جوعرفی نکاح کے ذریعہ سے پیداہونے والے بچے کی ہوتی ہے، یعنی باپ سے اس کانسب ثابت ہوگا، باپ کی میراث اسے ملے گی اوراس کے نفقہ کی ذمہ داری بھی باپ پرہوگی، خالد ابوراشد لکھتے ہیں:

''۔۔۔ وبالتالی فی حالۃ الإنجاب، فالأطفال یثبتون شرعا ونظاماً لکلا الوالدین...''

-(www.okaz.com.sa/article/338123)

لیکن جولوگ اس نکاح کودرست ہی نہیں مانتے، ان کے نزدیک بچہ کی نسبت ماں

کی طرف کی جائے گی، وہ ماں کا وارث بنے گااوراس کے نفقہ کی ذمہ داری بھی ماں پرہوگی، علامہ شامی فرماتے ہیں:

''ولد الزنا واللعان یرث بجہۃ الأم فقط'' (ردالمحتار، کتاب الاقرار، باب إقرار المریض ۸؍۳۹۱)۔

(ولدالزنااورولدلعان صرف ماں کی جانب سے وارث ہوگا)۔

دارالعلوم دیوبندکے ایک فتوے میں جواب دیاگیاہے:

ولد الزنا کا نفقہ ماں پرہے، اگرماں نہ ہویاغیرمستطیع ہو توماں کے توسط سے جولوگ اس کے وارث ہونگے، ان پر اس کانفقہ لازم ہوگا۔ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، جواب نمبر: ۱۷۲۹۱۴ (https://darulifta-deoband.com)۔

سوال نمبر(۷):کیانکاح کی اس صورت پرنکاح موقت کااطلاق ہوگا؟ اگردل میں یہ بات رکھے ہوئے ہوکہ ایک مقرریاغیرمقررہ وقت کے بعدوہ اس رشتہ کوختم کردے گا توکیایہ نکاح موقت کے دائرہ میں آئے گا؟

جواب: نکاح مسیار پرنکاح موقت کااطلاق نہیں ہوگا؛ کیوں کہ نکاح موقت اورنکاح مسیارمیں فرق ہے، مسیار کی تعریف پیچھے گزرچکی ہے کہ دن وماہ کی قید نہینہوتی ہے، جب کہ موقت میں دن وماہ کی قید ہوتی ہے، مشہورفقیہ ابوبکر بن علی زبیدی یمنی نکاح موقت کی صورت بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''وصورۃ المؤقت:أن یتزوجہابشہادۃ شاہدین عشرۃ أیام أو شہراً'' (الجوہرۃ النیرۃ،مطلب فی نکاح المتعۃ والموقت والفضولی: ۲؍۱۳۸)۔

معلوم ہوا کہ مسیاراورموقت میں فرق ہے، لہٰذا نکاح مسیارکااطلاق نکاح موقت نہیں ہوگا۔

جہاں تک دل میں ایک مقرریاغیرمقررہ وقت کے بعدوہ اس رشتہ کوختم کردینے کی نیت رکھنے کی بات ہے تواس کی وجہ سے نکاح موقت کے دائرہ میں داخل نہیں ہوگا؛ کیونکہ موقت اس وقت ہوتا ہے ، جب کہ الفاظ میں مدت کی تعیین کی جائے اوریہ لفظ کے ذریعہ سے ہوتا ہے؛ ''لأن التوقیت إنما یکون باللفظ'' (غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ دررالحکام علی ہامش دررالحکام، ص: ۳۳۴) ، نیز مندرجہ ذیل مسئلہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

''أمالوتزوج وفی نیتہ أن یطلقہا بعدمدۃ نواہا صح'' (شرح فتح القدیر، کتاب النکاح ۳؍۲۴۰)۔

سوال نمبر(۸): نکاح موقت کی حقیقت کیاہے اوراس کے حکم کے بارے میں ائمہ اربعہ اورصاحبین کانقطۂ نظرکیاہے؟

جواب: نکاح موقت کے سلسلہ میں ائمہ اربعہ اورصاحبین کانقطۂ نظردرج ذیل ہے:

احناف کی رائے:

احناف کے نزدیک نکاح موقت کی تعریف یوں کی گئی ہے:

‘‘وصورة المؤقت: أن يتزوجهابشهادة شاهدين عشرة أيام أو شهراً’’(الجوہرة النیرة،مطلب فی نکاح المتعۃ والموقت والفضولی۱۳۸،۲، الاختیارلتعلیل المختار، فصل: نکاح المتعۃ والنکاح المؤقت، کتاب النکاح،ص: ۱۱۱)۔

اس نکاح کے حکم کے تعلق سے ان کے مابین اختلاف ہے؛ چنانچہ جمہورائمہ احناف متعہ سے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس کے باطل ہونے کے قائل ہیں، عبداللہ بن محمودبلدحی لکھتے ہیں:

‘‘ونکاح المتعۃ والنکاح المؤقت باطل...وأماالنکاح المؤقت ، فلأنہ أتی بمعنی المتعۃ والعبرۃ للمعانی’’ (الاختیارلتعلیل المختار، فصل: نکاح المتعۃ والنکاح المؤقت، کتاب النکاح، ص: ۱۱۱)۔

امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ نکاح موقت صحیح ہے اورتوقیت کی شرط باطل ہے:

‘‘وقال زفر:ہو صحیح؛ لأن النکاح عقدٌبحضور شاہدین، وشرط فیہ شرط فاسد، فیصح العقد، ویبطل الشرط، إذ النکاح لایبطل بالشروط الفاسدۃ’’ (تبیین الحقائق ۱۱۵،۲)۔

ائمۂ احناف میں امام حسن سے نکاح موقت سے تعلق رکھنے والاایک مسئلہ یوں بھی نقل کیاجاتا ہے کہ اگروقت کی تعیین میں ایسی مدت کاذکرکرے، جس میں عموماً دنوں کے بقیدحیات رہنے کاچانس نہیں ہے توپھرایسی صورت میں نکاح درست ہوجائے گا؛ کیوں کہ تابیدہے توقیت نہیں، علامہ ابن ہمام اس کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

‘‘وہو(أی: التدبیر) کالخلاف فی النکاح المؤقت لوسمیاہ مدۃ لایعیشان إلیہاغالباً صح النکاح عند الحسن’’ (فتح القدیر، کتاب العتاق۲۵،۵)۔

مالکیہ کی رائے:

امام مالکؒ سے جب سوال کیا گیا کہ ایک خاتون سے ولی کی اجازت اورمہرمسمی کے ساتھ چندمہینوں، یاایک دوسال کے لئے نکاح کرے توکیایہ درست ہوگا؟ آپؒنے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

‘‘ہذاالنکاح باطل إذا تزوجہاإلی أجل من الآجال، فہذا النکاح باطل’’ (المدونۃ الکبری ۱۳۹،۲)۔

البتہ اسلام لانے والے کے تعلق سے ایک مسئلہ یوں لکھاہواہے:

‘‘ونقررہم علی النکاح المؤقت إن أسلموا بعدالأجل، وإن أسلمواقبلہ فسخ، بنی أم لا’’ (عقد الجواہر الثمینۃ فی مذہب عالم المدینۃ، فیما یقر علیہ الکافر من الأنکحۃ:۵۸،۲)۔

شوافع کی رائے:

امام شافعیؒ کے یہانبھی نکاح موقت باطل ہے، خواہ مدت متعین ہویامجہول، امام نوویؒ فرماتے ہیں:

‘‘النکاح المؤقت باطل، سواء قیدہ بمدۃ مجہولۃ أومعلومۃ’’(روضۃ الطالبین۴۲،۷)۔

تاہم ان کے یہانبھی اگرتابیدکی نیت کی جائے نکاح درست ہوگا؛ چنانچہ نومسلموں کے نکاح کے باقی رکھنے اورنہ رکھنے کی بابت مسائل میں ذکرکرتے ہوئے امام نوویؒ فرماتے ہیں:

‘‘النکاح المؤقت:إن اعتقدوہ مؤبداً، أقرواعلیہ، وإن اعتقدوہ مؤقتاً لم یقروا، سواء أسلما بعدتمام المدۃ أوقبلہا؛ لأن بعدالمدۃ لانکاح فی اعتقادہم، وقبلہا یعتقدونہ مؤقتاً، ومثلہ لایجوز ابتداءہ’’ (روضۃ الطالبین، باب فی نکاح المشرک: ۴۸۲،۵)۔

حنابلہ کی رائے:

حنابلہ کے یہاں بھی یہ نکاح باطل ہے، شیخ عبدالعزیزبن باز لکھتے ہیں:

‘‘وأمانکاح المتعۃ: فہو أن یقول: زوجنی فلانۃ لمدۃ کذا، أویتفق معہا علی الزواج لمدۃ معینۃ، أوبالعقد علیہاشہراً أوشہرین، وہوالنکاح المؤقت شہراً أوشہرین، أوسنۃ أوسنتین... وہو باطل عندأہل العلم’’ (الافہام فی شرح عمدۃ الأحکام، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۱۴، ص: ۶۲۲)۔

معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک نکاح موقت باطل ہے؛ البتہ فقہائے احناف میں سے امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں عقد توصحیح ہے؛ لیکن توقیت کی شرط فاسدہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی•

نکاح کی اصطلاحی تعریف:

نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصول پر کیا گیا وہ معاہدہ ہے ،جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاًثابت ہو جاتا ہے ،اور باہم حقوق و فرائض عائد ہو جاتے ہیں ۔جیسا کہ شامی میں ہے:

''ھو عقد یفید الملک المتعۃ أی حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع نکاحہا مانع شرعی ..... قصداً (قولہ ای حل استمتاع الرجل) أی المراد أنہ عقد یفید حکمہ بحسب وضع الشرع، وفی البدائع: أن من أحکامہ ملک المتعۃ، وھو اختصاص الزوج بمنافع بضعہا، وسائر أعضائہا استمتاعا'' "(الدرالمختار مع ردالمحتار ۳۵۵،۲)۔

مسیار کے لغوی معنی :

لفظ میسار ''سار، یسیر، سیرا'' باب ضرب سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں :چلنا، سفر کرنا۔عرب کہتے ہیں : ''سار الرجل یسیر سیراً. وتسیراً ومسیرۃ وسیرورۃ إذا ذھب. و تقول العرب: سار الکلام أو المثل فھو سائر وسیَار إذا شاع وانتشر وذاع. والمثل السائر الجاري الشائع بین الناس''۔''مسیار '' ''مفعال ''کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی بہت زیادہ چلنا۔بہت زیادہ چلنے والے آدمی کو''رجل مسیار،ورجل سیار'' کہتے ہیں (المفردات في غریب القران، الأصفھاني: أبو القاسم ۲۴۷، لسان العرب،ابن منظور ۲۵۲،۲، المعجم الوسیط، إبراھیم أنیس ۴۶۷،۱)۔

نکاح کی اہمیت:

نکاح یعنی شادی صرف دو افراد کا ایک سماجی بندھن، ایک شخصی ضرورت، ایک طبعی خواہش اور صرف ایک ذاتی معاملہ ہی نہیں ہے ،بلکہ یہ معاشرہ انسانی کے وجود وبقاء کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک خاص اہمیت وفضیلت کا حامل بھی ہے۔ نکاح کی اہمیت اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری ہے ،جو نکاح سے خالی رہی ہو اسی لئے علماء لکھتے ہیں کہ ایسی کوئی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک

• نائب قاضی شریعت دار القضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ناگپاڑہ، ممبئی۔

مشروع ہو اور جنت میں بھی باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے ۔چنانچہ ہر شریعت میں مرد وعورت کا اجتماع ایک خاص معاہدہ کے تحت مشروع رہا ہے اور بغیر اس معاہدہ کے مرد وعورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت ومذہب نے جائز قرار نہیں دیا ہے ، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں اور اس کے شرائط و احکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔

قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا ثبوت:

عموما نکاح مسیار جانبین کی رضامندی، ولی کی موجودگی، ایجاب وقبول، شرعی گواہوں اور اعلان کے ساتھ ہوتا ہے ! اس لیے فقہی اعتبار سے اس کی صحت وانعقاد سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔اس میں مدت نکاح کی تحدید بھی نہیں ہوتی، نسب کا الحاق بھی شوہر سے ہوتا ہے۔ ہاں سال دو سال بعد واپسی کے وقت طلاق دینے کی نیت ہوتی ہے، تو ایسی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔جیسا کہ کتب فقہ میں ہے :-

‘‘واستشكل هذه المسئلة بما إذا شرط وقت العقد أن يطلقها بعد شهر، فإن النكاح صحيح والشرط باطل ولا فرق بينها وبين مافيه، وأجيب بأن الفرق بينهما ظاهر، لأن الطلاق قاطع للنكاح فاشتراط بعد شهر لينقطع به دليل على وجود العقد مؤبدا، ولهذا لومضى الشهر لم يبطل النكاح، فكان النكاح صحيحا۔ ۔ ۔ والشرط باطلا، وأما صورة النزاع، فالشرط إنما هو فى النكاح لافى قاطعه’’ (العناية على هامش فتح القدير ۳،۲۵۰)۔

‘‘(قوله: وليس منه الخ) لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط، بحر’’ (رد المحتار على الدر المختار ۳،۵۱)۔

اسی طرح ‘‘فتح القدیر ’’ میں ہے :

‘‘أما لوتزوج، وفي نيته أن يطلقها بعد مدة نواها صح’’(فتح القدير۳،۱۵۲، ہکذا فی الدرالمختار ۳،۵۱)۔

ہندیہ میں ہے:‘‘ولو تزوجها مطلقا وفى نيته أن يقعد معها مدة نواها، فالنكاح صحيح’’ (الہندیہ ۱،۲۸۳)۔

بعض قدیم فقہاء اس نکاح کے جواز پر اجماع ہونے تک کے قائل ہیں، چنانچہ قاضی عیاض فرماتے ہیں :

‘‘قال القاضى:وأجمعوا على أن من نكح نكاحا مطلقا ونيته أن لايمكث معها إلا مدة نواها فنكاحه صحيح حلال وليس نكاح متعة، وإنما نكاح المتعة ما وقع بالشرط المذكور، ولكن قال مالک: ليس هذا من أخلاق الناس وشذ الأوزاعى فقال: هو نكاح متعة ولا خير فيه’’(فتح الملهم۶، ۵۵۱)۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جو آدمی مطلقاً (یعنی بغیر کسی مدت کو متعین کئے) نکاح کرے، لیکن دل میں اس کی نیت ایک خاص مدت تک

اس عورت کے ساتھ رہنے کی ہو تو اس کا یہ نکاح صحیح اور حلال ہے اور یہ نکاح متعہ نہیں ہے، اس لئے کہ نکاح متعہ تو وہ ہوتاہے ۔جو شرط مذکور کے ساتھ واقع ہو (یعنی جس میں مدت کی شرط لگا دی ہو اور صراحت کر دی ہو)،البتہ امام مالک فرماتے ہیں کہ اخلاقاً ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔اور اس مقام پر امام اوزاعی نے شذوذ اختیار کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح متعہ ہی کے قبیل سے ہے اور اس میں کوئی خیر نہیں ۔

نکاح مسیار کی صورتیں:

(۱)نکاح مسیار کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی لڑکی سےطلاق کی نیت سے نکاح کرتا ہے۔

(۲) سال دوسال کے بعد جب اس ملک سے جاتا ہے، تو اسکو طلاق دے کر چلا جاتا ہے۔

(۳)عورت نان نفقہ کے حق اور ساتھ رہنے کے حق وغیرہ سے دستبردار ہو نے کی بنیاد پر نکاح کرتی ہے ۔

(۴) بیوی اپنے میکے میں رہتی ہے اورمرد کو جب موقع ملتا ہے، بیوی سے اس کے میکے آکےیا کچھ وقت کے لیے ساتھ میں کہیں دوسری جگہ لے جاکر ضرورت پوری کرلیتا ہے۔غالبا یہیں سے ‘‘مسیار ’’نام پڑا ہو، کیونکہ نکاح کے بعد کہیں لے کر حلال طریقے سے جنسی ضروریات پوری کرتا ہے، تو اسے ‘‘نکاح مسیار ’’ اور عربی میں ‘‘زواج مسیار ’’ کہتے ہیں۔

(۵)عورت نکاح مسیار میں مہر کی رقم معاف کرنے کی شرط پر نکاح کرتی ہے ۔

نکاح مسیار کے اسباب :

۱۔نکاح مسیار کرنے کی نوبت ان اسباب کی وجہ سے آتی ہے کہ مرد حالتِ سفر یا ملازمت کےلیے کسی دوسرے ملک میں جاتا ہے اور اسے وہاں اپنی طبعی خواہش پوری کرنے کی حاجت ہو تی ہے اور اسکو زنا میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہو، تو وہ طلاق کی نیت سے نکاح کرتا ہے اور واپسی کے وقت اس عورت کو طلاق دیدیتا ہے،جیسا کہ ‘‘مجمع الانہر ’’ میں ہے:

‘‘وفي البحر:ولو تزوجها بنية أن يقعد معها مدة نواها، فالنكاح صحيح؛ لأن التوقيت إنما يكون بلفظ’’ (مجمع الانهر ۴۸۸/۱)، بحر میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص دل میں ایک متعین مدت تک کسی عورت کے ساتھ رہنے کی نیت سے نکاح کرتا ہے، تو یہ نکاح صحیح ہے اس لئے کہ توقیت تو زبان کے تلفظ سے ہوتی ہے ۔

۲۔ضرورت مند خواتین مختلف اسباب کے تحت اپنے والدین کے گھروں میں رہنا چاہتی ہیں ،مثلا اس لیے کہ وہ تنہا والدین کی دیکھ بھال کرتی ہیں ،اگر وہ شوہر کے کہنے پر دوسری جگہ رخصت ہو کر جائیں تو والدین کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں رہتا اس لیے اس طرح کی عورتیں نکاح مسیار کو زیادہ پسند کرتی ہیں ۔

۳۔کبھی بعض عورتوں کو پہلے شوہر سے بچے ہو تے ہیں اور وہ بچوں کو چھوڑ کر نہیں جاسکتی ہیں ،اور شوہر اس کے بچوں کی کفالت کی پوزیشن میں نہ ہو تو عورتیں اپنے گھر میں رہ کر نکاح مسیار کو پسند کرتی ہیں ،اور ایسے نکاح کی خوہش مند ہوتی ہیں۔

۴۔بعض شادی شدہ مرد ایسی ملازمت کرتے ہیں جس میں چھ مہینہ ملازمت میں رہتے ہیں ،اور چھ مہینہ گھر جب وہ ملازمت کے لیے گھر سے باہر ہوتے ہیں ،تو بیوی ساتھ نہیں جاسکتی ہے ،اس لیے وہ ایسی عورتوں سے شادی کرنا چاہتےہیں ،تاکہ وہ سفر ملازمت میں اس کے ساتھ رہ سکے ۔

۵۔ بسا اوقات دوسری شادی کرنا چاہتا ہے ،اور پہلی بیوی پر اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا، تاکہ اختلاف نہ اس لیے اس مقصد کے تحت بھی شادی کرنا پسند کرتا ہےتا کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔

نکاح مسیار میں اولیاء کو حق اعتراض:

نکاح کے باب میں ‘‘کفو ’’ کا مطلب یہ ہے کہلڑکا دین، دیانت، مال ونسب، پیشہ اور تعلیم میں لڑ کی کے ہم پلہ (یا اس سے بڑھ کر) ہو ، اس سے کم نہ ہو، اور کفاءت میں مرد کی جانب کا اعتبار ہے، یعنی لڑکے کا لڑکی کے ہم پلہ اور برابر ہونا ضروری ہے، لڑکی کا لڑکے کے برابر ہونا ضروری نہیں ہے۔

مال داری میں کفو کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا ، لڑکی کے مہر معجل کی ادائیگی پر قادر ہو، اور اس کا نان ونفقہ (خرچہ وغیرہ) یومیہ یا ماہانہ بنیادوں پر اٹھاسکتا ہو:

‘‘(ومالا) بأن يقدر على المعجل ونفقة شهر لو غير محترف، وإلا فإن كان يكتسب كل يوم كفايتها لو تطيق الجماع’’ (الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) ۳،۹۰)۔

‘‘(قوله: ومالا) أي في حق العربي والعجمي كما مر عن البحر؛ لأن التفاخر بالمال أكثر من التفاخر بغيره عادة وخصوصا في زماننا هذا بدائع (حاشية ابن عابدين (رد المحتار)۳،۹۰)۔

عدم کفاءت کی صورت میں ولی کو حق اعتراض ہو تا ہے ،اس لیے کہ عورت جس شخص سےنکاح کرنا چاہتی ہے وہ اسکے دین، دیانت، مال ونسب، پیشہ اور تعلیم میں لڑ کی کے ہم پلہ (یا اس سے بڑھ کر) نہیں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اولیاء اور ورثاء کو عار محسوس ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر داماد کسی گھٹیا پیشہ یاکم ذات سے تعلق رکھتا ہو، تو اعلی خاندانوں کےلوگ اس سےشدید تکلیف محسوس کرتےہیں لہذاعورت اگرکسی سے نکاح کا ارادہ کرے توخاوند کا معیار میں اس کے برابر ہونا لازم ہے۔ جمہور کے نزدیک نکاح میں عورت اور مرد کا ہم کفو (برابر) ہونا واجب ہے لیکن صحت نکاح کے لیے شرط نہیں، اس لیے صاحب ہدایہ نے کہا:

‘‘الكفاءة فى النكاح معتبرة’’ (ہدایہ باب الكفاءة) کہ نکاح میں کفاءت کا اعتبار اہم حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک کفاءت شرط ہے۔ لہذا قول جمہور کی

روشنی میں اگر عاقل بالغ عورت اپنا نکاح کسی ایسے مرد سے کردیتی ہے جو ذات، دین یا مال وجمال میں عار کا سبب بن سکتا ہے تو عورت کے اولیاء کو نکاح ختم کرنے کا حق حاصل ہے اور وہ عدالت میں جاکر تنسیخ حاصل کرسکتے ہیں ۔

نکاح مسیار میں چونکہ عورتیں نفقہ ،یا مہر ،اور سکنی وغیرہ کا حق چھوڑتی ہیں، بسا اوقات چھپ کر نکاح کر لیتی ہیں، اور شرطوں کے ساتھ نکاح کرتی ہیں، اس لیے کفاءت کی شرطوں کے ساتھ نکاح مسیار میں بھی اولیاء کو حق اعتراض ہوگا، کیونکہ اس سے اولیاء کو عار محسوس ہوگا ،اس لیے ان کو حق اعتراض بھی ہوگا ۔

نکاح مسیار سے نکاح کا مقصد پورا ہوگا ؟

نکاح مسیار میں نکاح کے مقاصد میں سے صرف ایک مقصد پاک دامنی اور زنا سے بچنا حاصل ہوتا ہے ،اس کے علاوہ عورتوں کی حفاظت ونگرانی، ان کا نان ونفقہ، مہر اور سکنی کا حصول ،اولاد کے حصول کی کوشش جس سے اللہ تعالی کے بندوں سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتوں کی کثرت،(بروزِ قیامت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فخر کا متحقق ہونا،جیساکہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ،تمہاری کثرت ہوگی ، سو میں قیامت کے دن تمہارے سبب فخر کروں گا، نکاح کا سبب اس بقا کا تعلق ہے جو اپنے وقتِ مقررہ تک کے لیے مقدر ہے، اور یہ بقاتناسل سے ہی ممکن ہوگا۔اسی طرح اس عمل کے ذریعہ شریعتِ مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کےلیے وضع کردہ کئی اَحکام کی خلاف ورزی اور بہت سے اَحکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجہ میں بیوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے، جب کہ نکاح کے عقد کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، "علامہ ابن نجیم" رحمہ اللہ نے " بدائع الصنائع " کے حوالہ سے نکاح کے اَحکام کو تفصیل سے ذکر کیا ہے ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: بدائع میں نکاح کے اَحکام علیحدہ فصل میں ذکر کیے ہیں، فرماتے ہیں کہ نکاح کے اَحکام میں سے مہر کا واجب ہونا، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہونا،حرمتِ مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اجرا ،اور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا (جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ پاکدامنی کے علاوہ کوئی بھی مقصد نکاح مسیار سے پورا نہیں ہوتا ہے۔

نکاح مسیار کا حکم :

نکاح مسیار کے جواز اور عدم جواز میں علماء دو مختلف نظریہ کے قائل ہیں ،کچھ لوگ نکاح مسیار کو جائز کہتے ہیں کچھ لوگوں کی رائے عدم جواز کی ہے ہر دو فریق کے پاس دلائل ہیں ۔

نکاح مسیار کو ناجائز کہنے والوں کا نظریہ اور دلائل:

نکاح مسیار اصولی طور پر گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کے پائے جانے

کی وجہ سے بظاہر منعقد ہوجائے گا اور شریعت کے اصل اور ضابطہ کے مطابق نفقہ نہ دینے یا طلاق دینے کیشرائط باطل ہوکر عقد صحیح ہو جائے گا، لیکن عرف میں ان شرائط پر عمل کرنے کو لازم سمجھاجاتا ہے،ان شرائط پر عمل کرنا نکاح کی روح اور مقاصد کے خلاف ہے، لہذا شرط باطل ہوجانے کے بعد بھی اس قسم کے عقد کے جواز کا فتویٰ دینا مفاسد سے خالی نہیں ہے۔

۱۔ اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوتِ نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ مرد بچے کے نسب کا انکار کرے، لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی دےتو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے، یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرزپر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے، کیوں کہ مقررہ مدت پوری ہوجانے کے بعد شوہر طلاق دےکر چلا جائے گا، چوں کہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنی طبعی تقاضا پورا کرنا تھا تو شوہر بچے سے بے فکر ہوکر چلا جاتا ہے، اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہے، انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہیں آتا، پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقہ سے نہیں ہو تی اور وہ مکمل نشو و نما نہیں پاتے، تو اس سے ا س کی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے۔

۲۔ اس قسم کی شادی میں عورت مرد کو اپنا نگراں اور مسئول نہیں سمجھتی ، جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیدا ہوتی ہےاور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

۳۔ اس قسم کے عقد میں خوا تین کی تذلیل ہے، کیوں کہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف وقتِ متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، وقتِ مقررہ کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے، عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لیے شریعت نے پہلے شوہر کے لیے بیوی کو حلال کرنے کےلیے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہِ تحریمی (ناجائز) قرار دیا ہے۔

۴۔اس قسم کی شادی مینخاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے، کیوں کہ نہ میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کےلیے رہائش ہوتی ہے، اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت و محبت ہوتی ہے جوکہ نکاح کا لازمی جز اور مقصد ہے ۔

قرآنِ کریم میں ہے:

‘‘ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودةً ورحمةً إن في ذلك لآيات لقوم يتفكرون’’(سورة الروم: ۲۱)۔

ترجمہ:اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری

جنس کی بیویاں بنائیں؛ تاکہ ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہم دردی پیدا کی۔ اس میں ان لوگوں کےلیے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ : بنی آدم پر اللہ تعالی کی رحمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان ہی کی جنس میں سے ان کےلیے جوڑے پیدا فرمائے،اور ان کے ما بین محبت اور رحمت کا رشتہ قائم فرمایا۔ اور رحمت انتہائی مہربانی کو کہتے ہیں، مرد عورت کو اپنے پاس یا تو اس لیے رکھتا ہے کہ مرد کو اس سے محبت ہے یا عورت پر مہربانی کی وجہ سے چوں کہ اس سے اس کا بچہ پیدا ہونا ہے یا نان نفقے میں عورت اس کی محتاج ہے یا دونوں کے درمیان باہمی محبت و الفت کی وجہ سے۔

۵۔ اس رشتے اور تعلق میں دوام نہیں ہے، بلکہ ''أبغض المباحات '' (طلاق) دینے کی نیت ہے، اس لیے نکاحِ مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے، عمرانی حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کے جواز کا قول بھی نہیں کیا جاسکتا، علامہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : اصل کے اعتبار سے طلاق دینا ناپسندیدہ عمل ہے اور بعض کے ہاں بلاوجہ طلاق دینا مباح نہیں ہے،کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''لعن اللہ کل ذواق مطلق ''(یعنی اللہ تعالیٰ نے نکاح کا مزہ چکھنے کے بعد طلاق دینے والے پر لعنت فرمائی ہے) ، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''أیما امرأة اختلعت من زوجها من نشوز فعلیها لعنة اللہ والملائکة والناس أجمعین'' (یعنی جو نافرمان عورت شوہر سے خلع کا مطالبہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو)، اسی طرح جو مرد بلاوجہ خلع دے اس کے متعلق بھی روایت منقول ہے، اس لیے کہ نکاح اللہ تعالی کی نعمت ہے اور طلاق اس نعمت کی ناشکری ہے، اور نعمت کی ناشکری حرام ہے، اور یہاں ناشکری نکاحِ مسنون کو ختم کرنا ہے؛ لہذا ضرورت کے علاوہ طلاق دینا حلال نہیں ہوگا ---اور طلاق کو مبغوض اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں نعمت کی ناشکری ہے اور نعمت کی ناشکری اس وقت ہوگی، جب آپس میں اخلاق موافق ہو۔

۶۔ اس قسم کا نکاح معنا ''نکاحِ موقت ''ہے، علامہ شامی وغیرہ نے نکاحِ موقت اور متعہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ:نکاحِ متعہ اور مؤقت باطل ہے،اور ان کے درمیان شیخ الاسلام نے یوں فرق بیان فرمایا ہے کہ نکاحِ مؤقت میں لفظِ نکاح یا تزویج استعمال کیا جاتاہے اور متعہ میں اتمتع ،استمتع جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ،یعنی وہ الفاظ جو متعہ کے مادہ (م۔ت۔ع) پر مشتمل ہو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متعہ میں گواہ اور مدت کی تعیین شرط نہیں ہے،جب کہ مؤقت میں گواہ بھی ہوتے ہیں اور مدت بھی متعین ہوتی ہے۔

اور بلاشبہ اس بات میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ شروع میں جو متعہ مباح تھا پھر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگیا، اس سے مراد وہی متعہ ہو جس میں ''م۔ت۔ع '' کا مادہ ہو ، اس

لیے کہ آثار سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ متعہ کہ اجازت تھی، لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ اس عمل کےلیے ‘‘اتمتع ’’ جیسے الفاظ سے ہی عورت کوخطاب کرنا لازم ہو، اس لیے کہ یہ بات معروف ہے کہ لفظ کا اطلاق کرکے اس کا معنی مراد لیا جاتا ہے؛ لہذا جب ‘‘تمتعوا ’’(یا متعہ وغیرہ کے الفاظ)کہا جائےتو اس سےمراد وہ ہوتا ہے جس میں یہ معنی پایا جائے،اور اس کا مشہور معنی یہ ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے عقد کو وجود میں لایا جائے جس سے نکاح کے مقاصد (اولاد کا حصول اور پرورش) کو پورا کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ ایک متعین مدت تک (جنسی خواہش کی تکمیل کےلیے) عقد ہوتا ہے جو مدت کے پورا ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

۷۔ اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہےکہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کےلیے چور دروازہ ہے، اسی لیے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجازت دی گئی ہے وہاں امیر اور صاحبِ ثروت لوگوں نے اس کا فائد اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کوخرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دےدی، بلکہ اگر یہ کہا جائے گا کہ یہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا،اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تومعروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقہ سے زنا کرنے لگ جائیں گے۔

۸۔ اگرچہ ابتدا میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ طویل عرصے تک سفر میں رہنا بیان کی بھی جائے یا بطورِ شرط رکھی جائے، لیکن اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر چلے جائیں، یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کے شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے۔

ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے ‘‘نکاح مسیار’’ (زواج مسیار) کی شرعاً اجازت نہیں۔

نکاح مسیار کے جواز کے قائلین کا نظریہ مع دلائل:

اگر شرعی طریقہ پر کم ازکم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے اور مانعِ نکاح کاکوئی سبب نہ ہواور نکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی گئی ہو مثلاً ۲/ سال کے لیے نکاح کررہے ہیں، بلکہ مطلق طور پر نکاح کیاگیا ہو، تو ایسا نکاح درست و صحیح ہے۔ البتہ مہر سے دست بردار ہونے کی بات درست نہیں ہے، دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم ازکم دس درہم منکوحہ کو دینا واجب ہوگا ۔ ہاں اگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کردے یااس سے دست بردار ہوجائے تو درست ہے۔اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طور پر ایک دوسرے کے شوہر و بیوی ہوگئے، ازدواجی تعلق قائم رکھنا جائز اور درست ہوگا۔

‘‘عنایہ ’’ میں ہے :

‘‘واستشكل هذه المسئلة بما إذا شرط وقت العقد ان يطلقها بعد شهر، فإن النكاح صحيح والشرط باطل، ولا فرق بينها وبين مافيه واجيب بان الفرق بينهما ظاهر؛ لأن الطلاق قاطع للنكاح فاشتراط بعد شهر لينقطع به دليل على وجود العقد مؤبدا، ولهذا لومضى الشهر لم يبطل النكاح فكان النكاح صحيحا. . . والشرط باطلا، وأما صورة النزاع فالشرط إنما هو فى النكاح لافى قاطعه’’(العنایۃ علی ھامش فتح القدیر (۳،۲۵۰)۔

رد المحتار على الدرالمختار میں ہے:

‘‘(قولہ:وليس منہ الخ) :لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط، بحر’’ (رد المحتار على الدرالمختار ۳،۵۱)۔

فتح القدیر میں ہے :

‘‘أما لوتزوج وفي نيته أن يطلقها بعد مدة نواها صح’’(فتح القدیر ۳،۱۵۲، ہکذا فی الدر المختار ۳،۵۱)۔

مکہ مکرمہ کے اجلاس کی تجاویز :

اٹھارویں اجلاس مکہ مکرمہ میں عالم اسلام کی ممتاز شخصیت ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلی رحمہ اللہ کے زیر صدارت منعقد ہواتھا جس میں موضوع پہ غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد صدر اجلاس کی طرف سے یہ متفقہ اعلامیہ جاری ہوا تھا :

‘‘المجمع الفقهي الإسلامي برابطة العالم الإسلامي، الدورة الثامنة عشرة المنعقدة بمكة المكرمةنظر المجمع في موضوع ‘‘عقود النكاح المستحدثة’’ وبعد الاستماع إلى البحوث المقدمة والمناقشات المستفيضة قرر ما يأتي:

يؤكد المجمع أن عقود الزواج المستحدثة وإن اختلفت أسماؤها وأوصافها وصورها لابد أن تخضع لقواعد الشريعة المقررة وضوابطها من توافر الأركان والشروط وانتفاء الموانع..

وقد أحدث الناس في عصرنا الحاضر بعض تلك العقود المبينة أحكامها فيما يأتي:

١ / إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم أو بعض منها وترضى بأن يأتي الرجل إلى دارها في أي وقت شاء من ليل أو نهار، ويتناول ذلك أيضا..إبرام عقد زواج على أن تظل الفتاة في بيت أهلها ثم يلتقيان متى رغبا في بيت أهلها أو في أي مكان آخر حيث لا يتوافر سكن لهما ولا نفقة. هذان العقدان وأمثالهما صحيحان إذا توافرت فيهما أركان الزواج وشروطه وخلوه من الموانع ولكن ذلك خلاف الأولى’’ (الخميس ، ۱۵، ربیع الأول ۱۴۲۷ھ، ۱۳،ابریل ۲۰۰۶ء)۔

نکاح مسیار اورعلماء بر صغیر کی آراء:

آن لائن فتاوی دار العلوم میں ہے:

میرا ایک دوست جدہ میں رہتا ہے۔ اس نے بتایا کہ خلیجی ممالک میں ایک نکاح

رائج ہے جس کا نام ہے: نکاح مسیار۔ یہ طریقۂ نکاح عام ہوتا جارہا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اپنے حق مہر، نفقہ و سکنی وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے، جبکہ شریعت کے دیگر اصولوں کی پابندی کی جاتی ہے۔ بیوی اپنے یا اپنے والدین کے گھر رہتی ہے۔ شوہر متعینہ ایام میں یا اپنی سہولت کے مطابق کسی دن اس سے جاکر ملتا ہے اور رات گزار کر واپس آجاتا ہے۔ سعودی عرب اور مصر کے علماء نے ایسی شادی کے جائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں انٹرنیٹ پر تلاش کیا اور معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ ذاتی طور پر نکاح کا یہ طریقہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اسی لیے میرے ذہن میں آیا کہ اس سلسلے میں آپ کی رائے عالی معلوم کروں۔ میں آپ کے جواب کے لیے بے حد شکر گزار ہوں گا۔ والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب

اگر شرعی طریقہ پر کم ازکم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے اور مانعِ نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو ،اورنکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی جاتی مثلاً ۲/ سال کے لیے نکاح کررہے ہیں، بلکہ مطلق طور پر نکاح کیا تو ایسا نکاح درست و صحیح ہے۔ البتہ مہر سے دست بردار ہونے کی بات درست نہیں ہے، دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم ازکم دس درہم ہیں جو دینا واجب ہوگا بحق شرع۔ ہاں اگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کردے اس سے دست بردار ہوجائے تو درست ہے۔اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طور پر ایک دوسرے کے شوہر و بیوی ہوگئے، ازدواجی تعلق قائم رکھنا جائز اور درست ہے۔ سعودی عرب اور مصر کے علماء کے فتویٰ منسلک کرکے سوال کرنا چاہیے تھا (فتوی: ۴۶۰/۴۷۰=د)۔

فتاوی دارالعلوم کراچی میں ہے:

جواب

شریعت میں نکاح کےمقاصد درج ذیل ہیں:

ا۔ایمان کی حفاظت اور گناہوں سےبچنا۔ ۲۔خوشگوار ازدواجی زندگی۔ ۳۔خاندانی نظام کی حفاظت۔ ۴۔اولاد کا حصول۔ ۵۔اچھےماحول میں بچوں کی تربیت اور اچھا ماحول اسی وقت مل سکتا ہے جب بچوں کو ماناورباپ دونوں کی توجہ اور محبت حاصل ہو۔

نکاح مسیار سے مذکورہ بالا مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے، کیونکہ ان مقاصد کاحصول تب ممکن ہے، جب میاں بیوی ایک ہی گھرمیں رہیں۔

نیزاس طریقےسےنکاح کےعام ہونےکی صورت مینہمارےمعاشرےپردرج ذیل منفی اثرات مرتب ہونگے:

ا۔مردشہوت پوری کرنے کےلیے یہ عقد کرینگے اور عورت واولاد کی ذمہداری

نہیں اٹھائینگے جس سے خاندانی نظام تباہ ہوجائےگا۔

۲۔عورتینمردونکےہاتھونکھلونابن کر رہ جائینگی، جنکے حقوق اور کفالت کا کوئی ذمہدار نہیں رہےگا۔

۳۔مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہےگا۔

۴۔طلاق کی شرح بڑھ جائے گی، کیونکہ عورت جب ایکبار اپنے نان نفقہ سے دستبردار ہوگئی تو ضرورت کے وقت مطالبے کی صورت میں اختلاف ہوگا اور پھر طلاق کی نوبت آئےگی۔

۵۔نان نفقہ کا بوجھ عورت پر پڑےگا جسکے حصول میں اسکی عفت کو شدید خطرات لاحق ہونگے۔

۶۔نکاح اور زنا میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ زنا کاارتکاب چھپ کر کیاجاتا ہے، جبکہ نکاح سرعام کرنے کا حکم دیا گیاہے، حضورﷺکے فرمان مبارک کامفہو م ہےکہ نکاح علی الاعلان کیاکرو۔

درج بالا مفاسد کے ساتھ ساتھ یہ نکاح انبیاء علیہمالسلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، سلف صالحین اور جمہور امت کے طریقہ کے بھی خلاف ہے۔

گوکہ اسکے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہونگے، لیکن چونکہ اسکے نقصانات فوائد سےکہیں زیادہ ہیں اورنقصانات بھی ایسے ہیں جوکسی بھی قوم کی خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کاسبب بن سکتےہیں، جیساکہ آجکل یورپ اور امریکہ کے معاشرےکوان مفاسدکاسامناہے، اس لیےاس طریقےسےنکاح کی اجازت قطعا نہیندی جاسکتی۔

حوالہ جات

"التفسيرالمنيرللزحيلي" (٢/ ٣٥٢):

"وفيه حثّ للمؤمن على احترام صلةالزوجية،والبعد عن أفعال الجاهلية.

واذكروا نعمة الله عليكم بالإسلام وسائر نعمه، ومنها جعل الرحمة والمودة بين الزوجين، كما قال الله تعالى:وَمِنْ آياتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْواجاً لِتَسْكُنُوا إِلَيْها،وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةًوَرَحْمَةً [الروم: ٢١).

واذكروا ماأنزل الله عليكم في القرآن والسّنة النّبوية من أحكام وحكم تشريعيّة، لتوفير استقرار الحياة الزوجية، وتحقيق السعادة والهناءة وغيرذلك، مما فيه مصلحة ومنفعة، إذ أن الأحكام تضع أصول النظام، وأسرارالحكمةالتشريعية تساعد على الامتثال والاتّعاظ والاقتناع.

ثم وثّق الحقّ سبحانه وتعالى الأحكام التشريعية في الزواج بما يبعث على احترامها، وهو التقوى أي خوف الله، وامتثال أمره، واجتناب نهيه، وترك احتقار المرأة وعدم المبالاة برابطة الزوجية المقدسة، خلافا لماكان عليه العرب في الجاهلية من الاستهانة بالمرأة، واتّخاذها مجرد

متاع، وتطليقها لأتفه الأسباب، ومضارّتها بالمراجعة،وجعلهاكالمعلّقة،وهذامايفعله الجهّال والطّائشون اليوم''.

"المستدرك على الصحيحين للحاكم "(٢/ ٢٠٠):

"عن عامر بن عبد الله بن الزبير، عن أبيه،عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أعلنوا النكاح هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه''.

[التعليق - من تلخيص الذهبي]٢٧٣٨ – صحيح

"سنن أبي داود" (٢/ ٢٢٠):

٢٠٥٠ - حدثنا أحمد بن إبراهيم، حدثنا يزيد بن هارون، أخبرنا مستلم بن سعيد ابن أخت منصور بن زاذان، عن منصور يعني ابن زاذان، عن معاوية بن قرة، عن معقل بن يسار، قال: جاء رجل إلى النبي ﷺ، فقال: إني أصبت امرأة ذات حسب وجمال، وإنها لاتلد، أفأتزوجها، قال: ''لا'' ثم أتاه الثانية فنهاه،ثم أتاه الثالثة، فقال:''تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم''.

مجیب:محمدطارق صاحب

مفتیان :مفتی آفتاب احمد صاحب،مفتی سعید احمدحسن صاحب

ماخذ :دارالافتاءجامعۃالرشیدکراچی

فتوی نمبر ٦٢٣٥٦

نکاح مسیار میں علماء عرب کی آراء:

عبدالملک بن یوسف اپنی کتاب زواج المسیارمیں نکاح کی مسیار کی تعریف کرتے ہوئے لکھتےہیں :

''لیس لہ أصل فی الفقہ والفقهاء القدامی لم یتطرقوا إلیہ ''.

ڈاکٹرسعدالعنزی نے کچھ اس طرح سے نکاح مسیار کی تعریف کی ہے ۔

''لیس لهذا الزواج اصطلاحا عند الفقهاء قدیما وإنما عرف زواج المسیار فی الأونۃ الاخیرۃ، بأنہ الزواج الذی من خللہ تسقط المرءۃ بعض حقوقہ الشرعیۃ بالاختیار'' ۔

ڈاکٹراحمدکردی نکاح مسیار کی تعریف ان الفاظ میں ذکر کرتےہیں :

''أن یتزوج رجل بالغ عاقل امراۃ عاقلۃ تحل لہ شرعا علی مهر معلوم بشهود مستوفین لشروط الشهادۃ علی أن لا یبیت عندها لیلا إلا قلیلا، وأن لا ینفق علیها سواء کان ذالک بشر ط مذکور فی العقد أو بشرط ثابت بالعرف أو بقرائن الأحوال'' (اسامہ عمر سلیمان الاشقر،١٦٢)۔

یوسف القرضاوی لکھتےہیں:

''أن زواج المسیار یسمیٰ لیس شیئاجدیدا، إنما هو أمر عرفہ الناس من قدیم وهو الزواج الذی یذهب فیہ الرجل إلی بیت المرءۃ ولا تنقل المرآۃ إلی بیت الرجل، وفی الغالب تکون هذه زوجۃ ثانیۃ، وعندہ زوجۃ أخری هی اللتی تکون فی بیتہ وینفق علیها'' (نکاح مسیار،١٦)۔

نکاح مسیار کوجا ئزکہنےوالےعلماءعرب:

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز مفتی حرمین، شیخ الازہر سید طنطاوی، شیخ ابراھیم الخضیری ریاض، اور یوسف القرضاوی شامل ہیں:

ان کا موقف ہے کہ اس نکاح میں عورت نفقہ معاف کرتی ہے، اور اپنے گھر رہتی ہے، چونکہ حضرت سودہؓنے اپناباری کا حق حضرت عائشہؓ کو دے دیا، لہذااس حدیث کی روسے اگرکوئی عورت اپنےحق سے دستبردار ہوجائے تو اجازت ہے اور اس سے نکاح میں کوئی اثر نہینپڑتاہے، اگرشرعا یہ جائزنہ ہوتاتورسول کریمﷺکبھی بھی اس کو قبول نہ فرماتے ۔

نکاح مسیار کوناجائزکہنےوالےعلماءعرب:

دوسرےموقف کی رو سےنکاح مسیار حرا م ہے، اوراس موقف کےقائلین میں:

وھبہ زحیلی، ناصر الدین البانی، عمرسلیمان اشقر، عبدالملک بن یوسف اور علامہ یوسف بنوری شامل ہیں، جن کے نزدیک نکاح مسیار ایک جدید اصطلاح ہے، جس کا وجود خیرالقرون اور اسلاف کے ادوار میں نہیں تھا نیز اس نکاح میں کئی اعتبارسےسقم ہیں ۔

اس نکاح میں ایک بات جو واضح نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ نکاح کرنے والے عمومی طور پر وقتی لذت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور ان کے ذہن میں ہوتا ہےکہ وہ اپنا دو یاتین سال کا عرصہ گذارنے کے بعد اسے طلاق دےدینگے تو اس میں اگرچہ یہ شرط تونہینہوتی کہ وہ صرف دو سال کے لیے نکاح کررہے ہیں، تاہم متعاقدین کے ارادے کچھ اسی طرح کےہوتےہیں،تووہ اسے جائز کرنے کےلیے نکاح کا روپ دے دیتےہیں، جس میں وہ تمام شروط وارکان کا لحاظ رکھتے ہیں، توگویا یہ نکاح متعہ کے مشابہ ہےجودورنبویﷺمینکچھ عرصے کے لئے جائز ہوا پھر حجۃالوداع کے موقع پر اسےمنع کردیا گیا (نکا ح مسیار کاتحقیقی وتنقیدی جائزہ ،۱۸)۔

عرب ممالک کے قوانین

متحد عرب امارات کے قوانین نکاح مسیار کے تعلق سے درج ذیل ہیں :

زواج المسيار في الامارات من ناحية قانونية:

‘‘شرعت محاكم الأسرة وقانون حماية الأسرة الإماراتي كل ما من شأنه الحِفاظ على حُقوق المرأة في الزواج.

وتعترف المحكمة بدولة الإمارات العربية المتحدة بوثائق الزواج الموثقة لديها والتي اكتملت لديها عن طريق المحكمة أو المأذون الشرعي المخول من الدولة ولا تعتمد المحكمة إثبات أي تنازل للمرأة عن أي من حقوقها بموجب وثيقة الزواج ولا تقبل المحكمة إضافة شروط خاصة في وثيقة الزواج الرسمية مثل التنازل عن حق النفقة أو التنازل عن حق المسكن أو

الرعاية أو المهر.

قررت المحكمة المختصة في دولة الإمارات العربية المتحدة أن تتخذ مثل تلك القرارات حماية للمرأة من بطش بعض الأزواج أو من أن تسلب حقوقها عنوة عند الخلافات بعد الزواج. غير أنها تترك للأزواج حرية الاتفاق على التنازلات والشروط التي قد يتفق عليها الزوجان فيما بينهم دون إثبات ذلك رسميا في وثيقة الزواج ولا تقبل المحكمة المختصة بدولة الإمارات العربية المتحدة أي تعديل في صيغة الوثيقة الرسمية للزواج منعاً لسلب المرأة من حقوقها والتي قد تلجأ لمثل هذا النوع من الزواج لظروف اجتماعية أو مادية أو عائلية.

تظهر حالات زواج المسيار في الإمارات العربية المتحدة عند اختلاف الزوجين المتفقين على زواج المسيار بشروط وتنازلات خاصة والذهاب للمحكمة لفض الخلاف ونظرا، لأن تلك الشروط والتنازلات غير مثبتة بالعقد الرسمي تتخذ المحكمة المنوطة بالشئون الأسرية وشئون الزواج، بأن تأخذ للمرأة كامل حقوقها من الزوج فيما يتعلق بالنفقة ونفقة الأولاد والسكن ومؤخر الصداق وغير ذلك من الحقوق الواجبة على الزوج كما هو منصوص عليه في الزواج التقليدي كنتيجة لعدم اعتراف المحكمة بمثل تلك الشروط ورفضها لإثباتها رسميا.

قانون الأسرة والمحاكم المنظمة لعقود ووثائق الزواج لا تعترف إلا بالزواج الرسمي التقليدي كامل الأركان والذي يضمن للمرأة كافة الحقوق على زوجها من نفقة وتوفير مسكن ملائم ونفقة الأطفال ومؤخر الصداق''۔

چونکہ نکاح مسیار میں بظاہر وہی طریقہ ہوتا ہے جو عام نکاح میں ہوتا ہے، اس لیے اکثر ملکوں میں نئے قانون کی ضرورت نہیں محسوس کی جارہی ہے ،البتہ جو لوگ نکاح مسیار کے عدم جواز کے قائل ہیں ،وہ لوگ قانون سازی کا مطالبہ کر رہے ہیں ،جیسے پڑوسی ملک پاکستان اور مملکت سعودی میں بھی عدم جواز کے قائلین کا مطالبہ ہے کہ اس پر روک لگائی جائے۔

نکاح مسیار سے پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت اور ان کا نفقہ :

عقدِ نکاح میں ایجاب وقبول کےوقت نکاح کی کوئی مدت مقرر نا کی گئی ہو، توایسے نکا ح کی وجہ سےحقوقِ زوجیت پورا کرناحلال ہوگا، اور ہم بستری کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب شمارہوگا، جیسا کہ عام نکاح میں ہوتا ہے، اور بچے کے تمام حقوق اس کے باپ کے ذمہ ہوں گے ،اور وہ وارث ہوگا، البتہ اگر نکاح مسیار کو ناجائز کہا جائے تو عقد نکاح فاسد ہوگا، لیکن جب بچہ پیدا ہو جائے تو نکاح فاسد کو فراش کے حق میں ثابت مانا جائے گا(جیسا کہ بدائع الصنائع میں اس کی صراحت ذیل میں آرہی ہے)،اور بچہ کا نسب بہر حال باپ سے ثابت ہو گا اور اس کو تمام حقوق ملیں گے جیسا کہ عام نکاح میں بچوں کو حق ملتا ہے ، فتاوی سغدی میں ہے:

''النتف في الفتاوي للسغدی '' میں ہے:

''وَالسَّادِس اذا كَانَ الى آجل فِي معنى الْمُتْعَة فَيفْسد فِي قَول ابي حنيفَة وَمُحَمّد وَفِي قَول زفر النِّكَاح جَائِز وَالشّرط فَاسد اذا وقتا وقتا يدْرك وان وقتا وقتا لَا يدْرك فَالنِّكَاح جَائِز... فاذا لم يكن مَعَه وَطْء لَا يُوجب شَيْئا من هَذِه الاحكام الَّتِي ذَكرنَاهَا فِي النِّكَاح الصَّحِيح فان كَانَ مَعَه وَطْء فانه وتوابعه خَمْسَة من الْحُقُوق...وَالثَّالِث حق الْفراش وَثُبُوت نسب الْوَلَد مِنْهُ''(النكاح الفاسد ۱،۲۶۷، دارالفرقان،عمان،اردن)۔

''فتاوی ہندیہ '' میں ہے:

''وَيَثْبُتُ نَسَبُ الْوَلَدِ الْمَوْلُودِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ وَتُعْتَبَرُ مُدَّةُ النَّسَبِ مِنْ وَقْتِ الدُّخُولِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى قَالَهُ أَبُو اللَّيْثِ كَذَا فِي التَّبْيِينِ''(الباب الثامن فی النكاح الفاسد واحكامہ ۱،۳۳۰، ط: دار الفكر)۔

''بدائع الصنائع'' میں ہے:

''وَأَمَّا النِّكَاحُ الْفَاسِدُ، فَلَا حُكْمَلَهُ قَبْلَ الدُّخُولِ، وَأَمَّا بَعْدَ الدُّخُولِ، فَيَتَعَلَّقُ بِهِ أَحْكَامٌ مِنْهَا ثُبُوتُ النَّسَبِ وَمِنْهَا وُجُوبُ الْعِدَّةِ، وَهُوَ حُكْمُ الدُّخُولِ فِي الْحَقِيقَةِ وَمِنْهَا وُجُوبُ الْمَهْرِ....وَفِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ بَعْدَ الدُّخُولِ لِحَاجَةِ النَّاكِحِ إلَى دَرْءِ الْحَدِّ وَصِيَانَةِ مَائِهِ عَنْ الضَّيَاعِ بِثَبَاتِ النَّسَبِ وَوُجُوبِ الْعِدَّةِ وَصِيَانَةِ الْبُضْعِ الْمُحْتَرَمِ عَنْ الِاسْتِعْمَالِ مِنْ غَيْرِ غَرَامَةٍ، وَلَا عُقُوبَةٍ تُوجِبُ الْمَهْرَ، فَجُعِلَ مُنْعَقِدًا فِي حَقِّ الْمَنَافِعِ الْمُسْتَوْفَاةِ لِهَذِهِ الضَّرُورَةِ، وَلَا ضَرُورَةَ قَبْلَ اسْتِيفَاءِ الْمَنَافِعِ، وَهُوَ مَا قَبْلَ الدُّخُولِ، فَلَا يُجْعَلُ مُنْعَقِدًا قَبْلَهُ،....(وَلَنَا) أَنَّ النِّكَاحَ الْفَاسِدَ بَعْدَ الْوَطْءِ مُنْعَقِدٌ فِي حَقِّ الْفِرَاشِ لِمَا بَيَّنَّا، وَالْفِرَاشُ لَا يَزُولُ قَبْلَ التَّفْرِيقِ بِدَلِيلِ أَنَّهُ لَوْ وَطِئَهَا قَبْلَ التَّفْرِيقِ لَا حَدَّ عَلَيْهِ، وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ بِتَكْرَارِ الْوَطْءِ إلَّا مَهْرٌ وَاحِدٌ. وَلَوْ وَطِئَهَا بَعْدَ التَّفْرِيقِ يَلْزَمُهُ الْحَدُّ."(فصل حكم النكاح الفاسد ۲،۳۳۵، ط: دارالكتب العلميہ)۔

نکاح مسیا ر سے پیدا شدہ اولاد پر پڑنے والے منفی ومثبت اثرات :

اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوتِ نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار کرے، لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی تو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے، یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرزپر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے، کیوں کہ مقررہ مدت پوری ہوجانے کے بعد شوہر طلاق دےکر چلا جائے گا، چونکہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنی طبعی تقاضا پورا کرنا تھا تو شوہر بچے سے بے فکر ہوکر چلا جاتا ہے، اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہے، انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہیں آتا، پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقہ سے نہیں ہو تی اور وہ مکمل نشو و نما نہیں پاتے، تو اس سے ا س کی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے۔

اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہےکہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر

متعہ کے جواز کےلیے چور دروازہ ہے، اسی لیے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجات دی گئی ہے وہاں امیر اور صاحبِ ثروت لوگوں نے اس کا فائد اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کوخرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دےدی، بلکہ اگر یہ کہا جائے گا کہ یہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا،اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تومعروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقہ سے زنا کرنے لگ جائیں گے۔

اگرچہ ابتدا میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ طویل عرصے تک سفر میں رہنا بیان کی بھی جائے یا بطورِ شرط رکھی جائے، لیکن اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر چلے جائیں، یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کے شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے۔

نکاح مسیار نکاح موقت کے دائرےمیں آئے گا:

جن لوگوں نے نکاح مسیار کو جائز کہا ہے ،ان کے نزدیک اور امام زفرؒ کے نزدیک نکاح مسیار نکاح موقت کے حکم میں نہیں آئےگا، البتہ جو لوگ نکاح مسیار کے عدم جواز کے قائل ہیں ،ان کے نزدیک یہ نکاح موقت کے دائرےمیں آکر نکاح فاسد اور باطل ہوجائے گا جیسا کہ ''النتف في الفتاوي للسغدی '' مینہے:

''وَالسَّادِس اذاكَانَ إلى آجل فِي معنى الْمُتْعَة فَيفْسد فِيقَول أبي حنيفَة وَمُحَمّد وَفِي قَول زفر النِّكَاح جَائِز وَالشّرط فَاسد إذا وقّتا وقتا يدْرك وإن وقّتا وقتا لَايدْرك فَالنِّكَاح جَائِز... فإذا لم يكن مَعَه وَطْء لَايُوجب شَيْئا من هَذِه الأحكام الَّتِي ذَكرنَاهَافِي النِّكَاح الصَّحِيح فإن كَانَ مَعَه وَطْء فإنه وتوابعه خَمْسَة من الْحُقُوق... وَالثَّالِث حق الْفراش وَثُبُوت نسب الْوَلَد مِنْهُ''(النكاح الفاسد ۱،۲۶۷، دار الفرقان عمان، اردن)۔

نکاح موقت کی حقیقت اور ائمہ اربعہ کامسلک:

متعین وقت اور معلوم مدت کے لیے کیا جانے والا نکاح ہی نکاحِ مؤقت کہلاتا ہے۔ نکاحِ مؤقت معنیٰ و حکم کے اعتبار سے نکاحِ متعہ کے مثل ہے۔ فقہ حنفی کے مشہور امام علامہ ابنِ عابدین شامی نے نکاحِ مؤقت کے تصور اور اس کی قانونی حیثیت کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

''وَمَعْنَاهُ الْمَشْهُورُ أَنْ يُوجَدَ عَقْدًا عَلَى امْرَأَةٍ لَا يُرَادُ بِهِ مَقَاصِدُ عَقْدِ النِّكَاحِ مِنْ الْقَرَارِ لِلْوَلَدِ وَتَرْبِيَتِهِ، بَلْ إلَى مُدَّةٍ مُعَيَّنَةٍ يَنْتَهِي الْعَقْدُ بِانْتِهَائِهَا أَوْ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ بِمَعْنَى بَقَاءِ الْعَقْدِ مَا دَامَ مَعَهَا إلَى أَنْ يَنْصَرِفَ عَنْهَا فَلَا عَقْدَ، فَيَدْخُلُ فِيهِ مَا بِمَادَّةِ الْمُتْعَةِ وَالنِّكَاحِ الْمُؤَقَّتِ أَيْضًا فَيَكُونُ مِنْ أَفْرَادِ الْمُتْعَةِ، وَإِنْ عَقَدَ بِلَفْظِ التَّزَوُّجِ وَأَحْضَرَ الشُّهُودَ'' (ابنِ عابدین (ردالمحتار ۳،۵۱، بیروت، دارالفکر)۔

عرفِ عام میں (نکاحِ مؤقت) کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ایسا عقدِ نکاح کرے جس میں بچے کی پیدائش اور اس کی تعلیم و تربیت وغیرہ جیسے مقاصدِ نکاح کے حصول کا ارادہ نہ کیا گیا ہو، بلکہ مدتِ معینہ مکمل ہونے پر عقد بھی ختم ہو جائے۔ یا ایسا نکاح جس میں مدت تو متعین نہ کی گئی ہو، بلکہ یہ ارادہ کیا گیا ہو کہ عقد اس وقت تک قائم رہے گا جب تک شوہر اور بیوی اکٹھے رہیں گے، جب الگ ہو جائیں تو عقد ختم ہو جائے گا۔ نکاحِ متعہ، نکاحِ مؤقت اور متعین مدت کے لیے ہونے والے نکاح میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح ہونے والا ہر نکاح دراصل نکاحِ متعہ ہی ہے، اگرچہ اس میں زوجیت کا لفظ استعمال کیا گیا ہو اور گواہ بھی حاضر ہوں (ابن عابدین، ردالمحتار ۵۱٫۳، بیروت، دارالفکر)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا عقدِ نکاح جس میں ہمیشگی اور مقاصدِ نکاح کے حصول کا ارادہ نہ ہوباطل ہے۔ مذکورہ عقد میں بھی فریقین کی نیت و ارادہ ہمیشگی و مقاصدِ نکاح کے حصول کا نہیں ہے، اس لیے یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔ یہ لڑکا اور لڑکی' میاں بیوی کے طور پر اکٹھے نہیں رہ سکتے، کیونکہ ان کے درمیان شرعاً عقدِ نکاح قائم ہی نہیں ہوا۔

نکاح موقت میں مسالک اربعہ:

ائمہ ثلاثہ مالکیہ، شوافع اور حنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک نکاح متعہ اور نکاح موقت میں کوئی فرق نہیں ہے، حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک نکاح موقت اور نکاح متعہ میں فرق ہے ،نکاح متعہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ لفظ متعہ کے ذریعہ منعقد ہو، یعنی مرد عورت سے کہے ''متعینی بنفسک'' یا کہے ''أتمتع بک'' یا کہے ''متعتک بنفسی''، لیکن بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ متعہ کے متعہ کے الفاظ کہنا حنفیہ سے ثابت نہیں ہے،اس بنیاد پر نکاح موقت حنفیہ کے یہاں بھی نکاح متعہ ہی شمار ہوگا ،اس اعتبار سے ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ نکاح موقت اور نکاح متعہ ایک ہی چیز ہے ۔اس لیے ائمہ اربعہ کے یہاں نکاح موقت کا حکم یہ ہے کہ یہ ائمہ اربعہ کے نزدیک باطل ہے،جیسا کہ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے :

''اتفق المالکیۃ،والشافعیۃ،والحنابلۃ علی أنہ لا فرق بین الاثنین فالنکاح الموقت ھو نکاح المتعۃ، والمشھور عند الحنفیۃ أن نکاح المتعۃیشترط فیہ أن یکون بلفظ المتعۃ کان یقول لھا :متعینی بنفسک،أو أتمتع بک، أو متعتک بنفسی، ولکن بعضھم حقق أن ذلک لم یثبت، وعلی ھذا یکون نکاح المتعۃ ھو نکاح الموقت، بلا فرق عند الجمیع'' (کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ۸۴٫۵،کتاب النکاح ،النکاح الموقت او النکاح المتعۃ)۔

نکاح موقت میں ائمہ حنفیہ کا قول:

متعین وقت اور معلوم مدت کے لیے کیا جانے والا نکاح نکاحِ مؤقت کہلاتا ہے، یعنی

نکاح موقت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ایسا عقدِ نکاح کرے جس میں بچے کی پیدائش اور اس کی تعلیم و تربیت وغیرہ جیسے مقاصدِ نکاح کے حصول کا ارادہ نہ کیا گیا ہو، بلکہ مدتِ معینہ مکمل ہونے پر عقد بھی ختم ہو جائے۔ تو اسے نکاح موقت کہتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے

''(وَلا) يصح نكاح (المُوَقَّتِ) وهو نكاح إلى مُدَّةٍ مُعَيَّنَةٍ طويلة أو قصيرة، وهو مختار شمس الأئمة، وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه إذا ذكر مُدَّةً لا يعيش مِثْلُهما إليها صح النكاح، وهذا مختار صاحب ''المختلف'' وقال زُفَر: يصح النكاح، ويَبْطُلُ التوقيت، لأن معنى النكاح إسقاط حرمة البُضْع، والإسقاط لايَبْطُل بالشروط الفاسدة، فصار كما لو تَزَوَّجها بشرط أنْ يُطَلِّقها بعد شهر.

ولنا أن نكاح المُوَقَّت في معنى نكاح المُتْعة، (فلا يصح، كما لا يَصِح نِكاح) المُتْعَةِ، إذ العبرة للمعاني، ألا ترى أنه إذا قال: جعلتُكَ وكيلاً بعد موتي، فإنه يكون وَصِيًّا، ولو قال: جعلتُك وَصِيًّا في حياتي يكون وكيلاً، وكذا الحَوَالة بشرط بقاء الدَّين على الأصيل كفالةٌ، والكفالةُ بشرط براءة الأصيل حَوَالةٌ. ويؤيد هذا ما رُوي عن عمر أنه قال:لا أرى برجل تَزَوَّج امرأةً إلى أَجَلٍ إلا رجمته''(شرح وقایہ جلد ۲کتاب النکاح حکم النکاح الموقت)۔

ائمہ حنفیہ کے نزدیک نکاح موقت کا حکم:

ائمہ حنفیہ میں سے امام ابو حنیفہؒ اور امام یوسفؒ کے نزدیک نکاح موقت درست نہیں ہے ،امام زفرؒ کے نزدیک نکاح موقت جائز ہے اور متعین وقت کی شرط فاسد ہےجس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اوپر ذکر کردہ عبارت سے واضح ہے کہ امام محمدؒ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں، جیسا کہ سغدی کی عبارت میں ہے:

''وَالسَّادِس إذا كَانَ إلى آجل فِي معنى الْمُتْعَة فَيفْسد فِي قَول أبي حنيفَة وَمُحَمّد وَفِي قَول زفر النِّكَاح جَائِز وَالشّرط فَاسد إذا وقّتا وقتا يدْرك وإن وقّتا وقتا لَا يدْرك فَالنِّكَاح جَائِز... فإذا لم يكن مَعَه وَطْء لَا يُوجب شَيْئا من هَذِه الاحكام الَّتِي ذَكرنَاهَا فِي النِّكَاح الصَّحِيح، فإن كَانَ مَعَه وَطْء فإنه وتوابعه خَمْسَة من الْحُقُوق...وَالثَّالِث حق الْفراش وَثُبُوت نسب الْوَلَد مِنْهُ''(النکاح الفاسد ۱،۲۶۷، دارالفرقان،عمان،اردن)۔

اور نیچےعنایہ کی نشان زد عبارت سے محسوس ہوتا ہے کہ امام محمدؒ امام زفرؒ کے ساتھ ہیں،کہ نکاح موقت درست ہے: ''(وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَصِحُّ النِّكَاحُ لِمَا بَيَّنَّا) أَنَّ النِّكَاحَ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ''۔

اس سلسلہ کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

''(وَلَوْ تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ) بِأَنْ قَالَ تَزَوَّجْتُك عَلَى أَنْ أُحِلَّك أَوْ قَالَتْ الْمَرْأَةُ ذَلِكَ (فَالنِّكَاحُ مَكْرُوهٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ { لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ } ") فَإِنَّ مَحْمَلَهُ اشْتِرَاطُ التَّحْلِيلِ فِي الْعَقْدِ كَمَا ذَكَرْنَا ، إذْ لَوْ أَضْمَرَ ذَلِكَ فِي قَلْبِهِ لَمْ يَسْتَحِقَّ اللَّعْنَ.

وَقِيلَ مَعْنَى قَوْلِهِ هُوَ مَحْمَلُهُ الْكَرَاهَةُ مَحْمَلُ الْحَدِيثِ لِإِفْسَادِهِ (فَإِنْ طَلَّقَهَا) يَعْنِي الَّذِي شَرَطَ التَّحْلِيلَ (بَعْدَمَا وَطِئَهَا حَلَّتْ لِلْأَوَّلِ لِوُجُودِ الدُّخُولِ فِي نِكَاحٍ صَحِيحٍ ، إذْ النِّكَاحُ لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُفْسِدُ النِّكَاحَ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْمُوَقَّتِ) كَأَنَّهُ قَالَ تَزَوَّجْتُك إلَى وَقْتِ كَذَا (وَلَا يُحِلُّهَا عَلَى الزَّوْجِ الْأَوَّلِ لِفَسَادِهِ) فَإِنَّ مِنْ شُرُوطِ التَّحْلِيلِ صِحَّةَ النِّكَاحِ كَمَا تَقَدَّمَ (وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَصِحُّ النِّكَاحُ لِمَا بَيَّنَّا) أَنَّ النِّكَاحَ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ (وَلَا يُحِلُّهَا عَلَى الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ اسْتَعْجَلَ مَا أَخَّرَهُ الشَّرْعُ) لِأَنَّ النِّكَاحَ عَقْدُ الْعُمُرِ فَيَقْتَضِي الْحِلَّ عَلَى الْأَوَّلِ بَعْدَ مَوْتِ الثَّانِي ، فَبِشَرْطِ التَّحْلِيلِ يَصِيرُ مُسْتَعْجِلًا لِلْحِلِّ (فَيُجَازَى بِمَنْعِ مَقْصُودِهِ كَمَا فِي قَتْلِ الْمُورَثِ) وَذُكِرَ فِي رَوْضَةِ الزَّنْدَوَسْتِيِّ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ قَالَ : النِّكَاحُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ جَائِزٌ حَتَّى إذَا لَمْ يُطَلِّقْهَا الثَّانِي بَعْدَ وَطْئِهِ إيَّاهَا يُجْبِرُهُ الْقَاضِي عَلَى ذَلِكَ ، وَتَحِلُّ لِلزَّوْجِ الْأَوَّلِ إذَا طَلَّقَهَا الثَّانِي بِرَأْيِهِ أَوْ بِأَمْرِ الْقَاضِي إيَّاهُ .

قَالَ الْإِمَامُ ظَهِيرُ الدِّينِ :هَذَا الْبَيَانُ لَمْ يُوجَدْ فِي غَيْرِهِ مِنْ الْكُتُبِ''(کتاب الطلاق،الصبی المراهق فی التحلیل، العنایہ شرح الہدایہ۵،۴۳۴)۔

نکاح مسیار اور مؤقت کے احکام

مولانا مظاہر حسین عماد عاقب القاسمی•

سوال نمبر ۱ کا جواب:

قدیم فقہاء کے نزدیک نکاح مسیار کا کوئی ذکر نہیں ملتا، بلکہ جدید فقہاء میں بھی پچیس سال قبل اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا، اور ہندوستانی فقہاء میں تو اب تک اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

نکاح مسیار کی شروعات سعودی عرب کے قصیم علاقے سے ہوئی، وہاں فہد غنیم نام کا ایک وسیط (درمیان میں پڑکر شادی کرانے والا جسے بہار وغیرہ میں اَگوا کہا جاتا ہے) تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ نکاح مسیار اسی کی ایجاد ہے، اس کے پاس ایسی عورتیں آئیں جن سے نکاح طبیعی کی ٹرین چھوٹ چکی تھی، یا وہ مطلقہ خواتین آئیں جو نکاح سابق سے ڈری ہوئی تھیں، (اور نکاح طبیعی نہیں کرنا چاہتی تھیں)۔

''لم یمض وقت طویل علی نشأة وظہور ہذا النوع من الزواج بہذہ الصورة منذ عدة سنوات، وقد ظہر لأول مرة فی منطقة القصیم بالمملکة العربیة السعودیة، ویبدو أن الذی ابتدع الفکرة وسیط زواجٍ یدعی فہد الغنیم وقد لجأ إلیہ لتزویج النسوة اللاتی فاتہن قطار الزواج أو المطلقات اللاتی أخفقن فی زواج سابق'' (ص ۷۸، زواج المسیار، دراسة فقہیة واجتماعیة نقدیة: عبد الملک بن یوسف بن محمد المطلق بحوالہ مجلۃا لاسرة عدد (۴۶) ۱۴۱۸ھ)۔

مگر نکاح مسیار کی طرح کے نکاح، پہلے سے سعودیہ میں رائج تھے، اور وہ مختلف ناموں سے مشہور تھے، جو نکاح پہلی بیوی کو بتائے بغیر کیا جائے اسے نکاح سرّی یا نکاح خفی کہا جاتا تھا۔

ایک نکاح کا نام زواج الملغا ہے، یہ نکاح تاجر حضرات کرتے تھے، کچھ تاجر جب اپنے شہر سے دور دوسرے شہر میں تجارت کے لئے جاتے تھے، تو وہاں کسی خاتون سے نکاح کرلیتے تھے، اور اس کو اپنے گھر نہیں لے جاتےتھے، بلکہ اس کو میکے میں ہی چھوڑ دیتے تھے اور جب تک اس شہر میں رہتے تھے، حسب موقع اور حسب ضرورت اس کے پاس چلے جاتے تھے۔

ایک نکاح کا نام زواج الخمیس ہے، اس میں مرد صرف جمعرات کو خاتون کے پاس آتا ہے، اور بقیہ دن پہلی بیوی کے پاس رہتا ہے (مستفاد: زواج المسیار دراسة فقہیہ نقدیہ)۔

• استاذ حدیث وفقہ جامعہ اسلامیہ شانتا پرم، کیرالا۔

سوال نمبر ۲ کا جواب:

نکاح مسیار کی صورتیں:

۱۔ پہلی صورت: نکاح راز دارانہ طریقہ سے ہوتا ہے اور گواہوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس کا اعلان نہ کریں اور اسے مشہور نہ کریں۔

۲۔ نکاح بلا مہر ہوتا ہے: ‘‘صور نکاح المسیار ومذاہب الفقہاء فی ذلک مقالۃ الدکتور علی أبو البصل۔ الشبکۃ الألوکۃ۔

نکاح مسیار کی صورتیں:

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ نفقہ اور سکنی کی ذمہ داری عورت کی ہوتی ہے، اور شوہر پر ان میں سے کسی چیز کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مرد عورت کے تمام حقوق کا ذمہ دار ہوتا ہے، صرف عورت اپنے گھر میں رہتی ہے اور یہی صورت زیادہ رائج ہے (مستفاد از مقالہ طریقۃ عقد زواج المسیار، یہ مقالہ زیادہ نامی ایک سائٹ پر موجود ہے)۔

نکاح مسیار کے اسباب:

نکاح مسیار کے اسباب تین قسم کے ہیں:

۱۔ عورتوں سے متعلق اسباب۔

۲۔ مردوں سے متعلق اسباب۔

۳۔ سماج سے متعلق اسباب۔

عورتوں سے متعلق اسباب:

عورتوں سے متعلق بعض اسباب یہ ہیں:

۱۔ عورتوں کی شادی میں تاخیر:

عورتوں کی شادی میں تاخیر، نکاح مسیار کی ایک بڑی وجہ ہے، جب کسی خاتون کی وقت پر شادی نہیں ہوتی اور وہ معاشی طور پر خود کفیل ہوتی ہے، تو اپنے نفس کو برائیوں سے بچانے کی خاطر مسیار پر راضی ہوجاتی ہے۔

۲۔ طلاق اور بیوگی:

طلاق اور بیوگی نکاح مسیار کا ایک بڑا سبب ہے خود کفیل مطلقہ اور بیوہ خواتین اپنی جائز نفسانی خواہشات کو جائز طریقے سے پورا کرنے کی غرض سے نکاح مسیار پر راضی ہوجاتی ہیں۔

۳۔ تعدد ازدواج کی ناپسندیدگی:

اکثر عورتیں تعدد ازواج کو پسند نہیں کرتیں، یعنی اکثر عورتیں یہ پسند نہیں کرتیں کہ ان کے شوہر، دوسری ، تیسری یا چوتھی شادی کریں، اس لئے مرد اپنی بیویوں کو بتائے بغیر خاموشی کے ساتھ چھپ کر شادی کرتے ہیں، اور اسی خاموش یا خفیہ شادی کو

نکاح مسیار کہا جاتا ہے۔

۴۔ والدین کی خدمت یا بچوں کی تربیت کے پیش نظر خواتین کے اپنے گھر میں قیام کی ضرورت:

بعض خواتین کے والدین یا والدین کے والدین بوڑھے کمزور اور بیمار ہوتےہیں اور وہ کسی خدمت گار کے محتاج ہوتے ہیں، اگر وہ نکاح طبیعی کرکے شوہر کے گھر چلی جائیں تو بیمار وکمزور والدین کا کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہوگا، اس لئے ایسی خواتین نفقہ اور سکنی کے حق سے دست بردار ہوجاتی ہیں، اور نکاح مسیار کرکے اپنی جائز نفسانی خواہشات کو جائز طریقے سے پورا کرتی ہیں۔

اسی طرح بعض مطلقہ عورتیں یا بیوہ عورتیں صاحب اولاد ہوتی ہیں، اگر وہ نکاح طبیعی کرلیں تو وہ اپنے بچوں کو زیادہ وقت نہیں دے سکتیں، اگر وہ بچوں کے ساتھ دوسرے شوہر کے گھر جاتی ہیں تو کئی طرح کے سماجی اور معاشی مسائل پیدا ہونگے، دوسرا شوہر ان بچوں کی تربیت کا نہ شرعی طور سے ذمہ دار ہے اور نہ کسی ملکی قانونی طور سے۔

دوسرے شوہر کے گھر اور خاندان میں ہمیشہ ان بچوں کو بن بلائے مہمان کی طرح سمجھا جائے گا، اور ہمیشہ انہیں نیچی نظروں سے دیکھا جائے گا اور انہیں بوجھ سمجھا جائے گا۔

اس لئے بعض مطلقہ اور بیوہ خواتین اپنے نفس کے حقوق اور اپنے بچوں کی اعلی تعلیم وتربیت کے درمیان توازن قائم کرنے کے لئے زواج مسیار کرتی ہیں۔

مردوں سے متعلق اسباب:

۱۔ خواہش تلذذ:

بعض مرد جنسی طور پر نئے مزہ کی تلاش میں رہتے ہیں، اور وہ اپنی بیوی سے آسودہ نہیں ہوپاتے، اس لئے جب ان کو کوئی ایسی خاتون مل جاتی ہے جو خوبصورت ہو، جوان ہو اور وہ اپنے میکے میں قیام پر راضی ہو تو وہ نکاح مسیار پر راضی ہوجاتے ہیں۔

۲۔ مزید بوجھ نہ اٹھانے کی رغبت:

جس طرح ہندوستان میں لڑکیوں کی شادی میں والدین پریشان ہوتے ہیں، اور ان کو دامادوں کے اور دامادوں کے رشتہ داروں کے بہت سارے جائز وناجائز نخرے برداشت کرنے پڑتے ہیں، لاکھوں روپے کے زیورات، اور لاکھوں کے فرنیچر دینے پڑتے ہیں، باراتیوں کو من پسند لذید کھانا کھلانا پڑتا ہے۔

اس کے ٹھیک الٹ عرب ممالک میں لڑکے کو اور لڑکے والدین کو لڑکی کے والدین کے تمام جائز وناجائز مطالبات پورے کرنے پڑتے ہیں، چونکہ نکاح مسیار میں خاتون اپنے بعض شرعی حقوق سے بھی دست بردار ہوجاتی ہے، اس لئے معاشی طور

سے کمزور لوگ یا وہ لوگ جو نکاح کی فضول خرچیوں میں خرچ کرنا پسند نہیں کرتے وہ نکاح مسیار کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔

عام طور سے نکاح مسیار میں خاتون اپنے شوہر کی دوسری، تیسری یا چوتھی بیوی ہوتی ہے۔

۳۔ کام کی وجہ سے عدم استقرار:

بعض مرد کام اور تعلیم کی وجہ سے صرف اپنے وطن میں نہیں رہتے، اور وہ دوسرے شہروں یا دوسرے ملکوں میں رہتے ہیں اور وہ جہاں رہتے ہیں یا تجارت وغیرہ کی وجہ سے جن جن شہروں اور ملکوں کا دورہ کرتے ہیں وہاں اپنی اہلیہ کو کسی وجہ سے نہیں لے جاسکتے، تو ایسے لوگ جہاں کام کرتے ہیں یا پڑھتے ہیں وہاں نکاح مسیار کرلیتے ہیں۔

سماج سے متعلق اسباب:

۱۔ مہر کی زیادتی، اور شادی کے اخراجات میں بے جا اضافہ:

نکاح طبیعی، یعنی عام نکاح میں مہر بہت زیادہ رکھا جاتا ہے، نکاح سے قبل اور نکاح کے بعد کئی رسمیں نبھانی پڑتی ہیں جن میں کافی روپے خرچ ہوتے ہیں، چونکہ نکاح مسیار خاموشی سے ہوتا ہے، اس لئے اس نکاح میں مہر زیادہ نہیں ہوگا اور کوئی رسم نہیں نبھائی جاتی۔

تمام فضول رسموں کو ختم کرکے اور مہر کی زیادتی کا ازالہ کرکے نکاح مسیار پر لگام لگائی جاسکتی ہے۔

۲۔ تعدد ازدواج کو برا سمجھنا:

سماج کی نظروں میں دوسری، تیسری، یا چوتھی شادی کرنے والے کو حقیر اور برا سمجھا جاتا ہے، اور اسے گندی نظروں سے دیکھا جاتا ہے، اور ایک سے زائد نکاح کرنے والے کو عیاش اور نفس پرست کہا جاتا ہے، اسے ایک محسن اور محافظ عصمت کے طور پر نہیں دیکھا جاتا، اس لئے بہت سارے مرد نکاح مسیار کی پناہ لینے پر مجبور ہوتے ہیں، اگر تعدد ازدواج کی شرعی حقیقت او راس کے فوائد مسلم سماج کی سمجھ میں آجائیں تو بھی نکاح مسیار کو پھیلنے سے روکا جاسکتا ہے۔

زواج مسیار پر ماجسٹر کا مقالہ لکھنے والے اور مملکت عربیہ سعودیہ میں زواج عرفی پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھنے والے عبد الملک بن یوسف المطلق نے زواج مسیار کے مندرجہ ذیل اسباب بیان کئے ہیں:

أسباب تتعلق بالنساء ومنہا:

۱۔ عنوسۃ المرأۃ أو طلاقہا أو ترملہا۔

۲۔ رفض کثیر من النساء لفکرۃ التعدد۔

۳۔ حاجۃ بعض النساء إلی المکث فی بیت أہلہا لرعایۃ أبویہا ۔
ثانیا: أسباب تتعلق بالرجال:
۱۔ رغبۃ بعض الرجال فی المتعۃ۔
۲۔ عدم رغبۃ بعض الرجال فی تحمل المزید من الأعباء۔
۳۔ عدم استقرار الرجل بسبب العمل۔
ثالثاً: أسباب تتعلق بالمجتمع:
۱۔ غلاء المہور وارتفاع تکالیف الزواج۔
۲۔ نظرۃ المجتمع بشئی من الازدراء للرجل الذی یرغب فی التعدد (زواج المسیار: دراسۃ فقہیہ واجتماعیۃ نقدیۃ: عبد الملک بن یوسف بن محمد المطلق،۸۴۔۸۵)۔

سوال نمبر ۳ کا جواب:

اولیاء کو حق اعتراض:

اگر خواتین اپنے نکاح مسیار کو خفیہ رکھتی ہیں اور اولیاء کی اجازت کے بغیر نکاح مسیار کرتی ہیں اور اس نکاح سے اولیاء اپنے لئے ہتک محسوس کرتے ہیں، یا خواتین غیر کفو میں نکاح مسیار کرتی ہیں تواولیاء کو عام نکاح کی طرح نکاح مسیار میں بھی اعتراض کا حق حاصل ہوگا۔

مگر احناف کے مسلک کی رو سے اس حق اعتراض کا کوئی خاطر، خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا، بلکہ اس سے خاندان کی مزید رسوائی ہوگی۔

اس لئے کہ احناف کے نزدیک بالغہ خاتون اپنا نکاح کرنے میں خود مختار ہے اور نکاح منعقد ہونے کے لئے ولی کی اجازت شرط یا رکن نہیں ہے، احناف کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

البتہ مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، اس لئے ان کے نزدیک اعتراض کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

سعودی عرب وغیرہ عرب ممالک کے جن علماء نے نکاح مسیار کو جائز کہا ہے، انہوں نے عام نکاح کی طرح نکاح مسیار میں بھی ولی کی اجازت کی شرط رکھی ہے۔

سوال نمبر ۴ کا جواب:

کیا زواج مسیار سے مقاصد نکاح پورے ہوتے ہیں؟

زواج مسیار ہو یا زواج طبیعی، اگر زوجین کے درمیان ہم آہنگی، صبر اور قربانی کا جذبہ ہو تو مقاصد نکاح پورے ہوسکتے ہیں اور اگر زوجین کے درمیان ہم آہنگی، صبر اور قربانی کا جذبہ نہ ہو تو نکاح طبیعی سے بھی مقاصد نکاح پورے نہیں ہوسکتے، زواج مسیار اور نکاح طبیعی میں فرق صرف اتنا ہے کہ نکاح طبیعی کے متعلق سب کو خبر ہوتی ہے اورنکاح مسیار کی خبر صرف چند لوگوں کو ہوتی ہے، نکاح طبیعی میں عام

طور سے بیوی شوہر کے گھر رہتی ہے، کیرل کے بعض علاقوں میں بیوی اپنے میکے میں ہی رہتی ہے، او رنکاح مسیار میں بیوی شوہر کے گھر نہیں جاتی۔

بہت ساری خواتین نے نکاح طبیعی کرکے بھی شوہر کو اور اس کے خاندان والوں کو پریشان کرکے رکھ دیا ہے، اور بہت ساری خواتین ہیں جنہوں نے سسرال والو نکے ظلم سے تنگ آکر میکے میں پناہ لے رکھی ہے، اور ان کو شوہر کی طرف سے پیار بھری نرم گفتگو، اور جنسی آسودگی کے علاوہ کچھ نہیں چاہئے، بلکہ بعض خواتین تو صرف پیار بھری نرم گفتگو کی طالب ہوتی ہیں۔

ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے میرا خیال یہ ہے کہ زواج مسیار کی وہ صورتیں جن میں نکاح کے تمام ضروری ارکان پورے کئے گئے ہوں، خواتین صرف اپنے حقوق نفقہ اور سکنی سے دست بردار ہوجاتی ہوں، اور شوہر سے عام بیویوں کی طرح محبت کا سلوک کرتی ہوں، بچے پیدا نہ کرنے کی شرط نہ لگاتی ہو، تو ان صورتوں میں تمام مقاصد نکاح پورے ہورہے ہیں، اور یہ زواج مسیار عام زواج کی طرح ہوگا۔

لیکن اگر اس نکاح سے مودت ومحبت اور سکون قلب نہیں مل رہا ہے، یا عدم انجاب کی شرط لگادی گئی ہے تو یہ زواج مسیار مکروہ ہوگا۔

سوال نمبر ۵ کا جواب:

الف:نکاح مسیار کے متعلق علماء ہند کی آراء:

نکاح مسیار کے متعلق علماء ہند کی کوئی رائے سامنے نہیں آسکی ہے، اگر کسی نے کچھ لکھا بھی ہوگا تو وہ اس حقیر تک نہیں پہنچا ہے۔

البتہ دار العلوم دیوبند کا ایک فتوی مع استفتاء باصرہ نواز ہوا ہے جس کے مشمولات زواج مسیار کے متعلقات سے ملتے جلتے ہیں۔

ذیل میں فتوی نقل کیا جاتا ہے:

Fatwa-399-615d=7/1438

''صورت مسئولہ میں وقتی نکاح کا جو طریقہ مذکور ہے وہ غیر شرعی ہے، اسلام میں رشتہ نکاح عارضی اور وقتی نہیں ہوتا ہے، بلکہ یہ ایک محترم اور دائمی رشتہ ہوتا ہے، جس کا ایک بڑا مقصد توالد وتناسل ہے۔ صورت مسئولہ میں اگرچہ نکاح کے وقت، وقت کی تحدید کا صراحتاً ذکر نہ ہو، لیکن چونکہ عرف اور رواج کی وجہ سے فریقین کے علم میں پہلے سے یہ بات ہوتی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد طلاق ہوجائے گی، اس لئے نتیجتاً یہ نکاح موقت ہی کی ایک شکل ہے۔ شریعت میں اس طرح کانکاح کرنا حد درجہ مذموم ہے، تاہم اگر کسی نے پھر بھی دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلیا تو عورت حلال رہے گی، واللہ تعالی اعلم۔ دار الافتاء دار العلوم دیوبند (دار العلوم دیوبند کی ویب سائٹ سے ماخوذ) ''۔

جامعہ بنوریہ کراچی کا فتوی:

‘‘نکاح مسیار جو زواج مسیار کے نام سے معروف ہے اس کی صور ت یہ ہے کہ:

مرد حالت سفر یا ملازمت کے لئے کسی دوسرے ملک میں جائے اور اسے وہاں اپنی طبعی خواہش پوری کرنے کی حاجت ہو تو طلاق کی نیت سے نکاح کرلے، یعنی دل میں یہ سوچے کہ جب میں دو سال بعد واپس جاؤنگا تو طلاق دے دونگا۔

نکاح کا بار مرد پر کم سے کم ڈالنے کی خاطر عورت نان ونفقہ اور ساتھ رہنے کے حق وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے، لہذا بیوی اپنے میکے میں رہتی ہے اور مرد کو جب موقع ملتا ہے، وہ بیوی سے اس کے میکے آکر یا کچھ وقت کے لئے ساتھ کسی دوسری جگہ لے جاکر طبعی تقاضا پورا کرتا ہے۔ اسے ‘‘نکاح مسیار ’’ اور عربی زبان میں زواج مسیار کہتے ہیں، اس عمل کو جواز کا جامہ پہنانے کے لئے ظاہری طور پر نکاح کی شرائط وارکان، یعنی ایجاب وقبول گواہ اور مہر وغیرہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

نکاح مسیار کا حکم:

نکاح مسیار کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ نکاح مسیار کو اگرچہ نکاح یا زواج کا نام دیا جائے، لیکن اس عمل کا مقصد نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد ایک متعین وقت اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے جو نکاح کے شرعی مقاصد کے خلاف ہے۔

علامہ سرخسیؒ نکاح کے چند مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس عقد کے ساتھ بے شمار دینی اور دنیوی مصلحتیں متعلق ہوتی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: عورتوں کی حفاظت ونگرانی، ان کا نان ونفقہ، زنا سے بچنا، اللہ تعالی کے بندوں سے اور رسول اللہ ﷺ کی امتوں کی کثرت (بروز قیامت) رسول اللہ ﷺ کے فخر کا متحقق ہونا، جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ:

‘‘نکاح کرو، اور نسل بڑھاؤ، تمہاری کثرت ہوگی، سو میں قیامت کے دن تمہارے سبب فخر کرونگا ’’۔

نکاح کا سبب اس بقا کا تعلق ہے جو اپنے وقت مقررہ تک کے لئے مقدر ہے اور یہ بقاء تناسل سے ہی ممکن ہے۔

اور اوپر کی سطور میں قرآن وحدیث کی رو سے واضح ہوچکا ہے کہ جس نکاح میں شہوت رانی مقصود ہو وہ شرعی نکاح کے مقصد کے خلاف ہے۔

۲۔ اس عمل کے ذریعہ شریعت مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کےلئے وضع کردہ کئی احکام کی خلاف ورزی اور بہت سے احکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجہ میں بیوی نان ونفقہ سے محروم رہتی ہے، جب کہ نکاح کے عقد کی وجہ

سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، علامہ ابن نجیمؒ نے ‘‘بدائع الصنائع ’’ کے حوالہ سے نکاح کے احکام تفصیلی ذکر کئے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں : ‘‘بدائع میں نکاح کے احکام علاحدہ فصل میں ذکر کئے ہیں:

‘‘فرماتے ہیں کہ نکاح کے احکام میں سے مہر کا واجب ہونا، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہونا، حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اجراء، اور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا (جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہوں ’’۔

اس فتوی پر میرا تبصرہ:

یہ فتوی ‘‘نکاح مسیار ’’ کے متعلق مکمل جانکاری نہ ہونے پر مبنی ہے۔

اس فتوی میں ‘‘نکاح مسیار’’ کے حرام ہونے کی جو پہلی وجہ بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے:

نکاح مسیار کو اگرچہ نکاح یا زواج کا نام دیا جائے، لیکن اس عمل کا مقصد نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد ایک متعین وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہے جو نکاح کے شرعی مقاصد کے خلاف ہے۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا ‘‘نکاح کے عظیم مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد جنسی خواہش کی تکمیل نہیں ہے؟ اگر کوئی جنسی خواہش کی تکمیل کے مقصد سے نکاح عام کرے تو اس کا نکاح نہیں ہوگا؟

کیا جنسی خواہش کی تکمیل پر عدم قدرت، یعنی نامردگی اسباب فسخ نکاح میں سے نہیں ہے، اگر کوئی خاتون یہ شکایت کرے کہ میرا شوہر نامرد ہے اور وہ میری جنسی تقاضوں کی تکمیل نہیں کرتا ہے ، تو کیا اس کے جواب میں قاضی یہ کہے گا کہ ‘‘نہیں بیٹا جنسی خواہش کی تکمیل ضروری نہیں ہے، پیار ومحبت سے رہو، جنسی خواہش کی تکمیل ہوجائے تو اچھا ہے ورنہ کوئی بات نہیں ہے’’۔

پھر اسی فتوی میں نکاح کے مقاصد میں سے کئی مقاصد بیان کئے گئے ہیں اور ان میں ‘‘عورتوں کی حفاظت ونگرانی اور زنا سے بچنا ’’بھی بیان کیا گیا ہے۔

اگر نکاح مسیار پر غور کیا جائے تو نکاح مسیار میں بھی عورتوں کی حفاظت ہوتی ہے، زنا سے بچنا ہوتا ہے، اور اگر زوجین موانع حمل ذرائع استعمال نہ کرتے ہوں تو فرمانِ رسول ‘‘نکاح کرو، اور نسل بڑھاؤ ’’ والی حدیث پر بھی عمل ہورہا ہے۔

نکاح مسیار کے حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں شریعت مطہرہ کے کئی احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اور بہت سے احکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجے میں بیوی نان ونفقہ سے محروم رہتی ہے اس پر میرا اعتراض یہ ہے کہ ‘‘کیا بیوی نان ونفقہ معاف کردے یا دست بردار ہوجائے تو بھی نان ونفقہ دینا واجب رہتا ہے ’’۔

موجودہ زمانہ میں خواتین بھی کام کرتی ہیں میاں بیوی دونو نمل کر اپنا اور اپنے بچوں کا خرچ اٹھاتے ہیں لڑکیاں تعلیم میں آگے ہیں، ہر سال کے رزلٹ میں لڑکیوں کے پاس ہونے کی شرح اور اعلی نمبرات لانے کی شرح لڑکوں سے زیادہ رہتی ہے، با حجاب اور بانقاب لڑکیاں بھی ہر میدان میں کام کررہی ہیں، دنیا بھر کی تمام حکومتیں خواتین کے لئے نشستیں محفوظ کرچکی ہیں یا کررہی ہیں، اب عملاً یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ بعض خاندانوں میں مردوں کے پاس کوئی کام نہیں ہے اور خواتین ٹیچر ہیں، پروفیسر ہیں، آفیسر ہیں وکیل ہیں، جج ہیں، ممبر اسمبلی ہیں، ممبر پارلیامنٹ ہیں اور وزیر ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مثلاً ایک لڑکا اور ایک لڑکی کا نکاح طبیعی ہوا، لڑکا بے روزگار ہے، اور لڑکی باروزگار، لڑکی شوہر کے حالات کو دیکھتے ہوئے شوہر سے کوئی مطالبہ نہیں کرتی، بلکہ وہ اپنی تنخواہ سے اپنی ذات پر بھی خرچ کرتی ہے، اور اپنے بچوں پر بھی، اور اپنے شوہر نامدار پر۔

تو کیا اس نکاح کو بھی اس لئے حرام کہہ دیا جائے گا کہ اس نکاح میں مقصد نکاح ''بیوی کو نان ونفقہ دینا '' پورا نہیں ہورہا ہے۔

میرے خیال سے صحح بات یہ ہے کہ نکاح کا جو بھی نام ہو اگر اس نکاح میں ارکان نکاح پورے ہورہے ہیں تو وہ نکاح صحیح ہے اور اگر زوجین بغیر کسی عذر کے مقاصد نکاح میں رکاوٹیں پیدا کررہے ہیں تو یہ نکاح مکروہ ہے، خواہ وہ نکاح مسیار ہو یا نکاح عرفی اور نکاح طبیعی۔

۵۔ب: ممتاز علماء عرب کی آراء:

نکاح مسیار کے متعلق عرب علماء کے پانچ اقوال ہیں:

۱۔ نکاح مسیار کراہت کے ساتھ جائز ہے:

یہ رائے مشہور اخوانی عالم ڈاکٹر یوسف القرضاوی، شام کے مشہور فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، امام حرم شیخ سعود، ڈاکٹر احمد کردی، ڈاکٹر احمد موسی السہلی کی ہے اور اسی رائے کو رابطۂ عالم اسلامی کی فقہ اکیڈمی نے اختیار کیا ہے۔

جائز ہونے کی وجہ ہے یہ ہے کہ حقوق سے دست بردار ہونے کا ثبوت احادیث سے ثابت ہے اور نکاح کے تمام ارکان وشرائط نکاح مسیار میں پورے ہورہے ہیں اور مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نکاح مسیار میں نکاح کے مقاصد (سکنی، نان ونفقہ، مودت ورحمت اور بچوں کی پیدائش) پورے نہیں ہورہے ہیں)۔

میرے نزدیک یہی رائے زیادہ مناسب ہے، اس رائے میں اعتدال ہے۔

۲۔ نکاح مسیار بغیر کراہت کے ساتھ جائز ہے:

یہ رائے علامہ عبد العزیز بن بازؒ اور عبد العزیز بن عبد اللہ آل الشیخ، شیخ عبد اللہ الجبرین اور شیخ عبد اللہ بن المنیع کی ہے۔

۳۔ عقد نکاح کے صحیح ہونے کے باوجود نکاح مسیار حرام ہے:
یہ قول مشہور عالم حدیث شیخ محمد ناصر الدین البانی اور ڈاکٹر عمر الاشقر کا ہے۔
۴۔ نکاح مسیار بھی حرام ہے اور عقد نکاحِ مسیار بھی باطل ہے:
اس قول کے قائل ڈاکٹر عجیل النشمی الکویتی اور عبد اللہ الجبوری وغیرہ ہیں۔
۵۔ پانچواں قول توقف کا ہے، عرب علماء میں سے شیخ محمد صالح العثیمن اور ڈاکٹر عمر سعید نے اسی پر عمل کیا ہے (المستفاد من الکتب والابحاث)۔
میری رائے:
مختار قول یہ ہے کہ زواج مسیار جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت شدیدہ زواج مسیار نہ کیا جائے۔
میں نے جائز اس لئے کہا کہ:
۱۔ زواج مسیار ایسا زواج ہے جس میں تمام ارکان وشرائط پورے ہورہے ہیں۔
۲۔ عورت کو حق ہے کہ وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہوجائے اور بلاضرورت شدیدہ زواج مسیار کے اولی اور بہتر نہ ہونے، بلکہ مکروہ ہونے کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:
۱۔ اس لئے کہ زواج مسیار میں عورت کو شوہری مکان کی طرح قرار نہیں ہے۔
۲۔ نکاح مسیار میں کبھی کبھی شوہر بہت دنوں تک غائب رہتا ہے۔
۳۔ نکاح مسیار میں عام نکاح کے مقابلے میں مرد کی قوامیت بہت کمزور ہے۔

سوال نمبر ۶ کا جواب:

زواج مسیار میں پیدا ہونے والے بچے ان تمام حقوق کے حقدار ہونگے جن حقوق کے حقدار عام نکاح کے نتیجہ میں پیدا ہونے ولے بچے ہوتے ہیں۔
ان بچوں کی سماجی حیثیت بھی وہی ہوگی جو عام نکاح سے پیدا ہونے ولے بچوں کی ہوتی ہے، کفالت، وراثت اور ولایت کے تمام قوانین زواج مسیار سے پیدا ہونے والے بچوں پر بھی لاگو ہونگے۔
بیوی کو اپنے حقوق سے دست بردار ہونے کا حق ہے، مگر اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کے حقوق سے دست بردار ہوجائے، اور نہ اس کے دست بردار ہونے سے بچوں کا حق ختم ہوجائےگا۔
زواج مسیار میں عدم انجاب (بچے پیدا نہ کرنا) کی شرط لگانا شرط فاسد ہے یا شرط باطل ہے، اور نہ بچے پیدا کرنا زوجین کے اختیار میں ہے، اگر خدا کی مرضی ہوگی تو منع حمل کی تمام تدبیروں کے باوجود بچے پیدا ہوسکتے ہیں۔
زواج مسیار کے فائدے:
۱۔ زواج مسیار سے کئی غریب نوجوان کنواری لڑکیوں، کئی بڑی عمر کی کنواری عورتوں، کئی طلاق یافتہ خواتین اور کئی بیواؤں کو سال میں مہینے میں یا ہفتے میں چند

دن شوہر کی محبت ملتی ہے، ان کے جنسی تقاضے پورے ہوتے ہیں، ان کو روحانی اور جسمانی سکون حاصل ہوتا ہے، دل ودماغ تروتازہ ہوتا ہے، جنسی تقاضوں کی تکمیل سے کئی طرح کی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔

اکثر زواج مسیار میں خواتین صرف شوہر کے گھر جانے کے حق سے دست بردار ہوتی ہیں، شادی ہونے کے بعد اگر زوجین کے درمیان محبت ہوجائے تو شوہر وہ تمام حقوق ادا کرتا ہے جو ایک شوہر پر واجب ہوتا ہے، بلکہ بعض مرتبہ حق سے زیادہ کرتا ہے، اور وہ اس طرح ایک غریب مسکین خاندان کا کفیل بن جاتا ہے اور اگر بیوی مالدار ہو اور شوہر عالم وفاضل ہو، دانشور ہو یا بہادر ہو تو وہ اس کے خاندان کے لئے قابل فخر یا دست وبازو بن جاتاہے۔

نکاح مسیار کے نقصانات:

اگر نکاح کرنے والے کے اندر، خلوص، وفاداری اور احساس ذمہ داری نہ ہو تو نکاح مسیار کے کئی نقصانات ہیں:

۱۔ عورت کو صرف تسلی کا سامان سمجھاجاتا ہے، چند مہینوں یا چند سالوں کے بعد طلاق دے دیا جاتا ہے، پھر عورت کسی اور سے شادی کرتی ہے، اس طرح وہ زندگی بھر یکے بعد دیگرے کئی مردوں کا کھلونا بنتی ہے۔

۲۔ چونکہ خاوند ہمیشہ موجود نہیں رہتا، اس لئے اسے شوہر سے مکمل مودت ومحبت نہیں ملتی، زندگی کے تمام مسائل سے اسے اکیلے لڑنا پڑتا ہے، چند کلیوں پر قناعت، اور چند راتوں کاو صال ہی اس کا مقدر ہوتی ہے، بقیہ زندگی میں کانٹے ہی کانٹے ہوتے ہیں اور فراق کی ہوش ر با راتیں۔

۳۔ نکاح مسیار سے سب سے زیادہ نقصان نکاح مسیار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں کا ہوتا ہے، ان کو باپ کا پیار نہیں ملتا اور ان کی مکمل اور صحیح تربیت نہیں ہوپاتی۔

مگر یہ سب نقصانات موجودہ دور میں عام نکاح میں بھی دیکھنے کو ملتے ہیں، اور یہ نقصانات خلوص، وفاداری اور احساس ذمہ داری کی کمی کا نتیجہ ہیں۔

سوال نمبر ۷ کا جواب:

دولت ایمان کے بعد عفت وپاکدامنی کی دولت ہی سب سے بڑی دولت ہے، اس لئے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ عفت وپاکدامنی کے تمام ذرائع کا استعمال کرے۔

صورت مسئولہ پر نکاح موقت کا اطلاق نہیں ہوگا، بلکہ یہ نکاح بنیۃ الطلاق ہے، اور نکاح بنیۃ الطلاق حنفیہ، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک صحیح ہے، اور حنابلہ کا ایک قول بھی یہی ہے، اس لئے کہ یہ عقد نکاح کسی ایسی شرط سے خالی ہے جو نکاح کو فاسد کردے، اور طلاق کی نیت سے عقد نکاح فاسد نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ نیت کررہا ہے اس

چیز کی جو وہ نہیں کررہا ہے، اور وہ چیز کررہا ہے جس کی وہ نیت نہیں کررہا ہے، اور اس لئے کہ توقیت لفظ سے ہوتی ہے۔

او رحنابلہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ نکاح باطل ہے، اور یہی مذہب امام اوزاعیؒ کا ہے، اس لئے کہ یہ نکاح متعہ کی ایک صورت ہے او رنکاح متعہ بالاتفاق باطل ہے (النکاح بنیۃ الطلاق،۳۴۳، الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ جلد ۴۱)۔

میری رائے:

مسلمانوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ تعلیم اور کام کے لئے ایسے علاقوں اور ملکوں کا انتخاب کریں جہاں کا ماحول خراب نہ ہو، جہاں ایمان عفت وپاکدامنی اور جان ومال کی حفاظت کرنا آسان ہو۔

اور اگر کوئی اچھا بدل نہ ہو، تو گندے ماحول میں عصمت وعفت وپاکدامنی کی حفاظت کی خاطر بالترتیب تین کام کئے جائیں:

۱۔ نفس پر کنٹرول کریں، اپنی خلوت وجلوت کو ایمانی کاموں سے پرنور بنائیں، کثرت سے روزے رکھیں۔

۲۔ اپنے علاقہ کی ہم کفو خاتون سے نکاح کرلیں، اور اسے اپنے ساتھ رکھیں۔

۳۔ اور اگر اپنے علاقہ کی ہم کفو خاتون سے نکاح کرکے اسے اپنے ساتھ رکھنا ممکن نہیں ہو، اور نفس پر کنٹرول بھی مشکل ہو، برائی میں پڑجانے کا ڈر ہو تو بدرجہ مجبوری نکاح مسیار پر عمل کریں او راس نکاح مسیار کو بھی زندگی بھر نبھانے کا عزم کرتے رہیں، اور اس عزم پر عمل کرنے کے لئے حتی الامکان کوششیں کرتے رہیں اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ نکاح ایک پاکیزہ رشتہ ہے اور طلاق ابغض الحلال ہے۔

سوال نمبر ۸ کا جواب:

نکاح مؤقت وہ نکاح ہے جس میں وقت کی تحدید کردی جائے، مثلاً کہا جائے دس دن، ایک سال یا دس سال کے لئے نکاح کرتا ہوں تو یہ نکاح امام زفر کے علاوہ تمام حنفیہ، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک باطل ہے۔

نکاح مؤقت کی حقیقت:

‘‘النکاح المؤقت أو النکاح لأجل:

وہو أن یتزوج امرأۃ بشہادۃ شاہدین إلی عشرۃ أیام مثلاً، وہذا النکاح أیضا باطل عند الحنفیۃ (عدا زفر فإنہ قال بصحۃ العقد وبطلان الشرط) والمالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ؛ لأنہ فی معنی المتعۃ’’ (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ۲،۳۵)۔

نکاح مؤقت یا ایک مدت کا نکاح:

اور وہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے دو گواہوں کی گواہی میں دس دنوں کے لئے شادی کرے۔

اور یہ نکاح حنفیہ (امام زفر کے علاوہ، امام زفر کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی)، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک باطل ہے، اس لئے کہ یہ نکاح بھی نکاح متعہ کے معنی میں ہے۔

''وقال زفر لا تكون المتعة إلا بلفظها'' (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۴۰،۴۱)۔

امام زفر نے فرمایا کہ متعہ نہیں ہوگا، مگر اسی کے لفظ سے۔

''النكاح المؤقت بمدة عمره أو عمرها أو إلى مدة لا يعيشان إليها'' ۔

شوہر کی مدت عمر، یا بیوی کی مدت عمر یا اتنی مدت کا نکاح جتنی مدت وہ دونوں زندہ نہیں رہ سکتے۔

اگر کسی نے کہا کہ قیامت تک کے لئے نکاح کررہا ہوں، خروج دجال تک کے لئے کرہا ہوں، نزول عیسی تک کے لئے نکاح کررہا ہوں ایک ہزار سال کے لئے نکاح کررہا ہوں، تو یہ احناف اور حنابلہ کے نزدیک صحیح ہے، اور مالکیہ میں سے ابو الحسن اور شوافع میں سے بلقینی اور بعض متاخرین شوافع کا یہی مذہب ہے (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۴۰،۴۱)۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

مفتی محمد ابوبکر قاسمی•

دور حاضر کے حالات نے نکاح کی ایک نئی صورت کو وجود بخشا ہے جسے ‘‘نکاح مسیار ’’ کہا جاتا ہے، اس نکاح میں مرد کسی عورت سے نکاح شریعت کی جانب سے عائد کردہ تمام ارکان وشرائط کا لحاظ کرکے کرتا ہے، البتہ اس نکاح میں عورت اپنی مرضی سے اپنے بعض حقوق جیسے نفقہ، سکنی، شب گزاری سے شوہر کو مستثنی کردیتی ہے، اس نکاح کے وجود میں آنے کے متعدد اسباب ہیں، مثلاً پہلے شوہر سے اس کو بچے ہوتےہیں جن کو چھوڑ کر یا بچوں کو لے کر دوسرے شوہر کے پاس نہیں جاسکتی، اس لئے وہ نکاح ثانی دوسرے شوہر سے صرف پاکدامنی کے حصول اور زن وشو کے خصوصی تعلق مباشرت کی غرض سے کرتی ہے، اسی طرح بسااوقات اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کے لئے سسرال نہ جاکر صرف میکے میں رہ کر اپنے والدین کی دیکھ ریکھ کرنا پسند کرتی ہے، اسی طرح بعض عورتوں کے پہلے شوہر سے جب جدائیگی ہوجاتی ہے، یا پہلا شوہر وفات پاجاتا ہے اور وہ مطلقہ یا بیوہ ہوجاتی ہے یا کنواری ہونے کے باوجود اس کی شادی میں تاخیر ہوجانے کے سبب جب کوئی مناسب حسب منشا شوہر نہیں مل پاتا تو وہ دوسری بیوی رکھنے والے شوہر سے شادی کرکے زندگی گذارتی ہے اور اس دوسرے شوہر کو بہت سے حقوق سے مستثنیٰ کردیتی ہے، اور شوہر کے حالات کو دیکھتے ہوئے وہ خود اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے۔

اسی طرح بعض مردوں کی ضرورت ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی، اس لئے وہ عفت وپاکدامنی کے حصول کے لئے پہلی بیوی کو بتائے بغیر دوسری شادی کرلیتا ہے، اور دوسری بیوی بھی اپنے حقوق کی معافی کے ساتھ اس شوہر سے شادی کرلیتی ہے، اسی طرح شوہر دوسرے ملک کا سفر لمبی مدت کے لئے کرتا ہے، ایسی صورت میں جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے وہ شوہر دوسرے ملک میں وہاں کی کسی لڑکی سے شادی کرلیتا ہے، تو کیا شادی کی مذکورہ صورتیں شرعاً جائز ہیں اور کیا قدیم فقہاء نے اس نکاح کا ذکر کتب فقہ وفتاوی میں کیا ہے؟

تو یاد رہے کہ اسلامی شریعت میں محدود مدت کی صرشاحت کرکے نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، ایسے نکاح کو نکاح موقت کہا جاتا ہے، اسی طرح فقط لطف اندوزی

• مدرسہ اسلامیہ شکر پور، بھرواره، دربھنگہ (بہار)۔

کے لئے نکاح بھی شرعاً جائز نہیں ہے، یہ بھی نکاح مؤقت کے حکم میں ہے، جبکہ وقت کی تحدید ہو، ہاں اگر وقت کی تحدید نہ ہو اور بوقت عقد مطلق نکاح کیا گیا ہو، تو شرعاً ایسا نکاح درست ہے، اور ہمبستری کی صورت میں عورت کو پورا مہر دینا لازم ہے، جبکہ مہر مسمی ہو اور اگر مہر مسمی نہ ہو، تو مہر مثل دینا ہوگا، چنانچہ ''ہدایہ '' میں ہے: ''ومن سمی مہراً عشرة فما زاد فعلیہ المسمیإن دخل بہا أو مات عنہا، وإن تزوجہا ولم یسم لہا مہراً أو تزوجہا علی أن لا مہر لہا، فلہا مہر مثلہا إن دخل بہا أو مات عنہا'' (باب المہر،۳۴۶)۔

''الموسوعۃ الفقہیۃ '' کی اکتالیسویں جلد میں عقد نکاح کے خصائص کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ذہب الفقہاء إلی أن النکاح عقد مؤبد لا یقبل التأقیت، فلایصح توقیتہ سواءاً کان بلفظ المتعۃ أم بغیرہ من ألفاظ النکاح وسواء أکانت التأقیت بمدۃ طویلۃ أم قصیرۃ معلومۃ أو مجہولۃ'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۴۱،۲۹۱)۔

ہاں اگر دل میں بوقت نکاح محدود وقت تک کے لئے ہی نکاح کی نیت ہو اور زبان سے اس کا اظہار نہ کیا ہو تو شرعاً ایسا نکاح درست ہوگا یا نہیں تو جمہور فقہاء نے اس نکاح کو مفتی بہ قول کے مطابق درست قرار دیا ہے، البتہ بعض حنابلہ نے عدم جواز کی صراحت کی ہے، اور بعض شوافع نے اس نکاح کو مکروہ لکھا ہے، چنانچہ ''الموسوعۃ الفقہیۃ '' میں ہے:

''إنما إذا کانت التأقیت مضمراً فی نفس الزوج غیر مصرح بہ، فقد اختلف الفقہاء فیہ فذہب الجمہور إلی صحۃ النکاح، ونص علی ذلک الحنفیۃ والمالکیۃ علی الراجح والشافعیۃ غیر أنہم قالوا بکراہتہ، وہو رأی عند الحنابلۃ حکی بقیل، وقال الحنابلۃ: أنہ لا یصح، وہو الصحیح من المذہب عندہم، وہو قول بہرام من المالکیۃ'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۴۱،۲۱۹)۔

حضرت مولانا عبد الحئی فرنگی محلی نے ہدایہ جلد دوم کتاب النکاح میں نکاح متعہ پر بحث کرتے ہوئے حاشیۂ ہدایہ میں لکھا ہے:

''قال شیخنا زین العراقی فی شرح جامع الترمذی نکاح المتعۃ حرام إذا ذکر التوقیت فیہ، وإذا کان فیہ نیۃ الزوج أنہ لا یقیم معہا إلا سنۃ أو شہراً أو نحو ذلک، ولم یشترط ذلک، فإنہ نکاح صحیح'' (حاشیہ ہدایہ،۱۰ قبیل باب فی الاولیاء والاکفاء،۳۳۳)۔

شرح وقایہ جلد دوم میں ہے:

''(وحرم) نکاح المتعۃ والمؤقت صورۃا لمتعۃ أن یقول أتمتع بک کذا مدۃ بکذا من المال، وصورۃ الموقت أن یقول: تزوجتک بکذا إلی شہر أو عشرۃ أیام'' (ص: ۲۰)۔

یاد رہے کہ متعہ میں گواہ نہیں ہوتا ہے اور مؤقت میں گواہ کے ساتھ وقت کی تحدید ہوتی ہے، بعض فقہاء نے نکاح مؤقت کو نکاح متعہ کی ایک قسم قرار دیا ہے، علامہ ابن الہمام نے ''فتح القدیر '' میں تفصیلی بحث کی ہے، اور امام زفر کے قول کو راجح قرار دیا

ہے جو نکاح مؤقت کو جائز لکھتے ہیں اور توقیت وتحدید کی شرط کو لغو قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا عبد الحئی ؒ نے حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا ہے:

''ثم رجح فی الفتح قول زفر بجواز المؤقت بمعنی أنہ ینعقد مؤبداً، ویلغو التوقیت'' (ص: ۲۰، حاشیہ ۲)۔

مذکورہ تفصیل کا حاصل یہ ہےکہ عند الفقہاء بالاتفاق نکاح کی توقیت باطل ہے۔

چنانچہ ''الموسوعۃ الفقہیہ '' میں ہے: ''لا یجوز تأقیت النکاح بمدۃ'' (۲۴۴،۴)۔

طلاق کی نیت کرکے نکاح کرنے کو فقہاء حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے جائز لکھا ہے، '' سواء علمت المرأۃ، أو ولیہا بہذہ النیۃ أم لا، وذلک لخلو ہذا العقد عن شرط یفسدہ ولا تفسد بالنیۃ؛ لأنہ قد ینوی ما لا یفعل ویفعل ما لا ینوی، ولأن التوقیت إنما یکون باللفظ'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴۳،۴۱)۔

اور طلاق کی شرط لگاکر نکاح کرنے کو اکثر فقہاء نے ناجائز قرار دیا ہے، البتہ فقہاء احناف کے نزدیک ایسی شرط کے باوجود نکاح منعقد ہوگا اور شرط باطل ہوگی، چنانچہ ''الموسوعہ '' میں ہے:

''وذہب الحنفیۃ وہو قول عند کل من الشافعیۃ والحنابلۃ إلی أن النکاح بشرط الطلاق صحیح، فلو تزوجہا علی أن یطلقہا بعد شہر مثلاً جاز النکاح؛ لأن اشتراط القاطع یدل علی انعقاد النکاح مؤبداً، وبطل الشرط، کما لو شرط أن لا یتزوج علیہا أو أن لا یسافر بہا'' (الموسوعۃ ۳۴۴،۴۱)۔

عورت اگر کسی مرد سے تحلیل کی شرط کے ساتھ نکاح کرے تو نکاح جائز ہوگا، اور اگر نکاح ومجامعت کے بعد شوہر ثانی عورت کو طلاق نہ دے تو وہ قاضی کے یہاں درخواست دے کر جبراً اس سے طلاق لے سکتی ہے، چنانچہ علامہ شامی نے ''فتاوی بزازیہ '' کے حوالہ سے لکھا ہے:

''ونقل ابن عابدین عن البزازی: أنہ زوجت المطلقۃ نفسہا من الثانی بشرط أن یجامعہا ویطلقہا لتحل للأول، قال الإمام النکاح والشرط جائزان، حتی إذا أبی الثانی طلاقہا أجبرہ القاضی علی ذلک، وحلت للأول'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۴۶،۴۱-۳۴۷)۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ نکاح کی شرائط ایجاب وقبول ، گواہوں کی موجودگی، اولیاء کی رضامندی وغیرہ کو ملحوظ رکھ کر کوئی عورت نکاح یا کوئی مرد نکاح کے لئے رضامند ہو اور نکاح کے بعد منافع سے فریقین دستبردار ہوجائیں تو عند الفقہاء ایسا نکاح شرعاً جائز ہے، خواہ اس کا جو بھی نام دیا جائے۔

نکاح مسیار کا تعارف اور اس کی حقیقت:

قدیم فقہاء نے اپنی کتابوں میں نکاح مسیار کا تو کوئی ذکر نہیں کیا ہے، ہاں اپنی کتابوں میں نکاح کے مسائل واحکام اور شرائط وارکان کو جس تفصیل سے ذکر کیا ہے ان

کی روشنی میں نکاح مسیار کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے۔

نکاح مسیار اہل سنت خصوصاً عربوں میں ایک قسم کا نکاح ہے جو عام نکاح کی طرح منعقد ہوتا ہے، مگر اس میں مرد وعورت باہمی رضامندی سے اپنے اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوجاتے ہیں، مثلاً عورت کے نان ونفقہ کے حق، ساتھ رہنے کے حق، باری کی راتوں کے حق وغیرہ کا عام طور سے وقت مقرر نہیں ہوتا ، مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ زیادہ تر قلیل مدت کے بعد اس قسم کا نکاح ختم ہوجاتا ہے، اس لحاظ سے یہ نکاح متعہ سے مشابہت رکھتا ہے، مگر درحقیقت یہ نکاح متعہ نہیں ہے، کیونکہ اگرچہ اس نکاح کے بعد مروجہ شادی نہیں ہوتی، اور مرد وعورت ساتھ بھی نہیں رہتے، اور اپنی جنسی ضروریات کو بوقت ضرورت حلال طریقے سے پورا کرتے ہیں، لیکن اس میں مدت متعین نہیں کی جاتی، او راس کا خاتمہ طلاق پر ہوتا ہے، دار العلوم دیوبند کی ویب سائڈ پر اس نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے، جبکہ جامعہ بنوریہ کراچی کے دار الافتاء نے اسے نکاح مؤقت قرا ردے کر ناجائز لکھا ہے، مفتی سلمان منصور پوری نے کراہت کے ساتھ نکاح مسیار کو جائز قرار دیا ہے۔

اہل تشیع کے نزدیک یہ نکاح مسیار چونکہ اصل روح نکاح کے منافی ہے اور حق مہر ونان ونفقہ کے بغیر معاملہ بلاعوض ہے، اس لئے شریعت اسلامیہ کے منافی ہے۔

مفتی عبد القیوم ہزاروی نے نکاح مسیار کو ممنوع لکھا ہے، اور مفتی شکیل منصور القاسمی ساکن سید پور بیگوسرائے بہار حال مقیم جنوبی امریکہ وہاں شیخ الحدیث اور صدر مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے ہیں، ان کی تحریر نکاح مسیار کی حقیقت اور اس کے شرعی حکم سے متعلق ۲۴؍مارچ ۲۰۱۸ء میں شائع ہوئی ہے۔

موصوف لکھتے ہیں: زوجین کے درمیان نکاح ہونے والا تعلق صرف شہوانی نہیں، بلکہ جسم وروح کا رشتہ دائمی وابستگی اور بدن ولباس جیسے لازمی ارتباط پر مبنی مقدس تعلق ہونا چاہئے، اور شرعی اصول کی روشنی میں ایجاب وقبول کی شرط اور کم ازکم دو گواہوں کی موجودگی میں بغیر وقت کی تحدید کے انجام دیا جانا چاہئے اگر بیوی اپنے بعض واجبی حقوق سے شوہر کو دستبردار کردے تو شرعاً نکاح منعقد ہوجائے گا۔

موصوف کا فتوی مفصل ہے جو انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

نکاح مسیار کو ابن باز اور یوسف قرضاوی نے بھی جائز قرار دیا ہے، البتہ شیخ ناصر الدین البانی اسے ناجائز کہتے ہیں، یاد رہے کہ قرآن کریم نے بیوی اور شوہر کو ایک دوسرے کا لباس کہا ہے، ‘‘ہن لباس لکم وأنتم لباس لہن علم اللہ أنکم تختانون أنفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم’’ (سورہ بقرہ: ۱۸۷) (عورتیں تمہارا لباس ہیں اور ان کے لباس ہو اللہ کو معلوم ہے کہ تم باہم (چھپ کر) خیانت کرتے ہو، پس اللہ تم پر متوجہ ہوا اور تم کو معاف کردیا۔

اس آیت کو بغور پڑھا جائے اور بار بار پڑھاجائے، لباس جہاں ستر پوشی کرتا ہے، وہیں زینت بھی عطا کرتا ہے، نیز اس سے پرہیز گاری بھی حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ (سورہ اعراف: ۲۶)میں ارشاد ربانی ہے:

''یا بنی آدم قد أنزلنا علیکم لباس یواری سوآتکم وریشا ولباس التقوی ذلک خیر'' (سورہ اعراف: ۲۶)۔

مذکورہ دونوں آیتوں کے موازنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح لباس سے ستر پوشی ہوتی ہے، اسی طرح مرد وعورت دونوں بند کمرے میں مخفی ہوکر اپنے دلوں میں جو مخفی ارادہ وخواہش رکھتے ہیں اس کو پورا کریں اور ایک دوسرے کو سکون پہنچائیں، بلکہ سورہ روم کی آیت : ۲۱ میں ''لتسکنوا إلیہا '' کا لفظ ہے تم عورتوں سے سکون حاصل کرو، یا عورتوں کونان ونفقہ لباس کے علاوہ مکان میں سکنی دے کر سکون پہنچاؤ۔

''وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ''، اللہ تعالی نے تمہارے درمیان چاہت ورحمت رکھی ہے، مؤدت ورحمت سے کیا مراد ہے حضرت عکرمہ کے بقول ''المؤدۃ کنایۃ عن الجماع والرحمۃ کنایۃ عن الولد، وکون المودۃ بمعنی المحبۃ کنایۃ عن النکاح أی الجماع للزومہا لہ ظاہر، وأما کون الرحمۃ کنایۃ عن الولد للزومہا لہ، فلا یخلو عن بعد'' (روح المعانی۲۱،۳۲)، تفسیر کبیر میں ہے:''مودۃ بالمجامعۃ ورحمۃ بالولد تمسکا بقولہ تعالی: (ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا)'' (تفسیر کبیر ۱۲،۴۵۷ آیت مذکورہ کی تفسیر)۔

حدیث نبوی ہے: ''أعلنوا النکاح واجعلوہ فی المساجد'' (رواہ الترمذی وابن ماجہ) ، اصل یہ ہے کہ نکاح کا اعلان ہو، بہتر ہے کہ مسجد میں ہو، کم از کم دو گواہ ہوں۔

نیز نکاح کسی وقت کی تحدید کے ساتھ مؤقت نہ ہو، جیسا کہ نکاح متعہ ومؤقت میں ہوتا ہے، قرآن کے بیان کے مطابق بغیر ذکر مہر کے بھی نکاح ہوجاتا ہے، پھر اگر جماع کے بعد یا اس سے پہلے طلاق کی نوبت آجاتی ہے تو قرآن نے پوری مہر آدھی مہر اور متعہ کا ذکر ہے، وہیں مہر کی معافی یا شوہر کے عورت کو پوری مہر دینے کا بھی ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو: سورۃ البقرہ: ۲۳۷)۔

عام نکاحوں میں اگر عدل کو ملحوظ رکھا جاتا ہے تو نکاح مسیار میں اگر عورتیں اپنے بعض حقوق کا شوہر سے مطالبہ نہیں کرتی یا مطالبہ سے دستبردار ہوجاتی ہیں، تو شرعاً یہ عورت کی طرف سے فضل ہے، جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، خود قرآن نے متعدد جگہ اس کی صراحت کی ہے، مثلاً خلع کی مشروعیت جس میں عورت مہر معاف کرکے یا شوہر کو کچھ دے کر اس سے علاحدگی اختیار کرتی ہے، یہ بھی عورت کی طرف سے شرعاً فضل ہے جس کی اجازت اللہ تعالی نے قرآن کریم میں یہ کہہ کر دی ہے: ''فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ'' (سورہ بقرہ: ۲۲۹)۔

اسی طرح بخاری شریف میں یہ روایت ہے:

''عن عائشۃ: وإن امرأۃ خافت من بعلہا نشوزا، أو إعراضاً قالت ہی المرأۃ تکون عند الرجل لا یستکثر منہا فیرید طلاقہا، ویتزوج غیرہا تقول لہ أمسکی ولا تطلقنی ثم تزوج غیری، فأنت فی حل من النفقۃ علی والقسمۃ لی فلذلک قولہ تعالی:فلا جناح علیہما أن یصلحا بینہما صلحا والصلح خیر'' (بخاری۲،۷۸۴)۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر بیوی کو وقت نہیں دیتا اور اس کو طلاق دے کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے ایسی صورت میں عورت شوہر کو اپنے متعلق نکاح میں باقی رکھنے طلاق نہ دینے اور دوسری شادی کرلینے کی اجازت دیدیتی ہے، نیز خرچہ اور باری بھی معاف کردیتی ہے تو اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اور قرآن نے اس صلح کو خیر کہا ہے (سورہ نساء: ۱۲۸)۔

حضرت مفتی محمد شفیع ؒ نے معارف(۲،۵۶۵) میں آیت مذکورہ کے تحت تفصیلی بحث کی ہے جو لائق مطالعہ ہے، البتہ اس کا ایک ضروری حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے جس کا نکاح مسیار کے تناظر میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے، موصوف لکھتے ہیں:

آخر میں ایک مسئلہ قابل ذکر ہے جس کا تعلق زوجین کی باہمی مصالحت سے ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے، وہ یہ کہ اگر کسی عورت نے اپنے بعض حقوق کا مطالبہ ترک کردینے پر صلح کرلی تو یہ صلح عورت کے اس حق کو تو قطعی طور پر ختم کردے گی جو بوقت صلح شوہر کے ذمہ عائد ہوچکا ہے، جیسے دین مہر کہ وہ شوہر پر اس صلح سے پہلے واجب الاداء ہوچکا ہے لہذا جب وہ پورا مہر یا اس کا کوئی جز معاف کردینے پر صلح کرے تو یہ مہر یا اس کا حصہ ساقط ہوجائے گا، اس کے بعد اس کو مطالبہ کا حق باقی نہ رہے گا، لیکن جو حقوق ایسے ہیں کہ بوقت صلح ان کی ادائیگی شوہر پر واجب ہی نہ تھی، مثلاً آئندہ زمانہ کا نان ونفقہ یا حق شب باشی جس کا وجوب آنے والے زمانہ میں ہوگا، بالفعل اس کے ذمہ واجب الادا نہیں ہے، ان حقوق کے ترک پر اگر مصالحت کرلی گئی تو عورت کا حق مطالبہ ہمیشہ کےلئے ختم نہیں ہوجاتا، بلکہ جب اس کا دل چاہے یہ کہہ سکتی ہے کہ آئندہ میں اپنا یہ حق چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، اس صورت میں شوہر کو اختیار ہوگا کہ اس کو آزاد کردے (تفسیر معارف القرآن۲،۵۶۵)۔

اگر کوئی عورت شرعی عرف کو ملحوظ رکھ کر کفو میں نیک وصالح لڑکے سے شادی کرے اور وہ بالغہ ہو تو اولیاء کو اس قسم کی شادی میں مخالفت وممانعت سے باز آنا چاہئے، بلکہ جہاں تک ممکن ہو معاونت کرنا چاہئے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ''فلا تعضلوہن أن ینکحن أزواجہن إذا تراضوا بینہم بالمعروف'' (سورۃ البقرہ: ۲۳۱)، اسی طرح ارشاد الٰہی ہے: ''حتی تنکح زوجاً غیرہ'' (سورہ بقرہ: ۲۳۰)۔

یاد رہے کہ نکاح مسیار میں انعقاد نکاح سے پہلے جو بعض حقوق سے دستبرداری ہوتی ہے شرعاً اس دستبرداری کا اعتبار نہیں ہے، چنانچہ حضرات فقہاء نے ابراء واسقاط

کے ذیل میں اس مسئلہ کو لکھا ہے، چنانچہ ‘‘الموسوعۃ الفقہیہ ’’ جلد اول میں ابراء کے تحت یہ جزئیہ موجود ہے۔

‘‘والفقہاء متفقون علی عدم صحۃ الإبراء قبل وجود السبب فوجودہ شرط للصحۃ متفق علیہ؛ لأن ما لم یوجد سبب الاستحقاق فیہ ساقط أصلاً بالکلیۃ فلا معنی لإسقاط ما ہو ساقط فعلا، ویکون الإبراء منہ مجرد امتناع وہو غیر ملزم؛ لأنہ وعد، ولہ الرجوع عنہ فی المطالبۃ بما أبرأ منہ علی ما سبق’’ (۱۵۸،۵)۔

اسی طرح ‘‘الموسوعۃ الفقہیہ ’’ کی چوتھی جلد میں اسقاط کے تحت اس مسئلہ کو حاشیہ ابن عابدین کے حوالہ سے لکھا ہے:

‘‘وفی حاشیۃ ابن عابدین إذا أبرأت الزوجۃ زوجہا من المہر والنفقۃ لیطلقہا صح الإبراء، ویکون بعوض، وہو أنہ ملکہا نفسہا’’ (الموسوعہ ۲۳۸،۴)۔

یاد رہے کہ دور حاضر کی ہر شادی میں عموماً بہت سے خلاف شرع امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے، لیکن علماء اس کو گوارا کرتے ہیں اسی طرح نکاح مسیار بعض لوگوں کی مجبوری ہے، جو شرعاً جائز تو ہے، لیکن کراہت سے خالی نہیں ہے، اس کو بالکل ناجائز قرار دینا شریعت کے بیان کردہ احکام زواج وازدواج سے متصادم ہے، لہذا علماء کو اس کے عدم جواز کا فتوی دینا سوچ سمجھ کر دینا چاہئے۔

۳۔ لڑکیوں کا اپنے اولیاء سے مخفی رکھ کر نکاح مسیار کرنا:

اگر کوئی بالغ لڑکی اپنے ہم کفو لڑکے سے شرائط نکاح ایجاب وقبول، گواہ، نکاح کے اعلان کرکے کرے ، البتہ اولیاء سے اس نکاح کو مخفی رکھے تو شرعاً جائز ہے، لیکن بہتر نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ دونوں کے اولیاء موجود ہوں، یا ان کی اجازت سے ہو، ورنہ رشتۂ نکاح کے ٹوٹنے کا خطرہ لگا رہتا ہے، کیونکہ بعض اولیاء اپنی ہتک عزتی سمجھ کر لڑکے یا لڑکی کو عاق کردیتےہیں جس کے سبب لڑکا طلاق دینے پر مجبور ہوجاتا ہے اور خود لڑکی بھی اولیاء کے زدوکوب کو برداشت نہ کرکے شوہر سے طلاق لینے پر مجبور ہوجاتی ہے، تاہم اس قسم کے نکاح کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا ہے، البتہ عام علماء وحفاظ کو اس قسم کے نکاح پڑھانے سے بچنا چاہئے، کیونکہ بسااوقات اولیاء سے نکاح کو مخفی رکھنے کی صورت میں کبھی کبھار کیس مقدمہ بھی کردیا جاتا ہے اور نکاح خواں کو بھی پھنسا دیا جاتا ہے، اس لئے دور حاضر میں خطرے والا نکاح یا عام نکاح بھی بہتر ہے تفویض طلاق کی شرط کے ساتھ پڑھایا جائے، تاکہ اگر نکاح کو توڑنے کی مجبوری پیش آئے تو قاضی کے لئے نکاح کو توڑنے میں آسانی ہو، فقہاء نے اپنی کتابوں میں تفویض طلاق کے مسائل کا ذکر کیا ہے اور خود حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی ‘‘حیلہ ناجزہ ’’ میں اس سلسلہ کی تفاصیل کو ذکر کیا ہے۔

۴۔ کیا نکاح مسیار سے مقاصد نکاح پورے ہوتے ہیں:

نکاح کا مقصد اول زوجین کا باہم ملنا مباشرت کرنا ہے، مقصد ثانی حصول اولاد ہے، پہلا کام اپنے اختیار میں ہے اور دوسرا مقصد خدائے تعالی کی مشیت پر موقوف ہے، انسان صرف نیت کرسکتا ہے، اگر کوئی شخص نکاح کرکے بیوی سے مباشرت کرے، لیکن اولاد نہ ہو اس نیت سے عزل کرلے یہ شرعاً مکروہ ہے، انسان کبھی بیوی سے عزل کرتا ہے، لیکن اللہ تعالی اسے اولاد دیدیتے ہیں، تاہم اولاد کا حصول انسان کے بس میں نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ''یہب لمن یشاء إناثا (إلی قولہ) ویجعل من یشاء عقیما'' (سورہ شوری: ۴۹۔۵۰)۔

اس لئے نکاح کا بنیادی مقصد زنا کاری سے بچاؤ اور پاکدامنی کا حصول ہے، جو نکاح مسیار سے بھی حاصل ہوجاتا ہے بقیہ دیگر حقوق جو زوجین کو حاصل ہوتے ہیں وہ وجوب حق کے بعد ساقط بھی ہوسکتے ہیں، مثلاً نفقہ، شوہر کے ساتھ سکونت ..... رہا نکاح کے بعد طلاق کی صورت میں عورت کا وجوب، یا باپ سے بچہ کا نسب ثابت ہونا تو اس کو ساقط کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے، ہاں لعان شرعی کی صورت میں باپ سے نسب کی نفی ہوتی ہے، لیکن ان سے نسب کا ثبوت ہوتا ہے، رہا ہندوستان میں لعان تو ممکن نہیں ہے،اس لئے بچہ کے نسب کی نفی باپ سے قاضی کے بس میں بھی نہیں ہے۔

۵۔ نکاح مسیار کے سلسلہ میں علماء ہند کی رائے:

علماء نے بھی نکاح مسیار کو جائز قرار دیا ہے، چنانچہ دار العلوم دیوبند کا ایک فتوی انٹرنیٹ پر شائع ہے جس میں نکاح مسیار کو درست قرار دیا ہے، نیز مفتی سلمان منصورپوری نے بھی نکاح مسیار کو کراہت کے ساتھ درست کہا ہے، چنانچہ ان کا قول بھی انٹرنیٹ پر دیکھا جاسکتا ہے، اور سنا جاسکتا ہے ، نیز مفتی شکیل منصورقاسمی جو بیگوسرائے بہار کے رہنے والے ہیں ان کی ایک تحریر ۲۴؍مارچ کو انٹرنیٹ سے نشر ہوئی ہے جس میں تفصیل کے ساتھ نکاح مسیار کو درست لکھا ہے، یہ فی الوقت جنوبی امریکہ میں مقیم ہیں۔

ب۔ نکاح مسیار کے سلسلہ میں علماء عرب کا نظریہ:

عرب کے ممتاز علماء بھی نکاح مسیار کو درست کہتےہیں بعض علماء کو نکاح مسیار کے جدید نام سے وحشت ہے، لیکن عقود ومعاملات میں اصل اعتبار الفاظ کا نہیں معانی کا ہوتا ہے اور شرعاً یہ نکاح وقت کی تحدید نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے، اگر کوئی نکاح منعقد ہو اور فوراً یا چند دنوں کے بعد ٹوٹ جائے اس کی مثال خود قرآن کریم میں مذکور ہے، چنانچہ حضرت زینب کا نکاح حضرت زید سے ہوا تھا، لیکن باقی نہ رہ سکا اور نکاح حضرت زید کے طلاق دیدینے کے بعد ٹوٹ گیا تو خود اللہ تعالی نے حضرت زینب کا نکاح حضور اکرم ﷺ سے کردیا، چنانچہ حضرت زینب دیگر ازواج سے کہا

کرتیں کہ آپ لوگوں کا نکاح فرش پر ہوا اور میرا نکاح حضور اکرمﷺ سے خود خالق کائنات نے عرش پر کردیا، جیسا کہ سورہ احزاب میں ارشاد ربانی ہے: ‘‘زوجناکہا ’’ (سورہ احزاب: ۳۷)۔

اسی طرح سورہ احزاب ہی میں مذکور ہے کہ: ‘‘اے ایمان والو! جب تم نکاح کرکے جماع یا رخصی سے پہلے بیوی کو طلاق دیدو تو عورتوں پر کوئی عدت نہیں ہے، لہذا انھیں فائدہ پہنچا کر اور متعہ دے کر اچھی طرح رخصت کردو ’’ (سورہ احزاب: ۴۹)۔

اس سے پتہ چلا کہ نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے بھی نکاح کے ٹوٹنے کا امکان ہے، لیکن نکاح ہوجاتا ہے، لیکن یہ بغیر کسی تحدید وتوقیت کے نکاح ہوتا ہے، البتہ جب نکاح ختم ہوتو عورت کو کچھ تحفہ دے کر رخصت کیا جائے جس کو متعہ کہا جاتا ہے (ملاحظہ ہو: آسان ترجمہ قرآن از مفتی تقی احمد صاحب ۱۳۰۲،۳) وہ تحفہ یا متعہ کپڑے کا ایک جوڑا مہر کے علاوہ ہوگا۔

علماء عرب میں سے نکاح مسیار کو شیخ ابن باز اور یوسف قرضاوی نے درست قرار دیا ہے، لیکن شیخ ناصر الدین البانی کو اس سے اختلاف ہے، اسی طرح علماء ہند وپاک میں بھی نکاح مسیار کے تعلق سے اختلاف پایاجاتا ہے، جنھوں نے عدم جواز کی رائے دی ہے ان کے قول میں گہرائی کے بجائے سطحیت پائی جاتی ہے، نکاح مسیار کے تعلق سے تفصیل انٹرنیٹ پر پڑھی اور دیکھی جاسکتی ہے۔

ج۔ نکاح مسیار کے سلسلہ میں مسلم حکومتوں کا نظام وقانون:

مسلم حکومتوں نے نکاح مسیار کےتعلق سے کیا قانون ونظام وضع کیا ہے مجھے معلوم نہیں، البتہ مسلم حکومتونمیں قائم بعض اسلامی فقہ اکیڈمی نے اس کے جواز کا قانون شائع کیا ہے، رہا حکومتوں کا حال تو ان کو آپسی لڑائی ہی سے فرصت نہیں کہ وہ اس جانب توجہ دیں، بلکہ ان کے لئے تو یہ نکاح عیاشی کی راہ میں معاونت بنتا ہے، اس لئے وہ کیونکر اس جانب توجہ دینگی، ہاں جس طرح غریبوں کا گھر بغیر نقشہ کے بنتا ہے اسی طرح غریبوں کی شادی بھی بغیر نقشہ کے مکان کی طرح انجام پاتی ہے، اس لئے غریب شوہر کو بآسانی بیوی فراہم ہوجاتی ہے، اور امیر یا بیوہ عورتیں اس طرح کے نکاح سے خود کو زنا کاری سے بچالیتی ہیں۔

۶۔ نکاح مسیار سے پیدا شدہ بچوں کی سماجی حیثیت:

نکاح مسیار کے ذریعہ پیدا شدہ بچوں کی سماجی حیثیت کے بجائے فقہاء کو اس کی شرعی حیثیت سے بحث کرنا چاہئے بچوں کا نفقہ اصلاً باپ پر ہوگا، لیکن اگر ماں مالدار ہونے کے سبب اس کی کفالت کرے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، حضرت خدیجہ اور حضور اکرمﷺ کا اسوہ ہمارے لئے موجود ہے، اس کو ملحوظ رکھ کر اس مسئلہ پر

غور کرنا چاہئے، سورہ والضحی میں ‘‘ووجدک عائلاً فأغنی’’ (سورہ ضحی: ۸) وارد ہے، جس کا مشہور ترجمہ ہے آپ کو نادار پایا تو اللہ تعالی نے آپ کو غنی بنادیا، آپ کی ناداری اور غنی بنانے کی تفصیل وتفسیر کتب تفسیر میں پڑھنی چاہئے، اللہ تعالی نے حضرت خدیجہؓ کے مال کے ذریعہ حضورﷺ کی تجارت کرنے پھر حضرت خدیجہؓ سے آپﷺ کے نکاح ہوجانے، اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے ہر موقع پر بے دریغ تعاون کرنے کے ذریعہ اللہ تعالی نے آپ کو دعوت وتبلیغ کے کاموں کو انجام دینے ، اسی طرح گھریلو الجھنوں میں پڑنے سے اللہ تعالی نے آپ کو خوش حال وفارغ البال بنا دیا تھا، جب حضرت خدیجہ کی وفات ہوگئی تو مال غنیمت کے ذریعہ اللہ تعالی نے آپ کو غنی بنادیا (ملاحظہ ہو: تفسیر روح المعانی ۱۵،۳۸۲)۔

آج بھی اگر انسانی معاشرہ کا جائزہ لیا جائے تو ان کے غنا کا راز اور شوہر کے گھر والوں کی خوشحالی میں بیوی کی محنت اور اس کے اقرباء کی معاونت کا بڑا حصہ ہے خصوصاً آج کا نوجوان جس سواری پر سوار ہوتا ہے، یا جہاں سوتا بیٹھتا ہے اس سے متعلق اشیاء خود کی نہیں ہوگی، بلکہ سسرال کی جانب سے دی ہوئی یا مانگی ہوئی ہوتی ہے، بلکہ شادی کے موقع پر کی جانےو الی خرافات میں جو رقومات خرچ کی جاتی ہیں وہ بھی سسرال ہی سے مانگے ہوئے پیسے سے انجام پاتی ہیں، لہذا ان پہلوؤں کو سامنے رکھ کر بھی نکاح مسیار پر غور کرنا چاہئے۔

۷۔ کچھ عرصہ کے لئے نکاح کرنا:

نکاح مسیار سے متعلق ساتواں سوال جو تفصیل سے مذکور ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے نکاح کرنا شرعاً کیسا ہے، تو اس کے جواب میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانیؒ نے اگرچہ نکاح مسیار کی اصطلاح استعمال نہیں کی ہے تاہم حضرت نے جو سوالنامہ اور پھر جواب لکھا ہے، وہ نکاح مسیار پر صادق ہے، کیونکہ وہی کچھ تفصیل نکاح مسیار کی فقہ اکیڈمی کے سوالنامہ میں بیان کی گئی ہے اور انٹرنیٹ میں بھی وہی تفصیل مذکور ہے، یہاں حضرت مفتی محمد تقی صاحب کا پورا سوال وجواب فقہی مقالات (۱،۲۵۶۔۲۵۸) کے حوالہ سے لکھا جاتا ہے:

سوال: جو مسلمان طلبا وطالبات حصول تعلیم کے لئے مغربی ممالک میں آتے ہیں وہ یہاں آکر شادی کرلیتے ہیں اور شادی کرتے وقت یہ نیت ہوتی ہے کہ جب تک ہمیں یہاں تعلیم حاصل کرنی ہے، بس اس وقت تک اس نکاح کو برقرار رکھینگے اور پھر جب حصول تعلیم کے بعد اپنے ملک اور اپنے وطن واپس جائینگے تو اس نکاح کو ختم کردینگے اور مستقل یہاں رہنے کی کوئی نیت نہیں ہوگی، البتہ یہ نکاح بھی عام نکاح کے طریقہ اور انہیں الفاظ سے کیا جاتا ہے ایسے نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر انعقاد نکاح کی تمام شرائط موجود ہوں اور عقد نکاح میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کیا گیا ہو جس سے وہ نکاح مؤقت سمجھا جائے اس صورت میں وہ نکاح منعقد ہوجائے گا اور اس نکاح کے بعد تمتع جائز ہے اور نکاح کرنے والے مرد یا عورت کا یہ نیت کرنا کہ تعلیم کی مدت کے بعد اس نکاح کو ختم کردینگے، اس نیت سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر واقع نہ ہوگا۔

البتہ نکاح شریعت کے نزدیک چونکہ ایک دائمی عقد ہے، اس لئے زوجین سے بھی یہ مطالبہ ہے کہ وہ اس عقد کو ہمیشہ باقی رکھیں اور شدید ضرورت کے علاوہ کبھی اس کو ختم نہ کریں اور عقد کرتے وقت ہی زوجین کا جدائی اور فرقت کی نیت کرنا نکاح کے اس مقصد کے خلاف ہے، اس لئے ایسی نیت رکھنا دیانۃً کراہت سے خالی نہیں۔

اس سوال وجواب کے بارے میں بعض نے متوجہ کیا ہے کہ اس سے متعدد غلط فہمیاں ہوسکتی ہیں، لہٰذا اس کی وضاحت ضروری ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ فقہاء کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق یہاں تین چیزیں علاحدہ علاحدہ ہیں جن کو وضاحت کے ساتھ الگ الگ سمجھنا ضروری ہے:

(۱) متعہ اس کی حقیقت یہ ہے دو مرد وعورت ایک معین مدت تک ایک ساتھ رہنے اور ایک دوسرے سے نفع اٹھانے کا معاہدہ کرتے ہیں اس میں نہ تو نکاح کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور نہ معاہدہ کے وقت دو گواہوں کی موجودگی شرط ہے، یہ صورت بالکل حرام ہے، اور حرمت کے لحاظ سے زنا کے حکم میں ہے، اللہ تعالی ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے، آمین۔

(۲) نکاح مؤقت اس میں مرد وعورت باقاعدہ دو گواہوں کےسامنے نکاح کے لفظ کے ساتھ ایجاب وقبول کرتے ہیں، لیکن وہ ساتھ ہی یہ بھی صراحت کردیتےہیں کہ یہ نکاح ایک مخصوص مدت کے لئے ہے اس کے بعد یہ خود بخود ختم ہوجائے گا یہ صورت بھی شرعاً بالکل حرام ہے اور اس طرح نہ نکاح منعقد ہوتا ہے اور نہ وظائف زوجیت کی ادائیگی جائز ہوتی ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ مرد وعورت باقاعدہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کے ذریعہ نکاح کریں اور نکاح میں اس بات کا بھی کوئی ذکر نہ ہو کہ یہ نکاح مخصوص مدت کے لئے کیا جارہا ہے، لیکن فریقین میں سے کسی ایک یا دونوں کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ ایک مخصوص مدت گزرنے کے بعد طلاق کے ذریعہ ہم نکاح ختم کردینگے، فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق اس طرح کیا ہوا نکاح درست ہوجاتا ہے، اور مرد وعورت باقاعدہ میاں بیوی بن جاتے ہیں اور ان کے درمیان نکاح کا رشتہ دائمی اور ابدی طور پر قائم ہوجاتا ہے، اور ان پر یہ ضروری نہیں ہو،تا کہ وہ اپنے ارادے کے مطابق معین مدت پر طلاق ضرور دیں، بلکہ ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ بغیر کسی

عذر کے طلاق کا اقدام نہ کریں اور چونکہ شریعت میں نکاح کا رشتہ قائم رکھنے کےلئےبنایا گیا ہے، اس لئے ان کا یہ دلی ارادہ کہ کچھ عرصہ کے بعد طلاق دیدینگے شرعاً ایک مکروہ ارادہ ہے، لہذا اس ارادہ کے ساتھ نکاح کرنا بھی مکروہ ہے۔

مذکورہ صورت میں نکاح کے صحت کی تصریح تمام فقہاء حنفیہ نے فرمائی ہے چند عبارتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ‘‘ولو تزوجہا مطلقاً وفی نیتہ أن یعقد معہا مدۃ نواہا فالنکاح صحیح’’ (عالمگیریہ ۱۸۳،۱)۔

۲۔ ‘‘ولیس منہ (أی من المتعۃ والنکاح المؤقت) ما لو نکحہا علی أن یطلقہا عبد شہر أو نوی مکثا معہا مدۃ معینۃ’’ (الدر المختار مع رد المحتار۳۱۹،۲)۔

۳۔ ‘‘أما لو تزوج وفی نیتہ أن یطلقہا بعد مدۃ نواہا صح’’ (فتح القدیر ۱۵۲،۳)، واللہ أعلم بالصواب (فقہی مقالات۱،۲۵۶۔۲۵۸)۔

۸۔ نکاح مؤقت کے سلسلہ میں ائمہ اربعہ اور صاحبین کا نقطۂ نظر:

جمہور فقہاء ائمہ اربعہ اور حضرات صحابہ کے نزدیک نکاح مؤقت نکاح متعہ کے حکم میں ہونے کے سبب حرام وباطل کہاہے، البتہ امام زفر نے نکاح مؤقت کو صحیح قرار دیا ہے اور تاقیت کی شرط کو باطل وفاسد کہا ہے اس سلسلہ میں جمہور ہی کا قول مفتی بہ ہے: ‘‘لأن العبرۃ للمعانی لا للألفاظ’’ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷۵،۷)۔

نکاح صحیح سے حاصل ہونے والے حقوق:

نکاح صحیح سے زوجین کو تین طرح کے حقوق حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ کچھ حقوق تو مشترک ہیں اور وہ یہ ہےزوجین ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں، ایک دوسرے کو ضررپہنچانے سے بچیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ‘‘وعاشروہن بالمعروف’’ (سورہ نساء: ۱۹)۔

۲۔ زوجین ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘فالآن باشروہن’’ (۱۸۷)۔

۳۔ وفات کی صورت میں ایک دوسرے کے مال سے دونوں کو حصہ ملے گا (ملاحظہ ہو: سورہ نساء: ۱۲)۔

۴۔ جو اولاد ہوگی ان کا نسب ثابت ہوگا، بخاری شریف میں ایک روایت ہے:‘‘الولد للفراش’’ (کتاب الفرائض)۔

مردوں کے حقوق عورتوں پر:

قرآن نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے، ‘‘وللرجال علیہن درجۃ’’ (سورۃ البقرہ: ۲۲۸)، اسی طرح ارشاد ربانی ہے:‘‘الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما أنفقوا من أموالہم’’ (سورۃ النساء: ۳۴)۔

(۱) لہذا عورت پر لازم ہے کہ مرد کو سکون پہنچائے اس کی اطاعت کرے، سورہ روم میں ارشاد ربانی ہے: ‘‘ومن آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاً لتسکنوا إلیہا’’ (سورہ روم: ۲۱)۔

(۲) لہذا عورت پر لازم ہے کہ خود کو شوہر کے حوالہ کردے تب ہی اسے نفقہ ملے گا۔

(۳) شوہر کے گھر میں اور اس کے بستر پر ان لوگوں کو نہ لے جائے نہ بیٹھائے جس سے شوہر کو نفرت ہو، حدیث نبوی ہے:‘‘فأما حقکم علی نساءکم فلا یوطئن فرشکم من تکرہون ولا یأذن فی بیوتکم لمن تکرہون’’ (ترمذی من حدیث عمرو بن الاحوض، اسنادہ حسن صحیح)۔

(۴) شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے، معجم بزار میں ایک روایت ہے: ‘‘إن امرأۃ أتت النبیﷺ فقالت یا رسول اللہ ما حق الزوج علی الزوجۃ فقال حقہ علیہا ألا تخرج من بیتہا إلا بإذنہ فإن فعلت لعنتہا ملائکۃ السماء وملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ العذاب حتی ترجع’’۔

(۵) شوہر بیوی کو سفر میں لے جاسکتا ہے، قال اللہ تعالی: ‘‘أسکنوہن من حیث سکنتم من وجدکم’’ (سورہ طلاق: ۶)۔

(۶) عورت پر دیانۃً واجب ہے کہ شوہر کی خدمت کرے، لیکن قضاءً واجب نہیں ہے، اور دیگر فقہاء کے نزدیک عورت پر شوہر کی خدمت لازم وواجب نہیں ہے، چنانچہ موسوعہ میں ہے: ‘‘فذہب جمہور الفقہاء الشافعیۃ والحنابلۃ وبعض المالکیۃ إلی أنہ لایجب علی الزوجۃ خدمۃ زوجہا ..... وذہب الحنفیۃ إلی وجوب خدمۃ الزوجۃ زوجہا دیانۃً لا قضاءً’’۔

یہاں یہ مناسب ہے کہ اہل علم اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ اللہ تعالی نے ذکر واثنی کی خلقت کی قسم کھائی ہے لہذا دونوں کا معنی اور دنوں کی حقیقت کیا ہے اس کو مدنظر رکھا جائے، عربی لغت کی کتابوں میں ذکر کا معنی ہے، نر، عمدہ لوہا، سخت تانبا جو اچھی طرح کوٹا نہ جاسکے (مصباح اللغات،۲۶۴ کالم ۳)، اور انثی کا معنی مادہ ہے، اور اس کا مصدر أنث باب کرم سے آتا ہے جس کا معنی ہے لوہے کا کچا ہونا نرم ہونا۔ مطلب یہ ہے کہ مرد کو سخت ہونا چاہئے، اور عورت کو نرم ہونا چاہئے، لیکن عورت کی جہالت اور کم عقلی کے سبب بعض عورتیں نہایت ضدی ہوتی ہیں، مرد اگر کوئی اچھا کام بھی کرنے کو کہے تو نہیں کرتیں اور بسااوقات مرد کو نرم ہونا پڑتا ہے اور اگر مرد سخت ہوکر رہے تو پھر فسخ نکاح کی نوبت آجاتی ہے، لہذا دونوں کو اپنی حقیقت اور شرعی ہدایات کو ملحوظ رکھ کر زندگی گزارنی چاہئے۔

(۷) مرد عورت کو ادب سکھاتے ہوئے بوقت ضرورت بطور تنبیہ کے قدرے مار سکتا ہے جیسا کہ سورہ نساء آیت ۳۴ میں اس کی صراحت ہے، تاہم زبانی وعظ ونصیحت کو بروئے کار لائے، یا اس پر اکتفاء کرے تو بہتر ہے، اگر اس وقت ضد پر اتر آئے تو اس

حال میں چھوڑ دے، صبر وضبط سے کام لے، جو مرد عجلت پسندی سے کام لیتا ہے وہ آخر کار پچھتاتا ہے۔

(۸) مرداگر عورت کو اچھی طرح نہ رکھ سکے اور اس کے لئے امساک بالمعروف مشکل ہو تو تسریح بالاحسان پر عمل کرتے ہوئے طلاق یا خلع وغیرہ کے ذریعہ بیوی کو اپنے نکاح سے بوقت ضرورت علاحدہ کرسکتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ کام فریقین کے حکم کی موجودگی میں انجام پائے۔

عورتوں کے حقوق مردوں پر:

(۱) نکاح کے بعد خلوت کی صورت میں پوری مہر اور اس سے قبل آدھی مہر شوہر پر لازم ہے، سورہ نساء میں ارشاد ربانی ہے:''وآتوا النساء صدقاتہن نحلۃ'' (سورہ نساء: ۴)، دوسری جگہ ہے: ''وإن طلقتموہن من قبل أن تمسوہن وقد فرضتم لہن فریضۃ فنصف ما فرضتم إلا أن یعفون أو یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح'' (سورہ بقرہ: ۲۳۷)۔

(۲) عورت کوکھانا، کپڑا، مکان دینا شوہر پر لازم ہے، ارشاد ربانی ہے:''وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف'' (سورہ بقرہ: ۲۳۳)، اسی طرح حدیث نبوی ہے: ''اتقوا اللہ فی النساء فإنکم أخذتموہن بأمان اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ ولہن علیکم رزقہن وکسوتہن بالمعروف'' (رواہ مسلم من حدیث جابر)۔

(۳) عورت اگر محسوس کرے کہ اس کی معاونت کے لئے کوئی خادم رکھا جائے تو شوہر حسب استطاعت اس کے لئے خادم بھی مہیا کرے چنانچہ فقہاء نے نفقہ کے باب میں خادم کا بھی ذکر کیا ہے۔

(۴) اگر کوئی بیوی ہے تو ہر ایک کے ساتھ برابری کا معاملہ کرے، عدل کو ملحوظ رکھے، چنانچہ قرآن وسنت میں اس کی صراحت آئی ہے۔

(۵) احناف وحنابلہ کے نزدیک شوہر پر لازم ہے کہ عورت کے ساتھ رات بھی گزارے۔

(۶) شوہر پر یہ بھی لازم ہے کہ اپنی بیوی کو پاکدامن رکھنے کی کوشش کرے، دور حاضر میں بہت سے لوگ کثرت مال کی طلب میں دور دراز کا سفر کرلیتے ہیں اور سالہا سال باہر رہتے ہیں اور ان کی بیوی اور بچے برائی میں مبتلا ہوجاتے ہیں اس لئے لوگوں کو اس جانب بھی توجہ کرنا چاہئے اور بیوی کا حق ادا کرنا چاہئے، اللہ تعالی لوگوں کو سمجھ دے اور ہدایت دے۔

شیخ وہبہ زحیلی نے نوازل فقہیہ (۲۱۲،) کے حوالہ سے ''الفقہ الاسلامی وادلتہ '' (۱۱۵،۷) میں لکھا ہے:

''الزواج الصحیح النافذ تترتب علیہ جمیع آثارہ من الحقوق الزوجیۃ کالمہر والنفقۃ والمہر ووجوب المتابعۃ وتوارث الزوجین وحقوق الأسرۃ کنسب الأولاد وحرمۃ المصاہرۃ'' ۔

نیز شیخ زحیلیؒ نے کسی عورت کے اپنی باری اپنی سوکن کو دیدینے سے متعلق

بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: ''ہبۃ المرأۃ حقہا اتفق الفقہاء علی أن للمرأۃ أن تہب حقہا من القسم فی جمیع الزمان، وفی بعضہ لبعض ضرائہا وعلی أن رضیت بترک قسمہا جاز؛ لأن حق ثبت لہا، فلہا أن تستوفی ولہا أن تترک فقد ثبت أن سودۃ بنت زمعۃ وہبت یومہا لعائشۃ، وکان النبی ﷺ یقسم لعائشۃ یومہا ویوم سودۃ'' (الفقہ الاسلامی ۷؍۱۱۰، بخاری ۲؍۷۸۵ مطبوعہ دیوبند)۔

نکاح مسیارکی حقیقت اور شرعی حیثیت

مفتی محمد عارف باللہ قاسمی•

قدیم فقہاء کی کتابوں میں نکاح مسیار کا ذکر؟

قدیم فقہاء کے نزدیک ‘‘نکاح مسیار ’’ کا نام گرچہ مذکور نہیں ہے، کیونکہ یہ نئی اصطلاح ہے، ‘‘ہذا النوع من الزواج لم یعرفہ المتقدمون’’ (المسائل الفقہیۃ المستجدۃ فی النکاح ۲۲۹)، لیکن ان کی کتابوں میں اس طرح کی شکلیں اور احکام مذکور ہیں :

‘‘عن إبراہیم النخعیؒ قال کل شرط فی النکاح فالنکاح یہدمہ إلا الطلاق ..... أرأیتم رجلاً تزوج امرأۃ علی أن تنفق المرأۃ علیہ أو تزوجہا علی أن لا نفقۃ لہا أیفسد النکاح بشئی من ہذین الشرطین، ولو کان شئی من ہذہ الشروط یفسد النکاح لأفسد النکاح أن یتزوج الرجل المرأۃ علی غیر مہر فقد جاء فی ہذا أثر عن عمر بن الخطابؓ یرویہ أہل العراق وأہل الحجاز أن عمرؓ أجاز النکاح، وجعل لہا صداق مثلہا من نسائہا لا وکس ولا شطط، فلو کان شئی من ہذہ یفسد النکاح لأفسدہ أن یتزوج من غیر صداق ولکن النکاح فی ذلک جائز والشرط باطل’’ (الحجۃ علی اہل المدینۃ۳،۲۱۴)۔

(ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ طلاق کے علاوہ نکاح میں لگائے گئے ہر شرط کو نکاح کالعدم کردیتا ہے، تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر ایک مرد نے کسی عورت سے اس شرط پر شادی کی کہ وہ خاتون اس پر خرچ کرے گی یا اس شرط پر شادی کی کہ اس کا نفقہ اس پر نہ ہوگا، کیا ان دونوں شرطوں سے نکاح فاسد ہوگا؟ اگر اس طرح کی شرطیں نکاح کو فاسد کرتیں تو مرد کا بغیر مہر کے شادی کرنا نکاح فاسد کرتا، حالانکہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے، جسے اہل عراق اور اہل حجاز نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نکاح کو جائز قرار دیا اور بغیر کمی زیادتی کے مہر مثل مقرر کیا، اس طرح کی شرطیں نکاح کو فاسد کرتیں تو بغیر مہر کے شادی کرنے سے نکاح فاسد ہوتا، حقیقت یہ ہے کہ نکاح جائز ہوتا ہے اور شرط باطل ہوتی ہے)۔

اسی طرح بعض مرتبہ مرد نکاح مسیار کرنا چاہتا ہے، کیونکہ بسااوقات اسے دوسری بیوی کی طلب ہوتی ہے اور وہ اپنی اس شادی کو اپنی پہلی بیوی اور اولاد سے مختلف مصلحتوں کی وجہ سے مخفی رکھنا چاہتا ہے، اور وہ اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ

• صدر شعبہ تخصص فی علوم القرآن والحدیث جامعہ عائشہ نسواں، حیدرآباد، ناظم مدرسہ اسلامیہ دار العلوم ربانیہ حیدرآباد۔

وہ کچھ مالی ذمہ داریاں مثلاً ماہانہ اخراجات وغیرہ ادا کرے گا، یا رہائش کی سہولت بھی دے گا، لیکن وہ بیوی کے ساتھ مستقل قیام پذیر نہ ہوگا، بلکہ موقع بموقع اس کے پاس آئے گا، یعنی بیوی کے حق مبیت میں برابری نہیں کرے گا، اسی طرح مردوں کو بکثرت سفر کی وجہ سے بھی اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے کہ جس مقام پر اکثر وہ دو چند دنوں کے لئے جاتا ہے وہاں پرسکون زندگی گزارنے کے لئے کسی خاتون سے شادی کرلے، تو اگر مرد نے مبیت میں عدل نہ کرنے کی شرط کے ساتھ کسی خاتون سے نکاح کیا تو اس صورت میں بھی نکاح درست ہوگا۔

''عن جبیر عن عامر الشعبی قال:سألتہ عن الرجل یکون لہ امرأۃ، فیتزوج المرأۃ، فیشترط لہذہ یوماً، ولہذہ یومین، قال: لا بأس بہ'' (مصنف ابن ابی شیبہ،۱۶۵۶۶)۔

(عامر شعبی سے جابر نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس کے پاس پہلے سے بیوی ہے اب وہ دوسری عورت سے شادی کرتا ہے اور یہ شرط لگاتا ہے کہ اس کے لئے ایک دن کی باری ہوگی اور پہلی والی کے لئے دو دن، تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں)۔

ابو الحسن علی بن حسین سغدی حنفیؒ لکھتے ہیں:

''رضیت بأن یمسکہا علی أن لا یقسم لہا أو علی أن لا ینفق علیہا أو علی أن یجعل یومہا منہ لامرأۃ من نسائہ بعینہا أو علی أن تکون لہا لیلۃ ولامرأتہ الأخری لیلتان أو أکثر فہو جائز کلہ ما رضیت بہ، ومتی شاءت أن ترجع عنہ فلہا'' (النتف فی الفتاوی للسغدی۱،۵۱۲)۔

(عورت اس بات پر راضی ہوگئی کہ شوہر اس کے لئے بار مقرر نہ کرےیا اس کے اخراجات برداشت نہ کرے، یا اپنی باری شوہر کی کسی متعینہ بیوی کو دینے پر یا اس بات پر راضی ہوگئی کہ اس کے لئے ایک رات ہو اور دوسری بیوی کے لئے دو یا دو سے زیادہ راتیں ہوں تو یہ ساری صورتیں جائز ہیں جن پر وہ راضی ہے، اور جب وہ چاہے دوبارہ اس کا مطالبہ کرسکتی ہے، اور وہ حق اسے ملے گا)۔

اس کے درست ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مبیت عورت کا حق ہے اور اسے یہ حق ہے کہ وہ اپنا یہ حق کلی یا جزوی طور پر معاف کردے، جیسا کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی اور رسول اللہﷺ نے اس پر نکیر نہ فرمائی (بخاری: ۲۴۵۳)۔

اسی طرح نکاح مسیار سے کچھ مماثلت رکھنے والے ''نکاح نہاریات '' کا فقہاء نے ذکر کیا ہے اور اسے درست لکھا ہے کہ مرد کسی عورت سے اس شرط پر شادی کرے کہ وہ اس کے پاس رات کے بجائے صرف دن میں آیا کرے گا تو اس نکاح میں کوئی حرج نہیں، ''ولا بأس بتزوج النہاریات، وہو أن یتزوجہا علی أن یکون عندہا نہارا دون اللیل'' (فتح القدیر۳،۲۴۹، البنایہ ۵،۶۶)۔

نکاح مسیار کی صورتیں اور اسباب:

عام طور پر نکاح مسیار کی چند صورتیں ہوتی ہیں:

۱۔ ایک متعارف صورت یہ ہوتی ہے کہ نکاح کی صحت کے تمام ارکان وشرائط کی رعایت اور مہر کی تعیین کے ساتھ عقد نکاح کیا جاتا ہے البتہ اس میں شوہر کی جانب سے یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ نفقہ اور سکنی اس کے ذمہ نہیں ہوگا، یا عورت کی طرف سے یہ شرط ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہی گھر رہے گی، اس لئے اس کا نفقہ اور سکنی شوہر کے ذمہ نہ ہوگا، اور شوہر کا اس کے گھر آنا جانا رہے گا، اسی میں بعض دفعہ شوہر کی طرف سے مہر نہ دینے کی شرط ہوتی ہے یا عورت کی طرف سے مہر کی معافی کی پیشکش ہوتی ہے۔

عام طور پر اس صورت کی نوبت ان خواتین کو پیش آتی ہے جو مطلقہ یا بیوہ ہوتی ہیں اور پہلے شوہر کی اولاد کی تربیت کی بڑی ذمہ داریاں ان پر ہوتی ہیں یا ان کے لئے پہلے شوہر کی اولاد سے علاحدہ ہوکر زندگی گزارنا ممکن نہیں ہوتا، یا بعض خواتین اپنے ضعیف والدین کی خدمت کی خاطر ان کے پاس رہنا چاہتی ہیں، ان صورتوں میں حرام سے خود کو بچانے کے لئے وہ اس طریقہ کو اختیار کرتی ہیں۔

اسی طرح بعض مرتبہ دیگر ناپسندیدہ اسباب بھی ہوتے ہیں، مثلاً بعض جنہیں لڑکیاں پدری دولت وثروت حاصل ہوتی ہے وہ شوہر کے دباؤ اور ازدواجی زندگی کے حدود وقیود سے خود کو آزاد رکھنے اور من چاہی زندگی گزارنے کے لئے بھی یہ طریقہ اختیار کرتی ہیں۔

۲۔ نکاح مسیار کی دوسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ نکاح کی صحت کے تمام ارکان وشرائط کی رعایت اور مہر کی تعیین کے ساتھ عقد نکاح کیا جاتاہے جس میں شوہر کی طرف سے نفقہ نہ دینے کی شرط تو نہیں ہوتی ہے، البتہ یہ شرط ہوتی ہے کہ اس کے ساتھشب گزاری میں باری مقرر کرنے کا وہ پابند نہ ہوگا، بلکہ جب موقع ملے گا وہ اس کے پاس آجائے گا۔

اس صورت کی نوبت عام طور پر ان مردوں کو پیش آتی ہے جو اپنی فطری ضرورت کی خاطر دوسری شادی کے متمنی ہوتے ہیں اور وہ اپنی شادی اپنی پہلی بیوی اور بچوں سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں، اسی طرح اس کی نوبت ان مردوں کو بھی پیش آتی جو کسی خاص شہر میں بکثرت آتے ہیں اور وہاں کچھ وقت گزارتے ہیں، تو وہاں کے قیام کی مدت میں سہولت بخش زندگی کی خاطر وہ اس عقد کے متمنی ہوتے ہیں (الفقہ المیسر: عبد اللہ بن محمد الطیار ۴۹،۱۱، فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ: ۳۳۲۹، ویل الغمامۃ فی شرح عمدۃ الفقہ لابن قدامہ ۱۷۴،۶، صحیح فقہ السنہ۱۵۸،۳)۔

۳۔ نکاح مسیار کی ایک مروج صورت یہ بھی ہوچکی ہے کہ نکاح کی صحت کے

ارکان وشرائط اور مہر کے نام پر خطیر رقم کی تعیین کے ساتھ عقد کیا جاتا ہے اور اس میں یہ شرط ہوگی ہے کہ لڑکی کو حاملہ ہونا اور بچہ جننا منظور نہیں، اور نکاح مخفی طور پر کیا جائے گا اور مخفی رکھا جائے گا، اس میں بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود عورت کی جانب سے شوہر کو رہائش کی سہولت فراہم کی جاتی ہے بعض دفعہ عورت رہائش کی طلب گار ہوتی ہے، جبکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دونوں الگ الگ رہتے ہیں اور حسب ضرورت وموقع ملاقات کرتے ہیں (مواقع زواج مسیار سے اعلانات کی تفصیلات سے مستفاد)۔

نکاح مسیارکی یہ صورت اس وقت سب سے زیادہ عام اور نوجوانوں کی پسند ہے، بہت سے نوجوان اپنے شوق کی تکمیل کی خاطر یہ عقد کرتے ہیں جس میں مہر کے نام پر بڑی رقم عورت کو دے کر اس سے صرف جسمانی تعلق رکھتے ہیں اور ہر قسم کی ذمہ داریوں سے بے فکر جب دل چاہا اس کے پاس آتے جاتے ہیں، اسی طرح بہت سی لڑکیاں مادی فوائد کے لئے یہ عقد کرتی ہیں اور مادی فوائد حاصل کرکے طلاق لے لیتی ہیں، نیز اجنبی دیار میں چند ماہ وسال کے لئے مقیم افراد کی نظر میں بھی نکاح مسیار کی یہ صورت ان کے فطری تقاضوں کو پورا کرنے کا ایک بہتر حل ہے، بعض لڑکیاں بھی اجنبی دیار میں اقامت کی مدت گزارنے کےلئے اس عقد کی پیشکش کرتی ہیں، تاکہ وہاں کے قیام کے دوران انہیں ایک مرد کا ساتھ مل جائے، نکاح مسیار کی یہ صورت اتنی عام اور پسندیدہ ہوچکی ہے کہ سینکڑوں ویب سائٹ پر ہزاروں لڑکے اور لڑکیوں کے اشتہار ہر وقت موجود رہتے ہیں۔

۴۔ نکاح مسیار کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ مرد وعورت کے درمیان زبانی ایجاب وقبول ہوتا ہے، اس میں نہ گواہ ہوتے ہیں اور نہ ہی ولی ہوتے ہیں، نکاح مسیار کی یہ شکل صریح زنا ہے اور حرام ہے (عقود الزواج المعاصرۃ بین الصحۃ والفساد: ۲۸۹)۔

نکاح مسیار کے بارے میں اہل علم کی آراء:

نکاح مسیار میں جہاں ارکان وشرائط نکاح کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ بعض احوال میں انسان کی ضرورت بھی ہے، وہیں اس میں متعدد اسباب کراہیت وممانعت بھی ہیں، اسی لئے اس سلسلہ میں اہل علم کی تین آراء ہیں:

۱۔ نکاح مسیار جائز ہے:

بہت سے اہل علم کی نظر اس بات پر ہے اس میں نکاح کی صحت کے ارکان وشروط پائے جاتے ہیں اور بہت سی مرتبہ انسان کو اس کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے یہ نکاح درست ہے، عالم عرب کے علماء میں سے متعدد حضرات نے اسے درست تسلیم کیا ہے، مثلاً شیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ التویجری لکھتے ہیں:

‘‘مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی عورت سے شادی کرے اور یہ شرط لگائے کہ وہ

اس کے پاس جب چاہے آئے گا، پس اگر عورت اس سے راضی ہے تو اس کے لئے شادی کرنا جائز ہے؛ کیونکہ شب گزاری کی باری اس کا حق ہے اور وہ اسے ساقط کرنے پر راضی ہوگئی، عرف عام میں اسے زواج مسیار کہا جاتا ہے " (موسوعۃ الفقہ الاسلامی ۵۵،۴)۔

شیخ صالح بن عبد العزیز (م۱۳۲۹ھ) لکھتے ہیں:

''زواج مسیار دیگر نکاح کی طرح ہے جسے اللہ نے مشروع کیا بشرطیکہ اس میں نکاح کے ارکان وشروط موجود ہوں اور موانع نہ ہوں، اور اس میں نکاح کا اعلان ہو، اور اعلان کے لئے زوجہ کے اقارب اور پڑوسیوں کا اتنا جاننا کافی ہے جس سے عزت پر آنچ نہ آئے، اور اس کے حقوق ثابت ہوں، اس کی اولاد کا اس سے نسب ثابت ہوگا اور اولاد کے حقوق والد پر عائد ہونگے ''(الزواج بنیۃ الطلاق،۱۳۱)۔

شیخ عبد اللہ بن جبرین فرماتے ہیں:

''آج کل جسے لوگ زواج مسیار کہتے ہیں یہ نئی چیز ہے، اس نام سے پہلے معروف نہیں تھا، پھر لوگوں میں یہ نام جاری ہوگیا، اگر اس میں شرائط پورے ہوتے ہوں تو کوئی حرج نہیں، یعنی کہ عورت کے لئے رات مقرر نہ ہو، بلکہ اس کے پاس مرد دن میں آتا ہو اور اپنی ضرورت پوری کرکے چلا جاتا ہو، اور عورت پر راضی ہو یا یہ کہ عورت اپنے گھر پر ہی رہے اور کہتی ہو کہ میں اپنے گھر اور اولاد سے علاحدہ نہیں ہوونگی، تم اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آجایا کرو، تو اگر اس میں نکاح کی شرطیں پوری ہوتی ہیں تو یہ نکاح صحیح ہے اور نکاح کی شرطیں یہ ہیں کہ عاقدین کی رضامندی ہو، دو گواہ ہوں، مہر متعین ہو، نکاح کا اعلان ہو، مزید یہ کہ نکاح رجسٹریشن ہو، اور اگر یہ نکاح مخفی ہو تو پھر درست نہیں، کیونکہ نکاح سر سے حدیث میں منع کیا گیا ہے " (شرح اخصر المختصرات۲۳،۶۳)۔

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ الراجحی فرماتے ہیں:

''نکاح مسیار درست نکاح ہے، اور وہ ولی اور دو عادل گواہ کی موجودگی میں مہر کی تعیین اور بیوی کی رضامندی کے ساتھ ہوتا ہے، البتہ بیوی اپنا حق ساقط کردیتی ہے، جیسے کہ بیوی اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہنے کی حاجت مند ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں شب گزاری کے حق کو ساقط کرتی ہوں اور شوہر سے اس بات پر اتفاق کرتی ہے کہ اس کا شوہر جب چاہے اس کے پاس آجائے، چاہے ہفتہ میں ایک دوبار، بعض عورتیں نفقہ بھی ساقط کردیتی ہیں، جیسے کہ عورت مُدرّسہ ہو یا کسی ملازمت سے وابستہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہ نکاح صحیح ہے ''(شرح کتاب السنۃ للبربہاری۱۴،۱۳)۔

کویتی دار الافتاء سے زواج مسیار کے بارے میں یہ فتوی صادر کیا گیا:

''زواج مسیار نئی اصطلاح ہے جو سابق میں معروف نہیں تھی، اور اب تک یہ اصطلاح کسی معین مفہوم کےلئے طے نہیں ہوئی ہے، اس کی متداول صورتوں میں سے

سب سے زیادہ مشہور صورت یہ ہے کہ انسان کسی عورت سے جس سے اس کے لئے نکاح کرنا حلال ہے ایسا شرعی عقد نکاح کرتا ہے جس میں تمام شرائط نکاح پورے ہوتے ہیں، اس شرط پر کہ وہ اس کے پاس مستقل نہیں رہے گا، بلکہ کبھی کبھی رہے گا، یا اس شرط پر کہ شوہر پر اس کا نفقہ نہ ہوگا، عام طور پر ان شرطوں کا سبب یہ ہوتا ہے کہ مرد کے پاس دوسری بیوی ہوتی ہے یا اس نئی بیوی کے پاس پہلے شوہر سے اولاد ہوتی ہے، زواج مسیار کی یہ صورت شرعاً درست ہے، البتہ اس میں ذکر کردہ شرطیں لازم نہیں ہے اور بیوی کے لئے عقد کے بعد شوہر سے اپنے پاس شب گزاری کا اور دوسری بیوی اور اس کے مابین عدل کا اسی طرح پہلی بیوی کے، جیسا نفقہ کا مطالبہ کرنا جائز ہے، اور اگر یہ مطالبہ کرتی ہے تو اس کا مطالبہ پورا کیا جائے گا اور پچھلی شرطیں لغو ہوجائینگی " (الدر البہیۃ من الفتاوی الکویتیہ ۸،۷۱)۔

نکاح مسیار کا اور اس کے رواج کا ذکر کرتے ہوئے ایک مستفتی نے دار الافتاء دار العلوم دیوبند سے اس کے بارے میں معلوم کیا تو وہاں سے یہ جواب دیا گیا:

''اگر شرعی طریقہ پر کم از کم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے اور مانعِ نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو نکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی جاتی مثلاً ۲سال کے لئے نکاح کررہے ہیں، بلکہ مطلق طور پر نکاح کیا تو ایسا نکاح درست وصحیح ہے، البتہ مہر سے دستبردار ہونے کی بات درست نہیں ہے، دستبردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم از کم دس درہم ہیں جو دینا واجب ہوگا بحق شرع، ہاں اگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کردے اس سے دستبردار ہوجائے تو درست ہے، اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طور پر ایک دوسرے کے شوہر وبیوی ہوگئے، ازدواجی تعلق قائم رکھنا جائز اور درست ہے (دار الافتاء دار العلوم دیوبند، سوال نمبر: ۲۳۸۵، فتوی نمبر: فتوی ۴۶۰،۴۷۰)۔

۲۔ کراہت کے ساتھ جائز ہے:

بہت سے علماء نے اس حیثیت سے کہ نکاح مسیار میں نکاح کے جواز کی مطلوبہ شرطیں پائی جاتی ہیں اور وہ مسلم معاشرہ کے بہت سے مشکلات کا حل بھی ہے، البتہ اس میں بہت سے مفاسد بھی ہیں، اسے کراہت کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، جیسے: ابو مالک کمال بن السید سالم نکاح مسیار پر تفصیلی بحث کے اخیر میں لکھتے ہیں:

''أن ہذا النوع من الزواج لا یسلم من المحاذیر التی تدفع إلی القول بکراہتہ، وعدم التوسع فی تعاطیہ'' (صحیح فقہ السنہ۳،۱۶۰)۔

(اس قسم کی شادی ممنوعات سے پاک نہیں ہے جو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ اسے مکروہ کہا جائے اور اس کو اختیار کرنے میں توسع نہ برتی جائے)۔

اسی طرح ''ہیئۃ کبار العلماء '' کے رکن شیخ عبد اللہ منیع فرماتے ہیں:

''ہذا الزواج بہذا التصور لا یظہر لی القول بمنعہ، وإن کنت أکرہہ، وأعتبرہ مہینۃ للمرأۃ وکرامتہا'' (عقود الزوج المعاصرۃ بین الصحۃ والفساد،۲۹۱)۔

مجمع الفقہ الاسلامی مکہ مکرمہ نے بھی اپنے اٹھارہویں سمینار (منعقدہ ۸۔۱۲،اپریل ۲۰۰۶ء مکہ مکرمہ) میں اس کو جائز کہتے ہوئے خلاف اولی کہا، چنانچہ ان الفاظ میں قرارداد جاری کیا گیا:

''اسلامک فقہ اکیڈمی اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ شادی کے نئے عقد کو اگرچہ اس کے نام اور اوصاف وصورتیں مختلف ہوں شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ قواعد وضوابط کے تابع ہونا چاہئے، اور اس میں ارکان وشروط پورے ہوں اور وہ موانع سے خالی ہوں، عصر حاضر میں لوگوں نے بعض عقد ایجاد کرلئے ہیں جس کے احکام درج ذیل ہیں:

ایسا عقد زواج جس میں عورت رہائش، خرچ اور تقسیم یا کچھ دوسرے حقوق اپنی مرضی سے ختم کردےکہ مرد جب چاہے دن یا رات میں اس کے پاس آسکتا ہے اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ایسا عقد نکاح جس میں عورت اپنے گھر والوں کے ساتھ میکے میں ہی رہے اور میاں بیوی جب چاہیں عورت کے میکے یا کسی اور جگہ مل لیں۔ اس طرح خاوند بیوی کو نہ رہائش دے نہ ہی خرچ وغیرہ۔ یہ دونوں عقد صحیح ہیں، اور اس طرح کے دوسرے عقد اس وقت صحیح ہونگے جب اس میں شادی کے ارکان وشرائط موجود ہوں اور کوئی مانع موجود نہ ہو، لیکن یہ نکاح خلاف اولی ہے ''(الزواج بنیۃ الطلاق،۶۸، الفقہ المیسر ۱۱،۵۱)۔

اسی طرح عالم عرب کے محقق عالم شیخ یوسف القرضاوی، دکتور وہبہ زحیلی اور امام حرم سعود الشریم اس کو کراہت کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں (المسائل الفقہیۃ المستجدۃ فی النکاح،۲۳۲، عقود الزواج المعاصرۃ بین الصحۃ والفساد،۲۸۹۔۲۹۱)۔

''الجامعۃ لبنوریۃ العالمیہ کے دار الافتاء والقضاء '' نے نکاح مسیار کے بارے میں یہ فتوی دیا:

''نکاح مسیار اگر مدت کی تصریح کے ساتھ ہو کہ اتنی مدت مثلاً ہفتہ وغیرہ مخصوص وقت تک نکاح کیا جائے تو یہ بھی نکاح موقت یا متعہ کی ایک قسم ہے جو شرعاً ناجائز وحرام ہے، اگر بوقت عقد مدت کی صراحت نہ ہو، لیکن فریقین یا دونوں میں سے کسی ایک کے دل میں یہ نیت ہو کہ ایک وقت مخصوص مدت گزرنے کے بعد طلاق کے ذریعہ علاحدگی اختیار کرلی جائے گی تو اس صورت میں فقہاء کی تصریحات کے مطابق نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور میاں بیوی کی طرح رہنا حرام نہیں ہوتا، لیکن اس ارادہ کے ساتھ نکاح کرنا بھی بہت مقاصد اور مصالح نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرعاً مکروہ ہے اس لئے حتی الوسع اس سے احتراز کیا جائے '' (فتوی سیریل نمبر: ۲۳۲۵۰)۔

۳۔ نکاح مسیار جائز نہیں ہے:

جبکہ بہت سے اہل علم نے زواج مسیار میں نکاح کے ارکان وشرائط کی تکمیل کے ساتھ عوام اور معاشرہ میں اس کے مروج طریقوں اور مفاسد کو دیکھتے ہوئے اسے ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے، مثلاً شیخ عبد اللہ بن باز سے یہ سوال کیا گیا:

''نسمع عن الزواج السری، والزواج العرفی، وزواج المتعۃ وزواج المسیار، فما حکم الشرع فی ہذہ الزواجات ''؟

(مخفی شادی، عرفی شادی، متعہ اور زواج مسیار کے بارے میں ہم سنا کرتے ہیں، تو ان شادیوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے)؟

اس کے جواب میں شیخ بن باز لکھتے ہیں:

''ہذہ الأنواع کلہا لا تجوز؛ لکونہا مخالفۃ للشرع المطہر، إنما النکاح الشرعی ہو المعلن المشتمل علی أرکان النکاح وشروطہ المعتبرۃ شرعاً، واللہ ولی التوفیق'' (مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ ۲۰؍۴۲۸)۔

(شادیوں کی یہ قسمیں ساری کی ساری ناجائز ہیں، کیونکہ یہ شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں، نکاح شرعی وہ نکاح ہے جس میں اعلان ہو اور وہ ان تمام ارکان وشرائط پر مشتمل ہو جو شرعاً معتبر ہیں)۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ شیخ بن باز عالم عرب کے ان علماء میں سے تھے جو زواج مسیار کو جائز مانتے تھے اور خود ان کا فتوی اس کے بارے میں جواز کا تھا (دیکھئے: فتاوی علماء البلدالحرام ۴۵۰۔۴۵۱)، لیکن جب معاشرہ میں نکاح مسیار کا غلط استعمال عام ہوگیا تو انہوں نے اپنے سابق جواز کے فتوے کے خلاف عدم جواز کا یہ فتوی دیا، چنانچہ شیخ صالح المنجد لکھتے ہیں:

''لکن لما أسیئ استعمالہ من قبل کثیرین توقف بعض أولئک العلماء الذین کانوا یفتون بجوازہ، توقفوا عن القول بالجواز، ومن أبرز ہؤلاء الشیخان عبد العزیز بن باز والعثیمین رحمہما اللہ'' (موقع الاسلام سوال وجواب ۶؍۱۳۸، ۹۷۶۴۲)۔

(لیکن جب بہت سے لوگوں کی جانب سے (نکاح مسیار) کا برا استعمال ہونے لگا تو جواز کا فتوی دینے والے ان علماء نے جواز کے قول سے توقف کرلیا جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر شیخ عبد اللہ بن باز اور شیخ عثیمین رحمہما اللہ ہیں)۔

شیخ عبد الکریم الخضیر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''أن المسیار نکاح خفی لا یطلع علیہ کما یفعل بعضہم، یخفی حتی الاسم الحقیقی فی العقد لا یظہرہ ہذا لا، الإعلان لابد منہ، أن یعرف الناس أن ہذہ زوجۃ فلان، وإلا کون الإنسان یوقع نفسہ فی مواقع الریب والتہم ہذا لا یجوز'' (شرح المؤطا: دروس الشیخ عبد الکریم الخضیر ۲؍۱۷۷)۔

(نکاح مسیار ایک مخفی نکاح ہے جس کی اطلاع نہیں ہوتی، جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں، حتی کہ عقد میں حقیقی نام تک کو مخفی رکھتے ہیں، اسے ظاہر نہیں کرتے، نہ اس میں اعلان ہوتا، حالانکہ وہ ضروری ہے، تاکہ لوگ جان سکیں کہ وہ فلاں کی بیوی ہے، انسان کا خود کو شک اور تہمت کی چیزوں میں ڈالنا جائز نہیں ہے)۔

دکتور محمد زحیلی نے نکاح مسیار پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے اس کا ناجائز ہونا ثابت کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''میں اس نکاح کو دووجہ سے ممنوع اور حرام سمجھتا ہوں، ایک یہ کہ اس عقد میں کئی ایسی شرطیں ہوتی ہیں جو مقتضائے عقد کے خلاف ہوتی ہیں، اور یہ نکاح کے مقاصد شریعت کے منافی ہے، اور نکاح مسیار پر بہت سے مفاسد اور شادی کی حکمت کے مغائر نتائج مرتب ہوتے ہیں، اس لئے میں سد ذرائع کے طور پر نکاح مسیار کو حرام سمجھتاہوں؛ کیونکہ جو حرام کا ذریعہ بنے وہ بھی حرام ہوتا ہے، نکاح مسیار کے برے نتائج عام طور پر پیش آتے ہیں یہ صرف اوہام وخیالات نہیں ہیں یا ایسے واقعات نہیں ہیں جو نادر ہوں ''(عقود الزواج المعاصرۃ بین الصحۃ والفساد،٢٩١)۔

دکتور محمد عبد الغفار الشریف لکھتے ہیں:

''زواج مسیار نئی بدعت ہے جسے کمزور نفوس نے ایجاد کیا ہے، جو یہ چاہتے ہیں کہ خاندان کی تمام ذمہ داریوں سے اور ازدواجی زندگی کے مطالبات سے آزاد ہوجائیں، ان کی نظر میں شادی بس ظاہری طور پر شریعت کے سائے میں جنسی حاجت پوری کرنا ہے، میرے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، اگرچہ کہ مشروع طریقہ پر عقد کیا جائے ''(عقود الزواج المعاصرۃ بین الصحۃ والفساد،٢٩١)۔

اسی طرح ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوریہ ''کے ایک فتوی میں بہت تفصیل کے ساتھ نکاح مسیار کے ناجائز ہونے کی بات کہی گئی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاوی جامعہ بنوریہ)۔

مفتی سید نجم الحسن امروہوی لکھتے ہیں:

''سوال میں ذکر کردہ عقد (اگر مسیار اسی عقد کا نام ہو تو پھر مسیار) یہ عقد صحیح ہے باقی نیت کا کچھ اعتبار نہیں اور حقوق معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے بدستور شوہر کے ذمہ باقی رہینگے، لیکن یہاں چند باتیں ذہن نشیں رہیں اولاً اس طرح کی نیت سے نکاح نہیں کرنا چاہئے، دوام کی نیت ہو اللہ تعالی آسانی فرمائینگے ،ثانیاً اگر اس طرح کا عقد کرلیا ہے تو پھر از حد کوشش کرے کہ طلاق نہ دے، کیونکہ طلاق مبغوض چیز ہے نیز بیوی کے حقوق بھی ادا کرے۔ اسلام نے نکاح کو اسی لئے مشروع کیا ہے نکاح مسیار کی جو صورت آپ نے لکھی ہے اگر واقعۃً صورت یہی ہے تو بہرحال یہ فطرت سے منحرف عقد ہے اور سنت وشریعت کے مخالف ہے عقد اگرچہ منعقد ہو (نجم الفتاوی: کتاب النکاح: نکاح مسیار کا حکم)۔

نکاح مسیار کے منفی پہلوؤں کی روشنی میں راجح حکم:

یہ تو حقیقت ہے کہ نکاح کی صحت کے لئے مطلوبہ ارکان وشرائط کی عام طور پر اس میں تکمیل ہوتی ہے، اس لئے یہ نکاح اصلاً جائز ہے اور یہ بہت سے مرد اور مطلقہ یا بیوہ خواتین کے لئے مفید اور ان کے مشکلات کا حل ہے۔ اسی لئے اس اصطلاح کی ابتدء میں اسے علماء نے جائز قرار دیا، لیکن اس جواز کے قول کو بہانہ بناتے ہوئے اس کا بڑے پیمانہ پر غلط استعمال شروع ہوگیا اور آج کل تو اس کا زیادہ تر غلط مقاصد کے لئے ہی استعمال ہورہا ہے جس سے نکاح کے مقاصد مجروح ہورہے ہیں، جیسا کہ نکاح مسیار کے اعلان واشتہار کی سہولت فراہم کرنے والی ویب سائٹس اور ایپس سے اور اس سلسلہ میں سروے رپورٹ اور اخبارات میں شائع خبروں سے معلوم ہوتا ہے:

۱۔ مروج نکاح مسیار میں جانبین کے پیش نظر مقاصد نکاح کے بجائے وقتی طور پر مادی یا جنسی فوائد ہوتے ہیں ، اس کی واضح دلیل سعودی عرب کی وزارۃ العدل کی ایک سروے رپورٹ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ نکاح مسیار صرف ۲۰ فیصد ہی کامیاب اور پائیدار ہوئے ہیں، اکثر وبیشتر نکاح مسیار میں دونوں رشتہ زوجیت سے ۱۴ دن سے ۶۰ دنوں تک ہی منسلک رہ پاتے ہیں۔ یہ سروے نوجوان لڑکے لڑکیوں کی نکاح مسیار میں دلچسپی کے مقاصد کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ اسی سروے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ افسوسناک پہلو ہے کہ اس کے رجحان میں بہت بہت اضافہ ہوا ہے اور اسے تجارت کے طو رپر بھی استعمال کیا گیا ہے (الوطن ۲۸؍اکتوبر ۲۰۱۸ء۔ (Alwatan.com.sa/aarticle/389471-

۲۔ نکاح مسیار کو محض شہوت رانی کا ذریعہ بنالیا گیا ہے، ''رفقا بالقواریر '' کی مصنفہ امۃ اللہ بنت عبد المطلب کہتی ہیں کہ زواج مسیار درحقیقت مردوں کا کھلونا بن گیا، او راس نکاح میں ان کی رغبت صرف اپنی شہوت کی تسکین کے لئے ہے اور حالت یہ ہوگئی ہے اس طرح کا نکام عام طور پر پوشیدہ طریقے پر انجام دیاجاتا ہے (رفقا بالقواریر؍۱۰۵)، ایک عربی آن لائن نیوز پورٹل: ''آرٹی آن لائن '' میں کہا گیا ہے کہ ایک شخص نے اس موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ اس کے ایک دوست نے اب تک گیارہ عورتوں سے نکاح مسیار کیا ہے، ایک کوطلاق دیا دوسری سے شادی کیا، پھر اسے طلاق دیا اور کسی اور سے نکاح کیا (المسیار یلقی رواجا فی السعودیۃ رغم معارضیہ: تاریخ النشر: ۴؍جولائی ۲۰۲۱ء)۔

۴۔ عالم عرب کے بہت سے ماہر اطباء کا دعوی ہے کہ خلیجی ممالک میں ایڈز کے اضافہ میں زواج مسیار کا سب سے بڑا کردار ہے، یہی دعوی اقوام متحدہ کے نمائندہ دکتور حمید زرافتایش کا ہے (www.mohamoon-qa.com)۔

۵۔ عالم عرب کے دار الافتاء میں موصول وہنے والے بعض سوالات سے نکاح مسیار کے بارے میں عوامی ذہن اور عوام کے مابین اس کے رواج کی کیفیت سے معلوم

ہوتا ہے کہ اسے حرام تعلقات کے جائز متبادل کے طور بھی اختیار کیا جارہا ہے، مثلاً ایک سوال میں سائل یہ کہتا ہے کہ الحمد للہ میں ایک شادی شدہ مسلمان اور صاحب اولاد ہوں، ایک عرب ملک کے سفر کے دوران ایک بہت خوبصورت لڑکی سے میرا تعارف ہوگیا ہے، جو کہ اجرت لے کر جنسی کاروبار میں مبتلا ہے، میں خاص طور پر اس سے ملاقات کے لئے سفر کرتا ہوں، البتہ اب تک اللہ کے خوف سے اس کے ساتھ جسمانی تعلق سے بچا ہوا ہوں، صرف مداعبت تک ہمارا اس سے تعلق ہے، اب میں اس سے ''زواج مسیار '' کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ یہ خاتون مجھ سے زواج مسیار کرنے کے بعد بھی اپنے برے پیشہ کو انجام دیتی رہے؛ کیونکہ میں دوسرے ملک میں رہتا ہوں اور یہ دوسرے ملک میں ہے (فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ: ۶۸۹۹۱، ۱۰۲۵،۱۳)، یہ ایک صاحب کا سوال ہے، لیکن نہ جانے کتنے ہی افراد ''زواج مسیار '' کے نام پر اس طرح کے تعلقات میں مبتلا ہوں۔ بلکہ عالم عربی کے ایک سروے میں یہاں تک بات سامنے آئی ہے کہ بہت سی عورتیں زواج مسیار میں طلاق کے بعد عدت گزارے بغیر دوسرے مرد سے زواج مسیار کرلیتی ہیں (الوطن: ۲۸،اکتوبر۲۰۱۸ء) اور یہ سب اس لئے ممکن ہوپاتا ہے کہ عام طور پر زواج مسیار کو مخفی رکھا جاتا ہے، اور ایسے بھی آج کی شہری مصروف زندگی میں ہر آدمی اپنی ذات میں اتنا مگن ہے کہ اسے پڑوس کے فلیٹ یا مکان کے پڑوسی کے احوال تو درکنار نام تک معلوم نہیں ہوتے۔

۶۔ مزید یہ ہے نکاح مسیار کرنے والی خواتین کی بکثرت یہ شکایت اور درد ہے کہ نکاح مسیار کرنے والا مرد صرف جنسی تعلق کا طلب گار ہوتا ہے، اسی لئے وہ اولاد کی ولادت سے گریز کرتا ہے اور بہت سے رشتہ اس وقت ٹوٹ جاتے ہیں جب عورت اولاد چاہتی ہے، اسی طرح عام طور نکاح مسیار کرنے والے مرد ولادت کے بعد بچوں کی ذمہ داریاں قبول نہیں کرتے۔ یہ مزاج مقصد نکاح: تکاثر نسل کے بالکل مغائر ہے، اس میں جہاں توالد وتناسل کا فطری نظام متاثر ہوتا ہے وہیں آنے والی اولاد باپ کی صحبت وتربیت سے بھی محروم ہوجاتی ہے، اسے باپ کی شکل میں وہ انسان ملتا ہے جو وقتا فوقتاً اس کے گھر آتا جاتا ہے، اور اس نکاح کا یہ نقصان دہ پہلو ہے کہ اس کے ذریعہ عورت کو اور اس کی اولاد کو وہ احساس تحفظ حاصل نہیں ہوسکتا جو روایتی شادی فراہم کرتی ہے۔

شیخ ابواسحاق حوینی فرماتے ہیں:

''مرد کہتا ہے کہ مجھے تم سے اولاد نہیں چاہئے، تو وہ اس سے اتفاق کرتی ہے، اور اگر اس شرعی شادی کے نتیجہ میں اسے اولاد ہوتی ہے تو پھر عورت قربان ہوتی ہے؛ کیونکہ مرد نے تو شروع ہی میں اولاد کے حوالہ سے اپنی مسئولیت سے خود کو آزاد کرلیا تھا، اس لئے اب وہ اس کی فکر نہیں کرتا، یہ وہ بات ہے جو معاشرہ کے لئے بہت خطرناک ہے، اس شادی کے نتیجہ میں ایسی اولاد کی آمد ہوگی جس کی تربیت کرنے والا

کوئی باپ نہ ہوگا " (دروس للشیخ ابی اسحاق الحوینی: ۱۴،۷۲)۔

۷۔ آج کل یہ عام ہوگیا ہے کہ لڑکیاں خطیر رقم مہر میں لے کر نکاح مسیار کرتی ہیں اور یہ شرط لگاتی ہیں کہ وہ حاملہ نہیں ہونگی، یہ شرط شرعی نقطہ نظر سے بہت بری ہے؛ کیونکہ وقتی طور پر زوجین آپسی رضامندی سے حمل کو موخر کریں اس کی تو گنجائش ہے، لیکن اولاد کی آمد پر مکمل روک لگانا اور زن وشو کے تعلق میں کبھی بھی استقرار حمل کو گوارا نہ کرنا مذموم ہے اور نکاح کے بنیادی مقصد کے مغائر ہے ۔ ''اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیہ '' کے ایک فتوی میں ہے:

''یکون تحدید النسل محرماً مطلقاً، ویکون منع الحمل محرماً إلا فی حالات فردیۃ نادرۃ لا عموم لہا'' (مجلۃ البحوث الاسلامیہ۵،۱۲۷)۔

(نسل کی تحدید مطلقاً حرام ہے اور سوائے نادر حالات کے حمل کو روکنا حرام ہے)۔

یہ حقیقت ہے کہ ماں بننا عورت کا فطری جذبہ ہے، لیکن اس نکاح میں خاص طور پر یہ شرط اس لئے لگائی جاتی ہے کہ زوجین اپنا تعلق عارضی سمجھتے ہیں اور عورت پر ہر وقت یہ فکر مسلط رہتی ہے کہ اسے کسی بھی وقت طلاق دی جاسکتی ہے، اس لئے یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کا باکرہ ہونا لوگوں کی نظروں میں باقی رہے، اور اس طرح اس سے علاحدہ ہونا آسان ہو اور اس کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے سے شادی کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، اس لئے ایک رپورٹ کے مطابق نکاح مسیار کرنےو الی اکثر خواتین مانع حمل دوائیں مستقل استعمال کرتی ہیں....نکاح میں عدم توالد کی شرط بھی یہ واضح کرتی ہے کہ یہاں پر تمام مقاصد نکاح سے انحراف کے ساتھ صرف جنسی تلذذ مقصود ہے، فقہاء کرام کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نکاح مؤقت یا متعہ کے حرام ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس میں مقاصد نکاح کے بجائے صرف تلذذ وتمتع مقصود ہوتا ہے؛ اس لئے ممنوع ہے، علامہ قسطلانی نکاح موقت کے ممنوع ہونے کی وجہ لکھتے ہیں:

''لأن الغرض منہ مجرد التمتع دون التوالد وغیرہ'' (ارشاد الساری۸،۲۸۸)۔

(نکاح متعہ وموقت اس لئے ممنوع ہے کہ اس میں توالد وغیرہ کے علاوہ صرف تمتع مقصود ہے)۔

تو جس طرح توالد وتناسل اور مقاصد نکاح کے بجائے صرف تمتع پیش نظر ہونے کی وجہ سے نکاح متعہ ممنوع قرار دیاگیا تو یہ نکاح مسیار جس میں خاص طور پر عدم توالد اور مقاصد نکاح کی خلاف ورزی مشروط ہوتی ہے اسے بھی اس کی طرح ممنوع ہونا چاہئے۔

۷۔ زیادہ تر نکاح مسیار کو مخفی رکھا جاتا ہے، اسی لئے یہ طریقۂ نکاح ''زواج السر'' کے نام سے بھی مشہور ہوگیا ہے، نکاح کو مکمل مخفی رکھنا ''أعلنوا ہذا النکاح'' کے بالکل خلاف ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے مخفی نکاح سے منع فرمایا ہے، ہاں دو

مسلمان عاقل وبالغ گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول کے بعد عام لوگوں سے نکاح کو چھپانا اور گواہوں سے چھپانے کی گزارش کرنا احناف کے نزدیک ممنوع مخفی نکاح کے حکم میں نہیں ہے؛ کیونکہ سری نکاح سے مراد وہ نکاح ہے جس میں گواہ شرعی اصولوں اور معیار کے مطابق نہ ہوں، لیکن جو نکاح شرعی گواہوں کے سامنے ہو وہ درست ہے اور وہ سری نکاح نہیں ہے، لیکن نکاح کو چھپانا اور چھپانے کی گزارش وکوشش اسلامی تعلیم کے بالکل خلاف ہے؛ کیونکہ عام حالات میں نکاح کا اعلان مسنون ہے۔ ‘‘ندب إلی زیادۃ علانۃ وہو مندوب إلیہ ’’ (بدائع الصنائع۲؍۲۵۳)، یہ حکم اس لئے ہے کہ نکاح کو عام لوگوں سے مخفی رکھنے میں متعدد سماجی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، مثلاً ماہر قانون ڈاکٹر عمر الخولی کہتے ہیں کہ شوہر کے انتقال کے بعد نکاح مسیار کرنے والی خاتون اور اس کی اولاد کا اپنے شوہر کے ترکہ میں حصہ پانا مشکل، بلکہ ناممکن ہوجاتا ہے؛ کیونکہ مرنے والے کے اہل وعیال اس بات سے ناواقف ہوتے ہیں کہ یہ خاتون اس کی بیوی ہے اور اس کے بچے مرنے والے کی اولاد ہیں۔ اس حق کو حاصل کرنے کےلئے عورت کو عدالتوں کا رخ کرنا پڑتا ہے اور اپنی شادی ثابت کرنی پڑتی ہے (الریاض: ۲۸؍فروری ۲۰۱۶، زواج المسیار: عقد شرط السریۃ) نکاح کو مخفی رکھنے کی کوشش کی وجہ سے بعد میں عدالتوں میں اسے ثابت کرنا بھی مشکل ہوتا ہے؛ کیونکہ عموماً ایسی شادیوں کا رجسٹریشن نہیں کرایا جاتا، محض دوگواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے، وہ دو گواہ کسی ہوٹل میں کام کرنے والے ملازم یا کوئی اجنبی بھی ہوسکتے ہیں جن سے بوقت ضرورت رابطہ کرنا یا ان کاعدالت میں جاکر گواہی دینا بھی بہت مشکل بلکہ ناممکن ہوسکتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی اس نکاح کے مخفی ہونے کی وجہ سے کئی خطرات کے اندیشے ہیں جن کے ازالے کی خاطر اسلام نے نکاح کے اعلان کی تعلیم دی ہے، مثلاً اس نکاح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اختلاط نسب اور رشتوں کی حرمت کے پامال ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اس اندیشے کو محض دوگواہوں کے ہونے سے ختم نہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ یہ دو گواہ اس خاتون سے اس کے رشتۂ زوجیت سے بلاشبہ واقف ہیں، لیکن اس کی دیگر بیویوں اور ان کی اولاد سے ان کی کوئی واقفیت نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ لاعلمی میں اس کی دونوں بیویوں کی اولاد میں جو آپس میں علاتی بھائی بہن ہیں نکاح کی نوبت آجائے، یا اس کی مخفی منکوحہ سے اس کی وفات یا طلاق کے بعد اس کا والد یا اس کا بیٹا اس سے مخفی نکاح مسیار کرلے۔ یقینا نکاح مسیار کا یہ خطرناک پہلو ہے اور آج کل زیادہ تر نکاح مسیار کو مخفی ہی رکھا جاتا ہے۔

۸۔ زواج مسیار میں عورت کی اہانت ہے، اور یہ عورت کے خاندان کے لئے باعث ضررو عیب ہے، حتی کہ اب اس کے غلط رواج کی وجہ سے کوئی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیٹی یا بہن زواج مسیار کرلے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نکاح مسیار کے نام پر مروج نکاح مقاصد نکاح کے بالکل مغائر ہے او راس کے مفاسد اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ یہ طریقۂ نکاح متعدد مفاسد کا مجموعہ اور جنسی انارکی کے عام ہونے کا ذریعہ ہیں، اور اس بات کا صرف اندیشہ ہی نہیں بلکہ عملاً ایسا ہورہا ہے کہ اس قسم کے نکاح زنا کے متبادل کے طور پر اختیار کئے جارہے ہیں، اسی لئے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجازت دی گئی ہے وہاں امیر اور صاحب ثروت لوگوں نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کو خرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دے دی، اور اس کا اس قدر رواج بڑھ گیا ہے کہ آن لائن سینکڑوں ویب سائٹ پر ہزاروں لڑکیوں کی طرف سے اس کی پیشکش کی جاتی ہے، جس میں صاف لفظوں میں شرعاً مذموم شرطیں ہوتی ہیں، اگر اس کی مطلقاً اجازت دے دی جائے تو عین ممکن ہے کہ بہت سے لوگ معروف زنا کو چھوڑ کر اس طریقہ سے اپنی شہوت کی تکمیل کرینگے۔ جس سے معروف طریقہ نکاح کا رواج متاثر ہوگا، خاندانی نظام بکھرے گا، اور دشمنوں کو اس کے بہانے اسلام پر اعتراض اور رکیک تبصروں کا موقع ملے گا۔ اس لئے سد ذرائع اور درء المفاسد کے مزاج شریعت کے تحت نکاح مسیار کو ناجائز کہنا زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے اس کو جائز کہنے والے متعدد اہل علم نے جب اس کےغلط استعمال کو دیکھا تو انہوں نے بھی اسے ناجائز کہا، کیونکہ فتنوں کے اس دور میں ‘‘نکاح مسیار ’’ کے نام سے نکاح کی اجازت دینا ایک ایسے مخصوص قسم کے نکاح کا دروازہ کھولتا ہے جو مفاسد کی راہ ہے، جب کہ نکاح مفاسد کی رواہوں کو بند کرنے کے لئے ہے، ‘‘قل فیہما إثم کبیر ومنافع للناس وإثمہما أکبر من نفعہما’’ (سورہ بقرہ: ۲۱۹)، اور سد ذرائع کا شرعی ضابطہ اسی کا متقاضی ہے کہ اسے ممنوع رکھا جائے؛ کیونکہ جو عمل اصلاً کسی حلال مقصد کے لئے وجود میں آیا ہو، لیکن وہ اکثر حرام کا سبب بنتا ہو او راس کے مفاسد اس کے مصالح پر غالب ہوں تو شریعت میں اس ذریعہ اور عمل کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، ‘‘وثالثۃ موضوعۃ للمباح، ولکنہا تفضی إلی المفسدۃ غالباً، ومفسدتہا أرجح من مصلحتہا.... أما القسمان الثانی والثالث فہما ممنوعان’’ (اعلام الموقعین عن رب العالمین: المقدمہ، فصل فی سد الذرائع)۔

رہی بات یہ کہ اس نکاح سے بہت سی بیوہ عورتوں اور حاجت مند مردوں کو عفت کی راہ ملتی تو اس کا حل صرف ‘‘زواج مسیار ’’ کو جائز کہہ کر نکاح کی ایک نئی قسم متعارف کرانے میں ہی نہیں، بلکہ عام نکاح کے ذریعہ بھی یہ حل ہوتا ہے کہ شرطوں کے بغیر شادی ہو اور زوجین اپنے احوال وضروریات کے مطابق اپنی زندگی کے گزارنے کی کیفیت اور ایک دوسرے کے حقوق آپسی رضامندی سے طے کرلیں، جیساکہ اپنے ملک میں سینکڑوں مرد وعورت رشتہ ازدواج کے باوجود اپنے احوال کے مطابق ایک دوسرے سے وقتاً فوقتاً ملتے ہیں اور اکثر اوقات ایک دوسرے سے الگ ہی رہتے ہیں، نہ اس میں توالد

وتناسل سے دائمی اجتناب کی شرط ہوتی ہے، نہ ہی ذمہ داریوں سے براءت کی کوئی شرط ہوتی ہے، اور نہ اسے نکاح مسیار کی طرح حد درجہ مخفی طور پر کیا جاتا ہے اور نہ ہی اسے زواج مسیار کے نام سے موسوم نہیں کیا جاتا ہے۔

نکاح مسیار میں اولیاء کو اعتراض کا حق:

نکاح مسیار کو اس سے جڑے مفاسد کی وجہ سے ناجائز کہا گیا ہے ورنہ اس میں عقد نکاح کے معتبر ہونے کے ارکان وشروط پائے جاتے ہیں، اس لئے اگر کوئی لڑکی اپنے حقوق سے دستبردار ہوکر کسی سے دوگواہوں کی موجودگی میں خفیہ نکاح کرلے حتی کہ اولیاء کو بھی اس کا علم نہ ہو تو اس کے عاقلہ بالغہ ہونے کی وجہ سے نکاح منعقد ہوجائے گا۔

''وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاہا، وإن لم یعقد علیہا ولی بکراً کانت أو ثیباً عند أبی حنیفۃ وأبی یوسف رحمہما اللہ فی ظاہر الروایۃ'' (بدایہ ۱،۱۹۱)۔

(ظاہر الروایت کے مطابق امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک آزاد عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے ساتھ منعقد ہوجاتا ہے اگرچہ کہ ولی نے اس کا عقد انجام نہ دیا ہو وہ چاہے باکرہ ہو یا ثیبہ ہو)۔

البتہ مروجہ نکاح مسیار کی صورتوں اور اس کے غلط استعمال کی وجہ سےیہ بہت معیوب ہوچکا ہے، اور کوئی شریف انسان یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ناز ونعمت سے پالی ہوئی لخت جگر کا نکاح مسیار کرائے، اسی لئے عام طور پر نکاح مسیار اولیاء واقرباء سے مخفی رکھ کر انجام دیا جاتا ہے، اور مخفی طور پر نکاح مسیار کرنا ولی کے لئے عار کا باعث ہوتا ہے، اور خود اس لڑکی کے مستقبل کے لئے خطرناک ہوسکتا ہے، اس لئے جس طرح غیر کفو سے نکاح کرنے کی صورت میں یا ولی کی اجازت کے بغیر مہر مثل سے بہت کم پر شادی کرنے کی صورت میں اولیاء سے عار کو دفع کرنے کے لئے اور لڑکی کو اس کے غلط فیصلے کے برے انجام اور نقصان سے بچانے کے لئے شریعت اسلامیہ میں ولی کو اعتراض کا حق دیا ہے، اسی طرح یہاں بی ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا؛ کیونکہ مذکورہ دونوں مسئلوں میں ولی کو اعتراض کا حق جس سبب سے ملا ہے یعنی ''دفع عار '' اور ''دفع ضرر '' وہ یہاں بھی موجو دہے۔

ہدایہ میں ہے:

''للولی الاعتراض فی غیر کفء'' (الہدایہ۱،۱۹۱، درر الحکام۱،۳۳۵)۔

(غیر کفو سے شادی کرنے کی صورت میں ولی کو اعتراض کا حق ہوگا)۔

علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

''ولو نکحت بأقل من مہرہا فللولی العصبۃ (الاعتراض حتی یتم) مہر مثلہا (أو یفرق) القاضی بینہما دفعاً للعار'' (رد المحتار علی ہامش الرد۳،۹۴)۔

(اگر لڑکی نے اپنے مہر (مثل) سے (بہت) کم میں شادی کرلیا تو ولی عصبہ کو اعتراض کا حق ہوگا، یا تو مہر مثل مکمل ہوجائے یا قاضی ان دونوں کے درمیان دفع عار کی خاطر تفریق کردے گا)۔

امام ابو الحسن قدوری لکھتے ہیں:

''وما أضرّ بالعشيرة ثبت للولی الاعتراض فيه كعدم الكفاءة'' (التجريد للقدوری ۹؍۴۴۰۰، مسئلہ نمبر: ۲۱۴۰۲)۔

(جو خاندان کے لئے نقصان دہ ہو اس میں ولی کو اسی طرح اعتراض کا حق ہوگا، جیسے کفاءت نہ ہونے کی صورت میں اعتراض کا حق ہوتا ہے)۔

اس سے قبل ''عضل الولی '' کے باب میں امام قدوری لکھتے ہیں:

''فإذا ثبت الاعتراض فلأن يثبت للشين والضرر أولی'' (التجريد للقدوری ۹؍۴۳۳۱، مسئلہ نمبر: ۲۱۰۵۲)۔

(جب ولی کے لئےا عتراض کا حق (عدم کفاءت اور نقصان مہر کی صورتوں میں) ثابت ہے تو جو چیز (خاندان کے لئے) عیب وضرر کا باعث ہوگی اس میں بدرجہ اولی اعتراض کا حق ہوگا)۔

زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کا نفقہ:

نکاح مسیار میں عام طور پر زوجین کی کوشش ہوتی ہے کہ بچے کی ولادت نہ ہو، لیکن قضائے الہی کے تحت بہت سی مرتبہ نہ چاہتے ہوئے بھی اولاد ہوتی ہے، اسی طرح بہت سی عورتیں جو اپنے شخصی اعذار جیسے والدین کی خدمت وغیرہ کی وجہ سے نکاح مسیار کرتی ہیں وہ اولاد چاہتی ہیں۔

نکاح مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہوگا اور اس کا نفقہ اسی شوہر پر ہوگا جس سے یہ بچہ ہوا ہے، کیونکہ والد پر اولاد کا نفقہ لازم ہوتا ہے، ام معاویہ ہند نے جب ابوسفیان سے شکایت کی کہ ابو سفیان خرچ کے لئے اتنا کم مال دیتے ہیں کہ وہ میرے لئے اور میرے بیٹے کے لئے کافی نہیں ہوتا، تو کیا میں بقدر ضرورت ان کے علم کے بغیر ان کے مال میں سے لے سکتی ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ ان کے مال میں سے معروف طریقہ پر اتنا لے لو جتنا تمہارے لئے اور تمہارے بیٹے کے لئے کافی ہوجائے (مسلم: ۱۷۱۴)۔

اس روایت کی شرح کرتے ہوئے علامہ متعدد شارحین حدیث مثلاً علامہ خطابی لکھتے ہیں:

''فيه من الفقه وجوب نفقة النساء على أزواجهن ووجوب نفقة الأولاد على الآباء'' (معالم السنن۳؍۱۶۷)۔

(اس روایت سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا نفقہ ان کے شوہروں پر

واجب ہے اور اولاد کا نفقہ ان کے آباء پر واجب ہے)۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

''تجب النفقۃ والسکنی والکسوۃ لولدہ الصغیر الفقیر لقولہ تعالی :(وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف) فہی عبارۃ فی إیجاب نفقۃ المنکوحات إشارۃ إَی أن نفقۃ الأولاد علی الأب وأن النسب لہ'' (البحر الرائق۴،۲۱۸)۔

(مرد پر اس کے چھوٹے بچے کا جس کے پاس مال نہ ہو، نفقہ، رہائش اور کپڑا لازم ہوگا، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف '' (سورہ بقرہ: ۲۳۳) یہ آیت منکوحات کے نفقہ کو واجب کرنے میں صریح ہے اور یہ اشارہ کرتا ہے کہ اولاد کا نفقہ باپ پر ہوگا اور نسب اسی سے ثابت ہوگا)۔

طلاق دینے کی نیت کے ساتھ نکاح:

اگر کوئی شخص کسی ملک یا شہر میں چند ماہ یا چند سال کے لئے مقیم ہے اور وہ وہاں کسی خاتون سے شادی کررہا ہے اور اس کے دل میں یہ نیت ہے کہ وہ جب یہاں سے اپنے وطن کو واپس ہوگاتو طلاق دے کر رشتہ ختم کردے گا، او راس نے عقد نکاح میں مدت کا ذکر کئے بغیر کسی خاتون سے نکاح کیا تو اس صورت میں اس نکاح پر نکاح موقت کا اطلاق نہیں ہوگا اور یہ درست ہوگا، البتہ ایسا کرنا یک گونہ دھوکہ ہے جو کہ اسلامی اخلاق کے مغائر ہے، علامہ محمد رشید رضا مصری لکھتے ہیں:

''فقہاء کہتے ہیں کہ جب شوہر توقیت کی نیت کرے اور اس کی عقد کے صیغہ میں شرط نہ لگائے تو عقد نکاح صحیح ہے، لیکن شوہر کا اسے چھپانا دھوکہ شمار ہوگا '' (تفسیر المنار۵،۱۵)۔

دل میں طلاق کی نیت کے ساتھ نکاح کے بارے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں نکاح درست ہوگا اور یہ نکاح موقت نہیں ہوگا، کیونکہ نکاح موقت کے لئے ضروری ہے کہ توقیت الفاظ عقد میں مذکور ہو، علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

''اگر عورت سے شادی کیا اور اس کی نیت میں یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ معینہ مدت تک رہے تو نکاح درست ہے؛ کیونکہ توقیت لفظ کے ذریعہ ہوتی ہے '' (البحر الرائق۳،۵۲)۔

حنفیہ کی طرح مالکیہ، شوافع اور ابن قدامہ حنبلی کی روایت کے مطابق حنابلہ کے نزدیک بھی یہ نکاح موقت نہیں ہوگا اور درست ہوگا۔ ''الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ '' میں مذکور ہے:

''حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور ''مغنی ''اور ''الشرح الکبیر '' میں بیان کردہ قول کے مطابق حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ اگر ایک مہینہ یا اس سے کم زیادہ مدت میں طلاق دینے کی نیت کے ساتھ کسی عورت سے شادی کیا تو نکاح صحیح ہے، چاہے عورت یا اس کے

ولی کو اس علم ہو یا نہ ہو، اور یہ اس لئے صحیح ہے کیونکہ فاسد کرنے والے شرط سے یہ عقد خالی ہے، اور نیت کی وجہ سے یہ عقد فاسد نہیں ہوگا؛ کیونکہ انسان کبھی ایسی چیز کی نیت کرتا ہے جسے وہ انجام نہیں دیتا اور کبھی وہ کام کرتا ہے جس کی وہ نیت نہیں کرتا، اور اس لئے کہ توقیت لفظ کے ذریعہ ہی ہوتی ہے ''(الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۳۴۴،۴۱)۔

بلکہ فقہاء کے کلام یں یہ گنجائش بھی ملتی ہے کہ اگر عقد نکاح میں ایک مخصوص مدت پر طلاق دینے کی شرط ذکر کرتے ہوئے نکاح کیا تو بھی نکاح درست ہوگا، البتہ یہ شرط باطل ہوگی۔

''اگر یہ کہا کہ میں تم سے اس شرط پر شادی کررہا ہوں کہ دس دنوں بعد تمھیں طلاق دے دونگا اور اس وہ خاتون اس سے راضی ہوگئی، یا اس نے ہاں کہہ دیا، یا کہہ دیا کہ اس شرط کے مطابق میں نے اپنی شادی تم سے کرادی تو نکاح منعقد ہوجائے گا اور شرط باطل ہوجائے گا '' (تحفۃ الفقہاء۱۲۰،۲)۔

صاحب جوہرہ علامہ ابوبکر بن علی زبیدیؒ لکھتے ہیں:

''اگر یہ کہا کہ میں نے تم سے اس شرط پر شادی کی کہ میں تمھیں دس دنوں بعد طلاق دے دونگا، تو نکاح جائز ہے، اس لئے کہ اس نے اس عقد کو ابدی طور پر کیا اور اس کی ابدیت کو طلاق کے ذکر کے ذریعہ ختم کیا اور نکاح مؤبد کو شرطیں باطل نہیں کرتی ہیں، اس لئے یہ نکاح جائز ہوگیا '' (الجوہرۃ النیرہ۱۸،۲، تفصیل کے لئے دیکھئے: بدائع الصنائع۲۷۴،۲)۔

خلاصہ یہ ہے کہ طلاق کی نیت کے ساتھ نکاح کرنے کو یا اسی طرح مخصوص مدت پر طلاق دینے کی شرط کے ساتھ نکاح کو نکاح موقت مان اس کے حکم میں نہیں رکھا جاسکتا؛ کیونکہ نکاح موقت کی تعریف اور ایجاب وقبول کی عبارت سے یہ مختلف ہے۔

نکاح موقت کی حقیقت:

نکاح موقت کی یہ تعریف کی گئی ہے:

''وہو أن یتزوج امرأۃ بشہادۃ شاہدین إلی عشرۃ أیام مثلاً'' (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۳۱،۲)۔

(نکاح موقت یہ ہے کہ انسان کسی عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں مثلاً دس دنوں کے لئے شادی کرے)۔

یعنی مرد دوگواہوں کے سامنے یہ کہے کہ میں تم سے دس دنوں کے لئے شادی کررہا ہوں اور عورت اسے قبول کرلے، اس میں اور دس دن پر طلاق دینے کی شرط والی صورت میں فرق یہ ہے کہ وہاں نکاح کے دس دن کے لئے کرنے کی صراحت نہیں ہوتی ہے، بلکہ دس دن بعد طلاق دینے کی شرط یا ارادہ کا اظہار ہے جو بعد میں پورا ہو یہ ضروری نہیں، جب کہ اس موقت والی شکل میں یہ صراحت ہوتی ہے کہ یہ نکاح دس دن

کے لئے ہی ہورہا ہے۔

نکاح موقت کے حوالہ سے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر نکاح کو کسی خاص مدت ووقت سے مقید کرکے نکاح کیا گیا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) نکاح کو ایسی مدت کے ساتھ موقت کیا کہ جس مدت تک دونوں کی حیات ممکن نہیں ہے، مثلا یوں کہا کہ میں نے تم سے قیامت آنے تک کے لئے شادی کرلیا، تو اس طرح کی مدت ذکر کرنے سے وہ نکاح درست ہوگا گویا کہ دونوں ہمیشہ کے لئے زوجیت سے منسلک ہوگئے۔

''امام شمس الائمہ حلوانیؒ کہتےہیں کہ ہمارے بہت سے مشائخ نے فرمایا: اگر زوجین نے اپنے نکاح کے بقا کی ایسی مدت مقرر کی جس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہے کہ دونوں اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتے، جیسے کہ ہزار سال، تو ایسی صورت میں نکاح منعقد ہوجائے گا اور شرط باطل ہوجائے گی، مثلاً قیامت آنے تک یا دجال کے خروج تک یا حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول تک کے لئے شادی کیا، اسی طرح حضرت حسن نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے '' (المحیط البرہانی ۷،۳)۔

احناف کے علاوہ حنابلہ سے نیز ابوالحسن مالکی، بلقینی اور دیگر شوافع سے بھی یہ منقول ہے کہ ایسی صورت میں نکاح درست ہوجائے گا، بعض شوافع سے یہ منقول ہے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ میں تم سے تمہارے زندہ رہنے تک کے لئے شادی کررہا ہوں تو یہ بھی نکاح متعہ کے حکم میں نہیں ہے اور درست ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۴۲،۴۱)۔

(۲) اگر ایسی مدت کے ساتھ نکاح کو موقت کیا جس مدت تک دونوں کی حیات ممکن ہے، مثلاً یوں کہے کہ دس دن کے لئے شادی کررہا ہوں، یا اگلے رمضان تک کے لئے شادی کررہا ہوں یا یوں کہے کہ اپنے بیٹے کے پیدا ہونے تک کےلئے نکاح کررہا ہوں یا اپنی فلاں گمشدہ بیوی کے واپس آنے تک کے لئے شادی کررہا ہوں تو ان صورتوں میں یہ نکاح موقت ہوگا جو امام زفرؒ کے علاوہ تمام فقہاء کے نزدیک باطل ہے، امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح نکاح کرنے سے مدت کی تعیین باطل ہوجائے گی اور نکاح ابدی ہوکر درست ہوجائے گا، ''الموسوعۃ الفقہیہ ''میں ہے:

''اگر نکاح کے لئے ایسی مدت مقرر کی جب تک دونوں کا زندہ رہنا ممکن ہے جیسے کہ کہا: میں تم سے دس دن کے لئے شادی کررہا ہوں یا اس طرح کی کوئی اور مدت مقرر کی، تو امام زفر کے علاوہ تمام فقہاء حنفیہ کے نزدیک اسی طرح مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہوگا؛ کیونکہ وہ فقہاء اسے نکاح متعہ کی صورتوں میں سے ایک صورت مانتے ہیں '' (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۴۳،۴۱)۔

ان فقہاء نے نکاح موقت کو نکاح متعہ کی صورت قرار دیا ہے اور نکاح متعہ بالاتفاق منسوخ اور ممنوع ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک کے لئے اس کی

حرمت کا اعلان فرمادیا ہے، حضرت سبرہ جہنی فرماتے ہیں:

''قال رسول اللہ ﷺ: إنا کنا قد آذنّا لکم فی ہذہ المتعۃ، فمن کان عندہ من ہذہ النسوان شئی فلیرسلہ، فإن اللہ قد حرّمہا إلی یوم القیامۃ، ولا تأخذوا مما آتیتموہن شیئاً'' (مسند الحمیدی: ۸۷۰، مستخرج ابی عوانہ: ۴۰۹۰)۔

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمھیں اس متعہ کی اجازت دی تھی، تم میں سے جس کے پاس بھی اس طرح کی عورتیں ہیں وہ انہیں چھوڑ دیں؛ کیونکہ اللہ نے متعہ کو قیامت تک کے لئے حرام کردیا ہے اور ان عورتوں کو جو بھی مال دیا ہے ان سے واپس مت لو)۔

نکاح مسیار کی حقیقت اور حکم

مولانا عبید اللہ ندوی•

مسیار ایک جدید اصطلاح ہے،اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نہ یہ لغویین کی اصطلاح میں آیا ہے اور نہ ہی علماءشرع کی اصطلاح میں،بلکہ یہ ایک اصطلاح عرفی ہے، جس کے تسمیہ پر لوگوں نے اتفاق کرلیا ہے،اور بعد میں یہ شادی کی ایک قسم کی حیثیت سے یہ مرکب اضافی مشہور ہوگیا ،چنانچہ ڈاکٹر محمود سرطاوی فرماتے ہی:کلمہ ٔمسیار میں علماء کا اختلاف دوامر میں منحصر ہے:پہلا یہ کہ مسیار کی اصطلاح جدیدہے،سائل مفتی کے سامنےایک سے زیادہ صورتیں بیان کرتا ہےاور مفتی سوال کےبقدر جواب دیتا ہے،دوسرے یہ کہ محل سوال میں واقعہ کےحکم پر اعمال کے نتائج کےاثرمیں علماء کا اختلاف ہے (دیکھئے:مستجدات فقہیۃفی قضایا الزواج والطلاق ،۱۶۳، پرکلام محمود سرطاوی)۔

اسی لئےقدیم فقہاء نے اس مسئلہ سےتعریفاً َبحث نہیں کی ہےبلکہ وہ مضمون ہے، چنانچہ معنی ومضمون کے اعتبار سے یہ شادی کی ہی ایک قدیم قسم ہےجس کو ‘‘زواج النہاریات ،،(دن والی شادی)کہا جاتاتھااور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ شوہر بیوی سے یہ شرط کرتا تھا کہ اس کا تعلق زوجہ سےصرف دن میں ہوگا رات میں نہیں،کیونکہ وہ رات اپنی پہلی بیوی کے پاس گذارنے کا خواہش مند ہوتا تھا،البتہ بعض معاصرین نے اس کا تعارف شرعی شادی کے طور پر کرایا ہے اور وہ اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:وہ نکاح یا شادی جس میں عورت اپنے شوہرکے ساتھ چلنے اور اس کا ساتھ دینے کا اقرار کرتی ہے بایں طور کہ وہ اپنے مہر ،نان ونفقہ اور سکنی وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے،اور بعض حالات میں یہ نکاح خفیہ اور رازدارانہ ہوتا ہے اور اکثر اِس میں شوہر کسی دوسرے شہر میں اور بیوی کسی اور شہر میں ہوتی ہے(دیکھئے: تعریف زواج المسیار في اللغۃ والاصطلاح،علی ابو البصل،مستجدات فقہیۃفی قضایا الزواج والطلاق،۱۶۱)۔

نکاح مسیارکے اسباب ووجوہات:

وہ اسباب جو اس شادی کےظہور کا سبب بنتے ہیں ،بہت زیادہ ہیں،جن میں سے کچھ کا تعلق مردوں سے ،کچھ کا عورتوں سےاور کچھ کا معاشرے سے ہے۔

عورتوں سے متعلق اسباب:

۱-عنوست، طلاق اوربیوگی: طلاق کی کثرت کیوجہ سے نوجوانوں میں شادی سے

• استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ماٹلی والا، بھروچ، گجرات۔

عدم دلچسپی،اور اس کی وجہ سے عورتوں میں عنوست (Spinsterhood)یعنی شادی کی عمر نکل جانا،یا اس سے تجاوز کرجا نا)اور عزوبیت (یعنی تنہائی کی زندگی)میناضافہ،یا شوہر کے مرجانے سے بیوہ ہوجانا وغیرہ ،چنانچہ ایسی صورت میں بعض عورتینکسی مرد کی دوسری یا تیسری بیوی بننے پر راضی ہوجاتی ہیں اور اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوجاتی ہیں۔

۲-والدین کے گھر میں قیام کی ضرورت:بعض خواتین کو اپنے والدین اور گھر والوں کے ساتھ رہنے کی ضرورت ہوتی ہے،یا تواس وجہ سے کہ وہ تنہا ان کی دیکھ ریکھ کرنے والی ہوتی ہیناور گھر والوں کی زندگی کا مدار انہیں پر ہوتا ہے ،یاوہ معذوری کا شکار ہوتی ہیں اور گھر والے اس کےشوہر پر وہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے جو برداشت نہ کرسکے ،اور اس کے ساتھ صرف ایسا تعلق باقی رکھنا چاہتے ہیں جس میںان کو کلفت اور تکلف نہ ہو،یااس وجہ سے کہ اس کی پہلے سے اولاد ہوتی ہے اور انہیں لے کرنئے شوہر کے گھر نہیں جاسکتی ہے۔

۳-تعدد ازدواج کو ٹھکرانا:بعض عورتوں کا دوسری بیوی نہ بننے ،یا نہ قبول کرنےکی خواہش بسا اوقات نکاح مسیار کا سبب بنتی ہے ،حتی کہ جب عمر زیادہ ہوجاتی ہے اور شادی نہیں ہوپاتی توپھر وہ شوہرکے لئے تنازل اختیار کرتی ہیں ،جیسا کہ نکاح مسیار میں ہوتا ہے۔

مردوں سے متعلق اسباب:

۱-عورت کو پاکدامن رکھنا:بعض شادی شدہ مرد وں کی،بعض خواتین کو پاکدامن رکھنے کی خواہش ہوتی ہے، کیونکہ انہیں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲-مباح لذت کا حصول :یا وہ اپنی پہلی گھر والی اور اس کی اولاد پر اثر اندازہوئے بغیر،مباح لذت اور لطف اندوزی میں تنوع پیدا کرنا چاہتے ہیں،یا پہلی بیوی عمر دراز ہوتی ہے ،یا بچوں اور گھر کے کاموں مینمشغول ہوتی ہے،اور مرد اس میں کوئی رغبت نہیں رکھتا ہے۔

۳-گھر بچانا:کبھی کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شوہر پہلی زوجہ کے سامنے زواج ثانی کا اظہار اس لئے نہیں کرنا چاہتا ہے کہ فتنہ و فساد نہ ہو، گھر خراب نہ ہو،اور مشکلات کھڑی نہ ہوں۔

۴-مرد کی فطری ضرورت:کبھی کبھی ایک سے زیادہ شادی مرد کی فطری ضرورت ہوتی ہے،بعض مرد اپنی جسمانی قوت اور شدت شہوت کی وجہ سے ایک بیوی پر اکتفاء نہیں کر سکتے ہیں۔

۵-کثرت اسفار:بعض لوگ (خاص طور سے تاجر پیشہ افراد)کثرت سے اسفار کرتے ہیں اور دوسرے شہروں میں انکو طویل مدت تک ٹھہرنا پڑتا ہے،لہذا دوسرونکی بنسبت

بیوی کے ساتھ رہنے میں وہ اپنے آپ کو زیادہ محفوظ تصور کرتےہیں،چنانچہ وہ نکاح مسیار کا طریقہ اختیار کرتےہینجس میں ان کو کرایہ پر گھر لینے اور اس کا انشورنس کرانے نیزبیوی کا نفقہ برداشت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔

معاشرے سے متعلق اسباب:

۱-مہر وں اور شادی کے اخراجات میں بے تحاشہ گرانی:بہت سے مرد ایسے ہیں جو شادی کے منہ مانگے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے ہیں ،جس کی وجہ سے وہ شادی نہیں کرتے یا معاشر ے کی ان مطلقہ،بیوہ عورتوں کو ترجیح دیتے ہیں جن کے پاس مال ہے،اور وہ اولاد یا پاکدامنی کی خواہش رکھتی ہیں ۔

۲-تعددازدواج کے خواہشمند کومعاشرہ مینمتہم نظروں سے دیکھا جانا: کبھی کبھی مرد کو اس کےخاص حالات کی وجہ سے دوسری شادی کی ضرورت ہوتی ہے ،لیکن سماج اسے شہوت پرست ہونے کا طعنہ دیتا ہے ،اور کہتا ہے کہ اس بندہ کا شادی کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں ہے ،پھر انسان سماج کی تہمتوں سے بچنےکے لئے اور شادی کے بوجھ واخراجات کو ہلکا کرنے کے لئےنکاح مسیار کرتا ہے۔

قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا ذکر:

فقہ کی کتابوں مینزواج مسیار کے مماثل ایک اور شادی کا ذکر ملتا ہے ،جسے ‘‘زواج النهاريات ’’ کہا جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ زوجین میں سے کوئی بھی یہ شرط کرلیتا تھا کہ شوہر کا بیوی کے ساتھ تعلق صرف دن میں ہی ہوگا، تاکہ رات وہ اپنی پہلی زوجہ کے ساتھ گزار سکے،‘‘زواج النهاريات ،، کی یہ شکل زواج مسیار کے قریب قریب اور ملتی جلتی ہے،چنانچہ علماءاحناف میں سے علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں: ‘‘ولا بأس بتزوّج النهاريات،وهو أن يتزوجها ليقعد معها نهارا دون الليل،وينبغي أن لا يكون هذا الشرط لازما عليها،ولها أن تطلب المبيت عندهاليلالما عرف في باب القسم’’(البحر الرائق شرح كنز الدقائق ۱۹۰،۳) (اور زواج لنهاريات کرنےمیں کوئی حرج نہیں ہے ،اور وہ یہ ہے کہ مرد اس شرط پر عورت سے شادی کرے کہ اس کے پاس صرف دن میں ہی آئے گارات میں نہیں،اور یہ شرط عورت پر لازم نہیں ہونی چاہئے،بلکہ اس کو حق ہوگا کہ وہ شوہر سے اپنے یہانشب باشی کا مطالبہ کرے،جیسا کہ باب القسم میں معلوم ہوچکا)۔

فتح القدیر میں ہے:‘‘ولا بأس بتزوّج النهاريات، وهو أن يتزوجها على أن يكون عندها نهارا دون الليل’’ (فتح القدير ۳/۲۴۰ كتاب النكاح) (اور زواج لنهاريات کرنےمیں کوئی حرج نہیں ہے ،اور وہ یہ ہے کہ مرد اس شرط پر عورت سے شادی کرے کہ اس کے پاس صرف دن میں ہی آئے گارات میں نہیں)۔

بعینہ یہی عبارت حاشیہ شامی میں بھی ہے (دیکھئے: رد المحتار على الدر المختار ۳/۱۴۹)۔

نیز ''المغنی ''میں ہے:''وکان الحسن وعطاء لا یریان بنکاح النہاریات بأسا،وقال أصحاب الرأي:إذا سألتہ أن یعدل لھا عدل'' (المغنی لابن قدامہ۷/۴۵۱) (حضرت حسنؒ اور عطاءؒدونوں زواج النہاریات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے،اور اصحاب الرأی (احناف) فرماتے ہیں :اگر وہ یہ مطالبہ کرے کہ اس کے ساتھ عدل کیا جائے تو عدل کیا جائے گا)۔

سید سابق فرماتے ہیں:''ومن الشروط التي لا یجب الوفاء بھامع صحۃ العقد،ماکان منافیا لمقتضی العقد،کاشتراط ترک الإنفاق،أو أن لھا اللیل دون النہارأو النہار دون اللیل،أو لا یکون عندھا إلا لیلۃ في الأسبوع،فھذہ شروط باطلۃ في نفسھا،لأنھا تنافي مقتضی العقد،وأما العقد نفسہ فھو صحیح،لأن ھذہ الشروط تعود إلی معنی زائدفي العقدلا یشترط ذکرہ ولا یضر الجھل بہ،فلم یبطل،ولأن الزواج ینعقد مع الجھل بالعوض، فجاز أن یعود مع الشرط الفاسد''(فقہ السنۃ۲/۳۵) (اور انہیں شرائط میں سے جن کا پورا کرنا واجب نہیں ہے،باوجودیکہ عقد صحیح ہوجائے گا،وہ شرط بھی ہے جو مقتضائے عقد کے منافی ہو،جیسےترک انفاق کی شرط لگانا،یا یہ شرط رکھنا کہ اس(عورت) کے لئے صرف رات ہوگی دن نہیں،یا صرف دن ہوگا رات نہیں،یا شوہر ہفتہ میں صرف ایک بار ہی اس کے پاس آئے گا،تو ایسے تمام شرائط فی نفسہ باطل ہونگے،اس لئے کہ یہ مقتضائے عقد کے خلاف ہیں ،اور جہاں تک عقد کی بات ہے تو وہ فی نفسہ صحیح ہوگا،اس لئے کہ یہ شرائط عقد میں ایک زائد معنی کی طرف لوٹتے ہیں جن کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور اس سے عدم واقفیت بھی نقصان دہ نہیں ہے ،لہذا عقد باطل نہیں ہوگا ،اس لئے کہ شادی عوض سے ناواقف ہونے کے باوجود بھی منعقد ہوجاتی ہے،لہذا اس شرط فاسد کے ساتھ بھی جائز ہوجائے گی)۔

اور حضرت سعید بن منصو(ر متوفی ۲۲۳ھ)نے اپنی کتاب السنن میں ''باب تزویج النہاریات،،کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے۔

نیزاس کے بالکل برعکس ایک اور شادی کا بھی ذکر کتابوں میں ملتا ہے جسے ''زواج اللیلیات '' کہاجاتا ہے۔

زواج النہاریات کے بارے میں فقہاء کے آراء:

حنفیہ کی رائے:احناف کی رائے میں یہ -اور اس جیسی دیگر شرائط-فاسد ہیں،اس لئے کہ مقتضائے عقد کے منافی ہیں،البتہ نفس شرط(جو شرط رکھی گئی ہے وہ)فاسد ہوگی،عقد بالکل صحیح ہوگا۔

اوپر ہم علامہ ابن نجیمؒ کا قول ''زواج النہاریات ''کےجواز کےبارے میںنقل کرچکے ہیں،البتہ ان کا خیال یہ ہے کہ بیوی پر یہ شرط لازم نہیں ہوگی اور اس کو ان شرائط سے رجوع کرنے کا حق ہوگا۔

مالکیہ کی رائے:مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ شرط فاسد ہے،دخول سے پہلے عقد فسخ ہوجائے گا اور دخول کے بعد باقی رہے گا،البتہ اس کو مہر مثل دینا پڑے گا اور شرط

ساقط ہوجائے گی،چنانچہ دردیرفرماتے ہیں:''ومن العقود ما یفسخ قبل الدخول فقط إن وقع علی شرط أن لا تأتیہ أ ویأتیھاإلا لیلا أو نھاراأوبعض ذلک،ویثبت بعد الدخول،ویسقط الشرط،ولھا مھر المثل'' (الدردیر:الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی۲/۲۳۷، ۲۳۸) (اور عقود میں بعض عقد ایسے ہیں جوفقط دخول سے قبل فاسد ہوتے ہیں،اگر اس شرط کے ساتھ منعقد ہوئے ہیں کہ وہ (بیوی)شوہر کے پاس یا شوہر اس (بیوی)کے پاس صرف دن مینیا صرف رات میں یا اس کے کسی خاص حصہ مینہی آئیں گے، البتہ دخول کے بعد عقد قائم وباقی رہے گا،اور شرط ساقط ہوجائےگی اور اس کو مہر مثل ملے گا)۔

شافعیہ کی رائے:شوافع کی رائے یہ ہے کہ یہ شرط اُن شروط فاسدہ میں سے ہے جو نکاح کے مقصود اصلی کے منافی ہیں،لیکن اس شرط سے عقد باطل نہیں ہوگا،اور خاص طور پراسوقت جب کہ شرط لگانے والا شوہر ہو،اس لئے کہ حق مبیت ،اور وطی وغیرہ کا تومالک شوہر ہی ہے،تووہ شرط لگا سکتا ہے،اور اگر شرط لگانے والی زوجہ ہو،تو یہ زواج(شادی) ہی باطل ہے کیونکہ اس نے شوہر کو اس کے حق سے روکا۔

حنابلہ کی رائے:حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ یہ شرط اُن شروط فاسدہ میں سے ہے جو خود تو باطل ہوجائیں گی، لیکن عقد باطل نہیں ہوگا،چنانچہ امام احمدؒکی نسبت منقول ہے کہ اُن سے '' زواج نہاریات و لیلیات ''کےبارے مینسوال کیا گیاتو آپ نے فرمایا:''لیس ھذا من نکاح الإسلام'' (اسلام کے نکاح سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے)(دیکھئے:المغنی لابن قدامہ المقدسی۷/۴۵۱)۔

''قال القاضي: إنما کرہ أحمد ھذا النکاح لأنہ یقع علی وجہ السر،ونکاح السر منھي عنہ''(حوالہ سابق) (قاضی فرماتے ہیں :امام احمدؒ نے اس نکاح کو اس لئے ناپسند کیا ہے، کیونکہ یہ پوشیدہ طریقہ سے ہوتا ہے اور خفیہ طور پر کیا جانے والا نکاح منہی عنہ ہے)۔

علامہ یوسف القرضاوی نے اپنے مقالے میں اس پر تعلیق (نوٹ)لکھا ہے وہ فرماتےہیں:''یعني لیس ھو النکاح الکامل،کما تقول:لیس بمؤمن من لا یحب لأخیہ مایحب لنفسہ''(دیکھئے:زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ۱۶) (یعنی وہ نکاح کامل نہیں ہوگا،جیساکہ تم کہتے ہو وہ شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جو اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے)(جس طرح اس میں کمال ایمان کی نفی مراد ہے اسی طرح وہاں کمال نکاح کی نفی مراد ہے)۔

سابقہ تفصیلات سے یہ واضح ہوگیا کہ جمہور فقہاءکی رائے میں یہ شادی(زواج النھاریات)جائز اور صحیح ہے،البتہ شرطیں ساقط ہوجائیں گی،بیوی پر ان کی پابندی لام نہیں ہوگی،نیز اس کو رات یا دن میں کسی وقت بھی شب گزاری کے مطالبہ کا حق ہوگا،اگر شوہر کے بس میں ہے تو اس کا مطالبہ قبول کرے ورنہ اسے طلاق دیدے۔

زواج مسیاراور زواج نہاریات کے درمیان فروق:

شادی کی یہ دونوں قسمیں -زواج مسیاراور نہاریات-نکاح شرعی کے معتبر ارکان وشرائط کے پائے جانے کے میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں،اور اِن دونوں پر وہی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو نکاح شرعی پر ہوتے ہیں،لیکن چند نقاط میں دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں،اور وہ یہ ہیں:

۱-زواج مسیارپر کتمان اور رازداری غالب ہوتی ہے،خاص طور پر شوہر کے گھر والوں سے چھپا کے رکھا جاتا ہے ،جبکہ زواج نہاریات میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔

۲-زواج مسیار میں اِسقاط نفقہ وسکنی(رہائش)پر اتفاق ہوتا ہے، جبکہ زواج نہاریات میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔

۳-زواج مسیار میں اِسقاط مبیت(شب باشی)پر بالکلیہ اتفاق ہوتا ہے،شوہر بیوی کے پاس جب چاہے نہیں آسکتا ہے،جبکہ زواج نہاریات و لیلیات میں حق مبیت صرف دن کے ایک جزء میں ساقط ہوتا ہے،یا تود ن میں یارات میں،لیکن وہ دونوں روزانہ مل سکتے ہیں۔

۴-زواج مسیار میں پورےیا بعض نفقہ کے اِسقاط پر اتفاق ہوتا ہے،جبکہ زواج نہاریات میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔

زواج مسیار کے جواز اور عدم جواز کےبارے میں علماءکی آراء:

زواج مسیار کے بارے میں (عدماوجوازاَ،اباحۃَوکراھۃَ،حلۃَوحرمۃَ)اہل علم کے کئی اقوال ہیں،تاہم یہ یاد رہے کہ کسی نے بھی اس کے بطلان یا عدم صحت کی بات نہیں کی ہے ،بلکہ اس پر مرتب ہونے والے مفاسد اور خرابیوں-جوعورت سے متعلق ہینبایں طور کہ وہ اس کے لئے رسوائی کا ذریعہ ہیں،نیز معاشرہ وسماج بایں طور کہ بدباطن اور بدقماش لوگ اس کو غلط استعمال کر سکتے ہیں ،اوربسا اوقات عورت اپنے عاشق کے بارے میں یہ کہہ سکتی ہےکہ یہ میرا شوہر ہے،نیز یہ کہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے اولاد کی تربیت صحیح طریقے سے نہیں ہوسکتی ہے اور ان کے ضیاع کا مکمل اندیشہ ہے-کیوجہ سے اس سے منع کیا ہے،بنیادی طور پر اس میں علماءکے چار نقاط نظر پائے جاتے ہیں،ذیل میں ہم ان علماء کے آراء مع دلائل نقل کرتے ہیں:

۱-قائلین جواز:

قائلین جواز میں شیخ عبد العزیز بن بازؒ،شیخ عبد العزیز آل الشیخ (مفتئ عام مملکت سعودیہ عربیہ ورئیس ہیئۃ کبار العلماء)شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمان جبرین (رکن الافتاء والدعوۃ والارشاد سعودیہ عربیہ)شیخ یوسف محمد مطلق (رکن الافتاء والدعوۃ والارشاد سعودیہ عربیہ)شیخ ابراہیم بن صالح خضیری (جج عدالت عظمیٰ ریاض)شیخ حسین بن محمد بن سعود(سابق معاون استاذجامعۃ الامام محمد بن سعود)جمہوریہ مصر کے سابق مفتی شیخ نصر فرید واصل ،ڈاکٹر سعد عنزی،اورشیخ محمد سید طنطاوی(شیخ الازہر ،

مصر) وغیرہم ہیں،ان حضرات کے مشترکہ دلائل درج ذیل ہیں:

۱-قرآن کریم کی دلیل:

الف:''وإن امرأة خافت من بعلها نشوزا أو إعراضا فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحا والصلح خير'' (نساء: ۱۲۸) (اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یابے التفاتی کا اندیشہ ہوتو اس میں ان کے لئے کوئی مضائقہ نہیں کہ دونوں آپس میں ایک خاص طریق پر صلح کرلیناور صلح(بہر حال)بہتر ہے)(ماجدی)۔

وجہ دلالت:مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت کریمہ اس عورت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو ایسے مرد کی ماتحتی میں ہوجو اس سے زیادہ تعلق نہ رکھتا ہو، بلکہ طلاق دینے کے فراق میں ہو،اور ہوسکتا ہے کہ ا سکے ساتھ صحبت بھی کرچکا ہو ،اور اسکے اولاد بھی ہو،پھر وہ اس کو طلاق دینا ناپسند کرتا ہو،اور عورت اس سے کہے : کہ مجھے طلاق نہ دیجئے ،اپنے پاس ہی رکھئے میں آپ کو اپنے معاملات میں آزادی دیتی ہوں ،پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ،اور نکاح مسیار میں بھی عورت اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوتی ہے،لہذا تقسیم میں اپنے حق کو ہبہ کرنا ثابت ہوا جیسا کہ ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ ؓ نے اپنے حقوق سے تنازل اختیار کیا تھا۔

۲-حدیث کی دلیل:

الف:''أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج''(متفق علیہ،بخاری رقم: ۲۷۲۱) (شرائط میں سے جن کو تم پوری کرتے ہو ان میں پوری کئے جانے کے زیادہ لائق وہ شرائط ہیں جن سے تم عورتوں کی شرمگاہ حلال کرتے ہو)۔

ب :''المسلمون على شروطهم''(ابوداود رقم: ۳۵۹۴،ابن حبان رقم: ۵۰۹۱)(مسلمان اپنی (شرعا جائز)شرطوں پہ قائم رہیں گے)یعنی انہیں پوری کریں گے۔

ج :''حديث عائشة ؓ حين قالت:كانت سودة بنت زمعة قد أسنّت،وكان رسول الله ﷺ لا يستكثر منها،وقد علمت مكاني من رسول الله ﷺ وأنه يستكثر مني فخافت أن يفارقهاوضنّت بمكانها عنده،فقالت: يا رسول الله !يومي الذي يصيبني لعائشة،وأنت منه في حل،فقبله النبي ﷺ''(الطبقات الکبری ۸/۵۳) (حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں:کہ حضرت سودہ بنت زمعہ ؓ بڑی عمر کی ہوگئی تھیں،اور رسول اللہ ﷺ ان میں زیادہ رغبت نہیں رکھتے تھے، نیز وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھ میں زیادہ رغبت رکھتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتی تھینکہ آپ ﷺ کی نظر میں میر امقام ومرتبہ کیا ہے،چنانچہ انھیں خوف ہوا کہ کہیں آپ ﷺ انھیں طلاق نہ دے دیناور وہ آپ ﷺ کے یہاں اپنا مقام وقیام کھونا نہینچاہتی تھیں تو انھوں عرض کیا:یا رسول اللہ!میری باری جس دن آپ میرے پاس تشریف لاتے ہیں ،وہ میں عائشہ ؓ کو دیتی ہوں ،آپ پر کوئی پابندی نہیں ،آپ میری طرف سے آزاد

ہیں،چنانچہ آپ ﷺ نے اسے قبول فرمالیا)۔

وجہ دلالت:حضرت سودہ ؓ نے اپنے حقوق سے تنازل اختیار کیا اور اپنی باری حضرت عائشہ ؓ کو دے دی،اور حضور ﷺ نے اسے قبول فرمالیا اور حضرت عائشہ کو تقسیم میں دو یوم عطا فرماتے تھے ایک اُن کا اور ایک حضرت سودہ ؓ کا، پتہ چلا کہ عورت اپنے حق سے دست بردار ہو سکتی ہے۔

شیخ عبد اللہ بن باز ؒ سے زواج مسیار کے بارے میں سوال کیا گیاتو آپ نے یہ جواب دیا: ''لا حرج في ذلک إذا استوفى العقد الشروط المعتبرةشرعا،وهي وجود الولي ورضا الزوجين، وحضور شاهدين عدلين على إجراء العقد،وسلامة الزوجين من الموانع،لعموم قول النبي ﷺ:أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوا به مااستحللتم به الفروج" وقوله ﷺ: ''المسلمون على شروطهم" فإذا اتفق الزوجان على أن المرأة تبقى عند أهلها،أو على أن القسم يكون لها نهارا لا ليلا،أو في أيام معينة،أو ليالي معينة،فلا بأس بذلک ،بشرط إعلان النكاح ،وعدم إخفائه''(فتاوى علماء البلد الحرام۴۵۱،۴۵۰)(اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ عقد میں وہ شرائط پائے جاتے ہوں جو شرعاً معتبر ہیں،مثلاولی کی موجوگی ،زوجین کی رضامندی، اجراء عقد کے لئے دو عادل گواہونکی حضوری اورموانع سے زوجین کا صحیح سالم ہونا وغیر، آپ ﷺ کے عمومی فرمان کیوجہ سے:''شرائط میں سے جن کو تم پوری کرتے ہو ان میں پوری کئے جانے کے زیادہ لائق وہ شرائط ہیں جن سے تم عورتوں کی شرمگاہ حلال کرتے ہو ''،نیز آپ ﷺ کے فرمان: ''مسلمان اپنی شرطوں پہ قائم رہیں گے ''کیوجہ سے،لہذا اگر زوجین اس بات پر اتفاق کرلیں کہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس رہے گی ،یا قسم (باری متعین کرنے)میں دن اس کا ہوگا رات نہیں ،یا متعین دن یا متعین راتیں ہونگی،تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے ،بشرطیکہ نکاح کا اعلان ہو، اس کو چھپایا نہ جائے)۔

نوٹ :شیخ بن باز ؒ کے بعض تلامذہ نے یہ نقل کیا ہے کہ شیخ نے آخری عمر میں رجوع کرلیا تھااور اباحت کا فتوی دینے سے توقف اختیار کرلیا تھا،لیکن تحریری شکل میں ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس پر اعتماد کیا جاسکے،شاید شیخ ؒ کے تلامذہ نےان کے اس فتوی سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:

شیخ عبد العزیز بن باز ؒ سے سوال کیا گیا کہ نکاح مسیار اور نکاح شرعی میں کیا فرق ہے؟وہ کونسی شرائط ہیں جن کا پایا جانا نکاح مسیار میں ضروری ہے؟تو شیخ ؒ نے جواب دیا:''الواجب على كل مسلم أن يتزوج الزواج الشرعي،وأن يحذر مايخالف ذلک،سواءسمي''زواج مسيار،،أو غير ذلک،ومن شرط الزواج الشرعي،الإعلان،فإذا كتمه الزوجان :لم يصح،لأنه والحال ماذكرأشبه بالزنا''(فتاوى الشيخ بن باز ۲۰/۴۳۱،۴۳۲) (ہر

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ شرعی شادی کرے،اور جو چیز شریعت کے خلاف ہو اس سے بچے،پھر چاہے اس(شادی) کانام ‘‘زواج مسیار ’’ ہو یا کچھ اور ہو،اور زواج شرعی کے شرائط میں سے اعلان ہے،اگر زوجین نے اس(اعلان) کو چھپایاتو نکاح صحیح نہیں ہوا،کیونکہ اس صورت میں جس کا ذکر کیاگیاوہ زنا کے مشابہ ہوگیا)۔

۳-عقلی دلائل:

الف:فقہاء فرماتے ہیں :‘‘العبرة في العقود للمقاصد والمعاني ،وليست للألفاظ و المباني’’(مجلۃ الاحکام العدلیۃ، قاعدہ: ۲) (عقود و معاملات مینمقاصدو معانی کا اعتبار ہوتا ہے،الفاظ اور تراکیب کا اعتبار نہیں ہوتاہے)۔

ب:شرائط نکاح -یعنی تعیین زوجین،اُن کی رضامندی،ولی،شاہدین-جب مکمل ہوگئےاور نکاح کا اعلان بھی ہوگیا ،اور کتمان نکاح کی وصیت بھی ایک دوسرے کو نہیں کی گئی ،نہ زوجین کو نہ ہی اولیاء کو، نیز اس نے ولیمہ بھی کردیاتو نکاح صحیح ہوگیا ،آپ اس کو چاہے جو نام دیں (جريدة الجزيرة،الجمعۃ۱۵/ربیع الثانی۱۴۲۲ھ، العدد: ۱۰۵۰۸)۔

ج:تعدد ازدواج ا صل مشروع ہے ،اس کی حکمت زیادہ سے زیادہ عورتوں کو پاک دامن رکھنا ہے،اس لئے نکاح مسیار میں کوئی حرج نہیں ہےبشرطیکہ اس میں خلاف شرع کوئی عمل نہ ہو،بلکہ یہ تو زنا کےخلاف ایک جنگ ہے، اور جہاں تک بات ہے ان مشکلات کی جو اس سلسلے میں بیان کی جاتی ہیں تو وہ دوسری شادیوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

۲-قائلین اباحت مع الکراہۃ:

دوسری رائے ان علماءکی ہے جو اباحت مع الکراھۃ کے قائل ہیں ،جن میں علامہ یوسف القرضاوی ،شیخ سعود الشریم (امام وخطیب المسجد الحرام)شیخ عبد اللہ بن سلیمان المنیع اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی ہیں،اِن حضرات نے درج ذیل دلائل دئیے ہیں:

الف:عورتوں کو پاک دامن رکھناشرعی ،فطری، سماجی،اور انسانی ہر اعتبار سے مطلوب ہے ،لہٰذااگرکسی مرد کے لئے ممکن ہو کہ عورت کو اس نیک مقصد میں شریک کر سکے تو اس کا مقصد مشروع ہوگا اور اسے اجر وثواب ملے گا۔

ب:عقود شرعیہ-جس میں زواج بھی شامل ہے-میں اصل اباحت ہے،لہٰذا ہر وہ عقد جس میں ارکان وشرائط شرعیہ مکمل طور پر پائے جاتے ہوں ،صحیح اور مباح ہوگا،جب تک کہ اس کو حرام کا ذریعہ نہ بنایا جائے ،جیسا کہ نکاح تحلیل، نکاح مؤقت،نکاح متعہ وغیرہ،اور نکاح مسیار میں حرام مقصد شامل نہیں ہے۔

علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:‘‘أنا لست من محبذي زواج المسيار’’ (میں زواج مسیار کا مداح اور اس کی ہمت افزائی کرنے والا نہیں ہوں)،نیز یہ بھی فرمایا :‘‘أرى أنه مباح مع الكره’’(کراہت کے باوجود اسے مباح سمجھتا ہوں)، مزید انہوں نے یہ استدلال کیا ہے:کہ یہ ایک ایسی شادی ہے جس میںنکاح کے شرائط و ارکان مکمل طور پر پائے جاتے

ہیں ،پھر کسی فقیہ کے لئے کیونکر ممکن ہوگا کہ وہ اسے حرام قرار دے (دیکھئے: محاضرات فی الاحوال الشخصیۃ(۷)زواج المسیار والزواج العرفی،د/فارس العزاوی،تاریخ۳۰/۸/۲۰۱۴ءمطابق۵/۱۱/۱۴۳۵ھ)۔

د/وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں:''ہذا الزواج صحیح غیر مرغوب فیہ شرعا،لأنہ یفتقر إلی تحقیق مقاصد الشریعۃالإسلامیۃ في الزواج من السکن النفسي ،والإشراف علی الأھل والأولادورعایۃ الأسرۃبنحو أکمل،وتربیۃ أحکم'' (مستجدات فقہیۃفي قضایا الزواج والطلاق،۲۶۱) (یہ شادی (اصولاً)صحیح ہے لیکن شرعاً پسندیدہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں ان مقاصد شریعت کو پورا کرنے کی ضرورت ہے جو نکاح میں پائے جاتے ہیں جیسے سکون قلب، اہل وعیال کی دیکھ بھال،اور ان کی نگرانی اورمکمل تربیت وغیرہ۔

۳-زواج مسیار کی حرمت کے قائلین:

معاصرین علماء میں ایک بڑی تعداد کی رائے یہ بھی ہے کہ زواج مسیار حرام ہے، جن میں دکتور محمد زحیلی ،محی الدین قرہ داغی ،شیخ ناصر الدین البانی ،د/ عبد اللہ الجبوری ،د/ ابراہیم فاضل دبو،د/ جبر الفضیلات،شیخ عمر سلیمان الاشقر اور شیخ عبد العزیز(مستشار وزارت تعلیم عالی)شیخ عجیل جاسم النشمی(سابق عمید کلیۃ الشریعۃ ،الکویت)اور شیخ محمد الراوی (رکن مجمع البحوث الاسلامیہ ازھر) وغیرہم ہیں ،ان حضرات کے دلائل یہ ہیں:

الف:اس میں بعض ایسے شرائط پائے جاتے ہیں جو مقتضائے عقد کے خلاف ہیں،یہ شادی ،تربیت اولاد ،اور زوجات کے درمیان عدل کے سلسلہ میں مقاصد شریعت کے منافی ہیں،نیز عقد زواج کئی ناپسندیدہ امور -جیسے حق وطئی ،انفاق سے تنازل اختیار کرنا وغیرہ- کو شامل ہے، ہوسکتا ہے کہ جو عورت آج اپنے حقوق، اپنے پاس شب گزاری، اور ازدواجی معاشرت سے دست برداری اختیا ر کی ہےکل کو اس کی رائے بدل جائے ،خاص طور پر ازدواجی زندگی کو قریب سے دیکھ لینے اور اسے برت لینے کے بعد، نیز کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ یہ چیز اسےاولاد کے حقوق میں کوتاہی اور ان کی تربیت سے عاجزی و بے بسی پر مجبور کردے،یا وہ اپنی زندگی اور عزت کے تعلق سے انحراف کا شکا رہوجائے،اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عورت مستقبل میں حالات کا سامناکرنے سے عاجز ہوجاتی ہے،اگر خدا نخواستہ ایساہوا تو دوسری صورت (عزت وآبروکا خطرے میں پڑنا) یقینی ہے۔

ب:زواج مسیار پر بہت سے نتائج بد اور مفاسد مرتب ہوتے ہینجو حکمت نکاح کے منافی ہیں، جیسے محبت ومودت،سکون قلبی،عفاف وپاکدامنی اور ضیاع اولاد،نیز ازدواجی اور خانگی زندگی میں رازداری اور اس کا عدم اعلان،ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی پڑوسی یا عزیزبد ظنی کا شکا رہواورانہیں شک کی نظر سے دیکھے ،اور بہت ممکن ہے کہ

غیرت وجوش میں آکر ان دونوں پر حملہ کردے یا انہیں ایذاء پہونچادے،اس لئے سداًللذریعہ اس نکاح کو حرام قرار دینا چاہئے ،کیونکہ ہروہ چیز جو حرام کا سبب بنے وہ حرام ہوتی ہے، نیز شرعی سیاست کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اسے حرام قرار دیا جائے ،اس لئے کہ یہ نتائج بد عام طور پر پیش آتے ہیں ،یہ محض اوہام وخیالات اور شذوذ ونوادرات نہیں ہیں۔

ج:شیخ البانیؒ سے زواج مسیار کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے دو وجوہات سے منع فرمایا:

۱-أن المقصود من النكاح هو''السكن'' كما قال تعالى:''ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجالتسكنوا إليهاوجعل بينكم مودة ورحمةإن في ذلك لآيات لقوم يتفكرون''(الروم:۲۱)، وهذا الزواج لا يتحقق فيه هذا الأمر'' (نکاح سے مقصود ''سکن ''(یعنی سکون قلبی) ہے،جیسا کی اللہ تعالی نے فرمایا ہے:اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارےلئے تمہیں میں سے جوڑا بنایا،اور تمہارے درمیان مودت ورحمت رکھ دی،یقیناًَ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں،،اور اس شادی میں یہ چیز(سکون قلبی) متحقق نہیں ہوسکتی ہے)۔

۲-''أنه قد يقدر أولاد من هذه المرأة،وبسبب البعد عنهاوقلة مجيئه إليهاسينعكس ذلك سلباً على أولاده في تربيتهم وخلقهم''(احكام التعدد في ضوء الكتاب والسنة،ص: ۲۸،۲۹) (ہوسکتا ہے اس عورت سے اس کے لئے اولاد مقدر ہو،اور شوہر کے اس سے دور رہنے اور اس کے پاس کم آنے جانے سے معاملہ بر عکس ہوجائے،نیز اس سے اُس کے بچوں کی تربیت اور اخلاق پرمنفی اثرات پڑیں گے)۔

د :اس شادی میں کتمان اور راز داری غالب ہوتی ہے ،جو فساد اور ارتکاب فواحش کا ذریعہ ہے،بایں طور کہ اہل فساد و ہوا پرست اسے اپنے غلط مقاصد کے لئے استعمال کریں گے۔

ھ : د/سلیمان الاشقر بھی زواج مسیا رکو شرعاً غیر مقبول مانتے ہیں،انہوں نے اس کے غیر مقبول ہونے کے درج ذیل دلائل دئے ہیں:

۱-یہ شادی اُس شادی سے بالکل مختلف ہے جس کا تصور اور نظام شریعت اسلامیہ نے پیش کیا ہے۔

۲- عاقدین ان مقاصد کی نیت بالکل نہیں رکھتے ہیں جن کو شریعت نے متعین کیا ہے،مثلاًزوجین کا آپسی مودت ورحمت اور نیک صالح اولاد کی تربیت ،میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی،اپنی ذمہ داریوں سے کا احساس۔

۳-قوامیت کا نہ ہونا،جو مرد میں ایک خاص طبیعت کیوجہ سے پیدا ہوتی ہے،علاوہ اس کے مرد اپنے مال میں سے اس پر خرچ کرتا ہے،اور جب یہ نہیں ہوگا تو عورت بالکل آزاد ہوگی اوراس کی اطاعت نہیں کرےگی۔

۴- عدم انفاق ،عدم سکنی ،عدم شب باشی کی شرط لگانا،جب کہ بعض اہل علم کے نزدیک یہ شرائط باطلہ ہیں ،ان سے نکاح باطل ہوجا تاہے،اور اگر صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی عورت ان تمام چیزوں کا مطالبہ کرسکتی ہے جو اس نے ساقط کیا ہے۔

۵-نیز اس میں مرد عورت کا استحصال کر سکتا ہے،اس شادی میں کسی طرح کا بوجھ برداشت کئے بغیر مرد اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کرے گا،اور اس کے سوا اس کا کوئی اورمقصد نہیں ہوگا۔

۶-یہ شادی فساد وافساد کا ذریعہ بنے گی،عین ممکن ہے کی وہ زنا میں مبتلا ہو جائے بایں طور کہ مہر کی ادائیگی میں تساہلی برتے،نیز شوہر خاندان کی ذمہ داری نہیں اٹھائے گا،اس کے لئے طلاق دینا آسان ہوگا،کبھی وہ سراَ(چھپ کر، خفیہ طورپر)نکاح کرے گا،کبھی بغیر ولی کے بھی کرسکتا ہے،اور اس طرح یہ شادی ،شادی نہیں بلکہ ہواء پرستوں کے ہاتھ کی کٹھ پتلی اور بازیچۂ اطفال بن جائے گی۔

۷-ہمیں معلوم ہوا ہے کہ عملاَیہ شادی کھلونا بن چکی ہے ،باقاعدہ اس کےلئے دفاتر(Offices)قائم کئے جارہے ہیں جہاں اس طرح کی شادیاں کرائی جاتی ہیں،اگراسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہاتو مستقبل مینیہ نکاح ،نکاح متعہ جیسا ہوجائےگا، بلکہ اس سے بھی بد تر ہوگا۔

۸-اس شادی میں عقد نکاح کی توہین ہے،اور غالباَ اسی لئے قدیم فقہاءنےاس قسم کی شادی کا ذکر نہیں کیاہے،نیز اس میں حقیقت کا ہلکاسا بھی احساس نہیں پایاجاتا ہے۔

۹-ممکن ہے کہ بعض ضعیف النفوس عورتیں اس شادی کو محرمات میں پڑنے کا ذریعہ بنالیں،پھر جب ان سے انکے جرم کے بارے میں پوچھا جائے تو زواج مسیار کا بہانہ بنادیں۔

۴-متوقفین علماء:

اہل علم کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جنہوں نے اس طرح کی شادی پر کوئی حکم لگانے سے توقف اختیار کیا ہے،اور ان کا یہ توقف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حکم ان پر واضح نہیں ہے،وہ مزید غور وخوض اور نظر وتأمل کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، انہیں میں شیخ محمد بن صالح العثیمین ؒاورڈاکٹر عمر بن سعود العید(استاذ کلیہ اصول الدین جامعۃ الاما م محمد بن سعود)محمد بن فالح المطلق(استاذجامعۃ الیرموک ،اردن) وغیرہ ہیں۔

دلائل متوقفین:

الف: شیخ صالح عثیمین ؒفرماتے ہیں:پہلے ہم یہ کہتے تھے کہ اس شادی میں کوئی حرج نہیں ہے ،لیکن پھر ہم نے تحقیق کی اور جواز کا فتوی دینے سے رک گئے،اس لئے کہ اس کے برے نتائج کا اندیشہ ہے (مجلۃ الدعوۃ السعودیۃ، عدد: ۱۵۹۸، ۲۸ صفر ۱۴۱۸ھ مطابق۳جولائی ۱۹۹۷ء)۔

ب: د/عمر سعود العید فرماتے ہیں:اس زواج کے تفصیلی مطالعہ کی ضرورت ہے،کیونکہ اس کے نقصانات اور اندیشے بہت زیادہ ہیں، یہ ایک پسندیدہ رجحان توہوسکتا ہے،لیکن اس بارے مینکوئی واضح حکم نہیں دیا جاسکتا ہے (مجلۃ الاسرۃ ، عدد: ۴۶،ص: ۱۵،محرم ۱۴۱۸ھ)۔

ج: د/ محمد فالح کہتے ہیں:اس مسئلہ میں میرا رجحان توقف کا ہے،اس لئے کہ اس نکاح کو زنا تو نہیں شمارکیا جاسکتا کہ اس کی حرمت کا فتوی دیا جائے،تاہم اس کے خطرناک نقصانات کیوجہ سے اسے مباح بھی نہیں قرار دیا جاسکتا ہے،نیز فقہ کا قاعدہ ہے: ''درء المفاسد أولی من جلب المصالح''(مجلۃ الاحکام العدلیۃ، قاعدہ: ۲۹) (مفاسد کو دور کرنا منافع ومصالح کے حصول سے بہتر ہے)۔

مناقشہ ادلۂ قائلین جواز واباحت:

۱-جہاں تک ان حضرات کے حضرت عائشہ ؓ کی حدیث سے استدلال کی بات ہے،جس میں یہ ذکر ہے کہ ام المؤمنین حضرت سودۃ بنت زمعہ ؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی تھی ،اور جس سےفقہاء مذاہب نے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ عورت اپنا حق اپنی سوکن کو ہبہ کرسکتی ہے،توبات یہاں تک تو صحیح ہے، لیکن اس حدیث میں نکاح مسیار کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے ،اس لئے کہ یہ شادی نکاح سے متعلق مقاصد شریعت (جن کا اوپر تفصیلی ذکر آچکا ہے)کے بالکل مخالف ہے۔

۲-یہ استدلال کہ زواج مسیار میں نکاح کے ارکان وشرائط مکمل پائے جاتے ہیں،تو اس دلیل پر اشکال یہ ہے کہ عقد اگرچہ صحیح ہے لیکن مقاصد شریعت کے خلاف ہے ،اور جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے :''العبرة في العقود للمقاصد والمعاني وليست للألفاظ والمباني''(مجلۃ الاحکام العدلیۃ، قاعدہ: ۲) (عقود و معاملات مینمقاصدو معانی کا اعتبار ہوتا ہے ،الفاظ اور تراکیب کا اعتبار نہیں ہوتاہے)۔

۳-عقد میں ایسی شرط پائی جاتی ہے ،جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے ،مثلاً َاسقاطِ نفقہ اور تقسیم ،اور یہ شرائط حکم زواج کے بنیادی احکام-یعنی سکون قلبی ،قوامیت،مودت والفت اور تربیت اولاد- کو ہی ختم کردیتے ہیں۔

۴-یہ استدلال کہ اس شادی میں بہت سے فوائد ومصالح ہیں -مثلاً َان عوانس(بن بیاہی عورتیں جن کی عمریں زیادہ ہوگئی ہیں)بیواؤں اور مطلقات کی تعداد میں خاطر خواہ کمی -جو بغیر شادی کے زندگی گزاررہی ہیں،صحیح نہیں ہے،راجح یہ ہے کہ یہ شادی اِن عورتوں کی کچھ مشکلات تو ضرور حل کرتی ہے لیکن بالکلیہ اور دائمی حل نہیں ہے،کیونکہ اس سے تو صرف ان عورتوں کا مسئلہ حل ہوگا جن کے پاس مال ہے ،لیکن ان کا کیا جو فقیر ہیں ،جن کے پاس کچھ نہیں ہے؟

مناقشہ ادلۂ مانعین جواز نکاح مسیار :

۱-یہ بات بالکل صحیح ہے کہ زواج مسیارمیں عام شادی کی بنسبت ایک طرح کا کتمان اور رازداری پائی جاتی ہے،مثلاًاس میں اعلان وغیرہ نہیں ہوتا ہے،لیکن ائمہ ثلاثہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اعلان کے لئے دولوگوں کی گواہی کافی ہے ،اور اس بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ باتفاق ائمہ ثلاثہ اس شادی پر نکاحِ سِرّکا اطلاق نہیں ہوسکتا ہےاور اس سے اس عقد پر کوئی اثر نہیں پڑے گا،حتی کہ بعض کے نزدیک تو نکاح کا سرکاری محکمہ میں اندراج ورجسٹریشن ہی قائم مقام اعلان ہے۔

۲-یہ استدلا ل کہ نکاح مسیار مقاصد شریعت کے خلاف ہے ،اس میں سکون قلبی ،مودت ومحبت اور تربیت اولاد کی مکمل رعایت نہیں ہوپاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری مراد مکمل سکون ورعایت ہے ہی نہیں اس لئے کہ عام شادیوں میں بھی بسا اوقات یہ چیز نہیں مل پاتی ہے،نیز اگر مکمل سکون نہ ہوتو کیا عورت کو بغیر شادی کے رکھنا اچھا ہے یا شادی کرکے کم سکون ومحبت کے ساتھ زندگی گزارنااچھا ہے؟ظاہرہے کوئی عقلمند آدمی تجرد والی زندگی کو صحیح نہیں سمجھتا ہے۔

۳-یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کہ بعض عورتیں اس نکاح کو ارتکاب فواحش کا ذریعہ بنالیں گی یہ کہہ کر کہ انھوں نے نکاح مسیار کیا ہے،کیونکہ بعض مرد وں یا عورتوں کا غلط استعمال ایک صحیح چیز کو حرام نہیں کرسکتا ۔

۴-یہ دلیل کہ ہوسکتا اس شادی سے اولاد مقدر ہو ،صحیح نہیں ہے،کیونکہ یہ اللہ کی مشیئت پر ہے ،بسااوقات زواج عادی میں بھی اولاد نہیں ہوتی ہے ،عورت کے بانجھ پن یا کسی بیماری کیوجہ سے ،تو کیا زواج عادی کو بھی ہم صحیح نہیں مانیں گے؟

۵-یہ استدلال کہ اس میں عورت کی ایک طرح توہین ہے تو بلا شبہ ہے اور یہ مُشاہَد ومحسوس ہے،ہم اسے مانتے ہیں ،نیز اس میں عورت کو مستقبل میں طلاق کی دھمکی ہے،اور اس کے حالات کیوجہ سے اس کا استحصال ہے،لیکن یہ سب عورت نے خود کیا ہے ،کسی نے زبردستی اس پر تھوپا نہیں ہے،اور جہاں تک استحصال کی بات ہے تو یہ ہر وقت نہیں ہوتا، بلکہ بعض نکاح مسیار کرنے والی خواتین نے محبت ومودت اور آپسی تفاہم کا بھی ذکرکیاہے۔

۶-اللہ نے شریعت میں اس شادی کابدل تعدد ازدواج کی صورت میں رکھا ہے،تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح مسیار خود تعدد کی ہی ایک شکل ہے۔

۷-یہ استدلال کہ پہلی بیوی کو ضرر لاحق ہوتا ہے،تو زواج عادی میں بھی تعدد کی صورت میں ضرر ہوتا ہے۔

۸-اس شادی میں خطرات بہت ہیں ،اس لئے کہ بعض عورتیں اس کو ارتکاب فواحش کا ذریعہ بنا سکتی ہیں،یہ کہہ کر کہ انھوں نے نکاح مسیار کیا ہوا ہے،لہذا سداًَ للذریعہ اس

سے منع کرنا چاہئے،یہ دلیل بھی درست نہیں ہے کیونکہ بعض مرد یا بعض عورتوں کااسے ارتکاب فواحش کا ذریعہ بنا لینااس کی تحریم کا سبب نہیں بن سکتی ہے،اس لئے کہ خراب اور بگڑے ہوئے مرد وعورت کسی بھی ذریعہ سے اپنی خواہش پوری کرسکتے ہیں، وہ نکاح مسیار کے انتظار میں نہیں رہتے ۔

۹-اس شادی سے پہلی بیوی کوضرر لاحق ہوسکتا ہے ،بایں طور کہ شوہر بغیر اس کوبتائے دوسری بیوی کے پاس چلا جائے ،اس کے ساتھ وقت گزارے ،اورمعاشرت کاجو وقت زوجہ اولی کا حق تھا وہ ثانیہ کو دے دے،یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ تعدد ازدواج کب سے ضرر ہوگیا ؟اور اگر عورت اس کو ضرر سمجھتی ہے تو وہ شرعاَ معتبر نہیں ہے۔

راجح قول:

قائلین اباحت وعدم اباحت،اور قائلین جواز وحرمت کے دلائل کا مناقشہ اور مثبت و منفی پہلوؤں پر غورو خوض اور موازنہ ومقابلہ کرنے کے بعد اس حقیر کی رائے یہ ہے کہ حقیقت مینزواج مسیار کے بارے میں کوئی حکم لگاناآسان نہیں ہے ،کیونکہ یہ موضوع عمیق علمیت ،دقیق اجتماعی غور وخوض اور شرعی نقطۂ نظرسے اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کے درمیان موازنہ ومقارنہ کا تقاضہ کرتا ہے،ہم کو علماءکی تحریریں پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے اباحت کی بات کہی ہے انہوں نے عقد زواج کے خارجی پہلو کو دیکھاتو انہیں لگا کہ انعقاد زواج کے ارکان ا وشرائط تو مکمل ہیں ،نیز اس میں اجتماعی مشکلات کا حل بھی ہے توانہیں اسے باطل کہنے کا کوئی جواز نہیں ملا۔

دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ زواج مسیار کی حرمت کے قائلین نے عقد کی ماہیئت کو دیکھا تو انہیں نظر آیا کہ اس میں ایسی خامی ہےجس کی وجہ سے نکاح باطل ہوجانا چاہئے،اور وہ ہے عقد کا خفیہ ہونا،نیز مذہب مالکی کے مطابق عورت کا نان نفقہ،سکنی اور شب باشی سے دست بردار ہونا،اسی طرح انہوں نے ما بعد العقد پر غور کیا تو انہیں لگا کہ زواج مسیارمقاصد شریعت-سکون ،مودت ومحبت،تربیت نسل اور خاندان پر قوامیت وغیرہ-کے منافی ہے،نیز انہیں یہ بھی محسوس ہواکہ یہ فساد وافساد کا راستہ اور دروازہ ہے،کیونکہ مرد کے لئے یہ بہت آسان ہوگا کہ زواج مسیار کرلے اور پھر جلد ہی اسے طلاق دیدے،اس لئے کہ اس شادی کے اخراجات بہت ہی معمولی ہیں،بلکہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مرد اس شادی کوعورت کے جسم اور مال کے استحصال کا ذریعہ بنائے ،پھر اسے چھوڑدے اس حال میں کہ وہ کہیں کی نہ رہے۔

ان تمام باتوں کی روشنی میناور اس مینمنفی پہلوؤں کے ہوتے ہوئے احقر کی رائے یہ ہےکہ :

۱-یہ عقداصولاَ صحیح ہے ،اور عانسہ کی مشکلات کاحل نیزاُن مردوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے جو محرمات میں پڑنے سے ڈرتےہیں،اور یہ شادی فساد کی بنسبت صحت

سے زیادہ قریب ہے،بشرطیکہ سرکاری محکموں(Official Departments) میں اس کا اندراج(Registeration)کرایا جائے اور اس کی دستاویزات بنوائی جائیں، زوجہ کا ولی اجازت دے اور عقد میں بذات خود شریک بھی ہو،اسقاط نفقہ ،سکنی اور شب باشی وغیرہ کا صلب عقد میں ذکر نہ کیا جائے،نیز زوجین اپنی نیتیں اپنے کو پاک دامن رکھنے کی رکھیناور کسی غیر شرعی امر کا ہرگز ارادہ نہ کریں۔واللہ اعلم۔

۲- نکاح مسیار صورتا صحیح اور معنی معیوب ہے ،اس لئے کہ وہ نکاح کے تعلق سے مقاصد شریعت کے موافق نہیں ہے۔

۳- نکاح مسیار دوسرے عقود کی طرح نہیں ہے ،کیونکہ اس کا تعلق ابضاع سے ہے اور ابضاع (بضع کی جمع ہے اس کے معنی ہیں عورت کی شرمگاہ،مراد اس سے جماع اورعورت کو مسّ کرناہے)میں اصل حرمت ہے ،اور جب عورت میں حلت وحرمت کا ٹکراؤ ہو تو حرمت مقدم ہوگی۔ ''الأصل في الأبضاع التحريم'' (الاشباہ والنظائر،تحت قاعدہ: ۲، ص: ۴۵)۔

۴-شریعت کا قاعدہ ہے:''درء المفاسد أولى من جلب المصالح''(مجلۃ الاحکام العدلیۃ قاعدہ: ۲۹) اور نکاح مسیار میں مفاسد مصالح سے زیادہ ہیں ،بلکہ مفاسدمصالح کو ختم کردیتے ہیں،نیز یہ آیت کریمہ:''إثمهما أكبر من نفعهما'' (سورہ بقرہ: ۲۱۹)کا مصداق ہے۔

۵-نکاح مسیار تعد دازدواج کی معروف ومعتاد شکلوں کا-جو عدل ومساوات پر قائم ہے- خاتمہ کر دے گی، اور آہستہ آہستہ لوگوں کوتعددازدواج کی دوسری مسخ شدہ صورت- جو ظلم و جور اور عدم مساوات وعدل پر قائم ہو-کی طرف ڈھکیل دے گی۔

اس لئے مناسب یہ ہے کہ جواز کا فتوی خاص ان کے لئےہو جو عفت وپاکدامنی اور ستر چاہتے ہوں اور ان لوگوں میں سے ہوں جو دین واخلاق میں معروف ہوں ،اگر یہ فتوی عام ہو اتوشر وفساد کا ایسا دروازہ کھلے گا جس کوبند کرپانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوگا،اور اس کی بہتر شکل یہ ہے کہ اس شادی کا خواہشمند اپنے علاقے کے مفتی کے سامنے اپنے حالات رکھے اور وہ غور وفکر کے بعد جواز وعدم جوازکا فتوی دے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کا فیصلہ:

''مجمع الفقہ الاسلامی جدہ '' کے اٹھارویں اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ میں درج ذیل قراردادپاس کی گئیں:

۱-فقہ اکیڈمی جدہ اس بات کی تاکیدکرتا ہے کہ شادی -اگرچہ اس کے نام و اوصاف ا ورصورتینمختلف ہوں-کو شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ قواعد وضوابط کےتابع ہونا چاہئے،اور اس میں ارکان وشرائط پورے موجود ہوننیز موانع سے خالی ہو۔

۲-دور حاضر میں لوگوں نے بعض نئےعقد ''زواج مسیار،،کے نام سے ایجاد کرلئے ہیں اس کے احکام درج ذیل ہیں:

الف:ایسا عقد زواج جس میں عورت سکنی(رہائش)نفقہ اور تقسیم یا کچھ دوسرے حقوق اپنی مرضی سے ختم کردے کہ مرد جب چاہے دن یا رات میں اس کے پاس آسکتاہے ،نیز اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ایسا عقد زواج -جس میں عورت اپنے گھر والوں کے ساتھ میکے میں ہی رہے،اور میاں بیوی جب چاہیں عورت کے میکے یا کسی اور جگہ مل لیں،اسی طرح شوہر بیوی کو نہ رہائش دے نہ خرچہ -یہ دونوں عقد صحیح ہیں،اور اس طرح کے دوسرے عقود اس وقت صحیح ہونگے جب اس میں شادی کے ارکان وشرائط پائے جائیں اور کوئی مانع موجود نہ ہو،البتہ یہ نکاح خلاف اولی ہے۔

اولاد کی تربیت اور نان ونفقہ کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

اولاد کا مسئلہ انتہائی اہم ہے اس پر مزید توجہ اور رعایت کے ساتھ بحث کی ضرورت ہے،کیونکہ شرعا اولاد کے باپ پر کئی حقوق ہیں ،کچھ مادی ہیں ،جیسے مکمل انواع واقسام کے ساتھ نان ونفقہ کی فراہمی -جس میں رہائش، ،لباس اور ہر طرح کے اخراجات شامل ہیں-واجب ہے،شریعت نے قاصر عن الکسب کا نفقہ باپ پر واجب کیا ہے جب تک کہ وہ صاحب مال یا برسر روزگا ر نہ ہوجائے ،اور لڑکی پر اسوقت تک خرچ کریگا جب تک وہ صاحب حیثیت یا شادی شدہ نہ ہوجائے،اسی طرح باپ پر معاملات اور عطایا(کچھ لینے دینے) میں اولاد کے درمیان برابری واجب ہے،صرف مالی امور میں عدل کافی نہیں ہے ،چنانچہ ڈاکٹر حسام الدین عفانہ لکھتے ہیں:''وينبغي أن يعلم أن التسويةبين الأولادليست في الأمور المالية فقط،وإنما ينبغي العدل في جميع أوجه التعامل معهم،حتى إن العلماء يقولون ينبغي للأب أن يعدل بين أولاده في القُبَل-جمع قُبلة-قال إبراهيم النخعي:كانوا يستحبون أن يسووابين أولادهم في القُبَل،وروي في حديث عن أنس أن رجلا كان عند النبيﷺفجاء إبن لہ فقبلہ وأجلسہ على فخذه،ثم جاءت إبنة لہ فأجلسہ بين يديہ ،فقال النبي ﷺ :ألا سوَّيت بينهما''(يسألونک۱/۱۳۹،حدیث کی تخریج بھی کتاب میں موجود ہے) (اور (سب کو) یہ معلوم ہونا چاہئےکہ اولاد کے درمیان برابری صرف مالی امور میں ہی ضروری نہیں،بلکہ ان کے ساتھ تعامل کے تمام طریقوں میں عدل ہونا چاہئے،حتی کہ علماء یہاں تک فرماتے ہیں کہ بوسہ لینے میں بھی اولاد کے درمیان عدل ہونا چاہئے،ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:وہ(علماء)اولاد کے درمیان بوسے میں بھی برابری کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں،اور حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابیؓ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھےکہ اچانک ان کے پاس ان کا ایک بیٹا آیاتو انھوں نے اس کو بوسہ دیااور اپنی ران پر بیٹھا لیا،پھر ان کی بیٹی آئی تو اس کو اپنے سامنے بیٹھایا ،تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:تم نے دونوں کے درمیان برابری کیوں نہیں کی؟)

بہرحال اگرزواج مسیار کے نتیجہ میں اگر اولاد ہوتی ہے تو ان کے نفقہ وسکنی

،تربیت اور دیگر تمام ضروریات کا انتظام باپ پر واجب ہوگا،اس لئے کہ وہ اسی کی اولاد ہیں ،عورت پر اس میں سے کچھ بھی نہیں واجب ہوگا،دلیل اس کی حضور پاکﷺ کی یہ حدیث ہے:''کفیٰ بالمرء إثماأن یضیع من یقوت'' (ابوداود،رقم: ۱۶۹۲،مشکوۃ،رقم: ۳۳۴۶،امام نووی نے اس حدیث کو ریاض الصالحین میں ،باب وجوب نفقۃ العیال میں نقل کیا ہے) (آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ان (اولاد، بیوی، خادم وغیرہ)کو ضائع کردے جن کی روزی اس کے ذمہ ہے)۔

بعض رویتوں میں ''یقوت ''کے بجائے ''یعول '' کا لفظ ہے،(یعنی جن کی پرورش اس پر لازم ہے)نیز ایک روایت میں ہے :''کفیٰ بالمرء إثماأن یحبس عن من یملک قوتہ''(مسلم، رقم: ۹۹۶) (آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ان کی(اولاد)روزی روک لے جو اس کی ماتحتی میں ہیں)جیسے اولاد ،بیوی ،خادم وغیرہ۔

ڈاکٹر شیخ خالد بن عثمان السبت زواج مسیار ہی کو سامنے رکھتے ہوئےاس حد یث کی شرح میں لکھتے ہیں ، جس کا خلاصہ میں یہاں نقل کرتا ہوں:

''أن یضیع من یقوت'' یعنی ان کو چھوڑ دے ، ان کی دیکھ بھال نہ کرے ،ان پر خرچ نہ کرے ،ان کےحقوق میں کوتاہی برتے،اس کی وجوہات جو بھی ہوں ،چاہے غیبوبت یا مسافرت،بخل یا لاپرواہی،یا بے حسی یا زوجہ سے عناد ودشمنی وغیرہ، ..... آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:کبھی ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ آدمی دوسری شادی کرلیتا ہے اور پہلی زوجہ اور اس سے ہونے والی ادلاد کو ضائع کردیتا ہے،یا تو اس وجہ سے کہ اسے کوئی ایسی عورت مل گئی کہ اسی میں وہ مشغول رہتاہے،یا وہ اخراجات کا حساب لگانا شروع کردیتا ہے،اور بہت سے لوگ تو ایسے بھی ہیں کہ پہلی بیوی کا خرچہ ہی نہیں برداشت کرپاتےہیں اور دوسری شادی کرلیتےہیں،بلکہ تیسری کے چکر میں ہوتے ہیں،پھر حمورابی (پہلی بابلی نسل کاچھٹا بادشاہ اور بابل امپائر کا پہلا بادشاہ)کانظام نافذ کرنے لگتےہیں اور دشوار ترین مطالبات شروع کرنے لگتے ہیناور کہتے ہیں کہ اسی چھوٹے سے فلیٹ میں سب ایک ساتھ رہو،اور خود باری باری بیویوں کےساتھ بیڈروم میں رات گزارتے ہیں،یہ سب ہورہا ہے،اور انہیں میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جوکم پیسوں میں زیادہ لطف اندوزی حاصل کرنا چاہتے ہیں،چنانچہ وہ دوسری بیوی سے مہر کے سلسلے میں بھاؤتاؤ کرتے ہیں،اور یہ شرط لگاتے ہیں کہ ان پرنان ونفقہ ،سکنی اوردیگر اشیاء کی ذمہ داری نہیں ہوگی،وہ فقط زوجہ کے گھر جاکر اس سے لطف اندوز ہوں گے ،اور اس کا نام انہوں نے''زواج مسیار،، رکھاہے،حالانکہ انہیں یہ تک پتہ نہیں کہ وہ کہاں جاتی ہے؟کیوں جاتی ہے ؟کب جاتی ہےاور کب آتی ہے؟کچھ معلوم نہیں!اور کبھی کبھی تو اس سے کسی گھر یا ہوٹل میں ملتے ہیناور کرایہ وخرچہ اس کے سر تھوپ دیتے ہیں،اگر وہ انکار کرتی ہے تو اسے چھوڑدیتے ہیں،اس سلسلے میں عورتوں کے بیانات ناقابل بیان ہیں ''

(دیکھئے:شرح الحدیث، علی موقع فضیلۃ الشیخ /أ٠ د٠ خالد بن عثمان السبت،تاریخ النشر ۱۷/محرم۱۴۲۸ھ)۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں:''لا یشارک الأب أحد في الإنفاق علی أولادہ ،کما لا یشارکہ أحد في نفقۃ الزوجۃ؛لأنھم جزء منہ،وإحیاءھم واجب کإحیاء نفسہ،ولأن نسبھم لاحق بہ،فیکون علیہ غرم النفقۃ،ولقولہ تعالی: ''وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن''(بقرۃ: ۲۳۳)وقولہ سبحانہ:''فإن أرضعن لکم فآتوھن أجورھن''(طلاق: ۶)وقال النبیﷺلھند:خذي ما یکفیک وولدک بالمعروف، فجعل النفقۃ علی أبیھم دونھا'' (موسوعۃالفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ ۸/۷۳۲) (اولاد پر خرچ کرنے میں باپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوگا،جیسے کہ بیوی کے نفقہ میں اس کا کوئی شریک نہیں ہوتا ،اس لئے کہ اولاد اس کا جزء ہیں اور ان کو زندہ رکھناان پر ایسی ہی واجب ہے جیسے خود کو زندہ رکھنا،نیز اس لئے بھی کہ اُنکا نسب اسی سے لاحق ہوتا ہے تو خرچ اور نفقہ کا بوجھ بھی اسی پر ہوگا، نیز اللہ تعالی کے اس ارشاد:اور جس کا بچہ ہے،اس کے ذمہ ہےان (ماؤں)کا کھانااور کپڑا موافق دستورکے ''(ماجدی)، نیز:پھر وہ لوگ تمہارے لئے رضاعت کرینتو تمہیں ان کی اجرت دو،،(ماجدی)اور نبی کریم ﷺنے حضرت ہندؓ سے فرمایاتھا :دستور کے مطابق اتنا لے لو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے کافی ہوجائے،آپ ﷺ نے(آیات وحدیث میں) نفقہ اُن کے باپ پر مقرر کیا نہ کہ عورت(ان کی ماں)پر)۔

نکاح موقت اور اس کا حکم:

نکاح مؤقت متعہ ہی کی ایک صورت ہے،یہ بھی باطل ہےچنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ؒفرماتے ہیں:

''وبطل نکاح متعۃو موقت،قال في الفتح:قال شیخ الاسلام في الفرق بینھماأن یذکر بلفظ النکاح والتزویج،وفي المتعۃ أتمتع أواستمتع .اھ یعني ما اشتمل علی مادۃمتعۃ-م ت ع-والذي یظھر مع ذلک عدم اشتراط الشھودفي المتعۃ وتعیین المدۃ،وفي الموقت الشھود وتعیینھا،ولا شک أنہ لا دلیل لھم علی تعیین کون المتعۃالذي أبیح ثم حرم ھو ما اجتمع فیہ مادۃ-م ت ع- للقطع من الآثار بأنہ کا ن أذن لھم في المتعۃ،ولیس معناہ أن من باشر ھذایلزمہ أن یخاطبھابلفظ اتمتع ونحوہ لما عرف أن اللفظ یطلق ویراد معناہ،فإذا قیل :تمتعوا فمعناہ أوجدوا معنی ھذا اللفظ ومعناہ المشھور أن یوجد عقداعلی امرأۃلا یراد بہ مقاصدعقد النکاح من القرار للولدوتربیتہ،بل إلی مدۃ معینۃ ینتھي العقد بانتھائھا،أو غیرمعینۃ بمعنی بقاءالعقد ما دام معھاإلی أن ینصرف عنھافلا عقد،فیدخل فیہ مابمادۃالمتعۃوالنکاح المؤقت أیضا فیکون من أفرادالمتعۃوإن عقد بلفظ التزویج وأحضر الشھود'' (حاشیہ ابن عابدین ۴/۱۴۵تا۱۴۹) (اور نکاح متعہ ومؤقت باطل ہے، فتح میں فرمایا ہے:شیخ الاسلام دونوں میں فرق کے بارے میں فرماتے ہیں:کہ مؤقت

میں نکاح اور تزویج کا لفظ ذکر کرے اور متعہ میناتمتع،یا استمتع کا،اھ یعنی جو متعہ-م،ت،ع-کے مادہ پر مشتمل ہو،نیز اسی کے ساتھ ایک چیز اور سمجھ میں آتی ہے کہ متعہ میں گواہوں کی شرط نہیں ہے اور مدت کی تعیین ضروری ہے،اور مؤقت میں گواہون کی شرط اور مدت کی تعیین ہے،اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کےپاس اِس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس متعہ سے-جس کو مباح قرار دیا گیا تھا پھر حرام کیا گیا-تعیین کےساتھ وہی مراد ہے جس میں م،ت،ع، کا مادہ ہو،کیونکہ آثار وروایات کی روشنی میں قطعیت کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ اُن کو متعہ کی اجازت دی گئی تھی ،لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو یہ کرے اس کے لئے عورت کو لفظ اتمتع کے ذریعہ مخاطب کرنا ضروری ہے،کیونکہ عرف مینکبھی لفظ مطلق بولا جاتا ہے لیکن مراداس کے معنی ہوتے ہیں،لہذا جب یہ بولا جائے :تمتعوا،،تو اسکے معنی ہوتے ہینکہ اس لفظ کے معنی پیدا کرو،اور اس کے مشہور معنی ہوتے ہیں کہ کسی عورت کے ساتھ ایسا عقد وجود میں لایا جائے جس سے عقد نکاح کے مقاصد-یعنی اولاد کی پیدائش اور تربیت -مراد نہ ہوں،بلکہ ایک مدت معینہ تک کے لئے نکاح ہو جو مدت ختم ہوتے ہی خود بخود ختم ہوجائے،یا غیر مدت معینہ کے لئے ہو بایں معنی کہ عقد اس وقت تک باقی رہے جب تک وہ عورت کے ساتھ رہے ،یہاں تک کہ وہ اس سے جدا ہوجائے توپھر عقد باقی نہیں رہے گا،لہذا اس میں وہ بھی داخل ہوگا جو متعہ کے مادہ سے ہو ،اور نکاح مؤقت بھی داخل ہوگا ،نیز نکاح مؤقت بھی متعہ کے افراد میں سے ہوگااگرچہ لفظ تزویج کے ذریعہ منعقد کیا جائے اور گواہوں کو حاضر بھی کیا جائے)۔

امام زفر ؒ کے نزدیک ایسی صورت میں نکاح منعقد ہوجائے گااور مدت متعینہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا،چنانچہ حاشیہ ابن عابدین میں ہے:''ثم رجح قول زفر بصحۃ المؤقت علی معنی أنہ ینعقد مؤبدا ویلغوالتوقیت،لأن غایۃ الأمرأن المؤقت متعۃ،وھو منسوخ .....الخ" (رد المحتار علی الدر المختار۴/۱۴۹) (پھر امام زفر ؒ کے قول:کہ نکاح مؤقت صحیح ہے، کو راجح قرار دیا بایں معنی کہ نکاح ہمیشہ کے لئے منعقد ہوجائے گااور توقیت لغو ہوجائے گی،کیونکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ نکاح مؤقت متعہ ہے اور متعہ منسوخ ہے)۔

ہدایہ میں ہے:''ونکاح المتعۃ باطل والمؤقت باطل مثل أن یتزوج امرأۃبشھادۃ شاھدین إلی عشرۃ أیام" (ہدایہ۲ /۲۰) (اور نکاح متعہ باطل ہے اور مؤقت بھی باطل ہے،مثال کے طور پر مرد کسی عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں دس دن کے لئے شادی کرے)۔

د/عبد الکریم زیدان فرماتے ہیں:''والقول الراجح في الزواج المقترن بالتوقیت أنہ من أفراد وأنواع زواج المتعۃ،ومن صیغ ھذا الزواج،والمتعۃ باطلۃبجمیع صیغ نکاحھا،فکذا ھذا النمط من الزواج الذي ذکرنا صیغہ،سواء کان التوقیت لمدۃ طویلۃ أو قصیرۃیعیش مثلھا الزوجان،أنھما لا یعیشان إلیھا عادۃ،لأن الذي شرعہ الإسلام في النکاح وفي الصیغۃ التي ینعقد بھا وھو النکاح المؤبد،وصیغۃ صریحۃ في التأبیدالتي لا یقترن بھا شیئ من التوقیت،فمثل ھذا

النكاح الذي شرعه الإسلام وهو الذي لا يقطعه إلاموت أحد الزوجين أو لعارض الطلاق المشروع''(المفصل فی احکام المرأة والبیت المسلم۶/۱۹۱) (اور زواج مقترن بالتوقیت(نکاح مؤقت)کے بارے میں راجح قول یہ ہےکہ وہ نکاح متعہ کے انواع وافراد میں سے ہے اور اسی شادی کے صیغوں میں سے ہے،اور متعہ نکاح کے تمام صیغوں کے ساتھ باطل ہے،لہذاشادی کی یہ قسم بھی باطل ہوگی جس کے صیغے ہم نے بیان کئے ،خواہ توقیت طویل مدت کے لئے ہو یا قصیر مدت کے لئے،جس میں زوجین ایک ساتھ زندگی گزارتے ہوں،اور عام طور سے وہ دونوں ایسی زندگی نہیں گزارتے ہیں ،اس لئےکہ اسلام نے نکاح میں اور اس کے ان صیغوں میں ،جس سے نکاح منعقد ہوتا ہے ،جوطریقہ مشروع کیا ہے وہ نکاح مؤبد ہے،ہمیشگی ودوام کا وہ صریح صیغہ ہے جس میں توقیت شامل نہ ہو،اور یہی وہ نکاح ہے جس کو اسلام نے مشروع کیا ہے اور جسے موت کے سوا کوئی چیز ختم نہیں کرسکتی ہے یا پھر طلاق مشروع ہی ختم کرسکتی ہے)۔

بہوتیؒ فرماتے ہیں:''فلایجوز النکاح المؤقت، وھو نکاح المتعۃ.....والمتعۃ منسوخۃ وصار ھذا لا یصح، ولا یقال یصح النکاح وتبطل الإضافۃ لأن المأتي بہ نکاح مضاف وأنہ لایصح کذا'' (الروض المُرْبَع۲/۲۷۲) (نکاح مؤقت جائز نہیں ہے وہ نکاح متعہ ہی ہےاور متعہ منسوخ ہوچکا ہے لہذا یہ صحیح نہیں ہے،اور یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ نکاح صحیح ہوجائے گا اور اضافی چیزیں -شرائط والفاظ-باطل ہوجائیں گے ،اس لئے کہ اس کے ذریعہ وجود میں آنے والی چیز نکاح مضاف ہے اور اسی (متعہ)طرح وہ بھی صحیح نہیں ہے)۔

نکاح متعہ اور مؤقت میں دو فرق کیا گیا ہے،ایک یہ کہ متعہ میں متعہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے،اور نکاح مؤقت میں نکاح ا ورازدواج کا، دوسرے متعہ میں گواہ نہیں ہوتے اور نکاح مؤقت میں گواہ ہوتے ہیں (فتح القدیر ۳/۲۳۹،قاموس الفقہ ۵/۲۳۳)۔

نکاح متعہ کی حرمت کے بارے میں فقہاء کی آراء:

مذھب احناف:حنفیہ کے یہاں صراحت ہے کہ نکاح متعہ باطل ہے،اور وہ یہ ہےکہ:آدمی کسی عورت سے کہے:''أتمتع بک کذامدۃ بکذامن المال''(میں تم سے اتنی مدت تکا اتنے مال کے عوض تمتع حاصل کرنا چاہتا ہوں) احناف دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ اس کا نسخ اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے (شرح فتح القدیر۲/۳۸۵)۔

مذھب مالکیہ:مالکیہ کے یہاں بھی متعہ حرام ہے،چنانچہ امام دسوقی اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں: ''قال المازري: قد تقررالاجماع علی منعہ-أي نکاح المتعۃ-ولم یخالف فیہ إلا طائفۃمن المبتدعۃ،وما حکي عن ابن عباس من أنہ کان یقول بجوازہ فقد رجع عنہ''(حاشیۃ الدسوقی۲/۲۳۹) (مازری فرماتے ہیں:اس-نکاح متعہ - کے ناجائز وحرام ہونے پر اجماع ثابت ہوچکا ہے،اور سوائے مبتدعین کی ایک جماعت کے ،کوئی بھی اس کا مخالف نہیں ہے،اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے تعلق سے اس کے جواز کی جو بات کہی جاتی ہے

تو انھوں نے اس سے رجوع کرلیا تھا)۔

مذھب شافعیہ:شوافع بھی متعہ کو انکحہ محرمہ کی ایک قسم سمجھتے ہیں،اور کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں ہے،اور استدلال حضرت علیؓ کی حدیث :''أن رسول اللہ ﷺنھی عن متعۃ النساءیوم خیبر،وعن أکل لحوم الحمر الإنسیۃ''(بخاری۵/۱۷۲،احمد۱/۷۹) سے کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے متعہ کو جنگ خیبر کے موقع پر حرام قرار دے دیا تھا (دیکھئے: المجموع شرح المھذب۱۶/۲۴۹) ۔

مذھب حنابلہ:حنابلہ نکاح متعہ کوشرط فاسد-تأقیت کی شرط -سے مربوط مانتے ہیں،اس سے نکاح فاسد ہوجائے گا،وہ کہتے ہیں :اس تأقیت کے ساتھ نکاح باطل ہے،اور چونکہ اس کے ساتھ طلاق وغیرہ کے احکام متعلق نہیں ہوتے ہیں، اس لئے تمام انکحۂ باطلہ کی طرح یہ بھی باطل ہوگا (دیکھئے:الکافی ،لابن قدام۵۷،۵۶/۳)۔

مذھب ظاہریہ:ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں:نکاح متعہ جائز نہیں ہے ،حضور ﷺ کے زمانے میں حلال تھا، پھراللہ تعالی نےاس کو آپﷺ کی زبانی قیامت تک کے لئے مکمل منسوخ کردیا (دیکھئے: المحلی۹/۵۱۹)۔

مذھب زیدیہ:احمد مرتضی کہتے ہیں:نکاح متعہ -اور وہ نکاح مؤقت ہی ہے-حرام ہے ،اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے،اور حضرت علیؓکی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے جس سے شوافع نے استدلال کیا ہے(جومیں اوپر نقل کر چکا ہوں) (دیکھئے:البحر الزخارالجامع لمذاھب الامصار۳/۲۲،۲۳)۔

زواج مسیار اور متعہ کےدرمیان فرق:

زواج مسیار اور متعہ کے درمیان بہت بڑا فرق ہے ،زواج متعہ زواج مؤقت ہے،مہر متعین یا اجرت کے مقابل مدت متعینہ میں محصور ہے،اور اجرت بھی عام طور پر مدت کے حساب سے طے کی جاتی ہے،اور مدت ختم ہونے سے یہ نکاح خود بخود ختم ہوجاتا ہے،طلاق یا فسخ وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی ہے،اس لئے مدت صلب عقد کا جزء لا یتجزأ ہے،جبکہ زواج مسیار دائمی شادی ہےاس میں مدت کا کوئی دخل نہیں ہے،نیز یہ صرف طلاق ،خلع،یا فسخ من القضاء سے ہی ختم ہوگا،اور یہی چیز زواج مسیار اور زواج متعہ کے درمیان ما بہ الامتیاز ہے (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ۲۱-۲۲)۔

خلاصہ یہ کہ نکاح متعہ کی حرمت پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے ،اور سوائے روافض کے کوئی بھی ان کا مخالف نہیں ہے،یہ نکاح باطل ہےاس کا شرعی نکاح سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے،نکاح متعہ نکاح مسیار سے بالکل مختلف ہے،دونونصرف ایک نقطہ پر ملتے ہیں اور وہ ہے ،مرد پر عدم وجوب نفقہ وسکنی،ذیل میں ہم دونوں کے درمیان فروق نقل کرتے ہیں:

۱-متعہ مؤقت ہے ،زواج مسیار غیر مؤقت ہے،اس کی گرہ بغیر طلاق کے نہیں کھلتی ہے۔

۲-متعہ پر سوائے نسب کے،نکاح شرعی کےاورکوئی اثرات-وجوب نفقہ ،سکنی، طلاق، عدت اور توارث- مرتب نہیں ہوتےہیں ،جبکہ نکاح مسیارپر مذکورہ تمام آثار مرتب ہوتے ہیں، سوائے نفقہ ،سکنی،اور مبیت کے۔

۳-متعہ میں عورت کو طلاق لاحق نہیں ہوتی ہے بلکہ متفق علیہ مدت گزرنے کے بعد خود بخودفرقت واقع ہو جاتی ہے،بر خلاف مسیار کے ،کہ اس میں طلاق کی ضرورت پڑتی ہے۔

۴-متعہ میں ولی اور گواہوں کی شرط نہیں ہے،جبکہ نکاح مسیار میں جمہور فقہاء کے نزدیک دونوں کی شرط ہے۔

۵- متعہ میں عورتوں کی تعداد شرط نہیں ،جتنی سے چاہے متعہ کرسکتا ہے، جبکہ نکاح مسیار میں عدد شرط ہے ،چار سے زیادہ نہیں کر سکتا ہے۔

دل میں طلاق کی نیت رکھ کر شادی کرنے کا حکم:

چونکہ اس میں مدت نکاح کی تحدید نہیں ہوتی ہے ،اس لئے اسے متعہ یا مؤقت قرار نہیں دیا جاسکتا ہے ،نسب کا الحاق بھی شوہر سے ہوتا ہے ،ہاں سال دوسال یا چند سالوں بعد واپسی کے وقت طلاق دینے کی نیت ہے تو ایسی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا،چنانچہ فتح القدیر میں ہے :''أما لو تزوجها، وفي نيته أن يطلقهابعد مدة نواهاصحَّ''(فتح القدیر ۳/۲۴۰، کتاب النکاح،فصل فی بیان المحرمات) (اگر اس(مرد)نےعورت سے شادی کی اور اس کی نیت یہ ہے کہ ایک مدت کے بعد(جو اس کی نیت میں ہے) اس کو طلاق دے دے گاتو یہ نکاح صحیح ہے)۔

البحر الرائق میں ہے:''وفي القنية:ولو تزوجها وفي نيته أن يقعد معها مدة نواهافالنكاح صحيح، لأن التوقيت إنما يكون باللفظ'' (البحر الرائق ۳/۱۹۰،کتاب النکاح ،فصل في المحرمات) (اور قنیہ میں ہے: اگر اس (مرد) نے عورت سے شادی کی اور اس کی نیت یہ ہے کہ ایک مدت اس کے ساتھ رہے گا، جتنی اس کی نیت ہے(اسکے بعد اس کو طلاق دے دے گا) تو یہ نکاح صحیح ہے،اس لئے کہ نکاح مؤقت توقیت کا لفظ بولنے سے ہوتا ہے)۔

شامی میں ہے:''وليس منه ...الخ لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط'' (رد المحتارعلی الدر الختار ۳/۱۴۹) (اور نکاح مؤقت میں سے نہیں ...الخ اس لئے کہ قاطع(ختم کرنے والی چیز) کی شرط لگانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے منعقد ہوگیا ،اور شرط باطل ہوگئی)۔

عنایہ علی ھامش فتح القدیر میں ہے:''واستشكل هذه المسئلةبما إذاشرط وقت العقد أن يطلقها بعد شهر فإن النكاح صحيح والشرط باطل ،ولا فرق بينها وبين ما فيه ،وأجيب بأن الفرق

بینهما ظاهر ،لأن الطلاق قاطع للنكاح،فاشتراط بعد شهر لينقطع به دليل على وجود العقدمؤبدا،ولهذا لو مضى الشهر لم يبطل النكاح،فكان النكاح صحيحا.....والشروط باطلا،وأما صورةا لنزاع فالشرط إنما هو في النكاح لا في قاطعه" (عنايہ على هامش فتح القدير ۳/۲۵۰) (اس مسئلہ میں اشکال یہ پیش آتا ہے کہ جب عقد کے وقت یہ شرط لگادے کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دے گا،تو ایسی صورت میں نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوجائے گی ،تواُس کے (متعہ کے) اور اس (مؤقت) کے درمیان فرق نہیں رہتا ہے،اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے ،اس لئے کہ طلاق قاطع نکاح ہے ،لہذا اس کاایک ماہ بعد(طلاق دینے) کی شرط لگاناتاکہ رشتہ ازدواج ختم ہوجائے ،عقد کے دواماَ پائے جانے کی دلیل ہے،اور یہی وجہ ہے کہ اگر مہینہ گزر جائے تو بھی نکاح باطل نہیں ہوگا ،گویا کہ نکاح صحیح اور شرط باطل ہے ،اور جہانتک نزاع کی صورت کا تعلق ہے تووہ نکاح میں ہے ،قاطع نکاح (طلاق)میں نہیں)۔

البتہ مالکیہ نے اس کو بھی متعہ ہی مانا ہے،چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی''مالکیہ کے نزدیک نکاح فاسد کے انواع،،کے تحت لکھتے ہیں:''نكاح المتعة:وهو أن يتزوجها إلى مدة،أو يشترط طلاقها فيه بوقت،أو ينويه بقلبه،أو يتزوج الغريب بنية طلاقها إذا خرج" (موسوعة الفقه الاسلامي و القضايا المعاصرة ۸/۱۲۶) (نکاح متعہ یہ ہے کہ مرد ایک مدت تک کے لئے شادی کرے ،یا اس مدت میں کسی وقت طلاق دینے کی شرط رکھے ،یا دل میں طلاق کی نیت رکھے،یا پردیسی ،مسافر طلاق کی نیت سے شادی کرے (کہ جب وہ اس شہرسے) نکلے گا ،(تو طلاق دے دےگا))۔

راقم الحروف کی رائے میں یہ نکاح اصولاَ تو صحیح وجائز ہےلیکن چونکہ اس میں بقاء ودوام نہیں ہے اور کہیں نہ کہیں، کسی درجہ میں طلاق دینے کی نیت بھی ہے اس لئے یہ شرعی نکاح کی روح اور مقاصد سے ہم آہنگ نہیں ہے ،اس لئے اس نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی جانی چاہئے،حتی الامکان اس سے اجتناب ضروری ہے۔

نکاح مسیار کے بارے میں علماء ہند کی آراء:

اس موضوع سے متعلق علماء ہند نے کو ئی بحث نہیں کی ہے اور جو کی ہے وہ نہ کے برابر ہے ،اور غالباَ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان اور آس پڑوس کے ممالک میں اس طرح کے نکاح کا رواج بالکل نہیں ہے بلکہ شایدلوگ اسے جانتے بھی نہیں ہیں،نیز ہمارے یہاں لڑکیوں کی شادی ہی والدین مشکل سے کرپاتے ہیں ،شادی شدہ لڑکیوں کو گھر میں رکھ کران کا خرچ اٹھانا تو بہت دور کی بات ہے ،حتی کہ جو اصحاب ثروت ہیں وہ بھی ایسا نہیں کرتے بلکہ لڑکیوں کا شادی کے بعدبلا عذر والدین کے گھر بیٹھے رہنا معیوب سمجھا جاتاہے، البتہ دار العلوم دیوبندکے دو فتاوی نظر سے گزرے ہیں،جنہیں میں یہاں بعینہ نقل کرتا ہوں :

(١) سوال : سائل نے سوال یہ کیا کہ میں عرب امارات میں رہتا ہوں ،میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ علماء دیوبند(اہل سنت) کی رائے مسیار کے بارے میں کیا ہے ؟جو کہ ایک طرح کی عارضی شادی ہےکیا موجودہ وقت میں یہ جائز ہے؟ اس کی کیا ذمہ داریاں اور شرطیں کیا ہیں؟کیا کوئی شادی شدہ شخص یا عورت اس کو کرسکتی ہے؟اگر یہ حرام ہے تو پھر شادی شدہ کے لئے دوسرا راستہ کیا ہے؟

جواب:عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے ،قران کریم ،حدیث شریف اور چاروں ائمہ مجتہدین ؒکے مسالک سے اسی طرح ثابت ہے،.....حلال طریق پر تمام شرائط ملحوظ رکھتے ہوئے جب نکاح کے راستے کھلے ہوئے ہیں توحرام طریقہ کواختیار کرنے پر آدمی کیوں مجبورہے؟یہ نفس و شیطان کا کھلا دھوکہ ہے (دار الافتاء ،دار العلوم دیوبند،جواب نمبر: ١١٧٦٣، فتوی: ٧٠٢=٤١٩/ھ)۔

(٢)دوسرا فتوی صریح نکاح مسیار سے متعلق ہے،پہلے میں سوال نقل کردیتا ہوں تاکہ بات واضح ہو جائے۔

سوال:میرا ایک دوست جدہ میں رہتا ہے،اس نے بتایا کہ خلیجی ممالک میں ایک نکاح رائج ہےجس کا نام ہے: نکاح مسیار؛یہ طریقہ نکاح عام ہوتا جارہا ہے،اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اپنے حق مہر ،نفقہ وسکنی سے دست بر دار ہوجاتی ہے،بیوی اپنے یا اپنے والدین کے گھر رہتی ہے،شوہر متعینہ ایام مینیا اپنی سہولت کے مطابق کسی دن اس سے جاکر ملتا ہےاور رات گزار کر واپس آجاتا ہے،سعودی عرب اور مصر کے علماء نے ایسی شادی کے جائز ہونے کا فتوی دیا ہے.....ذاتی طور پر یہ طریقہ نکاح میری سمجھ میں نہیں آتا،اسی لئے میرے ذہن میں آیا کہ میناس سلسلے میں آپ کی رائے عالی معلوم کروں ،میں آپ کے جواب کے لئے بے حد شکر گزار ہوں گا،والسلام

جواب: اگر شرعی طریقہ پر کم از کم دو گواہوں کے سامنےایجاب وقبول ہوتا ہے، اور مانع نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو،نکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی جاتی ہو،مثلاً ٢/سال کے لئے نکاح کررہے ہیں،بلکہ مطلق طور پرنکاح کی تو ایسا نکاح درست اور صحیح ہے،البتہ مہر سے دست بردار ہو نے کی بات درست نہیں ہے،دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پرکم از کم دس درہم ہیں جو دینا واجب ہوگابحق شرع،ہاں اگر نکاح ہوجانے کے بعدپھر مہر کو معاف کر دےاور اس سے دست بردارہوجائے تو درست ہے،اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طور پر ایک دوسرےکے شوہر و بیوی ہوگئے، ازدواجی تعلق قائم رکھنا جائز اور درست ہے،سعودی عرب اور مصر کے علماء کے فتاوی منسلک کرکے سوال کرنا چاہئے تھا (دار الافتاء ،دار العلوم دیوبند،جواب نمبر: ٢٣٨٥ فتوی: ٤٦٠/٤٧٠=د،یہ دونوں فتاوی دار الافتاء دیوبند ڈات کام پر دیکھے جاسکتے ہیں)۔

اس حقیر کی رائے میندارالعلوم کا یہ فتوی اصولی بنیاد پر ہے اور بالکل صحیح ہے

لیکن اگر سائل نے عرب و مصر کے علماء کے فتاوی منسلک کرکے سوال کیا ہوتا تو شاید دار العلوم کی رائےاور موقف زیادہ کھل کر سامنے آتا،اور ہم سب کے لئے یقینا مشعل راہ ثابت ہوتا۔

نکاح مسیار کے سلسلہ میں ایک فتوی دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف ،بنوری ٹاؤن کراچی کا ہے، جو خاصہ تفصیلی ہے، اوراس میں انھوننے دلائل کے ساتھ اس نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے (دیکھئے: www.darulifta.info)۔

کیا نکاح مسیا رمیں اولیاء کو حق اعتراض ہوگا؟

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک نکاح مینولایت شرط ہے بغیر ولی کے نکاح صحیح نہیں ہوگا (دیکھئے:الفواکہ الدوانی ٢/٢٢،للنفراوی المالکی،المھذب ٢/٤٥للشیرازی الشافعی، المجموع ١٦/١٤٦ للنووی،الکافی ٣/١٠،لابن قدامہ،حاشیۃ الروض المُرْبَع/٢٦٢ لعبد الرحمن النجدی)۔

احناف کے نزدیک عاقلہ بالغہ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر اگر از خود اپنا نکاح کفو میں کرتی ہے تو ایسا نکاح احناف کے نزدیک بالاتفاق منعقد اور لازم ہوجاتا ہے، اگرچہ بغیر عذر کے ایسا کرنا ناپسندیدہ ہے،اور اگر عاقلہ ،بالغہ لڑکی کا ولی موجود نہیں ہے ،یا فاتر العقل ہے ،یا سوء الاختیار ہے تو ایسی صورت میں اگر وہ اپنا نکاح کرلے - خواہ کفو میں یا غیر کفو میں - نکاح بہر صورت لازم اور منعقد ہوجائے گا۔

اگر ولی کی موجودگی میں عاقلہ ،بالغہ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرتی ہے ،اور ولی اس کی اجازت دے دیتا ہے تب تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ،لیکن اگر ولی اس نکاح کی اجازت نہیں دیتا تو اس سلسلے میناحناف کے یہاندو روایتیں ہیں:

١-امام اعظم ابوحنیفہ،امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول آخرکے مطابق ''ظاہر الروایۃ'' یہ ہے کہ ایسا نکاح تو منعقد ہوجائے گا، اور احکام نکاح بھی اس پر مرتب ہونگے، نان نفقہ ،میراث، نسب،اور طلاق وغیرہ سب احکام جاری ہونگے، البتہ ایسی صورت میں اولیاء کو اعتراض کا حق ہوگا اوراولاد ہونے سے پہلے تک ولی اگر چاہے تو بذریعہ شرعی پنچایت (عدالت) اس نکاح کو ختم کروا سکتا ہے،بہت سے مشائخ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی دیا ہے،چنانچہ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ میں ہے:''أما البالغة سواء كانت بكرا أو ثيبا فلا جبر عليها لأحد ولا يتوقف نكاحها على ولي،بل لها أن تزوج نفسها لمن تشاءبشرط أن تكون كفئا وإلا فللولي الاعتراض وفسخ العقد إذا زوجت نفسهامن غير كفء'' (کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ ٤/٣٢) (جہانتک بالغہ کی بات ہے، چاہے وہ باکرہ ہویا ثیبہ،توکسی کواس پر جبر کرنے کا حق نہیں ہے،اور اس کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا،بلکہ اس کوحق ہے کہ جس سے چاہے اپنی شادی کرے بشرطیکہ کفو ہو،اور اگر کفو نہیں ہو اتو ولی کو حق اعتراض ہوگا،اور غیر کفو سے شادی کرنے کی صورت میں وہ (عدالت یا شرعی پنچایت سے)عقد فسخ کرا سکتا ہے)۔

٢-امام ابوحنیفہ ؒ سے حسن بن زیادؒ کی ''نادر الروایہ،،ہےکہ مذکورہ صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا ،بہت سے مشائخ نے اس کو اختیار کیا ہے اور اسی کے مطابق فتوی دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے:فتح القدیر ٣/٢٤٦،کتاب النکاح،باب الاولیاء والاکفاء، نیز بدائع الصنائع،نفس باب وکتاب،موسوعۃالفقہ الاسلامی،فصل رابع،الاھلیۃ والولایۃ والوکا لۃفی الزواج٨/١٩٦)۔

اور اس کی وجہ مشائخ کا ان نصوص و روایات سے انکار نہیں جن نصوص وروایات سے عاقلہ بالغہ عورت کے اختیار کا علم ہوتا ہے، بلکہ انھوں نے ان سب روایات ونصوص کو تسلیم کرتے ہوئے زمانہ کے بعض حالات کی بناپر سداً للذرائع عدم انعقاد نکاح کا فتوی دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ دونوں روایات فقہاء احناف سے منقول ہیں ،اور دونوں پر زمانہ وحالات کے موافق فتوی بھی دیا گیا ہے،نیز ہمارے بر صغیر کے اکابر کے فتاوی بھی اس سلسلے میں دونوں طرح کے موجود ہیں،مفتی رشید احمد گنگوہی، حکیم الامت تھانوی، مفتی محمد شفیع ،مفتی عزیز الرحمن دیوبندی رحمہم اللہ کے فتوی بھی ظاہر الروایۃ کے موافق ہیں :کہ ایسا نکاح منعقد ہے ،البتہ غیر کفو میں ہونے کیوجہ سے اولیاء کو اولاد ہونے سے پہلے تک اعتراض کا حق حاصل ہے،دوسری طرف خود مفتی محمد شفیع صاحب اور مفتی عزیزالرحمن صاحب ؒکے فتاوی ''نادر الروایۃ '' کے مطابق بھی موجود ہیں، نیز مفتیٔ اعظم پاکستان، سابق رئیس دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن ''مفتی ولی حسن ٹونکی ''نے بھی حالات کے اعتبار سے دونوں روایات کے مطابق فتوے دئے ہیں ۔

نکاح مسیار کی حقیقت ۔ احکام اور اثرات

مفتی محمد شفیق بڑودوی•

نکاح کے بنیادی مقاصد:

اللہ رب العزت اور نبئ رحمت ﷺ نے مرد و زن کے درمیان جائز طریقے پر جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے نکاح کا حکم فرمایا:

''فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ '' (النساء : ۳)۔

نیز فرمایا:

''وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ'' (النور : ۳۲)۔

اسی کے ساتھ مختلف مقامات پر نکاح کے مقاصد و مصالح کا تذکرہ بھی فرمایا، منجملہ اُن کے پہلا بنیادی مقصد ہے عفت و عصمت کی حفاظت۔ زنا سے چونکہ عصمت وعفت ضائع ہوتی ہے، اس لیے اُسے حرام قرار دیا گیا، اور نکاح سے عصمت وعفت محفوظ ہو جاتی ہے اس لیے اُسے حلال قرار دیا، ارشادِ باری ہے:

''وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ'' (النساء : ۲۴)۔

(جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے اُن کے علاوہ دیگر عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں کہ تم اپنے مالوں (مَہر) کے ذریعے اُن (عورتوں) کو تلاش کرو (جن سے نکاح کرنا حلال ہے))۔

نکاح کا بنیادی مقصد محض تکمیل شہوت نہ ہو، بلکہ عفت و عصمت کی حفاظت بھی ہو، حدیث پاک میں بھی نکاح کا مقصد اُسی کو قرار دیا گیا :

''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ''يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ'' (متفق علیہ، مشکوٰۃ: ۲۶۷، کتاب النکاح)۔

(اے نوجوانو! تم میں سے جو بھی نکا ح کی ذمّےداری (مہر، نفقہ اور سکنیٰ وغیرہ) اُٹھا سکتا ہے وہ ضرور نکاح کرلے، کیوں کہ نکاح نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے)۔

نکاح کا دوسرا بنیادی مقصد سکونِ قلبی اور زوجین کے مابین اُلفت و محبّت کا قائم رہنا ہے، واقعہ یہ ہے کہ شرعی نکاح کے بعد جائز طور پر جنسی خواہشات کی تکمیل کے ذریعے سکونِ قلبی اور اس کے نتیجے میں میاں بیوی کے درمیان اُلفت و محبّت کا ایک

• بزم صدیقی، بڑودہ، گجرات۔

مضبوط رشتہ قائم ہو جاتا ہے، غالباً اسی لیے حق تعالیٰ نے اُسے اپنی خاص نشانی قرار دے کر سکونِ قلبی اور اُلفت و محبّت کا ذریعہ قراردیا، ارشادِ باری ہے:

''وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً'' (الروم : ٢١)۔

(اور اُس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے پیدا کیے، تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرو اور اُس نے تمہارے درمیان اُلفت و محبّت پیدا کر دی)۔

حدیث پاک میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کے ذریعے میاں بیوی میں بے مثال محبّت پیدا ہو جاتی ہے۔

''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ'' (ابن ماجه، مشكوة : ٢٦٨)۔

(میاں بیوی سے زیادہ آپس میں محبّت کرنے والا تم کسی کو نہیں پاؤگے)۔

نکاح کا تیسرا بنیادی مقصد حصولِ اولاد اور نسل کی حفاظت ہے، ظاہر ہے کہ نکاحِ شرعی کے بغیر حلال اولاد کا حصول اور نسل انسانی کی بقا وحفاظت ممکن نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے نکاح کرنے والوں کو حکم فرمایا :

''فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ'' (البقرة : ١٨٧)۔

(اب تمہیں اُن سے مباشرت کی اجازت ہے، تاکہ تم اُن سے لطف اندوز ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے اُسے طلب کر سکو)۔

اس آیت کریمہ میں '' وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ'' (سورہ بقرہ: ١٨٧) کے تحت حضرات مفسرین کے مختلف اقوال منقول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ شب قدر اور اُس کے اَجر و ثواب کو طلب کرو۔ لیکن زیادہ قرین قیاس جو قول منقول ہے وہ یہی ہے کہ اُس سے مراد نیک اولاد کا حصول ہے(ابن کثیر)۔

اسی مقصد عظیم کے حصول کے پیش نظر حدیث پاک میں اُن عورتوں سے نکاح کی ترغیب وارد ہوئی ہے جو زیادہ محبّت کرنے والی اور بہ کثرت اولاد پیدا کرنے والی ہوں۔

''عَنْ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ'' (أبو داود والنسائي، مشكوٰة : ٢٦٧)۔

(تم ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو بہت محبّت کرنے والی اور زیادہ بچّے پیدا کرنے والی ہوں، کیونکہ میں دوسری اُمتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت پر (روزِ قیامت) فخر کرونگا)۔

نکاح کے ان عظیم الشان مقاصد کے تحت ہمارے علمائے محققین نے فرمایا کہ نکاح

کرنا نفل عبادت سے افضل عمل ہے۔

‘‘لِأَنَّ الِاشْتِغَالَ بِهٖ مَعَ أَدَاءِ الْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ أَفْضَلُ مِنَ التَّخَلِّي لِنَوَافِلِ الْعِبَادَاتِ مَعَ تَرْكِ النِّكَاحِ’’ (بدائع الصنائع۲،۲۲۹، الشامي ۲،۲۹۸)۔

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے بھی نکاح کو نصف ایمان کی تکمیل کا سبب قرار دیا۔

‘‘عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّينِ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي’’ (رواه البيهقي في شعب الايمان ، فصل في الترغيب في النكاح لما فيه من العون على حفظ الفرج)۔

(جس بندے نے نکاح کر لیا اُس نے آدھا دین مکمّل کر لیا (کیونکہ شہوتِ فرج کی تکمیل کا جائز انتظام ہوگیا، اب شہوتِ بطن کے انتظام کی فکر کرے) اُسے چاہیے کہ باقی آدھے کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے (دیگر عبادات اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام کرے ، تاکہ اُس کا دین مکمّل ہوجائے))۔

نکاحِ متعہ، نکاحِ خدن اور نکاحِ موقّت کی حقیقت و ممانعت:

نکاح کے ان عظیم الشان مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ نکاح میں نیت عفت و پاک دامنی اور اولادِ صالح کے حصول کی ہو، محض شہوت رانی اور عیاشی مقصود نہ ہو، نیز میاں بیوی کا اِزدواجی تعلق دائمی ہو، وقتی اور عارضی نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں نکاحِ متعہ کی ممانعت ہے۔

حضور ﷺ کی بعثت سے قبل عرب کے دورِ جاہلیت میں مرد و عورت کے باہمی تعلق اور حصولِ اولاد کے لیے مختلف طریقے رائج تھے، جن میں سے ایک طریقے کے علاوہ دیگر تمام طریقے مذموم اور شرمناک تھے، مثلاً ایک طریقہ یہ تھا کہ یارانہ اور دوستی کے طور پر خفیہ زِنا ہوتا تھا، جسے ‘‘نکاح الخدن ’’ کہتے تھے، شریعت مطہرہ نے اُس کی ممانعت فرما دی (مستفاد از: توضیحات شرحِ مشکوٰۃ : ۵، ۲۹)۔

چنانچہ ارشادِ باری ہے:

‘‘وَلَا مُتَّخِذِيٓ اَخْدَانٍ’’ (المائدۃ : ۵)۔

(یعنی تم نکاح کر کے پاک دامنی اختیار کرو، نہ کہ علانیہ زِنا کرنے والے بنو اور نہ ہی خفیہ طورپر دوستی کرنے والے بنو)۔

مطلب یہ ہے کہ اپنی نفسانی خواہشات کو غیرشرعی طریقے پر پورا نہ کرو، نہ تو علانیہ زِنا کرو اور نہ ہی پوشیدہ طور پر عورتوں سے دوستی و آشنائی پیدا کرو (انوار البیان۲،۷۶)۔

اسی طرح دورِ جاہلیت کے بعد ابتدائے اسلام تک نکاحِ متعہ رائج تھا، جس کی صورت یہ تھی کہ کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہہ دیتا کہ میں اِتنی رقم کے بدلے

اِتنی مدّت تک تم سے فائدہ اُٹھاؤنگا، جس پر وہ عورت راضی ہوجاتی، یعنی ایک متعین رقم کے عوض متعینہ مدّت کے لیے نکاح کرنے کا نام ‘‘متعہ ’’ ہے، جس کی ابتدائے اسلام تک اجازت تھی، بعد میں ہمیشہ کے لیے حرمت آگئی، ترمذی شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے:

‘‘عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:إِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ، فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدْرِ مَا يَرَىٰ أَنَّهُ يُقِيمُ، فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ، وَتُصْلِحُ لَهُ شَيْئَهُ، حَتَّى إِذَا نَزَلَتِ الْآيَةُ: (إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ) (المؤمنون: ۶) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَى هٰذَيْنِ فَهُوَ حَرَامٌ’’ (سنن الترمذي، مشكوٰة : ۲۷۳ ، باب إعلان النكاح).

(متعہ کا جواز صرف ابتدائے اسلام تک تھا (اور اُس وقت متعہ کی ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ) جب کوئی شخص کسی ایسے شہر میں جاتا جہاں (لوگوں سے) اس کی کوئی جان پہچان نہ ہوتی (کہ جن کے ہاں وہ اپنے قیام و طعام کا انتظام کرسکے) تو وہ وہاں کسی عورت سے مخصوص رقم کے بدلے مخصوص مدّت کے لیے نکاح کر لیتا، جس کے بعد وہ عورت اُس کے سامان کی دیکھ بھال کرتی اور اُس کے قیام و طعام وغیرہ کا بھی انتظام کرتی، حتیٰ کہ آیت کریمہ: ‘‘إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ) (المؤمنون: ۶) نازل ہوئی (جس میں منکوحہ بیوی اور مملوکہ باندی کے علاوہ تمام کی حرمت بیان ہوئی) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے علاوہ سب حرام ہیں).

نیز نکاحِ متعہ کی طرح نکاحِ موقّت بھی باطل و حرام ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں کچھ مدّت کے لیے نکاح کرے۔ صاحب ہدایہ ؒ فرماتے ہیں:

‘‘ وَالنِّكَاحُ الْمُوَقَّتُ بَاطِلٌ’’ (الهداية ۲ ، ۳۳۳، كتاب النكاح).

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ نکاحِ متعہ کی طرح نکاحِ موقّت بھی حرام اور باطل ہے، نکاحِ موقّت یہ ہے کہ ایک مقرّرہ مدّت کے لیے نکاح کیا جائے۔ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ متعہ میں لفظ ‘‘متعہ ’’ بولا جاتا ہے اور نکاحِ موقّت میں لفظ ‘‘نکاح ’’ ہوتا ہے (معارف القرآن ۲، ۳۶۸).

نیز متعہ میں گواہ اور مدّت کی تعیین شرط نہیں، جب کہ نکاحِ موقّت میں گواہ بھی ہوتے ہیں اور مدّت بھی متعین ہوتی ہے، اِن نکاحوں کی ممانعت اس لیے بھی ہے کہ یہ شرعی نکاح کے مقاصد کے خلاف ہے۔

‘‘نکاحِ مِسْیَار ’’ کی حقیقت:

رہی بات ‘‘نکاحِ مِسْیَار ’’ یا ‘‘زواجِ مِسْیَار ’’ کی ، جو آج کل عالم عرب کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی رائج ہو رہا ہے، کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی عدالت عظمیٰ میں بھی

ایک مقدّمہ نکاحِ مسیار کے خلاف دائر کیا گیا ہے، جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے، اس میں مدّعی نے نکاحِ مسیار کو سنی مسلمانوں کی طرف اور نکاحِ متعہ کو شیعہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

نکاحِ مسیار کی صورت عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ مرد کسی عورت سے شریعت میں معتبر تمام ارکان و شرائط کی رِعایت کے ساتھ عقد نکاح کرتا ہے، لیکن عورت اس نکاح میں اپنی مرضی سے اپنے بعض حقوق مثلاً نفقہ، سکنیٰ، مہر اور ساتھ میں رہنے کے حق وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے بیوی اپنے میکے ہی میں رہتی ہے، جہاں حسب موقع مرد آکر یا کبھی کسی اور جگہ جا کر جنسی خواہش کی تسکین کر لیتا ہے، اس نکاح کو نکاحِ مسیار کہتے ہیں، جو "مِفْعَالٌ" کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، یعنی بہت زیادہ چلنےوالا، بہت زیادہ چلنے والے شخص کو ''رَجُلٌ مِسْیَارٌ'' یا ''رَجُلٌ سَیَّارٌ'' کہتے ہیں (المفردات فی غریب القرآن للاصفہانی : ٢٤٧)۔

''مِسْیَار '' بمعنی مسافرت یا آسانی سے بھی مشتق ہو سکتا ہے، چونکہ نکاحِ مسیار میں شوہر بیوی کے گھر آکر بآسانی جنسی شہوت کی تسکین کر لیتا ہے،غالباً اس لیے بھی اسے نکاحِ مسیار کہتے ہیں۔

نکاحِ مسیار کے اسباب:

مختلف اسباب کے تحت فی زماننا یہ نکاح رائج ہوا ہے، مثلاً :

الف:... عالم عرب میں خصوصاً اور بعض دیگر علاقوں میں بھی غیرشادی شدہ کنواری اور مطلقہ خواتین کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، اس کی ایک وجہ تو طلاق کی کثرت ہے، اور دوسری وجہ عورت کے ولی کی طرف سے مہر کی کثیر رقم کا مطالبہ ہے، اس صورتِ حال میں خواتین اس بات پر راضی ہو جاتی ہیں کہ کوئی مرد اُن سے اپنی پہلی بیوی کو رکھتے ہوئے نکاح کر لے اور شوہر کے حالات کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوجاتی ہیں۔

ب:...بعض اوقات نکاح کی خواہش مند خواتین مختلف اسباب کے تحت اپنے والدین کے گھر رہنا چاہتی ہیں، مثلاً گھر میں والدین کی دیکھ بھال اور خدمت کے لیے اُن کے علاوہ کوئی نہیں ہے، اگر وہ شوہر کی منشا کے مطابق کسی دوسری جگہ رہیں تو والدین کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

ج:...کبھی اس لیے کہ اُنہیں پہلے شوہر سے بچّے ہوتے ہیں اور وہ اپنے بچّوں کو لے کر اس دوسرے شوہر کے یہاں منتقل نہیں ہو سکتیں، اس لیے وہ شوہر سے صرف میاں بیوی کا خصوصی تعلق چاہتی ہیں۔

د:... بعض شادی شدہ مرد اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کے لیے یہ نکاح کرتے ہیں، کیونکہ ایک بیوی سے اُن کی ضرورت پوری نہیں ہوتی، بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے

کہ کوئی عورت تجرد کی زندگی گزار رہی ہے اور خود اس کے حالات کا تقاضا ہوتا ہے کہ اُس کو پاکیزہ زندگی عطا کرنے کے لیے اُس سے نکاح کر لیا جائےاور اس پر کوئی مالی ذمّےداری بھی عائد نہ ہو۔

ھ:... بعض مرتبہ شوہر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی دوسری شادی کو پہلی بیوی کے سامنے ظاہر نہ کرے؛ کیوں کہ اُسے خدشہ ہے کہ اس سے اُن کے درمیان تعلقات خراب ہونگے۔

و:...مرد کثرت سے کسی خاص ملک کا سفر کرتا ہے اور وہاں وہ طویل مدّت تک رہتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں بیوی کے ساتھ رہنے میں اس کے لیے زیادہ حفاظت ہے، اس لیے مقامی عورت سے اس نیت کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے کہ جب سال دو سال بعد واپسی ہوگی تو طلاق دے دونگا۔

اس پس منظر میں ‘‘مجمع الفقه الاسلامي للهند ’’نے اپنے (۳۱) ویں فقہی سیمینارکے لیے درجِ ذیل سوالات کے جوابات طلب فرمائے ہیں:

سوال:(۱)کیا قدیم فقہاء کے یہاں نکاحِ مسیار کا کوئی ذکر ملتا ہے؟

سوال:(۲)نکاحِ مسیار کی کیا صورتیں اختیار کی جاتی ہیں؟ اور کن اسباب کے تحت اس کی نوبت آتی ہے؟ معاصر اہل علم کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے وضاحت فرمائیں۔

سوال:(۳)نکاحِ مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سے دست بردار ہو جاتی ہیں، بعض دفعہ اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں، ان صورتوں میں ان کے اولیاء اپنے لیے ہتک محسوس کرتے ہیں، اس پس منظر میں کیا نکاحِ مسیارمیں ولی کو حق اعتراض ہوگا؟

سوال:(۴)کیا شریعت کے جو مقاصد نکاح سے متعلّق ہیں نکاحِ مسیار سے پورے ہوتے ہیں؟ اگر نہیں تو اس صورت میں نکاحِ مسیار کا کیا حکم ہے؟

سوال:(۵) اسی طرح اگر :الف: نکاحِ مسیار کے متعلّق آپ کے علم میں علمائے ہند کی آرا ہوں تو اُن کو تحریر کیا جائے۔

ب:...نکاحِ مسیار سے متعلّق ممتاز علمائے عرب کی آرا پر بھی روشنی ڈالی جائے۔

ج:... نکاحِ مسیار سے متعلّق اگر مسلم حکومتوں کے کسی نظامِ قانون کا علم ہو سکے تو اُس کو بھی سامنے لایا جائے۔

سوال:(۶)نکاحِ مسیار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچّوں کی سماجی حیثیت کیا ہوگی؟ اُن کے نفقے کی ذمّےداری کس کی ہوگی؟ اس کے مثبت و منفی پہلوؤں اور فوائد و نقصانات کی بھی نشان دہی کریں۔

سوال :(۷) بہت سے عربی طلبہ مغربی ملکوں میں جاتے ہیں اور اُن کو اپنی تعلیم

مکمّل کرنے کے لیے طویل عرصے تک وہیں مقیم رہنا پڑتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اُن ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہے کہ ایک نوجوان شخص کا تجرد کے ساتھ پاک دامنی کی زندگی گزارنا بہت دُشوار ہوتا ہے، ان حالات میں وہ وہاں نکاح کر لیتے ہیں، یہ نکاح اُن کے لیے عفت و پاک دامنی کا ذریعہ بھی بنتا ہے اور اُس سے خاندانی زندگی کی سہولتیں بھی میسّر ہوتی ہیں۔

بہت سے نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں قیام رہےگا وہاں تک اس رِشتے کو باقی رکھینگے، پھر جب وہاں سے ہمیشہ کے لیے اپنے وطن واپس ہونگے تو طلاق دے کر رِشتہ ختم کر دینگے، تاکہ عورت کے لیے دوسرے نکاح میں کوئی دُشواری نہ ہو، اور مرد کو بھی نئی زندگی شروع کرنے میں کوئی دُشواری نہ ہو؛ کیونکہ اگر پہلے سے کوئی عورت نکاح میں ہو تو کوئی دوسری عورت عام طور پر اس سے نکاح کے لیے تیار نہیں ہوتی، کیا نکاح کی اس صورت پر نکاحِ موقّت کا اِطلاق ہوگا؟

اگر دِل میں یہ بات رکھے ہوئے ہو کہ ایک مقرّرہ یا غیرمقرّرہ مدّت کے بعد وہ اِس رِشتے کو ختم کر دےگا تو کیا یہ نکاحِ موقّت کے دائرے میں آئےگا؟

سوال:(٨)اسی پس منظر میں دریافت طلب ہے کہ نکاحِ موقّت کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس کے حکم میں ائمۂ اربعہ اور صاحبین کا نقطۂ نظر کیا ہے؟

نکاحِ مسیار کے شرعی احکام:

(١)سوال نامے کی وضاحت کے مطابق نکاحِ مسیار سے قبل ایک معاہدہ ہوجاتا ہے جس میں فریقین باہمی رضامندی سے اپنے بعض حقوق مثلاً مہر، سکنیٰ، نفقہ اور تقسیم شب باشی وغیرہ سے دست بردار ہو کر باقاعدہ شرعی ارکان و شرائط کی رِعایت کے ساتھ نکاح کرتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ عاقدین کی رضامندی کے ساتھ دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں غیرمحدود مدّت کے لیے جو نکاح منعقد ہوگا اصولاً و شرعاً وہ نکاح صحیح ہوگا۔

''وَيَنْعَقِدُ بِإِيْجَابٍ مِنْ أَحَدِهِمَا وَقَبُوْلٍ مِنَ الآخَرِ، كَزَوَّجْتُ نَفْسِيْ مِنْكَ، وَيَقُوْلُ الآخَرُ: تَزَوَّجْتُ، وَشُرِطَ حُضُوْرُ شَاهِدَيْنِ حُرَّيْنِ مُكَلَّفَيْنِ سَامِعَيْنِ قَوْلَهُمَا عَلىٰ الأَصَحِّ'' (الدر المختار على رد المحتار ٦٩،٤، ٩٢،٤، ط: زكريا)۔

لہٰذا نکاحِ مسیار میں مرد کسی مباح النکاح عورت کے ساتھ شریعت میں معتبر تمام ارکان و شرائط کی رعایت کے ساتھ نکاح کرتا ہے تو فقہی اعتبار سے اس کی صحت وانعقاد سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

(٢)رہی بات حقوق سے دست برداری و معافی کی تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، عقد نکاح کے بعد دونوں ایک دوسرے کے شرعی حقوق کی ادائیگی کے پابندہونگے، لقولہٖ تعالیٰ:

''وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ'' (البقرة : ٢٢٨)۔

(اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر)۔

الف:...حضراتِ علماء و فقہاء کی تشریح کے مطابق عورت نے جو حقوق عقد نکاح سے قبل معاف کیے وہ معاف نہ ہونگے، بلکہ بدستور شوہر پر باقی رہینگے، لہٰذا عقد نکاح کے بعد بیوی اپنے شوہر سے مہر مثل اور دیگر حقوق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔کما في البدائع:

''وَلَوْ أَبْرَأَتِ الزَّوْجَ عَنِ النَّفَقَةِ فِي حَالِ قِيَامِ النِّكَاحِ لَا يَصِحُّ الْإِبْرَاءُ، وَتَجِبُ النَّفَقَةُ؛ لِأَنَّ النَّفَقَةَ فِي النِّكَاحِ تَجِبُ شَيْئًا فَشَيْئًا عَلَى حَسَبِ حُدُوثِ الزَّمَانِ يَوْمًا فَيَوْمًا، فَكَانَ الْإِبْرَاءُ عَنْهَا إبْرَاءً قَبْلَ الْوُجُوبِ، فَلَمْ يَصِحَّ'' (بدائع الصنائع ٣،٢٣٩ ، كتاب الطلاق ، فصل في حكم الخلع)۔

ب:... البتہ عقد نکاح کے بعد عورت اپنی خوشی سے مہر معاف کر سکتی ہے، یا مہر لینے کے بعد کچھ حصّہ یا مکمّل اپنی مرضی وا ختیار سے واپس شوہر کو دے سکتی ہے۔ قال تعالیٰ:

(وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً، فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا'' (النساء : ٤)۔

(اور عورتوں کو اُن کے مَہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، پھر اگر وہ اس (مَہر) میں سے کچھ تمہارے لیے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو تب اسے (اپنے لیے) سازگار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ)۔

ج:... اسی طرح تقسیم شب باشی بھی شرعی ترتیب کے مطابق ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جتنی راتیں ایک کے پاس رہے اتنی ہی راتیں دوسری کے پاس بھی رہے، قرآنِ کریم کا فرمان ہے کہ جن کو بیویوں کے درمیان برابری کی قدرت نہ ہو وہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کریں، تاکہ ظلم و زیادتی اور بے انصافی سے محفوظ رہیں۔

''فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً'' (النساء : ٣)۔

(پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم (زائد بیویوں میں) عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک ہی عورت سے (نکاح کرو))۔

البتہ عقد نکاح کے بعد بیوی اپنی سوتن کو اپنی خوشی سے اپنی باری دینا چاہے تو دے سکتی ہے، جیساکہ سیّدہ سودہ ؓنے اپنی باری سیدہ عائشہؓ کو دے دی تھی، حدیث پاک میں وارد ہے:

''عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا كَبِرَتْ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِي مِنْكَ لِعَائِشَةَ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ'' (متفق علیه، مشکوٰۃ : ٢٧٩، باب القسم)۔

حضرت عائشہ فرماتی ھیں کہ جب حضرت سودہ کی عمر زیادہ ھو گئی تو اُنھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنے باری کا دِن جو آپ نے میرے لیے مقرّر کیا تھا

عائشہ کو دے دیا، چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ حضرت عائشہ ؓ کے ہاں دو دِن رہنے لگے، ایک دِن اُن کی باری میں اور ایک دِن حضرت سودہ ؓ کی باری میں۔

لیکن علامہ طیبی ؒ فرماتے ہیں کہ اپنی باری ہبہ کرنے والی بیوی اپنے ہبہ سے جب چاہے رجوع بھی کر سکتی ہے، یہ اُس کی مرضی پر موقوف ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ باری ہبہ کرنے کے عوض کوئی رقم وغیرہ لینا جائز نہیں (مستفاد از: توضیحات شرحِ مشکوٰۃ : ۵، ۱۶۱)۔

د:... اس نکاح سے ہونے والی اولاد کے نسب کا اِلحاق بھی شوہر کی طرف ہوگا۔ اور جب اولاد کا نسب شوہر کی طرف منسوب ہوگا تو اُن کا نفقہ بھی شوہر ہی پر واجب ہوگا۔ اسی طرح انتقال کے بعد وراثت کے احکام بھی شرعی اصول کے مطابق جاری ہونگے، حدیث پاک میں ہے:

''الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ'' (متفق علیه، مشکوٰۃ : ۲۸۷، باب اللعان)۔

''بچّہ صاحب فراش (شوہر) کی جانب منسوب ہوتا ہے اور زانی کے لیے (نسب اور میراث سے) محرومی ہے (یا زانی کے لیے سنگساری ہے)۔

(۳)اگر نکاحِ مسیار مدّت کی تصریح کے ساتھ کیا گیا ہے تو اس صورت میں یہ نکاحِ متعہ و موقّت کی ایک متبادل صورت ہونے کے سبب شرعاً ناجائزو حرام ہے۔

''(وَبَطَلَ نِكَاحُ مُتْعَةٍ وَمُوَقَّتٍ) وَإِنْ جَهِلَتِ الْمُدَّةُ، أَوْ طَالَتْ فِيْ الْأَصَحِّ، وَلَيْسَ مِنْهُ مَا لَوْ نَكَحَهَا عَلَىٰ أَنْ يُطَلِّقَهَا بَعْدَ شَهْرٍ، أَوْ نَوىٰ مَكْثَهُ مَعَهَا مُدَّةً مُعَيَّنَةً'' (الشامي : ۳: ۵۱، كتاب النكح ، فصل في المتعة)۔

(۴) اور اگر بوقت نکاحِ مسیار مدّت کی صراحت تو نہیں کی گئی، لیکن فریقین یا دونوں میں سے کسی ایک کے دِل میں بھی یہ نیت ہو کہ ایک مخصوص مدّت گزر جانے کے بعد طلاق کے ذریعے علیحدگی اختیار کر لی جائےگی تو اس صورت میں اگرچہ اس نیت کا اعتبار نہ ہوگا اور شرعاً یہ نکاح منعقد ہوجائےگا ۔

كَمَا فِيْ فَتْحِ القَدِيْرِ: '' أَمَّا لَوْ تَجَوَّزَ، وَفِيْ نِيَّتِهِ أَنْ يُطَلِّقَهَا بَعْدَ مُدَّةٍ نَوَاهَا صَحَّ'' (فتح القدير ۳،۱۵۲)۔

لیکن اس نیت و ارادے کے ساتھ نکاح کرنا نکاح کے مقاصدشرعیہ کے خلاف ہونے کے سبب مکروہِ تحریمی ہوگا۔

(۵)نکاحِ مسیار کرنے والے عاقدین مسلمان، عاقل وبالغ ہیں اور اُن کے مابین یہ نکاح شرائطِ نکاح کی رِعایت کے ساتھ کفو میں منعقد ہوا ہے تو اس صورت میں بلا شبہ نکاح منعقد ہوجائےگااور ولی کو حق اعتراض نہ ہوگا۔

''قَالَ الشَّامِيُّ : نَفَذَ نِكَاحُ حُرَّةٍ مُكَلَّفَةٍ بِلَا وَلِيٍّ، وَالأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَنْ تَصَرَّفَ فِيْ مَالِهِ تَصَرَّفَ

مِنْ نَفْسِہ، وَلَہٗ أَيْ لِلْوَلِيِّ إِذَا كَانَ عَصَبَةً الاعْتِرَاضُ فِيْ غَيْرِ الْكُفُوِ'' (الشامي ٤،١١٥، زكريا)۔

''الحُرَّةُ العَاقِلَةُ البَالِغَةُ إِذَا زَوَّجَتْ نَفْسَهَا مِنْ رَجُلٍ هُوَ كُفُوٌ لَهَا، أَوْ لَيْسَ بِكُفُوٍ لَهَا، وَفِيْ الخَانِيَّةِ : ''بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا'' نَفَذَ النِّكَاحُ فِيْ الظَّاهِرِ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ يُوْسُفَ آخِرًا'' (الفتاوى التاتار خانية ٤،١٠٠، زكريا، كذا في الهداية ٢،٣١٢)۔

نکاحِ مسیار کے سماج پر منفی اثرات:

نکاحِ مسیار کے شرعی احکام کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کے بعد عاجز کا خیالِ ناقص یہ ھے کہ نکاح کے شرعی اَرکان وشرائط کی رِعایت کے ساتھ اصولا و شرعاً نکاحِ مسیار جائز تو ہے، لیکن چونکہ عموماً اس میں دوام نہیں ہوتا اور ''ابغض المباحات '' یعنی طلاق کی نیت ہوتی ہے، علاوہ ازیں اس سے نکاحِ شرعی کے مقاصداصلی جیسے عفت و عصمت کی حفاظت وغیرہ کماحقہ حاصل نہیں ہوتے، بلکہ اس نکاح کی حوصلہ افزائی سے سماج میں اُس کے مفاسد اور منفی اثرات کااندیشہ ہے۔

مثلاً...الف : مرد نکاح کی خواہش مند خواتین سے محض تسکین شہوت کے لیے نکاح توکرینگے، لیکن عورت اور اولاد کی کفالت کی ذمّےداری نہیں اُٹھائینگے، نہ ہی زوجین ہمیشہ ایک ساتھ ہمیشہ کے لیے رہ پائینگے، جس کی وجہ سے خاندانی نظام خراب ہوگا۔

ب:...نکاحِ مسیار میں بیوی اپنے شوہر کو اپنا مسئول اور نگران نہیں سمجھےگی، جس کی وجہ سے شوہر کے ساتھ حسن سلوک میں بھی کمی ہوگی، نیز مرد کی مکمّل نگرانی نہ ہونے سے مزید سماجی نقصانات کا اندیشہ ہے۔

ج:...اِس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش و تربیت بھی صحیح طور پر نہ ہو سکےگی، جس طرح عام نکاح کے بعد ہونے والی اولاد کی پرورش ہوتی ہے، اس میں اولاد بغیر باپ کے اپنی عمر کے مراحل طے کرینگی، اُنہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ ہر وقت میسّر نہ ہوگا، جس سے اُس کی شخصیت پر منفی اثر پڑ سکتا ہے۔

د:...نکاحِ مسیار کے رواج کی وجہ سے طلاق کی شرح بڑھ جانے کا بھی اندیشہ ہے، وہ اس طرح کہ عورت نے اگرچہ شوہر کو اپنے نان و نفقہ سے سبک دوش کر دیا ہے، لیکن اُس کو شرعاً بعد میں مطالبے کا حق ہے، کما مر، تو بوقت ضرورت مطالبے کی صورت میں اختلاف و تنازع پیدا ہو کر نوبت طلاق تک پہنچ سکتی ہے۔

ھ:...پھر نکاحِ مسیار عموماً سماج سے چھپ کر کیا جاتا ہے، اگرچہ اس میں شرعی ارکان و شرائط کی رعایت کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ نکاح بھی منعقد ہوجاتا ہے، لیکن اس پہلو سے غور کیا جائے تو نکاح اور سفاح یعنی زِنا میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ زِنا کا ارتکاب بھی چھپ کر کیا جاتا ہے، جب کہ نکاح علانیہ طورپر کرنے کا حکم ہے، حدیث میں وارد ہے:

‘‘أَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ’’ (سنن الترمذي، مشكوٰة : ٢٧٢)۔

نکاحِ مسیار میں اس حکم کے خلاف ورزی ہے۔

و:... مندرجۂ بالا مفاسد و منفی اثرات کے علاوہ نکاحِ مسیار کا مروّجہ طریقہ حضرات انبیاء و رُسُل علیہم السلام، حضرات صحابۂ کرامؓ، صلحائے اُمت، بلکہ جمہورِ اُمت کے طریقے کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے نکاحِ مسیار اگر شرعی ارکان و ضوابط کی رعایت کے بغیر منعقد کیا گیا تو یہ سرے سے حرام ہی ہوگا، اورا گر شرعی ارکان و ضوابط کی رعایت کے ساتھ کیا گیا ہو تو اگرچہ کراہت کے ساتھ منعقد ہوجائےگا، لیکن اس میں نکاح کے مقاصد شرعیہ کے بجائے مفاسد پائے جاتے ہیں، اس لیے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائےگی۔

غالباً ان ہی وجوہات کےسبب علمائے مصر وعرب میں جن حضرات نے ابتداءً نکاحِ مسیار کی اجازت دی تھی، مثلاً شیخ ابن باز اور بعدہ شیخ عثیمین ؒ نے جب محسوس کیا کہ اس نکاح سے ناجائز اور غلط فائدہ اُٹھانے کی رسم رائج ہونے کا اندیشہ ہے تو مفتی شکیل منصور قاسمی صاحب کے بقول بعد میں اُنہوں نے اس کے جواز سے توقف اختیار کر لیا، اور شیخ ناصر الدین البانی ؒ تو اس کو سرے سے ناجائز کہتے ہیں۔

اسی طرح ‘‘رابطہ عالم اسلامی ’’ کے تحت جدّہ میں قائم اسلامک فقہ اکیڈمی ‘‘مجمع الفقه الاسلامي ’’ نے اپنے اٹھارہویں اجلاس منعقدہ مکّہ مکرّمہ مؤرخہ ١٥؍ ربیع الاول ؍ ١٤٢٧ھ مطابق١٣؍ اپریل؍٢٠٠٦ ء جمعرات کو مروّجہ طریقۂ نکاح کو خلافِ اولیٰ قرار دیا۔

نیز جامعہ بنوریہ کراچی کے دارالافتاء نے بھی نکاحِ مسیار کو جب کہ اُس میں نکاحِ شرعی کے ارکان وشرائط کی بھی رعایت کی گئی ہو اصولاً جائز لیکن مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ فرمایاہے (مستفاد: نکاحِ مسیار کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم، از: مفتی شکیل منصور القاسمی)۔

خلاصہ:

اس لیے حتی الامکان نکاحِ عام ہی کا اہتمام کیا جائے اور نکاحِ مسیار سے بچا جائے؛ لیکن اگر عفت و پاک دامنی کے پیش نظر نکاحِ مسیار کی ضرورت پیش آ ہی جائے تو پھر یہ نکاح ارکان و شرائط کی رعایت کے ساتھ مقاصد شرعیہ کا لحاظ رکھتے ہوئے کیا جائے، تاکہ کسی طرح کی کراہت باقی نہ رہے۔ اور اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر نکاحِ مسیار کے بعد بھی اس کے مفاسد و منفی اثرات پائے جانے کی صورت میں اس سے محفوظ رہنے کے لیے زوجین کا علیحدگی اختیار کر لینا ہی بہتر ہوگا۔

نکاح مسیار کی حقیقت اور شرعی حکم

مولانا محمد قمر الزماں ندوی•

۱۔ قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا ذکر:

تلاش بسیار کے بعد بھی قدیم فقہاء اور فقہی کتابوں میں نکاحِ مسیار کا کوئی تذکرہ اور اصطلاح اس نام سے راقم کو نہیں ملا، قدیم فقہاء کے یہاں نکاح متعہ اور نکاح موقت کا تذکرہ ملتا ہے، نکاح مسیار یہ نیا نام اور نئی اصطلاح ہے جو متعہ اور نکاح موقت ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔

اس لئے نکاح مسیار کا حکم نکاح نکاحِ موقت ہی کی طرح ہوگا، توقیت کی شرط ختم ہوجائے گی، اور عورت اپنی مرضی سے یا مرد کے کہنے سے جو اپنےبعض حقوق نفقہ، سکنی اور شب گزاری سے دست بردار ہوتی ہے، وہ سارے حقوق مرد پر لازم آئینگے، اگر توقیت کی شرط ختم نہیں کیا گیا تو نکاح موقت بھی نکاح متعہ کی طرح حرام ہوگا۔

کیونکہ نکاح کے مقاصد کے حصول اور نوع انسانی کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی کا آپس میں تعلق دائمی ہو، ..... نہ ہو، عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے اسی بات کے پیش نظر نکاحِ متعہ اور موقت کو ہمیشہ کے لئے ناجائز اور حرام قرار دیا تھا، آپ ﷺ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا (مسلم شریف)۔

سنن ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں: شروع اسلام میں متعہ ہوتا تھا کہ آدمی کسی شہر جاتا وہاں کوئی جان پہچان نہیں ہوتی وہ جتنے وقت کے لئے چاہتا، وہاں کسی خاتون سے شادی کرلیتا، اور خاتون اس کے سامان کی حفاظت کرتی، اور اس کے لئے کھانے پینے کی چیزیں بناتی، یہاں تک کہ جب وہ آیت نازل ہوئی: ''إلا على أزواجهم أو ماملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين'' (سورہ مومنون: ۶) تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ ان دوشرمگاہوں کے علاوہ سب حرام ہے (جامع ترمذی: کتاب النکاح، باب المتعہ)۔

تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ نکاح متعہ اور نکاح موقت باطل ہے او رنکاح موقت بھی باطل ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی دو گواہوں کی موجودگی میں (کچھ مدت مثلاً) دس دن کے لئے نکاح کرے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معناً یہ متعہ ہی ہے اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ طویل مدت ذکر ہو یا قلیل کہ مدت کا ذکر کرنا ہی متعہ کی جہت کو متعین کرتا ہے۔

• استاذ مدرسہ نور الاسلام کنڈہ، پرتاب گڑھ، یوپی۔

‘‘والنكاح الموقت باطل مثل أن يتزوج امرأة بشهادة شاہدين إلى عشرة أيام، وقال زفر ہو صحيح لازم، لأن النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة، ولنا أنہ أتى بمعنى المتعة، والعبرة فى العقود للمعانى، ولا فرق بين ما إذا طالت مدة التوقيت أو قصرت، لأن التوقيت ہو المعين لجہة المتعة، وقد وجد’’ (ہدایہ۲،۳۳۳ كتاب النكاح)۔

نکاح موقت پر تفصیلی گفتگو سوال نمبر ۸ کے ضمن میں کرینگے۔

۲۔ نکاح مسیار کی صورتیں اور اس کے اسباب:

آج کل عرب دنیا میں ‘‘زواج مسیار ’’ کی صورت بہت زیادہ رائج ہے، جس کو دوستانہ نکاح بھی کہتے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ نفس عقد میں عورت بغیر الفاظ کی صراحت کے اپنے بنیادی حقوق نان ونفقہ، سکنی اور شب باشی سے ایک متعین مدت تک دستبردار ہوجاتی ہے۔

اسی طرح مرد حالتِ سفر یا ملازمت کے لئے کسی دوسرے ملک میں جائے، اور اسے وہاں اپنی طبعی خواہش پوری کرنے کی حاجت ہو تو طلاق کی نیت سے نکاح کرلے، یعنی دل میں یہ سوچے کہ جب میں سال دو سال بعد واپس چلا جاؤنگا، تو طلاق دے دونگا۔

نکاح کا بار اور بوجھ مدد پر کم پڑے، اس کی خاطر عورت نان ونفقہ اور ساتھ رہنے کے حق وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے، لہذا بیوی اپنے میکے میں رہتی ہے، اور مرد کو جب موقع ملتا ہے، وہ بیوی سے آکر یا کچھ وقت کے لئے ساتھ کسی دوسری جگہ لے جاکر طبعی تقاضا پورا کرتا ہے۔

اسے نکاح مسیار اور عربی زبان میں ‘‘زواج مسیار ’’ کہتے ہیں، اس عمل کو جواز کا جامہ پہنانے کے لئے ظاہری طور پر نکاح کی شرائط وارکان یعنی ایجاب وقبول، گواہ اور مہر وغیرہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے (مستفاد از فتوی جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن، فتوی نمبر: ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳)۔

اس کے اسباب ووجوہات بیان کرتے ہوئے محمد صالح المنجدلکھتے ہیں:

‘‘والأسباب التى أدت إلى ظہور ہذا الزواج كثيرة، منہا:

۱۔ ازدياد العنوسة فى صفوف النساء بسبب انصراف الشباب عن الزواج لغلاء المہور، وتكاليف الزواج، أو بسبب كثرة الطلاق، فلمثل ہذه الأحوال ترضى بعض النساء بأن تكون زوجة ثانية أو ثالثة وتتنازل عن بعض حقوقہا۔

۲۔ احتياج بعض النساء للبقاء فى بيوت أہاليہن إما لكونہا الراء الوحيدة لبعض أہلہا، أو لكونہا مصابة باعاقة، ولا يرغب أہلہا بتحميل زوجہا ما لا يطلق، ويبقى على اتصال معہا دون ملل أو تكليف، أو لكونہا عندہا أولاد، ولا تستطيع الانتقال بہم إلى بيت زوجہا ونحو ذلک من الأسباب۔

۳۔ رغبة بعض الرجال من المتزوجين فى إعفاف بعض النساء لحاجتہن لذلک، أو لحاجته التنوع والمتعة المباحة، دون أن يوثر ذلک على بيته الأول وأولاده۔

٤۔ رغبۃ الزوج أحیاناً فی عدم إظہار زواجہ الثانی أمام زوجتہ الأول لخشیتہ مما یترتب علی ذلک من فساد العشرۃ بینہا۔

٥۔ کثرۃ سفر الرجل إلی بلد معین ومکثہ فیہ لعدد متطاولۃ ولا شک أن بقاءہ فیہ مع زوجۃ أحفظ لنفسہ من عدمہ۔

فہذہ أبرز أسباب ظہور مثل ہذا الزواج'' (الاسلام سوال وجواب شیخ صالح المنجد)۔

۳۔ نکاح مسیار میں ولی کو اعتراض کا حق ہے؟

نکاح مسیار میں اگر عورت اپنے حقوق سے دستبردار ہوجائے، یا اپنے نکاح کو پوشیدہ اور خفیہ رکھے، تو ولی کو اعتراض پورا پورا حق ہوگا۔

اس لئے کہ جو علماء اس نکاح کی اجازت دیتے ہیں، ان کے یہاں بھی یہ نکاح اسی وقت درست ہے، جب نکاح کے تمام ارکان وشرائط پائے جائیں اس کے بغیر یہ نکاح درست نہیں ہوگا ۔

'زواج المسیار '' إذا استوفی شروط الزواج الصحیح من الإیجاب والقبول ورضا الولی والشہود أو الإعلان فإنہ عقد صحیح، وہو صالح لأصناف معینۃ من الرجال والنساء تقتضی ظروفہم مثل ہذا النوع من العقود'' (زواج المسیار تعریفہ وکلمہ محمد صالح المنجد)۔

''الثالث أن من قال بإباحۃ ہذا الزواج لم یقل بتوقیتہ بزمان محمدد مشابہۃ للمتعۃ، ولم یقل لجوازہ من غیر ولی، إذ الزواج من غیر ولی باطل ، ولم یقل لجواز انعقادہ من غیر شہود أو إعلان بل لابد من أحدہما''(الاسلام سوال وجواب الشیخ الصالح المنجد)۔

''لا حرج فی ذلک إذا استوفی العقد الشروط المعتبرۃ شرعاً، وہی وجود الولی، ورضا الزوجین وحضور شاہدین عدلین علی إجراء العقد وسلامۃ الزوجین من الموانع'' (فتاوی علماء البلد الحرام،۴۵۰)۔

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تو جب لڑکی پر ولایت اجبار ختم ہوجائے تو اس کے بعد بھی لڑکی خود اپنا نکاح نہیں کرسکتی، بلکہ ولی کے واسطہ ہی سے نکاح ہوتا (المغنی۵،۷، شرح مذہب ۱۵،۱۶)، جس عورت نے اپنا نکاح بغیر ولی کے کرلیا وہ باطل ہے (ترمذی ۲۰۸،۱)۔

احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ بالغ ہوجانے کے بعد لڑکی اور لڑکا اپنا عقد خود کرسکتے ہیں، اولیاء کو ولایت اجبار بلوغ کے بعد حاصل نہیں ہوتا۔

قرآن مجید نے متعدد مواقع پر نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی ہے (البقرہ: ۲۳۲۔۲۳۴)۔

حضرت ﷺ نے حضرت ام سلمہ سے نکاح فرمایا حالانکہ اس میں کوئی ولی نہیں تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہ مقابلہ ولی کے لڑکی اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے

(ترمذی۱، ۲۱۰)۔

البتہ اگر لڑکی اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو ولی کو اس پر اعتراض اور اس نکاح کو قاضی کے ذریعہ فسخ کرانے کا حق ہوگا، احناف سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ اگر لڑکی نے غیر کفو میں نکاح کیا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، گویا اولیاء کو عدالت کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا اور خود بخود یہ نکاح کالعدم سمجھا جائے گا۔

الغرض اگر نکاح مسیار کی حالات وکوائف کی وجہ سے اجازت دے بھی دی جائے تو اگر یہ نکاح ہے جوڑ اور غیر کفو میں ہو اور اولیاء کو اس کی خبر نہ ہو تو بعد میں وہ اس نکاح کو فسخ اور کالعدم کراسکتے ہیں۔

۴۔ کیا مقاصد نکاح زواج مسیار سے حاصل ہوتے ہیں؟

شریعت میں نکاح کے جو مقاصد ہیں وہ یقینا زواج مسیار سے حاصل نہیں ہوتے، اس لئے اس نکاح کی اجازت دینے میں بہت سے مفاسد ہیں، برصغیر کے علماء عدم جواز کے قائل ہیں، البتہ عرب علماء میں اکثر اس کے جواز کے قائل ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم اس نکاح کے مفاسد کو بیان کریں، نکاح کے عظیم مقاصد اور فوائد کو پہلے بیان کرتے ہیں:

۱۔ شریعت کی رو سے میاں بیوی کے درمیان نکاح سے حاصل ہونے والا تعلق صرف جنسی خواہش کی تکمیل نہیں، بلکہ نکاح جسم وروح کا باہمی رشتہ ہے، اس مقدس رشتہ میں میاں بیوی ایک دوسرے سے ہمیشہ وابستہ رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا عہد وپیمان کرتے ہیں، قرآن مجید میں زوجین کو ایک دوسرے کے لئے لباس قرار دیا گیا ہے، ‘‘ہن لباس لکم وأنتم لباس لہن’’ (سورہ بقرہ: ۱۸۷)۔

۲۔ نکاح کا رشتہ عفت وپاک دامنی کا سبب اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، اسی وجہ سے نکاح کو دو تہائی دین کہا گیا ہے۔

نیز قرآن مجید میں نکاح کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے: ‘‘محصنات غیر مسافحات ولا متخذات أخدان’’ (نساء: ۲۵)۔

‘‘محصین غیر مسافحین ولا متخذی أخدان’’ (المائدہ: ۵)۔

۳۔ نکاح کے بنیادی مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد نسل کی حفاظت ہے، ‘‘وابتغوا ما کتب اللہ لکم’’ (سورہ بقرہ: ۱۸۷) کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

‘‘تلاش کرو جو اللہ تعالی نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، یعنی تلاش کرو جو تمہاری قسمت میں مباشرت کے ساتھ اولاد، لوح محفوظ میں لکھ دی ہے ۔

اس آیت میں اس بات کی رہنمائی ہے کہ نکاح کی وجہ سے مباشرت کرنے والے کو چاہئے کہ اس کے پیش نظر نسل انسانی کی حفاظت ہو، نہ کہ صرف جنسی خواہش کی تکمیل، اس لئے کہ اللہ رب العزت نے نوع انسانی کی بقا کے لئے ہمارے اندر جماع کی

شہوت پیدا کیا ہے، جیسا کہ کھانے کی چاہت کو شخصیت کے لئے بنایا ہے، اور صرف جنسی خواہش کی تکمیل تو جانوروں کا عمل ہے ''(مستفاد از روح المعانی)۔

۴۔ نکاح کے مقاصد کے حصول اور نوع انسانی کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی کا آپسی تعلق دائمی ہو، وقتی نہ ہو، بلکہ عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے، اسی بات کے پیش نظر نکاح متعہ اور موقت کو ہمیشہ کے لئے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔

۵۔ نکاح کے مقاصد میں ایمان کی حفاظت کے ساتھ گناہوں سے بچنا ہے، خوشگوار ازدواجی زندگی اور خاندانی نظام کی حفاظت ہے۔

چونکہ یہ مقاصد زواج مسیار سے حاصل نہیں ہوتے اس لئے اس طریقۂ نکاح کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

''نکاح مسیار '' کے مثبت اور منفی پہلو کو راقم نے سوال نمبر ۵ کے ضمن میں تفصیل سے بیان کردیا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔

۵۔ الف: نکاح مسیار سے متعلق ہندستانی علماء کی آراء:

نکاح مسیار سے متعلق برصغیر ہندوپاک کے جو آراء ہیں او راس سلسلہ میں جو فتوی ہے، ہم اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں:

نکاح مسیار کی حقیقت یہ ہےکہ عورت اپنے مالی حقوق نان ونفقہ اور رہائش وغیرہ سے دستبردار ہوکر کسی مرد سے نکاح کرتی ہے اور پھر عورت اور مرد اپنی جنسی ضروریات کی تکمیل کرتےہیں، اس کا نام ''نکاح مسیار '' ہے، عربی میں زواج مسیار کے نام سے معروف ہے، شرعی نقطۂ نظر سے چونکہ میاں بیوی کی زندگی ایک جامع اور ہمہ گیر، نیز ایک دوسرے کی ضرورت سے وابستہ ہے، اسی لئے قرآن مجید نے اس کے لئے لباس کی تعبیر اختیار کیا ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح نکاح کرنے سے ایک خود غرضانہ نکاح ہوگا اور زندگی کا جو صحیح لطف ہے وہ حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے اس نکاح کے تمام شرائط پائیں جائیں تو نکاح درست ہوجائے گا، مگر خلاف اولی ہوگا، واضح رہے کہ نان ونفقہ اور رہائش وغیرہ کا عدم مطالبہ شرعاً کالعدم ہوگا، چنانچہ عورت بعد میں ان حقوق کا مطالبہ کرے تو شوہر کے ذمہ ان کی ادائیگی لازم ہوگی۔

اس طرح کے نکاح کو عرب علماء تو جائز قرار دیتے ہیں لیکن علماء برصغیر ہند وپاک اس نکاح کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اور اس کے دینی اور دنیاوی مفاسد کو سامنےر کھتے ہوئے عدم جواز کے قائل ہیں۔

علماء برصغیر اس نکاح کے جو عدم جواز کے قائل ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

شریعت میں نکاح کے مقاصد ہیں:

۱۔ ایمان کی حفاظت اور گناہوں سے بچنا۔

۲۔ خوشگوار ازدواجی زندگی۔
۳۔ خاندانی نظام کی حفاظت۔
۴۔ اولاد کا حصول۔
۵۔ اچھے ماحول میں بچوں کی تربیت، اور اچھا ماحول اسی وقت مل سکتا ہے، جب بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی توجہ اور محبت حاصل ہو۔

نکاح مسیار سے مذکورہ بالا مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے، کیونکہ ان مقاصد کا حصول تب ممکن ہے، جب میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہیں، نیز اس طریقہ سے نکاح کے عام ہونے کی صورت میں ہمارے معاشرے پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہونگے۔

۱۔ مرد شہوت اور خواہش پوری کرنے کے لئے یہ عقد کرینگے، اور عورت واولاد کی ذمہ داری نہیں اٹھائینگے، جس سے خاندانی نظام تباہ ہوجائے گا۔

۲۔ عورتیں مردوں کے ہاتھ کھلونا بن کر رہ جائینگی، جن کے حقوق اور کفالت کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوگا۔

۳۔ مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہے گا۔

۴۔ طلاق کی شرح بڑھ جائے گی، کیونکہ عورت جب ایک بار اپنے نان ونفقہ سے دستبردار ہوگئی تو ضرورت کے وقت مطالبے کی صورت میں اختلاف ہوگا اور پھر طلاق کی نوبت آئے گی۔

۵۔ نان ونفقہ کا بوجھ عورت پر پڑے گا، جس کے حصول میں اس کی عفت کو شدید خطرات لاحق ہونگے۔

۶۔ نکاح اور زنا میں ایک بنیادی فر ق یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب چھپ کر کیا جاتا ہے، جبکہ نکاح سرعام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، آنحضورﷺ نے فرمایا: ''کہ نکاح علی الاعلان کیا کرو ''۔

درج بالا مفاسد کے ساتھ یہ نکاح انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ، سلف صالحین اور جمہور امت کے طریقہ کے بھی خلاف ہے۔

گو کہ اس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہونگے، لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں اور نقصانات بھی ایسے ہیں، جو کسی بھی قوم کی خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کا سبب بن سکتے ہیں، جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے معاشرہ کو ان مفاسد کا سامنا ہے، اس لئے اس طریقہ سے نکاح کی اجازت قطعاً نہیں دی جاسکتی۔

دار الافتاء بنوری ٹاون کا فتوی خاکسار کے پاس موجود ہے، جس کی تلخیص ہم پیش کرتے ہیں:

* شریعت کے اصل ضابطہ کے مطابق نفقہ نہ دینے یا طلاق دینے کی شرائط باطل ہوکر عقد صحیح ہوجائے گا، لیکن عرف میں ان شرائط پر عمل کرنے کو لازم سمجھا جاتا ہے، ان شرائط پر عمل کرنا نکاح کی روح اور مقاصد کے خلاف ہے، لہذا شرط باطل ہوجانے کے بعد بھی اس قسم کے عقد کے جواز کا فتوی دینا مفاسد سے خالی نہیں ہے۔

* اس قسم کی شادی میں عورت مرد کو اپنا نگراں اور مسئول نہیں سمجھتی، جس کے نتیجہ میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں او راس طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

* اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام درہم برہم اور مکمل طور پر تباہ ہوجاتا ہے، کیوں کہ نہ میا نبیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کے لئے رہائش ہوتی ہے اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت ومحبت ہوتی ہے جو کہ نکاح کا لازمی مقصد ہے۔

* اس قسم کی شادی اور عقد میں خواتین کی تذلیل ہے، کیونکہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف وقتِ متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، وقت مقررہ کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے،عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لئے شریعت نے پہلے شوہر کے لئے بیوی کو حلال کرنے کے لئے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہِ تحریمی (ناجائز) قرار دیا ہے۔

* اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کے لئے چور دروازہ ہے، اسی لئے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجازت دی گئی ہے، وہاں مالدار اور صاحب ثروت لوگوں نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، جب چاہا، کسی لڑکی کو خرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دے دی، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ زنا بالمال ہے تو غلط نہ ہوگا، اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تو معروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقہ سے زنا کرنے لگ جائینگے۔

* اگرچہ ابتدا میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ سے طویل عرصہ تک سفر میں رہنا بیان کی بھی جائے، یا بطور شرط رکھی جائے، لیکن اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ لڑکے لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر چلے جائیں، یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کے شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے۔

* اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوت نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، جس کی تفصیل ہم آگے بیان کرینگے۔

* اس رشتہ اور تعلق میں دوام نہیں ہے، بلکہ ‘‘أبغض المباحات ” طلاق دینے کی نیت ہے اس لئے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے، ..... حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے اور دیگر مفاسدپر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کے جواز کا قول بھی نہیں کہا جاسکتا۔

اس قسم کا نکاح معناً ‘‘نکاح موقت ’’ ہے، علامہ شامی وغیرہ نے نکاح موقت اور متعہ کےذیل میں لکھا ہے کہ نکاحِ متعہ اور موقت باطل ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

ان تمام مفاسد کی وجہ اور خرابیوں کی بنا پر ‘‘نکاح مسیار ’’ کی شرعاً اجازت نہیں دی جاسکتی (ملخص فتوی دار العلوم بنوری ٹاؤن پاکستان، فتوی نمبر: ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳)۔

ب: نکاح مسیار سے متعلق ممتاز علماء عرب کی آراء:

اکثر عرب علماء (اگر نکاح کے تمام شرائط پائیں جائیں) ‘‘زواج مسیار ’’ کے قائل ہیں اور اس کو درست اور جائز قرار دیتےہیں، بعض اس کو مباح قرار دیتے ہیں، بعض اس نکاح کو مکروہ قرار دیتے ہیں، بعض اس کو موقوف قرار دیتے ہیں۔

مفتی علامہ ابن باز سے جب ‘‘نکاح مسیار’’ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ نکاح درست ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا:

‘‘لا حرج فی ذلک إذا استوفی العقد الشروط المعتبرة شرعاً، وہی وجود الولی ورضا الزوجین، وحضور شاہدین عدلین علی إجراء العقد وسلامۃ الزوجین من الموانع، لعموم قول النبیﷺ ‘‘المسلمون علی شروطہم ’’ وقولہ ﷺ: ‘‘ما أوفیت من الشروط أن توفوا بہ ما استطعتم بہ الفروج’’، فإذا اتفق الزوجان علی أن المرأة تبقی عند أہلہا، أو علی أن القسم یکون لہا نہارا لا لیلاً، أو فی أیام معینۃ، أو لیالی معینۃ فلا بأس بذلک، بشرط إعلان النکاح وعدم إخفائہ’’ (فتاوی علماء البلد الحرام ۴۵۰-۴۵۱)۔

‘‘ہذا وقد نقل بعض تلامذۃ الشیخ رحمہ اللہ أنہ توقف عن القوم بإباحتہ آخر أمرہ، لکن لم نجد شیئاً مکتوباً حتی نوثقہ’’ (زواج المسیار تعریفہ وحکمہ)۔

جب کسی سائل نے مفتی شیخ عبد العزیز آل شیخ سے اس بابت دریافت کیا اور اس کے مالہ وماعلیہ سے واقفیت کا اظہار کیا تو شیخ نے جواب دیا:

‘‘شروط النکاح ہی تعین الزوجین ورضاہما والولی والشاہدان، فإذا کملت الشروط وأعلن النکاح ولم یتواصوا علی کتمانہ لا الزوج ولا الزوجۃ ولاأولیاہما وأولم علی عرسہ مع ہذا کلہ فإن ہذا نکاح صحیح سمہ بعد ذلک ما شئت’’ (جریدہ الجزیرہ، جمعہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ)۔

جب مشہور محدث شیخ ناصر الدین البانی سے نکاح مسیار کے تعلق سے سوال کیا گیا تو انہوں نے دو سبب کی وجہ سے اس نکاح سے منع کیا اور فرمایا:

‘‘الأولی أن المقصود من النکاح ہو السکن، کما قال اللہ تعالی: ‘‘من آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجا لتسکنوا إلیہا الخ’’ ، وہذا الزواج لا یتحقق منہ لہذا الأمر۔

الثانی: أنہ قد یقدّر للزوج أولاد من ہذہ المرأة وبسبب البعد عنہا وقلۃ مجیئہ إلیہا سینعکس ذلک سلبا علی أولاد ہم فی تربیتہم وخلقہم’’ (احکام التعدد فی ضوء الکتاب والسنہ۲۸)۔

علامہ شیخ عثیمنؒ نے پہلے جواز کا فتوی دیا تھا لیکن جب اس نکاح کی خرابی سامنےآئی اور اس کے منفی اثرات مرتب ہونے لگے تو انہو ننے اس سے رجوع اور توقف کرلیا۔

علامہ عثیمنؒ لکھتے ہیں:

‘‘والذی نراہ أخیراً، أن زواج المسیار إذا استوفی شروط الزواج الصحیح من الإیجاب والقبول، ورضا الولی والشہود أو الإعلان: فإنہ عقد صحیح، وہو صالح لأصناف معینۃ من الرجال والنساء وتقتضی ظروفہم مثل ہذا النوع من العقود، وأنہ قد استغل ہذا الجواز بعض ضعاف الدین لذا فوالوجب عدم تعمیم ہذہ الإباحۃ بفتوی، بن ینظر فی ظرف کل من الزوجین۔

‘‘فإن صلح لہما ہذا النوع من إنکاح أجیز لہما وإلا منعا من عقدہ، وذلک منعا من التزوج لأجل المتعۃ المجردۃ مع تضییع مقاصد النکاح الأخری، وقطعاً للنسب أما بعض الزیجات التی یمکن الجزم بأنہا ستکون فاشلۃ وتسبب ضاع الزوجہ، ..... کمن یغیب عن امرأتہ الشہود الطویلۃ ویترکہا فی شقۃ وحدہا تنظر إلی القنوات، وتتضح المنتدیات، وتدخل عالم الانترنیت ، فکیف یمکن لمثل ہذہ المرأۃالضعیفۃ أن تقضی وقتہا؟

وہذا بخلاف من کانت تعیش مع أہلہا أو مع أبناءہا وعندہا من الدین والطاعۃ والعفاف والستر ما یمکن أن تصبرہا أثناء غیاب زوجہا’’ (سوال نمبر ۸۲۳۹۰، الاسلام سوال وجواب المشرف الشیخ محمد صالح المنجد)۔

۶۔ زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی حیثیت:

اگر نکاح مسیار میں عدم نفقہ یاطلاق دینے کی شرط یا نیت جو باطل شرطیں ہیں اگر یہ مان لیا جائے یہ شرطیں نکاح کے بعد خود باطل ہوجائینگی اور نکاح درست رہے گا، اور فقہاء اور اہل افتاء نے اس نکاح کی اجازت دے دی۔

تو ایسی صورت میں ‘‘الولد للفراش’’ مذکورہ حدیث اور قاعدہ وضابطہ کی روشنی میں اس بچہ کا نسب باپ سے ثابت ہوگا، اس کے نفقہ اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری باپ پر ہوگی، وہ بچہ اپنے باپ کا وارث ہوگا، سماج میں اسی نسبت اور نسب سے معروف ہوگا۔

لیکن ۔ شریعت کے اصل اور ضابطہ کے مطابق نفقہ نہ دینے یا طلاق دینے کی شرائط باطل ہوکر اگرچہ عقد صحیح ہوجائے گا، لیکن عرف میں ان شرائط پر عمل کرنے کو لازم سمجھا جاتا ہے۔ ان شرائط پر عمل کرنا نکاح کی روح اور مقاصد کے خلاف ہے۔ اس سے نکاح مسیار کی اجازت شرط باطل ہوجانے کے بعد بھی اس قسم کے عقد کے جواز کا فتوی دینا مفاسد سے خالی نہیں ہے، اس کے منفی پہلو کو ہم اختصار سےپیش کرتے ہیں:

۱۔ اگر نکاح مسیار کی اجازت دے دی جائے تو اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوت نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار کرے۔

لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی دے تو پرورش کے مسائل آگے پیدا ہونگے۔ یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرز پر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے (اس کی تفصیل ہم نے ماقبل میں بیان کردی ہے)۔

۷۔ ایک متعینہ مدت کے لئے نکاح کا حکم؟

سوال نمبر ۷ میں جو سوالات اٹھائے گئے ہیں، اور جن مشکلات ومسائل کا ذکر کیا گیا ہے، یہ صورت بھی نکاح موقت کے حکم میں ہے، اس قسم کے عقد میں خواتین کی تذلیل ہے، کیونکہ اس تعلق اور اس طرح کے وقتی نکاح کا مقصد صرف اور صرف وقت متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، وقت مقررہ کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے گا، عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لئے شریعت نے پہلے شوہر کے لئے بیوی کو حلال کرنے کے لئے طلاق کے شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہ تحریمی (ناجائز) قرار دیا ہے۔

صورت مسئولہ میں عورتیں مردوں کے ہاتھ کھلونا بن کر رہ جائینگی، جن کے حقوق اور کفالت کا وقت متعینہ کے بعد کوئی ذمہ دار نہیں ہوگا۔

مرد متعینہ مدت تک شہوت پوری کرنے کے لئے یہ عقد کرینگے اور اس مدت کے بعد عورت واولاد کی ذمہ داری نہیں اٹھائینگے، جس سے خاندان اور بچے تباہ وبرباد ہوجائینگے۔

نکاح کے مقاصد کے حصول اور نوع انسانی کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی کا آپس میں تعلق دائمی ہو، وقتی نہ ہو، بلکہ عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے، اسی بات کے پیش نظر نکاح متعہ اور موقت کو ہمیشہ کےلئے ناجائز اور حرام قرار دیا، ''نہی یوم الفتح عن متعۃ النساء'' (صحیح مسلم)۔

تمام کتب فقہ میں یہ بات موجود ہے کہ نکاح متعہ اور نکاح موقت باطل ہے۔

اگر محدود اور متعین وقت تک کے لئے نکاح کی اجازت دے دی جائے (جس کی شریعت میں گنجائش بالکل نہیں ہے) تو اس عمل کے ذریعہ شریعت مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کے لئے وضع کردہ کئی احکام کی خلاف ورزی ہوگی اور بہت سے احکام کا استحقاق ہوگا، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجے میں بیوی متعینہ وقت کے بعد طلاق شدہ ہوجائے گی اور اس کے بعد وہ عورت بے سہارا ہوجائے گی، دوسری شادی میں دقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس طرح متعینہ وقت کے لئے شادی میں اور اس تعلق اور رشتہ میں دوام نہیں ہے، بلکہ ابغض المباحات ''طلاق '' کی نیت ہے، اس لئے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کے جواز کا قول بھی اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ اصل کے اعتبار سے طلاق دینا ناپسندیدہ عمل ہے اور بعض کے ہاں بلاوجہ طلاق دینا مباح نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لعن اللہ کل ذواق مطلاق'' نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''أیما امرأۃ اختلعت عن زوجہا من نشوز فعلیہا لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس أجمعین''۔

اسی طرح جو مرد بلا وجہ خلع دے اس کے متعلق بھی روایت منقول ہے اس لئے کہ نکاح اللہ تعالی کی نعمت ہے اور طلاق اس نعمت کی ناشکری ہے اور نعمت کی ناشکری حرام ہے اور یہاں ناشکری نکاح مسنون کو ختم کرنا ہے۔

لہذا ضرورت کے علاوہ طلاق دینا حلال نہیں ہوگا (المبسوط للسرخسی۶،۲)۔

لیکن اگر زبان سے اس کا اظہار نہیں کیا لیکن مرد نے دل میں اس کاارادہ کیا کہ ضرورت کی تکمیل کے بقدر اور اس ملک سے واپسی کے بعد اس رشتہ کو ختم کردینگے تو بعض علماء اس نکاح کو نکاح موقت میں نہیں مانتے ہیں اور اس کی اجازت دیتے ہیں۔

مالکیہ کا مسلک بھی یہی ہے، الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے:

''ولا یتحقق نکاح المتعۃ إلاإذا اشتمل علی ذکر الأصل صراحۃ، للولی أو المرأۃ أو لہما، فإن لم یذکر قبل العقد أو یشترط فی العقد لفظا ولکن قصدہ الزوج فی نفسہ لا یضر ولو فہمت المرأۃ أو ولیہا ذلک، وقیل إن فہمت یضر، ثم إذاکان الأجل واسعاً لا یعیشان إلیہ عادۃ ففیہ خلاف، فقیل یصح وقیل لا'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ کتاب النکاح)۔

میری نظر میں اگر نکاح کا مقصد وقتی لطف اندوزی ہے اور صرف شہوت رانی ہے اور نکاح کے بعد مزہ لے کر طلاق دینا ہے تو ایسے لوگوں پر اللہ کی، فرشتوں کی اور لوگوں کی لعنت ہے۔

اور یہ وقتی نکاح سرے سے جائز نہیں ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص کسی جگہ تعلیم یا کسب معاش کے لئے گیا ہے، وہاں سالوں ان کو رہنا پڑرہا ہے، ان ملکوں میں فحاشی وعریانیت عام ہے، اپنی عزت وآبرو کو بچانا انسان کے لئے دشوار ہے تو ایسی صورت میں حرام کاری اور گناہ سے بچنے کے لئے ''الضرورات تبیح المحظورات''، ''الضرر یزال''، اور ''المشقۃ تجلب التیسیر'' کے ضابطہ کے تحت اس کو اس کی اجازت ملنی چاہئے کہ وہ وہاں قیام کے دوران شادی کرے اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے، لیکن عمومی طور پر اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی مبتلا بہ کی کیفیت اور حالات کے اعتبا رسے اس کی اجازت مل سکتی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

نیز اگر متعہ والی حدیث کو معلول بالعلت مان لیا جائے تو آج یورپ اور امریکہ میں مقیم لوگوں کے لئے یہ علت پائی جارہی ہے اس لئے گنجائش دی جاسکتی ہے۔

۸۔ نکاح متعہ کی حقیقت اور ائمہ اربعہ کا موقف:

نکاح متعہ ہی سے قریب نکاح موقت ہے، یہ نکاح بھی متعہ ہی کی طرح باطل ہے، نکاح موقت کی صورت یہ ہے کہ دوگواہوں کی موجودگی میں ایک متعین مدت مثلاً ایک مہینہ کے لئے نکاح کرے، احناف میں امام زفرؒ کے نزدیک ایسی صورت میں نکاح منعقد ہوجائے گا، اور متعینہ مدت کی شرط کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

ہدایہ میں ہے: ''ونکا ح المتعۃ باطل، وہو أن یقول لامرأۃ أتمتع بک کذا مدۃ بکذا من المال، وقال مالک:ہو جائز لأنہ کان مباحاً، فیبقی إلی أن یظہر ناسخہ قلنا:ثبت النسخ بإجماع

الصحابۃ رضی اللہ عنہم وابن عباسؓ صح رجوعہ إلی قولہم فثبت الإجماع''، والنکاح الموقت باطل، مثل أن یتزوج امرأۃ بشہادۃ شاہدین إلی عشرۃ أیام، وقال زفر:ہو صحیح لازم؛ لأن النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدۃ، ولنا أنہ أتی بمعنی المتعۃ، والعبرۃ فی العقود للمعانی، ولا فرق بین ما إذاطالت مدۃ التاقیت أو قصرت، لأن التاقیت ہو المعین لجہۃ المتعۃ وقد وجد'' (ہدایہ کتاب النکاح جلد ۲)۔

نکاح متعہ اور نکاح موقت میں دو فرق کیا گیا ہے ایک یہ کہ متعہ میں متعہ کا لفظ استعمال کیا جاجاتا ہے، اور نکاح موقت میں نکاح اور ازدواج کا، دوسرے متعہ میں گواہ نہیں ہوتے اور نکاح موقت میں گواہ ہوتے ہیں (ہدایہ مع فتح القدیر، عنایہ ۳۹۴،۱)۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نکاح متعہ اور نکاح موقت میں کوئی فرق نہیں دونوں کا حکم اور شکل یکساں ہے۔

''الفقہ علی المذاہب الاربعہ'' میں ہے:

''واتفق المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ علی أنہ لا فرق بین الاثنین، فالنکاح الموقت ہو نکاح المتعۃ، والمشہور عند الحنفیۃ أن نکاح المتعۃ یشترط فیہ أن یکون بلفظ المتعۃ، کأن یقول لہا: متعنی لنفسک، أو أتمتع بک، ولکن بعضہم حقق أن ذلک لم یثبت، وعلی ہذا یکون المتعۃ ہو النکاح الموقت، بلا فرق عند الجمیع''۔

نکاح موقت اور نکاح متعہ کی حرمت پر ائمہ اربعہ میں سے تمام کا اتفاق ہے، امام مالک کی طرف جو جواز کی نسبت کی جاتی ہے وہ غلط ےہ، اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباسؓ پہلے اس کے جواز کا فتوی دیتےتھے، لیکن جب حدیث کا علم ان کو ہوا تو وہ اپنے قول سے رجوع کرگئے۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے:

''وبہذا کلہ یتضح أن نکاح المتعۃ أو النکاح الموقت باطل وباتفاق المسلمین، وما نقل من إباحتہ فی صدر الإسلام، فقد کان لضرورۃ اقتضہا حالۃ الحرب والقتال'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ کتاب النکاح)۔

الغرض نکاح متعہ اور نکاح موقت یہ دونوں ناجائز اور حرام ہیں نکاح موقت کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ یہ متعہ ہی کے معنی میں آتا ہے، اگرچہ نکاح کے لفظ ہو: اس لئے کہ متعہ دراصل مقاصد نکاح ارادے کے بغیر عورت سے فائدہ اٹھانے کا نام ہے اور نکاح موقت میں بھی یہ معنی پایا جاتا ہے، اس لئے کہ مقاصد نکاح مدت قلیلہ میں حاصل نہیں ہوسکتے، اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا۔

جیسے کہ کفالت، اصل کی براءت کی شرط کے ساتھ حوالہ بن جاتا ہے، اور حوالہ اصل سے مطالبہ کی شرط لگانے سے کفالت بن جاتا ہے (ہدایہ کتاب النکاح جلد دوم)۔

نکاح مسیار کی صورتیں، اسباب وعوامل اور احکام

مفتی محمد خالد حسین نیموی قاسمی•

کیا قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا کوئی ذکر ملتا ہے؟

قدیم فقہاء کے نزدیک یہ لفظ کبھی استعمال نہیں ہوا، بلکہ تیس سال قبل اس لفظ کا وجود بھی نہیں ملتا ہے ۔البتہ اس لفظ سے مشابہ ایک لفظ کا استعمال فقہا ء کے نزدیک اور حدیث کی بعض کتابوں میں ملتا ہے :وہ لفظ ہے ''نہاریات''، جس کا مفہوم یہ کہ شوہر بیوی کےساتھ صرف دن کے اوقات میں وقت گذارے، رات کے اوقات بیوی کے ساتھ نہ رہے ۔مصنف ابن ابی شیبہ (٣٣٧،٣) میں ہے کہ مشہور تابعی محمد بن سیرین اور حماد بن ابی سلیمان اور امام زہری نکاح نہاریات کو مکروہ سمجھتے تھے۔ نیز مشہور تابعی حضرت حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح کے نزدیک نکاح نہاریات کی اجازت ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عامر شعبی سے منقول ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیاجس کی دوبیویاں ہوناور وہ اس شرط کے ساتھ شادی کرتا ہے ان میں سے ایک کے لیے دو دن متعین کر دے گا اور دوسری کے لیے صرف ایک دن، توعامر شعبی نے فرمایا کہ اس نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''لقد ذكر في مصنف ابن ابي الشيبة أن محمد بن سيرين وحماد بن ابي سليمان والزهريّ كرهوا زواج النهاريات.

وزواج ''المسيار'' يصح إذا توفرت فيه شروط عقد النكاح وأركانه، وصورة هذا الزواج موجودة في القديم، وفيه يَشترط الزوج على المرأة التي يرغب بالتزوج منها أن لا يقسم بينها وبين نسائه بالتساوي، أو لا ينفق عليها، أو لا يسكنها، وقد يشترط أن يكون لها النهار دون الليل، وهو ما يسمى ''النهاريات''، وقد تكون المرأة هي المبادرة بإسقاط حقوقها، فقد تكون صاحبة مال ومسكن فتُسقطهما عنه، وقد ترضى بالنهار دون الليل، وقد ترضى بعدد أيام دون أيام ضرائرها، وهذا هو المشهور في زماننا.

وهذا الإسقاط للحقوق من كلا الطرفين لا يجعل النكاح محرَّماً، وإن كرهه بعض أهل العلم لكنه لا يخرج عن الجواز من حيث شروطه وأركانه''وفي'' مصنف ابن أبي شيبة'' (٣٣٧،٣):

''عن الحسن البصري وعطاء بن أبي رباح أنهما كانا لا يريان بأسا بتزويج النهاريات'' --- وفي (٣٣٨،٣):

• ركن الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین، صدر مفتی مرکزی دار الافتاء مدرسہ بدر الاسلام بیگوسرائے، بہار۔

‘‘عن عامر الشعبي أنه سئل عن الرجل يكون له امرأة فيتزوج المرأة، فيشترط لهذه يوماً ولهذه يومين؟ قال: لا بأس به. انتهى

وفي المرجع السابق ذَكَر أنه كرهه محمد بن سيرين، وحماد بن أبي سليمان، والزهري’’.

نکاحِ تانیس اور وناسہ :اسی طرح ایک لفظ اور بھی ہے جس کا مفہوم مسیار کے مفہوم سے قریب تر ہے، اسے نکاح تانیس بھی قرار دیا گیا ہے ،بعض اوقات ا سے نکاح وناسہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔اس سلسلہ میں الوطن میگزین میں شیخ صالح السدلان استاذ دراسات علیا جامعۃ الامام کے حوالہ سے ایک تحریر آئی ہے،شیخ کہتے ہیں کہ ان کے پاس حراء ہاسپیٹل مکہ مکرمہ مینمقرر ایک خاتون ڈاکٹر کا نکاح وناسہ کے سلسلہ میں ایک سوال آیا ۔ میں نے دریافت کیا کہ نکاح وناسہ سے آپ کا مقصود کیا ہے ؟وناسہ کا لفظ مجہول ہے اسے اہل علم نہیں جانتے ہیں ،خاتون ڈاکٹر نے کہا ایک مرد ہے جسے جنسی نقطہ نظر سے عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ۔ایسا آدمی ایک خاتون کوپیغام دیتا ہے کہ وہ محانسیت حاصل کرنے ،رفاقت اور خدمت کے مقصد سے اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے ۔۔اور عورت اس نکاح کے لیے تیار ہوجائے۔ تو کیا یہ نکاح درست ہوگا، شیخ کہا کہ اس نکاح کو اہل علم نکاح تانیس کہتے ہیں وناسہ نہیں کہتے ہیں ۔۔اہل علم کے نزدیک یہ نکاح مباح ہے ۔

‘‘وُضّح الشيخ صالح السدلان أستاذ الدراسات العليا بجامعة الامام أنه أفتى بجواز ‘‘زواج الوناسة’’ بعد أن تلقى سؤالا من طبيبة، أو إدارية بمستشفى حراء في مكة المكرمة من خلال برنامج لديهم حول حكم ‘‘زواج الوناسة’’.

يقول:سألتها ماذا تقصدين بزواج ‘‘الوناسة’’ فهذه العبارة لا يعرفها أهل العلم؟ .. قالت: أن يتقدم رجل، لا رغبة له بالنساء من الناحية الجنسية، إلى امرأة ويخبرها أنه لا يريد منها إلا ‘‘الوناسة’’ .. وأهل العلم يسمونه ‘‘التأنيس’’ ولا يسمونه ‘‘الوناسة’’.

يشير الشيخ السدلان إلى أن العلماء ضربوا مثالا للزواج المباح بزواج "التأنيس"، وهو أن تقدم المرأة على التزوج بهذا الشخص لمجرد التأنيس والخدمة فقط، وتوافق على أنها لا تطالب بالناحية الجنسية، وهذا مباح عند أهل العلم’’(جريدة الوطن)۔

نکاح سترہ کی حقیقت :مذکورہ اقسام کے علاوہ اب تو نکاح کی ایک جدید ترین قسم نکاح سترہ کے نام کی باز گذشت بھی کانوں سے ٹکرانے لگی ہے۔اس لفظ کا استعمال سیریا کی خانہ جنگی ،اور عالمی قوتوں کا معصوم عوام پر یلغار اس اس کے نتیجے میں لاکھوں افراد کی ہجرت اور خواتین کے لیے کسی سہارا کی جستجسو کے پس منظر میں کیاجا تا ہے۔ ‘‘سترہ ’’ کے معنی ڈھال، پناہ اور تحفظ کے ہیں، اور اس کا اطلاق شامی مہاجرین عورتوں اور بچیوں کو تحفظ اور پناہ فراہم کرنے کے نام سے کی جانے والی شادی پر ہوتا ہے۔ شام اور شامی باشندے اس وقت جس کرب سے گذر رہے ہیں اس کا تصور کرنا بھی

مشکل ہے،ایک طرف شام میں رہ جانے والوں کوقیامت کا سامنا ہے تو دوسری طرف امن و سکون کی تلاش میں اپنے برادر ملکوں کی طرف پناہ کی غرض سے ہجرت کر کے جانے والے در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں،ان کے پاس سر چھپانے کے لیے کوئی ٹھکانہ نہینہے،اس پر دوآتشہ یہ کہ بعض جنسی مفاد پرست ان کی اس ابتر حالت ، فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی ماؤں، بہنوں اور بچیوں،سے نکاح سترہ کے نام سے شادیاں رچار ہے ہیں،اور مروت و شرافت سے عاری اس عمل کو مہاجرین کی پناہ و امداد کا نام دے رہے ہیں۔ بھوک اور تنگدستی کا ستایا ہوا اور جنسی سوداگروں سے سہما ہوا باپ انتہائی بد دلی سے اپنی بیٹی کی آبرو کو نکاح سترہ کے نام پر چندسو ڈالر کے عوض ایک شخص کے سپرد کر دینے میں عافیت سمجھتا ہے ۔یہ ایک خطرناک مسئلہ ہے جواہل علم کے سامنے پیش ہے اور انھیں اس کا جواب بھی پیش کرنا ہے ۔بظاہریوں محسوس ہتا ہے کہ یہ نکاح نہیں بلکہ خواتین کے استحصال کے لیے کیا جانے والا ڈرامہ ہے۔

نکاح مسیار کی صورتیں اور اسباب۔مزید چند پہلو ؟

نکاحِ مسیار جو زواجِ مسیار کے نام سے معروف ہے،اس کی صورت یہ ہے کہ:

مرد حالتِ سفر یا ملازمت کےلیے کسی دوسرے ملک میں جائے اور اسے وہاں اپنی طبعی خواہش پوری کرنے کی حاجت ہو تو طلاق کی نیت سے نکاح کرلے، یعنی دل میں یہ سوچے کہ جب میں سال دو سال بعد واپس چلا جاؤں گا تو طلاق دے دوں گا۔

نکاح کا بار مرد پر کم سے کم ڈالنے کی خاطر عورت نان نفقہ اور ساتھ رہنے کے حق وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے، لہذا بیوی اپنے میکے میں رہتی ہے، اورمرد کو جب موقع ملتا ہے وہ بیوی سے اس کے میکے آکر یا کچھ وقت کے لیے ساتھ کسی دوسری جگہ لے جاکر طبعی تقاضہ پورا کرتا ہے، اسے ‘‘نکاحِ مسیار ’’ اور عربی زبان میں ‘‘زواجِ مسیار ’’ کہتے ہیں، اس عمل کو جواز کا جامہ پہنا نے کےلیے ظاہری طور پر نکاح کی شرائط و ارکان، یعنی ایجاب وقبول،گواہ اور مہروغیرہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بیشترعرب ممالک میں مسیار کی غیر اخلاقی بنیادوں کی وجہ سے اسے ناگواری کی نظرسے دیکھا جاتا ہے۔ جبکہ شرعی طور پراس سلسلہ مینمتعدد آراء ہیں۔ بعض اہل علم اسے ناجائز قرار دتے ہیں بعض مکروہ اور بعض ناجائز قرار دیتے ہیں۔ نکاح مسیار کے مخالفین کا کہنا ہے کہ اس طرح کے نکاح یا شادی کا تذکرہ نہ تو قرآن مجید اور نا ہی احادیث میں سامنے آتا ہے، جس کی بنا پر اسے غیر اسلامی قرار دیا جاسکتا ہے، ساتھ ہی وہ اس کا موازنہ متعہ شادی سے کرتے ہیں، جوکہ امامیہ شیعہ فرقے میں رائج ہے اور جسے سنی مسلمان غیر اسلامی قرار دیتے ہیں۔

نکاح مسیار ایک بالغ مرد اور عورت کے درمیان نکاح کا ایک ایسامعاہدہ ہے۔ جس معاہدے کے مطابق عورت اپنے زیادہ تر حقوق، جو کہ ایک اسلامی شادی کے ثمرات میں

سے ہیں،انھیں معاف کردیتی ہے، جیسے کہ شادی کے بعد میاں بیوی ساتھ ساتھ نہیں رہیں گے بیوی اپنے گھر میں اور شوہر اپنے گھر میں رہے گا۔ تاہم دونوں کے درمیان دن میں ملاقات کے لیے ایک وقت طے کر دیا جاتا ہے جس کے مطابق شوہر، بیوی کے گھر میں اس کے ساتھ وہ متعین وقت گزار سکتا ہے۔ اس کے علاوہ شوہر پر بیوی کے ذاتی خرچ (نفقہ) کی کوئی شرط عائد نہیں ہوتی ہے اور نا ہی بیوی شوہر کی جائداد میں وارث ہوتی ہے۔

منکوحہ جوڑے شادی کے بعد بھی اپنے اپنے گھروں میں رہتے ہیں جیسے کہ وہ شادی سے پہلے رہتے تھے۔ لیکن اب وہ اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے ایک دوسرے سے مقررہ وقت میں مل سکتے ہیں، اس کے علاوہ بعض مسیار معاہدوں میں شادی کی مدت طے پائی جاتی ہے، یعنی کہ یہ واضح کر دیا جاتا ہے کہ دونوں فریق ایک دو مہینوں یا سال کے لیے ایک دوسرے کے منکوحہ رہیں گے اور اس کے بعد یہ معاہدہ ختم ہوجائے گا اور دونوں اپنی زندگی الگ الگ جئیں گے۔ظاہر ہے کہ یہ کھلم کھلا نکاح متعہ یا نکاح موقت ہے جسے مسیار کے نام سے انجام دیا جاتا ہے۔ ایک تجزیہ کے مطابق زیادہ تر مسیار نکاح ایک سے چھ ماہ کے دوران طلاق کا شکار ہوجاتے ہیں۔

اس طرح کی شادی کرنے کے کئی ایك اسباب ہیں:

١ ۔ شادی کی عمر سے زائد کو پہنچ جانے والی عورتوں کی کثرت، اور مطلقات اور بیوہ اور مخصوص حالات والي عورتوں کی کثرت ہونا۔

٢۔ بہت ساری بیویاں تعدد، یعنی خاوند کو ایك سے زائد شادیاں کرنے کی مخالفت کرتی ہیں، اس کی بنا پر خاوند اس طرح کی شادی کرنے پر مجبور ہوتا ہے، تا کہ پہلی بیوی کو اس کا علم نہ ہو سکے۔

٣۔ بعض مردوں کا عفت و عصمت کا حصول اور حلال فائدہ حاصل کرنے کی رغبت جو ان کے مخصوص حالات کے موافق ہو۔

۴۔ بعض لوگوں کا شادی کے اخراجات اور ذمہ داریوں سے بھاگنا، اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ اس طرح کی شادی کرنے والے کم عمر کی نوجوانوں کی نسبت زیادہ ہے۔

نکاح متعہ و مسیار کی آخر ضرورت ہی کیا ہے ، جبکہ مرد پہلے سے ہی شادی شدہ ہے ؟ اس کے جواب میں جائز قرار دینے والے کہتے ہیں کہ یہ بات واضح ہے کہ عورتیں بال بچوں سمیت ہر وقت ہی اپنے مردوں کے ساتھ لگی نہیں رہ سکتیں، بہت سے لوگ تعلیم کے حصول یا تجارت وغیرہ کی غرض سے اپنے گھروں سے دور سفر پر جاتے ہیں اور ان کا وہاں قیام طویل ہو جاتا ہے، اور ایسے افراد بھی ہیں کہ جن کی بیویاں ،بیماری یا حمل کی وجہ سے حق زوجیت ادا نہیں کر پاتیں۔

بہت سے فوجی ایسے ہیں جو بارڈر کی حفاظت کے لیے یا کسی اور وجہ سے لمبی ڈیوٹی پر اپنے گھروں سے دور چلے جاتے ہیں، جبکہ بیوی بچوں سمیت ایسی جگہوں پہ

قیام ناممکن ہوتا ہے۔

کچھ مردوں کا مزاج اپنی بیویوں کیساتھ لگاؤ نہیں کھاتا، ایسے مرد اپنے خاندان اور بچوں کی وجہ سے مجبور ہوجاتے ہیں کہ اپنی خواتین کو برداشت کریں ،بجائے اس کے کہ گھر اجاڑ کر بیٹھ جائیں۔ نتیجے میں ان کا جھکاؤ دوسری خواتین کی طرف ہو جاتا ہے۔

کچھ مرد بیوی کے علاوہ دوسری خواتین میں کشش محسوس کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسی خواتین کو جائز طریقے سے حاصل کریں چاہے وقتی طور پہ ہی ایسا ہو۔آپ اور ہم ایسے ہزار ہا قصے دیکھ اور سن چکے ہیں،اور اس کے لئے ایک عام اصطلاح گرل فرینڈ، بوائے فرینڈ استعمال کی جاتی ہے، جبکہ یہ ناجائز ہے،زنا ہے، گناہ ہے ،جائز قراردینے والوں کا نقطہ نظریہ ہے کہ اگر اس رشتے کو شرعی رشتے میں بدل دیا جائے تو کیا حرج ہے؟

نکاح مسیار کے متعلق بر صغیر کےعلماء کی آراء:

چوں کہ نکاح کی اس شکل کا فروغ عرب کے مخصوص حالات میں ہوا اس لیے علماء ہند نے اس مسئلہ کو عام طور پر نہیں بیان کیا ہے، البتہ جب خلیج کے اثرات بر صغیر تک پہنچنے لگے تو پھر علماء نے اس جانب توجہ دی۔اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس سلسہ میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا :

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کانقطہ نظر:

مفتی اعظم پاکستان مفتی تقی صاحب کی رائے جو کہ ان کی تصنیف ‘‘فقہی مقالات’’ میں مذکور ہے کا متن یہاں نقل کردیا جائے۔

سوال: جومسلمان طلباء و طالبات حصول تعلیم کے لیے مغربی ممالک میں آتے ہیں، وہ یہاں آکر شادی کر لیتے ہیں اور شادی کرتے وقت یہ نیت ہوتی ہے کہ جب تک ہمیں یہاں تعلیم حاصل کرنی ہے بس اس وقت تک نکاح کو برقرار رکھیں گے اور پھر جب حصول تعلیم کے بعد اپنے ملک اور اپنے وطن واپس جائیں گے تو اس نکاح کو ختم کر دیں گے، اور مستقل یہاں رہنے کی کوئی نیت نہیں ہوتی،البتہ یہ نکاح بھی عام نکاح کے طریقہ پراور انہیں الفاظ سے کیا جاتا ہے۔ ایسے نکاح کا شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر انعقاد نکاح کی تمام شرائط موجود ہوں، اور عقد نکاح میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کیا گیا ہو جس سے وہ نکاح موقت(عارضی) سمجھا جائے، اس صورت میں وہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور اس نکاح کے بعد تمتع جائز ہے اور نکاح کرنے والے مرد یا عورت کا یہ نیت کرنا کہ تعلیم کی مدت کے بعد ہم اس نکاح کو ختم کر دیں گے اس نیت سے نکاح کی صحت پر کوئی اثرواقع نہیں ہو گا، البتہ شریعت کے نزدیک چونکہ ایک دائمی عقد ہے اس لیے زوجین سے بھی یہ مطالبہ ہے کہ وہ اس عقد کو ہمیشہ باقی رکھیں اور شدید ضرورت کے علاوہ کبھی اس کو ختم نہ کریں اور عقد کرتے وقت ہی زوجین کا

جدائی اور فرقت کی نیت کرنا نکاح کے اس مقصد کے خلاف ہے،اس لیے ایسی نیت رکھنا دیانۃ کراہت سے خالی نہیں، واللہ اعلم ''۔

نئے ایڈیشن میں مفتی صاحب نے جو اضافہ کیا طوالت کی وجہ سے اس میں سے صرف موضوع سے متعلق حصہ پیش کیا جارہاہے۔''اس سوال و جواب کے بارے میں بعض حضرات نے متوجہ کیا ہے کہ اس سے متعدد غلط فہمیاں ہو سکتی ہیں، لہذا اس کی وضاحت ضروری ہے:

(نکاح متعہ اور نکاح مؤقت کی وضاحت کے بعد تیسری صورت یہ ہے کہ مرد وعورت باقاعدہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کے ذریعہ نکاح کریں اور نکاح میں اس بات کا بھی کوئی ذکر نہیں ہوتا کہ یہ نکاح مخصوص مدت کے لیے کیا جا رہا ہے، لیکن فریقین میں سے کسی ایک یا دونوں کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ ایک مخصوص مدت گذرنے کے بعد طلاق کے ذریعہ ہم نکاح ختم کر دیں گے۔ فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق اس طرح کیا ہوا نکاح درست ہو جاتا ہے اور مرد وعورت باقاعدہ میاں بیوی بن جاتے ہیں ۔ان کے درمیان نکاح کا رشتہ دائمی اور ابدی طور پر قائم ہو جاتا ہے۔اور ان پر یہ ضروری نہیں ہو،تا کہ وہ اپنے ارادے کے مطابق معین مدت پر طلاق ضرور دیں، بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ بغیر کسی عذر کے طلاق کا اقدام نہ کریں ۔اور چونکہ شریعت میں نکاح کا رشتہ قائم رکھنے کے لیے بنایا گیا ہے، اس لیے ان کا یہ دلی ارادہ کہ کچھ عرصےکے بعد طلاق دے دیں گے شرعاً ایک مکروہ ارادہ ہے ؛لہذا اس ارادے کے ساتھ نکاح کرنا بھی مکروہ ہے۔اس کےعلاوہ اس سلسلہ میں برصغیر کے متعدد دار الافتا ء نے بھی فتاوی جاری کیے ہیں ،اسے ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

دارالافتاء، دار العلوم دیوبند کا فتوی: دارالعلوم دیوبند نے متعدد فتوے صادر کیے ایک سوال کیا گیا کہ نکاح مسیار جو ایک عارضی شادی ہوتی ہے ۔کیاموجودہ وقت میں یہ جائز ہےتوفتوی نمبر ١١٤٦٣ میں جواب دیا گیا کہ عارضی شادی مذہب اسلام میں ناجائز ہے۔ قرآن، حدیث اور چاروں ائمہ مجتہدین سے اسی طرح ثابت ہے۔

فتوی نمبر ٢٣٨٥میں ہے: اگر شرعی طریقہ پر کم ازکم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے اور مانعِ نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو نکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی جاتی مثلاً ٢/ سال کے لیے نکاح کررہے ہیں، بلکہ مطلق طور پر نکاح کیا تو ایسا نکاح درست و صحیح ہے۔ البتہ مہر سے دست بردار ہونے کی بات درست نہیں ہے، دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم ازکم دس درہم ہیں جو دینا واجب ہوگا بحق شرع۔ ہاں اگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کردے اس سے دست بردار ہوجائے تو درست ہے۔اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طور پر ایک دوسرے کے شوہر وبیوی ہوگئے، ازدواجی تعلق قائم رکھنا جائز اور درست ہے۔

دارالعلوم کراچی کا فتویٰ،جواز مع الکراہۃ:

سوال:۲۴جولائی۲۰۰۶کےانگریزیاخبار (Dawn)میں Misyarکےحوالےسےمسئلہ آیاہے جس میں بتایاگیاہے کہ سعودی علماء نے Misyarکوجائزقراردیاہے۔آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کیجیے؟

الجواب حامداومصلیاً:ہمارے علم کےمطابق Misyarنکاح کی ایک قسم ہےجس میں نکاح ہونےکے بعدبیوی اپنے حقوق (جیسے نفقہ،سکنہ وغیرہ) شوہرکومعاف کردیتی ہے ،وہ اپنےوالدین کے ہاں یاکسی اورجگہ رہتی ہے اورشوہر کی رہائش کسی اورمقام پرہوتی ہے۔عام طور پراس نکاح کوپوشیدہ رکھاجاتاہے اورجب کبھی میاں بیوی کوباہم ملنے کی خواہش پیداہوتی ہے تووہ جمع ہوکر حقوق زوجیت اداکرتے ہیں ۔اس سلسلےمیں یہ بات بھی علم میں آئی ہے کہ بعض مالدارلوگ جنہیں مختلف ملکوں میں سفردرپیش ہوتے ہیں ،وہ بعض ملکوں میں Misyarنکاح کرلیتے ہیں جب تک وہاں رہنا ہوتا ہے، منکوحہ کواپنے پاس رکھتےہیں ،پھرواپس اپنےوطن چلےآتےہیں اورعورت وہیں وہ جاتی ہے(یہ تمام تفصیلات اخبارکےمنسلکہ تراشہ میں بھی مذکورہیں)۔

اگرMisyarنکاح کی حقیقت وہی ہے جواوپر بیان ہوئی تواس کاحکم یہ ہے کہ اگراس میں نکاح کےمنعقد ہونےسے متعلق تمام شرعی شرائط موجودہیں ،مثلاًباقاعدہ ایجاب وقبول کےساتھ نکاح کیاجائے ،کم ازکم دوگواہ بھی موجودہوں اورلڑکا لڑکی کاکفوبھی ہونیزمہربھی مقررکیاجائے تواس سے گونکاح منعقد ہوجائے گا، لیکن ایساکرناخلاف سنت اورمقاصد شریعہ کےمنافی ہےاورنکاح کی شرعی ذمہ داریوں سےفراربھی ہے خصوصاً اس طرح پوشیدہ نکاحوں سے کئی فتنوں کادروازہ کھل سکتاہے۔ اس لیے اس طرح نکاح کرنا ناپسندیدہ ہے، اس سےاجتناب کیاجائے (فی صحیح ابن حبان، ۹،۳۷۴، رقم الحدیث: ۴۰۶۶)۔

''عن عامربن عبداللہ بن زبیر عن أبیہ أن رسول اللہ ﷺ قال:''أعلنوا بالنکاح '' (کذا فی المستدرک علی الصحیحین ۲/۲۰۰ رقم الحدیث ۲۷۳۸وفی مواردالظمان ،باب اعلان النکاح ۳۱۳/۱۔ امدادالمفتین ص ۵۲۱،۵۲۲)۔

جبکہ مردعورت بالغ ہیں اورنکاح پرراضی ہیں اورگواہ بھی شرط کےموافق موجود ہیں تویہ نکاح منعقدہوجائے گا، مگریہ نکاح سنت کےخلاف ہےاس واسطے کہ حدیث میں آتاہے ''أعلنوا النکاح ولو،،الترمذی الخ''،نیزیہ کہ خزانۃ الروایات میں ہے: ''فی الخانیۃ ضرب الدف فی النکاح إعلاناً وتشھیراًالخ''، نیزیہ کہ بعض احادیث میں آتاہے کہ زنااورنکاح میں فرق اگرہےتواس اعلان کافرق ہے، اس سےبھی بہت سختی معلوم ہوتی ہے، حاصل یہ کہ نکاح تو منعقد ہوجائےگا، مگرسنت کےخلاف ہوگا، ''واللہ اعلم بالصواب۔

اعجازاحمدغفراللہ لہ،دارالافتاء دارالعلوم کراچی،۱۴۲۷/۸/۲۰

جامعہ بنوریہ کراچی کا فتوی :

جامعہ بنوریہ کراچی کے دارالافتاء سے نکاح مسیار کو اصولا جائز، جبکہ مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ کہتے ہوئے اس سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔دیکھئے فتوی نمبر ۹۸۸۱,مجریہ ۱۵ محرم ۱٤۳۲ ہجری، موافق ۲۰۱۰/۹/۲۹)

جامعۃ الرشید کا فتوی،عد م جواز:

شریعت میں نکاح کے مقاصد درج ذیل ہیں: ا۔ایمان کی حفاظت اور گناہوں سے بچنا ۲۔خوشگوار ازدواجی زندگی۳۔خاندانی نظام کی حفاظت۴۔اولاد کا حصول۵۔اچھے ماحول میں بچوں کی تربیت اور اچھا ماحول اسی وقت مل سکتا ہے جب بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی توجہ اور محبت حاصل ہو۔

نکاح مسیار سے مذکورہ بالا مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے،کیونکہ ان مقاصد کا حصول تب ممکن ہے،جب میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہیں۔نیز اس طریقے سے نکاح کے عام ہونے کی صورت میں ہمارے معاشرے پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہوں گے:

ا۔ مرد شہوت پوری کرنے کے لیے یہ عقد کریں گے اور عورت واولاد کی ذمہ داری نہیں اٹھائیں گے جس سے خاندانی نظام تباہ ہوجائے گا۔

۲۔ عورتیں مردوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جائیں گی، جن کے حقوق اور کفالت کا کوئی ذمہ دار نہیں رہے گا۔

۳مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہے گا۔

۴۔ طلاق کی شرح بڑھ جائے گی،کیونکہ عورت جب ایک بار اپنے نان نفقہ سے دستبردار ہوگئی تو ضرورت کے وقت مطالبے کی صورت میں اختلاف ہوگا اور پھر طلاق کی نوبت آئے گی۔

۵۔ نان نفقہ کا بوجھ عورت پر پڑے گا جس کے حصول میں اس کی عفت کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔

۶۔نکاح اور زنا میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب چھپ کر کیا جاتا ہے، جبکہ نکاح سرعام کرنے کا حکم دیا گیا ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کا مفہوم ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا کرو۔

درج بالا مفاسد کے ساتھ ساتھ یہ نکاح انبیاء علیہم السلام،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ،سلف صالحین اورجمہور امت کے طریقہ کے بھی خلاف ہے۔

گو کہ اس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہوں گے، لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں اور نقصانات بھی ایسے ہیں جو کسی بھی قوم کی خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کا سبب بن سکتے ہیں،جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ

کے معاشرے کو ان مفاسدکا سامنا ہے،اس لیے اس طریقے سے نکاح کی اجازت قطعا نہیں دی جاسکتی۔

''المستدرك على الصحيحين للحاكم ''(٢/ ٢٠٠) میں ہے:

''عن عامر بن عبد الله بن الزبير، عن أبيه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''أعلنوا النكاح'' هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه'' [التعليق - من تلخيص الذهبي]٢٧٣٨ – صحيح ''سنن أبي داود '' (٢/ ٢٢٠)۔

٢٠٥٠ - عن معقل بن يسار، قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: إني أصبت امرأة ذات حسب وجمال، وإنها لا تلد، أفأتزوجها، قال:''لا'' ثم أتاه الثانية فنهاه، ثم أتاه الثالثة، فقال: ''تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم''۔

مجیب:محمد طارق صاحب مفتیان مفتی آفتاب احمد صاحب مفتی سعید احمد حسن صاحب۔

ماخذ :دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی ،فتوی نمبر :٦٢٣٥٦تاریخ اجراء :٢٠١٨-٠٢-٢٨

ولی کواعتراض کا حق حاصل ہوگا:

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ نکاح مسیار کی صورت میں اگر اولیا ہتک محسوس کریں تو انھیں اعتراض کا حق ہوگا یا نہیں ہوگا ۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح میں کفاءت بھی معتبر ہے اور عدم کفو میں نکاح کرنے کی وجہ سے اولیا کو اعتراض کا حق حاصل ہوتا ہے ،اس لیے کہ عدم کفو میں رشتہ وجہ عار ہے، اسی طرح نکاح مسیار میں اولیاء سے چھپاکر خفیہ عقد کرنا اولیا ء کے لیے وجہ عار ہے۔ اس لیے انھیں اعتراض کا حق حاصل ہوگا ۔۔اور عند القضاء اس اعتراض کی وجہ سے نکاح کو فسخ بھی کیا جاسکتا ہے۔

فتاوی شامی میں ہے:''(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي) والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه وما لا فلا'' (٣/ ٥٥، كتاب النكاح ، باب الولی، ط: سعيد)۔

بدائع الصنائع میں ہے:''الحرة البالغة العاقلة إذا زوجت نفسها من رجل أو وكلت رجلاً بالتزويج فتزوجها أو زوجها فضولي فأجازت جاز في قول أبي حنيفة وزفر وأبي يوسف الأول سواء زوجت نفسها من كفء أو غير كفء بمهر وافر أو قاصر غير أنها إذا زوجت نفسها من غير كفء فللأولياء حق الاعتراض'' (٢/٢٤٧،كتاب النكاح، فصل ولایۃ الندب والاستحباب فی النكاح، ط: سعيد ، فتاوى عالمگيرى، ١/٢٩٢، كتاب النكاح، الباب الخامس فی الاكفاء فی النكاح، ط: رشيديہ)۔

فتاوی شامی میں ہے:''ونظم العلامة الحموي ما تعتبر فيه الكفاءة فقال:إن الكفاءة في النكاح تكون في ... ست لها بيت بديع قد ضبط نسب وإسلام كذلك حرفة ... حرية وديانة مال فقط'' (٣/ ٨٦، كتاب النكاح، باب الكفاءة، ط: سعيد)۔

فتح القدیرمیں ہے:''لأن انتظام المصالح بين المتكافئين عادة، لأن الشريفة تأبى أن تكون

مستفرشةً للخسيس، فلا بد من اعتبارها، بخلاف جانبها؛ لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دناءة الفراش''(٣/ ٢٩٣، فتاوى عالمگيرى ١/ ٢٩٢، كتاب النكاح، الباب الخامس فى الاكفاء فى النكاح، ط: رشيديہ)۔

فتاوی شامیہ میں ہے :

''يستحب للمرآة تفويض أمرها إلى وليها لكى لاتنسب إلى الوقاحة بحر، وللخروج من خلاف الشافعى فى البكر، وهذه فى الحقيقة، ولاية وكالة'' (الدرالمختار باب الولى٣-٥٥)۔

ان تمام عبارتونکا خلاصہ یہی ہے کہ جب عام نکاح بھی غیر کفو میں ہوا ہواور اس میں ولی ہتک محسوس کرے تو اسے اعتراض کا حق حاصل ہے--جب عدم کفو میں ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے تو نکاح مسیار میں بھی اولیا کو اعتراض کا حق حاصل ہونا چاہیے۔

ب: نکاح مسیارسے متعلق ممتاز علما ءعرب کی آراء:

نکاح مسیار سے متعلق عالم عرب کے علما ء سے دو طرح کے اقوال منقول ہیں۔ ایک طبقہ نکاح مسیار کے مشروط جواز کا قائل ہے تو دوسرا طبقہ اس کے عدم جواز کا قائل ہے ایک تیسرا طبقہ بھی ہے جو ابتداء جواز کا قائل تھا ؛لیکن جب اس نکاح کے جواز کا غلط استعمال ہونے لگا تو ان حضرات نے اپنے پچھلے قول سے رجوع کرلیا اور توقف کی راہ اختیار کی انھیں میں سے ---- ممتاز سعودی عالم اور مفتی ابن عثیمین اس بات کے قائل تھے کہ اگر نکاح کی تمام شرطین موجود ہوں تو نام کچھ بھی رکھا جائے بہر حال شرعی طور پر یہ نکاح منعقد ہوجائے گا ۔ملاحظہ فرمائے شیخ محمدصالح بن عثیمین کے فتاوی جو انٹر نیٹ پر موجود ہیں http://www.saaid.net/doat/ehsan/9.htm

علامہ یوسف قرضاوی بھی قائلیں جواز میں شامل ہیں ،ان کا کہنا ہے کہ نکاح مسیار کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ قدیم زمانے سے لوگ اسے جانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں، ان کے خیال میں نکاح مسیار کا مطلب صرف اتنا ہے کہ عورت رخصت ہوکر شوہر کے گھر نہیں آتی بلکہ مرد چل کر عورت کے گھر جاتا ہے۔ ''يقول الدكتور يوسف القرضاوي: إن زواج المسيار - كما يسمى - ليس شيئاً جديداً، إنما هو أمر عرفه الناس من قديم، وهو الزواج الذي يذهب فيه الرجل إلى بيت المرأة، ولا تنتقل المرأة إلى بيت الرجل''۔

البتہ مشہور محدث اور ناقد حدیث علامہ ناصر الدین البانی نے نکاح مسیار کی حرمت کا فتوی دیا ہے :

''ثم التقيت بشيخنا الألباني رحمه الله في١٧محرم /١٤١٨هـ في بيته وطرحتُ عليه بعض المسائل من هذا الكتاب، ومنها هذه المسألة، فأفتى بحرمة هذا الزواج (٣ لسببين:

الأول: أن المقصود من النكاح هو "السكن" كما قال تعالى {ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة} [الروم/٢١]. وهذا الزواج لا يتحقق فيه هذا الأمر.

والثاني: أنه قد يقدَّر للزوج أولاد من هذه المرأة، وبسبب البعد عنها وقلة مجيئه إليها سينعكس ذلك سلباً على أولاده في تربيتهم وخلقهم. أ.هـ" ((http://www.saaid.net/doat/ehsan/9.htm#(4)

عبد اللہ بن باز کا موقف :جن علماءنے نکاح مسیار کے جواز کا فتوی دیا ہے، ان میں ایک ممتاز نام شیخ عبد اللہ بن باز کا ہے :

''سئل الشيخ ابن باز رحمه الله:عن زواج المسيار، وهذا الزواج هو أن يتزوج الرجل ثانية أو ثالثة أو رابعة، وهذه الزوجة يكون عندها ظروف تجبرها على البقاء عند والديها أو أحدهما في بيتها، فيذهب إليها زوجها في أوقات مختلفة تخضع لظروف كل منهما، فما حكم الشريعة في مثل هذا الزواج؟ .فأجاب - رحمه الله -:''لا حرج في ذلك إذا استوفى العقد الشروط المعتبرة شرعاً، وهي وجود الولي ورضا الزوجين، وحضور شاهدين عدلين على إجراء العقد، وسلامة الزوجين من الموانع؛ لعموم قول النبي صلى الله عليه وسلم:(أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج) ؛ وقوله صلى الله عليه وسلم: (المسلمون على شروطهم) ، فإذا اتفق الزوجان على أن المرأة تبقى عند أهلها، أو على أن القسم يكون لها نهاراً لا ليلاً، أو في أيام معينة، أو ليالي معينة:فلا بأس بذلك، بشرط إعلان النكاح، وعدم إخفائه'' (فتاوى علماء البلد الحرام (ص ٣٥٠، ٣٥١))۔

لیکن جب لوگ اس معاملہ میں حد اعتدال سے آگے بڑھ گئے تو شیخ علامہ ابن باز نے بھی اپنے پچھلے قول سے رجوع کرلیا :

''لكن لما أسيء استعماله من قبَل كثيرين توقف بعض أولئك العلماء الذين كانوا يفتون بجوازه، توقفوا عن القول بالجواز، ومن أبرز هؤلاء الشيخان عبد العزيز بن باز والعثيمين رحمهما الله.سئل الشيخ عبد العزيز بن باز - رحمه الله -:

ما الفرق بين زواج المسيار والزواج الشرعي، وما الشروط الواجب توافرها لزواج المسيار؟ فأجاب:

''الواجب على كل مسلم أن يتزوج الزواج الشرعي، وأن يحذر ما يخالف ذلك، سواء سمي " زواج مسيار"، أو غير ذلك، ومن شرط الزواج الشرعي الإعلان، فإذا كتمه الزوجان: لم يصح؛ لأنه والحال ما ذكر أشبه بالزنى" انتهى'' (فتاوى الشيخ ابن باز (٢٠ / ٣٣١، ٣٣٢))۔

''سمعت سماحة الشيخ ابن باز ـ رحمه الله ـ في شرح بلوغ المرام في باب النكاح وسئل عن زواج المسيار فقال: كلاما مفاده:أنه لا زال يبحث في الموضوع ولم يجزم برأي ويحتاج إلى تأمل فالأمر ليس بالسهل.

سئل الشيخ ابن باز رحمه الله عن الفرق بين الزواج المسيار والزواج الشرعي والشروط الواجب توافرها لزواج المسيار في مجلة الدعوة عدد١٦٩٣ في ١٢/ ٢ / ١٤٢٠هـ

فأجاب رحمه الله: الواجب على كل مسلم أن يتزوج الزواج الشرعي وأن يحذر ما يخالف ذلك سواء سمي زواج مسيار أو غير ذلك. ومن شرط الزواج الشرعي الإعلان فإذا كتمه

الزوجان لم يصح، لأنه والحال ما ذكر أشبه بالزنا، والله ولي التوفيق. ا. هـ وقد نشر في مجموع فتاوى ومقالات الجزء ٢٠ ص٣٣١

وقد سئل الشيخ عدة أسئلة غير مرة عن حكم المسيار في دروس كتاب النكاح من بلوغ المرام فتوقف في ذلك.

وقد سئل الشيخ عمر العيد عن إختيار الشيخ في ذلك آخر حياته فقال الشيخ: أن من مفاسده في وقتنا هذا - وهذا ما يعلمه أهل الحسبة - أن المرأة كلما دخل عليه مشبوه ولاحظ الجيران ذلك أجابت بأنه مسيار!

عدم جواز کے قائلین کے دلائل:

جو اہل علم نکاح مسیار کے جواز کے قائل ہینانکی دلیل یہ ہے کہ نکاح مسیار بہت ساری معاشرتی وسماجی دشواریوں کا حل ہے ،اس لیے کہ ہر شخص ایک سےزائد شادی کرنے کی صورت میں اپنی تمام بیویوں کےدرمیان عدل نہیں کرسکتا ،کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنی بیویوں کو مکمل طورپر نان ونفقہ فراہم نہ کرسکے ۔دوسری طرف بعض خواتین ایسی ہوتی ہیں جو مال ودولت اور بنگلہ وکوٹھی کا مالک ہوتی ہے، لیکن اسی کسی رفیق سفر کی جستجوہوتی ہے جس کے ساتھ کچھ اوقات گذار کر اپنی عفت وعصمت کی حفاظت بھی کرسکے اور جائز طریقے سے اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل بھی کرسکے۔۔ اور ممکن ہے کہ بتدریج ان کے درمیان مکمل ہم آہنگی قائم ہوجائے اور وہ دونوں بیویوں کو خوش رکھ سکے۔۔ ان فوائد کے ساتھاس نکاح میں متعدد مفاسد بھی ہیں ۔مثلا اگر شوہر کا اسی حال میں انتقال ہوجائے تو منکوحہ مسیار کے لیے ترکہ میں سے میراث ملنے کا معاملہ کا فی پیچیدہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگرنکاح مسیار سے اولاد بھی ہے تو والد کی طرف اس کی نسبت اوروالد کی جائیداد میں سے اسے میراث ملنا بھی کا فی مسکل ہوتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو اس نکاح کے بارےمیں معلومات نہیں ہیں وہ اس رشتہ کو حرام رشتہ سے تعبیر کریں گے اوربیوی کو رکھیل اور اولاد کو ولد ----وغیرہ کہنے میں نہیں ہچکچائیں گے۔

جواز کے قائلین کےدلائل :

جو حضرات نکاح مسیار کے جواز کے قائل ہیں انکے پیش کردہ دلائل میں غوروفکرکرنے پر مندرجہ ذیل امور کی عکاسی ہوتی ہے ۔

اول یہ کہ نکاح مسیار میں بھی نکاح کی تمام شرطین اور نکاح کے تمام ارکان موجود ہیں ،،مثلا اس میں ایجاب وقبول بھی ہوتا ہے ،طرفین کی رضامندی بھی ہوتی ہےولی کی موجودگی بھی ہوتی ہے مہر بھی ہے اور گواہ بھی ہیں ۔

دوم یہ کہ اس نکاح میں بیوی اپنے بعض لازمی حقوق کو معاف کرتی ہے ،،،اور بیوی کا اپنے شوہر کو بعض حقوق سے سبکدوش کرنا اور اسے معاف کردینا احادیث سے

ثابت ہے چنانچہ حضرت سیدہ ام المومنیں سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہانے رسول اللہ کے ساتھ شب باشی کا حق ساقط کرکے یہ حق حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ کو دے دیا تھا۔

''ثبت في السنة أن أم المؤمنين سودة – رضي الله عنها- وهبت يومها من رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها، قالت: يا رسول الله ! قد جعلت يومي منك لعائشة، فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم لعائشة يومين: يومها، ويوم سودة (متفق عليه)،

وعَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها، قَالَتْ:''نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ {وَالصُّلْحُ خَيْرٌ} [النساء ١٢٨] فِي رَجُلٍ كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَأَةٌ قَدْ طَالَتْ صُحْبَتُهَا، وَوَلَدَتْ مِنْهُ أَوْلَادًا، فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَبْدِلَ بِهَا، فَرَاضَتْهُ عَلَى أَنْ تَقَرَّ عِنْدَهُ وَلَا يَقْسِمَ لَهَا (اخرجه الحاكم وقال: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، ووافقه الذهبي)۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حدیث وارد ہے کہ:''سودہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو ہبہ کر دی تھی ''۔

اگر شرعی طور پر یہ جائز نہ ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی اس کو تسلیم نہ کرتے، اور ہر وہ شرط جو عقد نکاح کی جوہری غرض اور اصلی مقصد میں اثرانداز نہ ہوتی ہو تو وہ شرط صحیح ہے، نہ تو وہ عقد نکاح میں مخل ہوتی ہے اور نہ ہی اسے باطل کرتی ہے۔

٣ - سوم یہ کہ اس طرح کے نکاح میں متعدد مصالح ہیں ۔اس سے فطرت انسانی کو سیرابی حاصل ہوتی ہے ۔کبھی اللہ تعالی اس نکاح سے اولاد صالح عطا فر مادیتے ہیں--- اسی طرح اس نکاح سے بہت سی بیوی خواتین کے لیے پاکیزگی اور عفت کی زندگی گذارنا آسان ہوجاتا ہے ۔اس سے ایسے مردوں کے لیے بھی آسانی ہوجاتی ہے جو شادی کے عمومی مصارف کے متحمل نہیں ہوتے۔

بعض اہل علم نے نکاح مسیار کے سلسلہ میں دیگر دلائل کے ساتھ اس کے جواز یاعدم جواز کےسلسلہ میں قلب صافی یا قلب مطمئنہ کو معیار بنایا ۔کہ اپنے دل سے سوال کیا جائے کہ کیا ہم نکاح صحیح کررہےہیں یا بس عیاشی ہونے والی ہے ۔

''(أفتوا قلوبكم) إذا كان زواج المسيار صحيح فيعرف المؤمن أنه صحيح من قلبه وإذا كان خطأ فيعرفه المؤمن، ا۔عن وابصة بن معبد الأسدي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لوابصةجئت تسأل عن البر والإثم؟ قال:قلت:نعم ,قال فجمع أصابعه فضرب بها صدره وقال عليه الصلاة والسلام استفت نفسك استفت قلبك يا وابصة,استفت قلبك يا وابصة,استفت قلبك يا وابصة، البر ما اطمأنت إليه النفس واطمأن إليه القلب,والإثم ما حاك في النفس وتردد في الصدر وإن أفتاك الناس وأفتوك''۔٠٥ - ١١ - ٠٩, ١٠:٣٣ م] (http://saaid.net/Warathah/Alkharashy/m/74.htm(1177-

نکاح مسیار کے سلسلہ میں مشہور سعودی عالم وفقیہ عبد اللہ بن عبد الرحمن الجبرین کا فتوی جواز کا ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں اس نکاح کا اعلان کرنا بھی ضروری ہے، منکوحہ کے طور پر بیوی کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا بھی والد پر ویسے ہی حقوق ہوں گے جیسےعام نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کا ہوتا ہے ۔۔اگر اس نکاح کا اعلان بالکلیہ نہیں ہوا، خفیہ طور پر کیا گیا اس کا کوئی بینہ بھی نہ ہو تو یہ نکاح جائز نہیں ہے ۔۔جیساکہ کہ حضرت سیدنا عمر نے ایک ایسے نکاح جس میں گواہ نہیں تھےیہ فرمایا کہ یہ تو خفیہ نکاح ہے میں اس کو جائز قرار نہیں دے سکتا اور اگرمجھے اس کا پہلے سے علم ہوتا تو میں رجم کروادیتا ۔

''وهو جائز إذا رضيت الزوجة بذلك، ولكن لابد من إعلان النكاح مع الاعتراف بها كزوجة لها حقوق الزوجات، ولأولاده منها حقوق الأبوة عليه، فأما إن كان مكتومًا بلا بينة ولا إعلان فلا يجوز، وقد قال عمر في نكاح لم يشهد عليه: (هذا نكاح السر ولا أجيزه، ولو كنت تقدمت فيه لرجمت)، وهذا تغليظ شديد فيه يدل على وجوب الإعلان والإشهاد" (موسوعۃالاسرۃالمسلمۃ)۔

شیخ صالح منجد شدت سے اس نکاح کے واز کے قائل ہیں :اور عدم اعلان کو بھی جواز نکاح میں مخل نہیں سمجھتے ۔

''فزواج المسيار جائز وسبق حكمه في الفت ويشترط فيه شروط النكاح من الولي وغيره من الشروط، فإذا اختل فيه شرط كعدم الولي لم يصح. وولا يؤثر عدم الإعلان عن الزواج في صحته، فالزواج صحيح وإن لم يعلن عنه، ولكن يستحب إشهاره.

وأما زواج المسيار فهو مباح أيضا إذا توفرت فيه شروط النكاح الصحيح وأركانه وهو ليس نكاح متعة كما تقول ولا يؤثر فيه تنازل الزوجة عن بعض حقوقها للزوج، فقد تنازلت سودة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم عن ليلتها لعائشة لتبقى في عصمة النبي صلى الله عليه وسلم ولما تعلم من حبه لعائشة، وقد بينا الفرق بين زواج المسيار وزواج المتعة في الفتويين١٣٠٤٣) ، (٣٨٠٦٣، وأما عدم فعل النبي صلى الله عليه وسلم له أو صحابته الكرام، فلا يدل على تحريمه فهم لم يفعلوا كل مباح، وقد بين النبي صلى الله عليه وسلم ضابط النكاح الشرعي الصحيح وشروطه، فمهما توفرت في أي نكاح فهو نكاح صحيح وفق السنة والشريعة المطهرة وإن لم ينقل عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه فعل مثله أو صحابته رضوان اللله عليهم" (صالح منجد)الاسلام سوال وجواب الكتاب : دائرة معارف الأسرة المسلمة -١-١٠٣)۔

نکاح متعہ اور نکاح مسیار میں فرق کی جہات :

اس نکاح کے سلسلہ مینایک اشتباہ یہ ہوتا ہے کہ اسے نکاح متعہ کا متبادل سمجھا جاتا ہے، جیساکہ سپریم کورٹ آف انڈیا میں عرضی گذار نے یہی نکتہ پیش کیا کہ نکاح متعہ شیعہ کے نزدیک اور نکاح مسیار سنیوں کے نزدیک مروج ہے ان دونوں نکاحوں پر

پابندی لگائی جائے ۔۔لہذاان تمام الفاظ کی بھر پور وضاحت بھی ضروری ہے،تاکہ انکے مابین فرق واضح ہوجائے ۔

١۔نکاح مسیار میں نکاح کی تمام شرطینپائی جاتی ہیں اور شرعی طور پر نکاح انجام پذیر ہوتا ہے ،صرف بیوی اس نکاح میں اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوجاتی ہے: ''زواج المسيار: هو: أن يعقد الرجل زواجه على امرأة عقدًا شرعيًا مستوفي الأركان. لكن المرأة تتنازل عن السكن والنفقة''۔

٢۔نکاح متعہ میں ایک شخص ایک عورت کے ساتھ ایک مقررہ مال کے بدلے ایک متعینہ مدت تک کے لیے نکاح کرتا ہے ،اس مدت کے خاتمہ کےساتھ نکاح بھی ختم ہوجاتا ہے ،،اس میں نفقہ اور سکنی کا وجوب بھی نہیں ہوتا ہے ،اور آپس میں میراث بھی جاری نہیں ہوتا اگر دونوں میں سے کسی ایک کا نکاح کی مدت سےقبل انتقال ہوجائے۔

٣۔ نکاح مسیارکا رجسٹریشن لازمی طور پرحکومت کے آفس میں کرانے کا اہتمام کیا جاتا ہے،جبکہ عام نکاح میں ایسا نہیں ہوتا ۔عام نکاح میں فریقین کو تمام شرعی واخلاقی حقوق حاصل ہوتے ہیں، لیکن نکاح مسیار میں عورت اپنے حقوق ساقط کردیتی ہے ۔ نکاح متعہ میں طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی ہے ،وقت ختم نکاح ختم جب کہ نکاح مسیار جب بھی ختم ہوگی طلاق سے ہی ختم ہوگی ۔نکاح متعہ پر نکاح شرعی کےآثار میں سے کوئی بھی اثر مرتب نہیں ہوتا نہ نفقہ واجب ہوتا ہے نہ سکنی ،نہ طلاق نہ عدت ،نہ توارث ،جب کہ نکاح مسیار میں نفقہ اور سکنی کے علاوہ سارے آثار مرتب ہوتے ہیں۔

٤۔ نکاح متعہ اور مسیار میں ایک واضح فرق مدت کا ہے نکاح متعہ میں مدت معین ہوتی ہے جبکہ مسیار میں مدت کی قید نہیں ہوتی۔

٥۔ نکاح مسیار طلاق یا فسخ کے ذریعے ختم ہوتا ہے، جبکہ نکاح متعہ مدت پوری ہونے کے بعدختم ہوجاتا ہے ۔

٦۔ نکاح مسیار ختم ہونے کے بعد حلالہ کے بغیر رجوع کی گنجائش نہیں رہتی جبکہ نکاح متعہ کی مدت کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ البتہ دونوں ہی نکاحوں کو دائمی نکاح میں بدلا جا سکتا ہے۔ نکاح متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد جائز ہے اور والدین کی طرف سے حقوق پورے کیے جانے کی حقدار اور والد کی جائیداد میں بھی برابر کی حصہ دار کہلائی جائے گی ۔

٧۔ نکاح مسیار میں حقوق کی ادائیگی مرد کی ذمہ داری نہیں۔ عورت اپنے گھر پہ ہی رہے ،مرد کا دل کرے تو خرچہ دے ،نہ کرے تو نہ دے۔ نکاح مسیار چونکہ سیر و تفریح سے نکلا ہے تو اس میں ایسی کوئی شرط لاگو نہیں ہوتی،نہ ہی عورت رضامندی کے بعد تقاضا کرسکتی ہے۔

نکاح مسیار کے عدم جواز کے قائلین:

نکا ح مسیار کے عدم جواز کے قائل میں سب سے بڑا نام علامہ ناصر االدین البانی

کا ہے ۔جب ان سے اس سلسلے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے اس کی حرمت کا فتوی دیا ان کے پیش نظر دو اسباب تھے۔ نکاح کا جو اصل منشاہے، یعنی سکون وطمانییت حاصل کرنا اور پیار ومحبت کا ماحول قائم ہونا وہ اس نکاح میں مفقود ہوتا ہے۔آل واولاد کا ضیاع۔۔

''وقد سئل الشيخ الألباني رحمه الله عنه فأفتى بحرمته، وذلك لسببين:

أ. تخلف القصد الأعظم من النكاح وهو السكن والمودة.

ب. ضياع الأولاد في حال تدير الله لذلك.القال:إن فيه مضارا كثيرة على رأسها تأثيره السلبي على تربية الأولاد وأخلاقهم''۔

عالم عرب کے ایک بڑے عالم شیخ اسامہ سلیمان نے نکاح مسیار کو حرام اور باطل قراردیا ہے ۔۔لیکن اگرشوہر نکاح میں بیوی کو طلاق دینے کی نیت نہیں رکھتا تو اس کی بعض حضرات نے اجازت دی ہے۔

''زواج المسيار هو: أن ينزل إلى بلد فيتزوج فيها مدة الإقامة، وإذا ما رحل طلق، وهو نوع من أنواع المتعة، وحكمه أنه حرام وباطل، لكن هناك مسيار قد أباحه بعض العلماء، مثل:أن يتزوج بامرأة في هذه البلدة، ويأتيها كلما نزل هذه البلدة، والمرأة موافقة على أن يأتيها كلما نزل، ولا يطلقها، فهذا زواج قد أباحه بعض العلماء، والله تعالى أعلم.الكتاب: دروس الشيخ أسامة سليمان

المؤلف:أسامة علي محمد سليمان مصدر الكتاب:دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية http://www.islamweb.net

ان کے علاوہ مشہور داعی اورحکومت سعودی عرب وزارت تعلیم کے مشیر شیخ عبد العزیز مسند نے بھی نکاح مسیار کے عدم جواز کی رائے اختیار کی ہے،اور نکاح مسیار کی قباحتوں پر شدت کے ساتھ متنبہ کیا ہے،انھوں نے واضح طور پر کہاکہ یہ عورت کو ذلیل کرنا اور عورت کو مذاق بنانا اور عورت کو کھلونا بنانے کے مترادف ہے، دوسری طرف نکاح مسیار کوئی جرات مند انسان نہیں کرتاہے ،بلکہ یہ بزدل لوگوں کا شیوہ ہے۔اور فاسق وفاجر افراد کے لیے جنسی لذتوں کےحصول کا ہتھیار ہے ۔

''ومن الذين قالوا بعدم إباحته أيضاً:الشيخ عبد العزيز المسند، المستشار بوزارة التعليم العالي بالمملكة العربية السعودية والداعية المعروف بالمملكة. وحمل عليه بشدة وأوضح أنه ضحكة ولعبة ومهانة للمرأة، ولا يقبل عليه إلا الرجال الجبناء، فيقول: ''زواج المسيار ضحكة ولعبة .. فزواج المسيار لا حقيقة له، وزواج المسيار هو إهانة للمرأة، ولعب بها .. ، فلو أبيح أو وجد زواج المسيار لكان للفاسق أن يلعب على اثنتين وثلاث وأربع وخمس .. وهو وسيلة من وسائل الفساد للفساق ... وأستطيع أن أقول: إن الرجال الجبناء هم الذين يتنطعون الآن بزواج المسيار''۔

کلیۃ الشریعۃ کویت کے سابق پرنسپل دکتور عجیل جاسم نشمی نکاح مسیار کو باطل قرار دیتے ہیں ،،،،ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر یہ نکاح باطل نہ ہو تو نکاح فاسد ہونے میں تو کوئی بھی تامل کی بات نہیں ہے ۔اس پر انھوں نے چھ دلائل پیش کیے ہیں ،ان کا

خلاصہ یہ ہے کہ اس عقد کو نکاح کہنا درحقیقت نکاح کی توہین ہے ۔اسی لیے قدیم فقہاء نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ۔اس میں صحت کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے ۔اس نکاح میں اس بات کا امکان ہے، یہ فسادکاذریعہ بن جائے اور عیش پسند لوگ اسے اپنا شعار بنالیں۔نوبت یہ آجائے کہ کہ اگرکوئی مرد کسی عورت کو دروازہ کھٹکھٹائے اور لوگ اس پر اعتراض کریں تو وہ عورت کہنے لگے کہ یہ میرا مسیاری شوہر ہے ۔یہ عقد شریعت اسلامیہ کے مقاصد کے برعکس ہے ۔شریعت کے مقاصد میں حفظ نسل اور خاندان کی تعمیر کو خاص اہمیت حاصل ہے ۔عام طور پر نکاح مسیار خاموشی کے ساتھ انجام پذیر ہوتا ہے ۔اتنی بات ہی اس کی برائی اور ممانعت کے لیے کافی ہے ۔اگربیوی نے کچھ بھی مطالبہ کیا تو اسے طلاق کا ہر وقت اندیشہ لگا رہتا ہے۔ اس نکاح میں دوسری بیوی کے ساتھ ساتھ پہلی بیوی کی بھی حق تلفی ہوتی ہے، اس لیے کہ وہ اس کے علم کے بغیر وہ دوسری عورت کے پاس جا رہا ہے ۔ اخیر میں دکور عجیل جاسم نشمی نے کہا کہ یہ نکاح صحت اور شکل کے لحاظ سے نکاح متعہ اور نکاح حلالہ کے قریب تر اور اس کے مشابہ ہے ۔۔جس پر لعنت آئی ہے۔

‘‘ومن الذين قالوا بعدم إباحة هذا الزواج أيضاً:الدكتور عجيل جاسم النشمي، عميد كلية الشريعة بالكويت سابقاً فهو يرى أن زواج المسيار عقد باطل، وإن لم يكن باطلاً فهو عقد فاسد. واستدل على ذلك بستة أدلة:

١) أن هذا الزواج فيه استهانة بعقد الزواج، وإن الفقهاء القدامى لم يتطرقوا إلى هذا النوع، وأنه لا يوجد فيه أدنى ملمس من الصحة.

٢) أن هذا العقد قد يتخذ ذريعة إلى الفساد، بمعنى أنه ممكن أن يتخذه أصحاب المآرب شعارا لهم، فتقول المرأة أن هذا الرجل الذي يطرق الباب هو زوجي مسيار وهو ليس كذلك. وسد هذا الباب يعتبر من أصول الدين.

٣) أن عقد زواج المسيار يخالف مقاصد الشريعة الإسلامية التي تتمثل في تكوين أسرة مستقرة.

٤) أن عقد زواج المسيار يتم بالسر في الغالب، وهذا يحمل من المساوئ ما يكفي لمنعه.

٥) أن المرأة في هذا الزواج عرضة للطلاق إذا طالبت بالنفقة وقد تنازلت عنها من قبل.

٦) أن هذا الزواج يترتب عليه الإثم بالنسبة للزوج لوقوع الضرر على الزوجة الأولى، لأنه سيذهب إلى الزوجة الثانية دون علمها وسيقضي وقتاً ويعاشر هذه الزوجة على حساب وقت وحق الزوجة الأولى في المعاشرة.

وأخيراً قال الدكتور: إن هذا الزواج يشبه زواج المحلل وزواج المتعة من حيث الصحة شكلاً، والحرمة شرعاً’’.

عدم جواز کے قائلین میں ایک نام دکتورمحمد زحیلی کا بھی ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ دو اسباب کی وجہ سے میں نے اس کے عدم جواز اور حرمت کا قول اختیار کیا ہے پہلا سبب تو یہ ہے کہ اس عقد میں ایسی شرطیں لگائی گئی ہیں جو

تقاضائے عقد کے خلاف ہیں ۔اور مقاصد شریعت کے بھی خلاف ہیں۔نہ سکن ہے نہ محبت ومودت ہے ،نہ پہلی بیوی کے حقوق کی رعایت ہے ،نہ خاندان کا خیال ہے ،نہ اولاد کی تربیت ہوتی ہے ،نہ بیویوں کے درمیان عدل کا خیال ہوتا ہے ۔۔۔۔۔دوسرا سبب یہ ہے کہ کہ اگر نکاح مسیار کو درست قرار دے دیا جائے تو بہت سے دینی ودنیاوی مفاسد پیش آئیں گے ،پڑوسی اس کے بارے میں بدظنی میں مبتلا ہوں گے، نیز یہ کہ اس نکاح میں عورت کی مجبوری کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اس لیے کہ اگر اس کے اچھے حالات ہوتے تو اس کا نکاح بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا سائڈ لائن اختیار کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

''فيقول:أرى منع هذا الزواج وتحريمه لأمرين:أولهما أنه يقترن ببعض الشروط التي تخالف مقتضى العقد وتنافي مقاصد الشريعة الإسلامية في الزواج، من السكن والمودة ورعاية الزوجة أولاً، والأسرة ثانياً، والإنجاب وتربية الأولاد، ووجوب العدل بين الزوجات، كما يتضمن عقد الزواج تنازل المرأة عن حق الوطء، والإنفاق وغير ذلك .. وثانيهما أنه يترتب على هذا الزواج كثير من المفاسد والنتائج المنافية لحكمة الزواج في المودة والسكن والعفاف والطهر، مع ضياع الأولاد والسرية في الحياة الزوجية والعائلية وعدم إعلان ذلك، وقد يراهم أحد الجيران أو الأقارب فيظن بهما الظنون .. ويضاف إلى ذلك أن زواج المسيار هو استغلال لظروف المرأة، فلو تحقق لها الزواج العادي لما قبلت بالأول، وفيه شيء من المهانة للمرأة''۔

عدم جواز کے قائلیں میں ایک نام دکتور محمد غفار پرنسپل کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیہ کویت کا بھی ان کے دلائل بھی پچھلے دلائل سےقریب تر ہیں :

عدم جواز کے قائلین میں الدکتور إبراہیم فاضل الدبو استاذکلیۃ الشریع والقانون ،سلطنۃ عمان بھی شامل ہیں، ان کے دلائل بھی مذکورہ دلائل سےملتے جلتے ہیں اسی طرح عدم جواز کے قائلین میں الدکتور جبر الفضیلات، اورالدکتور علي محی الدین القرداغي ،جنرل سکریٹری الاتحاد العالمی لعلما ء المسلمین ،دکتور عبد الله الجبوري ،دکتور عمر سلیمان الأشقر، الدکتور محمد الراوي- رکن مجمع البحوث الاسلامي جامع ازہر مصر بھی شامل ہیں۔ اس سلسلہ میں دکتور محمد راوی کا کہنا ہے : ''المسیار هذا .. ليس من الزواج في شيء!!! لأن الزواج: السكن، والمودة، والرحمة، تقوم به الأسرة، ويحفظ به العرض، وتصان به الحقوق والواجبات''۔

نکاح باراده طلاق کی فقہی حیثیت:

نکاح مسیار میں مدت نکاح کی تحدید نہیں ہوتی، کہ متعہ کے مماثل قرار پائے، نسب کا الحاق بھی شوہر سے ہوتا ہے۔ ہاں سال دو سال بعد واپسی کے وقت طلاق دینے کی نیت ہوتی ہے، تو ایسی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

''فی العنایۃ علی هامش فتح القدیر (٢٥٠/٣): واستشكل هذه المسئلة بما إذا شرط وقت العقد أن يطلقها بعد شهر، فإن النكاح صحيح والشرط باطل، ولا فرق بينها وبين مافيه، وأجيب بأن الفرق بينهما ظاهر؛ لأن الطلاق قاطع للنكاح فاشتراط بعد شهر لينقطع به دليل على وجود

العقد مؤبدا، ولهذا لومضى الشهر لم يبطل النكاح فكان النكاح صحيحا۔ ۔ ۔ والشرط باطلا، وأما صورة النزاع فالشرط إنما هو فى النكاح لافى قاطعہ۔وفى الشامية (٥١/٣):(قولہ:وليس منہ الخ) لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط، بحر۔

''فتح القدير '' میں ہے :''أما لوتزوج وفي نيته أن يطلقها بعد مدة نواها صح'' ((١٥٢\٣) هكذا في الدر المختار ٣،٥١)۔

عورت نے جو نفقہ وسکنی کے حقوق معاف کئے ہیں وہ معاف نہیں ہونگے، بلکہ بدستور شوہر کے ذمے باقی رہیں گے۔

اصولا تو یہ نکاح جائز ہے، لیکن چونکہ اس رشتے میں دوام نہیں ہے اور ابغض المباحات ''طلاق'' دینے کی نیت بھی ہے۔ اس لیے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے اور عمرانی حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی اور ایسے نکاح سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

ج: نکاح مسیارسے متعلق اگر مسلم حکومتوں کا نظام و قانون:

اس سلسلہ میں واضح طور پر کسی قانون کے بارے میں واقفیت تو نہ ہو سکی البتہ اس سلسلہ میں مراکش کے ایک ماہر قانون نے اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مراکشی قانون میں خفیہ شادی چاہے کسی عنوان سے ہو اس کو قانونی جواز حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اسے غیرقانونی رشتہ ہی کہا جاتا ہے اور زنا کے زمرہ میں رکھا جاتا ہے ۔ذیل میں مراکشی ماہرقانون کی پوری عبارت درج کیا جاتا ہے ۔

''أخذ موضوع الزواج السري بالمغرب بعد اسياسيا في ظل وجود من يكفر بثقافة التوثيق القانوني للزواج ولا يعترف بالتصريح القانوني الملزم للطرفين، رغم وجود نص صريح من مدونة الأسرة) (المادة ١٦) يعتبر وثيقة الزواج القانونية أمرا ضروريا لإثبات رابطة الزوجية، فهل في الترسانة القانونية ما يمنع الزواج العرفي في المغرب؟

الزواج ميثاق تراض وترابط شرعي بين رجل وامرأة على وجه الدوام، غايته الإحصان والعفاف وإنشاء أسرة مستقلة، برعاية الزوجين ...كما تنص على ذلك مقتضيات المادة ٣ من مدونة الأسرة، لكن الزواج العرفي زواج مؤقت بطبيعته، الغاية منه أساسا المتعة الجنسية دون ترتيب أي التزامات قانونية على الزوج خاصة، ففي حالة إمساك الزوج عن الإنفاق مثلا فلا تستطيع الزوجة مقاضاة الزوج ومطالبته بالإنفاق عليها، كذلك في حالة حصول حمل، فإن لم يقر به الزوج يصعب على الزوجة إثبات العلاقة الزوجية لتسجيل الإبن بسجلات الحالة المدنية. لذلك فالمشرع المغربي لا يعترف إلا بالزواج القائم على الإيجاب والقبول والمستوفي لكل الشروط القانونية من أهلية وإشهاد وصداق وتوثيق وإشهار...فكل زواج لا يحترم هذه الشروط فهو باطل قانونا.

رغم أنّ قانون الأحوال الشخصية في المغرب لا يعترف بالزواج السريّ أو العرفي، ويدرجه في خانة الزنى والفساد، إلا أن هناك حالات كثيرة لهذا النوع من الزواج داخل الجامعات

ووسط السلفيين، حتى إن الأمر تمت إثارته في البرلمان وتفجيره في وجه وزير العدل والحريات، فما الخيط الفاصل بين الشرع والقانون في قضية الزواج العرفي في المغرب؟

لكن من الناحية القانونية فهو غير معترف به؛ لأنه لا يتم توثيقه أمام الجهة المختصة ليرتب كل الآثار القانونية. فوثيقة الزواج هي الوسيلة الوحيدة المقبولة لإثبات الزواج في المغرب (عبر الانٹرنیٹ)۔

زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت کیا ہوگی؟ ان کے نفقہ کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ اس کے مثبت ونفی پہلوؤں اور فوائد و نقصانات کی بھی نشان دہی کر یں ؟۔

علماء کے ایک بڑے طبقہ کے نزدیک نکاح مسیارکے نتیجہ میں پیدا ہونے والابچہ ثابت النسب ہوگا ،اس کی نسبت مسیاری باپ کی طرف ہوگی ۔اور اس کے نان ونفقہ کی مکمل ذمہ داری بھی باپ پر ہوگی ،،انتقال کی صورت مینبچہ اپنے باپ کا وارث بھی ہوگا:

''واعتبر احمد المنيع (عضو هيئة كبار العلماء أن أحكام الزواج في زواج المسيار ثابتة"، فإن مات ورثته ولها الحق في مهرها وعليها عدة الوفاة، وأولادهما من هذا الزواج شرعيون''۔

شرعی طور پر تمام حقوق کے مستحق ہونے کے باوجود خدشہ ہے کہ اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوتِ نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار کرے، لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی تو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے، یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرزپر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے، کیونکہ مقررہ مدت پوری ہوجانے کے بعد شوہر طلاق دےکر چلا جائے گا، چونکہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنی طبعی تقاضا پورا کرنا تھا تو شوہر بچے سے بے فکر ہوکر چلا جاتا ہے، اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہے، انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہیں آتا، پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقہ سے نہیں ہو تی اور وہ مکمل نشو و نما نہیں پاتے، تو اس سے ا س کی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے۔

البتہ اس حوالہ سےچند پہلو قابل غور ہیں ،پہلی بات تو یہ کہ ان تمام کے باوجود نکاح مسیار کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اس طرح کی شادیوں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے ۔اس لیے کہ اس نکاح کے انتہائی مضر سمای اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ اس سلسلے میں الوطن اخبار نے ۲۰۱۸ میں جسٹس منسٹری کے ذرائع کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع کی تھی جس کے مطابق ملک میں مسیار شادیوں کی تعداد میں کافی زیادہ اضافہ رونما ہوا ہے، تاہم رپورٹ کے مطابق یہ شادیاں زیادہ کامیاب نہیں ہوتی ہیں اور ۱۴ سے ٦٠ دنوں کے اندر ہی ختم ہوجاتی ہیں۔

سماجی کارکنوں کے بقول مسیار شادیوں کی تعداد شوہر کی جانب سے مہر میں دی

جانے والی رقم میں اضافے کے علاوہ دیگر مطالبات جیسے کہ الگ مکان، گاڑی اور سونے کے زیورات دلہن اور اس کے اہلِ خانہ کو دیئے جانے کے لیے ہر نوجوان اہل نہیں ہوتا ہے اور اس لیے ایسے نوجوان اپنی جسمانی تسکین کے لیے مسیار کا سہارا لینے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کارکنوں کا ماننا ہے کہ گزشتہ پانچ سال کے عرصے میں سعودی حکومت نے غیر سعودی ملازمین پر جو شرائط نافذ کی ہیں اس کے مطابق زیادہ تر غیر ملکی افراد کو اپنے بیوی بچوں کو واپس اپنے وطن بھیجنے پر مجبور ہونا پڑا ہے اور ایسے افراد بھی اب مسیار کا سہارا لینے لگے ہیں۔

نیز عرب صحافی طارق المعاینہ نے ۲۰۱۹ میں سعودی گزٹ کے لیے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ مسیار آپ کو بغیر کسی ذمہ داری کے فحاشی کی اجازت دیتا ہے اور مستقبل میں پیدا ہونے والے حالات یا یوں کہہ لیجیے کہ اس کے ذریعہ پیدا ہونے والی اولاد کے حقوق کے بارے میں سوچنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔

خود سعودی حکومت بھی اس سماجی برائی کے بڑھتے ہوئے اثر سے آگاہ اور پریشان ہے۔ کنگ سعود یونیورسٹی کی طالبہ مادا بن عبدالریحان القریشی نے یونیورسٹی کے لیے مرتب کی گئی اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں جو وجوہات پیش کی ہیں ان کے مطابق مسیار کے بڑھتے ہوئے رجحان کی اصل وجوہات سماجی ہیں۔ اول تو آج زیادہ تر عورتیں کسی بھی مرد کی دوسری بیوی بننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ دوم ان کی اور ان کے خاندان والوں کی جانب سے مہر کی رقم میں غیرضروری اضافے کی وجہ سے زیادہ تر سعودی نوجوان اتنی خطیر رقم خرچ کرنے کے اہل نہیں ہوتے، نتیجتاً مرد اور عورتیں دونوں کی عمر بغیر شادی کے بڑھتی چلی جاتی ہیں اور آخر میں وہ اپنی جسمانی تسکین کے لیے مسیار کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں (۱۸ اگست ۲۰۲۱ ،اسد مرزا)۔

نکاح مؤقت کی حقیقت : اور ائمہ اربعہ اور صاحبین کا نقطہ نظر؟

بہت سے عرب طلبہ مغربی ملکوں میں جاتے ہیں اور ان کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے طویل عرصہ میں مقیم رہنا پڑتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہے کہ ایک جوان شخص کا تجرد کے ساتھ پاکدامنی کی زندگی گزارنا بہت دشوار ہوتا ہے، ان حالات میں وہ وہاں نکاح کر لیتے ہیں، یہ نکاح ان کے لئے عفت و پا کدائی کا ذریعہ بھی بنتا ہے، اور اس سے خاندانی زندگی کی سہولتیں بھی حاصل ہوتی ہیں ، بہت سے نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں ان کا قیام رہے گا ، وہ اس رشتے کو باقی رکھیں گے اور جب وہاں سے ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو واپس ہوں گے تو طلاق دے کر رشتہ ختم کر دیں گے؛ تا کہ عورت کے لئے دوسرے نکاح میں کوئی دشواری نہ ہوا درمردکوبھی نئی زندگی شروع کرنے میں پر یشانی نہ ہو؛ کیونکہ اگر پہلے سے کوئی عورت نکاح میں ہوتو کوئی دوسری عورت عام طور پر اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتی ، کیا نکاح کی اس صورت پر

نکاح موقت کا اطلاق ہوگا ؟ اگر دل میں یہ بات رکھے ہوئے ہو کہ ایک مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتہ کوختم کردے گا تو کیا یہ نکاح موقت کے دائرہ میں آئےگا؟ اس پس منظر میں دریافت طلب ہے کہ نکاح موقت کی حقیقت کیا ہے اور اس کے حکم کے بارے میں ائمہ اربعہ اور صاحبین کا کیا نقطہ نظر کیا ہے؟

کتبِ فقہ میں یہ بات موجود ہے کہ نکاحِ متعہ اور نکاحِ مؤقت باطل ہے، چنانچہ ''ہدایہ''میں ہےکہ:نکاحِ متعہ باطل ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنے مال کے بدلہ اتنی مدت تک کے لیے فائدہ اٹھا ؤں گا،اور نکاحِ مؤقت بھی باطل ہے اور اس کی صورت یہ ہےکہ آدمی عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں (کچھ مدت، مثلاً) دس دن کے لیے نکاح کرے،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معناً یہ متعہ ہی ہے،اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے، اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ طویل مدت ذکر ہو یا قلیل،کیونکہ مدت کا ذکر کرنا ہی متعہ کی جہت کو متعین کردیتا ہے۔

اور ''ہدایہ'' کی شرح ''عنایہ''میں ہے کہ :مصنف کی عبارت سے ان دونوں (نکاحِ متعہ اور نکاحِ مؤقت) کے مابین فرق کے سلسلے میں دو چیزیں سمجھ میں آتی ہیں: (۱)ایسے لفظ کا وجود جو اشتقاق میں متعہ کے ساتھ شریک ہیں، (۲)نکاحِ مؤقت میں دو گواہوں کا موجود ہونا، ساتھ اس کے کہ اس میں لفظِ تزویج یا نکاح بھی مذکور ہوتا ہے، اور مدت بھی متعین ہوتی ہے۔

اور (نکاحِ مؤقت کے عدمِ جواز کی)دلیل یہ ہے کہ یہ متعہ کے معنی میں ہی آتا ہے اگرچہ نکاح کے لفظ سے ہو؛ اس لیے کہ متعہ در اصل مقاصدِ نکاح کے ارادے کے بغیر عورت سے فائدہ ٹھانے کانام ہے ، اور نکاحِ مؤقت میں بھی یہ معنی پایا جاتا ہے؛ اس لیے کہ مقاصدِ نکاح مدتِ قلیلہ میں حاصل نہیں ہوسکتے،اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا، جیسے کہ کفالت، اصیل کی براءت کی شرط کے ساتھ حوالہ بن جاتا ہے، اور حوالہ، اصیل سے مطالبہ کی شرط لگانے سے کفالت بن جاتا ہے۔

سننِ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ شروعِ اسلام میں متعہ ہوتا تھا کہ آدمی کسی شہر جاتا، وہاں کوئی جان پہچان نہیں ہوتی تو وہ جتنے وقت کے لیے چاہتا وہاں کسی خاتون سے شادی کرلیتا اور خاتون اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور اس کے لیے (کھانے، پینےکی)چیزیں بناتی، یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، ''إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانِهِمْ''(سورہ مومنون: ۶) یعنی اپنی بیوی اور باندی کے علاوہ سے جماع جائز نہیں ہے) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان دو شرم گاہ کے علاوہ سب حرام ہے۔

اس قسم کا نکاح معناً ''نکاحِ موقت '' ہے، علامہ شامی وغیرہ نے نکاحِ موقت اور متعہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ: نکاحِ متعہ اور مؤقت باطل ہے،اور ان کے درمیان شیخ الاسلام

نے یوں فرق بیان فرمایا ہے کہ نکاحِ مؤقت میں لفظِ نکاح یا تزویج استعمال کیا جاتاہے اور متعہ میں اتمتع ،استمتع جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ،یعنی وہ الفاظ جو متعہ کے مادہ (مـت۔ع) پر مشتمل ہو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متعہ میں گواہ اور مدت کی تعیین شرط نہیں ہے،جب کہ مؤقت میں گواہ بھی ہوتے ہیں اور مدت بھی متعین ہوتی ہے۔

متعین وقت اور معلوم مدت کے لیے کیا جانے والا نکاح' نکاحِ مؤقت کہلاتا ہے۔ نکاحِ مؤقت معنیٰ و حکم کے اعتبار سے نکاحِ متعہ کی مثل ہے۔ فقہ حنفی کے مشہور امام علامہ ابنِ عابدین شامی نے نکاحِ مؤقت کے تصور اور اس کی قانونی حیثیت کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

''وَمَعْنَاهُ الْمَشْهُورُ أَنْ يُوجَدَ عَقْدًا عَلَى امْرَأَةٍ لَا يُرَادُ بِهِ مَقَاصِدُ عَقْدِ النِّكَاحِ مِنْ الْقَرَارِ لِلْوَلَدِ وَتَرْبِيَتِهِ، بَلْ إلَى مُدَّةٍ مُعَيَّنَةٍ يَنْتَهِي الْعَقْدُ بِانْتِهَائِهَا أَوْ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ بِمَعْنَى بَقَاءِ الْعَقْدِ مَا دَامَ مَعَهَا إلَى أَنْ يَنْصَرِفَ عَنْهَا فَلَا عَقْدَ، فَيَدْخُلُ فِيهِ مَا بِمَادَّةِ الْمُتْعَةِ وَالنِّكَاحِ الْمُؤَقَّتِ أَيْضًا فَيَكُونُ مِنْ أَفْرَادِ الْمُتْعَةِ، وَإِنْ عَقَدَ بِلَفْظِ التَّزَوُّجِ وَأَحْضَرَ الشُّهُودَ''(ابنِ عابدین، ردالمختار ۵۱،۳، بیروت، دارالفکر)۔

(عرفِ عام میں (نکاحِ مؤقت) کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ایسا عقدِ نکاح کرے جس میں بچے کی پیدائش اور اس کی تعلیم و تربیت وغیرہ جیسے مقاصدِ نکاح کے حصول کا ارادہ نہ کیا گیا ہو، بلکہ مدتِ معینہ مکمل ہونے پر عقد بھی ختم ہو جائے۔ یا ایسا نکاح جس میں مدت تو متعین نہ کی گئی ہو، بلکہ یہ ارادہ کیا گیا ہو کہ عقد اس وقت تک قائم رہے گا جب تک شوہر اور بیوی اکٹھے رہیں گے، جب الگ ہو جائیں تو عقد ختم ہو جائے گا۔ نکاحِ متعہ، نکاحِ مؤقت اور متعین مدت کے لیے ہونے والے نکاح میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح ہونے والا ہر نکاح دراصل نکاحِ متعہ ہی ہے اگرچہ اس میں زوجیت کا لفظ استعمال کیا گیا ہو اور گواہ بھی حاضر ہوں)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا عقدِ نکاح جس میں ہمیشگی اور مقاصدِ نکاح کے حصول کا ارادہ نہ ہو باطل ہے۔ مذکورہ عقد میں بھی فریقین کی نیت و ارادہ ہمیشگی و مقاصدِ نکاح کے حصول کا نہیں ہے، اس لیے یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔ یہ لڑکا اور لڑکی میاں بیوی کے طور پر اکٹھے نہیں رہ سکتے، کیونکہ ان کے درمیان شرعاً عقدِ نکاح قائم ہی نہیں ہوا۔

''البنایۃ شرح الھدایہ ''میں ہے :

م: (فتقرر الإجماع) ش: أي إجماع الصحابة في تحريمها.[النكاح المؤقت]]

م: (والنكاح المؤقت باطل) ش: وهو قول عامة الفقهاء، وفي '' المحيط'': كل نكاح مؤقت متعة، وفي '' ملتقى البحار'': النكاح المؤقت في معنى المتعة عندنا خلافا لزفر م: (مثل أن يتزوج الرجل امرأة بشهادة شاهدين عشرة أيام) ش: هذه صورة النكاح المؤقت.

''الموسوعۃالفقہیۃالکویتیہ '' میں ہے :

١٦ - ''صَرَّحَ الْحَنَفِيَّةُ بِأَنَّ النِّكَاحَ الْمُؤَقَّتَ هُوَ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ عَشَرَةَ أَيَّامٍ أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً وَنَحْوَ ذَلِكَ .

وَالْفَرْقُ بَيْنَ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَالنِّكَاحِ الْمُؤَقَّتِ بِذِكْرِ لَفْظِ التَّزَوُّجِ فِي الْمُؤَقَّتِ دُونَ الْمُتْعَةِ ، وَكَذَا بِالشَّهَادَةِ فِيهِ دُونَ الْمُتْعَةِ ، وَفِي الْمُحِيطِ: كُلُّ نِكَاحٍ مُؤَقَّتٍ مُتْعَةٌ، وَقَال زُفَرُ: لاَ تَكُونُ الْمُتْعَةُ إِلاَّ بِلَفْظِهَا''۔

حنفیہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ نکاح موقت اس نکاح کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص کسی خاتون سے دو گواہوں کی موجودگی میں شادی کرے دس دن یا ایک مہینہ یا ایک سال یا اس جیسی کسی مدت کے لیے ۔نکاح موقت اور نکاح متعہ میں فرق یہ ہے کہ نکاح موقت میں تزوج کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جب کہ نکاح متعہ میں تزوج کالفظ نہیں ؛بلکہ تمتع کا لفظ استعمال ہوتا ہے ۔اسی طرح نکاح موقت میں دوگواہ بھی ہوتے جب کہ نکاح متعہ میں ایسانہیں ہوتا ،البتہ نکاح موقت اگرایسی مدت تک کے لیے ہو جہاں تک وہ دونوں نہیں پہنچیں گے ۔تو اس کے حکم میں اختلاف ہے ،حنفیہ ،حنابلہ اور مالکیہ میں سے ابو الحسن اور بلقینی اور شافعیہ میں بعض متاخرین کا خیال ہے کہ اس صورت میں نکاح درست ہے گویا اس نے ابدیت کو ذکر کیا ۔اس لیے کہ نکاح مطلق کی مدت بھی اس سے زیادہ نہیں ہوتی ہے ۔فتاوی ہندیہ میں شمس الائمہ حلوانی اور متعدد مشائخ حنفیہ سے منقول ہے کہ اگر زوجین نے ایسی مدت مقرر کی جس کے بارے میں یقنی طور پر معلوم ہے کہ وہ اس وقت تک زندہ نہیں رہیں گے ۔مثلا ایک ہزار سال کے لیے شادی کرلے تو نکاح تو منعقد ہوجائے گا لیکن شرط باطل ہوجائے گی مثلا قیامت تک کے لیے کوئی شادی کرے یا دجال کے خروج تک کوئی شادی کرے، یا عیسی علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری تک کوئی شادی کرے تویہ درست ہے، البتہ امام شافعی کا مسلک اورامام شافعی کا مسلک ہےکہ نکاح کو اسی مدت سے موقت کرنا جہاں تک وہ نہیں پہنچیں گے باطل ہے۔

''وَجَاءَ فِي الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةِ نَقْلاً عَنْ شَمْسِ الأَْئِمَّةِ الْحُلْوَانِيِّ وَكَثِيرٍ مِنْ مَشَايِخِ الْحَنَفِيَّةِ : إِذَا سَمَّيَا مَا يُعْلَمُ يَقِينًا أَنَّهُمَا لاَ يَعِيشَانِ إِلَيْهِ كَأَلْفِ سَنَةٍ يَنْعَقِدُ - أَيِ النِّكَاحُ - وَيَبْطُل الشَّرْطُ ، كَمَا لَوْ تَزَوَّجَا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَوْ خُرُوجِ الدَّجَّال أَوْ نُزُول عِيسَى عَلَى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ السَّلاَمُ ،۔ا وَذَهَبَ الْمَالِكِيَّةُ فِي الْمَذْهَبِ وَالشَّافِعِيَّةُ عَدَا الْبَلْقِينِيِّ إِلَى أَنَّ النِّكَاحَ الْمُؤَقَّتَ إِلَى أَجَلٍ لاَ يَبْلُغَانِهِ بَاطِلٌ ''۔

البتہ اگر نکاح کو ایسے وقت کے ساتھ موقت کیا جس وقت تک ان دونوں کو پہنچنا ہے، مثلا یہ کہا کہ میں نے تم سے دس، بیس یا مہینہ یا سال بھر کے لیے شادی کی تو یہ نکاح فاسد ہے اس نکاح کے فساد پر حنفیہ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ سب متفق ہیں ۔۔البتہ حنفیہ میں سے امام زفر اور دیگر بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ نکاح درست ہے اور وقت کی شرط باطل ہے ،اس لیے کہ نکاح فاسد شرطوں سے فاسد نہیں ہوتا ہے ۔

''وَقَال زُفَرُ وَبَعْضُ الْحَنَفِيَّةِ : النِّكَاحُ جَائِزٌ وَهُوَ مُؤَبَّدٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ ، لأَِنَّهُ ذَكَرَ النِّكَاحَ وَشَرَطَ فِيهِ شَرْطًا فَاسِدًا ، وَالنِّكَاحُ لاَ تُبْطِلُهُ الشُّرُوطُ الْفَاسِدَةُ ، فَبَطَل الشَّرْطُ وَبَقِيَ النِّكَاحُ صَحِيحًا ،

كَمَا إِذَا قَال : تَزَوَّجْتُكِ إِلَى أَنْ أُطَلِّقَكِ إِلَى عَشَرَةِ أَيَّامٍ ''۔

خلاصہ یہ ہے کہ نکاح موقت کے سلسلہ میں جمہور کا قول ہی قابل عمل ہے، امام زفر کی رائے پر فتوی نہیں دیا جاسکتا ہے۔

نکاحِ مسیار کے عدم جواز کی وجوہات کا خلاصہ :

١۔ نکاحِ مسیار کو اگرچہ نکاح یا زواج کا نام دیا جائے، لیکن اس عمل کا مقصد نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد ایک متعین وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے جو نکاح کے شرعی مقاصدکے خلاف ہے اور اوپر کی سطور میں قرآن وحدیث کی رو سے واضح ہوچکا ہے کہ جس نکاح میں صرف شہوت رانی مقصود ہو وہ شرعی نکاح کے مقصد کے خلاف ہے۔

٢۔ اس عمل کے ذریعہ شریعتِ مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کےلیے وضع کردہ کئی اَحکام کی خلاف ورزی اور بہت سے اَحکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجہ میں بیوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے، جب کہ نکاح کے عقد کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، ''علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے '' بدائع الصنائع '' کے حوالہ سے نکاح کے اَحکام تفصیلی ذکر کیے ہیں ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: بدائع میں نکاح کے اَحکام علیحدہ فصل میں ذکر کیے ہیں، فرماتے ہیں کہ نکاح کے اَحکام میں سے مہر کا واجب ہونا، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہونا،حرمتِ مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اجرا اور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا (جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہیں۔

٤۔اس قسم کی شادی میں عورت مرد کو اپنا نگران اور مسئول نہیں سمجھتی ، جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیدا ہوتی ہےاور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

٥۔ اس قسم کے عقد میں خوا تین کی تذلیل ہے، کیونکہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف وقتِ متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، وقتِ مقررہ کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے، عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لیے شریعت نے پہلے شوہر کے لیے بیوی کو حلال کرنے کےلیے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہِ تحریمی (ناجائز) قرار دیا ہے۔

٦۔ اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے، کیونکہ نہ میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کےلیے رہائش ہوتی ہے، اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت و محبت ہوتی ہے جوکہ نکاح کا لازمی جز اور مقصد ہے ۔

قرآنِ کریم میں ہے:''ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودةً ورحمةً إن في ذلك لآيات لقوم يتفكرون''(سورة الروم: ٢١)۔

(اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں؛ تاکہ ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہم دردی پیدا کی۔ اس میں ان لوگوں کےلیے نشانیاں ہیں، جو فکر سے کام لیتے ہیں)۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ : بنی آدم پر اللہ تعالی کی رحمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان ہی کی جنس میں سے ان کےلیے جوڑے پیدا فرمائے،اور ان کے ما بین محبت اور رحمت کا رشتہ قائم فرمایا۔ اور رحمت انتہائی مہربانی کو کہتے ہیں، مرد عورت کو اپنے پاس یا تو اس لیے رکھتا ہے کہ مرد کو اس سے محبت ہے یا عورت پر مہربانی کی وجہ سے چونکہ اس سے اس کا بچہ پیدا ہونا ہے یا نان نفقے میں عورت اس کی محتاج ہے یا دونوں کے درمیان باہمی محبت و الفت کی وجہ سے۔

۷۔ اس رشتے اور تعلق میں دوام نہیں ہے، بلکہ ‘‘أبغض المباحات ’’ (طلاق) دینے کی نیت ہے، اس لیے نکاحِ مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے، عمرانی حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کے جواز کا قول بھی نہیں کیا جاسکتا، علامہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : اصل کے اعتبار سے طلاق دینا ناپسندیدہ عمل ہے اور بعض کے ہاں بلاوجہ طلاق دینا مباح نہیں ہے،کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ‘‘لعن اللہ کل ذواق مطلاق’’(یعنی اللہ تعالی ا نے نکاح کا مزہ چکھنے کے بعد طلاق دینے والے پر لعنت فرمائی ہے)

۸۔ اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہےکہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کےلیے چور دروازہ ہے، اسی لیے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجات دی گئی ہے وہاں امیر اور صاحبِ ثروت لوگوں نے اس کا فائد اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کوخرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دےدی، بلکہ اگر یہ کہا جائے گا کہ یہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا،اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تومعروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقہ سے زنا کرنے لگ جائیں گے۔

۹۔ اگرچہ ابتدا میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ طویل عرصے تک سفر میں رہنا بیان کی بھی جائے یا بطورِ شرط رکھی جائے، لیکن اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر چلے جائیں، یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کے شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے۔

۱۰۔ ہو سکتا ہے اس صورت میں شادیانکرنے سے یہ معاملہ متعہ ککی مارکیٹ میں تبدیل ہو جائے، اور مرد ایک عورت سے دوسری عورت کی طرف منتقل ہوتا رہے، اور اسی طرح عورت بھی ایک مرد سے دوسرے مرد ك کی طرف.

۱۱۔اسی طرح خاندان اور فیملی کے مفہوم میں مکمل طور پر خلل پیدا ہوجائے، کیونکہ

نہ تو مکمل رہائش ہوتی ہے، اور نہ ہی خاوند اور بیوی میں مکمل مودت و محبت رہتی ہے-

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ نکاح اسلامی تو زوجین کو حلال طریقے سے ازدواجی رشتے میں منسلک کرتا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق پورے کرنے کا پابند کرتا ہے، جبکہ نکاح مسیار میں دونوں ایک دوسرے کے حقوق سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ایک مالدار لڑکی نکاح کرے تو نان ونفقہ اور سکنیٰ سے دستبردار ہو جائے، لیکن حق زوجیت سے کیوں دستبردار ہو؟ ایک مرد تو دوسری شادی کے ذریعے بھی اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے جبکہ عورت تو نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری شادی بھی نہیں کر سکتی، اگر وہ اپنے سارے حقوق سے دستبردار ہونا چاہتی ہے تو نکاح کی کیا ضرورت ہے؟ اس طرح بہت سے سوالات جنم لیتے ہیں، چونکہ نکاح مسیار میں قرآن وسنت کی واضح ہدایات کی مخالفت ہے، اس لیے ہمارے نزدیک یہ نام اور کام دونوں ہی شرعی اصول کے خلاف ہیں۔ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے ''نکاح مسیار '' (زواج مسیار) کی شرعاً اجازت نہیں (مستفادازفتاوی بنوریہ)۔

خلاصہ بحث:

نکاح کے مقاصد ،نکاح مسیار کے جواز یا عدم جواز سے متعلق مذکورہ تمام مباحث ،مجوزین ومانعین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ تک پہنچتے ہینکہ اگر نکاح مسیار سطور بالا میں درج شرائط وارکان کی رعایت کے ساتھ انجام دیا گیا ہو، یعنی اگر نکاح مسیار ایجاب وقبول اور گواہوں کی موجودگی میں ہوا ہو تو فی نفسہ یہ جائز ہےاور شرعا درست ہے، البتہ سماج اور معاشرت کے نقطہ نظر۔ مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے اور نکاح موقت اور نکاح متعہ سے یک گونہ مشابہت اور محل شکوک ہونے، نیزیک گونہ عورت کے جسمانی اور اس کی اولاد کی تربیتی واخلاقی حقوق کےاستحصال ہونےکی وجہ سے اس نکاح کو مکروہ قرار دیا جائے گا اور معاشرتی مفاسد اور اس کے غلط استعمال کے مد نظر اس نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کی حوصلہ شکنی کی جائے گی اور اگر نکاح شرعی کے قواعد وضوابط کا لحاظ کیے بغیر اس نکاح کو منعقد کیا گیا ہو پھر تو یہ سرے سے حرام ہی ہوگا۔ چونکہ اس رشتے میں دوام نہیں ہے اور ابغض المباحات ''طلاق '' دینے کی نیت بھی ہے۔ اس لیے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے اور عمرانی حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کی غیر مشروط اجازت نہیندی جاسکتی ہے، لہذاایسے نکاح سے اجتناب کی تاکید کرنی چاہیے۔ ھذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح مسیار کا شرعی حکم

مولانا ظہیر احمد قاسمی•

نکاح مسیار:

لفظ مسیار، ''سار یسیر سیراً'' جس کے معنی چلنا، سفر کرنا، اسی سے مسیار مفعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی بہت زیادہ چلنے والا، ''رجل مسیار، ورجل سیّار'' اس کو بولا جاتا ہے جو بہت زیادہ سفر کرتا ہو (دیکھئے: المفردات فی غریب القرآن، الاصفہانی: ابو القاسم،۲۴۷، لسان العرب ابن منظور،۲۵۲،۲، المعجم الوسیط، ابراہیم انیس،۴۶۷،۱)، غالباً اس نکاح کو بھی مسیار اس لئے کہتےہیں کہ اس نکاح میں مرد عورت کے گھر کثرت سے آتا جاتا ہے، اس کا نام ''نکاح المرو ر '' اور ''نکاح عدم مکث طویل'' بھی کہا ہے، مرور کے معنی تو وہی سیر کے ہیں کہ مرد عورت کے گھر کی بار بار سیر کرتا ہے، اور ''نکاح عدم مکث طویل'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ شوہر بیوی کے گھر زیادہ دیر نہیں ٹھہرتا۔

یہ ایسا عقد ہے جو ایجاب وقبول اور گواہوں اور ولی کی موجودگی کے ساتھ منعقد ہوتا ہے، مگر اس میں عورت اپنے بعض حقوق مثلاً رہائش اپنے اور اپنی اولاد کے نان ونفقہ اور اپنی باری وشب بسری وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے، مرد جب چاہے اس کے پاس آسکتا ہے۔

علامہ شیخ وہبہ الزحیلی نکاح مسیار کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

''ہو الزواج الذی یتم بین رجل وامرأة بإیجاب وقبول وشہادة شہود وحضور ولی علی أن تتنازل المرأة حقوقہا المادیة من سکن ونفقة لہا ولأولادہا إن ولدت، وعن بعض حقوقہا مثل قسم فی المبیت بینہا وبین ضرتہا وتکفی بأن یقدر علیہا الرجل أحیاناً''۔

یعنی یہ ایسا عقد ہے جو عورت اور مرد کے درمیان ایجاب وقبول اور گواہوں اور ولی کی موجودگی میں منعقد ہوتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ عورت اپنے بعض مادی حقوق جیسے مسکن، نان ونفقہ اپنا اور اولاد کا (اگر اولاد ہوجائے) اور شب بسری میں اپنی سوکن باری وغیرہ سے دستبردار ہوجاتی ہے، اور مرد اس کے پاس آسکتا ہے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی اس کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

''ہو الزواج الذی یذہب فیہ الرجل إلی بیت المرأة ولا تنقل المرأة إلی بیت الرجل، وفی

• عربک اسٹڈی سینٹر،کانپور، یوپی۔

الغالب تکون ہذہ الزوجۃ ثانیۃ، وعندہ زوجۃ أخری ہی التی تکون فی بیتہ وینفق علیہا''۔

یعنی یہ وہ نکاح ہے جس میں مرد وعورت کے گھر جاتا ہے، عورت مرد کے گھر منتقل نہیں ہوتی، عام طور پر مرد کی یہ دوسری شادی ہوتی ہے، اس کی ایک اور بیوی ہوتی ہے جو اس کے گھر میں ہوتی ہے، اور وہ مرد اس کا نفقہ بھی ادا کرتا ہے۔

''ہیئۃ الکبار العلماء للسعودیہ'' کے رکن علامہ ابن منیع اس کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

''إنہ زواج مستکمل لجمیع أرکانہ وشروطہ إلا أن الزوجین قد ارتضیا واتفقا علی أن لا یکون للزوجۃ حق المبیت أو القسمۃ، وإنما الأمر راجع للزوج متی رغب فی زیادۃ زوجتہ فی أی ساعۃ من ساعات الیوم واللیلۃ، فلہ ذلک''۔

یعنی یہ بھی ایک مکمل عقد ہے جو اپنے تمام ارکان وشروط پر مشتمل ہوتا ہے، البتہ میاں بیوی (زوجین) دونوں طے کرلیتے ہیں کہ زوجہ کے لئے حق مبیت نہیں، شوہر کی جب مرضی ہو دن ہو یا رات جب چاہے اپنی بیوی کےپاس آسکتا ہے۔

یہ نکاح سب سے پہلے سعودی عرب کے شہر قصیم میں فہم غنیم نامی شخص نے شیخ عثیمین کے فتوی سے انجام دیا، سب سے پہلے شیخ عثیمین نے اسے جائز قرار دیا تھا۔

نکاح مسیار کی ضرورت پیش آنے کی وجوہ:

۱۔ بہت سے لوگ تعلیم کے حصول یا تجارت وملازمت کی غرض سے بیرون سفر جاتے ہیں اور ان کے یہ اسفار طویل ہوجاتے ہیں اور بیویوں کو ساتھ نہ لے جانے کی وجہ سے جنسی ضرورتوں کی تکمیل سے محروم ہوجاتے ہیں۔

۲۔ بہت سے فوجی جو بارڈر کی حفاظت کے لئے یا کسی اور وجہ سے لمبی ڈیوٹی پر اپنے گھروں سے دور چلے جاتے ہیں، اور وہاں جنسی مشکلات سے دوچار ہوجاتے ہیں۔

۳۔ بعض افراد ایسے ہیں کہ ان کی بیویاں مختلف لمبی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتی ہیں، اور وہ اپنے شوہروں کی جنسی ضرورت کو پورا نہیں کرپاتیں جس کی وجہ سے ان کے شوہروں کو اس طرح کا نکاح کی ضرورت ہوتی ہے۔

۴۔ اسی طرح بعض مرتبہ خواتین کے پاس جملہ ضروریات زندگی کے تمام وسائل ہوتے ہیں وہ یا تو ملازمت پیشہ ہوتی ہیں یا تعلیم حاصل کررہی ہوتی ہیں، انہیں جنسی ضرورتوں کی تکمیل محسوس ہوتی ہے۔

اس موضوع پر رابطہ عالم اسلامی کے تحت جدہ سعودی عرب میں قائم اسلامک فقہ اکیڈمی نے ۱۵؍ربیع الاول ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۳؍اپریل ۲۰۰۶ء درج ذیل فیصلہ کیا تھاجومکہ مکرمہ میں منعقد ہوا تھا:

''یعنی اسلامی فقہ اکیڈمی دولی اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ شادی کے نئے عقد کو اگرچہ اس کے نام اور اوصاف وصورتیں مختلف ہوں شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ

قواعد وضوابط کے تابع ہونا چاہئے، اور اس میں ارکان وشروط پورے ہوں اور موانع سے خالی ہوں۔

موجودہ دور میں لوگوں نے بعض عقد ایجاد کرلیئےہیں جس کےاحکام درج ذیل ہیں:

ایسا عقد زواج جس میں عورت رہائش، خرچ اور باری یا کچھ دوسرے حقوق اپنی مرضی سے ختم کردے کہ مرد جب چاہے دن یا رات میں اس کے پاس آسکتا ہے، او راس میں یہ بھی شامل ہے کہ ایسا عقد نکاح جس میں عورت اپنے گھر والوں کے ساتھ میکے میں ہی رہے اور میاں بیوی جب چاہیں عورت کے میکے یا کسی اور جگہ مل لیں، اس طرح خاوند بیوی کو نہ رہائش دے نہ ہی خرچ وغیرہ۔ یہ دونوں عقد صحیح ہیں، اور اس طرح کے دوسرے عقد اس وقت صحیح ہونگے، جب اس میں شادی کے ارکان وشرائط موجود ہوں اور کوئی مانع موجود نہ ہو، لیکن یہ نکاح خلاف اولی ہے، ایسا نکاح جائز ہے اسے مسیار کا نام دیا جائے یا کچھ اور۔

نکاح مسیار کو جائز قرار دینے میں سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن باز، شیخ عثیمین، امام حرم مکی شیخ سعود الشریم سابق امام ازہر شیخ الطنطاوی اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی قابل ذکر ہیں:

جبکہ اس کو ناجائز قرار دینے والوں میں پروفیسر ڈاکٹر قرہ داغی اور شیخ ناصر الدین البانی سرفہرست ہیں۔

اس قسم کے عقد کی واضح صورت اور جزئیہ تو ہماری پرانی کتب فقہ میں تو واضح طور پر نہیں ملتا، البتہ فقہ شافعی میں اس کی واضح نظر ملتی ہے، ہماری کتب میں اصولاً جس میں وقت کی صراحت نہ ہو، اس کا حکم ملتا ہے، لیکن کتاب الام (۲۰۶،۶) میں ہے:

''حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے علاقہ میں جائے اور وہاں کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے جبکہ دونوں کی نیت یہ ہو کہ وہ اس نکاح کو بس اتنی مدت کے لئے قائم رکھینگے جب تک وہ شخص اس علاقہ میں مقیم ہے یا مثلاً ایک یا دو یاتین دن کی نیت ہو چاہے، یہ نیت صرف مرد کی ہو یا صرف عورت کی یا دونوں کی یا عورت کے سرپرست کی، لیکن نکاح کا عقد مطلق ہو اور اس میں کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو تو ایسا نکاح درست ہوگا، اور نیت نکاح کو فاسد نہیں کرے گی، کیونکہ نیت تو دل کا ایک خیال ہے اور دلوں کے خیالات پر لوگوں کا مواخذہ نہیں کیا جاتا، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک بات کا ارادہ کرتا ہے، لیکن اس پر عمل نہیں کرتا اور کبھی اس پر عمل کرلیتا ہے۔ گویا عمل نیت سے الگ اور بعد میں وجود میں آتا ہے۔

امام شافعیؒ فرماتےہیں کہ اگر (نیت سے بڑھ کر) مرد وعورت کے مابین باقاعدہ ایک مفاہمت ہو اور مرد اس سے یہ وعدہ کرے کہ وہ اسے صرف چند کے لئے یا جب تک

وہ اس علاقہ میں مقیم ہے، یا بس ایک دفعہ اس سے ہم بستری کرنے تک ہی اپنے نکاح میں رکھے گا چاہے یہ وعدہ قسم کھاکر کیا ہو یا بغیر قسم کے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، میں مرد کے لئے ایسی مفاہمت کرنے کو ناپسندیدہ سمجھتا ہوں، لیکن میں عقد نکاح کو دیکھونگا اگر عقد نکاح مطلق ہو اور اس میں کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو تو نکاح درست ہوگا، کیونکہ اس عقد کے نتیجہ میں مرد وعورت دونوں کو ایک دوسرے پر وہ حقوق حاصل ہوجاتے ہیں، جو میاں بیوی کو ہوتے ہیں، البتہ اگر عقد میں یہ شرط لگائی گئی کہ (یہ نکاح اتنی مدت کے لئے) تو پھر وہ عقد فاسد ہوجائے گا، او راس کی صورت وہی بن جائے گی جو نکاح متعہ کی ہوتی ہے (کتاب الام۶؍۲۰۶)۔

یہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہے کہ اگر مدت کی شرط مذکور ہوگئی تو پھر یہ نکاح فاسد ہوجائے گا، جبکہ عند الحنفیہ یہ نکاح موقت ہوگا، جو بالاتفاق ناجائز ہے، لیکن اگر کوئی شخص عند الاحناف اس طرح نکاح کرے کہ وہ ایک مہینہ بعد طلاق دے دے گا تو یہ نکاح صحیح ہوگا اور یہ شرط باطل قرار پائے گی، اور نکاح پر اس کا کچھ اثر مرتب نہ ہوگا، جیسا کہ عنایہ علی ہامش فتح القدیر میں مذکور ہے:

''استشکل ہذہ المسئلۃ بما إذا شرط وقت العقد أن یطلقہا بعد شہر، فإن النکاح صحیح والشرط باطل ولا فرق بینہا وبین ما فیہ، وأجیب بأن الفرق بینہا ظاہر، لأن الطلاق قاطع للنکاح فاشتراط بعد شہر لینقطع بہ دلیل علی وجود العقد مؤبداً، ولہذا لو مضی الشہر لم یبطل النکاح، فکان النکاح صحیحاً ..... والشرط باطلاً، وأما صورۃ النزاع فالشرط إنما ہو فی النکاح لا فی قاطعہ''۔

وفی الشامی: ''(قولہ ولیس منہ الخ) ولأن اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبداً وبطل الشرط'' (شامی۳؍۵۱)۔

اور فتح القدیر(۳؍۱۵۲) میں ہے: ''أما لو تزوج وفی نیتہ أن یطلقہا بعد مدۃ نواہا صح''۔

کہ اگر کسی نے نکاح اس نیت سے کیا کہ وہ اس کو ایک مدت کے بعد طلاق دے دے گا تو یہ نکاح صحیح ہوگا۔

اب چند موجودہ دور الافتاء کے فتاوی ذکر کرتا ہوں:

جامعہ بنوریہ ٹاؤن کے دار الافتاء سے ''نکاح مسیار '' کو اصولاً جائز، جبکہ مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ قرار دیا ہے، اور اس سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی گئی ہے (ملاحظہ ہو فتوی: ۹۸۸۱، جاری کردہ ۱۵؍محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۹؍ستمبر ۲۰۱۰ء)۔

دار العلوم کراچی کا فتوی نمبر: ۱۸۹ ، اس میں بھی تقریباً یہی بات فرمائی گئی ہے کہ اگر نکاح تمام شرعی شرائط کے ساتھ کیا جائے تو نکاح منعقد ہوجائے گا، لیکن یہ نکاح خلاف سنت اور مقاصد شریعت کے منافی ہوگا (دار العلوم کراچی، ۲۰؍شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ)۔

دار العلوم دیوبند کا فتوی:

جواب نمبر: ۲۳۸۵، بسم اللہ الرحمن الرحیم (فتوی: ۴۶۰،۴۷۰)

اگر شرعی طریقہ پر کم ازکم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے، اور مانع نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو، نکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی جاتی مثلاً ۲ سال کے لئے نکاح کررہے ہیں، بلکہ مطلق طور پر نکاح کیا تو ایسا نکاح درست وصحیح ہے، البتہ مہر سے دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم از کم پانچ درہم ہیں مہر دینا واجب ہوگاشوہر پر، ہاں اگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کردے ، اس سے دست بردار ہوجائے تو درست ہے، اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طور پر ایک دوسرے کے شوہر وبیوی ہوگئے، ازدواجی تعلق قائم رکھنا جائز اور درست ہے سعودی عرب اور مصر کے علماء کے فتوی منسلک کرکے سوال کرنا چاہئے تھا، واللہ تعالی اعلم (دار لافتاء دار العلوم دیوبند)

دار العلوم دیوبند کا ایک اور فتوی ملاحظہ ہو جو سوال ۱۱۷۶۳ کے جواب میں لکھا گیا ہے جس میں اس نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

یہاں پر دار العلوم دیوبند کا ایک اور جواب نقل کرتا ہوں:

جواب نمبر ۱۱۷۶۳، بسم اللہ الرحمن الرحیم، فتوی: ۴۱۹،۷۰۲۔

عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے قرآن کریم حدیث شریف اور چاروں ائمہ مجتہدین کے مسالک سے اسی طرح ثابت ہے، سودی بینک اور اسلامی بینکنگ نظام پر اس کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، حلال طریق پر تمام شرائط ملحوظ رکھتے ہوئے جب نکاح کے راستے کھلے ہوئے ہیں تو حرام طریقہ کو اختیار کرنے پر آدمی کیوں مجبور ہے؟ یہ نفس وشیطان کا کھلا دھوکہ ہے۔

دار العلوم دیوبند کے ایک اور استفتاء ۱۴۷۹۴۷ کے جواب ۶۱۵۔۳۹۹۔

''صورت مسئولہ میں وقتی نکاح کا جو طریقہ مذکور ہے وہ غیر شرعی ہے ..... صورت مسئولہ میں اگرچہ نکاح کے وقت وقت کی تحدید کا صراحتاً ذکر نہ ہو، لیکن چونکہ عرف ورواج کی وجہ سے فریقین کے علم میں پہلے سے یہ بات ہوتی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد طلاق ہوجائے گی، اس لئے نتیجۃً یہ نکاح موقت ہی کی ایک شکل ہے، شریعت میں اس طرح نکاح اس حد درجہ مذموم ہے، تاہم اگر کسی نے پھر دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلیا تو عورت حلال رہے گی۔

جامعہ بنوریہ عالمیہ کے ایک اور فتوی ۳۳۰۲۹ میں اس طرح مذکورہے:

سوال: نکاح المسیار کی صحیح تعریف اور اس پر مکمل دلائل کے ساتھ واضح فرمائیں شکریہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح مسیار ایسے نکاح کو کہا جاتا ہے کہ جس میں مرد، عورت سے کچھ مدت تک کے لئے نکاح کرتا ہے، ایسے نکاح کے حکم میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ نکاح مدت کی تصریح کے ساتھ ہو تو نکاح موقت یا متعہ کی ایک قسم ہونے کیو جہ سے شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اس لئے اس سے احتراز لازم ہے اور اگر بوقت عقد مدت کی صراحت نہ ہو، لیکن فریقین یا دونوں میں سے کسی ایک کے دل میں یہ نیت ہو کہ ایک مخصوص مدت گزرنے کے بعد طلاق کے ذریعہ علاحدگی اختیار کرلی جائے گی تو اس صورت میں اگرچہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق نکاح منعقد ہوجاتا ہے، لیکن اس ارادے کے ساتھ نکاح کرنا بھی بہت سے مقاصد ومصالح نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرعاً مکروہ ہوگا، اس لئے حتی الوسع اس سے احتراز چاہئے (فتوی: ۳۳۰۲۹ جامعہ بنوریہ عالمیہ آن لائن فتاوی)۔

جبکہ جامعۃ الرشید کراچی کے دار الافتاء کا فتوی ۶۲۳۵۶ درج ذیل ہے مع سوال ذکر کیا جاتا ہے:

سوال: کیا فرماتےہیں مفتیان کرام عرب دنیا میں آج کل رواج پذیر نکاح کی اس جدید صورت کے بارے میں جس کو نکاح مسیار یعنی دوستانہ نکاح کہتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ نفس عقد میں عورت بغیر الفاظ کی صراحت کے اپنے بنیادی حقوق: نان ونفقہ سکنی اور شب باشی سے ایک متعین مدت تک دستبردار ہوجاتی ہے، اس بارے میں رہنمائی فرماکر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب: شریعت میں نکاح کے مقاصد درج ذیل ہیں:

(۱) ایمان کی حفاظت اور گناہوں سے بچنا، (۲)خوشگوار ازدواجی زندگی، (۳)خاندانی نظام کی حفاظت، (۴) اولا دکا حصول۔

اچھے ماحول میں بچوں کی تربیت اور اچھا ماحول اسی وقت مل سکتا ہے جب بچوں کو ماں او رباپ دونوں کی توجہ اور محبت حاصل ہو۔

‘‘نکاح مسیار’’ سے مذکورہ بالا مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے، کیونکہ ان مقاصد کا حصول تب ممکن ہے جب میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہیں۔

نیز اس طریقہ سے نکاح کے عام ہونے کی صورت میں ہمارے معاشرے پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہونگے:

۱۔ مرد شہوت پوری کرنے کےلئے یہ عقد کرینگے اور عورت اور اولاد کی ذمہ داری نہیں اٹھائینگے جس سے خاندانی نظام تباہ ہوجائے گا۔

۲۔ عورتیں مردوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جائینگی جن کے حقوق اور کفالت کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوگا۔

۳۔ مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہے گا۔

۴۔ طلاق کی شرح بڑھ جائے گی، کیونکہ عورت جب ایک بار اپنے نان ، نفقہ سے دستبردار ہوگئی تو ضرورت کے وقت مطالبے کی صورت میں اختلاف ہوگا، اور پھر طلاق کی نوبت آئے گی۔

۵۔ نان نفقہ کا بوجھ عورت پر پڑے گا، جس کے حصول میں اس کی عفت کو شدید خطرات لاحق ہونگے۔

۶۔ نکاح اور زنا میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب چھپ کر کیا جاتاہے، جبکہ نکاح سر عام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضورﷺ کے فرمان مبارک کا مفہوم کہ نکاح علی الاعلان کیا کرو، درج بالا مفاسد کے ساتھ یہ نکاح انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، سلف صالحین اور جمہور امت کے طریقہ کے بھی خلاف ہے۔

گو کہ اس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہونگے، لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں اورنقصانات بھی ایسے ہیں جو کسی بھی قوم کی خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کے سبب بن سکتے ہیں، جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو ان مفاسد کا سامنا ہے اس لئے اس طریقہ سے نکاح کی اجازت قطعاً نہیں دی جاسکتی (دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی، فتوی: ۶۲۳۵۶)۔

اسی طرح جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کا ایک فتوی عدم جواز کا بھی کافی مشہور ہے۔

ان فتاوی پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوابات مختلف ہیں چنانچہ بنوری ٹاؤن اور دار العلوم دیوبند سےمختلف اوقات اور مختلف فتاوی میں مختلف جوابات دیئے گئے ہیں کہ کبھی جائز قرار دیا ہے اور کبھی ناجائز اور کبھی اجازت مع الکراہت، اور اسی طرح کا حکم جدہ اکیڈمی نے بھی دیا ہے کہ اس کو جائز تو قرار دیا ہے مگر اس کو اچھا اور بہتر نہیں کہا۔

جبکہ جامعۃ الرشید پاکستان کے فتوی میں اس کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، اور اس کی بالکل قطعاً اجازت نہیں دی ہے، احقر سمجھتا ہے کہ دنیا کے حالات پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ممالک میں حالات انتہائی بہتر ہیں وہاں زنا بالکل عام ہے، ایسے ملکوں میں مسلم طلبہ حصول تعلیم کی غرض سے طویل مدتی سفر کرتے ہیں وہاں پر ہم کو اجازت دینی چاہئے ورنہ ایسے لوگ کھلم کھلا زنا کے مرتکب ہونے لگینگے، اس لئے ایسی جگہوں پر اور ایسے ممالک میں ایسے لوگوں کو جو شریعت میں گنجائش ہے وہ دینی چاہئےکہ جب عقد نکاح میں صراحتاً وقت کی تحدید نہ کی گئی ہو، بلکہ صرف نیت کے اندر ہو تو پھر اس نکاح کو مذکورہ بالا اشخاص کو اجازت دینی چاہئے کیونکہ شریعت میں اس کی گنجائش ہے، جیسا کہ ‘‘درمختار، فتح القدیر، اور کتاب الام ’’ کے حوالوں سے ثابت ہوتا ہے، تو جب شریعت میں گنجائش اور اجازت ہے تو پھر ہم کون ہوتے ہیں اس کو ناجائز قرار دینے والے۔

جدہ اکیڈمی نے بھی اس کی اجازت دی ہے، مگر ہمت افزائی نہیں کی ہے، اگر ہم بھی مطلقاً ''جامعۃ الرشید '' کی طرح ناجائز قرار دیتے ہیں تو پھر لوگ علی الاعلان زنا کا ارتکاب کرینگے اور وہاں پر اس پر کوئی پابندی بھی نہیں ہے اب تو ہمارے ملک میں بھی Live in relationship میں رہنے کا رواج ہوتا جارہا ہے، تاہم ہمارے جیسے ملکوں میں مطلقاً اس کی اجازت مصلحتاً نہ دی جائے کہ حالات ابھی اتنے ابتر نہیں ہیں، مطلقاً اجازت دینے سے حالات مزید بگڑ سکتے ہیں، اس لئے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش جیسے ممالک میں اس کو مصلحتاً ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ نکاح مسیار کو مطلقاً ناجائز قرار نہ دیا جائے، بلکہ مختلف اشخاص اور مختلف ممالک کے احوال کو پیش نظر رکھ کر شریعت کی دی ہوئی رخصت کو بھی ہمیں دینا چاہئے، تاہم اس کی ہمت افزائی نہ کی جائے، مقاصد نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے جو اوپر شروع میں مذکور ہوئے۔

اور درج ذیل مفاسد کے پائے جانے کی وجہ سے:

مفاسد نکاح مسیار:

١۔ اس میں عورت نان ونفقہ سے محروم رہتی ہے، اس میں عدم نفقہ کی شرط طلاق دینے کی شرط یا نیت یہ سب باطل شروط ہیں جو خود بخود ساقط ہوجائینگی، لیکن سماج میں ان شروط کا ابقاء لازم سمجھا جاتا ہے، ان شروط پر عمل نکاح کے بنیادی مقاصد اور نکاح کی روح کے خلاف ہے۔

٢۔ اس نکاح میں بچوں کی صحیح طور پر پرورش نہیں ہوسکتی ہے، کیونکہ شوہر متعینہ منوی مدت پوری ہونے پر اولاد کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔

٣۔ اولاد صالح بنانے میں بھی پیچیدگیاں اور دشواریاں پیدا ہونگی۔

۴۔ ثبوت نفس میں بھی دشواریاں لاحق ہوسکتی ہیں۔

۵۔ اولاد اس نکاح میں بغیر باپ کے رہ جاتا ہے، جس میں ان کی تربیت میں نقص رہ جائے گا۔

۶۔ عورت اس نکاح میں شوہر کو نگراں اور مسئول نہیں سجھتی نتیجۃً وہ شوہر کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتی اس طرح وہ اپنے آپ کو اور سماج کو نقصان پہنچاتی ہے۔

٧۔ اولاد کی ذات پر اس نکاح میں منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے۔

٨۔ اس عقد مسیار میں عورت کی تذلیل ہے، کہ وہ صرف جسمانی خواہش پوری کرنے کا آلہ بن کر رہ جاتی ہے، اور متعین مدت کے بعد مستعمل شئی کی طرح استعمال کے بعد پھینک دی جاتی ہے۔

٩۔ خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہوجاتا ہے۔

١٠۔ دونوں کے درمیان محبت ومؤدت پیدا نہیں ہوپاتی۔

١١۔ دونوں موجب لعنت ہوتے ہیں کہ ‘‘أبغض المباحات الطلاق ’’ (ابوداؤد) طلاق کی نیت اس عقد کے اندر ہوتی ہے طلاق کو بلاوجہ دینا موجب لعنت ہے، حدیث میں ہے: ‘‘لعن اللہ کل ذواق مطلق’’ (حدیث) کہ اللہ تعالی نے نکاح کے مزہ چکھنے کے بعد طلاق دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

اور عورت کے لئے بھی ارشاد ہے:‘‘أیما امرأۃ اختلعت من زوجہا من نشوز فعلیہا لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس أجمعین’’ (حدیث)۔

یعنی جو نافرمان عورت شوہر سے خلع کا مطالبہ کرے اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

١٢۔ اس عقد میں نعمت کی ناشکری ہے چونکہ نکاح ایک نعمت اور طلاق اس کی ناشکری ہے، نعمت کی ناشکری حرام ہے، اسی وجہ سے طلاق کو مبغوض قرار دیا گیا ہے۔

١٣۔ یہ نکاح معنیً نکاح موقت ہے جو ناجائز ہے۔

١٤۔ اس میں نکاح متعہ جیسی شکل ہوجاتی ہے، چونکہ اس میں اصل مقصود جنسی خواہش کی تکمیل ہوتی ہے، جو نکاح متعہ میں مقصود ہوتا ہے۔

١٥۔ اس نکاح کے مطلق جواز سے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس کا ب تحاشا استعمال کرینگے، جس سے سماج اور معاشرہ کا شیرازہ ہی بکھر سکتا ہے، او راس کی بنیادیں ہل سکتی ہیں۔

ان مذکورہ بالا مفاسد کے پائے جانے کی وجہ سے اس نکاح مسیار کو مطلقاً جائز بھی قرار نہیں دینا چاہئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نکاح مسیار نہ تو مطلقاً ناجائز ہے اور نہ مطلقاً جائز، بلکہ مختلف ممالک کے حالات کے پیش نظر اس کا حکم مختلف ہوسکتا ہے، اسی طرح مختلف اشخاص کے پیش نظر بھی اس کا حکم مختلف ہوسکتا ہے۔ مغربی ممالک کے معاشرہ کا شیرازہ پہلے سےبکھرا ہوا ہے، اس لئے وہاں کے سماج کی رعایت کرتے ہوئے اس کو ناجائز قرار دینا دانشمندی نہ ہوگا، بلکہ وہاں پر اس کی اجازت ہونی چاہئے ورنہ مزید علی الاعلان لوگوں کے گناہوں میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہے، بلکہ یقین ہے، جبکہ اس کی اجازت ہمارے جیسے ملکوں، جیسے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں ..... فتوی دیا جانا چاہئے تاکہ حالات مغربی ملکوں کی طرح نہ ہوجائیں جہاں پر معاشرہ اور سماج کا دیوالیہ نکل چکا ہے۔

البتہ ہمارے جیسے ملکوں میں بھی انفرادی طور پر اس کے احوال کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، مگر مطلقاً نہیں۔

اس طرح ہم کو نہ تو بہت سختی سے کام لیتے ہوئے اس کو مطلقاً ناجائز قرار دینا

چاہئے چونکہ زیادہ سے زیادہ یہ مقاصد نکاح کے خلاف ہے اور اس میں کچھ مفاسد پائے جاتے ہیں، لیکن فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، جبکہ مدت نکاح نیت میں یا طلاق دینے کی نیت سے اس نے نکاح ہو، مگر صراحتاً عقد نکاح میں مدت کی تعیین نہ ہو، او رنہ ہی اس کے مطلقاً جواز کا فتوی دے کر معاشرہ کو تباہ کرنے کی اجازت دینگے، بلکہ اس ''نکاح مسیار '' کی ہمت شکنی کی جائے گی۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

مولانا محمد معین الدین ندوی قاسمی•

سوال(۱)قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کاذکر:

قدیم فقہاء کی کتابوں میں نکاح کی کئی قسمیں ہیں البتہ ''نکاح مسیار ''کے لفظ سے کہیں اس کا ذکر نہیں ہے ،گو علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں :''إن زواج المسیار کما یسمی لیس شیئا جدیدا، إنما ھو أمرعرفہ الناس من قدیم'' (زواج المسیارحقیقتہ وحکمہ،۴) یعنی نکاح مسیار جیساکہ کہاجاتا ہے، یہ نئی چیز نہیں ہے، یہ وہ ہے جسے لوگ پرانے زمانہ سے جانتے ہیں۔

لیکن علامہ نے کوئی دلیل نہیں دی ہے کہ فلاں فقہاء یا فلاں کتاب میں یہ ہے،البتہ اس نام سے تو کہیں ذکر نہیں ہے، لیکن اس کی جو شکل ہے وہ شکل فقہاء کی کتابوں میں ہے، اس وجہ سے شاید علامہ نے لکھاہے کہ یہ قدیم زمانہ سے ہے،اس کی جو شکل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تمام چیزیں درست ہے، سوائے ایک چیز کے اور وہ یہ کہ نیت یہ ہوتی ہے کہ بعد کو طلاق دیدیں گے ، فقہاء نے لکھا ہے کہ نیت کے اعتبار نہیں ہوتی ہے، اور یہ شکل فقہاء کے یہاں موجود ہے،صاحب عنایہ لکھتے ہیں:

''واستشکل ھذہ المسئلۃ بما إذا شرط وقت العقد أن یطلقھا بعدشھر، فإن النکاح صحیح، والشرط باطل، ولافرق بینھا وبین ما فحہ، وأجیب بأن الفرق بینھما ظاھر؛ لأن الطلاق قاطع للنکاح فاشتراط بعد شھرلینقطع بہ دلیل علی وجود العقد موبدا، ولھذالومضی الشھر لم یبطل النکاح، فإن النکاح صحیحا والشرط باطلا، وأما صورۃالنزاع فالشرط إنما ھو فی النکاح لافی قاطعۃ،ولھذالو صح التوقیت لم یکن بینھمابعد مضی المدۃ عقد کما إجارۃ'' (فتح القدیر ۳،۲۴۱،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،لبنان)۔

سوال(۲)نکاح مسیار کی صورتیناوراس کی ضرورت:

نکاح مسیار کی کئی صورتیں ہیں،صاحب نکاح مسیار لکھتے ہیں:''وھذاالزواج قد عرف قدیما حیث أن الرجل ھوالذی یذھب إلی بیت الزوجۃ، ولیس العکس، وربما کانت عند الزوج زوجۃ أخری یقوم بالنفقۃ علیھا والمبیت عندھا'' (نکاح المسیار،۳، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت،لبنان)۔

یعنی یہ شادی قدیم دور سے جانی جاتی ہے وہ اس طرح کہ شوہربیوی کے گھر جاتا

• خادم تدریس، جامعہ نعمانیہ، قاضی پیٹ ویکوٹہ، ضلع چتور، آندھرا پردیش۔

ہے اور بیوی شوہرکے گھرنہیں جاتی ہے ،بسااوقات شوہر کی دوسری بیوی بھی ہوتی ہے اس کا نان نفقہ بھی اس پر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ شب باسی بھی کرتا ہے۔

''روزنامہ پاکستان ''(۲۳؍اپریل،۲۰۱۶ء)مینہے:نکاح مسیار کی صورت میں عورت اپنے ان تمام حقوق سے دست بردار ہوجاتی ہے جوعام شادی کی صورت میں اس کا بنیادی حق ہوتے ہیں، مثلا نان و نفقہ کی ذمہ داری مرد کے ذمہ داری نہیں ہوتی عموما اس نکاح کو خفیہ رکھا جاتا ہے اور یہ رشتہ محض جسمانی تعلق تک محدود ہوتا ہے۔

''حوزہ نیوزایجنسی ''(اردو،۹؍جولائی،۲۰۲۱ء)خبرنگار نکاح مسیار کی صورت لکھتے ہیں:رپورٹ کے مطابق مسیار شادی کی ایک قسم ہے جوازدواجی فرائض کی پاسداری کے بغیر انجام دی جاتی ہے،اور عام طورپر چھپ کرکی جاتی ہے، اس کا سعودی عرب میں رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

نکاح مسیار کی ضرورت:

نکاح مسیار کی ضرورت کیوں پڑتی ہے اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں:(۱)عرب ممالک میں عورت کے ولی کی طرف سے مرد سے مہر کی صورت میں کثیر رقم کا مطالبہ ہوتاہے اس کی وجہ سے نکاح میں تاخیر ہوتی ہے پس عورتیں اس نکاح مسیار کے لئے راضی ہوجاتی ہیں ،اس لئے یہ بعض اوقات خفیہ طور پر بھی کرتی ہیں ۔

مفتی شکیل منصور صاحب القاسمی اپنے مضمون ,,نکاح مسیار کی حقیقت اوراس کاشرعی حکم،،مینلکھتے ہیں:مرد حالت مسافر وملازمت میں کسی غیرملک میں کام کے سلسلے میں جائے پھراسے وہاننکاح کی حاجت ہو تو طلاق کی نیت سے نکاح کرلے یعنی دل میں یہ سوچے کہ جب میں سال دو سال بعد واپس آوں گا توطلاق دیدونگا (مضامین کوم: ۲۴؍مارچ، ۲۰۱۸ء)۔

''اسلام،سوال جواب ''(نگراں شیخ محمد صالح المنجد) میں نکاح مسیار کی ضرورت اس طرح درج ہے:حقیقت یہ ہے کہ یہ نکاح معاشرے میں غیرشادی شدہ اور شادی کی عمر سے زیادہ عمر میں پہنچ جانے والی عورتوں کے لئے اسلامی معاشرے میں بہت ساری مشکلات کا حل ہے چنانچہ آدمی نہ تو عورتوں میں تقسیم کی استطاعت رکھتا ہے یاپھر دو بیویوں پر اخراجات نہیں کرسکتا ،اور پھر ساری عورتیں ایسی ہیں جن کے پاس مال بھی ہے اور رہائش بھی اور وہ اپنے نفس کو عفت عصمت میں رکھنا چاہتی ہے چنانچہ ہفتہ کے کسی بھی دن یاپھرمہینہ میں کچھ ایام خاونداس کے پاس آتاہے۔

سوال(۳)نکاح مسیارکی صورت میں ولی کو حق اعتراض:

اگر لڑکی نے کفو میں شادی کی ہے تو نکاح مسیار میں ولی کو حق اعتراض نہیں ہوگاکیونکہ احناف کے نزدیک اگرلڑکی عاقلہ بالغہ ہوتو وہ خود اپنی شادی کرنے کے مکلف ہوتی ہے، ولی کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔

ہدایہ میں ہے: ''وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضائھا، وإن لم یعقد علیھا ولی بکرا کانت أو ثیبا عند أبی حنیفۃ وأبی یوسف فی ظاھرالروایۃ''(الھدایۃ،۲۳۱۳، باب فی الاولیاء: فیصل دیوبند)۔

الدر المختار میں ہے کہ آزاد مکلفہ کا نکاح ولی کی رضامندی بغیربھی نافذ ہوتا ہے: ''ونفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلارضا ولی والأصل أن کل من تصرف فی مالہ یصرف فی نفسہ'' (الدرالمختار علی الشامی۴،۱۵۵، دار عالم الکتب، ریاض) البتہ اگر غیرکفو میں نکاح کرے تو ایسح صورت میں ولی کو اعتراض کا حق ہوگا، جیساکہ شامی میں ہے:

''إن المرأۃ إذازوجت نفسھا من کفو لزم علی الأولیاء، وإن زوجت من غیر کفو لایلزم أو لا یصح'' (شامی۴،۲۰۷، زکریا بک ڈپو،دیوبند)۔

کن امور میں کفائت کااعتبار:

کفو کے معنی برابری کے آتے ہیں قرآن مجید میں ہے:''ولم یکن لہ کفوا أحد''، اوراس کے جوڑکا کوئی نہیں، لیکن فقہاء کے یہاں کفاء ت ایک خاص اصطلاح ہے جس کا مفہوم ہے:مساوات ''الرجل للمرأۃ أوکون المرأۃ أدنی'' (ردالمحتار۴،۲۰۷،زکریا،دیوبند)یعنی مرد عورت کے برابر کا ہو یا اس سے فائق ہو۔

کفاءت کے ثبوت کے بارے میں مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں: قرآن مجید میں اگرچہ صراحتا کہیں اس مسئلہ کا ذکر نہیں ہوا ہے لیکن ''یاأیھاالناس إناخلقناکم'' (الحجرات: ۱۳) کے شان نزول کے سلسلے میں مختلف روایات نقل کی گئی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آیت مسئلہ کفاء ت ہی کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے،احادیث میں گو کفاء ت کا ذکر ہے، مگر اس سلسلہ میں جو روایات منقول ہیں وہ بھی بالعموم ضعف سے خالی نہیں ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں : تاہم اگر بہت سے ائمہ مجتہدین کے تسلیم کرلینے کی وجہ سے ''کفاء ت ''کی روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو اصل مسئلہ یہ ہے کہ کن امور میں کفاءت کا اعتبار ہوگا؟۔مجموعی حیثیت سے فقہاء نے ۹،امورمینکفاء ت کا اعتبار کیا ہے۔

(۱)نسب وخاندان (۲)آزادی(۳)اسلام، یعنی خاندانی مسلمان ہونا(۴)دیانت وتقوی (۵)مال اور معاشی سطح (۶)حسب و خاندانی و جاہت (۷)صنعت و حرفت اور پیشہ (۸)عیوب سے محفوظ ہونا(۹)عقل۔(جدید فقہی مسائل:ج۳،ص۶۳،کتب خانہ نعیمیہ ،دیوبند)

لیکن موجودہ دور مخلوط دور ہے، اس لئے اب اگر کوئی غیرکفو میں بھی شادی کرلے تودرست ہے،مفتی سلمان صاحب منصورپوری لکھتے ہیں سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال:کیا فرماتے ہینعلماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:اگر بالغ لڑکی والدین کو مطلع کئے بغیر کسی غیربرادری کے ساتھ نکاح کرلے توشرعا جائز ہے یانہیں ؟اوراگربعد نکاح لڑکی کے والدین اظہار ناراضگی کریں ،تو کیا نکاح قائم ہے

یااس میں شرعا کوئی کمی ہے؟

جواب:مسئولہ صورت میں حنفیہ کی ظاہر الروایۃ یہ نکاح منعقد ہوچکا ہے، البتہ اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہے ،یعنی وہ اگر چاہیں تو عدالت شرعیہ یا محکمہ شرعیہ میں مقدمہ دائر کرکے اس نکاح کو فسخ کراسکتے ہیں ۔اور حضرت امام ابوحنیفہ سے حسن بن زیاد کی روایت یہ ہے کہ اولیاء کی مرضی کے بغیر غیر کفو میں نکاح ہی منعقد نہیں ہوتا ہے،بہت سے متاخرین فقہاء نے اسی روایت پر فتوی دیا ہے ،لیکن موجودہ مخلوط ماحول میں اس روایت کے بجائے ظاہر الروایۃ پر فتوی دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے(کتاب النوازل۸،۳۸۵،المرکزالعلمی،مرادآباد)۔

سوال(۴)نکاح مسیار اور مقاصد نکاح کاحصول:

شریعت مطہرہ میں نکاح مسنون کے بہت سے مقاصد ہیں ان میں سے چار اہم مقاصد یہ ہیں:

(۱)اتباع رسول:تمام ہی انبیاء کرام علیہم السلام رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے اللہ تعالی فرمان ہے:

''ولقد أرسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لهم أزواجا وذریۃ''(رعد: ۳۸) حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں اورانہیں بیوی بچے بھی عطافرمائے۔

اس ارشاد ربانی سے صاف طور پرمعلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام بھی صاحب اہل و عیال رہے ہیں نیز نبی کریم ﷺ نے بھی نکاح کو مسنون فرمایا ہے،فرمان رسول ﷺ ہے:''النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی'' (سنن ابن ماجۃ:رقم: ۱۹۱۹)۔

(۲)اخلاق کی حفاظت:نکاح کا دوسرااہم مقصد مردو زن کا پاکدامنی اور معاشرے کو بگاڑو فساد سے بچانا ہے حدیث پاک میں ہے:

''عن عبداللہ بن مسعودقال لنا رسول اللہ ﷺ: یا معشرالشباب من استطاع منکم الباء ۃ فلیتزوج فإنہ أغض للبصر وأحسن للفرج،ومن لم تستطع فعلیہ بالصوم فإنہ لہ وجاء''(صحیح مسلم: رقم : ۱۴۰۰)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے ہم سے فرمایا :نوجوانوں کی جماعت!جوتم میں سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے کیونکہ نظرکو نیچی رکھنے اور شرم گاہ کو برائی سے محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اوراگر کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ یہ شہوت کو ختم کردیتاہے۔

(۳)سکون و راحت کا حصول:تیسرااہم مقصد سکون و راحت کاحصول ہے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا: ''هوالذی خلقکم من نفس واحدۃوجعل منها زوجها لیسکن إلیها''

(اعراف: ١٨٩)۔

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ،اوراسی سے اس کی بیوی بنائی، تاکہ وہ اس کے پاس آکر تسکین حاصل کرے ۔

دوسری جگہ فرمایا: ''ومن آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجا لتسکنوا إلیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ'' (روم: ٢١) اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے بیویاں پیدا کیں ،تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو ،اورتمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے۔

(۴)نسل انسانی کی بقا اور تکثیرامت محمدیہ:چوتھا اہم مقصد نسل انسانی کی بقا وتکثیر امت محمدیہ ہے ،اس مقصد کے حصول پر حدیث میں بڑی یاکید آئی ہے کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو زیادہ بچہ جننے والی ہوں:فرمان رسول ﷺ ہے: ''تزوجوا الودود الولود، فإنی مکاثر بکم الأمم'' (سنن ابی داود: رقم الحدیث: ٢٠٥٠)۔

ایسی عورتوں سے شادی کرو جوزیادہ محبت کرنے والی اورزیادہ بچہ جننے والی ہوں، اس لئے کہ میں روزقیامت تمہارے ذریعے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔

مذکورہ بالاچار اہم مقاصد نکاح کودیکھتے ہیں اور پھر نکاح مسیار کی صورت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ نکاح مسیار کی صورت میں کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے،اوراگر کہا جائے کہ ایک مقصد،یعنی پاک دامنی حاصل ہوسکتی ہے، لیکن اس میں بھی پائیداری نہیں ہے،کیونکہ نکاح مسیار طلاق دینے ہی کی غرض سے کیاجاتاہے،اسی طرح بعض شہوت پرست مرد اس نکاح مسیار سے فائدہ اٹھاکر عیاشی میں مبتلاہوگا اور کتنوں کی زندگی کو برباد کرے گا، اردونیوزپورٹل ''سچ خبریں ''پاک (٧؍جولائی،٢٠٢١ء)کے مطابق :ایک چالیس سالہ ملازم کہتا ہے کہ ''میرے نئے دوست کی مسیار شادی کے ذریعے گیارہ ١١؍خفیہ بیویاں ہیں ،وہ مسلسل ایک کو طلاق دے کر دوسری سے شادی کررہاہے''۔

یہ تو مرد کی خبر ہے ہوسکتا ہے کہ عورتیں بھی اس میں ملوث ہوں اور یکے بعد دیگرے شادی کرتی ہوں،ان خرابیوں کی وجہ سے نکاح مسیار درست نہیں ہے اور اس کاحکم یہ ہے کہ یہ ناجائزہے،جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری، ٹاون، کراچی کا فتوی یہی ہے کہ یہ ناجائزہے ،آن لائن فتوی نمبر؍١٤٤٠١٢٢٠١٣٦٣؍میں ہے: نکاح مسیار کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے وجوہات درج ذیل ہیں (دس وجوہات ہیں، اسکے بعد اخیر میں ہے)ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے نکاح مسیار (زواج مسیار) کی شرعا اجازت نہیں۔

سوال(۵)نکاح مسیارسے متعلق عرب وعلماء ہند کی آرااورمسلم حکومتوں کا قانون:

(الف)نکاح مسیار کے بارے میں بعض علماء ہند کی آرا جس سے راقم واقف ہے وہ

چند یہ ہیں:دارالعلوم دیوبند (آن لائن فتوی جواب نمبر: ۱۱۷۶۳)کے ویب سائٹ پر نکاح مسیار سے متعلق یہ فتوی موجود ہے:عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے ،قرآن کریم حدیث شریف اور چاروں ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے مسالک سے اسی طرح ثابت ہے ،--- حلال طریق پر تمام شرائط ملحوظ رکھتے ہوئے جب نکاح کے راستے کھلے ہوئے ہیں تو حرام طریقہ کو اختیار کرنے پر آدمی کیوں مجبور ہے؟یہ نفس و شیطان کا کھلا دھوکہ ہے۔

مفتی محمد زبیر صاحب ندوی (دارالافتاء والتحقیق ،بہرائچ،یوپی،انڈیا)اپنے فتوی نمبر: ۹۳۵،میں لکھتے ہیں:نکاح مسیار کی حقیقت یہ ہے کہ عورت اپنے مالی حقوق نان و نفقہ اور رہائش وغیرہ سے دستبردار ہوکر کسی مرد سے نکاح کرتی ہے ،اور پھر مردو عورت اپنی جنسی ضروریات کی تکمیل کرتے رہتے ہیں ،اسی کا نام نکاح مسیار ہے ،شرعی نقطہ نظرسے چونکہ میاں بیوی کی زندگی ایک جامع ہمہ گیر اورایک دوسرے کی ضروریات سے وابستہ زندگی ہے اسی لئے قرآن مجید میں ان کے لئے ''لباس ''کی تعبیراختیار کی گئی ہے ،ظاہر ہے کہ اس طرح نکاح کرنے سے ایک خود غرضانہ نکاح ہوگا ،اور زندگی کا جو صحیح لطف ہے وہ حاصل نہیں ہوسکتا ،اس لئے تمام شرائط پائے جائیں تو نکاح تو درست ہوگا مگر خلاف اولی ہوگا۔

مفتی شکیل منصور القاسمی صاحب لکھتے ہیں:عموما یہ نکاح جانبین کی رضامندی، ولی کی موجودگی،ایجاب و قبول،شرعی گواہوں اوراعلان کے ساتھ ہوتا ہے ،اس لئے فقہی اعتبار سے اس کی صحت و انعقاد سے انکار کی گنجائش نہیں ہے ،اس میں مدت نکاح کی تحدید بھی نہیں ہوتی کہ متعہ کے مماثل قرار پائے ،نسب کا الحاق بھی شوہر سے ہوتا ہے، ہاں سال دو سال بعد واپسی کے وقت طلاق دینے کی نیت ہوتی ہے تو ایسی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا(نکاح مسیار کی حقیقت :مضامین کوم:اشاعت)۔

''کشمیرعظمی''(اردو نیوز پور ٹل،اشاعت۹،اگست،۲۰۲۱ء)مینجناب اسد مرزا صاحب اپنے مضمون ''زواج المسیار ،سعودی عرب میں بڑھتی ہوئی سما جی برائی ''میں دارالعلوم وقف دیوبند کے مفتی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: دارالعلوم وقف دیوبند کے مفتی امانت علی قاسمی کے بقول نکاح مسیار کو قانونی تقاضوں کو پوراکرنے کی بنا پر ہم مسیار کی قانونی طور پر ایک جائزاسلامی شادی قرار نہیندے سکتے ۔

(ب)علماء عرب میں بعض اس کے جوازکے قائل ہیں جیسے علامہ یوسف القرضاوی البتہ وہ بھی اس کے داعی نہیں ہے وہ لکھتے ہیں:

''إنی لست من دعاۃ۔زواج المسیار۔ولامن المرغبین فیہ،فلم اکتب مقالۃفی تحبیذہ أو للدفاع عنہ،ولم أخطب خطبۃ إلیہ،کل مافی الأمر--------- وأنا ۔والقول للشیخ القرضاوی۔ لاأنکر ھذا، وإن ھذا النوع من الزواج لیس ہو الزواج الإسلامی المثالی المنشود، ولکنہ الزواج الممکن، والذی أوجبتہ ضرورات الحیاۃ،وتطور المجتمعات ،وظروف العیش''(نکاح

المسیار،۱۰)۔

''الوطن ''۶،اگست،۲۰۲۱ء، احمدالشرقاوی اپنے مضمون ''ماحکم الدین فی زواج المسیار''میں ڈاکٹرعلی جمعہ کا فتوی لکھتے ہیں کہ وہ بھی نکاح مسیار کے جوازکے قائل تھے اور اس کو حلال سمجھتے تھے وہ لکھتے ہیں:''زواج المسیار حلال، وکان الدکتورعلی جمعۃ،مفتی الجمھوریۃ السابق، أکد إن زواج المسیار الذی یستوفی الأرکان والشروط الشرعیۃ مباح، ولایحمل أی لون من امتھان کرامۃالمرأۃ أو الرجل،موکدا علی أن مجمع البحوث الإسلامیۃالتابع للأزھر أجاز زواج المسیار طالما فیہ شھود وإشھاد وولی ، والمرأۃوافقت علی ذلک برضاھا''۔

شیخ محمد متولی الشعراوی رحمہ اللہ نکاح مسیار کے بارے میں فرمایاکہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہونگا، صاحب نکاح المسیارلکھتے ہیں:''قال رداعلی سوال وجہ إلیہ عن زواج المسیار:إننی لم أسمع بھذاالزواج ولا أعرف عنہ شیئا ،وقال:أنا لا أتکلم عن شیء لاأعرفہ''(نکاح المسیارواحکام الانکحۃالمحرمۃ،۱۴)۔

(ج)ابھی تک راقم الحروف کی معلومات کے مطابق مسلمانی حکومتوں میں کہیں بھی باضابطہ طور پر نکاح مسیار کے متعلق کوئی قانون نہینبنا ہے ،پاکستان میناس پر گفتگو شروع ہوچکی ہے ،ایک نیوزپورٹل ''مکالمہ '' (۱۵،دسمبر۲۰۲۱ء)کی خبرکے مطابق وہانکے علماء کو یہ ذمہ داری سونپ دی گئی ہے ،مضمون نگار لکھتے ہیں:پاکستان میں نکاح مسیار یا متعہ کے حوالے سے نئے قوانین بنائے جانے کی تیاریاں شروع ہوچکی ہیں،اور اس حوالے سے مختلف مسلم فرقوں کے مولوی صاحبان سے قرآن و احادیث کے حوالے سامنے لائے جانے اور انہیں مرتب کئے جانے کی ہدایات بھی جاری کردی گئی ہیں، دیکھیئے اب یہ کام اور قانون کتنے عرصے میں لاگو ہوتا ہے۔

سوال(۶)نکاح مسیار کے نتیجہ میں بچے کا نفقہ اور تربیت کی ذمہ داری:

نکاح مسیاردرست نہیں ہے، لیکن جن علماء کے نزدیک درست ہے تو ایسی صورت میںنکاح مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ کا نسب شوہر سے ہی ہوگا ،اس لئے اس کا نفقہ اسیی شوہر پر ہی ہوگاھندیہ میں ہے

''نفقۃ الأولاد الصغار علی الأب لایشارکہ فیھا أحد،کذا فی الجوھرۃالنیرۃ'' (الفتاوی الھندیہ ۱،۵۶۰)۔

نکاح مسیار اکثر و بیشتر حضرات صرف جنسی تسکین کی غرض سے کرتے ہیں ،اس لئے وہ ایک دوسرے توالد سے ضرور بچتے ہوں گے ،اس کے باو جود اگربچہ ہوجائے تو پھر وہ بہت جلد ہی شفقت پدری سے محروم ہوجائے گا،کیونکہ نکاح مسیار طلاق دینے کے لئے ہی کئے جاتے ہیں ،اس طرح گویا کہ ماں باپ بچوں کے لئے رحمت کے بجائے زحمت ہونگے، نیزنکاح مسیارسے جو بچہ ہوگا وہ صحیح تربیت سے بھی

محروم ہوگا ،اوراگر غلط راہ اختیار کیا تو اس کا گناہ خودماں باپ پر ہوگا۔

سوال(۷)نکاح مسیار ونکاح موقت کا دائرہ کار:

جامعۃالعلوم الاسلامیۃعلامہ محمد یوسف بنوری ٹاون کراچی کے آن لائن فتوی نمبر:۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳،مینکہا گیا ہے کہ نکاح مسیار نکاح موقت ہی کی طرح ہے، لکھتے ہیں:اس قسم کانکاح(یعنی نکاح مسیار)معنا ''نکاح موقت ''ہی کی طرح ہے ۔

اور نکاح موقت باطل ہے تو نکاح مسیار بھی باطل ہی ہوگا ،صاحب قدوری نکاح موقت کے بارے میں لکھتے ہیں:''ونکاح المتعۃ والموقت باطل'' (قدوری: ۱۶۳)۔

نکاح موقت باطل ہے پس نکاح مسیار اسی کے حکم میں ہے اوریہ بھی باطل ہے۔

سوال(۸)نکاح موقت کی حقیقت،ائمہ اربعہ و صاحبین کا نقطہ نظر:

نکاح موقت، نکاح متعہ ہی ہے اس لئے یہ بھی باطل ہے فتاوی ہندیہ میں ہے: ''والنکاح الموقت باطل، کذا فی الھدایۃ ،ولافرق بین طول المدۃوقصرھاعلی الأصح، ولا بین المدۃ المعلومۃ والمجھولۃ،کذا فی النہر الفائق ''(الفتاوی الہندیۃ۱،۳۴۸،زکریا بکڈپو،دیوبند)۔

نکاح موقت ائمہ اربعہ وصاحبین رحمہم اللہ تمام کے نزدیک باطل ہے ،سوائے امام زفرکے وہ کہتے ہیں کہ نکاح موقت درست ہے اور شرط باطل ہے ۔علامہ وہبہ زھیلی لکھتے ہیں:''وأما نکاح المتعۃ (وھو أن یقول لامرأۃ: أتمتع بک کذا) والنکاح الموقت (وھو أن یتزوج امرأۃعشرۃ أیام مثلا)فھو باطل،أما الأول فبالإجماع ما عدا الشیعۃ.... وأما الثانی فبطلانہ عندالجمھور:لأنہ أتی بمعنی المتعۃ، والعبرۃفی العقود للمعانی، وأجازہ زفر والشیعۃ، وقول زفر:ھو أنہ صحیح لازم:لأن النکاح لایبطل بالشروط الفاسدۃ'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷،۱۱۷، دارالفکر، دمشق)۔

صاحبین بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ ہیں، صاحب بدائع لکھتے ہیں:''وأما الثانی فھوأن یقول: أتزوجک عشرۃأیام ونحوذلک، وأنہ فاسد عند أصحابنا الثلاثۃ، وقال زفر:النکاح جائز وھو موبد، والشرط باطل''(البدائع الصنائع۳،۴۷۹،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،لبنان)۔

خلاصہ یہ کہ نکاح موقت ائمہ اربعہ وصاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک باطل وفاسد ہے۔

نکاح مسیار شریعت کی نظر میں

مولانا محمد فاروق قاسمی•

مسیار کی عرفی حقیقت:

مسیار کی عرفی حقیقت کے سلسلہ میں ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں :

''هوالزواج الذی یتم بین رجل وامرأة بایجاب وقبول وشهادة شهود وحضور ولی ،علی أن تتنازل المرأة عن حقوقها المادیة من مسکن ونفقة لها لأولادها إن ولدت، وعن بعض حقوقها الأدبیہ مثل القسم فی المبیت بینها وبین ضرّتها، وتکفی بأن یتردد علیها الرجل أحیانا''۔

یعنی ''نکاح مسیار'' نام ہے ایسے نکاح کا جو مردوزن کے مابین ایجاب وقبول، شاہدوں کی شہادت اور ولی کی موجودگی میں منعقد ہو، اس شرط کے ساتھ کہ عورت اپنے، مادی حقوق ،مسکن اور اپنے اور اپنے پیدا ہونے والی اولاد کے نان ونفقہ سے دست بردار ہوجائےاور اپنے بعض ادبی حقوق مثلاً شب باشی میں اپنے اور اپنے سوکن کے مابین پابندی لگانے سے سبک دوش ہوجائےاور وہ اس بات پر اکتفاء کرے کہ مر د کی آمدور فت اس کے پاس وقتافوقتاً ہوتی رہے (عقود الزواج المستحدثة وحکمہا فی الشریعة،۸) ارسال کردہ سوالات نامے میں اسی تعریف کی بہت حد تک عکاسی موجود ہے:دیکھیے۔

نکاح مسیار کی صورت عام طور پر یہ ہوتی ہےکہ مرد کسی عورت سے شریعت میں معتبر تمام ارکان وشرائط کی رعایت کے ساتھ نکاح کرتا ہے، لیکن اس نکاح میں عورت اپنی مرضی سےاپنے بعض حقوق نفقہ سکنی شب گزاری وغیرہ سے دست بردار ہو جاتی ہے (سوال نامہ ص،۲)۔

نکاح مسیار کا آغاز:

ذکر کیا جاتا ہے کہ نکاح مسیارسب سے پہلی مرتبہ سعودی عرب کے '' قصیم ''نامی قصبے میں ہوا،پھر سعودی عرب کے وسطیٰ علاقے ریاض اور اس کےگردو جوانب میں شہرت پزیر ہوا،پھر چونکہ خلیجی ممالک معاشرتی نظام کے اعتبار سے تقریباً یکساں ہیں، لہٰذا نکاح کا یہ طریقہ دوسرے ممالک کو یت،بحرین اور قطر میں بھی عام ہوتا چلا گیا،سب سے پہلے اس نکاح کی سوچ دینے والاشخص ''فہد الغنیم ''کے نام سے معلوم و مشہور ہے(از:مجلہ الصراط،صفر ۱۴۳۳ھ کاتب نصر سلمان ص،۱۵۸)۔

• خادم التدریس والافتاء جامعہ دار الاحسان بارڈولی، سورت، گجرات۔

نکاح مسیار کے اسباب:

نکاح مسیار کے وجود میں آنے کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں جن میں سے چھ اسباب کی طرف سوالات میں رہنمائی ملتی ہے،لیکن اگر ان اسباب پر غور کیا جائے تو یہ تمام اسباب تین میں منحصر ہوجاتے ہیں جو حسب ذیل ہیں ۔

(۱)عورتوں کی مجبوری(۲)مردوں کی مجبوری(۳)معاشرتی مجبوری۔

عورتوں کی مجبوری:

مثلاً کوئی عورت اپنے والدین کی حالت مرض میں خدمت کرنا چاہتی ہے، لیکن اگر وہ شوہر کے حسب منشیٰ دوسری جگہ رہیں تو والدین کی خدمت کرنے والاکوئی نہیں ہوگا،یا پہلے شوہر سے بچے ہیں جن کے ساتھ دوسرے شوہر کے یہاں منتقل نہیں ہوسکتیں تو ایسی عورت نکاح مسیار کرنے پر مجبور ہوتی ہے،اسی طرح بہت سے علاقےمیں غیر شادی شدہ،کنواری اور مطلقہ عورتیں کی تعداد بڑھتی جارہی ہےاس کی ایک وجہ توطلاق کی کثرت ہےاور دوسری وجہ عورت کے ولی کی طرف سےمہر کی کثیر رقم کا مطالبہ ہے، جس سے نکاح کرنے والے مرد کی یقینا کمی محسوس ہوتی ہے، اس صورت حال میں خواتین اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوکر نکاح کرنے پر رضا مند ہوجاتی ہیں اوریہ خواتین کی مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے '' نکاح مسیار '' کے لیے تیار ہوتی ہیں۔

مردوں کی مجبوری:

مثلاً کبھی مرد اپنی پہلی بیوی کے بڑھاپے کی وجہ سے یا غیر معمولی شہوت کی وجہ سے دوسری شادی کرنا چاہتا ہے،یا کبھی اس طرح کا آدمی شادی تو کرنا چاہتا ہے،مگر فقر اور تنگئ حال کی وجہ سے یا کثرت اسفار کی وجہ سے نفقہ و سکنی پر قادر نہیں رہتا،تو ایسے لوگوں کی تکمیل حاجت کے لیے '' نکاح مسیار ''کا وجود ایک نعمت ہے ۔اسی طرح بعض دفعہ شوہر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی دوسری شادی کو اپنی پہلی بیوی کے سامنے ظاہر نہ کرے، تاکہ ان کے درمیان تعلقات خراب نہ ہوں تو وہ زواج مسیار سے فائدہ اٹھاتا ہے ،تاکہ ضرورت کی تکمیل بھی ہو اور اقامت طویلہ اور نان ونفقہ سے بری ہونے کی وجہ سے پہلی بیوی کو اطلاع بھی نہ ہو،اور کبھی یہ بھی سبب ہوتا ہے کہ مرد کی بودوباش اور تعلیم وتعلم ایسے خراب ماحول میں ہوتی ہے جہاں تجردکے ساتھ پاک دامنی کی زندگی دشوار نظر آتی ہے تو مرداپنی عفت وعصمت کی حفاظت کے لیے نکاح مسیار کرلیتا ہےیا مرد اپنی تجارتی اور کسبی ضرورت کے لیے کثرت سے کسی خاص ملک کا سفر کرتا ہےاور وہاں طویل مدت تک رہنا پڑتا ہے اوربلا شبہ وہاں کے ماحول میں بیوی کے ساتھ رہنے میں زیادہ حفاظت ہے،اس لیے نکاح مسیار سے فائدہ اٹھاتا ہے،بہرحال یہ سب مردوں کی مجبوریاں ہیں جس کی وجہ سے نکاح مسیار کا وجود عمل میں آیا۔

معاشرتی مجبوری:

نکاح مسیار کے اسباب میں سے ایک سبب معاشرتی مجبوری بھی ہےکہ معاشرت میں غیر شادی شدہ معمر خواتین یا مطلقہ بیوہ عورتوں کی کثرت ہوتی ہے،اور عموماً یہ سب خواتین مالدار ہوتی ہیں اور پاکیزہ زندگی گزارنا چاہتی ہیں،لیکن بہت سی معاشرتی مجبوریوں کی وجہ سے باضابطہ نکاح نہیں کر سکتینتو ایسی عورتوں کے لیے نکاح مسیاران کی ضرورتیں پوری کرتی ہے،اسی طرح بہت سے مردوں کی معاشرتی مجبوری ہوتی کہ وہ اپنے ماحول میں کسی مجبوری کی وجہ سے نکاح نہیں کرسکتے تو وہ دوسری جگہ نکاح مسیار کرتے ہیں اور وہاں وقتاً فوقتاً آکر اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں ،یہ سب نکاح مسیار کے اسباب ہیں جب کہ ماحول میں غوروفکر کرنے سے اور بھی اسباب نکل سکتے ہیں۔

نکاح مسیار کی صورتیں: نکاح مسیار کی کچھ علماء نے متعددصورتیں تحریر کی ہیں جو حسب ذیل ہیں ۔

الف: نکاح سراً ہو علانیہ نہ ہو۔

ب:نکاح مسیار اس شرط پر ہوکہ عورت اپنے بہت سے حقوق مثلاً نفقہ،سکنی مہر وغیرہ سے دست بردارہوں۔

ج: متعدد بیویونکی موجودگی میں نکاح مسیار اس شرط پر ہو کہ اس نئی بیوی کے لیے باضابطہ کوئی باری نہ ہوگی،اب ہرایک کی قدر تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلی صورت (نکاح مسیار سراً ہو)یعنی نکاح مسیار میں باضابطہ ولی کی اجازت سے دوگواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہو تاہم گواہوں سے عدم اعلان واشتہار کا عہد وپیمان کرلیاہو،جیساکہ '' علامہ علی عبدالاحد ''اپنے مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں :

''أن یکون النکاح فی السر أی بین الزوجین فقط، ویطلب من الشهود عدم إعلانہ وإشهادہ" (المجلہ کلیۃ الدراسات،شوال ١٤٢٢ھ)۔

تو ایسے نکاح کا حکم یہ ہے کہ یہ نکاح از روئے شرع جائز و درست ہے اس لیے کہ یہ نکاح جب دوگواہوں کی موجودگی میں وجود پذیر ہواہےتو نکاح کے ارکان و شرائط پائے جانے کی وجہ سے منعقد ہوگیااور گواہوں پر عدم اشتہار کی شرط لگانے کی وجہ سے نکاح سر میں داخل نہیں ہوا، بلکہ رکن وگواہ دونوں کے پائے جانے کی وجہ سے دائرۂ جواز میں باقی رہا اور اس میں گواہوں سے کتمان نکاح کی درخواست اور عہدو پیمان کا کوئی اعتبارنہ رہا یہی جمہور فقہا کا مذہب ہےجیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہے۔

''قال ابن العربی:النکاح عقد یفتقر إلی إعلان لاخلاف فیہ ونکاح السر ممنوع لاخلاف فیہ واختلف فی کیفیتہ، فقال الشافعی: کل نکاح حضرہ رجلان عدلان خرج عن حد السر، وإن تواصوا بکتمانہ، وقال أبوحنیفۃ ؒ: إذا حضرہ رجلان کانا عدلین أو محدودین أو رجل وامرأتان فقد خرج عن السر، ولوتواصوا بکتمانہ" (عارضۃ الاحوذی،۴)، اور یہی مذہب حضرات حنابلہ کابھی ہےتاہم یہ لوگ صحت نکاح کے ساتھ کراہت کے قائل ہیں،جیسا کہ حضرت

وھبہ زحیلیؒ فرماتے ہیں: ''وقال الحنابلۃ :لایبطل العقد بتواصی کتمانہ فلو کتمہ ولی وشہود وزوجان صح وکرہ'' (۹،۶۵۶۰)، البتہ اس طرح سے نکاحِ سر حضرات مالکیہ کے یہاں جائز نہیں بلکہ اس طرح سے نکاح منعقد ہونے کے بعد اگر دخول پایا گیاتو ایک طلاق بائن کے ذریعہ فسخ ہوجائے گا، جیسا کہ '' الفقہ الاسلامی ''میں موجود ہے ۔

''قال المالکیۃ : ویفسخ نکاح السر،وھوالذی یوصی فیہ الزوج الشھود بکتمہ عن امرأتہ أو عن جماعۃ ولو أھل منزل، بطلقۃ بائنۃ إن دخل الزوجان'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۹، ۶۵۶۰)۔

معلوم ہوگیا کہ جمہور فقہاء حضرت امام ابوحنیفہؒ ،امام شافعیؒاور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مذکورہ طریقہ سے نکاح کرنا نکاحِ سرمیں داخل نہ ہونے کی وجہ سے درست ہےاور نکاح سر سے نکل جانے کے لیے صرف چار آدمیوں کا ہونا کافی ہے، ولی، زوج، شاہدین، جیساکہ الفقہ الاسلامی میں ہے: ''لابد فی النکاح من أربعۃ الولی والزوج والشاھدین'' (۹ ،۶۵۵۹)۔

اور نکاح سر کی حقیقت یہ ہے کہ دو گواہوں کے بغیر منعقد ہو ،چنانچہ جو نکاح دوگواہوں کے بغیر منعقد ہو، نکاح سر ہے جو درست نہیں ہے،جیسا کہ ''موسوعۃ الفقہیہ '' میں ہے۔

''نکاح السر مالم یحضرہ شاہدان، اماحضرہ شاہدان فھو نکاح علانیۃ لانکاح سر'' (موسوعہ ۴۱،۳۰۰)۔

(۲) دوسری صورت:عدم مہر کی شرط پر نکاح کرنا: نکاح مسیار کی یہ بھی صورت ہوتی ہے کہ نکاح کے ارکان وشرائط موجود ہونے کے ساتھ ساتھ یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ عورت اپنے مہر سے دست بردار ہوجائےگی تو اس طرح یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں تقریباً تمام اہل مذاہب کا اتفاق ہے کہ مہراگرچہ عقد نکاح میں واجب اور ضروری ہےتاہم یہ نکاح کے رکن و شرائط میں سے نہیں ہے،بلکہ عورت کے اعزاز واکرام اور محل بضع کی عظمت کے اظہار کے لیے ہے،لہٰذا عقد کے وقت خواہ مہر متعین کیا جائے یا نہ کیا جائے یا اس شرط پر نکاح ہوکہ عورت کے لیے کوئی مہر نہ ہوگا،بہر صورت عورت کے لیےمہر کا وجوب ہوگااور عدم مہر کی شرط معتبر نہ ہوگی اور نہ قبل از نکاح عورت اس مہر کی نفی کر سکے گی،ہاں نکاح کے بعد جب حقیقتاً یا حکماً دخول یا موت کی وجہ سے مہر کاوجوب ہوجائےیا قبل از دخول طلاق واقع ہوجائےتو ان صورتوں میں عورت اپنے واجبی مہر معاف کرنے اور ابراء کرنے کی حقدار ہوگی ورنہ نہیں،چنانچہ حسب ذیل جزئیہ اس کی واضح دلیل ہے۔

''فإذا تم العقد بدون مہر صح وجب للزوجۃ المھراتفاقاً''(الفقہ الاسلامی ۹،۶۷۶۱)۔

''وفی الھدایہ: إن تزوجھا ولم یسمّ لھا مھرا أو تزوجھا علی أن لامھر لھا،فلھا مھر مثلھا، إن دخل بھا أو مات عنھا (إلیٰ قولہ) وإنما یصیر حقا لھا فی حالۃ البقاء فتملک الإبراء

دون النفی'' (ہدایہ۲،۳۲۴)۔

بعض حقوق مثلاً نفقہ وسکنیٰ سے براءت کی شرط لگانا:

نکاح مسیار میں ایسا بھی ہوتا ہے، کہ شوہر عقد نکاح کے وقت یہ شرط لگاتے ہیں کہ عورت کو نفقہ وسکنیٰ نہیں ملیں گےاور وہ اپنے ان حقوق سے دست بردار رہے گی ،تو نکاح میں اس طرح کی شرط لگانا از روئے شرع باطل و ناجائز ہے، اس لیے کہ نفقہ وسکنی عقد زواج کے تقاضے سے من جانب اللہ عورت کے لیے ثابت ہیں ،جن کی نفی کی شرط لگانا حقیقت میں حکم شرع کی تبدیلی ہے، جو درست نہیں جیسا کہ شامی میں ہیں۔

''فتجب النفقۃ من حین العقد الصحیح وإن لم تنتقل إلی منزل الزوج إذالم یطلبھا'' (شامی۵،۲۸۵) ۔

''وفی الھدایہ:النفقۃ واجبۃ علی زوجھا مسلمۃ کانت أو کافرۃ اذا سلّمت نفسھا إلی منزلہ قال فی النھایۃ ھٰذالشرط لیس بلازم فی ظاھر الروایۃ، فإنہ ذکر فی المبسوط وھو ظاھر الروایۃ بعد صحۃ العقد النفقۃ واجبۃ لھا، وإن لم تنتقل إلی بیت الزوج'' (ہدایہ مع الحاشیہ۲،۴۳۷)۔

''وفی الھندیۃ:رجل تزوج امرأۃ بالف علی أن لا ینفق علیھا ومھر مثلھا مائۃکان لھا الألف والنفقۃ، کذافی فتاویٰ قاضی خان''(فتاویٰ ہندیہ۱،۳۷۵)۔

احناف وحنابلہ:

لہٰذا عقد نکاح میں مذکورہ شرطوں کا اعتبار درست نہ ہوگا اور عقد صحیح ہوجانے کی وجہ سے عورت کے لیے نفقہ وغیرہ ازخود واجب ہوجائے گاالبتہ مذکورہ حقوق کے وجوب کے بعد اگر عورت بخوشی بری کردے تو ماضی کے حقوق بری ہوجائینگےاور مستقبل کےبری نہ ہونگے جیساکہ''علامہ ابوبکر ''جصاص رازیؒ ''تحریر فرماتےہیں:

''وعموم الاٰیۃ تقتضی جواز اصطلاحھماعلی ترک المھروالنفقۃ والقسم وسائر مایجب لھا بحق الزوجیۃ إلاأنہ یجوز لھا إسقاط ماوجب من النفقۃ للماضی فاماالمستقبل فلا تصح البراءۃ منہ'' (احکام القرآن ۲،۳۵۵)، اور حضرات فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک چونکہ ان فاسدونا جائز شرطوں سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا لہٰذا عقد نکاح باقی اور شرطیں باطل ہوجائینگی یہی حضرات احناف وحنابلہ کا مذہب ہےجیساکہ الفقہ الاسلامی میں علامہ وہبہ زحیلیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''أما تأثیرالشرط الفاسد علی العقد ،فعند الحنفیۃ،الشرط الفاسد لایفسد العقد، وإنما یلغی الشرط وحدہ ویصح العقدوالحنابلۃ یوافقون الحنفیۃ فیما ذکر إلافی بعض الشروط فإنھا تبطل العقد'' (الفقہ الاسلامی۹،۶۵۴۸)۔

فرقۂ ظاہریہ:

جبکہ فرقۂ ظاہریہ کے یہاں اس طرح کی شرطوں سے نکاح فاسد ہوجاتا ہے،اگر چہ اس نکاح کے نتیجہ میں توالد وتناسل ہو چکا ہو،لہٰذا ان حضرات کے نزدیک اس طرح کے

نکاح کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوگا اور نہ اس نکاح کی وجہ سےباہم توارث کا جریا ن ہوگا اور نہ مرد پر نفقہ اور مہر کا وجوب ہوگا اور نہ طلاق دینے کے بعد عورت پر عدت واجب ہوگی،جیسا کہ علی عبدالاحد اپنے مقالہ میں تحریر کرتے ہیں: ''ذهب الظاهرية إلى أن النكاح الذى يشتمل على مثل هذه الشروط فاسد مفسوخ أبداً وإن ولدت الأولاد، ولايتوارثان ولا يجب فيه نفقة ولا صداق ولاعدة الخ''(٣١٩) ۔

اسی طرح حضرات مالکیہ کے یہاں بھی اس طرح کا عقد نکاح دخول سے قبل فسخ ہوجائے گا،اور دخول کے بعد حرمت مصاہرت نسب اورارث وغیرہ میں ثابت مانا جائے گا،چنانچہ الفقہ الاسلامی میں ہے: ''ذهب المالكيه إلى أن العقد الذى يقترن بشرط مناقض مقتضاه يمنع ويفسخ النكاح قبل البناء أوالدخول''(نكاح المسيارفى الفقه الاسلامى ٣٢٠، هكذا فى الفقه الاسلامى وادلہ٩،٦٥٤٧)۔

حضرات شوافع:

البتہ حضرات شوافع کے نزدیک اگر شرط فاسد نکاح کے مقصد اصلی میں مخل ہو تو اس سے نکاح فاسد ہوجائے گا ورنہ خود شرط فاسد اور نکاح باقی رہے گاجیسا کہ علامہ زحیلیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''وأما عندالشافعية: فإن الشرط الفاسد يفسد العقد إذا أخل بمقصود الزواج الأصلى، وإلا فسد الشرط وحده'' (الفقہ الاسلامی وادلۃ ،٩،٦٥٤٧)۔ حاصل یہ کہ بہت سے علماء کے نزدیک اس طرح کے نکاح میں لگائی ہوئی شرطوں سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ نکاح باقی اور ایسی شرطیں فاسد اور کالعدم ہوتی ہیں ،جیسا کہ مذکورہ تفصیلات سے وضاحت ہوئی۔

نکاح مسیار میں متعددزوجات کے مابین عدم باری کی شرط:

نکاح مسیار کی متعدد صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہوتی ہےکہ نکاح کرنے والےکے پاس اگر پہلے سے بیوی موجود ہوتو نکاح مسیار میں عدم قسمت کی شرط لگادی جاتی ہےتاکہ نکاح مسیار سے ہونے والی بیوی مساوی شب باشی کا تقاضہ نہ کرے، تو اس طرح عقد نکاح میں شرط لگانا گو فاسد ہے ،لیکن اس سے نکاح فاسد نہیں ہوتا، لہٰذا اس طرح کی شرط لگانا غیر معتبر ہوگا،اور نکاح اپنے رکن وشرط کے سا تھ پائے جانے کی وجہ سےمعتبر رہے گا، اور مرد کے ذمہ تمام بیویوں کے نفقہ وسکنیٰ اور بیتوتت میں مساوی رویہ اختیار کرنا ضروری ہوگا، یہی جمہور کا مذہب ہے، جیسا کہ الفقہ الاسلامی میں ہے: ''إذا كان للرجل أكثر من امرأة فعليه عندالجمهور غير الشافعية العدل بينهن فى حقوقهن من البيتوتة والنفقة والكسوة والسكنٰى الخ''(٣،٦٥٩٣)۔

البتہ نکاح ہوجانے کے بعدواجب شدہ حقوق بخوشی عورت چھوڑنا چاہےتو چھوڑ سکتی ہے، جیسے کہ اپنا حق بیوتت کسی سوکن کو ہبہ کردےیا یونہی چھوڑ دےیا ماضی کے نان ونفقہ سے بری کردے تو اس کی مجاز ہوگی ،اور یہ تمام حضرات فقہاء کے نزدیک

ایک اتفاقی مسئلہ ہےجیسا کہ ‘‘علامہ زحیلی ’’ لکھتے ہیں:‘‘اتفق الفقهاء على أن للمرأة أن تهب حقها من القسم فی جمیع الزمان أوفی بعضہ لبعض ضرائرها وعلى أنه إن رضيت بترک قسمها جاز ،لأنہ حق ثبت لها فلها أن تستوفی ولها أن تترک’’(الفقہ الاسلامی ۹،۶۵۹۵)۔

اسی طرح علامہ ابوبکرجصاص احکام القرآن میں تحریر فرماتے ہیں :

‘‘وعموم الآیۃ تقتضی جواز اصطلاحهما على ترک المهروالنفقۃ والقسم وسائر امایجب لها بحق الزوجیۃ إلاأنہ یجوز لها إسقاط ماوجب من النفقۃ للماضی، فأما المستقبل فلا تصح البراءۃعنہ’’ (احکام القرآن۱،۳۵۵)۔

نکاحِ مسیار اجازتِ ولی کے بغیر:

ترتیب سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح مسیار کی ایک صورت ولی کی رضامندی اور اس کی اجازت کے بغیر سراً نکاح کرلینا بھی ہے،اگر واقعی یہ بھی صورت ہے تو جمہور علماء کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر ایسا نکاح صحیح نہیں ہے ،خواہ عورت عاقلہ ،بالغہ رشیدہ کیوں نہ ہو،یہی بہت سے صحابۂ کرامؓ کا بھی مذہب ہے،جیسا کہ علامہ وہبہ زحیلیؒ تحریر فرماتے ہیں:

‘‘رائی الجمہور:فهو أن النكاح لايصح إلابولی ،ولاتملک المرأۃ تزویج نفسهاولا غیرها، ولا توكيل غير وليها فی تزويجها،فإن فعلت ولو كانت بالغۃ عاقلۃ رشيدۃ لم يصح النكاح’’ (الفقہ الاسلامی وادلہ ۹،۶۶۹۹)۔

جب کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام یوسفؒ کی ظاہر الروایۃ کے مطابق اگر عاقلہ بالغہ اپنا نکاح مہر مثل کے بدلے کفو میں ولی کی اجازت کے بغیر کرلے تو نکاح نافذ ہوجائے گا اور ولی کو حق اعتراض نہ ہوگااور اگر غیر کفو میں کرلے تو ولی کو حق اعتراض ہوگا اور وہ دارالقضاء سے اس نکاح کو فسخ کرانے کا مجاز ہوگا، البتہ اگر ولی سکوت اختیار کرلے یہاں تک کہ حمل ظاہر ہوجائے یا بچہ جن دےتو اس صورت میں ولی کے اعتراض اور طلب تفریق کا حق ساقط ہو جائے گا چنانچہ درمختار میں ہے :

‘‘فنفذ نكاح حرۃ مكلفۃ ولہ أی للولی إذا كان عصبۃ حق الاعتراض فی غير الكفوء،مالم يسكت حتی تلد منہ’’ (تنویر الابصار مع درمختار ۴،۱۵۵)۔

اور غیر ظاہر الروایت یہ ہے ، کہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفومیں نکاح کر لیاہے تو نکاح جائز ہی نہ ہوگا حتّٰی کہ ولی اگر نکاح کے بعد اظہار رضامندی کردے تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوگا اور فسادزمان کی وجہ سےاسی قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ در مختار میں ہے:‘‘ويفتی فی غير الكفوء بعدم جوازہ أصلا،لفساد الزمان’’ (درمختار ۴،۱۵۶)۔

حاصل یہ کہ اگر کوئی نکاح مسیار ولی کی اجازتت کے بغیر غیر کفوء میں کرلے تو جمہور کے نزدیک ایسا نکاح درست نہ ہوگا ۔

کیا نکاح مسیار سے مقاصد نکاح حاصل ہو سکتے ہیں؟

نکاح مسیار اگر اپنی تمام ضروری شرطوں اور رکنوں پر مشتمل ہو تو جمہور علماء کے نزدیک اس کے انعقادمیں کوئی کلام نہیں گو دل ودماغ میں ایک مدت کے بعد طلاق دے دیدینے کی نیت ہو۔تبیین الحقائق میں ہے۔

''لو تزوجها مطلقا وفی نیتہ أن یقعد معها مدة نواها فالنکاح صحیح'' (ہندیہ ۱،۳۴۸)۔

البتہ سوال یہ ہے، کہ اس طرح کے نکاح سے مقاصد نکاح کا حصول ہوتا ہے یا نہیں؟

تو ظاہر سی بات ہے کہ اس نکاح سے جذبات کی تسکین،جنسی خواہش کی تکمیل تو ہوسکتی ہے اور اس کے ضمن میں بہت حد تک پاک دامنی بھی مل سکتی ہے، تاہم نکاح کے اور بھی بہت سے جو مقاصد ہیں اس کے گلے گھوٹنے اور خون کردینےکے مترادف ہے، حضرت علامہ سرخسی مبسوط میں کچھ مقاصد نکاح حسب ذیل عبارت میں بیان کرتے ہیں:

''ثم یتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدینیة والدنیویة من ذلک حفظ النساء والقیام علیهن والانفاق، ومن ذٰلک صیانة النفس عن الزنا،ومن ذالک تکثیر عباد الله تعالیٰ وأمةالرسول ﷺ وتحقیق مباهاة الرسول ﷺ، کماقال: ''تناکحوا تناسلوا تکثروا فإنی مباه بکم الأمم یوم القیامة''، وسببہ تعلق البقاء المقدور بہ الیٰ وقتہ، فان الله تعالیٰ حکم ببقاء العالم الیٰ قیام الساعةوبالتناسل یکون هٰذا البقاء''(مبسوط، بیروت۴،۲۱۴)۔

(پھر اس عقد نکاح سے بہت سے دینی اور دنیوی مصالح متعلق ہوتے ہیں ،ان میں سے عورتوں کی دیکھ بھال کرنا اور خرچ اٹھانا ہے،اور اسی میں سےزناسے حفاظت وصیانت ہے ،اور ان ہی میں سے اللہ جل شانہ کے بندے اور امت رسول ﷺ میں اضافہ کرنا ہے اور تکثیر افراد کے ذریعہ آپ ﷺ کے فخر و مباہات کو ثابت کرنا ہےجیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:تم لوگ نکاح کرو اور نسلوں کی افزائش کرومیں تم لوگوں کی کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن دوسری امتونپر فخر کرونگا ۔اورنکاح کا سبب اس سے وقت معین تک طے شدہ بقاء کا متعلق ہونا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اس عالم کے باقی رکھنے کا فیصلہ فرمالیا ہے اوریہ بقاءتو الد وتناسل سے ہی ہوسکتاہے)۔

معلوم ہواکہ نکاح سےحاصل ہونے والاتعلق صرف جنسی خواہش کی تکمیل نہیں، بلکہ نکاح جسم وروح کا باہمی رشتہ ہے،اس مقدس رشتے میں میاں بیوی ایک دوسرے سے ہمیشہ وابستہ رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا عہد وپیمان کرتے ہیں ،اسی لیے اس رشتہ ازدواجی کو اللہ جل شانہ نے ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے،اور نکاح مسیار اس مقصد سے عاری ہے۔

نیز اسی مقاصد میں سے نکاح کے ذریعہ نسل انسانی کی کثرت وبقاء بھی ہے کہ اس

کے ذریعہ ایسی نیک صالح اولاد کا وجود ہو جو اس عالم کی تعمیر کر سکےاور انسانی زندگی کو سنوار نے میں سعی پیہم کرکے خلافت کی چادر اوڑھنے کے قابل بنا سکے اور آپ ﷺ کی امت میں اضافہ قیامت کے دن آپ کے لیے فخر واعتزاز کا ذریعہ بنے اور یہ بات تمام لوگوں کے سامنے روزروشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ سب مقاصد اس طرح کے نکاح سے حاصل نہیں ہوسکتے،اسی وجہ کچھ علماء اس نکاح کی اجازت ہی نہیں دیتے۔

نکاح مسیارکے سلسلے میں علماء عرب وہند کی آراء:

اس سے قبل بات گذر چکی ہے کہ نکاح مسیار کی حقیقت اور اس کا عرف تو قدیم نہیں ہے، مگر بالکل تازہ ترین بھی نہیں ہے،بلکہ اس کے رواج وعرف پر کئی دہائی گذر چکی ہیں، اس لیے اس طویل مدت میں علماء عرب کے مابین بہت زیادہ محل بحث رہا ہے، جبکہ ہندوپاک کے ارباب افتاء کی بہت کم آراء سامنے آئی ہیں ،لہٰذا بعض علماء معاصر نے ان بحث کرنے والے کی پانچ آراء کشید کی ہیں (١)مطلقاًحرام(٢)حرام مگر عقد کرلینے کی صورت میں صحیح(٣)اباحت مطلقہ (٤)اباحت مع الکراہت(٥)توقف۔

یہ کل پانچ آراء ہیں ،جب کہ بعض علماء عر ب نے ان اقوال خمسہ کی تلخیص صرف تین میں کی ہے۔

(١)اباہت یا اباہت مع الکراہت(٢)عدم اباہت(٣)توقف ۔

بہرحال نکاح مسیار کے سلسلہ میں علماءباحثین کی آراء مذکورہ اعداد وشمار میں ہیں جن کی قدر تفصیل حسب ذیل ہیں:

(١)نکاح مسیار حرام ہے:

نکاح مسیار اگرچہ ہیئت اسلامی اور ارکان وشروط کے ساتھ منعقد ہو مگر یہ عقد باطل وفاسد ہے،یہ رائے فضیلت الشیخ ''ناصرالدین الالبانی '' ،شیخ عبدالعزیزالمسند دکتور عجیل جاسم النشمی (عمیدکلیۃ الشریعت کویت) کی ہے۔

ان کے سامنے عدم جواز کی وجہ اس نکاح سے غیر معمولی مضرات اور اولاد کی تربیت واخلاق پرمنفی اثرات کا پیش آنا ہے،نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نکاح عورت کے ساتھ ایک کھلواڑ اور اس کی ذلت اور رسوائی کا ذریعہ ہےاس نکاح کی کوئی حقیقت نہینہے،گویہ ان حضرات نے مقاصد نکاح کے عدم حصول کی وجہ سرے سے نکاح کی نفی کردی ہے،جیسا کہ بعض نے فرمایا:''أمیل إلی القول بحرمتہ زواج المسیار لأنہ لایحقق الغرض الذی یقصدہ الشارع من تشریع الزواج'' (زواج المسیار دراثہ الفقہیۃ ص١٢٢) ۔

اسی طرح مزید فرماتے ہیں:

''زواج المسیار ضحکۃ ولعبۃ ومہانۃ للمرأۃ، فلاحقیقۃ لہ'' (زواج المسیار دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ١٢٠)۔

(٢)نکاح مسیار پر اقدام تو حرام ہے مگر عقد ہوجانے پر صحیح ہے۔

اس رائے کا بظاہرحاصل یہ ہے کہ نکاح مسیار جس ارادے سے کیا جاتا ہےاس ارادےسے اسکی طرف اقدام کرنااور ایسے نکاح کی تلاش وجستجو کرنااگر چہ جائز نہیں ہے، تا ہم اگر کوئی نکاح مسیار کرلے اور اس میں شرعی نقطۂ نظر سے نکاح کی تمام شرطیں اور ارکان موجود ہوں تو نکاح جائز ودرست ہوجائے گااور اس پر نکاح کے تمام آ ثار واحکام مرتب ہوں گے، اس رائے کے حاملین ''ڈاکٹر عمر بن سلیمان اشقر ،ڈاکٹر ابراہیم فاضل الدبو،ڈاکٹر محمدبن عبدالغفار الشریف،ڈاکٹر محمدزحیلی اور شیخ سلیم بن عبد الہلالی وغیرہ ہیناور ان حضرات کی وجہ مقاصد نکاح کی نفی ہےکہ اس نکاح سے ان کا حصول نہیں ہوتا اس لیے اس نکاح کی طرف متوجہ ہونا جائز نہیں ،البتہ عقد نکاح چونکہ شرطوں اوررکنونکے ساتھ موجود ہے اس لیے یہ نکاح درست ہے ۔

(۳)مطلقاً جائز ہے:

اس نکاح مسیار کی مطلقااباحت کے قائلین کی بھی ایک بڑی فہرست ہے جن میں سر فہرست''شیخ عبدالعزیزبن باز ،شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن جبرین، شیخ یوسف محمد المطلق،شیخ ابراہیم بن صالح الخضیری اور ڈکتور حسین بن محمد بن عبداللہ وغیرہ ہیں ،یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب زوجین کے مابین موانع نکاح موجود نہ ہوں اور عقد نکاح اپنی ان تمام شرطوں کوجامع ہوجو شریعت غراء میں معتبر ہے، تو اس نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے،اسی طرح زوجین جن امور کے بقاء واسقاط پرمتفق ہوں وہ بھی درست ہے جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہے۔

''لاحرج فی ذلک إذا استوفی العقد الشروط المعتبر شرعاً، وهی وجود الولی، ورضا الزوجین، وحضور شاہدین عدلین علی إجراءالعقد وسلامۃ الزوجین من الموانع الخ لعموم قول النبی ﷺ: المسلمون علی شروطهم الخ" (۱۱۲)۔

(۴)اباحت مع الکراہۃ:

البتہ بعض حضرات اس نکاح کے جواز کے ساتھ ساتھ کراہت اور شرعاً غیر مرغوب ہونے کے قائل ہیں،جیسے ''ڈاکٹروہبہ زحیلیؒ " اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی وغیرہ ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ نکاح اپنی صورت وشکل کے اعتبار سے اگرچہ درست ہے تا ہم اس نکاح سے مقاصد شرعیہ اسلامیہ کی تحقیق نہیں ہوتی،اس لیے یہ مکروہ غیر مرغوب ہے، لہٰذا اس طرح کے نکاح کی حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کرنی چاہیئے۔

(۵)توقف:

بعض اہل علم اس نکاح مسیار کے سلسلہ میں توقف کا قول اختیار کیا ہے،گویا ان کے سامنے کوئی واضح حکم ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے مزیدغوروفکر کرنے کی ضرورت ہےاس لیے یہ لوگ حکم ظاہر ہونے تک توقف کے قائل ہیں ، اس کے قائلین میں سے ''شیخ محمد بن صالح عثیمینؒ ''، ڈاکٹر عمر بن سعود العید اور ڈاکٹر محمد فالح مطلق

وغیرہ ہیں۔

‘‘قال:أمیل إلی التوقف فی المسئلۃ فھولایَعدُّزناحتی نجزم بحرمتہ ولانقول بإباحتہ لما فیہ من المضار الخطیرۃ’’(ہندوپاک کے فتاوی،۱۲۴)۔

فتویٰ کراچی:

مذکورہ شیوخ عرب کی آراءکے بعد ہندوپاک کے کچھ فتاوی پیش خدمت ہے۔

جامعہ بنوریہ کراچی کے دارالافتاءسے نکاح مسیار کو اصلولاًجائزجبکہ مقاصد نکاح سےہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ کہاں گیا ہے،اور اس سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔

(فتویٰ نمبر ۹۸۸۱) ۱۵،محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

موافق ۲۹-۹-۲۰۱۰

فتویٰ بنوری ٹاؤن:

مذکورہ تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے نکاح مسیار کی شرعاًاجازت نہیں ۔

دارالافتاء،جامعۃ العلوم الاسلامیہ ،بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر:۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳

Dt:18-9-2019

فتویٰ دارالعلوم دیوبند:

اگر شرعی طریقہ پر کم از کم دو گواہ ہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے اور مانع نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو،نکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہ کی جاتی بلکہ مطلق طور پر نکاح کیا تو ایسا نکاح درست وصحیح ہے،البتہ مہر سے دست بردارہونے کی بات درست نہیں ہے،دستر بردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم از کم دس دراہیم بحق شرع واجب ہونگے۔

دارالافتاء ، دارالعلوم دیوبند

فتویٰ: ۲۳۸۵

۱۶-۹-۲۰۰۷

یہ ہندوپاک کے چند فتاویٰ تھے جن مینبنوری ٹاؤن نے منع اور کراچی نے جائز مع الکراحت کی بات کہی ہےجب کہ دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ سے مطلق جواز کا مفہوم ہورہا ہے۔

بندہ کی رائے:

نکاح مسیار کے سلسلہ میں عرب اور ہند وپاک کے مختلف آراسامنے آچکے ہیں ،یقیناًبعض آرا افراط وتفریط کی حدمیں ہیں جیسے مطلقاً جائز یا مطلقاً حرام اور بعض مبہم غیر مفید ہیں جیسے توقف اورکچھ لوگوں نےسداً للذرائع اس نکاح کے جواز کی حوصلہ افزائی نہیں کی ہے ،البتہ جن حضرات نے اس نکاح کو جائز مع الکراہت کہاہےوہ معتدل

ہے ،بندہ اسی رائے کا حامل ہے بشرطیہ کہ عقد نکاح تمام شرطوں اور رکنوں پر مشتمل ہویعنی دوگواہوں کی موجودگی اور ولی کی رضامندی سے ایجاب وقبول کا عمل مکمل ہو،اور موانع نکاح مینسےکوئی مانع موجود نہ ہو،اور نہ عقد میں تحدیداوقات وزمان کا ذکر ہو،گودل میں کچھ بھی چھپا رکھا ہو،اس لیے اس صورت میں جب کہ عقد نکاح اپنے جملہ ارکان وشروط سے مکمل ہواس وقت اس کے عدم جوازیاعدم انعقاد کا قول کرنا ایک واضح حقیقت سے چشم پوشی یا اس کاانکار کرنا ہے،اور یہ درست نہیں اس لیے اس نکاح کے انعقاد کاقول امر لابدی ہےاور اس نکاح میں عدم مبیت عدم سکنی،عد م قسم اور دیگر حقوق واجبہ کےاسقاط کی شرطیں غیرمؤثرہیں، اس طرح کی شرطیں خود کافور ہوتی ہیں اور عقد موجود رہتا ہے۔

البتہ نکاح کے بعد عورت اپنی رضامندی سے کسی دباؤ کے بغیر اپنے کچھ یا تمام حقوق سے دست بردار، ہو تو یہ اس کا اپنے حق میں مالکانہ تصرف ہے جس کی اس کو اجازت ہے۔

رہی بات کراہت کی تو اس میں کچھ تفصیل ہے:

اگر واقعی اس طرح کے نکاح کی اشد ضرورت ہو کہ اس کہ بغیر مبتلاء معصیت ہو جائے گا یقین ہو یا ظن غالب تو یہ نکاح کراہت تنزیہی کے ساتھ جائز ہوگا اور کراہت اس لیے ہوگی کہ اس میں کماحقہ مقاصد نکاح کا حصول نہیں ہوتا لہٰذا ضرورت کی وجہ سے کراہت میں تخفیف ہو جائے گی،اور اگر مذکورہ ضرورت کے بغیر محض خواہشات نفسانی کی تحصیل اور حظوظ نفس کی تکمیل کے لیے نکاح مسیار کیا ہوتو مکروہ تحریمی کے ساتھ جائز ہوگا، جیساکہ یہ روزروشن کی طرح عیاں ہے،واللہ اعلم ۔

اس موقع پر رابطۂ اسلامی کے آٹھویں فقہی اجتماع کا فیصلہ پیش کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

''یوکد المجمع أن عقودالزواج المستحدثۃ وإن اختلفت أسماءھا وأوصافھا و صورھا لابد أن تضع لقواعد الشریعۃ المقررۃ و ضوابطھا من توافر الأرکان والشروط وانتفا ءالموانع، ولکن ذلک خلاف الاولی'' (الخمیس ١٥۔ربیع الاول١٤٢٧ھج۔الموافق ١٣۔اپریل٢٠٠٦ء)۔

(۶) نکاح مسیارسے پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت:

نکاح مسیار جب اپنے ارکان وشرائط پر مشتمل ہو اورنکاح سے مانع کوئی چیز موجود نہ ہو تو جملہ احکام نکاح اس پر مرتب ہونگےاور اس سے پیدا ہونے والےبچے بھی ثابت النصب شمار ہونگے اور اس کے نان و نفقہ تربیت و تہذیب کی بھی ذمہ داری اسی باپ پر ہوگی اب اگر باپ اس سے اعراض کرےاور عورت غنی صاحب ثروت ہوتو بہت ممکن ہے کہ نان و نفقہ کے مسائل سے نبرد آزمائی نہ ہومگر بچے کی تہذیب وتربیت اور اس کے پرداخت وپرورش کے مسائل پیچیدہ ہوسکتے ہیں، کیونکہ ظاہر سی بات ہے کہ

ایک مدت کےبعد طلاق و جدائی کی نوبت آئے گی یا نہیں آئی، مگر شوہر کےبیوی بال بچوں کے ساتھ نہ رہنے سے عموماً اولاد کی پرورش اس طرز طریق سے نہیں ہوپاتی جس طرح اس کی موجودگی میں ہوتی ہے،لہٰذا اس نگہداشت ونگرانی کے فقدان سے بچے کی زندگی پر منفی اثرات لازمی طور سے پڑیں گےجن کا تدارک بہت مشکل ہے،ایسی صورت میں بچے کی سماجی حیثیت برباداور ستیاناس ہوجائے گی اور معاشرتی نظام میں اس کی کوئی وقعت وعظمت باقی نہیں رہے گی ،اور یہ انسان کے روحانی موت سے کم نہیں ہے۔

اور اگر عورت خود کفیل نہ ہو یا اپنی کفالت تو کسی طرح کرسکتی ہو، مگر بچے کہ نان و نفقہ کی متحمل نہ ہوتوچونکہ شوہر بچہ سے بے فکر ہوکر اپنی انفرادی زندگی گزارتا ہےاور اولاد یوں ہی بغیر باپ کے زندگی کے مراحل طےکرتی ہیں، اس لیے ایسے وقت میں وہ دردر کی ٹھوکرینکھاتی ہوئی ضیق و تنگی کے پہاڑ سے ٹکراکر مرجاتی ہینیا عزت وکرامت کی بو سے بھی محروم رہتی ہے،الامان والحفیظ۔

یہ سب نکاح مسیار کے دیرینہ اثرات ہیں جن سے نمٹنا بے حد مشکل ہے۔

یہ تو مشت نمونہ از خروارے کے طور پر نکاح مسیار کے ایسے منفی اثرات تھےجن کا تعلق صرف اولاد سے ہے ورنہ خود نکاح مسیار سے حاصل ہونے والی رفیقۂ حیات کی زندگی کس طرح کے پیچ وخم اور نشیب وفراز سے دوچار ہوگی اور اس کی عفت وعصمت کی قیمتی نعمتیں کس طرح تار تار ہو کر رہ جائیں گی اس پر مقالہ نگاروں نے بہت کچھ تحریر کردیا ہے۔

نکاح مؤقت کی حقیقت:

جن نکاحوں کی شریعت غراءمیں حوصلہ شکنی کی گئی ہےاور ان پر قدغن لگاکران کی طرف سے توجہ ہٹائی گئی ہے ان میں سے نکاح مؤ قت بھی ہے،جس کی صورت یہ ہے کہ کسی خاتون سے دوگواہوں کی موجود گی میں ایک متعین مدت تک مثلاًدس دن یا ایک مہینہ یا ایک سال تک کے لیے نکاح کر لیا،جیسا کہ ہدایہ میں ہے: ''والنکاح المؤقت باطل،مثل أن یتزوج امرأة بشهادة شاهدین إلی عشرة أیام الخ'' (ہدایہ مع الفتح۲۳۸،۳) ۔

یہ نکاح حضرات احناف کے نزدیک باطل ہےجیسے کہ نکاح متعہ باطل ہے،البتہ حضرت امام زفرؒ کے نزدیک ایسی صورت میں نکاح منعقد ہوجائے گااور متعینہ مدت کی شرط کا کوئی اعتبار نہ ہوگا ،چنانچہ مبسوط میں ہے:''وإن قال تزوجتک شهرافقالت زوجت نفسی منک فهٰذا متعة ولیس بنکاح عندنا ۔وقال زفرؒ هو نکاح صحیح لان التوقیت شرط فاسد فان النکاح لایحتمل التوقیت والشرط الفاسد لایبطل النکاح''(مبسوط۵، ۱۴۴)۔

مذکورہ عبارت مبسوط سے یہ بھی معلوم ہوگیا،کہ نکاح مؤقت ہی نکاح متعہ ہےیعنی ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، خواہ نکاح لفظ متعہ سے منعقد ہویا نکاح وتزویج کے صیغہ سے ہو بہر صورت جب وہ مؤجل اور مؤقت بالوقت ہے تو وہی نکاح متعہ ہے یہی

بات محیط برہانی سے بھی معلوم ہوتی ہے:''وفی المحیط کل نکاح مؤقت متعۃ''جبکہ حضرات احناف کی عام کتب فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح مؤقت اور متعہ کے مابین دو وجہوں سے فرق ہے۔

الف:نکاح متعہ میں لفظ ''متعہ '' سے صیغۂ عقد کا اشتقاق ہوتاہےاور نکاح مؤقت میں لفظ نکاح وازدواج سے صیغۂ عقد کااشتقاق ہوتا ہے۔

ب:دوسرا فرق یہ ہےکہ متعہ میں گواہ اور تعیین مدت نہیں ہوتی اور نکاح موقت میں گواہ اور تعیین مدت مقصود ہوتی ہےجیساکہ ''موسوعۃ فقہیہ ''میں ہے:''قال شیخ الاسلام فی الفرق بینہ وبین النکاح الموقت:أن یذکر المؤقت بلفظ النکاح والتزویج،وفی المتعۃ أتمتع أو أستمتع یعنی ما اشتمل علی مادۃ متعۃ، وقال ابن الھمام:والذی یظھر مع ذلک عدم اشتراط الشھود فی المتعۃ وتعیین المدۃ،وفی المؤقت الشھود وتعینھا'' (شامی،زکریا۴،۱۴۸، الموسوعۃ الفقہیہ ۴۱،۳۴۰)۔

البتہ مؤقت ومتعہ کا یہ فرق صرف صورت وشکل کے اعتبار سے ہے ورنہ حضرت امام زفر کے علاوہ تما م حضرات احناف کے نزدیک دونوں کے مابین حکماً کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ دونوں ہی باطل ہے اور ہماری کتب فقہیہ مینجہاں بھی نکاح مؤقت کو متعہ کہا گیا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مؤقت بطلان میں متعہ کی طرح ہے،جیسا کہ متن ہدایہ میں ہے: ''ونکاح المتعۃ باطل والنکاح المؤقت باطل'' (ہدایہ مع الفتح ۳،۲۳۷، بدائع۳،۴۷۹)۔

اور اس کی وجہ حضرت علامہ سرخسیؒ یہ بیان کرتے ہیں کہ نکاحِ مشروع توقیت کا محتمل نہیں، بلکہ متعہ میں توقیت مانی جاتی ہے، تو جب نکاح موقت اور متعہ دونوں ہی تحدید وقت کے ساتھ کیے گئے تو یہ اس کے متعہ ہونے کی تصریح ہوگئی، لہٰذا اگر چہ یہ عقد ''لفظ نکاح ''و تزویج کے صیغہ سے منعقد ہو اس سے بالکل نکاح کا انعقاد نہ ہوگا، بلکہ وہ متعہ ہی شمار ہوگاجیسا کہ مبسوط میں ہے: ''والمعنیٰ فیہ:أن النکاح لایحتمل التوقیت إنما التوقیت فی ا لمتعۃ فإذا وقتا فقد وجد منھما التنصیص علی المتعۃ فلاینعقد بہ النکاح وإن ذکر لفظ النکاح''(مبسوط۵،۱۴۴)۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوگیا کہ نکاح مؤقت اور متعہ دونوں ہی باطل ہیں اور ظاہر مذہب بھی یہی ہے،لیکن اس موقع پر حضرات مجتہدین نے امام زفر علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ نکاح مؤقت جو شرعی شرطوں کے ساتھ منعقد ہو اس میں تو قیت خود باطل ہوجائے گی اور وہ نکاح نکاحِ ابدی ہوکر صحیح ہوجائے گا، جیسا کہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں : ''ثم رجح قول زفر بصحۃ الموقت علی معنی أنہ ینعقد مؤبدا ویلغو التوقیت الخ''(۴،۱۴۹)۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نکاح مؤقت کے سلسلے میں زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ یہ متعہ ہے اورمتعہ منسوخ ہے، لیکن متعہ کا وہی معنی منسوخ ہے جس کا شریعت نے اعتبار کیا تھااور وہ معنیٰ انتہاءمدت سے عقد کا منتہیٰ ہوجانا ہے، لہٰذا جب

نکاح مؤقت سے توقیت لغو کردی گئی تو شریعت نے جن معنیٰ کو منسوخ کردیا ہےوہ منسوخ یہاں بھی پایا گیا، لہٰذانکاح درست اور شرط اجل باطل ہوگئی ۔برخلاف اگر لفظ متعہ سے عقد ہو اور اس سے نکاح صحیح ابدی کا ارادہ ہو تو اس سے بالکل نکاح منعقد نہ ہوگا،اگر چہ گواہوں کی موجودگی میں عمل عقد کی تکمیل ہو، اس لیے کہ صحت نکاح کے لیے ضروری ہے کہ وہ تملیک حالی کے لیے وضع ہو اورلفظ ''متعہ '' تملیک کا فائدہ نہیں دیتا، جیسے لفظ ''احلال ''سے نکاح اسی لیے منعقد نہیں ہوتاکہ وہ تملیک متعہ کے لیےمفید نہیں اور جب متعہ مفید ملک نہیں ہےتو اس سے مجازا نکاح مراد نہیں لیا جاسکتا'' فالفرق بین النکاح الموقت وبین المتعۃ بون جدا'' چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

''لأن غایۃ ا لأمر أن المؤقت متعۃ وھو منسوخ لکن المنسوخ معناھا الذی کانت الشریعۃ علیہ وھو ماینتھی العقد فیہ بانتھاء المدۃفالغاءشرط التوقیت أثر النسخ بخلاف مالو عقد بلفظ المتعۃ وأرادالنکاح الصحیح المؤبد فإنہ لاینعقد وإن حضرہ الشھود، لأنہ لایفید ملک المتعۃ کلفظ الإحلال،فإن من أحل لغیرہ طعاما لایملکہ فلم یصلح مجازاعن معنی النکاح''(شامی۴،۱۴۹)۔

یہ پوری تفصیلات حضرات احناف کے مطابق تھی بات رہی دیگر ائمہ کی، تو ان کے موقف کا خلاصہ مختصر اً حسب ذیل ہے۔

نکاح مؤقت میں دیگر ائمہ کی رائے:

دیگر ائمہ کے یہاننکاح مؤقت میں تعیین مدت کی دو صورتیں ہیں (۱)ایسی مدت کی تعیین کرنا کہ وہاں تک عموماً لوگ زندہ رہ سکتےہیں جیسے دس دن یاایک سال کے لیے نکاح کرنا ،ایسا نکاح حضرت امام زفرؒ کے علاوہ حضرات ائمۂ اربعہ رحمہ اللہ کے نزدیک فاسد ہے اس لیے کہ یہ متعہ کی دوصورتوں میں سے ایک ہے،جیسا کہ ''موسوعہ فقہیہ'' میں ہے:''فإن أجل إلی أجل یبلغانہ کمالوقال أتزوجک عشرۃ أیام أونحو ذلک فإنہ نکاح فاسد عند فقہاء الحنفیۃ (عدا زفر) وکذا المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ باعتبارہ عندھم من صورنکاح المتعۃ''۔

(۲) دوسری صورت یہ ہےکہ نکاح میں ایسی مدت بیان کی گئی ہے جہا نتک غالبا عاقدین زندہ نہیں رہ سکتے جیسے کہ ہزارسال تک کے لیے نکاح کرناتو اس صورت میں مالکیہ اور علامہ بلقینی الشافعی کے علاوہ تمام شافعیہ کا مذہب یہی ہےکہ یہ نکاح بھی باطل ہےجیسا کہ حضرات احناف کی ظاہر الروایت بھی یہی ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہےجیسا کہ ''موسوعہ '' میں ہے ''وذھب المالکیۃفی المذاہب والشافعیۃ عدالبلقینی إلی أن النکاح الموقت إلی أجل لا یبلغانہ باطل'' (۴۱،۳۴۳)۔

اسی طرح در مختار اور شامی میں ہے:

''وبطل نکاح متعۃ ومؤقت، وإن جھلت المدت أو طالت فی الأصح ،وفی الشامی :کان یتزوجھا إلی مائتی سنۃ وھو ظاھر المذھب وھو الصحیح کمافی المعراج'' (در مختار مع

الشامی، زکریا ۴، ۱۴۵ ،۱۴۹)۔

البتہ اس صورت میں حنابلہ، ابوالحسن مالکیہ،بلقینی اور شافعیہ میں سے بعض متأخرین اس بات کے قائل ہیں کہ یہ نکاح صحیح ہے جیسے کہ کوئی عقد نکاح میں زندگی بھر کی شرط لگادے تو نکاح صحیح رہتا ہے،حضرت امام حسن بن زیادؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے یہی روایت نقل کی ہے لیکن یہ روایت غیر ظاھر الروایۃ اور غیر صحیح ہے۔

جیسا کہ موسوعہ مینمذہب کا ذکر حسب ذیل طریقہ سے کیا ہے۔

''فقد ذهب الحنفية والحنابلة وأبوالحسن من المالكية إلى أنه لو أجل النكاح بأجل لايلغانه صح النكاح كأنه ذكر الأبد''(موسوعہ ۴۱،۳۴۲)۔

اسی طرح بدائع میں ہے: ''وروی الحسن بن زیاد عن أبی حنیفۃ أنہ قال إذا ذکر من المدۃ مقدار مالایعیشان إلی تلک المدۃ فی الغالب یجوزالنکاح کأنھما ذکرا الأبد'' (بدائع ۴۷۹ ،۳)۔

بنیت طلاق نکاح کرنا:

نکاح موقت کی مذکورہ تفصیلات سے واضح ہوگیا کہ نکاح مؤقت اسی وقت مؤقت ہوگا جبکہ عقد میں توقیت کا ذکر ہو،اگر عقد میں اس کا ذکر نہ ہو تاہم نکاح کے کچھ دنوں کے بعد طلاق دینے کی صرف نیت ہو خواہ اس کا علم منکوحہ یا اس کے ولی کو ہو یا نہ ہو ایسانکاح نکاحِ مؤقت نہیں کہلائے گا لہٰذایہ نکاح متعہ کے معنی میں نہ ہوگا ،یہی حضرات ائمۂ اربعہ کا مذہب ہے،اور یہ اس لیے کہ یہ نکاح شرط فاسد سے خالی ہےاور نیت طلاق سے فاسد نہیں ہوتاکیوں کہ توقیت لفظ سے ہوتی ہے نیت سے نہیں ،چنانچہ اس کی تصریح موسوعۃ الفقیہ میں حسب ذیل طریقہ سے کی گئی ہے۔

''اختلف الفقہاء فی النکاح بنیۃ الطلاق فذہب الحنفیۃو المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ فی قول جزم بہ فی المغنی والشرح علی أنہ إذا تزوج امرأۃ بنیۃ الطلاق بعد شھر أو أکثر أو أقل،فالنکاح صحیح سواء علمت المرأۃ أو ولیھا بھٰذہ النیۃ أم لاوذٰلک لخلوھٰذا العقدمن شرط یفسدہ ولا یفسد بالنیۃ الخ'' (۴،۳۴۳)۔

''وفی الدر المختار ولیس من الموقت مالو نکحھا علی أن یطلقھا بعد شہر أو نویٰ مکثہ معھا مدۃ معینۃ وفی الشامی:لأن التوقیت إنما یکون باللفظ'' (در مختار مع الشامی۴،۱۴۹) ۔

البتہ حنابلہ کا صحیح مذہب اور حضرت امام اوزاعیؒ کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے، اس لیے کہ یہ بھی متعہ کی صورتوں میں سے ایک ہےاور یہی قول بہرام مالکیہ کا بھی ہےبشرطیکہ منکوحہ کو مرد کے قصد و ارادہ کا پتہ چل جائے

جبکہ حضرات شافعیہ اس طرح کی نیت سے نکاح کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، تاکہ مبطلین کے اختلاف سے خروج ممکن ہوسکے۔

''وقال الشافعیۃ:یکرہ ہٰذا النکاح خروجا من خلاف من أبطلہ''(موسوعہ۴۱،۳۴۴)۔

برسرمطلب:

مذکورہ تفصیلات سے نکاح مسیار کا حکم بھی واضح ہوگیا کہ اگر نکاح مسیار اپنے تمام ارکانوں وشرائط پر مشتمل ہواور اس میں اجل وغیرہ کا ذکر نہ ہوبلکہ صرف نیت ہوکہ ایک مدت کے بعد طلاق دے دینی ہےتو مذہب حنابلہ کے علاوہ تینوں مذاہب کے مطابق نکاحِ مسیار جائز وصحیح ہے،البتہ حضرات شافعیہ ؒکے مطابق مکروہ ہے ۔

اور بندہ کی بھی یہی رائے ہے ان حضرات کے لیے جن کی حالت توقان کی نہ ہو، البتہ صاحب توقان کے لیے اس طرح کے نکاح کرنے میں کراہت کم ہو جائے گی، لیکن مقاصد نکاح کی طرف غور کر کے بہرحال کچھ نہ کچھ کراہت باقی رہے گی، کیونکہ ماقبل میں گذر چکا ہے کہ اس نکاح کے نتائج وثمرات میں قدر منافع کے ساتھ مضرتوں کے میدان وسیع تر ہیں۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

مولانا محمد صابر حسین ندوی•

نکاح مسیار اور علماء کی آراء:

نکاح مسیار جدید دور کی پیداوار ہے، جو بعض اوقات ضرورت اور عموماً ہوائے نفس کی اُپج ہے، نیز قرآن وحدیث اور قدیم فقہی ذخائر میں اس کی بدیہی نظیریں نہیں ملتی، البتہ بہت سی نظائر سے استیناس کیا جاسکتا ہے، چنانچہ یہ علماء و فقہاء کے درمیان ایک مجتہد فیہ مسئلہ بن گیاہے؛ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے میں معاصرین فقہاء کی آراء مختلف پائی جاتی ہیں، عبد الملک بن یوسف بن محمد مطلق نے اپنے تحقیقی مقالہ بعنوان :زواج المسیار - دراسۃ فقھیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ- میں تمام آراء کا تجزیہ کیا ہے، ان کے علاوہ علامہ یوسف القرضاوی، علامہ خثلان اور ڈاکٹر امانی علی المتولی نے - دراسۃ حول زواج المسیار وأسباب انتشارہ فی عالم الاسلامی ومالیزیا -میں بہترین بحث کی ہے، مگر مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمام نے ہی علماء کی آراء کیلئے اپنی بحثوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے،انہیں کو مدنظر رکھتے ہوئے ذیل کی سطروں میںان تین نقاط نظرکاتذکرہ کیا جاتا ہے۔

پہلا نقطہ نظر:وہ علماء جو اس نکاح کو مباح یا باالکراہہ مباح سمجھتے ہیں۔

دوسرا نقطہ نظر:وہ علماء جو عدم مباح کے قائل ہیں۔

تیسرا نقطہ نظر:وہ علماء جو اس سلسلے میں توقف رکھتے ہیں۔

پہلا نقطہ نظر:وہ علماء جو اس نکاح کو مباح یا باالکراہہ مباح سمجھتے ہیں:

الف:اس طبقہ میں شیخ عبدالعزیز بن باز کا نام سب سے اوپر پیش کیا جاتا ہے۔ان سے جب زواج مسیار کے متعلق پوچھا گیا کہ جس میں انسان دوسری ، تیسری یا چوتھی شادی اس شرط پر کرتا ہے کہ خاتون اپنے والدین کے پاس ہی رہے گی ،اور شوہر اس کے پاس متعینہ مختلف اوقات مینجایا کرے گا،تو ان کا جواب تھا کہ اس عقد میں کوئی حرج نہیں ہے،عقد میں ولی،زوجین کی رضامندی اور دوعادل گواہوں کا حاضر ہوناضروری ہے؛ تاکہ زوجین کا عقد رکاوٹوں سے محفوظ رہے،نیز عقد میں معتبر شرائط کا اعتبار ہوتا ہے، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ شرائط میں ان شرطوں کو پورا کرنا زیادہ اولیٰ ہے جن سے تم جماع حلال کرتے ہو:''لا حرج في ذلك إذا استوفى العقد الشروط المعتبرة شرعاً، وهي وجود ولي ورضا الزوجين، وحضور شاهدين عدلين على

• جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک۔

إجراء العقد وسلامة الزوجين من الموانع، لعموم قول النبي ﷺ:أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج" (صحیح بخاری شرح فتح الباری: ۵۱۵۱)۔

اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے: ''المسلمون علی شروطهم" (فتح الباری۴/۵۲۸)، شیخ نے یہ بات بھی کہی ہے کہ اگر زوجین اپنے گھر والوں سےمعاملہ پوشیدہ رکھیں؛ نیز دن یا رات یا چند متعینہ دن و رات پر راضی ہوجائیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ اعلان نکاح (مراد دو گواہ ہے) اور عدم اخفا سے کام نہ لیا جائے۔

زواج مسیار کو جائز کہنے والوں مینشیخ عبد العزیز بن عبد الله آل الشیخ (مفتي عام المملكة العربية السعودية، ورئيس هيئةكبار العلماء)،شیخ عبد الله بن عبد الرحمٰن جبرين (عضو الافتاء والدعوة والارشاد بالمملكةالعربية السعودية)، شیخ ابراہیم بن صالح الخضیری (القاضی بالمحكمة الكبرى بالرياض بالمملكة العربية السعودية)،شیخ یوسف محمد المطلق،ڈاکٹر حسین بن محمد بن عبدالله(سابق استاذ:جامعة الامام محمد بن سعود بالمملكة العربية السعودية)، مفتی مصر شیخ نصر فریداور شیخ الازہر محمد طنطاوی، ڈاکٹر سعد العنزی کا نام بھی شامل ہے۔ان سے جب نکاح مسیار کے متعلق پوچھا گیا تھا توان کے جوابات میں یہ بات مشترکہ طور پر کہی گئی تھی کہ جب تک اس میں کوئی حرام چیز داخل نہ ہو جائے اور حلال طریقہ پر مشروع عقد کر لیا جائے تو پھر زوجین اپنی مرضی کے مطابق اپنے حقوق سے دستبردار ہو سکتے ہیں؛ کیونکہ زواج شرعی مودت و رحمت پر منحصر ہوتی ہےگویا کہ یہی مقصود شرع ہے(المجلة العربية الرياض- العدد: ٢٢٢ - ٢٤١٧ھ، دیکھئے: الفتاوى الشرعية فى المسائل العصرية،خالد الجرسی:ص- ۵۶۴)۔

حاصل یہ ہے کہ بہت سے معاصر علماء نکاح مسیار کو بلاکراہت مباح سمجھتے ہیں۔ ان کا بنیادی طور پر یہی کہنا ہے کہ اس نکاح میں تمام شرائط پائے جاتے ہیناور حقوق زوجین کے متعلق زوجین کو اختیار ہوتا ہے؛ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی حق سے دستبردار ہو سکتے ہیں،نیزاس سلسلے مینام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کرتے ہیں،جس میں یہ بات آئی ہے کہ جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ بہت زیادہ ضعیف اور عمر رسیدہ ہوچکی ہیں ، ممکن ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق دے دیں؛ایسے میں انہوں نے اپنے حقوق اور اپنی حق زوجیت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے نام کردیااور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواہش کی کہ وہ آپ کو طلاق نہ دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرما لیا تھا۔

اس سلسلے میں سعد العنزی کی کتاب ' 'احکام الزواج (ص۳۱۸) ایک اہم اورقابل مطالعہ کتاب ہے، آپ نے اس میں حضرت سودہ کا عمل پیش کرنے کے بعد بعض اعتراضات کا بھی جواب دیا ہے، مثلاً اسقاط نفقہ کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ بلاشبہ نفقہ

واجب ہے؛ لیکن یہ بات بھی نقل کی گئی ہے کہ اگر کوئی خاتون مالدار ہو اور وہ اپنا نفقہ معاف کردے تو اس اتفاق پر کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ نقصان کے وقت اپنے نفقہ کا مطالبہ وہ کرسکتی ہے، دوسری بات یہ ہے نکاح مسیار میں اعلان (شاہدین) پائے جاتے ہیں، یہ کوئی ڈھکی چھپی شادی نہیں ہوتی اور اعلان سے مراد یہی ہے زوجین کی زوجیت عام ہوجائے (احکام الزواج: ٣١٨)۔

ب :معاصرین فقہاءمیں ایک تعداد ان حضرات کی بھی ہے جو اگرچہ نکاح مسیار کوکراہت کے ساتھ مباح سمجھتے ہیں ۔اس سلسلے میں مشہور فقیہ وہبۃ زحیلی کا نام قابل ذکر ہے،وہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح صحیح تو ہے؛ لیکن شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے .... اس لئے کہ شریعت میں نکاح سے مقصود نفس کا اطمینان، اہل و عیال کی دیکھ بھال، بہتر خاندان کی پرداخت ہے: ''هذا الزواج صحيح غير مرغوب فيه شرعاً ... لأنه يفتقر إلى تحقيق مقاصد الشريعة الإسلامية فى الزواج من السكن النفسى، والاشراف على الأهل والأولاد ورعاية الأسرة بنحو أكمل، وتربية أحكم'' (مستجدات فقهية فى قضاياالزواج والطلاق: ٢٦١)، ایک دوسرا قول شیخ یوسف القرضاوی کا ہے،آپ کی تحریروں سے یہ بات چھن کر آتی ہے: '' اس نکاح میں شریعت کا مقصود أتم درجہ پر نہیں پایا جاتا؛ کیونکہ نکاح اطمینان قلب، اولاد وغیرہ کیلئے مشروع ہے،ساتھ ہی یہ زندگی کی اہم ضرورت کی تکمیل کا باعث ہے، اس لئے میں نکاح مسیار کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا'' (زواج المسیار: ٨- ١٦- ١٧)۔

ان کے علاوہ شیخ عبد اللہ بن منیع کا بھی یہی ماننا ہےجو '' ھیئۃ کبار العلماء ''کے اہم رکن رہ چکے ہیں، آپ کا بھی استدلال یہی ہے کہ اس میں تمام شرائط نکاح پائے جاتے ہیں اس لئے اسے حرام قرار نہیں دیا جاسکتا؛ البتہ بعض مقاصد اصلیہ کے فوت ہونےکی وجہ سے اسے ناپسند کرتے ہیں،یہ تفصیلی بحث - مستجدات فقهيه فى قضايا الزواج والطلاق -ص: ٢٦١ ... میں مذکور ہے،اسی طرح شیخ سعود الشریم امام وخطیب مسجد حرام اور ڈاکٹرالحجی الکردی ،ڈاکٹرمحمود ابو لیل وغیرہ کا نام بھی شمار کیا جاتا ہے، مؤخر الذکر نے استدلال میں قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی ہے: ''وإن امرأة خافت من بعلها نشوزاً أو إعراضاً فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحاً، والصلح خير'' (نساء: ١٢٨) (اور اگر عورت کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رخی کا اندیشہ ہوتو ان دونوں کیلئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیناور صلح (بہرحال)بہتر ہے)۔ کہاجاتا ہے کہ یہ آیت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی، جب آپ نے اپنا حق حضرت عائشہؓ کو دینا چاہا، ڈاکٹر محمود اسے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ میاں بیوی آپس میں کسی شرط پر صلح کرلیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ البتہ یہ عمل مکروہ ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق حالات کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے گا (مستجدات فقهية -أسامة الاشقر:ص- ٢٥٧)۔

دوسرا نقطہ نظر:وہ علماء جو عدم مباح کے قائل ہیں:

عدم مباح کے قائلین میں سرخیل علماء ناصرالدین البانی کا نام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس شادی میں بہت سے نقصانات، اخلاقی خرابیاں اور تربیت اولاد میں منفی کردار شامل ہیں:''إن فيه مضاراً كثيرة على رأسها تاثيره السلبى على تربية الأولاد وأخلاقهم'' (احکام التعدد فی ضوء الکتاب والسنۃ:ص- ٢٩) سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ عبدالعزیز المسند نے بھی اس سلسلے میں سخت رویہ اختیار کیا، وہ اس نکاح کو دین کے ساتھ کھلواڑ اور مزاق سمجھتے ہیں،اور وہ ایسے لوگوں کو بزدل سمجھتے ہے جو نکاح مسیار کرتے ہوں: .... ''إن الرجال الجبناء هم الذين يتنطعون الآن بزواج المسيار''.. (مجلۃ الدعوۃ، عدد (١٦٧٧)ص: ٢٥۔ شوال: ١٤١٩)، اسی طرح ڈاکٹر عجيل جاسم النشمي (عميد كلية الشرعيه بالكويت سابقاً) کا بھی ماننا ہے کہ زواج مسیار باطل ہے، اگر باطل نہیں تو عقد فاسد ضرور ہے، انہوں نے اس پر کئی دلیلیں پیش کی ہیں۔

جس میں مرکزی بات یہی ہے کہ یہ نکاح مقاصد شریعہ کے خلاف ہے، جس کی نمائندگی ایک مستقل خاندان سے ہوتی ہے، آخر میں ڈاکٹر موصوف یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ نکاح حلالہ یامتعہ کے مشابہ ہے اس لئے حرام ہے (جريدة الوطن الكويت، عدد: ٧٥٨٤۔ ٢٨/ مارچ ١٩٩٧ء)، اس نکاح کو ناجائز کہنے والوں میں ڈاکٹر محمد زحیلی کا نام بھی ہے۔انہوں نے اسے دووجہ سے ناجائز قرار دیا ہے، پہلی وجہ یہ بتلائی ہے کہ اس عقد میں بعض ایسی شرطیں آجاتی ہیں جو مقاصد شرعیہ کے خلاف ہیں،جیسے مودت و محبت اور رحمت و خاندان وغیرہ ،دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عقدبہت سے مفاسد اور منافع چیزوں پر منتج ہوتی ہے جیسے خاندان، اولاد کا ضیاع اور عائلی زندگی کا برباد ہوجانا وغیرہ (مستجدات فقهية - أسامہ الاشقر: ٢٥٠)۔

اسی طرح ڈاکٹر محمد عبد الغفار الشريف (عميد كلية الشريعة الاسلامية والدراسات الاسلامية بالكويت) کا بھی یہ کہنا ہے کہ زواج مسیار ایک نئی بدعت ہے، جس کو بعض ہوا پرستوں نے ایجاد کیا ہے،جو عائلی زندگی کی تمام ذمہ داریوں سے بھاگتے ہیں،چنانچہ ان کے نزدیک یہ نکاح صرف جنسی ضرورت کی تکمیل کا نام ہے؛جوشریعت مطہرہ میں جائز نہیں ہے، انہوں نے اس سلسلے میں کئی دلیلیں پیش کی ہیں۔ ان میں سے پہلی بات تو یہی ہے کہ یہ نکاح مقاصد نکاح اور اس آیت کے خلاف ہے:''ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة'' (روم: ٢١)، وہ اس بارے میں سوال کرتے ہینکہ اس نکاح میں سکون کہاں ہے؟جس میں خاتون کو بے چینی اور خوف رہے کہ کب اس کا شوہر اپنی شہوات پوری کرکے طلاق دے دیگا۔اور دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ یہ مشکوک عقود میں سے ہے، اس لئے اسے جائز نہیں کہا جا سکتا (مستجدات فقهية - أسامہ الاشقر: ٢٥٤)۔

نکاح مسیار کو ناجائز کہنے والوں میں ڈاکٹر ابراہیم فاضل الدبّو، نیز ڈاکٹر جبر

الفضیلات، اور ڈاکٹر علي القرةداغي، عبد الله الجبوری، ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر،ڈاکٹر محمد الراوي وغیرہم کا بھی نام لیا جاتا ہے،موخرالذکر تو یہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی شادی ہی نہیں ہے؛ بلکہ شادی محبت وموّدت ورحمت کا نام ہے، جس سے خاندان بنتا ہے،عزت محفوظ ہوتی ہے اور حقوق وواجبات بجا لائےجاتے ہیں، مسیار میں یہ سب مقاصد فوت ہوتے ہیں: ''المسیار هذا ... من الزواج فی شئی !! لأن الزواج: السکن والمودة، والرحمة، تقوم به الاسرة، ویحفظ به العرض، وتصان به الحقوق والواجبات'' (مستجدات فقهیة - أسامه الاشقر: ٢٤٠، مجلة ساعة المصریة:عدد-٢٢٨٩- ١٩٩٧ء)۔

تیسرا نقطہ نظر:وہ علماء جو اس سلسلے میں توقف رکھتے ہیں:

بہت سے فقہاء نکاح مسیارکے متعلق جواز یا عدم جوازمیں صریح رائے اختیار نہینکرتے؛ بلکہ توقف کو ترجیح دیتے ہیں، ان کا یہ ماننا ہے کہ اس مسئلے کا ابھی حکم واضح نہیں ہوا ہے اور مزید اس میں غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں نمایاں نام سابق ''هیئة کبار العلماء بالمملکة العربیة السعودیة ''کے اہم ممبر، نامور فقیہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کا ہے ،ان سے جب نکاح مسیار کے متعلق پوچھا گیا تو وہ کہتے ہیں ؛کہ ہم اس سلسلے میں پہلے منع کیا کرتے تھے، اور پھر ہم یہ کہنے لگےکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، پھر ہم پر معاملہ واضح ہوا تو اس سلسلے میں فتویٰ دینے سے توقف اختیار کرلیا: ''کنا فی الأول نتهاون فی أمره ، ونقول إن شاء الله لیس فیه بأس ، ثم تبینا، فامسکنا عن الإفتاء به ، لأننا نخشی من عواقب وخیمة هذا الزواج، لذا أمسکنا عن الإفتاء به'' (مجلة الدعوة السعودیة،العدد (١٥٩٨) ٢٨/ صفر ١٤١٨ھ)۔

اسی طرح ڈاکٹر عمر سعود العید کے متعلق بھی آتا ہے کہ انہوں نے اپنے مضامین میں نکاح مسیار کے ہر پہلو پر گفتگو کی،مگر اخیر میں یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس سلسلے میں توقف اختیار کیا جائے؛ نیزجامعہ یرموک اردان کے استاذ ڈاکٹر محمد فالح مطلق کا بھی اس سلسلے میں رجحان توقف کی طرف ہے؛ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ''هیئة کبار العلماء بالمملکة العربیة السعودیة'' کے اکثر علماء کا موقف توقف کا ہے (مجلة الاسرة. عدد (٤٦) ص: ١٥- محرم ١٤١٨ھ)۔

ایک تجزیاتی و تحلیلی گفتگو:

نکاح مسیار کے تعلق سے تین نکات ذکر کیے گئے،ان میں سے ایک طبقہ عدم جواز پر مصر ہے، جن کے ادلّہ میں بنیادی بات یہی ہے کہ یہ نکاح مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور مقاصد شریعہ سے ٹکراتی ہے؛بلاشبہ مانعین کی یہ دلیل بڑی واجب ہے، اس لیے کہ اسلام میں نکاح صرف خواہشات نفسانی پوری کر لینے کا نام نہیں بلکہ نسلوں کی تربیت و دیکھ بھال، افزائش نسل، ایک اچھا خاندان(جس کے نتیجے میں معاشرہ اور پھر ریاست وجود میں آتی ہے) کا وجود پھر آپسی محبت ومودت بھی مطلوب ہیں، اسی طرح اس سے

بھی کوئی انکار نہیں کہ بعض لوگوں میں نفسانی خواہشات کا رجحان زیادہ ہوتا ہے، ماحول، علاقہ ، موسم یا تربیت خواہ جو بھی سبب ہو ؛لیکن بعضوں میں نفسانی مطالبات کی کثرت ہوتی ہے، تو ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالی نے اسے دبانے اور غلط راہ پر نکل جانے کیلئے چھوڑ دیا ہو؛ اللہ تعالی علیم وحکیم ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کیلئے تعدد ازدواج کا بھی راستہ کھول رکھا ہے،جنسی بے راہ روی اور ضرورت کے نام پرافراط و تفریط،حدودِ الٰہی سے تجاوز کرجانامناسب نہیں ہے، اللہ تعالی نے بحیثیت مسلمان انسان کو بہت سی حدود و قیود کے ساتھ زندگی گزارنے اور اطاعت الہی میں سر افگندی کے ساتھ گزر بسر کرنے کا مکلف بنایا ہے۔

عدم جواز کے قائلین کا یہ خلاصہ ہے ،مگر اس کے مقابل مجوزین کے دلائل بھی قوی معلوم ہوتے ہیں؛بالخصوص انہوں نے دو باتیں کہی ہیں:اول یہ کہ اس عقد میں تمام شرائط پائے جاتے ہیں،اس لئے کوئی سبیل نہیں کہ اسے ناجائز قرار دیا جائے۔دوسری بات یہ کہ خود حضرت سودہ (صحیح بخاری: ٥٢١٢)اور صفیہ رضی اللہ عنہما (مسنداحمد: ٢٤٦٨٤)کے تعلق سے یہ بات آتی ہے کہ وہ اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوگئی تھیں، جس کو حضور اکرم ﷺ نے قبول فرما لیا تھا، مگر مجوزین کی باتیں قابل غور ہیں،اس لیے کہ ان حضرات نے عقد کو خاص شرائط و ارکان کے ساتھ مقید کر دیا ہے اور اسے مقاصد شریعت سے جوڑ کر نہیں دیکھااور یہ بھی حقیقت ہے کہ اسقاط نفقہ اور قسم وغیرہ بھی مقتضائے عقد کے منافی ہیں؛ لیکن فقہی طور پر یہ بھی درست ہے کہ عاقدین جب خود اپنے کسی حق کو معاف کر دیں تو انہیں اس کا اختیار ہوتا ہے،یہاں پر حدیث :''المسلمون علیٰ شروطھم'' وغیرہ پیش کی گئی ہے، تو یہ بھی اس سے متعلق ہے کہ مقاصد شرعیہ پر کوئی زد نہ آئے، اگر مقاصد سے کوئی تضاد ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

جہاں تک بات حضرت سودہ کا اپنے حقوق سے دستبردار ہو جانا ہے تو اسے بھی دلیل بنانا مناسب نہیں لگتا، اس لیے کہ نکاح مسیار میں ایسی چیزیں پہلے ہی طے پا جاتی ہے، جبکہ حضرت سودہ کا مسئلہ عقد کے بعد حق سے دستبرداری کا ہے، اس سلسلے میں یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ اس سے ایک مرد جائز طریقے پر جنسی خواہش پوری کر لیتا ہے، اور ایک خاتون بھی عفت و پاکدامنی کے ساتھ زندگی گزار پاتی ہے، وہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ معاشرے میں عمردراز خواتین یا غیر مستطیع خواتین کے لئے بھی زندگی گزارنے کا بہتر ذریعہ ہے۔ مگر غور کرنے والی بات یہ ہے کہ مرد کے لئے جائز طریقے پر جنسی خواہشات پوری کرنے کے لیے تعدد ازدواج کا حکم ہے،اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو حدیث میں خود یہ بات فرمائی گئی ہے کہ ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ روزے رکھے (صحیح بخاری: ٤٧٧٨)، آپ غور کیجئے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم سے یہ بات نہیں فرمائی کہ تم ہر حال میں شادی کرو؛ خواہ اس کے لئے نفقہ، سکنی اور دیگر حقوق زوجیت کے تم لائق نہ ہو، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ ایک وقتی راستہ کھول کر معاشرتی ڈھانچے کو معلق کرنا نہیں چاہتے تھے۔ واللہ اعلم ۔

جہاں تک بات خواتین کی عمر کا بڑھ جانا ہے اور انہیں بعض ضروریات کی بنا پر نکاح مسیار کی طرف مائل ہونا ہے، تو اس سلسلے میں اصل سوچنے کی بات معاشرے کیلئے ہے،مغربی تہذیب، مادیت کی دنیا اور ترقی کی تڑپ،مرد و خواتین کی مساوات کا بے سود غوغہ وغیرہ نے خواتین کو مجبور کر دیا کہ وہ گردش ایام میں الجھ کر رہ جائیں؛ اب ایسے میں بجائے معاشرتی ڈھانچے کو درست کرنے کے اگر نکاح مسیار وغیرہ کی صورت نے شارٹ ٹرم (short term) حل نکال لیا تو یہ سوسائٹی کو درست کرنے کی بجائے اسے آگ کی بھٹی میں جھونک دینا ہوگا۔اسی طرح خواتین اگر نکاح مسیار کر لیتی ہیں تو عین ممکن ہے کہ ان کی زندگی اور حرام ہو جائے،ظاہر سی بات ہے کہ نکاح مسیار کے بعد انہیں طلاق کا خوف ستاتا رہے گا ،تو یوں بھی زندگی حرام ہو جائے گی اور اگر طلاق نہ ہوئی تو بغیر باپ کے بچوں کی تربیت اور گھر سنبھالنا ایک زائد بوجھ بن جائے گا، خدانخواستہ اگر طلاق ہوگئی جو عام طور پر نکاح مسیار میں ہوا کرتی ہے، تو پھر اس کے لیے زندگی کی دشواریاں مزید بڑھ جائیں گی؛ یہ ظاہر ہے کہ ثیبہ کے مقابلہ ایک باکرہ خاتون کے لیے شوہر تلاش کرناآسان ہوتا ہے، پھر یہ بھی کہ اگر وہ بار بار نکاح مسیار کرتی رہی تو سماج میں وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جائے گی اور قوی امکان ہے کہ وہ بے راہ روی کی شکار ہو جائے۔

زواج مسیار :صحیح موقف

نکاح مسیار کے تعلق سے مفصل گفتگو کرنے کے بعد بعض چیزیں واضح ہوکر سامنے آتی ہیں،جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ یہ نکاح اپنے شرائط کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہو مگر اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی، اگرچہ اسے قطعی حرام قرار نہیں دے سکتے؛ لیکن سماج کی بھلائی اور مقاصد شرعیہ کو سامنے رکھتے ہوئے اسے مناسب نہیں کہا جاسکتا، اس کی چند وجوہات درج کی جاتی ہیں۔

١۔ نکاح مسیار اگرچہ شکلاً صحیح ہے، مگر معنوی طور پر معیوب ہے، اس لئے کہ یہ مقاصدشرعیہ کے موافق نہیں، اسلام جس طرح کی شادی اور خاندان کی پرداخت چاہتا ہے وہ اس سے عاری ہے،ایک قاعدہ مشہور ہے: ''الأمور بمقاصدها'' ...کہ انسان کے تمام تصرفات خواہ وہ اعمال ،اقوال وا فعال ہوں؛ ان میں سے ہر ایک چیز نیت کے تابع ہوتی ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ نکاح مسیار سے مقصود محض نفسانی خواہشات کی تکمیل ہے، اس میں ازدواجی زندگی کی مٹھاس اورنسل و خاندان کا تحفظ عنقا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک روایت آپ ﷺ سے نقل کی ہے، اس کا یہی مفہوم ہےکہ انسان کے سارے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے، حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:''إنما الأعمال بالنیات وإنما لکل امرئ ما نوی''.... (صحیح بخاری- کتاب کیف بدء الوحی: ۱- صحیح مسلم: ۱۹۰۷)، چنانچہ نکاح کا ایک بڑا مقصد اگرچہ خواہشات نفس کی تسکین ہے، مگر اسلام اس ہدف کے لیےرحمت، مودت، تسکین، نفقہ، سکنی، اعلی اخلاق و کردار وغیرہ بہت سے دائروں میںاسے محدود کرتا ہے؛ تاکہ ایک مضبوط اسلامی معاشرہ وجود میں آئے۔

۲- زوجین کا شادی کے بندھن میں بندھنا کوئی عام عقد نہیں ہے؛ بلکہ اس کا تعلق احکام ابضاع(شرمگاہ) سے ہے، جس کے متعلق یہ اصول عام ہے کہ ابضاع میں اصل تحریم ہوتی ہے، اصولیین نے یہ بات کہی ہے:''الأصل في الأبضاع التحریم'' .... (الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱/۶۱) علامہ ابن نجیم نے اسے ان الفاظ میں ادا کیا ہے: ''الأصل في الأبضاع الحرمۃ'' ...(الاشباہ والنظائر لابن نجیم۱/۵۴)، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نکاح کیلئے ولی، شاہدین ، مہر وغیرہ کی شرط رکھی ہے،فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی حرمت مال سے بڑھ کر ہے: ''أن شان الفروج أعظم من شان المال'' .. (شرح القواعد والاصول الجامعۃ للسعدی: ۱۰۸) بلکہ حرمت ابضاع پر ابن قدامہ نے اجماع نقل کیا ہے (مجموع الفوائد البھیۃ علی منظومۃ القواعد الفقھیۃ۱/۷۲)، چنانچہ جب کبھی ابضاع کا مسئلہ پیش آئے اوروہ معاملہ گنجلک ہو یا مشکوک ہو، ان صورتوں میں اسے حرام ہی قرار دیا جاتا ہے:''وإذا تقابل في المرأۃ حل وحرمۃ غلبت الحرمۃ'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم: ۷۱)۔

۳- قواعد شرعیہ میں یہ قاعدہ مشروع ہے کہ جلب مصالح سے زیادہ ضروری مفاسد کو دور کرنا ہے:''درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح'' .. (کتاب القواعد الفقھیۃ بین الاصالۃ والتوجیہ: ۴) اور یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ اس نکاح میں مصالح سے زیادہ مفاسد ہیں؛بلکہ وہ مفاسد ہینجنہیں مصلحت کے نام پر برداشت کرنا سماج اور سماجی زندگی کو برباد کرنا ہے، مثلاً طلاق کی کثرت، نفسانی بے راہ روی، خاندانی نظام کا بے معنی ہوجانا وغیرہ ، سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے بہت زیادہ آسانی سے شادی کرے گا تو وہ طلاق دینے میں بھی جھجھک محسوس نہ کرے گا،اور خاتون آخر میں بلا شوہر کے ہی رہ جائے گی، مگر اب وہ کوئی بیاہی نہیں، بلکہ مطلقہ کہلائے گی، جس کے لیے ہنوز مشکلیں بنی رہیں گی یا شاید اس سے زیادہ ہو جائیں گی ۔

ایک دوسرا بڑا مفسدہ یہ بھی ہے کہ شوہر کے لمبے عرصے تک غائب رہنے کی وجہ سے خاتون کے لیے مکمل پاکدامنی مشکل ہوگی،اسی طرح مرد کیلئے عورت پر قوامیت کا وہ مقام بھی باقی نہ رہے گا جس طرح ایک مرد کو اللہ تعالی نے قوام بنایا،جو

اپنے گھر اور بال بچوں کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس میں بھی کمی آجائے گی، چنانچہ یہ فرمان الٰہی کے خلاف ہے: ''الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما أنفقوا من أموالھم'' ... (مرد عورتوں پر نگراں ہیں؛ اس لئے کہ اللہ ہی نے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور اس لئے کہ مرد اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں..)۔ (نساء: ٣٤، دیکھئے: آسان تفسیر قرآن مجید)۔

تیسری بات یہ کہ اولاد کی تربیت کے سلسلے میںنقصان اٹھانا پڑے گا، جو خاتون نفقہ سے دستبردار ہے وہ یقیناً کام کاج میں مشغول ہوگی، چنانچہ بچہ والدین کے بغیر ہی تربیت پائے گا،جو بلاشبہ اچھی بات نہیں ہے،یہاں پر اللہ تعالی کا وہ فرمان یاد آتا ہے جو شراب کی حرمت کے وقت نازل کیا گیا تھا، اللہ تعالی نے اس کی بعض نافعیت کا تذکرہ کیا؛ لیکن اس کے نقصان کو بڑا بتلاتے ہوئے حرام قرار دیا، علامہ عزبن عبدالسلام نے بھی اس آیت کو پیش کرتے ہوئے یہ بات لکھی ہے کہ ہم اصلاً مفسدہ کو وور کرنا چاہتے ہیں اگرچہ اس کی خاطر چند مصالح سے ہاتھ دھونا پڑے: ''فإن کانت المفسدۃ أعظم من المصلحۃ ، لا نبالی بفوات المصلحۃ، قال اللہ تعالی:یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما إثم کبیر ومنافع للناس وإثمھما أکبر من نفعھما، حرمھما لأن مفسدتھما أکبر من نفعھما'' ... (بقرۃ: ٢١٩، قواعد الاحکام١/٩٨) اس لیے ایسی شادیوں کی ترغیب اور حوصلہ افزائی مناسب نہیں ہے،اس کے بالمقابل ہونا یہ چاہیے کہ ہم ان اسباب وعوامل پر غور کریں جو نکاح مسیار کا سبب بنتی ہیں،اور ان کا مناسب حل تلاش کریں۔

اگر نکاح غیر کفو میں ہو؟

نکاح مسیار میں عموماً اولیاء کی رضامندی بھی شامل ہوتی ہے، معاصرین کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اولیاء اس سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں کرتے؛ زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ نکاح میں مذکورہ اصولوں کا خیال رکھا جائے، اولیاء اور بچے دونوں اپنی اپنی ذمہ داریاں سمجھیں، یک طرفہ مسئلہ نقل کردینا حل نہیں ہے، حنفیہ کے اعتبار سے یکسر بغیر اولیاء کے شادی یا دیگر فقہاء کے مطابق تمام اختیار اولیاء کے سپرد کردئے جائینیہ مناسب نہیں، اس دور میں باہمی افہام و تفہیم کی اشد ضرورت ہے..... مگر اسی کے ساتھ ایک مسئلہ یہ بھی آتا ہے کہ اگر اس نے غیر کفو میں شادی کرلی یا پھر مسیار کیلئے اولیاء کی مرضی شامل نہ تھی تو کیا حکم ہوگا؟

اس مسئلہ میں تفصیل ہے، مگر ہم اس کا اہم حصہ یہاں نقل کریں گے، عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ بالغہ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو میں اذن ولی کے بغیر کرلیا، اس صورت میں ولی کو حق ہوگا کہ وہ فسخ کا مقدمہ دائر کرے، ہدایہ میں ہے: ''إذا زوجت المرأۃ نفسھامن غیر کفو، فللأولیاء أن یفرقوا بینھما دفعا لضرر العام عن أنفسھم'' ....(ہدایہ: فصل فی الکفاءۃ) مفتی بہ قول یہی ہےکہ یہ نکاح اصل میں جائز ہی نہیں ہوگا،تنویر الابصار میں

ہے:''فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا .... ولی ولہ ...إذا کان عصبۃ ... الاعتراض فی غیر الکفو .... مالم .... تلدمنہ، ویفتی لعدم جوازہ أصلاً'' (تنویر الابصار۲/۲۹۷)، صاحب درمختار '' ھو المختار للفتوی'' لکھا ہے، شامی کہتے ہیں: ''قال شمس الائمۃ ھذا أقرب إلی الاحتیاط'' (ردالمحتار- باب الولی:۲/۲۹۷)۔

علامہ شامی نے '' لعدم جوازہ أصلاً '' کے تحت لکھا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ سےحسن بن زیاد کی روایت ہے اور یہ اس وقت ہےجب کہ اس کا کوئی ولی ہواور وہ عقد سے پہلے اس پر راضی نہ ہو، عقد کے بعد رضامندی غیر مفید ہوگی.....؛ لیکن اگر اس کا ولی نہ ہو تونکاح مطلقاً نافذ ہوگا، یہ متفق علیہ ہے .....: ''ہذہ روایۃ الحسن عن أبی حنیفۃ وھذا إذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد، فلا یفید الرضا بعدہ، بحر، وأما إذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقاًاتفاقاً کما یاتی، لأن وجہ عدم الصحۃ علی ھذہ الروایۃ دفع الضررعن الأولیاء، أما ھی فقد رضیت باسقاط حقھا'' (رد المحتار:باب الولی- ۲/۲۹۷)۔

حاصل یہ ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق غیر کفو میں نکاح منعقد ہوجائے گا اور ولی کو حق اعتراض ہوگا، مگر حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، مولانا عبد الصمد رحمانی نے اسی کو راجح قرار دیا ہے ،البتہ قاضی مجاہد الاسلام صاحب کا کہنا ہے کہ ظاہر الروایہ کی روایت زیادہ مناسب ہے؛ کیونکہ انعقاد نکاح کیلئے مشروط شرائط میں سے کوئی شرط مفقود نہیں، نیز عصر حاضر میں خاندانی بندھنیں کمزور ہونے کی بنا پر اب کفو کا مسئلہ اتنا سنگین نہیں رہ گیا ہے، اس لئے نکاح منعقد ہونا چاہئے! (اس سلسلہ میں مولانا عبدالصمد رحمانی کی کتاب ''الفسخ والتفریق:ص-۱۲۰ ''قابل مطالعہ ہے، جس پر قاضی مجاہد الاسلام صاحب مرحوم ترتیب وتحقیق کا کام کیا ہے)۔

راقم الحروف کے نزدیک بھی قاضی صاحب مرحوم کی رائے زیادہ بہتر ہے، چنانچہ اس بحث کے تناظر مینیہ کہا جاسکتا ہے کہ نکاح مسیارولی کی اجازت کے بغیرخواہ کفو میں کرے یا غیر کفو میندونوں صورتوں میں نکاح تو منعقد ہوجائے گا؛ البتہ ولی کو حق حاصل ہوگا کہ وہ مقدمہ دائر کرے۔

مقاصد نکاح اور مسیار:

اسلام میں نکاح ایک عبادت ہے،حصول تقوی کا سبب ہے، فحشیات، جنسی بے راہ روی اور شیطان کے ہاتھوں کھلونا بننے سے بچناہے، معاشرہ میں شریفانہ زندگی اور سکون واطمینان، رشتوں اور ناطوں کا لطف پانا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالی کی طرف مائل ہوناہے ،اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اے جوانو!تمہیں نکاح کرلیناچاہیے؛ کیونکہ یہ نگاہ کو زیادہ جھکانے والا اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والا ہے،اور جو اس کی طاقت نہ رکھے وہ روزے رکھے '' (سنن ترمذی۱/۲۰۶)۔ بیشتر وہ لوگ جو نکاح کی استطاعت رکھتے ہوئے بھی نکاح نہینکرتے، ان کے ذہن میں ہمیشہ زنا

کاری کا لاواپکتا رہتاہے اور زنا انسان کو یقینی طور پر ایمان سے کوسوں دور لے جاتا ہے ۔ اب جو مسلمان شادی نہیں کرتا، وہ درحقیقت اپنے دین کو بھی داؤ پر لگاناچاہتا ہے،نکاح ان سب مسئلوں سے حل ہے اور اگر واقعی کوئی مجبوری ہے اور اصل تدبیر ''نکاح ''پر عمل نہیں کرسکتا تو پھر یہ علاجاً آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزے رکھو! بیشک روزہ سے شہوات ٹوٹ جاتی ہیں (صحیح بخاری: ۴۷۷۸)۔

ایک روایت میں ہے کہ بے نکاح آدمی شیطان کا بھائی اور آلۂ کار ہے:حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺنے عَکَّاف رضی اللہ عنہ (ایک صحابی کا نام ہے) سے فرمایا: اے عَکَّاف! کیا تیری بیوی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺنے فرمایا: اور تو مال والا، وسعت والا ہے؟ عرض کیا: ہاں! میں مال اور وسعت والا ہوں۔ آپ ﷺنے فرمایا: تو اس حالت میں تو شیطان کے بھائیوں میں سے ہے، اگر تو نصاریٰ میں سے ہوتا تو ان کا راہب ہوتابلاشبہ نکاح کرنا ہمارا طریقہ ہے، تم میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو بے نکاح ہیں اور مرنے والوں میں سب سے بدتر وہ ہیں جو بے نکاح ہیں، کیا تم شیطان سے لگاؤ رکھتے ہو؟ شیطان کے پاس عورتوں سے زیادہ کوئی ہتھیار نہیں، جو صالحین کے لئے کارگر ہوں، مگر جو لوگ نکاح کیے ہوئے ہیں، یہ لوگ بالکل مطہرہیں اور فحش سے بری ہیں اور فرمایا: اے عکاف! تیرا برا ہو، نکاح کرلے، ورنہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگا (مجمع الزوائد۴/۳۲۵)۔

یہاں تک فرمایا گیا کہ بے نکاح کا مسلمانونسے کوئی تعلق نہیں :''جو شخص نکاح کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود نکاح نہ کرے، وہ مجھ سے نہیں ہے(یعنی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں) '' (مجمع الزوائد۴/۳۲۷)، نکاح نہ کرنا مسلمانوں کا شعار نہیں ، بلکہ نصاریٰ کا طریقہ ہے؛ کیونکہ وہ نکاح نہ کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں،عذر نہ ہونے کے باوجود نکاح نہ کرنا اور اسے عبادت یا فضیلت سمجھنا رہبانیت کے زمرہ میں آتا ہے، جو اسلام میں جائز نہیں ہے، چنانچہ آپﷺ نے نکاح نہ کرنے کی خواہش جتلانے کو سخت سے فرمایا کہ ان کا حضورﷺ سے کوئی تعلق نہیں، روایت ہے؛ کہ تین صحابیؓ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ایک زوجہ مطہرہؓ کے گھر تشریف لائے اور آپ ﷺکے احوال کے متعلق سوال کیا، جب ان کے سامنے آپ ﷺکی عبادات کے احوال کو بیان کیا گیا تو انہوں نے آپﷺ کی عبادت کو کچھ کم خیال کیا، پھر کہنے لگے: ہمیں نبی کریم ﷺسے کیا نسبت؟ آپ ﷺکے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردیئے گئے ہیں، اب تینوں میں سے ایک نے کہا: میں تو اب ہمیشہ رات بھر نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں تو ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی بھی نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا:

میں تو کبھی شادی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺکو علم ہوا تو آپﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی نگہداشت کرنے والا ہوں، مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور پھر آپ ﷺنے فرمایا:''وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی'' ..(میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں ، جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے) (صحیح بخاری ۲/۷۵۷،۷۵۸)۔

بالخصوص قرآن کریم نے نکاح کو سکون کا ایک ذریعہ اور اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتلایا ہے، ارشاد ربانی ہے:''ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة إن في ذلك لآيات لقوم يتفكرون'' (روم: ۲۱)؛ البتہ ان سب میں ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ انسانی نسل کی افزائش ہو، چنانچہ مقاصد شریعہ میں بھی نسل کا تحفظ اسی لیے شامل کیا گیا ہے۔اور زنا و دیگر صورتوں کو جن سے نکاح کی اس مقصدیت پر زد پڑتی ہو اس سے منع کیا گیا ہے۔ اگر ان مقاصد کو سامنے رکھا جائے اور پھر نکاح مسیار پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زواج مسیار میں بھی مقاصد نکاح کا بہت حد تک حصول ممکن ہے؛ بالخصوص غض بصر، عفت و پاکدامنی جو مقاصدنکاح میں مرکزیت کی حیثیت رکھتا ہے وہ بھی پایا جاتا ہے، مگر نکاح کے سلسلے میں مزاجِ نبوی (ﷺ) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہی نہیں بلکہ انسانی سماج کی تعمیر و ترقی اور معاشرتی زندگی کا ضامن بھی ہے، اگر صرف خواہشات کی تکمیل ہی مراد ہوتی تو زمانہ جاہلیت کے بہت سے طریقوں کو کالعدم نہیں قرار دیا گیا ہوتا اور اس کی جگہ ایک پاک وصاف اور مبارک عقد نیز حقوقِ زوجین کی باریکیوں کو نہ بتلایا گیا ہوتا؛ اس لیے مقاصدنکاح کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نکاحِ مسیار مزاج نبوی (ﷺ)کے خلاف ہے۔

نکاح مسیار اور عرب علماء:

نکاح مسیار کا سب سے بڑا حامی عالم عرب میں سعودی عرب ہے،یوں تو دوسرے ممالک بھی اس سے برأت کا اظہار نہیں کرتے مگر حتی المقدور تحقیق سے یہ اندازہ ہوتا ہے؛ کہ سعودی عرب اس سلسلے میں زیادہ پیش پیش ہے،ہیئۃ کبار العلماء جو سعودی عرب میں علماء کی ایک اہم تنظیم ہے، جس کے تحت جدید مسائل پر تحقیقی گفتگو اور آراء پیش کی جاتی ہیں،اس تنظیم کی جانب سے باقاعدہ یہ فتوی صادر ہوا ہے کہ نکاح مسیار جائز ہے، نکاح مسیار کی دائرہ معارف اور بہت سے محققین نے اسے نقل کیا گیا ہے؛ نیز اسے ٹویٹر ہنڈل سے بھی شئر کیا گیا ہے :''أفتى عضو هيئة كبار العلماء في

السعودية عبد الله المطلق بجواز زواج المسيار، الذي لا توجد إحصاءات دقيقة بشأنه في المملكة. وقال في تصريح إن هذا الزواج حلال "إذا كان بنية العدل وإعطاء المرأة حقوقها، أما إذا كان بنية خداع النساء وتضييع حقوقهن فلا يجوز''۔

بات دراصل اس وقت کی ہے جب علامہ ابن باز نے نکاح مسیار کے جائز ہونے کا فتوی دیا، جو شیخ المفتی کی حیثیت رکھتے تھے، ان کے فتوی کی تائید مختلف علماء ، دعاۃ اور تنظیم بھی کرنے لگے،رابطہ عالم اسلامی OIC کے تحت جدہ سعودی عربیہ میں قائم اسلامک فقہ اکیڈمی ''مجمع الفقه الاسلامي ''نے نکاح کے مروجہ طریقوں کے بارے میں بروز جمعرات ۱۵/ربیع الاول۱۴۲۷ھ-۱۳/اپریل ۲۰۰۶ءکوغور وخوض کے لیے اجلاس عام بلایاگیا تھا۔ اس اکیڈمی میں اسلامی ممالک کے نامور چوٹی کی علمی شخصیات کی نمائندگی ہے۔ پاکستان سے مفتی تقی عثمانی صاحب، مادر وطن سے فقیہ اسلام حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ تاحیات ممبر رہے۔اٹھارویں اجلاس مکہ میں عالم اسلام کی ممتاز شخصیت ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلی رحمہ اللہ کے زیر صدارت منعقد ہواتھا جس میں موضوع پہ غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد صدر اجلاس کی طرف سے یہ متفقہ اعلامیہ جاری ہوا تھا :

''وقد أحدث الناس في عصرنا الحاضر بعض تلك العقود المبينة أحكامها فيما يأتي: إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم أو بعض منها وترضى بأن يأتي الرجل إلى دارها في أي وقت شاء من ليل أو نهار، ويتناول ذلك أيضا..إبرام عقد زواج على أن تظل الفتاة في بيت أهلها ثم يلتقيان متى رغبا في بيت أهلها أو في أي مكان آخر حيث لا يتوافر سكن لهما ولا نفقة. هذان العقدان وأمثالهما صحيحان إذا توافرت فيهما أركان الزواج وشروطه وخلوه من الموانع ولكن ذلك خلاف الأولى''۔

(عصر حاضر میں لوگوں نے بعض عقد ایجاد کرلیے ہیں جس کے احکام درج ذیل ہیں: ایسا عقد زواج جس میں عورت رہائش، خرچ اور تقسیم یا کچھ دوسرے حقوق اپنی مرضی سے ختم کردے کہ مرد جب چاہے دن یا رات میں اس کے پاس آسکتا ہے اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ایسا عقد نکاح جس میں عورت اپنے گھر والوں کے ساتھ میکے میں ہی رہے اور میاں بیوی جب چاہیں عورت کے میکے یا کسی اور جگہ مل لیں، اس طرح خاوند بیوی کو نہ رہائش دے نہ ہی خرچ وغیرہ؛یہ دونوں عقد صحیح ہیں، نیز اس طرح کے دوسرے عقد اس وقت صحیح ہونگے جب اس میں شادی کے ارکان وشرائط پائے جائیں اور کوئی مانع موجود نہ ہو؛ لیکن یہ نکاح خلاف اولی ہے۔ ایسا نکاح جائز ہے چاہے اسے مسیار چاہے یاکچھ اور نام دیا جائے)۔

چنانچہ جب اکیسویں صدی کا سورج طلوع ہوا تو سروے میں یہ بات معلوم ہوئی کہ نکاح مسیار سعودی عرب میں نکاحِ عرفی سے زیادہ عام ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ المطلق

جو- هيئة كبار العلماء -کے اہم ممبرہیں، ان کا ایک فتوی وائل القاسم نے۱۷/ مارچ۲۰۱۸ء کو ٹویٹ کیا تھا، جس میں انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ مسیار کو زیادہ سے زیادہ سہل اور قیود سے بری کرنے کی فکر کی جائے، ان کا یہ ٹویٹ پڑھئے!...''أصدر فضيلة الدكتور عبدالله المطلق -عضو هيئة كبار العلماء السعودية- فتوى وانتشرت على نطاق واسع قبل قليل، بخصوص زواج المسيار، وأنه حلال إذا كان بنية سليمة.. فتوى رائعة وفي التوقيت السليم، فقد كثر العوانس والأرامل، والمطلقون من الجنسين. يجب دعم فكرة المسيار بقوة وتسهيلها بلا أي قيود" (۳ : ۲۹ ص ۱۷۰ مارس ۲۰۱۸ء)۔

اس سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ یہ سعودی عرب میں یہ کس حد تک عام ہوچکا ہے،بعض ویب سائٹس (website) پر زواج مسیارکے صحیح ہونے کی شرطیں بھی مملکت سعودی عرب کی جانب سے نشر کی گئی ہے جو حسب ذیل ہیں :

۱۔ زوجین کی تعیین .... یعنی ولی کے لیے یہ جائز نہیں ہوگا کے وہ مطلق اپنی بیٹی کا تذکرہ کرے بلکہ اس کا نام لازمی ہے۔

۲۔ زوجین کی رضامندی۔

۳۔ ولی کا حاضر ہونا بھی ضروری ہے۔ ....اس لئے کہ اگر ولی نہ ہو تو نکاح درست نہ ہوگا،اسی طرح ولی کے علاوہ دو گواہ اور ہونے چاہئیں تاکہ حقوق کا تحفظ ہو۔

۴۔ زوجین کے لیے کوئی شرعی موانع نہ ہوں جیسے نسبی قرابت،مصاہرت، رضاعت یا دیگر موانع جن کی تحدید علماء شرع نے کی ہے۔

صرف یہی نہیں، اگر آپ سرچ انجن پر '' هل زواج المسيار يسجل في المحكمة'' لکھ کر تلاش کریں گے تو معلوم ہوگا کہ مملکت سعودیہ باقاعدہ اسے رجسٹر کرتی ہے؛ بلکہ اس کے لئے مستقل فارم بھی دیتی ہے۔غالباً صرف سعودی عرب کا تذکرہ کافی ہے یہ سمجھنے کیلئے کہ عالم عرب میں زواج مسیار کی کیا صورتحا ل ہے؛ کیونکہ عموماً بقیہ ممالک اسی کے نقش قدم پر چلتے ہیں، پھر بھی صرف سعودی عرب ہی نہیں بلکہ اس میں عرب امارات کا بھی بڑا شہرہ ہے، تحقیق کے دوران یہ بات معلوم ہوئی کہ عرب امارات میں بھی اس کا خوب چلن ہے،اس کے علاوہ اور بھی عرب ممالک میں نکاح مسیار کو قبول کیا گیا ہے مگر سعودی عرب کے علاوہ دیگر ممالک کے تعلق سے کوئی مستقل قانون اور شرائط کا علم نہ ہوسکا؛ البتہ قطر کے متعلق یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہاں اسے قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

ہندوستانی علماءکی رائے:

نکاح مسیار کے تعلق سے علی قدر الاستطاعۃ تلاش بسیار کے باوجود ہندوستانی علماء کی صریح آراء نہ مل سکیں، بعض مضامین میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے، نکاح سری کا تذکرہ بھی کہیں کہیں مل جاتا ہے، یہاں پر دارالعلوم دیوبند کا ایک فتوی نقل کیا

جاتا ہے جو نکاح مسیار کے مماثل ہے، اس کی پہلی سطر اس طرح ہے:''سوال میں وقتی نکاح کا جو طریقہ مذکور ہے، وہ غیر شرعی ہے ''۔ پورا جواب اس طرح ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم (۱،۲) صورت مسئولہ میں وقتی نکاح کا جو طریقہ مذکور ہے، وہ غیر شرعی ہے، اسلام میں رشتہ نکاح عارضی اور وقتی نہیں ہوتا ہے ؛ بلکہ یہ ایک محترم اور دائمی رشتہ ہوتا ہے، جس کا ایک بڑا مقصد توالد و تناسل ہے، صورتِ مسئولہ میں اگرچہ نکاح کے وقت، وقت کی تحدید کا صراحتاً ذکر نہ ہو؛ لیکن چونکہ عرف اور رواج کی وجہ سے فریقین کے علم میں پہلے سے یہ بات ہوتی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد طلاق ہوجائے گی، اس لیے نتیجۃً یہ نکاح مؤقت ہی کی ایک شکل ہے، شریعت میں اس طرح نکاح کرنا حد درجہ مذموم ہے، تاہم اگر کسی نے پھر بھی دومسلمان گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر لیا، تو، عورت حلال رہے گی۔واللہ تعالیٰ اعلم...دارالافتاء،۱۴۷۹۴۷- - دارالعلوم دیوبند۔

نکاح مسیار اور بچوں کا نفقہ:

نکاح مسیار اگرچہ جنسی تسکین، وقتی لذت اور بعض ضرورتوں کے پیش نظر کیا جاتا ہے، مگر اس کے نتیجے میں ایک بہت بڑا سوال نفقہ کی حیثیت، بچوں کی تعلیم و تربیت اور سماجی حیثیت پر اٹھتا ہے، چنانچہ ہم اگلی سطروں میں نفقہ کی بحث کرنے کے بعد بچوں پر پڑنے والے سماجی اثرات پر گفتگو کریں گے۔

نفقہ لغت میں:

''نفق'' کا مادہ عربی زبان میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے، '' نفق الفرس، ینفق، نفوقاً'' مرجانا۔ حدیث ابن عباس میں ہے:الجزور نافقۃ- (سامان کا گراں ہوجانا، بازار میں سامان کی طلب بڑھ جانا)۔ ''نفق مالہ ودرھمہ و طعامہ نفقا و نفاقاً و نفق کلاھما'' .. (مال ودرہم کا کم ہوجانا، یا فنا ہوجانا)، آیت قرآنی ہے:''خشیۃ الإنفاق ... میں یہی مراد ہے۔ ''وأنفق المال'' .. خرچ کرنا۔ ارشاد باری تعالی ہے: ''أنفقوا مما رزقکم اللہ.. '' (سورہ یس: ۴۷) اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرو، اور '' نفقہ '' وہ سب کچھ جو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا جائے (لسان العرب:نفقہ)۔ اس مفہوم میں اس لفظ کا استعمال قرآن مجید میں مختلف مقام پر ۷۲/ آیات مینکیا گیا ہے، نفقہ عرف میں صرف 'طعام ' (کھانے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اسی لئے نفقہ کے ساتھ کسوہ اور سکنی (پوشاک اور رہائش) کا مستقلاً ذکر کیا جاتا ہے، اور شرعاً اس لفظ کا استعمال غذا، پوشاک اور رہائش(طعام، کسوہ اور سکنی) کے مجموعہ پر ہوتا ہے (درمختار۳/ ۵۷۲، بحر الرائق بحوالہ امام محمد۴/ ۱۷۳) ۔

نفقہ اصطلاح میں:

فقہاء نے نفقہ کی تعریف مختلف الفاظ میں کی ہے، بحوالہ فتح القدیر شامی نے ان

الفاظ مینتعریف کی ہےکہ کسی بھی چیز پر وہ کچھ خرچ کرناجو اس کی بقا کیلئے ضروری ہو:''وفی الشرع ، الادرار علی شئی بما فیہ بقاءہ'' (ردالمحتار۳/۵۷۲)، بعض فقہاء نے کہا ہے کہ نفقہ کھانا، کپڑا، اور مکان جیسی وہ چیزیں ہیں جن پر کسی شئی کی بقاء موقوف ہو (القہستانی۱/۳۴۸)، علامہ ابن نجیم نے بحر الرائق مینسنداً امام محمد سے نقل کیا ہے کہ نفقہ اصطلاح شرع مینطعام، کسوہ اور سکنی ہے: ''وأما فی الشریعۃ: فذکر فی الخلاصۃ، قال ہشام: سألت محمداً عن النفقۃ ، قال: النفقۃ ھی الطعام والکسوۃ والسکنی''(بحر الرائق۳/۱۷۳)۔

قاضی مجاہد الاسلام صاحب مرحوم نے ان تعریفات کا تجزیہ کرنے کے بعد اخیر میں لکھا ہے: ''.... نفقہ دراصل ' وہ خرچ ہےجو کسی بھی شئی کو مفید اور کارآمد رکھنے کیلئے یا زندگی کی بقاء کیلئے ضروری امور پر خرچ کیا جائے ''۔ اس طرح مکان کی مرمت، باغ کی نگہداشت، سواری کو کارآمد رکھنے کیلئے اخراجات، اپنے جانورں کی پرورش اور ان کی ضروریات پر خرچ یا پھر اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر خرچ ، یہ سبھی کچھ شرعاً نفقہ کے مفہوم میں داخل ہے '' (مباحث الفقھیہ: ص-۲۸۳)۔

وجوب نفقہ کے اسباب:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص پر دوسرے شخص کا نفقہ، اس کی ضروریات کی کفالت کب؟ اور کیوں واجب ہو گی؟ اس سلسلے میں فقہاء کا کہنا ہے کہ وجوب نفقہ کے تین اسباب ہے۔۱۔زوجیت . ۲۔ملک . ۳۔قرابت ..... بعض رشتے زوجیت کی وجہ سے بیوی کا نان نفقہ اس کے شوہر پر اور ملکیت کی وجہ سے غلام کا نفقہ آقا پر اور قرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے بچوں کا نفقہ والدین پر اور والدین کا نفقہ اولاد پر اور ایک رشتے دار کا نفقہ دوسرے رشتہ دار پر واجب ہوتا ہے؛ چونکہ وجوبِ نفقہ کے تینوں اسباب میں سے ایک سبب ملک کی بحث اس موضوع سے خارج ہے،چنانچہ نفقہ زوجیت اور قرابت پر بات کی جائے گی۔

نفقہ زوجیت:

اللہ تعالی نے جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے جن شرائط کو ملحوظ رکھا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کا نفقہ برداشت کرے۔ نفقہ سے مراد کھانا،کپڑا، سکنی اور حضانت کا اہتمام ہے:''ما یفرض للزوجۃ علی زوجھا من مال، للطعام والکساء والسکن والحضانۃ ونحوھا'' (المعجم الوسیط۲/۹۴۲)، ڈاکٹر محمد عقلہ نے معجم لغۃ الفقھاء کے حوالے سے نفقہ بقائے زندگی کے لیے ضروری مال کی فراہمی سے تعبیر کیا ہے:''ما یجب من مال لتأمین الضرورات للبقاء''(نظام الاسرۃ فی الاسلام۲/۲۶۳)، علامہ ابن رشد نے شوہر پر بیوی پر وجوب نفقہ کےوجوب پر اجماع نقل کیا ہے: ''فأما النفقۃ فاتفقوا علی وجوبھا وأنھا من حقوق الزوجۃ علی الزوج'' (بدایۃ المجتہد۴/۲۰۹)، اور اس وجوب پراس فرمان الہی سے استدلال کیا ہے:''وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف''(بقرۃ:

۲۳۳)، علامہ ابن قدامہ کا کہنا ہے کہ یہ نفقہ کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے (المغنی ۹/۲۳۰)، اور اس وجوب پر انہوں نے اللہ کے اس قول سے استدلال کیا ہے :''لا یکلف اللہ نفسا إلا ما آتاھا'' (طلاق: ۷)، اسی طرح یہ آیت بھی پیش کی ہے:''قد علمنا مافرضنا علیھم في أزواجھم وما ملکت أیمانھم لکي لا یکون علیك حرج''(احزاب: ۵۰) ۔

حدیث میں امام مسلم کی یہ روایت پیش کی ہے:''اتقوا اللہ في النساء فإنکم أخذتموھن بأمانة اللہ، واستحللتم فروجھن بکلمة اللہ، ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف''(صحیح مسلم: ۱۲۱۸)،امام نووی نے اس حدیث کی شرح میںنفقہ واجب لکھا ہے: ''قولہ: ''ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف'' فیہ وجوب نفقة الزوجة وکسوتھا، وذلك بالإجماع''(نووی- شرح مسلم۳۴۰/۸)، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع کو ثابت کرنے کیلئے ایک باب قائم کیا ہے:''باب وجوب النفقة علی الأھل و العیال ''..اور پھر دلیل کے طور پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی یہ روایت پیش کی ہے:''أبو ھریرة عنہ قال: قال النبي ﷺ: "أفضل الصدقة ما ترك غنى، والید العلیا خیر من الید السفلي، وابدأ بمن تعول، تقول المرأة: إما أن تطعمني وإما أن تطلقني، ویقول العبد: أطعمني واستعملني. ویقول الابن: أطعمني إلی من تدعني ؟ فقالوا: یا أبا ھریرة، سمعت ھذا من رسول اللہ ﷺ ؟ قال: لا ھذا من کیس أبي ھریرة راسیة'' (صحیح بخاری: ۵۳۵۵)، اس حدیث میں بیوی نے یا تو نفقہ یا طلاق کا مطالبہ کیا ہے، چنانچہ اگر نفقہ واجب نہ ہوتا تو اس کا طلاق مانگنا بھی جائز نہ ہوتا۔

علامہ منذر نے دلیل کے طور پر یہ روایت پیش کی ہے:''عن حکیم بن معاویة القشیري عن أبیہ قال: قلت: "یا رسول اللہ؛ ما حق زوجة أحدنا علیہ؟ قال: أن تطعمھا إذا أکلت، وتکسوھا إذا اکتسبت، ولا تضرب الوجہ ولا تقبح، ولا تھجر إلا في البیت'' (مسند احمدد۴/۴۷۷۔ ابوداؤد: ۲۱۴۲، نسائی: ۱۱۲۹۵، ابن ماجہ: ۱۸۵۰)، جہاں تک اجماع کی بات ہے تو علامہ ابن قدامہ لکھتے ہے:''أما الإجماع، فاتفق أھل العلم علی وجوب نفقات الزوجات علی أزواجھن إذا کانوا بالغین، إلا الناشر منھن''(المغنی۹/۲۳۱)، ابن حجر عسقلانی نے بھی نقل کیا ہے: ''انعقد الإجماع علی الوجوب'' (فتح الباری۹/ ۴۱۰)۔

اس تناظر میں یہ مسئلہ نقل کیا جاتا ہے کہ اگر شوہر نفقہ نہ دے تو کیا بیوی طلاق لے لے گی؟ اس سلسلے میں حنفیہ کی یہ رائے ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی پر خرچ نہ کرے تو اس کا نفقہ شوہر پر قرض ہو گا اور اسے چاہیے کہ وہ اپنا مسئلہ قاضی کے پاس لے کر جائے، پھر اس خاتون پر حق ہوگا یا تو اپنے سابقہ نفقہ کے حقوق کو معاف کر دے اور دیون سے برأت کا اظہار کرلے؛لیکن یہ جائز نہیں ہوگا کہ آئندہ نفقہ سے دستبردار ہو،اس لئے کہ واجب کا اسقاط وجوب کے بعد ہی ہوتا ہے(بدائع الصنائع۴/۲۹)۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ شوہر پر نفقہ واجب ہے، تنگدست شوہر سے بیوی کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے؛ خواہ وہ

مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہاہو،اس صورت میں بیوی کو اختیار ہوتا ہے کہ اگر چاہے تو طلاق لے لے یا زوجیت میں باقی رہے (حاشیۃ الدسوقی۲/۵۱۷، الفواکہ الدوانی۲/ -۱۰۴ ۱۰۵)۔ شوافع کا یہ ماننا ہے کہ شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے؛ لیکن اگر وہ تنگ حال ہے تو اسے اختیار حاصل ہوگا ،اگر وہ چاہے تو صبر کرے یا خود پر خرچ کرے،اس کا نفقہ شوہر پر فرض مانا جائے گا ورنہ وہ فسخ کا مطالبہ کرے گی (مغنی المحتاج۲/ ۵۸۰)، حنابلہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہوتا ہے؛ اگر وہ تنگ دست ہے اور نفقہ برداشت نہیں کر سکتا تو اسے اختیار ہے کہ فسخ کا مطالبہ کرے یا باقی رکھے ؛لیکن اگر اس کو اس کی تنگ دستی کا پہلے ہی معلوم تھا پھر اسے کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا (الکافی للمقدس۳/ ۲۷۰)۔

خاتون کا نفقہ سے دستبردار ہوجانا:

نکاح مسیار میں ایک بنیادی بات یہ ہے کہ خاتون نفقہ سے دستبردار ہو جاتی ہے۔فقہی اعتبار سے اس کا جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ نکاح مسیار کی یہ صورت بعینہ قدیم فقہاء کے نزدیک نہیں تھی، اس لئے اس کا بعینہ تذکرہ تلاش کرنا مشکل ہے؛ البتہ تحقیق و جستجو کے دوران متعدد ایسی جزئیات زیرِمطالعہ آئیں جنہیں سامنے رکھ کر مسئلہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ نکاح کا اصل مقصود جماع کرنا ہے، بعض فقہاء کے نزدیک نکاح کا اصل مقصود عقد نہیں بلکہ جماع ہے۔مگر فقہاء نے یہ بات لکھی ہےکہ اگر کوئی خاتون کسی ایسے مرد سے شادی کرے جو جماع کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ بھی درست ہے۔ وطی پر مصالحت کر لینا اور فقہاء کا اسے معتبر جاننا شوہر کے ذمے سے نفقہ ساقط کر دینے سے کچھ کم نہیں۔

ہم اس سلسلے میں فقہائے اربعہ کی آراء بھی نقل کر دیتے ہیں۔حنفیہ کا کہنا ہے کہ جب کوئی خاتون اپنے شوہر کے نامرد ہونے کا علم رکھتی ہو تب بھی وہ اس پر راضی ہو جائے تو اسے خیار حاصل نہ ہوگا، اس لئے کہ اس نے عیب پر رضامندی ظاہر کی ہے جیسے کہ کوئی مشتری بیع میں عیب کا علم رکھتا تھا اور وہ اس پر راضی ہوجائے تو وہ اسے لوٹا نہیں سکتا:''إذا كانت الزوجة عالمة بعيب الزوج كأن يكون عنينا ورضيت بذلك فلا خيار لها، لأنها رضيت بالعيب، كالمشتري إذا كان عالماً بالعيب عند البيع والرضا بالعيب يمنع الرد" (بدائع الصنائع۲/۲۲۵)، علامہ کاسانی کی اس عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیوی کا نفقہ ساقط کر لینا وطی کے مرتبے سے کم ہے؛لہذا اسے بھی صحیح ہونا چاہیے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ جب کوئی عیب کو عمداً صحیح جان کر عقد کر لے تو پھر اسے خیار حاصل نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس نے عیب جاننے کے باوجود عقد پر رضامندی ظاہر کی ہے: ''فإن علم السيم بعيب المعيب قبل العقد فلا خيار له بعد ذلک، لأن عقده مع العلم بالعيب دليل رضاه" (حاشیۃ الدسوقی: ۲۷۷)، گویا مالکیہ بھی عیب کے باوجود عقد کو تسلیم کرتے

ہیں اور اس میں کوئی خیار کی گنجائش نہیں رکھتے ہیں؛ یعنی اب لازم ہے کہ وہ اسی شوہر کے ساتھ زندگی گزارے اور اسی پر قناعت کرے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اپنی مایاناز کتاب '' الام '' میں لکھتے ہیں کہ خاتون کو مجبوب یا غیر مجبوب کے سلسلے میں اسی وقت(معاملہ کے وقت) اختیار ہوگا، اس لئے کہ مجبوب کبھی جماع نہیں کر سکتا اور خصی ناقص عن الرجال ہے اور اگرچہ اس کا ذکر ہو، مگر وہ اس کے متعلق جانتی ہو تو اسے خیار حاصل نہ ہوگا:''وللمرأة الخيار فی المجبوب وغير المجبوب من ساعتها، لأن المجبوب لا يجامع أبدا، والخصی ناقص عن الرجال، وإن كان لہ ذكر إلا أن تكون علمت فلا خيار لها'' (مختصر المزنی علی الام۹/۱۱۹)، حنابلہ کہتے ہیں کہ جسے عقد کے وقت عیب معلوم ہو تو اسے خیار نہیں، اس لئے کہ اس نے عیب کو دیکھ کر قبول کیا ہے: ''ومن علم العيب وقت العيب فلا خيار لہ، لأنہ دخل علی بصيرة بالعيب'' (الکافی۳/۶۱)، ابن قدامہ کہتے ہیں کہ اس نے عیب پر رضامندی ظاہر کی اور جان بوجھ کر عقد پر راضی ہوئی تو اس کے لیے خیار کا ثبوت نہیں گویا کہ اس کو اس کے مجبوب ہونے کا علم تھا: ''ولنا انها رضيت بالعيب ودخلت فی العقد عالمة بہ، فلا يثبت لها الخيار كما لو علمتہ مجبوباً'' (المغنی۷/ ۶۰۷)۔

ایک اشکال کا جواب:

بعض حضرات اس سلسلہ مینیہ اشکال کرتے ہیں کہ نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے، مگر وہ اصلاً عورت کا حق ہوتا ہے؛ ایسے میں یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ مرد اسقاط نفقہ کی شرط رکھے؟ اس سلسلے میں اصل بات یہ ہے کہ کوئی ثابت امر نہیں کہ نکاح مسیار میں اسقاط نفقہ کی شرط اصلاً کس کی جانب سے ہوتی ہے، بہت سے حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ مردوں کی جانب سے ہوتی ہیں؛حالانکہ یہ معاملہ قدرِ محال ہے۔اس لیے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی مرد ولی کے پاس جائے اور اس کی بچی سے بغیر نفقہ و سکنی نکاح کی خواہش کا اظہار کردے؛ البتہ زیادہ تر یہ پایا گیا ہے کہ یہ شرط خاتون کی جانب سے ہوتی ہے،وہ تو ویسے بھی پہلے سکنی سے بری ہو چکی ہوتی ہے اور اسے صرف پاکدامنی و عفت کی خاطر شوہر کی ضرورت ہوتی ہے؛تا ہم اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ اس میں اصلاً محرک شوہر ہوتا ہے تب بھی عقد میں اس کی گنجائش ہے کہ میاں بیوی کسی چیز پر راضی ہوجائیں تو اسے قبول کر لیا جائے، خاص طور پر حنابلہ کا تنگ دست شوہر کے متعلق بیان میں یہ بات بڑی واضح ہے کہ گر اس نے جان بوجھ کر شادی کی ہے تو پھر اسے اختیار نہ ہوگا؛ بلکہ اس سلسلہ میں مجموعی بیان کا جائزہ لیا جائے تو فقہاء کی یہی رائے معلوم ہوتی ہے (الکافی للمقدسی:۳/ ۲۷۰)۔

نفقہ کی دوسری صورت/ بچوں کا نفقہ:

وجوبِ نفقہ کے لیے دوسری صورت قرابت ہے۔اس میں والدین اولاد وغیرہ کا ذکر

آتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کی نگہداشت، رشتہ داروں کے ساتھ بہتر رویہ پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ جنہیں سامنے رکھنے کے بعد اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ والدین کا نفقہ اولاد پر اور اولاد کا نفقہ والدین پر نیز محتاج قرابت داروں کا دوسرے خوشحال قرابت داروں پر واجب ہے۔علامہ ابن قدامہ نےاس مسئلے پر اجماع نقل کرکے بحث ہی ختم کردی ہے، ابن قدامہ نے ابن المنذر سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے والدین جو محتاج ہوں اور ان کے لیے کوئی ذریعہ آمدنی نہ ہو اور نہ مال ہو تو ان کا نفقہ اولاد کے مال سے لینا واجب ہے، اور تمام اہل علم جن کے اقوال محفوظ ہیں اس پر متفق ہیں کہ آدمی پر اس کے نابالغ بچوں کا نفقہ واجب ہے جن کے پاس زیادہ مال نہ ہو:''أجمع أهل العلم على أن نفقة الوالدين الفقيرين اللذين لا كسب لهما، ولا مال واجبة فى مال الولد، وأجمع عكل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن المرأة نفقة أولاده الأطفال الذين لا مال لهم'' (المغنى- كتاب النفقات- مسئلة اجبار الولرجل على نفقة والديه وولده۸/ ۲۱۲)۔

واضح رہے کہ اولاد جب تک نابالغ ہو یا بالغ ہو؛ لیکن کسی عذر شرعی کی وجہ سے کمانے کے قابل نہ ہو، اسی طرح غیرشادی شدہ لڑکیاں چاہے بالغہ ہوں یا نابالغہ، جب تک شادی نہ ہو، اس وقت تک ان کا نفقہ(خرچہ) والد پر ہے، چاہے میاں بیوی ساتھ ہوں یا ان میں جدائی ہوگئی ہو اور اگر باپ کمانے کے قابل نہ ہو تو بچوں کی والدہ قرض لےکر ان پر خرچ کرے گی اور پھر اس قرض کی ادائیگی باپ پر لازم ہوگی؛علامہ سرخسی 'مبسوط ' مینلکھتے ہیں:''والذى قلنا في الصغار من الأولاد كذلك في الكبار إذا كن إناثا؛ لأن النساء عاجزات عن الكسب؛واستحقاق النفقة لعجز المنفق عليه عن كسبه، وإنكانواذكوراً بالغين لم يجبر الأب على الإنفاق عليهم لقدرتهم على الكسب، إلا من كان منهم زمنا، أو أعمى، أو مقعدا، أو أشل اليدين لا ينتفع بهما، أو مفلوجا، أو معتوها فحينئذ تجب النفقة على الوالد لعجز المنفق عليه عن الكسب، وهذا إذا لم يكن للولد مال، فإذا كان للولد مال فنفقته في ماله؛ لأنه موسر غير محتاج واستحقاق النفقة على الغني للمعسر باعتبار الحاجة إذ ليس أحد الموسرين بإيجاب نفقته على صاحبه بأولى من الآخر بخلاف نفقة الزوجة، فإن استحقاق ذلك باعتبار العقد لتفريغها نفسها له، فتستحق موسرة كانت، أو معسرة، فأما الاستحقاق هنا باعتبار الحاجة، فلا يثبت عند عدم الحاجة'' (مبسوط ۲/۲۲۳)۔

چنانچہ صورت مسئولہ میں اگر اولاد نابالغ ہے یا بالغ ہے، لیکن کسی عذر شرعی کی وجہ سے کمانے کے قابل نہیں ہے، یا غیر شادی شدہ لڑکیاں ہیں تو ان کا نان نفقہ (خرچہ) باپ پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے، یہاں پر فتاوی ہندیہ میں منقول تفصیلی فتوی بھی قابل مطالعہ ہے، جسے نقل کیا جارہا ہے، نفقہ کی بنیادی اور اہم باتیں درج کی گئی ہیں، چند اقتباسات پڑھئے!

* ''نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد كذا في الجوهرة النيرة...وبعد

الفطام يفرض القاضي نفقة الصغار على قدر طاقة الأب وتدفع الى الأم حتى تنفق على الأولاد، فإن لم تكن الأم ثقة تدفع الى غيرها لينفق على الولد'' (ہندیہ۱/۵۶۰)۔

* ''رجل معسر له ولد صغير ان كان الرجل يقدر على الكسب يجب عليه أن يكتسب وينفق علىولده، كذا في فتاوى قاضي خاں.فإن أبى أن يكتسب وينفق عليهم يجبر على ذلك، ويحبس كذا في المحيط، وإن كان لا يقدر على الكسب يفرض القاضي عليه النفقة، ويأمر الأم حتى تستدين على زوجها، ثم ترجع بذلك على الأب إذا أيسر'' (ہندیہ۱/۵۶۰)۔

* ''الذكور من الأولاد إذا بلغوا حد الكسب، ولم يبلغوا في أنفسهم يدفعهم الأب الى عمل ليكسبوا، أو يؤاجرهم وينفق عليهم من أجرتهم وكسبهم، وأما الإناث فليس للأب أن يؤاجرهن في عمل، أو خدمة كذا في الخلاصة، ثم في الذكور اذا سلمهم في عمل فاكتسبوا أموالا فالأب يأخذ كسبهم وينفق عليهم، وما فضل من نفقتهم يحفظذلك عليهم الى وقت بلوغهم كسائر أملاكهم،.....ولا يجب على الأب نفقة الذكور الكبار الا أن الولد يكون عاجزاً عن الكسب لزمانة، أو مرض ومن يقدر على العمل لكن لا يحسن العمل، فهو بمنزلة العاجز، كذا في فتاوى قاضي خان''(ہندیہ۱/۵۶۱- ۵۶۲)۔

زواج مسیار سے پیدا ہونے والا بچہ اور سماج :

ایشیا کے ایک حصے میں خصوصاً ہندوپاک اور بنگلہ دیش وغیرہ میں زواجِ مسیار کا وہ چلن نہیں ہے جو عالم عرب اور بہت حد تک یورپی ممالک میں ہےاور جہانجب کوئی چیز عرف میں عام ہوجائے تو اس کی سنگینی کم ہوجاتی ہے،مگر ہمارے یہاں زواجِ مسیار اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کی سنجیدگی زیادہ ہے؛ یقیناً سماج ایسے نکاح سے پیدا ہونے والے بچوں کے ساتھ مناسب رویہ اختیار نہ کرے گا،اگر اصولی بات کی جائے تو بچہ اگر زنا سے پیدا نہ ہوا ہو تو پھر اسے سماج میں اپنے باپ کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا، اس اعتبار سے اس کی حیثیت دیگر بچوں جیسی ہی ہوگی، اس کے ساتھ کسی طرح کا امتیاز یا ناروا سلوک جائز نہ ہوگا؛ نیز یہ بھی درست نہ ہوگا کہ اسے باپ کے نام سے مبرا کر دیا جائے اور صرف ماں کے نام پر اکتفاء کیا جائے، یہ نسب کے ساتھ اختلاط کا باعث بنے گا جو مقاصد شریعہ کے اعتبار سے جائز نہ ہوگا؛ کیونکہ حفظ نسل دین کے اہم مقاصد میں سے ہے۔

نفقہ کی ذمہ داری:

سابقہ سطور میں یہ بات آچکی ہے کہ نفقہ اولاد کی اصل ذمہ داری باپ پر ہوتی ہے، اللہ تعالی نے اسے مکلف بنایا ہے کہ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرے اور نان و نفقہ کی ذمہ داری اٹھائے، اس سلسلے میں خواتین پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے؛ سوائے یہ کہ کوئی مجبوری ہو ،چنانچہ نکاح مسیار سے پیدا ہونے والے بچے کا نفقہ بھی اس کے والد پر ہی لازم آئے گا۔ رہی یہ بات کہ زوجین نے سقوطِ نفقہ پر اتفاق کرلیا تھا تو اس کا اعتبار

بیٹے کے حق میں نہ ہوگا، اگر پھر بھی باپ نفقہ سے دستبردار ہو اور کسی طرح بھی اپنی اولاد کی نگہداشت کا خیال نہ کرتا ہو تو پھرشوہر کو تنگ دست ، معذورجان کر یہ ذمہ داری والدہ پر لازم آئے گی؛ ویسے بھی نکاح مسیار میں عام طور پر سقوط نفقہ پراس لیے اتفاق کر لیا جاتا ہے کہ خاتون مستطیع ہوتی ہے اور اسے کسی نفقہ کی حاجت نہیں ہوتی؛ ایسے میں ظاہر ہے اولاد کا نفقہ اگر والدہ پر لازم آجائے تو اس پر کوئی بوجھ نہ پڑے گا اور اگر ایسا نہ ہو توخاتون کو دارالقضاء سے چارہ جوئی کا حق ہوگا۔

مثبت و منفی پہلوؤں پر ایک نظر:

* اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض وہ خواتین جن کی اولادیں ہیں؛ مگر کن ہی اسباب کی بنا پر والد کی سرپرستی اور نام سے محروم ہیں،نتیجتاً بچوں کو سماج میں خاطرخواہ مقام نہیں ملتا،اسکول،سوسائٹی اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں انہیں نظرانداز کیا جاتا ہے؛ ایسے میں اگر نکاحِ مسیار کر لیا جائے تو انہیں کم از کم ایک باپ کی سرپرستی اور اس کا نام میسر ہوگا۔

* تربیت اولاد کے نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو اس تسلسل میں یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ ایسے بچوں کی بہتر تربیت ممکن ہو سکے گی،یہ بھی ایک معاشرتی تجربہ ہے کہ جن گھروں میں بچے والد کے سائے سے محروم ہوتے ہیں ،ان کی نگرانی اور سرپرستی انہیں حاصل نہیں ہوتی؛ایسے میں انہیں تربیتی محاذ پر دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے،ایک ماں اپنی بے پناہ محبت ورافت کی وجہ سے ایسی تربیت نہیں کر پاتی جو ایک باپ کے سائے میں ہوتی ہے۔

* زواج مسیار سے پیدا ہونے والا بچہ کسی خاتون کے لئے ایک امید ہو سکتا ہے یا خاندان یا گھرانے کے لیے چشم و چراغ بن سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ خواتین نکاحِ مسیار کیلئے بعض مجبوریوں کی بنا پر تیار ہوتی ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کی عمر متجاوز ہو جاتی ہے اور خانگی زندگی سے محروم ہو جاتی ہیں؛ایسے میں یہ بچہ ان کے لیے ایک زندگی کا بہترین تحفہ بن سکتا ہے۔

* زواج مسیار سے پیدا ہونے والے بچے والدین کے درمیان عقد کی الجھنوں اور ناپائیداریوں کی وجہ سے ذہنی تشویش اور تربیتی لحاظ سے دشواریوں کا سامنا کریں گے،والدین کی باہمی محبت اور زواج عرفی کا استقلال و تسکین میسر نہ ہونے کی وجہ سے بچہ تنہائی کا شکار اور ترش مزاج ہوتا جائے گا، پھر اس کی تعلیم و تربیت کے تعلق سے بھی والدین کے درمیان کشمکش اس کے لیے دقتیں پیدا کریں گی؛ نیزیہ کہ وہ خاتون اگر ایک سے زائد بار نکاح مسیارکرتی ہے تو فطری طور پر بچہ تہذیب و تمدن سے دور ہوتا جائے گا، ذہن میں شکوک و شبہات اور عین ممکن ہے کہ کم عمری میں ہی بے راہ روی کا شکار ہو جائے گا، اس سے زیادہ افسوس کی بات ہے کہ اس کی والدہ اسے روک

بھی نہ پائے گی، رشتے کی باریک ڈور، جائز و ناجائز کا باریک فرق ،ضرورت و حاجت کی باتیں سمجھانے سے قاصر رہے گی، بچہ کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات کا جواب نہ تو والدہ کے پاس ہوگا اور نہ ہی سماج کے پاس، یہ صورت حال قابل تصور بھی نہیں، اگر زواج مسیار عام ہو جائے اور اس سے کسی گھر میں یا سوسائٹی میں کئی بچے ہوں تو ان کی فکری اور ذہنی پرداخت کیا ہوگی؟!

نکاح مؤقت:

حنفیہ نے یہ صراحت کی ہے کہ خاتون ،دو گواہ کی موجودگی مینمتعین وقت اور معلوم مدت کے لیے کیا جانے والا نکاح' نکاحِ مؤقت' کہلاتا ہے۔ نکاحِ مؤقت معنی و حکم کے اعتبار سے نکاحِ متعہ کی مثل ہے، دونوں میں بس فرق نکاح کے وقت ذکر کردہ لفظ کا ہے، مؤقت میں تزوج کا جبکہ متعہ میں تمتع یا متعہ کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے، اسی طرح مؤقت میں گواہان ہوتے ہیں جبکہ متعہ میں نہیں ہوتے، امام زفر نکاح متعہ اور مؤقت میں فرق کرتےہیں، مگر بقیہ تمام فقہائے احناف انہیں ایک ہی مانتے ہیں،محیط میں ہے کہ : ''کل نکاح مؤقت متعۃ''، پھر اس کے حکم میں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ چنانچہ اس کی دو صورتیں نقل کی جاتی ہیں، یا تو ایسی مدت رکھی گئی ہوگی جو پوری ہوسکے یا مکمل نہ ہوسکے؟اگر مدت مکمل ہو سکتی ہو تو اس کے حکم میں اختلاف ہے (دیکھئے:تفسیر أبی سعود: ۲۹۷)۔

حنفیہ ، حنابلہ اور مالکیہ میں سے ابوالحسن ، بلقینی اور بعض متاخرین شوافع کہتے ہیں اگر مدت نکاح ایسی رکھی گئی جس تک کبھی نہیں پہنچا جاسکتا جیسے وہ کہے ہمیشہ ہمیش کیلئے توپھر نکاح درست ہوجائے گا،فقہ حنفی کے مشہور امام علامہ ابن عابدین شامی نے نکاحِ مؤقت کے تصور اور اس کی قانونی حیثیت کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:''وَمَعْنَاهُ الْمَشْهُورُ أَنْ يُوجَدَ عَقْدًا عَلَى امْرَأَةٍ لَا يُرَادُ بِهِ مَقَاصِدُ عَقْدِ النِّكَاحِ مِنْ الْقَرَارِ لِلْوَلَدِ وَتَرْبِيَتِهِ، بَلْ إلَى مُدَّةٍ مُعَيَّنَةٍ يَنْتَهِي الْعَقْدُ بِانْتِهَائِهَا أَوْ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ بِمَعْنَى بَقَاءِ الْعَقْدِ مَا دَامَ مَعَهَا إلَى أَنْ يَنْصَرِفَ عَنْهَا فَلَا عَقْدَ، فَيَدْخُلُ فِيهِ مَا بِمَادَّةِ الْمُتْعَةِ وَالنِّكَاحِ الْمُؤَقَّتِ أَيْضًا فَيَكُونُ مِنْ أَفْرَادِ الْمُتْعَةِ، وَإِنْ عَقَدَ بِلَفْظِ التَّزَوُّجِ وَأَحْضَرَ الشُّهُودَ''۔

(عرفِ عام میں (نکاحِ مؤقت) کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ایسا عقد نکاح کرے جس میں بچے کی پیدائش اور اس کی تعلیم و تربیت وغیرہ جیسے مقاصدِ نکاح کے حصول کا ارادہ نہ کیا گیا ہو ' بلکہ مدتِ معینہ مکمل ہونے پر عقد بھی ختم ہو جائے۔ یا ایسا نکاح جس میں مدت تو متعین نہ کی گئی ہو، بلکہ یہ ارادہ کیا گیا ہو کہ عقد اس وقت تک قائم رہے گا جب تک شوہر اور بیوی اکٹھے رہیں گے، جب الگ ہو جائیں تو عقد ختم ہو جائے گا۔ نکاحِ متعہ، نکاحِ مؤقت اور متعین مدت کے لیے ہونے والے نکاح میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح ہونے والا ہر نکاح دراصل نکاحِ متعہ ہی ہے اگرچہ اس میں زوجیت کا لفظ استعمال کیا گیا ہو اور گواہ بھی حاضر ہوں) (ابن عابدین، ردالمختار ۳/۵۱)۔

''فتاوی ہندیہ'' میں حلوانی کے حوالے سے منقول ہے کہ اگر کسی نے قیامت یا خروج

دجال وغیرہ کی شرط لگادی تو نکاح درست ہوجائے گا: ‘‘إِذَا سَمَّيَا مَا يُعْلَمُ يَقِينًا أَنَّهُمَا لا يَعِيشَانِ إِلَيْهِ كَأَلْفِ سَنَةٍ يَنْعَقِدُ - أَيِ النِّكَاحُ - وَيَبْطُلُ الشَّرْطُ ، كَمَا لَوْ تَزَوَّجَا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَوْ خُرُوجِ الدَّجَّالِ أَوْ نُزُولِ عِيسَى عَلَى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ السَّلامُ ، وَقَالَ بَعْضُ الشَّافِعِيَّةِ : لَيْسَ مِنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ مَا لَوْ قَالَ زَوَّجْتُكَهَا مُدَّةَ حَيَاتِكَ أَوْ حَيَاتِهَا لأَنَّهُ مُقْتَضَى الْعَقْدِ بَلْ يَبْقَى أَثَرُهُ بَعْدَ الْمَوْتِ’’ (فتاوی ہندیہ۱/ ۲۸۳)، مالکیہ اور شوافع کاصحیح قول یہ ہے کہ اس طرح کا نکاح بھی باطل ہے۔

دوسری صورت:اگریہ نکاح معلوم مدت کیلئے ہوتو پھر اسے متعہ کی صورت جان کر نکاح فاسد قرار دیا جاتا ہے، جمہور فقہاء کا یہی ماننا ہے؛ البتہ بعض حنفیہ بالخصوص امام زفر کا یہ کہنا ہے کہ یہ نکاح جائز ہےاور شرط باطل ہے، اس لئے کہ اس نے نکاح کا تذکرہ کیا ہے اور ایک فاسد شرط لگادی ہے اور نکاح فاسد شرط سے باطل نہیں ہوتا، اس لئے شرط باطل مانا جائے اور نکاح کو درست جانا جائے گا، جیسے کہ کوئی کہےکہ میں تجھ سے شادی کرتا ہوں اس شرط پر کہ اگلے دس دن میں تجھے طلاق دے دوں گا (تبیین الحقائق۲/۲۱۵، بدائع الصنائع ۲/۲۷۳،حاشیۃ الدسوقی۲/۲۳۸، تحفۃ المحتاج۷/ ۲۲۴، الانصاف۸/۱۶۳)۔

صاحبین کی رائے:

نکاح فاسد یا مؤقت کے تعلق سےصاحبین کی صریح رائے فقہ حنفی کی کتابوں میں نہ مل سکی، عموماً فقہاء نے امام زفر رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے؛ لیکن مستقل صاحبین کا ذکر نہیں ملا، مگر علامہ زحیلی رحمہ اللہ نے فقہائے احناف کا مسلک نقل کرتے ہوئے صاحبین کی رائے لکھی ہے، اس کے مطابق اس طرح کا نکاح امام ابوحنیفہ کے مطابق فاسد ہوتا ہے جبکہ صاحبین انہیں سرے سے باطل جانتے ہیں:‘‘الزواج الفاسد عند الحنفية: هو مافقد شرطًا من شروط الصحة، وأنواعه:هي الزواج بغير شهود، والزواج المؤقت، وجمع خمس في عقد، والجمع بين المرأة وأختها أو عمتها أو خالتها، وزواج امرأة الغير بلا علم بأنها متزوجة، ونكاح المحارم مع العلم بعدم الحل:فاسد عند أبي حنيفة، وباطل عند الصاحبين، وهو الراجح’’ (الفقه الاسلامي وأدلته للزحيلي ۶۶۰۲،۹)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا عقد نکاح جس میں ہمیشگی اور مقاصدنکاح کے حصول کا ارادہ نہ ہو باطل ہے، نکاح متعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے موسوعہ میں یہ بات لکھی گئی ہے اور اسے حضرت ابوبکر، عمر، علی ، عبد اللہ بن زبیر، ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین واسلاف صالحین کی طرف منسوب کیا گیا ہے:.... ‘‘ولأن النكاح ماشرع لاقتضاء الشهوة ، بل شرع الاغراض ومقاصد يتوسل به إليها، واقتضاء الشهوة بالمتعة لا يقع وسيلة إلى المقاصد فلا يشرع’’ (بدائع۲/۲۷۲، الشرح الصغیر ۲/۳۸۷، احکام القرآن للجصاص۲/۱۴۶، فتح الباری۹/۱۶۶، شرح مسلم للنووی۹/۱۵۳، الحاوی للماوردی ۱۱/۴۴۹، مغنی المحتاج ۳/۱۴۲، کشاف القناع۵/۹۶)، مذکورہ عقد میں بھی فریقین کی نیت وارادہ ہمیشگی و مقاصدِ نکاح کے حصول کا نہیں ہے اس لیے یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔

نکاح مؤقت اور مسیار:

نکاح مؤقت اور مسیار میں فرق کرنا مشکل ہے، دونوں طریقہ نکاح پر غور کیجئے تو من وجہ فرق نظر آتا ہے اور من وجہ کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا ،چند باتیناس پس منظر میں نقل کی جاتی ہیں:

۱۔نکاح مؤقت ایک خاص وقت کیلئے کیا جاتا ہے، نکاح مسیار میں بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔

۲۔ نکاح مؤقت کے انعقاد میں اس کا تذکرہ ہوتا ہے ؛جبکہ مسیار میں وقت کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا ؛بلکہ اسے فریقین کی نیت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۳۔ شیعی علماء کا کہنا ہے کہ نکاح مؤقت میں اگرزوجین نفقہ کی بات طے نہ کی گئی ہو تو نفقہ واجب نہیں ہوتا، نکاح مسیار مینعموماً محرک یہی بات ہوتی ہے کہ زوجہ کا نفقہ زوج پر لازم نہ ہوگا(منهاج الصالحين:ج-۴.. الفصل الثامن فی خیار العیب والتدلیس-للسید علی الحسینی السیستانی)۔

۴۔ مہر نکاح مؤقت مینرکھا جاتا ہے جبکہ مسیار میں اس کی کوئی تعیین نہیں ہوتی۔

۵۔خاتون شادی کے بعد عام طور پر مؤقت میں شوہر کے گھر رخصت ہوجاتی ہے، مگر مسیار میں خاتون اپنے ہی گھر یا کسی اور جگہ رہتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق کی نیت سے نکاح کرنا:

نکاح مسیار میں طلاق کی نیت شامل ہوتی ہے، اگرچہ کہ اس کا اظہار نہیں کیا جاتا، فریقین کو معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص مدت کے بعد طلاق ہوجائے گی، حالانکہ نکاح باہمی اطمینان و اعتماد کا نام ہے ، اگر یہ نہ ہو تو پھر مقاصد نکاح پر حرج پڑے گا، اس پس منظر میں طلاق کی نیت سے نکاح کے متعلق بھی بحث ضروری ہے، اس لئے اخیر میں اسے نقل کیا جارہا ہے،فقہاء کے درمیان طلاق کی نیت سے نکاح کرنے کا مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے،عموماً دو رائیں ملتی ہیں:

پہلی رائے:طلاق کی نیت سے نکاح کرنا صحیح ہے،جمہور فقہاء کا یہی معاملہ ہے ،فتح القدیر میں ہے کہ اس طرح کی نیت باطل ہوتی ہے مگر عقد منعقد ہوجاتا ہے: ''واستشكل هذه المسئلة بما إذا شرط وقت العقد أن يطلقها بعد شهر فإن النكاح صحيح والشرط باطل، ولا فرق بينها وبين مافيه واجيب بأن الفرق بينهما ظاهر؛ لأن الطلاق قاطع للنكاح فاشتراط بعد شهر لينقطع به دليل على وجود العقد مؤبدا، ولهذا لومضى الشهر لم يبطل النكاح فكان النكاح صحيحا۔ ۔ ۔ والشرط باطلا، وأما صورة النزاع فالشرط إنما هو فی النكاح لافی قاطعه'' (فتح القدیر ۳/۲۵۰)، علامہ شامی نے بھی یہی بات کہی ہے:''(قوله: وليس منه الخ) لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط، بحر-.....أما لوتزوج وفي نيته أن يطلقها بعد مدة نواها صح''(شامی ۳/۵۱)۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے بغیر شرط کے شادی کی مگر اس کی

نیت کچھ مہینے بعد اور شہر میں ضرورت پوری ہونے کے بعد طلاق دینے کی ہوئی تو نکاح صحیح ہے۔ عام اہل علم کے قول کے مطابق؛ البتہ امام اوزاعی کہتے ہیں کہ یہ نکاح متعہ ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں:''إنْ تزوَّجَها بغيرِ شَرطٍ إلَّا أنَّ في نيتِه طَلاقَها بعد شَهرٍ، أو إذا انقَضَت حاجتُه في هذا البلَدِ؛ فالنِّكاحُ صَحيحٌ في قَولِ عامَّةِ أهلِ العِلمِ، إلَّا الأوزاعي قال: هو نكاحُ متعةٍ. والصحيحُ أنَّه لا بأس به، ولا تضُرُّ نيَّتُه''(المغنی۷/۱۷۹)، امام نووی رحمہ اللہ کے مطابق قاضی کا کہنا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے مطلق نکاح کیا مگر اس کی نیت میں خاص مدت تک ٹھہرنا ہے تو اس کا نکاح صحیح ہے وہ نکاح متعہ نہینہے۔نکاح متعہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس میں شرط رکھ دی جائے؛لیکن امام مالک کا کہنا ہے کہ یہ لوگوں کے اخلاق میں سے نہیں۔ امام اوزاعی نے ایک شاذ رائے اختیار کی ہے کہ یہ نکاح متعہ ہے اور اس میں کوئی خیر نہیں : ''قال القاضي:وأجمعوا على أنَّ من نكح نكاحًا مُطلَقًا ونيَّتُه ألَّا يمكُثَ معها إلَّا مُدَّةً نواها، فنِكاحُه صحيحٌ حلالٌ، وليس نكاحَ متعةٍ، وإنما نكاحُ المتعةِ ما وقع بالشَّرطِ المذكورِ، ولكِنْ قال مالكٌ: ليس هذا من أخلاقِ النَّاسِ. وشَذَّ الأوزاعيُّ فقال: هو نِكاحُ مُتعةٍ ولا خيرَ فيه. والله أعلم...لكِنَّه يَحرُمُ؛ لِما فيه من الغِشِّ. قال مالكٌ: (ليس هذا من أخلاقِ النَّاسِ)'' (شرح النووي على مسلم۹/۱۸۲)۔

علامہ ابن العثیمین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس طرح کی شادی حرام ہے،اس لئے کہ یہ دھوکہ ہے اور ایک مومن کے لیے دھوکا دینا جائز نہیں ہےاور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر یہ نیت اس خاتون یا گھر والوں کو معلوم ہو جاتی تو کبھی شادی نہیں کرتے: ''عندي أنَّ هذا حرامٌ مِن وجهٍ آخَرَ، أي: أنَّ الإنسانَ إذا تزوَّج بنيَّة أنَّه يُطَلِّقُها إذا غادر البلدَ، حرامٌ مِن جهةِ أنَّه غِشٌّ وخِداعٌ للزَّوجةِ وأهلِها؛ فإنَّ الزَّوجةَ وأهلَها لو عَلِموا أنَّ هذا الرجُلَ إنَّما تزوَّجَها بنيَّةِ الطَّلاقِ إذا أراد السَّفَرِ، ما زوَّجوه في الغالِبِ، فيكونُ في ذلك خِداعٌ وغِشٌّ لهم، وقد قال النبيُّ عليه الصَّلاةُ والسَّلامُ: من غشَّ فليس منَّا.. وحينئذٍ إمَّا أن يُعلِمَهم أو يَكتُمَ عنهم؛ فإن أعلَمَهم فهو نِكاحُ مُتعةٍ، وإن كتَمَه كان غِشًّا وخِداعًا'' (فتاوى نور على الدرب- لابن عثيمين۱۰/۲۳۳۔لقاء الباب المفتوح- اللقاء رقم: ۱۵۱) ۔

علامہ ابن باز کا فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی اجنبی ملک میں ہو اور وہ اس نیت سے شادی کرے کہ کوئی خاص مدت کے بعد اس کو طلاق دے دے گا تو جمہور علماء کے نزدیک کوئی حرج نہیں،اور اسے نکاح متعہ بھی نہیں کہا جا سکتا،اس لئے کے اس میں کوئی شرط باقاعدہ ذکر نہیں کی گئی ہے؛ البتہ ابن باز کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایسی نیت کو ترک کر دینا اولی ہے، بہتر ہے کہ وہ اس طرح کی نیت نہ کرے:''إذا تزوَّج في بلادِ غُربةٍ ونيَّتُه أنَّه متى انتهى مِن دراستِه، أو مِن كَونِه مُوظَّفًا، وما أشبه ذلك:أن يُطَلِّقَ؛ فلا بأسَ بهذا عند جُمهورِ العُلَماءِ، وهذه النيَّةُ تكونُ بينه وبينَ الله سُبحانَه، وليست شَرطًا، والفَرقُ بينه وبين المُتعةِ: أنَّ نِكاحَ المُتعةِ يكونُ فيه شَرطُ مُدَّةٍ مَعلومةٍ، كشَهرٍ أو شهرينِ، أو سنةٍ أو سنتينِ،

ونحوِ ذلك، فإذا انقَضَت المدَّةُ المذكورةُ انفَسَخ النِّكاحُ، هذا هو نِكاحُ المتعةِ الباطِلُ، أمَّا كَونهُ تزوَّجَها على سُنَّةِ الله ورسولِه، ولكِنْ في قَلبِه أنَّه متى انتهى مِن البلدِ فسوف يطَلِّقُها، فهذا لا يَضُرُّه، وهذه النيَّةُ قد تتغيَّرُ وليست معلومةً، وليست شرطًا، بل هي بينه وبين اللهِ؛ فلا يضُرُّه ذلك، وهذا مِن أسبابِ عِفَّتِه عن الزِّنا والفواحِشِ، وهذا قَولُ جُمهورِ أهلِ العِلمِ، حكاه عنهم صاحِبُ المغني: موفَّقُ الدين ابنُ قدامةَ رحمه الله" (مجموع فتاوى ابن باز ٤/٣٠).....وقال:ولكِنْ تَركُ هذه النيَّةِ أَولى؛ احتياطًا للدِّينِ، وخُروجًا مِن خِلافِ العُلَماءِ، ولأنَّه ليس هناك حاجةٌ إلى هذه النيَّةِ؛ لأنَّ الزَّوجَ ليس ممنوعًا مِن الطَّلاقِ إذا رأى المصلحةَ في ذلك، ولو لم ينْوِه عند النِّكاحِ" (مجموع فتاوى ابن باز ٥/٤٣).

دوسری رائے:بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ چونکہ اس کی مشابہت نکاح متعہ سے ہے،اس لیے طلاق کی نیت سے شادی کرنا حرام ہے۔اس سلسلے میں محمد رشید الرضا کا نام پیش کیا جاتا ہے،ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ علمائے سلف وخلف نے متعہ سے منع کیا ہے جس کا تقاضا ہے کہ اس نکاح کو بھی منع کیا جائے جو طلاق کی نیت پر ہو، اگرچہ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ عقد نکاح صحیح ہے جب اس میں صیغۂ توکید شرط کے ساتھ ذکر نہ کر دی جائے؛ لیکن اس کا چھپانا بھی دھوکا ہے،ایسے میں پہلی شرط سے زیادہ مناسب ہے اس کا اعتبار کرتے ہوئے بطلانِ نکاح کا اعتبار کیا جائے:''هذا وإن تشديد علماء السلف والخلف في منع ''المتعة" يقتضي منع النكاح بنية الطلاق، وإن كان الفقهاء يقولون إن عقد النكاح يكون صحيحاً إذا نوى الزوج التوقيت ولم يشترطه في صيغة العقد. ولكن كتمانه إياه يعد خداعاً وغشاً. وهو أجدر بالبطلان من العقد الذي يشترط فيه التوقيت الذي يكون بالتراضي بين الزوج والمرأة ووليها''.

اسی طرح اللجنۃ الدائمۃ للافتاء بالسعودیۃ بھی طلاق کی نیت سے نکاح کو منع کرتی ہے؛ بلکہ اسے نکاحِ مؤقت میں سے قرار دیتی ہے، جس کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ علامہ ابن العثیمین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس طرح کی شادی حرام ہے:''الزواج بنية الطلاق زواج مؤقت، والزواج المؤقت زواج باطل؛ لأنه متعة، والمتعة محرمة بالإجماع، والزواج الصحيح:أن يتزوج بنية بقاء الزوجية، والاستمرار فيها، فإن صلحت له الزوجة وناسبت له وإلا طلقها، قال تعالى : (فإمساك بمعروف أوتسريح بإحسان) الزواج بنية الطلاق والآثار السيئة المترتبة عليه" (الزواج بنية الطلاق ، وزواج المسيار، موقع صيد الفوائد، اطلع على هذا المسار فى ١٦ أغسطس ٢٠١٦ (٢ نسخة محفوظة ٢ ٠٩ ديسمبر ٢٠١٦ على موقع واي باك مشين).

نکاح مسیار: حقیقت اور حکم شرعی

مولانا عبد الرب بن عبد الوہاب خان واپی سعادتی•

(۱)جواب:

موجودہ نام اور صیغے کے ساتھ اس نوع کا نکاح فقہائے متقدمین کے یہاں معروف نہیں تھا، اس نام کے ساتھ اس نوع کا ذکر چند سالوں سے مشہور ہوا ہے، اس پر زیادہ طویل وقت نہیں گذرا، پہلي مرتبہ اس نوع کا نکاح مملکت عربیہ سعودیہ میں ''قصیم '' کے علاقے میں ہوا، اور سب سے پہلا فتویٰ اس نکاحِ مسیار سے متعلق سعودي عرب کے شیخ عبدالعزیز بن باز کا ۱۴۱۷ھ میں صادر ہوا، اسي لیے نکاحِ مسیار کو ''نوازل '' میں شمار کیا جاتا ہے، اور معاصر فقہاء ہي کے دراسات اس سے متعلق ملتےہیں۔

البتہ کتابوں کي مراجعت سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاحِ مسیار قدیم الوقوع ہے، لیکن دوسرے ناموں کے ساتھ، چنانچہ سعودیہ کے شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ الناصر ایك سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

گذشتہ زمانوں میں اس نکاح کو ''الزواج السري ''، ''الزواج الخفي''، ''زواج الملفا'' اور ''زواج الخمیس''سے موسوم کیا جاتا تھا کہ شوہر اپني بیوي کے پاس صرف یوم الخمیس (جمعرات کے دن) کو جاتا تھا، اور باقي دن اپني پہلي بیوي کے پاس رہتا تھا۔

اور شیخ نے اس نوع کے نکاح کے کئي واقعات بھي ذکر فرمائے ہیں۔

نیز دکتور ابراہیم الخضیري فرماتے ہیں: ''اس نوع کے نکاح کو نجد کے علاقے میں لوگ ''الضحویة'' سے موسوم کرتے ہیں، اس معنی کرکہ مرد عورت سے شادي کرکے اس کے پاس ''ضحی '' (چاشت) کے وقت آتا تھا ''۔

اور اس نوع کے نکاح سے ملتي جلتي صورتوں کا ذکر فقہ وفتاویٰ کي کتابوں میں ملتا ہے، اسي طرحنکاح میں خرچہ اور باري کو ساقط کرانے کي شرط سے متعلق فقہ کي قدیم کتابوں میں بحث کي گئي ہے، مثلاً: علامہ ابن قدامة الحنبلي نے ''المغني '' (المغني ۷/۴۵۰-۴۵۱) میں ایك صورت یہ لکھي ہے کہ ایك آدمي ایك عورت سے اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ وہ اس کے پاس ہرجمعہ کي رات گزارے گا، دوسري صورت یہ لکھي ہے کہ ایك آدمي ایك عورت سے اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ وہ ہر مہینے پانچ یا دس درہم خرچ کرےگا، تیسري صورت یہ لکھي ہے کہ ایك آدمي ایك عورت سے اس شرط پر نکاح کرتا

• خادم مدرسہ نور الاسلام، موٹی دمن۔

ہے کہ وہ اس کےلیے مہینے میں چند متعین دن مقرر کرےگا۔

اسي طرح فقہاء نے ‘‘نكاح النهاريات والليليات’’ کا ذکر کیا ہے کہ کوئي مرد کسي ایسي عورت سے شادي کرے جو رات میں گھر سے باہر کام کاج کرتي ہےاور شوہر کے پاس دن میں لوٹ کر آتي ہے، یا برعکس۔

فقہ کي قدیم کتابوں میں جو صورتیں ذکر کي گئي ہیں ان کے درمیان اور موجودہ نکاح مسیار کے درمیان صرف نام کا فرق ہے۔

خلاصہ یہ کہ ‘‘نکاح مسیار ’’ کے نام اور اس صورت کے ساتھ فقہائے متقدمین کے یہاں اگرچہ اس نوع کے نکاح کا ذکر نہیں ملتا، لیکن دوسرے ناموں کے ساتھ بالفعل یہ قدیم الوقوع ہے، اور اس سے ملتي نکاح کي صورتوں کا ذکر فقہ کي قدیم کتابوں میں بھي ملتا ہے (زواج المسیار، دراسة فقهية واجتماعية نقدية: ص٧٨-٨٠، زواج المسیار، دراسة فقهية مقارنة: ص١٣٧-١٣٩، كتاب الفقه الميسر -الموقع الرسمي لمشروع المكتبة الشاملة-: ٤٩/١١، زواج المسیار: حقیقته وحكمه: ص٢٠٤-٢٠٦)۔

جواب (٢):

سوال میں دو شقیں مذکور ہیں، پہلي شق کا جواب یہ ہے کہ نکاحِ مسیار کي صورت یہ ہے کہ مرد ملازمت کےلیے کسي دوسرے ملك میں جائے، اور اسے وہاں اپني طبعي خواہش پوري کرنے کي حاجت ہو؛ تو طلاق کي نیت سے نکاح کرلے، یعني دل میں یہ سوچے کہ جب میں سال دوسال بعد واپس چلا جاؤنگا تو طلاق دے دونگا، نکاح کا بار مرد پر کم سے کم ڈالنے کي خاطر عورت نان نفقہ اور ساتھ رہنے کے حق وغیرہ سے دست بردار ہوجاتي ہے، لہٰذا بیوي اپنے میکے میں رہتي ہے، اور مرد کو جب موقع ملتا ہے وہ بیوي سے اس کے میکے آکر یا کچھ وقت کےلیے ساتھ کسي دوسري جگہ لےجاکر طبعي تقاضا پورا کرتا ہے، اسے ‘‘نکاحِ مسیار ’’ اور عربي زبان میں ‘‘زواج المسیار ’’ کہتے ہیں، اس عمل کو جواز کا جامہ پہنانے کےلیے ظاہري طور پر نکاح کي شرائط وارکان یعني ایجاب وقبول، گواہ اور مہر وغیرہ کا لحاظ رکھاجاتا ہے (دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف، بنوري ٹاؤن، فتویٰ نمبر: ١٤٣٠١٢٢٠١٣٦٣)۔

خلیج اور نجد کے بعض دیہي علاقوں میں صرف گذرنے اور معمولي مدت کےلیے ٹھہرنے کےلیے بھي ‘‘مسیار ’’ کا اطلاق ہوتا ہے (مفتي شكيل منصور القاسمي: Mazameen.com، مضامین اشاعت: ٢٤؍مارچ ٢٠١٨ء)۔

شیخ عبداللہ بن منیع (زواج المسیار، حقیقته وحكمه؟) لکھتے ہیں: ‘‘أنه زواج مستكمل لجميع أركانه وشروطه، إلا أن الزوجين قد ارتضيا واتفقا على أن لا يكون للزوجة حق في المبيت أو القسم، إنما الأمر راجع لزوج متى رغب زيارة زوجته في أي ساعة من ساعات اليوم والليلة، فله ذلك’’۔

اور دکتور یوسف القرضاوي اپني کتاب "زواج المسیار حقیقته وحکمه" (زواج المسیار، حقیقته وحکمه،۹) میں تحریر فرماتے ہیں: ‘‘إن زواج المسیار کما یسمی لیس شیئا جدیدًا، إنما هو أمر عرفه الناس من قدیم، وهو الزواج الذي یذهب فیه الرجل إلی بیت المرأة، ولا تنتقل المرأة إلی بیت الرجل’’۔

‘‘دکتور احمد الحجي الکروي ’’ کے ‘‘مستجدات فقہیہ ’’ (مستجدات فقهیة: ص۲۳۷)میں نکاحِ مسیار کي صورت یہ لکھي ہے: ‘‘أن یتزوج رجل بالغ عاقل امرأة بالغة عاقلة تحل له شرعا علی مهر معلوم بشهود مستوفین لشروط الشهادة، علی أن لا یبیت عندها لیلا إلا قلیلا، وأن لا ینفق علیها، سواء کان ذلك بشرط مذکور في العقد، أو بشرط ثابت بالعرف، أو بقرائن الأحوال’’ (زواج المسیار، حقیقته وحکمه، للدکتور الیاس: ص۲۰۴-۲۰۳)۔

‘‘المکتبة الشاملة الحدیثة’’ میں ‘‘عبدالله الطیار’’ کي کتاب ‘‘الفقه المیسر’’ (الفقه المیسر ۴۹،۱۱) کے حوالے سے لکھا ہے کہ نکاح مسیار کي دوصورتیں ہیں:

اول یہ ہے کہ میاں بیوي کے درمیان عقد نکاح میں مطلوب تمام ارکان وشرائط کے مہر، ولي اور دو گواہوں کے ساتھ نکاح کا عقد ہو، مگر شوہر عقد میں خرچہ یا سکونت کے اسقاط کي شرط لگائے کہ عورت اپنے گھر پر رہےگي اور شوہر عورت کے گھر پر آتا جاتا رہےگا، گویا شوہر سکنی اور نفقہ کا مکلف نہیں ہوگا۔ یہ ایك صورت ہوئي۔

دوسري صورت یہ ہے کہ شوہر نفقہ کو ساقط کرنے کي شرط نہ لگائے، البتہ رات گزارنے میں باري کے عدم التزام کي شرط لگائے۔

پہلي صورت زیادہ طور پر پیش آتي ہے، اس لیے کہ اس طرح کے نکاح پر شوہر کو یہ بات ابھارتي ہے کہ شوہر چاہتا ہے کہ ان کے نکاح کا معاملہ اس کي گھر والي سے مخفي رہے، ورنہ تو مشکلات پیش آسکتي ہیں، اور پہلي صورت میں نکاحِ مسیار پر یہ بات آمادہ کرتي ہے کہ وہ عورت جس کو اپني پسند کا شوہر نہیں ملتا؛ وہ چاہتي ہے کہ وہ حرام کاري میں مبتلا نہ ہو، اور اولاد کي نعمت حاصل ہوجائے۔

سوال میں مذکور دوسري شق کا جواب یہ ہے کہ نکاح مسیار کے ظہور کے کئي اسباب ہیں، بعض اسباب عورت سے متعلق ہیں اور بعض اسباب مرد سے متعلق ہیں، جب کہ کچھ اسباب کا تعلق معاشرے اور سماج سے ہے، اختصار کے ساتھ ذیل میں ان کو ذکر کیا جاتاہے:

اول: وہ اسباب جن کا تعلق عورتوں سے ہے؛ وہ بھي کئي طرح کے ہیں:

(۱) عنوسة المرأة أو طلاقها أو ترملها: یعني شادي کي عمر سے زائد کو پہنچ جانے والي اور مطلقات اور بیوگان کي کثرت، یہ نکاح مسیار کے ظہور اور شیوع کا ایك اہم سبب ہے، خلیجي ممالك میں خصوصاً اور دیگر اسلامي معاشروں میں عموماً ان عورتوں کي تعداد بڑھتي جارہي ہے، جن کي عمر شادي کي ہوچکي، مگر ابھي تك ان کا نکاح نہ ہوسکا،

یا نکاح ہوجانے کے بعد شوہر نے طلاق دےدي، یا شوہر کي وفات ہوگئي، اس طرح کي عورتوں کے اعداد وشمار عالم عرب میں عموماً اور سعودي عرب میں خصوصاً شائع ہوچکے ہیں (تفصیلات کےلیے دیکھیے: ‘‘بثينة السيد العراقي ’’ كي كتاب ‘‘أسرار في حياة العانسات ’’ اور ‘‘عبد الملك بن يوسف بن محمد المطلق ’’ كي كتاب ‘‘زواج المسيار؛ دراسة فقهية واجتماعية نقدية ’’،۸۲-۸۱)۔ اس صورت حال میں خواتین اپنے مستقبل کے تئیں خوف اور بےچیني کا شکار ہوکر اس بات پر راضي ہوجاتي ہیں کہ کوئي مرد اُن سے پہلي بیوي رکھتے ہوئے نکاح کرلے، اور شوہر کے حالات کو دیکھتے ہوئے اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوجاتي ہیں۔

(۲) رفض كثير من النساء لفكرة التعدد: یعني بہت سي خواتین اس بات کو تسلیم کرتي ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کےلیے تعدد یعني ایك سے زائد نکاح کو مشروع کیا ہے، لیکن اپني فطري غیرت کي وجہ سے تعدد ازدواج کو عملاً قبول اور پسند نہیں کرتي ہیں، اس لیے نکاح نہیں کرتیں، جب عمر طبعي زیادہ ہوجاتي ہے تو پھر نکاحِ مسیار کرنے پر مجبور ہوجاتي ہیں، اور بعض اوقات پہلي بیوي کي اس سوچ کي وجہ سے شوہر کي خواہش ہوتي ہےکہ وہ اپني دوسري شادي کو اپني پہلي بیوي کے سامنے ظاہر نہ کرے، کیوں کہ اسے خدشہ ہے کہ اس سے ان کے درمیان تعلقات خراب ہوجائینگے۔

اس سلسلے کے اعداد وشمار بھي ‘‘عبدالملك بن يوسف بن محمد المطل ’’ كي كتاب "زواج المسيار؛ دراسة فقهية واجتماعية نقدية" (ص ۸۲) میں مذکور ہے۔

(۳) حاجة المرأة إلى البقاء في غير بيت الزوج: یعني بعض دفعہ نکاح کي خواہش مند خواتین مختلف اسباب کے تحت اپنے میکے میں رہنا چاہتي ہیں، مثلاً: اس لیے کہ وہ تنہا اپنے والدین کي دیکھ بھال کرتي ہیں، اگر وہ شوہر کے حسب منشا دوسري رہیں تو والدین کي خدمت کرنے والا کوئي نہیں ہوگا، اور کبھي اس لیے کہ پہلے شوہر سے عورت کےبچے ہوتے ہیں، اور وہ اپنے بچوں کو لےکر دوسرے شوہر کے یہاں منتقل نہیں ہوسکتي، تاکہ ان بچوں کي تربیت اچھي طرح آزادي کے ساتھ کرسکے، اور شوہر کے مطالبات بھي زیادہ نہ ہوں، اس لیے وہ شوہر سے صرف زن وشو کا خصوصي تعلق چاہتي ہیں، نتیجتاً وہ نکاح مسیار کرلیتي ہیں۔

دوم: وہ اسباب جن کا تعلق مردوں سے ہے۔ وہ بھي متعدد ہیں:

(۱) رغبة لزيادة الاستمتاع أو حاجته الفطرية إلى أكثر من زوجة: یعني بعض مردوں کو ایك سے زائد نکاح کي رغبت ہوتي ہے، کیوں کہ پہلي بیوي سے اس کي کبرسني یا اپني اولاد کے زیادہ مشغول رہنے کي وجہ سے ان کي ضرورت پوري نہیں ہوتي، اس لیے بعض شادي شدہ مرد اپني عفت وعصمت کي حفاظت یا کثرت شہوت کي وجہ سے نکاحِ مسیار کرلیتے ہیں، کیوں کہ اسے خدشہ ہے کہ پہلي بیوي کو اگر دوسري شادي کا علم ہوگا

تو اس سے ان کے درمیان تعلقات خراب ہوجائینگے۔

(۲) عدم رغبة بعض الرجال في تحمل المزيد من الأعباء: بعض مردوں کے پاس اپني ازدواجي زندگي میں اضافي بوجھ برداشت کرنے کي طاقت اور قدرت نہیں ہوتي، خصوصاً موجودہ دور میں، لیکن ان کو دوسري شادي کي رغبت یا ضرورت بھي ہوتي ہے، اس لیے شادي کے اخراجات اور ذمےداریوں سے فرار اختیار کرتے ہوئے نکاحِ مسیار کرلیتے ہیں، اس لیے اس طرح کي شادي کرنے والے کم عمر نوجوان بہت زیادہ ہیں۔

(۳) عدم استقرار الرجل بسبب العمل: یعني مرد بسا اوقات تجارت وغیرہ کےلیے کسي خاص ملك یا شہر کا سفر کرتا رہتا ہے، اور وہاں طویل مدت رہتا ہے، اب ایك جوان شخص کا بغیر بیوي کے طویل مدت گزارنا مشکل ہوتا ہے، لیکن نکاح کي تمام ذمےداریاں برداشت کرنے کي ان میں اہلیت نہیں ہوتي، تو وہ وہاں عفت وپاك دامني کےلیے نکاح مسیار پر مجبور ہوتے ہیں۔

سوم: وہ اسباب جن کا تعلق معاشرے اور سماج سے ہے۔ ایسے اسباب بھي کئي طرح کے ہیں:

(۱) غلاء المهور وارتفاع تكاليف الزواج: بہت سے مرد نکاح کے کثیر اخراجات اور خصوصاً عورت کے ولي کي طرف سے مہر کي کثیر رقم کا مطالبہ پورا کرنے کي استطاعت نہیں رکھتے، اس کے بالمقابل سماج میں ان مطلقات اور بیواؤں کي تعداد روزافزوں ہے جو مال دار ہیں اور نکاح بھي کرنا چاہتي ہیں، نیز غیرشادي شدہ کنواریوں کے اولیاء چاہتے ہیں کہ نکاح کرادیا جائے، چاہے ان کا خرچہ خود انہیں برداشت کرنا پڑے، معاشرے کي یہ صورت حال بھي نکاح مسیار کے ظہور کا ایك اہم سبب ہے۔

(۲) اتهام المجتمع الرجل الذي يرغب بالتعدد: کبھي مرد کو اپنے مخصوص حالات کي وجہ سے دوسرے نکاح کي ضرورت ہوتي ہے، اور وہ چاہتا بھي ہے؛ لیکن معاشرہ (خصوصاً برّ صغیر میں) اس کو حقارت کي نگاہ سے دیکھتا ہے، اور اس پر شہواني ہونے کا الزام عائد کرتا ہے، جس کي وجہ سے لوگوں کي نگاہ اور اشکالات واتہامات سے بچنے کےلیے خفیہ طور سے نکاح مسیار کرلیتا ہے (زواج المسیار، دراسة فقهية واجتماعية نقدية: ص۸۵-۸۱، زواج المسيار حقيقته وحكمه،۲۰۶-۲۰۷، لدکتور الیاس، الاسلام سؤال وجواب للشیخ محمد صالح المنجد)۔

جواب (۳):

بغیر ولي کے نکاحِ مسیار کا بھي وہي حکم ہے جو بغیر ولي کے عام نکاحوں کا حکم ہے، اور بغیر ولي کے نکاح کے حکم میں فقہاء کے دو قول ہیں:

قول اول: حنفیہ کے علاوہ جمہور کے نزدیك صحت نکاح کےلیے حضورِ ولي شرط ہے، لہٰذا بغیر ولي کے نکاح درست نہ ہوگا۔ ان کے دلائل مندرجۂ ذیل ہیں:

۱- باري تعالیٰ کا فرمان ''فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ''(البقرہ: ۲۳۲)، سیدنا امام شافعي ؒ فرماتے ہیں: ''هي أصرح آية في اعتبار الولي، وإلا لما كان لعضله معنًى''۔

۲- حضرت عائشہ سے مروي ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا نكاح إلا بولي'' (صحيح ابن حبان، رقم: ۴۰۷۵) اور اس حدیث کو نفي کمال پر محمول کرنا صحیح نہیں، اس لیے کہ شارع کے کلام کو حقائق شرعیہ پر محمول کیا جاتا ہے، تو اب حدیث پاك کا مطلب ہوگا: ''لا نكاح شرعي'' یا ''لا نكاح موجود في الشرع إلا بولي''۔

۳- حضرت عائشہ کي دوسري مرفوع روایت ''أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل باطل باطل'' (رواه أحمد والأربعة إلا النسائي، وصححه الترمذي وأبوعوانة وابن حبان والحاكم وابن معين وغيره من الحفاظ)۔

قول ثاني: حنفیہ کے یہاں ظاہر الروایۃ کے مطابق امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے یہاں عاقل بالغ عورت اپنا نکاح خود کرسکتي ہے، اور اپني چھوٹي بہن کا نکاح بھي کراسکتي ہے، لیکن غیرکفو میں نکاح کرنے کي صورت میں عورت کے اولیاء کو حق اعتراض ہوگا، اور امام محمد کے یہاں نکاح موقوف رہےگا۔ ان کے چند دلائل ہیں:

۱- وہ آیات قرآنیہ جن میں نکاح کي اسناد عورت کي طرف کي گئي ہے، مثلاً: ''فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰي تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ'' (البقرہ: ۲۴۰)، ''وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ'' (البقرہ: ۲۴۲)، اس آیت میں خطاب ازواج کو ہے نہ کہ اولیاء کو، جیساکہ جمہور نے کہا ہے۔

بہرحال! یہ آیات اس بات میں صریح ہیں کہ عورت اپنا نکاح خود کرسکتي ہیں۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس سے مرفوع روایت ہے: ''الثيب أحق بنفسها من وليها، والبكر تستأمر، وإذنها سكوتها'' (صحيح مسلم، رقم الحديث: ۱۴۲۱)، حدیث پاك میں ''أيم'' سے مراد وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو، خواہ ثیبہ ہو یا باکرہ، بہرحال! حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اپنا نکاح خود کرسکتي ہے۔

فقہائے شافعیہ میں سے فقیہ ابوثور کي ایك متوسط رائے ''المهذب''(المہذب۲؍۳۵) میں یہ مذکور ہے کہ نکاح کے صحیح ہونے کےلیے عورت اور ولي دونوں کي رضامندي شرط ہے، دونوں میں سے کوئي بھي دوسرے کي اجازت کے بغیر نکاح نہیں کراسکتا، ہاں! جب دونوں راضي ہوں تو ہرایك عقد کراسکتا ہے، اس لیے کہ عورت تصرفات کي کامل اہلیت رکھتي ہے (موسوعة الفقه الاسلامي والقضايا المعاصرة-الدكتور وهبة الزحيلي ۹۴-۸/۹۲)۔

جواب (۴):

نکاح مسیار کےحکم کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے، تین یا چار اقوال ہیں:

قول اول (اباحت): اکثر باحثین اور علماء نکاح مسیار کے جواز کے قائل ہیں۔ اباحت

کے قائلین مندرجۂ ذیل ہیں:

(۱) الشیخ عبدالعزیز بن باز: سعودي عرب کے سابق مفتي اعظم ‘‘شیخ عبدالعزیز بن باز’’ نے ۱۹۹۶ء میں نکاحِ مسیار کو درست قرار دیتے ہوئے ایك سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا: ‘‘لا حرج في ذلك إذا استوفى العقد الشروط المعتبرة شرعًا، وهي وجود الولي، ورضا الزوجين، وحضور شاهدين عدلين على إجراء العقد، وسلامة الزوجين من الموانع .....، فإن اتفق الزوجان على أن المرأة تبقى عند أهلها، أو على أن القسم يكون لها نهارًا لا ليلًا، أو في أيام معينة أو ليالٍ معينة، فلا بأس بذلك بشرط إعلان النكاح وعدم إخفائه’’ (زواج المسیار لعبدالملك یوسف المطلق ،۱۱۳)۔

(۲) الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرینؒ: وہ فرماتے ہیں: ‘‘وهو جائز إذا رضيت الزوجة بذلك، ولكن لا بد من إعلان النكاح مع الاعتراف بها كزوجة لها حقوق الزوجات، ولأولاده منها حقوق الأبوة عليه’’(زواج المسیار لعبدالملك یوسف المطلق ،۱۱۳)۔

(۳) الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ: جب آپ سے نکاح مسیار کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا: ‘‘إن هذا الزواج جائز إذا توفرت فيه الأركان والشروط والإعلان الواضح’’(زواج المسیار لعبدالملك یوسف المطلق ،۱۱۳)۔

(۴) الشیخ محمد یوسف المطلق: وہ فرماتے ہیں: ‘‘الزواج الشرعي هو ما تم فيه أركانه وشروطه، وأما الاشتراط بتنازل المرأة عن حقها في النفقة والقسم فهو شرط باطل، والزواج صحيح، ولكن للمرأة بعد الزواج أن تسمح بشيء من حقها، وذلك لا يخالف الشرع’’(زواج المسیار لعبدالملك یوسف المطلق ،۱۱۳)۔

(۵) الشیخ ابراہیم بن صالح الخضیري: وہ فرماتے ہیں: ‘‘زواج المسيار شرعي وضروري في عصرنا هذا، خاصةً مع كثرة الرجال الخوافين، ومع اشتداد حاجة النساء إلى أزواج يعفونهن، والتعدد أصل مشروع، والحكمة منه إعفاف أكبر قدر ممكن من النساء، فلا أرى في زواج المسيار شيئًا يخالف الشرع، ولله الحمد والمنة’’ (جریدۃ الجزیرۃ، عدد: ۱۰۱۹۳، ۲۵،جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۵،اغسطس ۲۰۰۰ء)۔

(۶) الدکتور حسین بن محمد بن عبداللہ آل الشیخ: وہ فرماتے ہیں:‘‘إن زواج المسيار بالنظر العام إلى أركانه وشروطه جائز شرعًا، ولكن لما في هذه الشروط من نتائج سيئة فهي فاسدة وحدها دون العقد، وأرى أن هذا الزواج جائز شرعًا مع قصره على حالات قروية خاصة’’، پھر اپنے شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ‘‘أما انفتاحه بهذه الصورة فإني أنظر إليه بالخطورة القصوى التي قد تعصف بالمجتمع، وكذلك قد يتساهل الناس به مما يسبب العزوف عن الزواج العادي، ويصير الزواج كأنه متعة فقط، ..... ولذا تبقى الشبهة قائمة في زواج المسيار. والله أعلم’’ (زواج المسیار لعبدالملك یوسف المطلق ،۱۱۴)۔

(۷) شیخ الأزہر محمد سید طنطاوي: جب آپ سے ‘‘نکاحِ مسیار’’ کے بارے میں

دریافت کیا گیا تو جواب دیا: ‘‘مادام الأمر كذلك؛ العقد صحيح شرعًا’’(زواج المسيار لعبدالملك يوسف المطلق ،۱۱۴-۱۱۵)۔

(۸) الشيخ نصر فريد وصل (مفتي جمهورية مصر العربية): وہ تحریر فرماتے ہیں: ‘‘فهو - أي زواج المسيار- زواج تام تتوافر فيه أركان العقد الشرعي من إيجاب وقبول وشهود وولي، وهو زواج موثق’’(زواج المسيار لعبدالملك يوسف المطلق ،۱۱۵)۔

(۹) الشيخ سعد العنزي (زواج المسيار لعبدالملك يوسف المطلق ،۱۱۵)۔

(۱۰) مجمع الفقہ الاسلامي، جدہ: رابطۂ عالم اسلامي کے تحت سعودي عربیہ، جدہ میں قائم اسلامك فقہ اکیڈمي ‘‘مجمع الفقہ الاسلامي ’’ کا اٹھارہواں اجلاس مکہ مکرمہ میں عالمِ اسلام کي ممتاز شخصیت ‘‘دکتور وہبہ الزحیلي ’’ کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا، جس میں موضوع پر غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد صدر اجلاس کي طرف سے جو متفقہ اعلامیہ جاري ہوا تھا؛ اس کا ترجمہ یہ ہے:

‘‘مجمع الفقہ الاسلامي’’ اس بات کي تاکید کرتا ہے کہ شادي کے لیے عقد (اگرچہ ان کے نام، اوصاف اور صورتیں مختلف ہوں) کو شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ قواعد وضوابط کے تابع ہونا چاہیے، اور اس میں ارکان وشرائط پورے ہوں اور موانع سے خالي ہوں۔

عصرحاضر میں لوگوں نے بعض عقود ایجاد کرلیے ہیں، جس کے احکام درجِ ذیل ہیں:

ایسا عقد زواج جس میں عورت رہائش، خرچ، باري یا کچھ دوسرے حقوق بہ خوشي ختم کردے کہ مرد جب چاہے دن یا رات میں اس کے پاس آسکتا ہے۔

اور اس میں یہ بھي شامل ہے کہ ایسا عقد نکاح جس میں عورت اپنے گھروالوں کے ساتھ میکے میں ہي رہے، اور میاں بیوي جب چاہیں عورت کے میکے کے پاس یا کسي اور جگہ مل لیں، اس طرح کہ خاوند بیوي کو نہ رہائش دے؛ نہ ہي خرچ وغیرہ۔

یہ دونوں عقد صحیح ہیں، اور اس طرح کے دوسرے عقد اس وقت صحیح ہونگے جب اس میں شادي کے ارکان وشرائط موجود ہوں، اور کوئي مانع موجود نہ ہو، لیکن یہ نکاح خلافِ اولیٰ ہے (قرارات فقہیة، النكاح وتوابعه،۳۹-۳۸)۔

قول ثاني (کراہت): جن علماء نے کراہت کے ساتھ نکاح مسیار کو مباح قرار دیا ہے، وہ مندرجۂ ذیل ہیں:

(۱) الشيخ عبدالله بن سليمان المنيع: وہ فرماتے ہیں: ‘‘هذا الزواج بهذا التصور لا يظهر لي القول بمنعه وإن كنت أكرهه، وأعتبره مهينا للمرأة وكرامتها، ولكن الحق لها، وقد رضيت بذلك وتنازلت عن حقها فيه’’ (زواج المسيار؛ دراسة فقهية واجتماعية نقدية،۱۱۷)۔

(۲) الدكتور يوسف القرضاوي: وہ تحریر فرماتے ہیں: ‘‘أنا لست من دعاة زواج المسيار، ولا من المرغبين فيه، فلم أكتب مقالة في تحبيذه أو الدفاع عنه، ولم أخطب خطبة تدعو إليه، كل ما في الأمر أني سُئلت سؤالا عنه فلم يسعني أن أخالف ضميري أو أتاجر بديني، أو

أشتري رضا الناس بسخط ربي، فأحرم ما أعتقد أنه حلال''۔

نیز لکھتے ہیں: ''وأن هذا النوع من الزواج ليس هو الزواج الإسلامي المنشود، ولكنه الزواج الممكن الذي أوجبته ضرورات الحياة وتطور المجتمعات وظروف العيش، وعدم تحقيق كل الأهداف المرجوة لا يلغي العقد، ولا يبطل الزواج، إنما يخدشه وينال منه'' (زواج المسيار للدكتور يوسف القرضاوي، ص۱۷-۸)۔

(۳) الدكتور سعود الشريم (امام وخطيب المسجد الحرام): چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''إذا تنازلت المرأة عن حقها فهي أولى الناس بنفسها، ولا تعني إساءة تطبيق زواج المسيار تحريمه، فقد يحصل منه ضرر من وجه دون آخر، وقد يكون الفساد الناتج عن ترك هذا الزواج أدهى من الفساد الناجم مع وجوده وتحققه'' (زواج المسيار للدكتور يوسف القرضاوي،۱۱۹-۱۱۸)۔

(۴) الدكتور أحمد الحجي الكردي: انہوں نے کراہت یا عدم کراہت کو نیت اور حالات پر معلق کرتے ہوئے فرمایا: ''هذا الزواج في نظري صحيح لاستيفائه شروطه الشرعية، .... أما جعله مكروها أو غير مكروه؛ فهذا منوط بظروف الحال، فإن كان لمحتاج إليه على هذه الصورة فلا كراهة فيه، وإن كان للتشهي والتلهي من غير حاجة فهو مكروه، والأمر منوط بالنية وظروف الحال'' (زواج المسيار؛ دراسة فقهية واجتماعية نقدية،۱۱۹)۔

(۵) الدكتور محمود أبوالليل: انہوں نے بھي کراہت یا عدم کراہت کو حاجت اور ضرورت پر معلق کرتے ہوئے فرمایا: ''الذي يترجح لي أنه مباح من حيث المبدأ إذا استوفى الأركان والشروط، وأما هل هو مكروه أم لا؟ فهذا في نظري موقوف على مدى الحاجة والاضطرار والباعث عليه'' (زواج المسيار؛ دراسة فقهية واجتماعية نقدية،۱۲۰-۱۱۹)۔

(۶) دارالافتاء دارالعلوم کراچي: دار العلوم کراچي کے دارالافتاء سے بہ تاریخ (۲۰/۸/۱۴۲۷ھ) کو ایك فتوی (فتویٰ نمبر: ۱۸۹) صادر کیا گیا، جس میں یہ کہا گیا کہ ''اگر اس میں نکاح کے منعقد ہونے سے متعلق تمام شرعي شرائط موجود ہیں تو اس سے تو نکاح منعقد ہوجائےگا، لیکن ایسا کرنا خلاف سنت اور مقاصد شریعت کے منافي ہے، اور نکاح کي شرعي ذمےداریوں سے فرار بھي ہے، خصوصاً اس طرح پوشیدہ نکاحوں سے کئي فتنوں کا دروازہ کھل سکتا ہے، اس لیے اس طرح نکاح کرنا ناپسندیدہ ہے، اس سے اجتناب کیا جائے'' (صفہ اسلامك ریسرچ سینٹر)۔

قول ثالث (عدم جواز): نکاحِ مسیار کے عدم جوا زکے قائلین درج ذیل ہیں:

(۱) الشيخ محمد ناصر الدين الألباني: چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''إن فيه مضارًّا كثيرةً، على رأسها تأثيره السلبي على تربية الأولاد وأخلاقهم'' (زواج المسيار؛ دراسة فقهية واجتماعية نقدية،۱۲۰)۔

(۲) الشيخ عبدالعزيز المسند: وہ فرماتے ہیں: ''زواج المسيار ضحكة ولعبة، فلو أبيح أو وجد زواج المسيار لكان للفاسق أن يلعب على اثنتين وثلاث وأربع وخمس، وهو وسيلة من

وسائل الفساد للفساق" (زواج المسيار؛ دراسة فقهية واجتماعية نقدية،١٢٠)۔

(٣) الشيخ محمد وہبہ الزحيلي: چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں: ''لكل هذا وغيره أرى أن هذا الزواج يصادم مقاصد الشريعة كما ذكر الشاطبي وغيره، فيمنع بابه سدا للذرائع، وتوافر التهمة أحيانا في نقاء النسب وشرف النسل" (موسوعة الفقہ الاسلامي والقضايا المعاصرة ١٣/٥٢٨)۔

(٤) الشيخ عمر سليمان الأشقر: چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''فإني أرى أن هذا الزواج غير معمول شرعًا لأمور" (زواج المسيار: دراسة فقہية مقارنة،٢٠٤)۔

(٥) الدكتور محمد الزحيلي: چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "أرى منع هذا الزواج وتحريمه لأمرين" (زواج المسيار: دراسة فقہية مقارنہ،٢٠٥)۔

(٦) الدكتور ابراہيم فاضل الدبو: چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''ومن هنا أميل إلى القول بحرمة زواج المسيار" (زواج المسيار؛ دراسة فقهية مقارنة،٢٠١)۔

(٧) الدكتور عبدالله الجبوري: چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''إن زواج المسيار الذي شاع الكلام عنه في هذه الأيام توجد فيه صورة عقد الزواج من حيث الأركان والشروط في الظاهرة، ولكن أرى عدم قبول هذا الزواج شرعًا للأمور التالية" (زواج المسيار؛ دراسة فقهية مقارنة،٢٠٦)۔

(٨) الدكتور عبدالغفار الشريف: چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''زواج المسيار بدعة جديدة، فهذا لا يجوز عندي، والله أعلم" (زواج المسيار؛ دراسة فقهية مقارنة،٢٠٧)۔

(٩) الدكتور محمد الراوي: چنانچہ فرماتے ہیں: ''المسيار هذا ليس من الزواج في شيء''۔

ان کے علاوہ ''الدكتور جبر الفضيلات، الدكتور علي القرة داغي، الدكتور عجيل جاسم النشم " بھي عدم جواز کے قائل ہیں (زواج المسيار؛ دراسة فقهية واجتماعية نقدية: ص١٢٣-١٢٠)۔

(١٠) جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوري ٹاؤن کے دارالافتاء سے نکاح مسیار کو متعدد وجوہات کي وجہ سے ناجائز قرار دیا گیا ہے (دارالافتاء جامعة العلوم الاسلامية علامہ محمد یوسف بنوري ٹاؤن، کراچي، دیکھیے! فتویٰ نمبر: ١٤٣٠١٢٢٠١٣٦٣)۔

(١١) اسي طرح ''جامعة الرشيد، كراچي " کے دارالافتاء سے بتاریخ ٢٨/٢/٢٠١٨ء کو ایك فتویٰ (نمبر: ٢٣٥٦) جاري کیا گیا، جس میں نکاح کے پانچ مقاصد ذکر کرنے کے بعد کہا گیا کہ ''نكاحِ مسيار سے مذكوره بالا مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے، کیوں کہ ان مقاصد کا حصول تب ممکن ہے جب میاں بیوي ایك ہي گھر میں رہیں، نیز اس طریقے سے نکاح کے عام ہونے کي صورت میں ہمارے معاشرے پر درجِ ذیل منفي اثرات مرتب ہونگے ''، پھر چھ منفي اثرات ذکر کیے گئے اور پھر کہا گیا کہ ''درجِ بالا مفاسد کے ساتھ ساتھ یہ نکاح انبیاء علیہم السلام، صحابۂ کرامؓ، سلف صالحین اور جمہور امت کے طریقے کے بھي خلاف ہے، گوکہ اس کے کچھ فوائد بھي اپني جگہ ہونگے؛ لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں، اور نقصانات بھي ایسے ہیں جو کسي بھي قوم کے خانداني نظام

كي تباہي اور نسلوں كے ختم ہونے كا سبب بن سكتے ہيں، جيساكہ آج كل يورپ اور امريكہ كے معاشرے كو ان مفاسد كا سامنا ہے، اس ليے اس طريقے سے نكاح كي اجازت قطعاً نہيں دي جاسكتي ''۔

قول رابع (توقف): جن علماء نے نكاحِ مسيار سے متعلق حكم شرعي صادر كرنے سے توقف كيا ہے وہ مندرجۂ ذيل ہيں:

(۱) الشيخ محمد بن صالح العثيمين: چنانچہ آپ سے نكاح مسيار كے حكم سے متعلق دريافت كيا گيا تو فرمايا: ''كنا في الأول نتهاون في أمره، ونقول: إن شاء الله ليس فيه بأس، ثم تبينا، فأمسكنا عن الإفتاء به، لأننا نخشى من عواقب وخيمة في هذا الزواج، لذا أمسكنا عن الإفتاء به'' (زواج المسيار؛ دراسة فقهية،۱۲۴)۔

(۲) الدكتور محمد فالح المطلق: چنانچہ وہ فرماتے ہيں: ''أميل إلى التوقف في المسألة، فهو لا يعد زنا، حتى نجزم بحرمته، ولا نقول بإباحته لما فيه من المضار الخطيرة، ودرء المفاسد مقدم على جلب المصالح'' (زواج المسيار؛ دراسة فقهية،۱۲۴)۔

دلائل:

قول اول (اباحت) كے دلائل:

(۱) باري تعالىٰ ارشاد فرماتے ہيں:''وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ'' (النساء: ۱۲۸)۔

طريقۂ استدلال آيت كے شانِ نزول سے ماخوذ ہے، جو امام بخاري ؒ نے اپني صحيح (صحيح البخارى: ۴۹۱۰) ميں حضرت عائشہؓ سے روايت كيا ہے: ''قالت: هي امرأة تكون عند الرجل لا يستكثر منها ويريد طلاقها، ويتزوج غيرها، تقول له: أمسكني ولا تطلقني، تزوج غيري، فأنت في حل من النفقة عليّ والقسمة، فذلك قوله: ''فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحا، والصلح خير''۔

اب طريقۂ استدلال ظاہر ہے كہ عورت كا اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوجانا جائز ہے، اور نكاحِ مسيار ميں بھي يہي ہوتا ہے (زواج المسيار؛ دراسة فقهية مقارنة: ص۲۱۱، زواج المسيار؛ حقيقته وحكمه: ص۲۰۹)۔

(۲) بخاري شريف (كتاب النكاح، رقم: ۴۹۱۴)، اور مسلم شريف (كتاب الرضاعة، رقم: ۱۴۶۵) ميں حضرت عائشہؓ سے مروي ہے كہ حضرت سودہ بنت زمعہؓ نے اپني باري كا دن حضرت عائشہؓ كو دے ديا تھا، اسي ليے آپ ﷺ كي جانب سے حضرت عائشہؓ كےليے دو دن باري كے ہوا كرتے تھے۔

طريقۂ استدلال واضح ہے كہ حضرت سودہ بنت زمعہؓ حضرت عائشہؓ كے حق ميں اپني باري كے حق سے دست بردار ہوگئيں (اور نكاحِ مسيار ميں بھي يہي ہوتا ہے)، اگر يہ

جائز نہ ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ اس کو قبول نہ فرماتے (زواج المسیار؛ دراسة فقهية مقارنة،۲۱۲، زواج المسیار؛ دراسة فقهية ،۱۴۶)۔

(۳) نکاحِ مسیار میں نکاح کے تمام ارکان وشرائط موجود ہیں، چنانچہ اس میں ایجاب وقبول، تراضي طرفین، ولي، مہر اور گواہ؛ سب موجود ہوتے ہیں، اور رہي بات اسقاطِ نفقہ یا اسقاطِ مبیت کي شرط کي؛ تو جب نکاح میں کوئي شرط زوجین یا احد الزوجین کي مصلحت کي وجہ سے لگائي جائے، اور وہ دونوں اس شرط پر راضي ہوں، تو وہ شرط صحیح ہوگي، اس کا ایفاء واجب ہوگا، اس لیے کہ ارشادِ نبويﷺ ہے: ''أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفى به ما استحللتم به الفروج''، اور آپﷺ کا ارشاد سنن ابي داود (سنن ابي داود: ۱۳۰۴) میں مروي ہے:''المسلمون على شروطهم'' (زواج المسیار؛ دراسة فقهية مقارنة: ص۲۱۲، زواج المسیار؛ دراسة فقهية: ص۱۴۶، زواج المسیار؛ حقیقته وحکمه: ص۲۱۰-۲۰۹)۔

(۴) علماء فرماتے ہیں: ''العبرة في الأحكام ليست بالأسماء والعناوين، ولكن بالمسميات والمضامين''، اس لیے کہ فقہ کا قاعدہ مقرر ہے: ''العبرة في العقود للمقاصد والمعاني، وليست للألفاظ والمباني''، تو جب اس نکاح مسیار میں نکاح کے تمام ارکان وشرائط موجود ہیں تو اب چاہے اس کا نام اور عنوان کچھ بھي ہو؛ یہ درست ہوگا (زواج المسیار؛ دراسة فقهية مقارنة: ص۲۱۲، زواج المسیار؛ دراسة فقهية: ص۱۴۶، زواج المسیار؛ حقیقته وحکمه: ص۲۱۰-۲۰۹)۔

(۵) نکاح مسیار کے بہت سے فوائد ومصالح ہیں، مثلاً: نکاح بہت سي غیرشادي شدہ کنواري، مطلقہ خواتین اور شادي شدہ مرد کي عفت وعصمت کي حفاظت کا سبب ہے، اور جب عفت مقصود ہے اور تعدد نکاح مشروع ہے تو یہ فعل صحیح ہوگا (زواج المسیار؛ دراسة فقهية مقارنة: ص۲۱۲، زواج المسیار؛ دراسة فقهية: ص۱۴۶، زواج المسیار؛ حقیقته وحکمه: ص۲۱۰-۲۰۹)۔

قول ثاني (کراہت) کے دلائل:

اس قول کے دلائل تقریباً وہي ہیں جو قولِ اول کے دلائل ہیں، البتہ چند باتوں کي وجہ سے نکاحِ مسیار کو مکروہ قرار دیا گیا ہے:

(۱) نکاحِ مسیار سے نکاح کے تمام مقاصد شرعیہ نہیں ہوتے، جیساکہ آئندہ آرہا ہے۔

(۲) نکاح مسیار عورت کي توہین ہے۔

(۳) بعض لوگ نکاحِ مسیار صرف تشہي اور تلہي کے طور پر کرتے ہیں (زواج المسیار؛ دراسة فقهية مقارنة: ص۲۰۵)۔

مفتي شکیل منصور القاسمي لکھتے ہیں: ''عموماً یہ نکاح جانبین کي رضامندي، ولي کي موجودگي، ایجاب وقبول، شرعي گواہوں اور اعلان کے ساتھ ہوتا ہے، اسي لیے فقہي

اعتبار سے اس کي صحت وانعقاد سے انکار کي گنجائش نہیں ہے، اس میں مدت نکاح کي تحدید بھي نہیں ہوتي کہ متعہ کے مماثل قرار پائے، نسب کا الحاق بھي شوہر سے ہوتا ہے، ...(اس لیے) اصولاً تو یہ نکاح جائز ہے۔ ...''جامعہ بنوریہ، کراچي '' کے دارالافتاء سے نکاح مسیار کو اصولاً جائز؛ جب کہ مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے کي وجہ سے مکروہ کہتے ہوئے اس سے پرہیز کرنے کي نصیحت کي گئي ہے (دیکھیے فتویٰ نمبر: ۹۸۸۱، ۱۵؍محرم ۱۴۳۲ھ، ۲۹/۹/۲۰۱۰ء)۔

قولِ ثالث (عدم جواز) کے دلائل:

نکاح مسیار کو ناجائز کہنے کي وجوہات اور اسباب درجِ ذیل ہیں:

(۱) نکاحِ مسیار مقاصد شریعت کے خلاف ہے، علامہ سرخسيؒ ''مبسوط'' میں نکاح کے مقاصد پر روشني ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ثم یتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدینیة والدنیویة، من ذلك: حفظ النساء والقیام علیهن والإنفاق، ومن ذلك صیانة النفس عن الزنا، ومن ذلك تکثیر عباد الله تعالی وأمة الرسول ﷺ وتحقیق مباهاة الرسول ﷺ'' (المبسوط، کتاب النکاح۴/۱۹۲ -مطبوعہ دارالمعرفة، بیروت)، نکاحِ مسیار سے مذکورہ بالا تمام مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے، کیوں کہ ان مقاصد کا حصول تب ہي ممکن ہے جب میاں بیوي ایك ہي گھر میں ہمیشہ ساتھ رہیں، اور یہاں ایسا نہیں ہوتا، اس لیے نکاح مسیار کو اگرچہ نکاح یا زواج کا نام دیا جائے؛ لیکن اس عمل کا مقصد نکاحِ کے مقاصد کا حصول نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد عموماً ایك متعین وقت تك اپني جنسي خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے، جو نکاح کے شرعي مقاصد کے خلاف ہے (زواج المسیار؛ دراسة فقهیة مقارنة: ص۲۱۴، دارالافتاء جامعہ بنوري ٹاؤن، کراچي، فتویٰ نمبر: ۱۴۳۰۱۲۲۰۱۳۶۳، دارالافتاء جامعة الرشید، کراچي، فتویٰ نمبر: ٦٢٣٥٦)۔

(۲) نکاحِ مسیار میں بعض ایسي شرائط ہوتي ہیں جو مقتضائے عقد کے خلاف ہیں، مثلاً: عورت کے باري اور نفقہ وغیرہ سے دست بردار ہونے کي شرط، اور یہ شرطِ فاسد ہے، اور بسا اوقات شرطِ فاسد سے عقد خود فاسد ہوجاتا ہے (زواج المسیار؛ دراسة فقهیة واجتماعیة نقدیة،۱۲۵، زواج المسیار؛ دراسة فقهیة مقارنة،۲۱۳)۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ ''نکاحِ مسیار '' میں عدم نفقہ یا طلاق دینے کي شرط یا نیت؛ سب باطل شرطیں ہیں، جو خود ساقط جائینگي اور نکاح درست رہےگا؟

جواب: شریعت کے اصل اور ضابطے کے مطابق نفقہ نہ دینے یا طلاق دینے کي شرائط باطل ہوکر عقد صحیح ہوجائےگا، لیکن عرف میں ان شرائط پر عمل کرنے کو لازم سمجھا جاتا ہے، ان شرائط پر عمل کرنا نکاح کي روح اور مقاصد کے خلاف ہے، لہٰذا شرط باطل ہوجانے کے بعد بھي اس قسم کے عقد کے جواز کا فتویٰ دینا مفاسد سے خالي نہیں ہے (دیکھیے! بنوري ٹاؤن کا فتویٰ نمبر: ۱۴۳۰۱۲۰۱۳۶۳)۔

(۳) اس قسم کي شادي میں عورت مرد کو اپنا نگران اور مسؤول نہیں سمجھتي، جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ سلوك میں خرابیاں پیدا ہوتي ہیں، اور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھي اور معاشرے کو بھي نقصان پہنچاتي ہے (حوالہ بالا)۔ نیز مرد کي نگراني نہ ہونے کي وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہےگا۔

(۴) اس قسم کے عقد میں خواتین کي تذلیل ہے، کیوں کہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف وقت متعینہ تك اپني خواہش کي تکمیل ہے، وقت مقررہ کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کي طرح پھینك دیا جائےگا، عورت کو اس قسم کي تذلیل سے محفوظ رکھنے کےلیے شریعت نے پہلے شوہر کےلیے بیوي کو حلال کرنے کےلیے طلاق کي شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہِ تحریمي قرار دیا ہے (حوالہ بالا)۔ اس طرح عورتیں مردوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جائینگي، جن کے حقوق اور کفالت کا کوئي ذمےدار نہیں رہےگا۔

(۵) اس قسم کي شادي میں خانداني نظام مکمل طور پر تباہ ہوجاتا ہے، کیوں کہ نہ میاں بیوي کي ایك ساتھ ہمیشہ کےلیے رہائش ہوتي ہے اور نہ ہي دونوں میں مکمل مودت اور محبت ہوتي ہے، جوکہ نکاح کے ساتھ لازمي چیز اور اس کا مقصد ہے،قرآن کریم میں ہے: ''وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً'' (الروم: ۲۱)۔

(۶) اس رشتےاور تعلق میں دوام نہیں؛ بلکہ ابغض المباحات ''طلاق '' دینے کي نیت ہے، اس لیے نکاحِ مسنون کي روح سے ہم آہنگ نہ ہونے، عمراني حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کي وجہ سے اس طریقۂ نکاح کے جواز کا قول بھي نہیں کیا جاسکتا (دیکھیے! بنوري ٹاؤن کا فتویٰ نمبر: ۱۴۳۰۱۲۰۱۳۶۳)۔

(۷) اس قسم کا نکاح معنًی ''نکاح موقت '' ہے، اور یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کےلیے چور دروازہ ہے، اس لیے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالك میں اس نکاح کي اجازت دي گئي ہے وہاں امیر اور صاحب ثروت لوگوں نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسي بھي لڑکي کو خریدلیا اور اس کي عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دے دي، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ زنا بالمال ہے؛ تو یہ غلط نہیں ہوگا، اور اگر اس کي اجازت دے دي جائے تو معروف زنا کو چھوڑکر دین بےزار لوگ اس طریقے سے زنا کرنے لگ جائینگے (حوالہ بالا)۔

(۸) طلاق کي شرح بڑھ جائےگي، کیوں کہ جب عورت ایك بار اپنے نان نفقے سے دست بردار ہوگئي تو ضرورت کے وقت مطالبے کي صورت میں اختلاف ہوگا اور طلاق کي نوبت آئےگي (فتویٰ جامعة الرشید، کراچي: نمبر: ۲۶۴۵۶)۔

(۹) نان نفقے کا بوجھ عورت پر پڑےگا، جس کے حصول میں اس کي عفت کو شدید خطرات لاحق ہونگے (حوالہ بالا)۔

(۱۰) عام طور پر اس نکاح کو پوشیدہ رکھاجاتا ہے، اس طرح پوشیدہ نکاحوں سے

کئي فتنوں کا دروازہ کھل سکتا ہے، صحیح ابن حبان (صحیح ابن حبان: ۹/۳۴۲، رقم الحدیث: ۴۰۶۹)میں ہے: ''عن عامر بن عبد الله بن زید عن أبیه عن رسول الله ﷺ قال: أعلنوا النکاح''، اور بعض احادیث میں آتا ہے کہ زنا اور نکاح میں فرق اگر ہے تو اعلان کا فرق ہے، اس سے بھي بہت سختي معلوم ہوتي ہے (فتویٰ دار العلوم کراچی، فتویٰ نمبر: ۱۸۹، تاریخ: ۲۰/۸/۱۴۲۷ھ)۔

(۱۱) اس وقتي ازدواجي تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کي پرورش اور ثبوتِ نسب میں بھي مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار کرے، لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھي تو پرورش کے مسائل پیش آئینگے، کیوں کہ مقررہ مدت پوري ہونے کے بعد شوہر طلاق دےکر بےفکر ہوکر چلا جائےگا، اور اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرےگي، پھر جب اولاد کي تربیت صحیح اور محکم طریقے سے نہیں ہوتي اور وہ مکمل نشو ونما نہیں پاتے تو اس سے ان کي شخصیت پر منفي اثر ہوتا ہے (فتوی بنوری ٹاؤن)۔

اگرچہ نکاح مسیار کے کچھ فوائد بھي اپني جگہ ہونگے؛ لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کئي زیادہ ہیں، اس لیے ''درء المفاسد أولی من جلب المصالح'' کے پیش نظر سد ذرائع کے طور پر اس نکاح کي قطعاً اجازت نہیں دي جاسکتي (زواج المسیار؛ دراسة فقهیة مقارنة: ص۲۱۳-۲۱۴، زواج المسیار؛ حقیقته وحکمه: ص۲۱۲-۲۱۱)۔

فائدہ: جن لوگوں نے نکاحِ مسیار کے حکم کے سلسلے میں توقف کیا اُن کے نزدیك نکاحِ مسیار کي حقیقت، دلیل یا حکم واضح نہ ہوسکا، اس لیے ان حضرات نے مزید غوروخوض کےلیے توقف اختیار کیا (زواج المسیار: حقیقته وحکمه،۲۱۳)۔

نوٹ: اقوالِ اربعہ کے قائلین کے دلائل پر مناقشہ کیا گیا ہے، اور ان کے دلائل کے جوابات بھي دیے گئے ہیں، بندے نے اختصار کي غرض سے اس کو ترك کردیا ہے (تفصیل کےلیے دیکھیے! زواج المسیار؛ دراسة فقهیة واجتماعیة نقدیة ،۱۲۵-۱۵۰، زواج المسیار؛ دراسة فقهیة مقارنة ،۲۷۹-۲۱۷، زواج المسیار؛ حقیقته وحکمه،۲۱۵-۲۱۳)۔

بندے کے نزدیك قول راجح:

نکاحِ مسیار کے فوائد اور نقصانات، جواز، عدمِ جواز اور کراہت کے قائلین کے دلائل اور ان کے مناقشات کا مطالعہ کرنے کے بعد بندۂ ناچیز کي نگاہ میں معتدل رائے تقریباً وہي ہے جو ''شیخ عبدالملك بن یوسف بن محمد المطلق '' نے اپنے مقالے ''زواج المسیار؛ دراسة فقهیة واجتماعیة نقدیة'' (ص۱۷۴-۱۶۹) میں ، ''دکتور الیاس '' نے اپنے مقالے ''زواج المسیار؛ حقیقته وحکمه'' (ص: ۲۱۴-۲۱۵) میں اور ''مفتي شکیل منصور القاسمي '' نے ''نکاحِ مسیار کي حقیقت اور اس کا شرعي حکم '' کے عنوان سے تحریر فرمائي ہے:

اگر ‘‘نکاحِ مسیار ’’ نکاح شرعي کے قواعد وضوابط کا لحاظ کیے بغیر منعقد کیا گیا ہو تو پھر سرے سے حرام ہوگا، اور اگر نکاح کي تمام شرائط وارکان کي رعایت کےساتھ انجام دیا گیا ہو تو بھي اس طریقۂ نکاح کي حوصلہ افزائي بالکل مناسب نہیں، بلکہ بطریق عام اس کي اباحت کے قول سے توقف اختیار کرنا اور معاشرے میں اس نکاح کے شیوع کو روکنے کےلیے ضروري اسباب اور تدابیر اختیار کرنا بھي لازم ہے۔

اس لیے کہ نکاح مسیار اگرچہ اپني ظاہري شکل وصورت کے اعتبار سے صحیح ہوسکتا ہے؛ لیکن حقیقت اور معنی کے اعتبار سے ایك معیوب شئ ہے، اس لیے کہ نکاح کے مقاصد سے ہم آہنگ نہیں۔

نیز اس لیے کہ عقد نکاح دیگر عقود کي طرح نہیں ہے، اس کا تعلق بضعہ سے ہے، اور یہ بات تو معلوم ہي ہے: ‘‘الأصل في الأبضاع التحریم’’۔

علاوہ ازیں نکاح مسیار کے مفاسد اس کے مصالح سے کئي زیادہ ہیں، اور شریعت کا قاعدہ معلوم ہے: ‘‘درء المفاسد أولی من جلب المصالح’’۔

البتہ ان سب کے باوجود نکاحِ مسیار کو جزماً علی الاطلاق حرام یا باطل بھي قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ فقط ان لوگوں کےلیے گنجائش دي جاني چاہیے جن کي دین داري معروف ومشہور ہو، اور وہ عفت وپاك دامني کےلیے نکاحِ مسیار کے شدید ضرورت مند ہوں، اور ان کے یہاں نکاحِ مسیار کےعلاوہ کوئي چارہ نہ ہو۔ ھذا ما عندي، وما أبرّئ نفسي، إن کان صوابًا فمن اللہ وإن کان خطأ فمن الشیطان۔

جواب (۵):

سوال میں مذکور ‘‘الف ’’ کا جواب یہ ہے کہ ہندوستان کے اکثرفقہاء ‘‘نکاحِ مسیار ’’ کو ایك جائز شادي قرار نہیں دیتے، اور اسے غیراسلامي فعل مانتے ہیں، مجموعي طور پر ہمارے اکثر فقہاء اور اکابرین کي رائے یہي ہے کہ مسیار شرعاً ناجائز ہے (ندائے حق، سعودي عرب میں بڑھتي ہوئي سماجی برائی ‘‘زواج المسیار ’’، ‘‘اسد مرزا ’’در ‘‘قومي آواز ’’ بتاریخ: ۸؍اگست ۲۰۲۱ء)۔

دارالعلوم کراچي، جامعہ اسلامیہ بنوري ٹاؤن، کراچي اور جامعۃ الرشید، کراچي کے دارالافتاء سے صادر ہونے والے فتاویٰ چند صفحات پہلے درج کیے جاچکے ہیں۔

مفتي شکیل منصور القاسمي لکھتے ہیں: ‘‘عاجز کا خیال یہ ہے کہ اگر نکاحِ مسیار سطورِ بالا میں درج شرائط وارکان کي رعایت کے ساتھ انجام دیا گیا ہو تو شرعاً درست ہے، البتہ سماجاً اور معاشرتاً نکاح کي یہ صورت جائز نہیں، اس میں ایك گونہ عورت کے جسماني اور اس کي اولاد کي تربیتي واخلاقي حقوق کا استحصال ہے، اور اگر نکاح شرعي قواعد وضوابط کا لحاظ کیے بغیر منعقد کیا گیا ہو تو پھر تو یہ سرے سے حرام ہي ہوگا ’’ (مضامین ڈاٹ کام)۔

سوال میں مذکور ‘‘ب ’’ کا جواب اس سے پہلے حکم شرعي کے ذیل میں تفصیل سے گذرچکا ہے کہ علمائے عرب میں ‘‘شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ، شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین، شیخ محمد یوسف المطلق، شیخ ابراہیم بن صالح الخضیري، دکتور حسین بن محمد بن عبداللہ آل الشیخ، سید محمد طنطاوي، شیخ فرید نصر وصل اور دکتور سعد العنزي’’ وغیرہ اکثر علمائے عرب نکاحِ مسیار کے جواز کے قائل ہیں، اور ‘‘شیخ عبداللہ بن سلیمان المنیع، دکتور یوسف القرضاوي، شیخ سعود الشریم، دکتور احمد الحجي الکردي اور دکتور محمود ’’ اس کي کراہت کے قائل ہیں، او ر ‘‘شیخ محمد ناصرالدین الباني، شیخ عبدالعزیز مسند، شیخ محمدوہبہ الزحیلي، شیخ عمر سلیمان الأشقر، دکتور محمد الزحیلي، دکتور ابراہیم فاضل الدبو، دکتور عبداللہ جبوري، دکتور محمدعبدالغفار شریف، دکتور محمد الراوي، دکتور جبر الفضیلات، دکتور علي قرۃ داغي اور دکتور عجیل جاسم ’’ عدمِ جواز کے قائل ہیں، اور ‘‘شیخ محمد بن صالح العثیمین، شیخ عمربن مسعود اور دکتور محمد فالح المطلق ’’ توقف کے قائل ہیں۔

سوال میں مذکور ‘‘ج ’’کا جواب یہ ہے کہ (www.mukaalmat.com) پر -جس کے چیف ایڈیٹر ‘‘انعام رانا ’’ ہیں- ‘‘نرجس کاظمي ’’ کي ایك تحریر ‘‘دسمبر ۲۰۲۱ء ’’میں شائع کي گئي ہے، اس تحریر میں ‘‘نرجس کاظمي ’’ نے لکھا ہے:

پاکستان مین نکاحِ مسیار یا متعہ کے حوالے سے نئے قوانین بنائے جانے کي تیاریاں شروع ہوچکي ہیں، اور اس حوالے سے مختلف مسلم فرقوں کے مولوي صاحبان سے قرآن واحادیث کے حوالے سامنے لائے جانے اور انہیں مرتب کیے جانے کي ہدایات بھي جاري کردي گئي ہیں، دیکھیے! اب یہ کام اور قانون کتنے عرصے میں لاگو ہوتا ہے۔

اسي طرح (chitraltime.com) پر-جس کے چیف ایڈیٹر ‘‘سیف الرحمٰن عزیز ’’ ہیں- ایك خبر ‘‘ایران؛ متعہ اور نکاح مسیار کے لیے نیا مسودۂ قانون ’’ کے زیرعنوان ‘‘۱۸؍جولائي ۲۰۱۷ء ’’ میں شائع کي گئي ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ:

ایران میں ‘‘نکاحِ مسیار ’’ اور ‘‘متعہ ’’ کي باقاعدہ قانوني حیثیت کےلیے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) میں ایك نیا مسودۂ قانون پیش کیا گیا ہے، جس میں تجویز کیا گیا ہے کہ منتخب ایوان ملك میں عارضي نکاح میں ‘‘متعہ ’’ کو منظم کرنے کےلیے باقاعدہ مراکز قائم کرنے کي اجازت فراہم کرے۔ ‘‘عرب ٹي وي ’’ کے مطابق پارلیمنٹ میں یہ تجویز ‘‘ایران اسٹڈي سینٹر ’’ کي جانب سے دي گئي ہے۔

مجوزہ مسودۂ قانون میں کہا گیا ہے کہ ملك میں اہل سنت والجماعت مسلك کے پیروکاروں کو نکاح متعہ پر قائل نہیں کیا جاسکتا ہے، تاہم جہاں جہاں سني اکثریت موجود ہو وہاں پر نکاح کےلیے اس سے ملتے جلتے مراکز قائم کیے جاسکتے ہیں، جن میں نکاح مسفار، مسیار یا طلاق کي نیت سے نکاح رجسٹرڈ کرانے کي اجازت ہو۔

بعد میں ایران اور پاکستان میں یہ قانون لاگو ہوا یا نہیں؟ پتہ نہ چل سکا۔

(www.qaumiawaz.com) پر ‘‘اسد مرزا ’’ كي ايك تحرير ۸؍اگست ۲۰۲۱ء میں شائع ہوئي تھي، جس میں کہاگیا ہے کہ ‘‘بیشتر عرب ممالك میں مسیار یا زواج المسیار کو قانوني طور پر جائز مانا جاتا ہے، دراصل سعودي عرب میں فقہ حنبلي والے ہیں، اور ان کے مطابق اس نکاح مسیار کو جائز اور اسلامي شادي مانا جاتا ہے ’’۔

دارالعلوم دیوبند کے ‘‘مفتي امانت علي قاسمي ’’ کے بقول نکاح مسیار کو قانوني تقاضوں کو پورا کرنے کي بنا پر ہم مسیار کو قانوني طور پر ایك جائز اسلامي شادي قرار نہیں دے سکتے۔

جواب (۶):

فوائد اور مثبت پہلو: اگرچہ نکاح مسیار سے نکاح کے تمام شرعي مقاصد پورے نہیں ہوتے؛ تاہم اس کے بہت سے مثبت پہلو اور فوائد ہیں:

(۱) نکاح مسیار کا غیرشادي شدہ معمر کنواریوں، بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کے مشکلات کو حل کرنے، نیز مرد کي عصمت وعفت کي حفاظت میں بڑا کردار ہے، جیساکہ سوال نامے میں بھي مذکور ہے۔

(۲) نکاح مسیار بیواؤں اور مطلقات کي اپنے پہلے شوہر کي اولاد کي تربیت میں بہت مددگار ثابت ہوتا ہے۔

(۳) نیز نکاح مسیار ان نوجوانوں کےلیے مددگار ہے جو نکاح کي رغبت تو رکھتے ہیں؛ لیکن ازدواجي زندگي کے بھاري بھرکم بوجھ کو برداشت کرنے کي اہلیت ان میں نہیں ہوتي۔

(۴) عفت وعصمت کي حفاظت کي نیت سے کیا جائے تو یہ باعث ثواب ہوسکتا ہے، چنانچہ دکتور وہبہ زحیلي لکھتے ہیں: ‘‘إن إعفاف المرأة مطلب فطري واجتماعي وإنساني، فإذا أمكن الرجل أن يهم في ذلك كان قصده مشروعا وعمله مأجورا مبرورا’’۔

(۵) نکاح مسیار اگر میاں بیوي کے درمیان الفت ومحبت اور موافقت کي صورت میں ہو تو بسا اوقات تعدد ازدواج کا ذریعہ بن جاتا ہے (زواج المسیار؛ حقیقته وحكمه؍۲۱۶، زواج المسیار؛ دراسة فقهية واجتماعية نقدية؍۱۶۰-۱۵۴)۔

منفي پہلو اور نقصانات: نکاحِ مسیار کے منفي پہلو اور نقصانات بہت زیادہ ہیں:

(۱) نکاحِ مسیار سے نکاح کے تمام مقاصد شرعي کا حصول نہیں ہوتا، جس سے خانداني نظام تباہ ہوجاتا ہے۔

(۲) نکاحِ مسیار میں بعض ایسي شرطیں ہوتي ہیں جو مقتضائے عقد کے خلاف ہوتي ہیں، اور شرطِ فاسد سے بسا اَوقات عقد فاسد ہوجاتا ہے۔

(۳) مرد کي نگراني نہ ہونے کي وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہےگا۔

(۴) طلاق كي شرح بڑھ جائے گي، كيوں كہ عورت جب ايك بار اپنے نان نفقے سے دست بردار ہوگي تو ضرورت كے وقت مطالبے كي صورت ميں اختلاف ہوگا اور پھر طلاق كي نوبت آئےگي۔

(۵) نان نفقے كا بوجھ عورت پرپڑےگا، جس كے حصول ميں اس كي عفت كو شديد خطرات لاحق ہونگے۔

(۶) اس نكاحِ مسيار كے نتيجے ميں پيداہونے والے بچے كي پرورش اور ثبوت نسب ميں بھي مسائل پيش آسكتے ہيں۔

(۷) نكاحِ مسيار ميں عورت مرد كو اپنا نگراں اور مسؤول نہيں سمجھتي، جس كے نتيجے ميں شوہر كے ساتھ سلوك ميں خرابياں پيدا ہوتي ہيں، اور اس طرح وہ اپنے آپ كو بھي اور معاشرے كو بھي نقصان پہنچاتي ہے۔

(۸) اس قسم كے نكاح ميں خواتين كي تذليل ہے۔

(۹) اس قسم كا نكاح معنًى ''نكاح موقت '' ہے، اور زنا كے متبادل كے طور پر ''متعہ '' كے جواز كےليے چوردروازہ ہے۔

(۱۰) بسا اَوقات اس طرح كے نكاح كو پوشيدہ ركھا جاتا ہے، اس طرح كے پوشيدہ نكاح سے كئي فتنوں كا دروازہ كھل سكتا ہے(زواج المسيار؛ دراسة فقهية واجتماعية نقدية،۱۶۵-۱۶۰، زواج المسيار؛ حقيقته وحكمه،۲۱۸-۲۱۷، دارالافتاء جامعہ اسلاميہ بنوري ٹاؤن، فتویٰ نمبر: ۱۴۳۰۱۲۲۰۱۳۶۳، دارالافتاء جامعة الرشيد كراچي، فتویٰ نمبر: ۶۲۳۵۶)۔

مفتي شكيل منصور القاسمي نے ''نكاح مسيار كي حقيقت اور اس كا شرعي حكم '' كے تحت لكھا ہے: اس ميں نسب كا الحاق بھي شوہر سے ہوتا ہے، عورت نے جو نفقہ وسكنى كے حقوق معاف كيے ہيں وہ معاف نہيں ہونگے، بلكہ بدستور شوہر كے ذمے باقي رہينگے ''، اس سے معلوم ہوتا ہے كہ نكاحِ مسيار كے نتيجے ميں حاصل ہونے والے بچوں كا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، اور ان كے نفقے كي ذمےداري بھي اسي پر ہوگي۔ والله أعلم.

جواب (۷):

شيخ الاسلام حضرت مولانا مفتي تقي عثماني صاحب دامت بركاتهم العاليہ ''كچھ عرصے كےليے نكاح كرنا '' كے زيرعنوان سوال نامے ميں مرقوم سوال كے مثل سوال كے جواب ميں تحرير فرماتے ہيں:

اگر انعقادِ نكاح كي تمام شرائط موجود ہوں اور عقد نكاح ميں كوئي ايسا لفظ استعمال نہ كيا گيا ہو جس سے وہ نكاحِ موقت سمجھا جائے، اس صورت ميں وہ نكاح منعقد ہوجائےگا، اور نكاح كے بعد تمتع جائز ہے، اور نكاح كرنے والے مرد يا عورت كا يہ نيت كرنا كہ تعليم كي مدت كے بعد ہم اس نكاح كو ختم كردينگے؛ اس نيت سے نكاح كي صحت پر كوئي اثر واقع نہ ہوگا، البتہ نكاح شريعت كے نزديك چونكہ ايك دائمي عقد ہے، اس ليے

زوجین سے بھي یہ مطالبہ ہے کہ وہ اس عقد کو ہمیشہ باقي رکھیں، اور شدید ضرورت کے علاوہ کبھي اس کو ختم نہ کریں، اور عقد کرتے وقت ہي زوجین کا جدائي اور فرقت کي نیت کرنا نکاح کے اس مقصد کے خلاف ہے، اس لیے ایسي نیت رکھنا دیانتاً کراہت سے خالي نہیں۔ واللہ أعلم.

مزید لکھتے ہیں:

فقہاء کي بیان کردہ تفصیل کے مطابق یہاں تین چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں، جن کو وضاحت کے ساتھ الگ الگ سمجھنا ضروري ہے:

(١) متعہ: اس کي حقیقت یہ ہے کہ دو مرد وعورت ایك متعین مدت تك ایك ساتھ رہنے اور ایك دوسرے سے نفع اٹھانے کا معاہدہ کرتے ہیں، اس میں عموماً نہ تو نکاح کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اور معاہدے کے وقت دوگواہوں کي موجودگي شرط ہے، یہ صورت بالکل حرام ہے اور حرمت کے لحاظ سے زنا کے حکم میں ہے، اللہ تعالیٰ ہرمسلمان کو اس سے محفوظ رکھے (آمین)۔

(٢) نکاحِ موقت: اس میں مرد وعورت باقاعدہ دوگواہوں کے سامنے نکاح کے لفظ کے ساتھ ایجاب وقبول کرتے ہیں، لیکن وہ ساتھ ہي یہ بھي صراحت کردیتے ہیں کہ نکاح ایك مخصوص مدت کےلیے ہے، اس کے بعد یہ خود بخود ختم ہوجائےگا۔یہ صورت بھي شرعاً حرام ہے، اور اس طرح نہ نکاح منعقد ہوتا ہے اور نہ وظائف زوجین کي ادائیگي جائز ہوتي ہے۔

(٣) تیسري صورت یہ ہے کہ مرد وعورت باقاعدہ دوگواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کے ذریعے نکاح کریں، اور نکاح میں اس بات کا بھي کوئي ذکر نہیں ہوتا کہ ایك مخصوص مدت گذرنے کے بعد طلاق کے ذریعے ہم نکاح ختم کردینگے۔

فقہائے کرام کي تصریح کے مطابق اس طرح کا کیا ہوا نکاح درست ہوجاتا ہے، اور مرد وعورت باقاعدہ میاں بیوي بن جاتے ہیں، اور ان کے درمیان نکاح کا رشتہ دائمي اور ابدي طور پر قائم ہوجاتا ہے، اور ان پر یہ ضروري نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ارادے کے مطابق متعین مدت پر طلاق ضرور دیں، بلکہ ان کےلیے ضروري ہے کہ وہ بغیر کسي عذر کے طلاق کا اقدام نہ کریں، اور چونکہ شریعت میں نکاح کا رشتہ قائم رکھنے کےلیے بنایا گیاہے؛ اس لیے ان کا یہ دلي ارادہ کہ کچھ عرصے کے بعد طلاق دے دینگے؛ شرعاً ایك مکروہ ارادہ ہے، لہٰذا اس ارادے کے ساتھ نکاح کرنا بھي مکروہ ہے۔

مذکورہ صورت میں نکاح کي صحت کي تصریح تمام فقہائے حنفیہ نے فرمائي ہے، چند عبارتیں مندرجۂ ذیل ہیں:

‘‘ولو تزوجها مطلقا، وفي نيته أن يقعد معها مدة نواها، فالنكاح صحيح ’’ (فتاویٰ عالمگیریہ: ١/١٨٣)، وليس منه (أي من المتعة والنكاح الموقت) ما لو نكحها على أن لا يطلقها

بعد شهر أو نوى مكثه معها مدة معينة'' (الدر المختار مع رد المحتار ۳۱۹،۲)، ''أما لو تزوج وفي نيته أن يطلقها بعد مدة نواها صح'' (فتح القدير ۱۵۲،۳)۔

جواب (۸):

اوپر سات نمبر کے سوال کے جواب میں حضرت مولانا مفتي تقي عثماني صاحب دامت برکاتہم کے حوالے سے نکاحِ موقت کي حقیقت گذرچکي ہے، اور امام زفر کے علاوہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کے نزدیك یہ نکاح فاسدہے، اس لیے کہ یہ معنًی متعہ ہے، اور عقد میں اعتبار معاني کا ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا، چنانچہ دکتور وہبہ زحیلي لکھتے ہیں: ''والزواج الموقت فاسد عند فقهاء المذاهب الأربعة إلا زفر، لأنه عندهم من صور نكاح المتعة لوجود معنى المتعة فيه، والمعتبر في العقود معانيها لا ألفاظها، ..... والزواج الموقت هو أن يتزوج الرجل امرأة عشرة أيام أو شهرا أو سنة فقط، وهو باطل، ..... ولأن عقد الزواج المشروع هو الدائم'' (موسوعۃ الفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ۱۳،۵۳۱)۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

مفتی فرید احمد کاوی•

زواجِ مسیار کی ابتداء ، رواج، ضرورت اور عرب علماء کی لکھی ہوئی حقیقت و تعریف اور اہل افتاءسے پوچھے گئے سوالات وجوابات کے خلاصے سے زواجِ مسیار کی جو حقیقت سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ :

مرد اور عور ت دونوں یا دونوں میں سے کوئی ،کسی سبب سے،ایک معروف طریقے کے مطابق جمیع حقوق کے ساتھ اجتماعی و معاشرتی زندگی ساتھ میں نہیں گذارنا چاہتا، اس لیے عورت نفقہ، سکنی ، شب باشی میں مساوات،وغیرہ بعض یا تمام حقوق چھوڑ نے پر راضی ہوجائے اور دونوں فریق تمام شرعی ضوابط کےمطابق عقدِ نکاح کریں، وہ زواجِ مسیار ہے۔

عرب علماء کی تحریروں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ایسے نکاح کو بھی معاشرتی نکاح کی طرح باقاعدہ سرکاری طورپر رجسٹرڈ کروایا جاتا ہے ، تاکہ اولاد کے نسب، میراث وغیرہ کے احکام جاری کرنے میں آسانی رہے۔جن معاشرتی مجبوریوں کی وجہ سے اس نکاح کا رواج عام ہوا؛ وہ ابتداء میں نفقہ ، سکنی وغیرہ حقوق سے متعلق تھیں ، اس لیے اس کا حل یہ تلاش کیا گیا کہ عورت ان حقوق کو چھوڑنے پر راضی ہو جائے، تاکہ نکاح کے دیگر مقاصد (عفت، حصولِ اولادوغیرہ) حاصل کیے جاسکیں۔

علامہ یوسف قرضاوی زواجِ مسیار کے رواج کا پس منظر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

زمانۂ ماضی میں نکاح بہت آسان تھا، آج کی طرح مادی ، مالی اور معاشرتی رکاوٹیں نہیں تھیں، ایسی عورتیں بہت کم تھیں جومیراث یا کسی دوسرے طریقہ سے ذاتی طورپر اس قدر مال کی مالک ہوں کہ وہ کسی سے نکاح کرتے وقت اپنے بعض مالی حقوق چھوڑنے پر راضی ہو جائے، بنا بریں ایسے نکاح بھی اس وقت نہیں ہوتے تھے۔جب کہ آج کل ہمارے کرتوتوں کے سبب نکاح بہت دشوار ہو گیا ہے۔ نتیجتاً بہت سی عورتیں شادی کی طبعی عمر سے تجاوز کرگئیں، مگرابھی تک باپ کے گھر پر ہیں اور شادی کرنے اور ماں بننے کے فطری حق سے محروم ہیں ۔یہی حال مطلقہ عورتوں کا ہے، اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کی بھی بڑی تعداد ہے۔ اسی طرح بہت سی عورتیں بیوہ ہیں،جو صاحبِ اولاد

• جامعہ علوم القرآن جمبوسر، گجرات۔

بھی ہوتی ہیں اور لا ولد بھی ہوتی ہیں۔ایسی بہت سی عورتیں صاحبِ مال ہوتی ہیں، اور آج کل تو عورتوں کے لیے معاش کے مواقع بھی بہت ہیں ،بنا بریں وہ جائز آمدنی کی مالک ہوتی ہیں، مثلاً کوئی طبیبہ ہوتی ہے، معلمہ ہوتی ہے، فارماسسٹ، وکیل اور سرکاری شعبوں میں ملازم ہوتی ہیں۔ قدرے مشترک ان سب اسباب کی وجہ سے یہ نکاح عام ہو گیا ہے (حول زواج المسیار ،۷)۔

اس نکاح کے رواج کی تفصیلات دیکھنے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ نکاح بھی معروف نکاح کی طرح دائمی زوجیت کے قصد سے ہوتا ہے، اور عورت کی طرف سے ساقط کیے گئے حقوق کے علاوہ دیگر تمام امور میں معروف نکاح کی طرح ہوتاہے۔

البتہ بعد میں دیگر ایسی تمام شکلوں کو زواجِ مسیار کہا جانے لگا ، جس میں عقدِ نکاح تو تمام شرعی ارکان و شرائط کے مطابق انجام پائے ، مگرآپسی حقوق کی ادایگی میں دونوں فریق درگذر سے کام لیں۔حتی کہ اب ایسے عقدِ نکاح کو بھی ‘مسیار ’ یا ‘مشابہ مسیار ’کہہ دیا جاتا ہے جس میں نکاح کرتے وقت ایک یا دونوں فریق کی نیت تا دمِ آخر رشتۂ زوجیت میں منسلک رہنے کی نہیں ہوتی، بلکہ کچھ طویل یا مختصر وقت کے لیے باہمی استمتاع کے لیے عقدِ نکاح کیا جاتا ہے،بہتر لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ نکاح کے دو بنیادی مقاصد :عفت اور اولاد میں سے فقط پہلا مقصد مد نظر ہوتا ہے۔

علامہ قرضاوی ایسے تمام عقود کے متعلق فرماتے ہیں : مجھے جب زواجِ مسیار کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے کہا کہ مجھے کسی خاص نام سے سروکار نہیں، احکام میں نام اور عنوان کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ معنی و مضمون کا اعتبار ہوتاہے۔ مجلہ احکام عدلیہ مینہے : ‘‘العبرۃ فی العقود للمقاصد والمعانی، ولیست للألفاظ والمبانی’’۔

زواج مسیار کے اسباب :

۱۔ غیر شادی شدہ کنواری اور مطلقہ عورتوں کی کثرت ۔ اور ایسی عورتوں کی فطری و شرعی ضرورت ۔ یعنی ایسی عورتیں جائز طریقے سے اپنی جنسی ضرورت پوری کرنا چاہتی ہیں، اور فطری طلب کے مطابق ماں بن کر معاشرہ میں عزت کی زندگی گذارنا چاہتی ہیں، اس لیے ایسی عورتیں چاہتی ہیں کہ کسی مردسے (چاہے شادی شدہ مرد کی دوسری یا تیسری بیوی کے طورپر) نکاح کرکے اپنی جائز ضرورت پوری کریں ، اور اسی مقصد سے وہ نفقہ ، سکنی وغیرہ بعض حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہیں۔

۲۔نکاح کی خواہشمند بہت سی خواتین والدین کی خدمت یا دیگر جائز وجوہات سے اپنے ہی گھر میں رہنا چاہتی ہیں، اور شوہرکا نفقہ یا سکنی اختیار کرکے خود کو شوہر کے حوالے نہیں کرنا چاہتیں۔

۳۔بعض مطلقہ یا بیوہ عورتیں اولاد کی پرورش اور تربیت کے پیش نظر شوہر کی تحویل میں نہیں رہنا چاہتیں۔

۴۔بعض صورتوں میں مرد کی مجبوری ہوتی ہے کہ دوسری شادی کرے، کیونکہ پہلی بیوی سے اس کی جنسی ضرورت یا اولاد کی ضرورت پوری نہیں ہو تی، اور کوئی صاحبِ ثروت عورت مرد کی مالی حالت کے پیش نظر اپنے حقوق چھوڑتے ہوئے اس سے شادی کرنے پر راضی ہوجاتی ہے۔

۵۔ کبھی مرد کی جانب سے مجبوری یہ ہوتی ہےکہ باجودیکہ وہ صحیح اور شرعی ضرورت کے پیش نظر دوسری شادی کرتا ہے، مگر پہلی بیوی کو نکاحِ ثانی کی اطلاع سے تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے ، اس لیے وہ چاہتا ہے کہ دوسری بیوی کو پہلی بیوی کے ساتھ نفقہ، سکنی اور شب گذاری وغیرہ میں شریک نہ کرے۔

۶۔ مرد کسی جائز سبب سے طویل وقت تک اپنے ملک یا اپنے شہر سے دور قیام کرتا ہے اوراس غربت کے زمانہ میں عفت کے تقاضے سے اور کبھی قیام و طعام وغیرہ کی ضرورت سے مناسب سمجھتا ہے کہ ایسے مقام پر کسی صاحبِ حیثیت عورت سے شادی کر لے ، جس کے سبب حصول عفت کے ساتھ دیگر بشری ضرورتیں بھی پوری ہوتی رہیں۔

۷۔ بعض عورتوں کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ ان کا شوہر دوسری شادی کرے، اس لیے وہ کسی کم مالدار شوہر سے اس شرط پر شادی کرتی ہیں کہ وہ خود اپنے گھر پر رہے گی اور شوہر اس کے گھر آتاجاتا رہے یا مستقل طورپر بیوی کے گھر آبسے۔

زواجِ مسیار : عقدِجدید یا عقدِ قدیم :

علامہ یوسف قرضاوی فرماتے ہینکہ یہ عقدِ جدید نہیں، ایسے عقودمسلمانوں میں زمانہ قدیم سے رائج ہیں، ان کے علاوہ بھی متعدد عرب علماء نے اس طرح کے عقد کے زمانہ قدیم سے رائج ہونے کی بات تحریر فرمائی ہے (زواج المسیار، دراسۃ فقہیۃ : ۷۸)۔

ہمارے ہندوستانی معاشرے میں بھی گھر داماد، خانہ داماد یا گھر جمائی کے نام سے جو صورت رائج ہے وہ زواجِ مسیار کی ہی ہے۔ اور بوقتِ عقد یہ شرط کرنا بھی عام ہے کہ بیوی اپنے گھر رہے گی اور شوہر بھی سسرال میں گھر داماد بن کر رہے گا، وغیرہ۔ حتی کہ اس شرط کو صحیح مانتے ہوئے فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے فتوی دیا ہے کہ اس شرط کو قبول کرنے کے بعد اب عورت کا گھر شوہر کے حق میں وطن سمجھا جائے گا۔ فرماتے ہیں : اگر وہ گھر داماد ہے ، یعنی یہ شرط کردی گئی کہ لڑکی ہمیشہ اپنے میکہ میں رہےگی ،رخصت ہو کر سسرال نہیں جائے گی تو وہاں پہنچ کر قصر نہیں کرے گا، وہ اس کے لیے وطن ہو گیا (فتاوی محمودیہ ۷؍ ۵۰۰)۔

البتہ ان اسباب کی کثرت کی بناء پر جن کا سابق میں ذکر ہوا؛ اس عقد کا رواج اس زمانہ میں زیادہ ہو گیا ہے، نیزعرب علماء کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری اندارج میں بہت سے فریقین ان شرائط (عدمِ نفقہ و سکنی وغیرہ) کو بھی درج کراتے ہیں،

تاکہ نزاع سے بچا جا سکے، اس لیے گویا اس نکاح کواس نام کے ساتھ ایک قانونی رواج اور جواز بھی فراہم ہو گیا ہے۔اور اسی سبب سے اس زمانہ مینا س کا ذکر زیادہ ہے۔

اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ ‘مسیار ’ کے عنوان میں نکاح کی وہ تمام جدید صورتیں شامل کر لی جاتی ہیں، جو جائز ہونیا ناجائز یا مکروہ وناپسندیدہ۔ حتی کہ نکاحِ موقت کو بھی اسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ علاوہ اس کے مسیار کے جواز وعدم جواز کے فتاوی، اس کا اعلان ؛ سرکاری طور پر اس نام سے اندراج؛ وغیرہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے گویا یہ نکاح کی ایک نئی قسم ہے ، جس میں معروف نکاح کے برخلاف بہت سے احکام لاگو ہی نہیں ہوتے، جبکہ حقیقت ہر گز ایسی نہیں۔نکاحِ مسیار کی شکل، دوسرا نکاح خفیہ رکھنا،بلا شرطِ طلاق بقصدِ تحلیل نکاح ،کسی معذور کی خدمت کی غرض سے نکاح ؛ وغیرہ صورتیں معاشرہ میں رائج چلی آ رہی ہیناور علماء نے اس کو جائز ہی قرار دیا ہے، البتہ اب تک یہ صورتیں غیر منظم اور غیر معنون تھیں، اب اس عنوان سے اس کو منظم، معنون اور ایک مستقل قسم کی طرح قرار دیا جارہا ہے، جویقیناخلافِ واقعہ ہے۔

زواجِ مسیار کا حکم :

احناف کے یہاں عقدِ نکاح کے ارکان و شرائط کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :

نکاح کا رکن ایجاب و قبول ہے۔

اور شرائط چار ہیں : زوجین ، کفاءت ، شاہدین، زوجین میں سےکوئی صغیر ہو تو ولی کا حاضر ہونا۔

پھر زوجین میں:نسبی ، رضاعی اور مصاہرتی حرمت نہ ہونا، ملک یمین نہ ہونا، عورت کامسلمان یا کتابیہ ہونا ،اور نکاح کا اہل ہونا شرط ہے۔ اسی طرح زوجہ کا نکاحِ غیر سے فارغ ہونا ، عدتِ غیر سے فارغ ہونا ،اور عقد کا عورت کے کل کی طرف منسوب ہونا شرط ہے (الخلاصۃ البہیۃ فی مذہب الحنفیہ،۱۰۵-۱۰۷)۔

ارکان وشرائط کی تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ جس نکاح میں انعقاد اور صحت سے متعلق تمام شرعی شرائط موجودہوں، مثلاًباقاعدہ ایجاب وقبول کےساتھ نکاح کیاجائے ،کم ازکم دوگواہ بھی موجودہوں اورلڑکا لڑکی کاکفوبھی ہو، نیزمہربھی مقرر کیاجائے تووہ نکاح منعقد ہوجائےگا۔ اور چونکہ ‘نکاحِ مسیار ’ارکان و شرائط کے اعتبار سے مکمل ہے ، اس لیے صحیح ہوگا۔

البتہ بعض صورتوں میں یا بعض لوگوں کے اعتبار سے ایسا نکاح شرعاً مطلوب مقاصد نکاح کے مطابق نہیں ہوتا؛ اس لیے نکاح کے مقاصدی پہلو کی طرف نظر کرتے ہوئے ایسے لوگوں کے حق میں یہ نکاح پسندیدہ نہ ہوگا؛ یا مفتی کو حق ہوگا کہ مقاصدی پہلو کی طرف نظر کرتے ہوئے اور مفاسد پر نظر کرتے ہوئے سدِ ذریعہ کے طورپر اس کو ناجائز قرار دے۔ پھر بھی اگر کوئی شخص ایسا نکاح کرتا ہے تو اصولاً منعقد ہوجائے گا

اوراحکام مرتب ہونگے۔

نکاح مسیار کی حقیقت:

اصلاً جس نکاح کو ‘مسیار ’ کہا جاتا ہے اور عرب ممالک میں بعض غیر شرعی معاشرتی مجبوریوں کی وجہ سے جس کا چلن شروع ہوا؛ اس کی حقیقت اسی قدر ہے کہ یہ بھی دیگر جائز نکاح کی طرح ایک نکاح ہے، البتہ اس میں مرد کے کہنے پر یا عورت کے کہنے پرکچھ ان حقوق سے دستبرداری ہوتی ہے جو عام نکاح میں عورت کے حق میں مرد پر واجب ہوتے ہیں، مثلاً نفقہ، سکنی وغیرہ۔ شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے ،اس کو ذیل میں مختصراً تحریر کیا جاتا ہے، اور جملہ مسائل سے متعلق فقہاءِ احناف کی عبارات کو مستقلاً الگ سے جمع کر دیا گیا ہے :

زواجِ مسیار میں آپسی رضامندی سے عورت اپنے جن حقوق کو چھوڑنے پر راضی ہو جاتی ہے، وہ (نفقہ، سکنی ، شب گذاری میں مساوات) تمام ایسے حقوق ہیں ،جن کو چھوڑنے کا عورت کو اختیا رہے۔ ان حقوق کے اسقاط، ابراء وغیرہ کی فقہی تخریج اور تفصیل جداگانہ اور طویل ہیں، مگر خلاصہ یہ ہے کہ اس سے عقدِ نکاح کی صحت پر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثلاً نفقہ کا حکم یہ ہےکہ زمانۂ مستقبل کا نفقہ چونکہ ابھی تک واجب نہیں ہوا؛ اس لیے عورت ساقط نہیں کر سکتی، البتہ زمانہ ماضی کا نفقہ ساقط کر سکتی ہے۔ یہی حال سکنی کا ہے۔ شب گذاری میں مساوات متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں واجب ہے، اور عورت اس کوبھی چھوڑ بھی سکتی ہے، اور جب چاہے ترکِ قسم سے رجوع کرکے دوبارہ حقِ قسم کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ نیز نفقہ و سکنی کا وجوب احتباس کے عوض کے طورپرہے ،اور زواجِ مسیار میں جب یہ احتباس نہیں ، تو ان حقوق کو ساقط ماننے میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔

عورت کی جانب سے مرد کے ذمہ پر واجب ہونے والے حقوق کا اصولی حکم یہی ہے کہ عورت صاحبِ حق ہے ، اور صاحبِ حق کو اختیار ہے کہ اپناثابت شدہ حق معاف (اسقاط ، ابراء) کر دے ، اور آئندہ ثابت ہونے والے حقوق کا مطالبہ نہ کرے۔

چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ فقہاء ِ اربعہ بالاتفاق اس عقد کو صحیح مانتے ہیں جس میں عورت نے نفقہ سے بھی کئی گنا زیادہ اہم حق کو اپنی رضامندی سے ساقط کر تے ہوئے عقد قبول کر لیا ہو۔ جیسے کہ وطی اور جماع ؛ عقدِ نکاح کا بنیادی حق ہے، دیگر سارے حقوق اس کے ثمرات ہیں، پس عورت اگر عنین شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کرے اور خیار فسخ ساقط کر دے، یا کسی مرد کے عنین ہونے کو جانتے ہوئے اس سے نکاح کرے تو آئندہ اس کے لیے فسخ کا اختیار باقی نہیں رہے گا۔

‘‘وأما حكم الخيار فهو تخيير المرأة بين الفرقة و بين النكاح ، فإن شاءت اختارت الفرقة، وإن شاءت اختارت الزوج، فإن اختارت المقام مع الزوج - بطل حقها، ولم يكن لها

خصومة في هذا النكاح أبداً؛ لما ذكرنا أنها رضيت بالعيب فسقط خيارها'' (بدائع الصنائع).

اور شامی میں ہے : ''(تزوج) الأولى أو امرأة (أخرى عالمة بحاله لا خيار لها على المذهب) المفتى به. بحر عن المحيط خلافاً لتصحيح الخانية'' (٥/١٧٥).

اور ہندیہ میں ہے : ''فرق القاضى بينه و بين امرأته، ثم تزوج هذه المرأة ثانياً لم يكن لها خيارها ولو تزوج امرأة أخرى وهي عالمة بحالها ذكر في الأصل أنه لا خيار لها، وعليه الفتوى، كذا في محيط السرخسي'' (ہندیہ١/٥٥١).

پس اگر کوئی عورت دیگر حقوق کو ساقط کر دے، یا ان کا مطالبہ نہ کرے تو اس سے نکاح کی صحت بدرجہ اولی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

یعنی یہ حقیقت واضح ہے کہ نفقہ سکنی وغیرہ حقوق و فوائد کے پیش نظر حقِ جماع جیسا قانونی اور حق ولد جیسے بنیادی فطری حق چھوڑنے کے باوجود عقد صحیح ہوجاتا ہے تو برعکس صورت میں جماع اور اولاد کی لیے اگر عورت نفقہ ، سکنی وغیرہ چھوڑ دے تویہ عقد کی صحت میں مانع نہیں ہونا چاہئے۔

المجمع الفقہی الاسلامی (رابطہ عالم اسلامی) کے ١٨ ویں اجلاس ٢٠٠٦ میں نکاح کی ایسی جدید صورتوں پر غور وخوض کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ارکان وشروط کے اعتبار سے درست اور موانع سے خالی ہوں تو ایسے نکاح درست ہونگے۔ مجمع کی قرارد ادحسبِ ذیل ہے :

''الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد:

فإن مجلس المجمع الفقهي الإسلامي برابطة العالم الإسلامي في دورته الثامنة عشرة المنعقدة بمكة المكرمة في الفترة من ١٠-١٤٢٧/٣/١٤هـ الذي يوافقه ٨-٢٠٠٦/٣/١٢م قد نظر في موضوع: (عقود النكاح المستحدثة).

وبعد الاستماع إلى البحوث المقدمة، والمناقشات المستفيضة. قرر ما يأتي:

يؤكد المجمع أن عقود الزواج المستحدثة وإن اختلفت أسماؤها، وأوصافها، وصورها، لابد أن تخضع لقواعد الشريعة المقررة وضوابطها، من توافر الأركان، والشروط، وانتفاء الموانع.

وقد أحدث الناس في عصرنا الحاضر بعض تلك العقود المبينة أحكامها فيما يأتي:

١-إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقَسْم أو بعض منها، وترضى بأن يأتي الرجل إلى دارها في أي وقت شاء من ليل أو نهار.

ويتناول ذلك أيضاً:إبرام عقد زواج على أن تظل الفتاة في بيت أهلها، ثم يلتقيان متى رغبا في بيت أهلها أو في أي مكان آخر، حيث لا يتوافر سكن لهما ولا نفقة.

هذان العقدان وأمثالهما صحيحان إذا توافرت فيهما أركان الزواج وشروطه وخلوه من الموانع، ولكن ذلك خلاف الأولى''(قرارت المجمع الفقہی الاسلامی ، الدورة الثامنة عشرة : ٤٦٥).

(اکیڈمی واضح کرنا چاہتی ہے کہ نکاح کی جدید صورتیں کے نام اور اوصاف گر چہ

الگ الگ ہوں ؛ ایسے نکاحوں شرعی ضوابط اور قواعد کے مطابق ہونااور ان میں نکاح کے ارکان و شرائط کا پایاجانا اور موانع سے خالی ہونا ضروری ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں لوگوں نے ایسی کچھ جدید صورتیں نکالیں ہیں ،جن کے احکام ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں :

ایسا عقدِ نکاح جس میں عورت ، نفقہ ، سکنی (رہائش کا حق) اور شب گذاری کی باری کے حقوق کو یا ان میں سے بعض حقوق سے دست بردار ہوکراس بات راضی ہوں کہ خود شوہر ہی رات یا دن میں کسی وقت بیوی کے گھر آجایا کرے ۔

یا اس شرط ر عقد کرنا لڑکی اپنے اہل کے مابین ہی رہے گی اور دونوں اپنی رغبت کے مطابق بیوی کے گھر میں یاکہیں اور مل لیا کریں گے۔ اور اس اعتبار سے شوہر پر کوئی سکنی اور نفقہ لازم نہ ہوگا،تو :

عقد کی ان دونوں صورتوں میں اور اس جیسی دیگر صورتوں میں نکاح صحیح ہوگا، بشرطیکہ اس میں نکاح کے ارکان و شرائط کی مکمل رعایت کی گئی ہو اور موانع سے خالی ہوں۔البتہ ایسا کرنا خلافِ اولی ہے)۔

بر صغیر ہند و پاک دارالافتاء کے فتاوی تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ بعض حضرات اس کو جائزتو بعض اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

جامعہ علوم اسلامیہ ،بنوری ٹاون، پاکستان کے ایک تفصیلی فتوی میں نکاح کی مقاصدی حیثیت پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے ‘نکاح مسیار ’ کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح ‘‘جامعۃا لرشید کراچی ’’کے ایک فتوی مینبھی ایسے نکاح کو نادرست قرار دیا ہے۔

جب کہ دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ پر موجود ایک فتوی میں ‘نکاحِ مسیار ’کو اصولی طورپر درست کہا گیا ہے (https://darulifta-deoband.com/home/ur/nikah-marriage/2385)-

خفیہ نکاح اورولی کو اعتراض :

نکاحِ مسیار کا خفیہ ہوناضروری نہیں، بلکہ جہاں اس کا رواج ہے ، وہاں یہ عام ہوتا ہے، خاص کر لڑکی اور اس کے اولیاء کے حق میں توبالکل خفیہ نہیں ہوتا۔ البتہ شوہر کبھی یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ اس کے پہلی بیوی کو علم نہ ہو۔

ہاں غیر کفو میں نکاح کرنے کی صورت میں ظاہر روایت کے مطابق اولیاء کو اعتراض کا حق ہے، اور متاخرین کے نزدیک مفتی بہ قول یہ ہے کہ غیر کفو میں کیا ہوا نکاح اصلاً منعقد ہی نہ ہوگا۔اور اس میں زواجِ میساراور زواج معروف ، خفیہ نکاح اور علانیہ نکاح دونوں کا حکم یکساں ہیں ۔

ہم نے اس تحریر ایک سے زائد بار یہ واضح کیا ہےکہ بہت سے لوگ خالصۃً خفیہ نکاح کو بھی ‘نکاحِ مسیار ’کہہ دیتے ہیں، یہ خفیہ نکاح بھی اگر ایجاب وقبول ،گواہان اور دیگر شرائط کے مطابق ہو اور موانع سے خالی ہو تو اصولاًدرست ہوگا؛ اور دیانۃً عاقدین کی نیت کے مطابق حکم ہوگا؛ اگر تلذذ ،تسافح، خفیہ دوستی (اتخاذ أخدان)کا مقصد ہوگا تو

یقیناً گنہ گار ہوگا۔باری تعالی کا ارشاد ہے :

''الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۖ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ''(مائدہ: ۵)۔

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں ، اور جن لوگوں کو (تم سے پہلے) کتاب دی گئی تھی ان کا کھانا بھی تمہارے لیے حلال ہےاور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، نیز مومنوں میں سے پاک دامن عورتیں بھی اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، جب کہ تم نے ان کو نکاح کی حفاظت میں لانے کے لیے ان کے مہر دے دیے ہوں ،بشرطیکہ صرف ہوس نکالنا اورخفیہ آشنائی پیدا کرنامقصود نہ ہو۔ اور جو شخص بھی ایمان سے انکارکرے اس کا سارا کیا دھراغارت ہوجائے گااور آخرت میں اس کا شمار خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا۔

''فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ'' (نساء : ۲۵)۔

پس ان باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو ، اور بھلے طریقے پر اُن کو اُن کا مہر ادا کردو ، بشرطیکہ وہ پاک دامن ہوں ، علانیہ بدکاری کرنے والی اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والیاں نہ ہوں۔ مذکورہ مسائل کی تفصیل کے لئے دیکھئے مندرجہ ذیل حوالہ جات (بدائع الصنائع ۲۷۴٫۲ ، ط : العلمیۃ ، ہدایہ اولین٫۳۴۶ط: رحمانیہ، الھندیہ ۳۴۰٫۱، ط:دار الکتب العلمیۃ، الدر المختار، ردا لمحتار ۱۰/۴۹۶، ط : فرفور، الدر المختار ورد المحتار:۱۰/۴۸۱،طـ: فرفور، بدائع الصنائع ۴/۲۹،ط: العلمیۃ بیروت، الجوہرۃ النیرۃ۲/۱۴۱، ط: دار الکتب العلمیۃ، المحیط البرھانی ۴/۲۷۸ ط:المجلس العلمی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للزیلعي، ۳/۳۱۶، ط:دارالکتب العلمیۃ، الدرالمختارو رد المحتار ۹/۲۱، ط: فرفور، رد المحتار ۸/۱۷۳ ط: فرفور، رد المحتار : ۸/۴۴۱،ط: فرفور، رد المحتار مع الدر المختار : ۸/۱۷۸،ط:فرفور، بدائع۳/۳۸۲، ط:دارالحدیث القاھرۃ،فتاوی عالمگیری ۲۹۲٫۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء فی النکاح، ط: رشیدیہ) ۔

البتہ کتب احناف میں اولیاء کے حق اعتراض کے مسئلہ کو اس طرح نقل کیا گیا ہے:

''(ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان)

(قوله بعدم جوازه أصلا) هذه رواية الحسن عن أبي حنيفة ، وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد ، فلا يفيد الرضا بعده بحر . وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقا اتفاقا كما يأتي لأن وجه عدم الصحة على هذه الرواية دفع الضرر عن الأولياء ، أما هي فقد رضيت بإسقاط حقها فتح ، ..... (قوله وهو المختار للفتوى) وقال شمس الأئمة، وهذا أقرب

إلى الاحتياط، كذا في تصحيح العلامة قاسم؛ لأنه ليس كل ولي يحسن المرافعة والخصومة ولا كل قاض يعدل ، ولو أحسن الولي وعدل القاضي فقد يترك أنفة للتردد على أبواب الحكام ، واستثقالا لنفس الخصومات، فيتقرر الضرر فكان منعه دفعا له فتح" (ردالمحتاروالدر المختار ٨/١٩١، طـ فرفور)۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر لڑکی غیر کفو میں شادی کرتی ہے جو اولیاء کےلئے باعث عار ہو تو اولیاء کو اسی خفیہ نکاح پر اعتراض کا حق ہے۔

نکاح کی بعض دیگر صورتیں :

زواج الاصدقاء:

یورپ کے ملکوں میں اور دیگر مقامات پر مکانات کی تنگی، مہنگائی کے پیش نظر یا زوجین کے مقامِ ملازمت کے علیحدہ ہونے کے سبب یا نکاح کی بندشوں اور امورِ خانہ داری وغیرہ سے آزاد رہنے کی غرض سے ‘دوستانہ نکاح ’کیا جاتا ہے، یہ عقد ارکان و شرائط کے اعتبار سے شرعی ضابطہ کے موافق ہوتا ہے، ایجاب و قبول، گواہان، وغیرہ کی رعایت کی جاتی ہے، البتہ ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے امورِ خانہ داری ، باہمی مودت اورطمانینت، اولاد ، وغیرہ کے مقاصدی پہلو اس میں مفقود ہوتے ہیں ، نیز نکاح کے سبب عائد ہونے والی اکثر ذمہ داریوں سے دونوں خود کو آزاد رکھتے ہیں اس لیے یہ صورت مقاصدی پہلو سے ‘زواجِ مسیار ’ سے بھی زیادہ ناقص ہے۔

الزواج المدنی : قانونی و عدالتی نکاح :

قانونی ضرورتوں کے پیش نظر یا اپنے دیگر مقاصد میں قانونی تقاضوں کو پورا کرنےکے لیے (جیسے کہ بیرون ممالک کا سفر کرنے اور وہاں کی شہریت حاصل کرنےکے لیے)ایجاب و قبول اور گواہان کے بغیر فقط حکومتی دفاتر میں شادی کا اندراج کروایا جائے اور نکاح کے کاغذات جمع کروائے جائیں یا سرکاری افسران کے سامنے نکاح کے کاغذات پر دستخط کیے جائیں ۔

ایسے نکاح میں ارکان و شرائط بالکلیہ مفقود ہوتے ہیں، اس لیے باطل ہوتا ہے ، نیز جھوٹ فریب وغیرہ امور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایسے کام بھی کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

زواج التجربۃ ، تجرباتی عقد :

یورپ کے بعض ملکوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ لڑکا و لڑکی نکاح کے بغیر کچھ دن یا طے شدہ مدت تک بدونِ کسی عقد کے ساتھ رہتے ہیں، پھر دونوں فریق کوباہم فکر وخیال، طبیعت و مزاج وغیرہ میں یگانگت کا احساس ویقین ہوتا ہے تو صحیح طریقے سے نکاح کرتے ہیں۔یہ صورت بھی شرائط و ارکان سے بالکلیہ خالی ہوتی ہے، اس لیے باطل ہے۔ شرعی اعتبار سے ایسے تعلقات خالص زنا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ عقدِ نکاح اور اس کے نتیجہ میں فریقین پر عائد ہونے والی ذمہ

داریوں کو یورپ کے قوانین نے بہت سخت کر دیا ہے، خاص کر عقدِ نکاح کے بعد مرد خود کو مجبور محسوس کرتا ہے؛ حتی کہ لوگ اب بدون عقد کے جنسی خواہش پوری کرنے کو ترجیح دینے لگے ہیں، اسی قانونی سختی کے نتیجہ میں تجرباتی نکاح ، اور بدونِ نکاح ساتھ رہنا (live in relationship) جیسی صورتیں وجود میں آئی ہیں۔

زواجِ عرفی :

عرب علماء (شیخ وہبہ زحیلی، علامہ یوسف قرضاوی وغیرہ) کی تحریروں میں ایک صورت ‘‘زواجِ عرفی ’’ کی بھی درج ہے۔ اس سے مراد ایسا نکاح ہے جو ہر اعتبار سے مکمل ہو۔ یعنی ارکان و شرائط کے اعتبار سے مکمل ہونے کے ساتھ نفقہ وسکنی وغیرہ میں بھی معروف نکاح کی طرح ہی ہوتا ہے ، البتہ اس کو سرکاری طورپر رجسٹرڈ نہیں کروایا جاتا ؛اور عموماً شوہر اس کو اپنی زوجہ اول یا دیگر اہلِ خانہ سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ جس کے سبب بعض صورتوں میں عورت کے حقوق ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

نکاح کا مقاصدی پہلو اور زواجِ مسیار :

اس میں دو رائے نہیں کہ عقدِ نکاح ، اسلام میں دینی ، دنیا وی،انفرادی، اجتماعی ، معاشرتی ، خاندانی ؛اعتبار سے بہت اہم معاملہ ہے، وہ طویل المیعاد اور کثیر الجہات اثرات کا حامل ہوتا ہے، نسل و نسب کے واسطہ سے دینی و دنیاوی وجود اور بقاء کا سبب ہے۔اور ایسے نکاح میں جس میں فقط شہوت کی تکمیل مدِ نظر ہو اور مرد وزن اپنی اجماعی ، دینی ، معاشرتی ذمہ داریوں سے فرار چاہتے ہوں ؛ نکاح کے عظیم مقاصد کسی طرح پورے نہیں ہوتے اور ایسی صورت میں یہ عقد ارکان و شرائط کے اعتبار سے مکمل ہونے کے باوجود خواہش کی تکمیل کا ایک ذریعۂ محض بن کے رہ جائے گا؛ جو یقیناًمقاصدِ شریعت کے خلاف ہے، اوردین و شرع کے عنوان سے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔

اسی مقاصدی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے بہت سے علماء نے زواجِ مسیار کو ناجائز قرار دیا ہے۔ عدمِ جواز کے قائلین کی طرف سے پیش کیے جانے والی باتینبنیادی طورپر تین امور میں منحصر ہیں :

١۔ نکاح کا مقصد مودت ومحبت، انس و اطمینان ، اور نسب و نسل کا حصول ہوتا ہے، جبکہ ایسا نکاح ان مقاصد سےیکسر خالی ہوتا ہے۔

٢۔ ایسے نکاح میں عموماً عورت کا استحصال ہوتاہے ، اسکی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس کی انسانی اور نسوانی حیثیت کی توہین ہوتی ہے، اور مرد کی طرف سے اس کو فقط اپنی شہوت کی تسکین کا سامان سمجھا جاتا ہے۔

٣۔ایسے نکاح عموماً پوشیدہ اور خفیہ ہوتے ہیں ، اور بعض صورتوں مینیہ ‘ متعہ

’کے مشابہ ہوجاتے ہیں ۔

یہ خدشات یقیناً بے بنیاد نہیں ، مگر نکاح کے تناظر ہی میں اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ اگر ایسے نکاح کی اجازت نہ دی جائے تو اس کے نقصانات اور مضرات کیا کیا ہیں ؟

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کا نکاح کرنے سے فریقین کا مقصدتکمیلِ شہوت سے زیادہ عفت کی حفاظت ہوتی ہے، ایک ہی حقیقت کو نامناسب الفاظ سے تعبیر کرنے کے بجائے اس کے واقعی مقصد سے قریب تر الفاظ سے تعبیر کیا جانا چاہئے۔ایسا نکاح یقیناً مزاجِ اسلام اور مقاصد شریعت سے ہم آہنگ نہیں ، لیکن بالکل بے فائدہ اور مقاصد سے خالی یا مقاصدِ نکاح سے متصادم بھی نہیں ، بلکہ بہت سے اعتبار سے یہ مقاصد کی تکمیل سے قریب اور مفید ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ اس نکاح سے توالد مقصود نہیں ہوتا؛ تو کیا اس مقصد سے خالی ہونے سے نکاح باطل ہو جائے گا ؟اگر ایسا ہی ہے تو بانجھ مر د یا بانجھ عورت کا نکاح بہرصورت باطل ہونا چاہئے، بلکہ انہیں نکاح کی اجازت ہی نہیں ہونی چاہئے۔ آپسی مودت و محبت کے فقدان کے پیش نظر مسیار کو باطل کہا جائے تو بدخلق اور بد زبان جھگڑالو مرد و عورت کا نکاح باطل ہوجانا چاہئے ، کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا؛ اور ایسے لوگوں کے لیے تسکینِ نفس کے دروازےبند ہونے چاہئے ۔ !!!

نکاح بغرض تسکین شہوت :

امام غزالیؒ نے ’’احیاء العلوم ’’میں نکاح کے فوائد میں ایک مستقل عنوان: ’’کسر التوقان دفع غوائل الشہوۃ وغض البصر وحفظ الفرج’’ قائم کیا ہے، جس میں انہوں نے مردانہ شہوت کی ضرورتوں ، اس کی تکمیل اور اس کے فوائد ، نیز اس غرض سے ایک سے زیادہ نکاح ، استبدال زوجہ وغیرہ امور پر تفصیلی کلام فرمایا ہے۔ اس عنوان کی آخری چند سطریں یہ ہیں :

’’ومن الطباع ما تغلب عليها الشهوة بحيث لا تحصنه المرأة الواحدة فيستحب لصاحبها الزيادة على الواحدة إلى الأربع، فإن يسر الله له مودة ورحمة واطمأن قلبه بهن، وإلا فيستحب له الاستبدال، فقد نكح علي رضي الله عنه بعد وفاة فاطمة عليها السلام بسبع ليال، ويقال:إن الحسن بن علي كان منكاحا حتى نكح زيادة على مائتي امرأة، وكان ربما عقد على أربع في وقت واحد، وربما طلق أربعا في وقت واحد، و استبدل بهن. وقد قال صلى الله عليه وسلم للحسن (أشبهت خلقي وخلقي.) وقال صلى الله عليه وسلم:(حسن مني وحسين من علي) فقال: إن كثرة نكاحه أحد ما أشبه به خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وتزوج المغيرة بن شعبة بثمانين امرأة، وكان في الصحابة من له الثلاث والأربع ومن كان له اثنتان لا يحصى ومهما كان الباعث معلوما، فينبغي أن يكون العلاج بقدر العلة، فالمراد

تسكين النفس فلينظر إليه في الكثرة والقلة" (احياء العلوم۶۹۸،۶۹۷/۴، ط:دار الشعب)۔

(بعض لوگوں پرشہوت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے، ایک عورت ان کے لیے کافی نہیں ہوتی، ایسے لوگ ایک سے زیادہ چار تک نکاح کر سکتے ہیں،اور ان نکاحوں سے اللہ تعالی انہیں مودت، رحمت اور طمانینتِ قلب کا سامان مہیا کر دیں تو فبہا، ورنہ مطلوبہ ضرورت پوری نہ ہو تو طلاق دے کر دوسری عورت سے شادی کرنا مستحب ہوگا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے سات دنوں بعد ہی دوسرا نکاح کر لیا تھا، اور حضرت حسنؓ بہت زیادہ نکاح کرنے والے تھے، اور دو سو سے زیادہ نکاح انہوں نے کیے تھے،بعض اوقات ایک ہی مجلس میں چار عورتوں کو طلاق دے کر دوسری چار عورتوں سے نکاح کرنے کے واقعات بھی آپ سے منقول ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا تھا: تو میری صورت اور سیرت سے زیادہ مشابہ ہے۔اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ حسنؓ مجھ سے ہیں اور حسینؓ علیؓ سے ہیں ۔ ان ارشادات سے لوگوننے یہ نتیجہ بھی نکالا ہے کہ حضرت حسنؓ کا بکثرت نکاح کرنا بھی آں حضرت ﷺ کی عادت کے مشابہ ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ۸۰ عورتوں سے نکاح کیا تھا، بعض صحابہؓ کے گھر میں تین تین چار چار بیویاں تھیں، اور دو بیویوں والے صحابہ تو بے شمار ہیں، اصل بات یہ ہے کہ جب سبب اور داعیہ معلوم ہوجائے تو علاج مرض کے مطابق ہونا چاہئے، پس مقصود نفس کی تسکین ہے، اور یہی قلت و کثرت کی بنیاد ہے) (احیاء العلوم)۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ شریعت میں جتنے اعلی اور جس قدر متنوع مقاصد کے پیش نظر نکاح مشروع ہے، بیک وقت وہ مقاصد بہتیرے نکاح میں پائے نہیں جاتے، اور فریقین کو علم بھی ہوتا ہے کہ بعض مقاصد کی تکمیل ہوگی اور بعض کی نہیں، مگر آج تک کسی نے یہ فتوی نہیں دیا کہ ایسا نکاح جائز نہیں، اور سابق میں ہم یہ بات نقل کر چکے ہیں کہ عنین کی زوجہ اپنا حق چھوڑتے ہوئے ساتھ رہنا گوارا کرے ، یاکوئی پیشگی علم ہوتے ہوئے عنین سے نکاح کرے تو اس کا حقِ فسخ باقی نہیں رہتا اور نکاح صحیح ہوگا۔ اور غریب کی جوڑو غربت و فقر پر راضی رہے تو اس کی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا۔

جہاں تک استحصال کی بات ہے تویہ پہلو بھی مد نظر رکھنا چاہئے کہ جو عورت اپنے حقوق کو چھوڑنے پر راضی ہو جاتی ہیں ،وہ مجبور نہیں ہوتی، وہ اپنے سامنے موجود مختلف امکانات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کچھ مالی حقوق کو چھوڑ کر نکاح کے رشتے میں بندھ جانے ، اولاد و نسب کی فطری خواہش کی تکمیل یا کم سے کم عفت کی حفاظت کرنے کو بدونِ نکاح زندگی گذارنے پر ترجیح دیتی ہے۔ اورتجرد کے نقصانات، عفت کو درپیش خطرات،اور فطری وانسانی خواہش کو دبانےکے مقابل یہ نکاح کرلینا بدرجہا بہتر ہے۔ بلکہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے مطابق عین ضروری ہے۔ مسیار کی اکثر صورتوں میں

عورت کی جانب بھی کچھ ایسی مجبوریاں ہوتی ہیں جسکے سبب وہ اپنے حقوق چھوڑنے پر آمادہ ہوتی ہیں، اور ابتداء ِ تحریر میں ایسے کچھ اسباب کا ذکر ہو چکا ہے۔

اور زواج ِ مسیار کو ‘متعہ ’ کے مشابہ قرار دینا ؛ صریح غلطی اور ناانصافی ہے۔ہم سابق میں واضح کر چکے ہیں کہ نکاح ِ مسیار اپنی اصل کے اعتبار سے توقیت و تحدید پر مشتمل نہیں ہوتا، نہ ہی اس میں طلاق کی نیت ہوتی ہے اور نہ یہ عارضی ہوتا ہے،مگرچونکہ یہ ایک عوامی اصطلاح تھی ، اور شرعی یا قانونی حدود و قیود سے خالی تھی اس لیے اب طلاق کی نیت سے کیے جانے والے، بلکہ وقت کی تحدید کی صراحت والے نکاح کو بھی ‘مسیار ’ کہہ دیا جاتا ہے۔پس اگر وقت کی تحدید یا صراحت ہے تواس کی تفصیل آگے ہم پیش کر رہے ہیں۔ اور ایسے نکاح کو زواج ِ مسیار کا کلی مصداق قرار دینا ؛ مسیار کی حقیقت کو مسخ کرکے غیر حقیقی بنیادوں پر حکم لگانا ہے۔

نکاح بہ نیت طلاق اور نکاحِ موقت :

عقدِ نکاح اگراس طرح مؤقت ہے کہ متعینہ وقت ختم ہوتے ہی رشتہ نکاح ختم سمجھا جائے، طلاق کی ضرورت نہ ہو؛ تو یہ نکاح ِ مؤقت ہے اور متعہ کی ایک صورت یا قسم ہے۔ اور یہ باطل ہے۔

اور اگر عقد میں وقت کی تعیین بایں معنی ہے کہ اتنے وقت کے بعد طلاق دے دی جائے گی تو حنفیہ کے مذہب کے مطابق تعیین ِ وقت کی شرط باطل ہے اور نکاح تابیدی طور پر منعقد ہو جائے گا، کیونکہ طلاق دینے کی شرط کرنا دلیل ہے کہ اس نکاح کو عاقدین مؤبد مان رہے ہیں،گویا شرط ِ فاسد خود لغو قرار پائے گی اور عقد درست ہوگا۔

اور عقد میں وقت کا ذکر بالکل نہیں ہوا؛ فریقین یا شوہر کی نیت یہ ہے کہ کچھ قلیل یا طویل مدت کے بعد طلاق کے ذریعہ علیحدگی کر لیں گے تو یہ نکاح درست ہے، نیت کا اعتبار نہیں، الفاظ کا اعتبار ہوگا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تعلیم یا کسی اور غرض سے طویل مدت تک بیرون رہنے والے لوگ اگر اس طرح نکاح کریں کہ عقد میں توقیت کا تذکرہ نہ ہو؛ گر چہ دل میں طلاق کی نیت ہو تو یہ عقد اصولاًدرست ہوگا۔

پھر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے نکاح کی دو صورتیں ممکن ہیں :شوہر کی نیت کچھ وقت تک استمتاع کے بعد طلاق کی ہو؛ مگر عورت کو اس کا علم نہ ہو اور وہ معروف دائمی نکاح سمجھ کر اس عقد پر راضی ہوئی ہیں، توظاہر ہے کہ کچھ وقت کے بعد شوہر کے طلاق دینے سے عورت اور اس کے گھر والوں کو بڑا صدمہ لاحق ہوگا؛ اور مرد اس صورت میں متعددگناہوں کا مرتکب ہوگا؛ دھوکا فریب، بلا وجہ طلاق دے کر ابغض المباحات کا استعمال ، اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی ، اولاد اگر ہوئی ہے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ وغیرہ۔

اور اگرفریق آخر کو اس نیت کا علم ہو؛ اور سوال نامہ میں درج صورتِ حال کے مطابق تو لڑکا ، لڑکی دونوں کی نیت ہی وقت استمتاع کی ہوتی ہے، تو یہ عقد کذب و فریب سے تویقیناًخالی ہوگا، مگر شریعت کے بتائے ہوئے مقاصدِ نکاح سے بہت دور ہوگا۔ یہ تقریباً نکاحِ تحلیل کی صورت ہے۔ پس واقعی شدید ضرورت کی صورت میں عقد کی حقیقت کے پیش نظر اس عقد کو درست کہا جائے گا؛ کیونکہ اس میں ارکان و شرائط کی تکمیل ہوتی ہے۔

واقعی شدید ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ طویل وقت تک مخلوط تعلیم اور غیر اسلامی آزادانہ و آوارہ ماحول میں رہنے کے سبب زنا کا واقعی اندیشہ ہو تو کسی کی واقعی ضرورت کے پیشِ نظر ایسے نکاح کو جائز کہا جاسکتا ہے، البتہ علانیہ طورپر مذکورہ صورتِ حال کی تعیین اور جوازِ نکاح کا اعلان یا فتوی نہیں دینا چاہئے۔

‘‘(وبطل نكاح متعة، ومؤقت) ، وإن جهلت المدة أو طالت في الأصح وليس منه ما لو نكحها على أن يطلقها بعد شهر أو نوى مكثه معها مدةمعينة.

ومعناه المشهور أن يوجد عقدا على امرأة لا يراد به مقاصد عقد النكاح من القرار للولد وتربيته، بل إلى مدة معينة ينتهي العقد بانتهائها أو غير معينة بمعنى بقاء العقد ما دام معها إلى أن ينصرف عنها فلا عقد، فيدخل فيه ما بمادة المتعة والنكاح المؤقت أيضا فيكون من أفراد المتعة، وإن عقد بلفظ التزوج وأحضر الشهود. اهـ. ملخصا وتبعه في البحر والنهر، ثم ذكر في الفتح أدلة تحريم المتعة.

(قوله: وليس منه وليس منه ما لو نكحها على أن يطلقها بعد شهر) ؛ لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط بحر. (قوله: أو نوىمكثه معها مدة معينة) لأن التوقيت إنما يكون باللفظ بحر’’ (ردالمحتار۱۷۳-۸/۱۷۰، ط: فرفور)۔

‘‘ فإن تزوجت بزوج آخر ومن نيتها التحليل، فإن لم يشرطا ذلك بالقول، وإنما نويا، ودخل بها على هذه النية حلت للأول في قولهم جميعا؛ لأن مجرد النية في المعاملات غير معتبر فوقع النكاح صحيحا لاستجماع شرائط الصحة فتحل للأول، كما لو نويا التوقيت، وسائر المعاني المفسدة’’(بدائع الصنائع۴/۴۸۱، ط: دارالحديث القاهرة)۔

نکاح مسیار اور قدیم وجدید علماء کا موقف

مفتی اسجد دیولاوی•

نکاح مسیار کی تعریفات:

مذکورہ تمام رسائل، مقالات اور فتاوی میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے نکاح مسیار میں اصل مقصود زوجین کا اپنے حقوق واجبہ سے دستبردار ہونا ہے، جس کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں، جیسا کہ بعض وجوہات پر سوالنامہ میں روشنی ڈالی گئی ہے، علما ء عرب کا ذکر کردہ تعریفات سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے، نکاح مسیار کی چند تعریفات درج ذیل ہیں، جس سے نکاح مسیار کی حقیقت، نیز نکاح مسیار کے اسباب معلوم ہوسکتے ہیں۔

الف: زیادہ تر نکاح مسیار کا معاملہ زوجۂ ثانیہ کی صورت میں ہوتا ہے، نکاح کے بعد زوجہ اپنے ہی مکان پر مقیم رہتی ہے، اور شوہر کے ذمہ میں عائد نفقہ، سکنی، مبیت وغیرہ حقوق لازمہ بیوی معاف کردیتی ہے، اور شوہر اپنی ضرورت کے تحت وقتاً فوقتاً بیوی کے پاس جاتا رہتا ہے۔

''ہذا النوع من الزواج لم یعرفہ المتقدمون، ولہذا اختلف المعاصرون فی تعریفہ:

التعریف الأول: وہو الزواج الذی یذہب فیہ الرجل إلی بیت المرأۃ، ولا تنتقل المرأۃ إلی بیت الرجل، وفی الغالب تکون ہذہ زوجۃ ثانیۃ، وعندہ زوجۃ أخری ہی التی تکون فی بیتہ وینفق علیہا، فروح ہذا الزواج ہو إعفاء الزوج من واجب المسکن والنفقۃ والتسویۃ فی القسم بینہا وبین زوجتہ أو زوجاتہ تنازلا منہا'' (المسائل الفقہیہ المستجدۃ فی النکاح مع بیان ما أخذ بہ القانون الکویتی،۲۲۹)۔

دوسری تعریف جو احکام الزواج للعنیزی میں ہے، وہ یہ کہ نکاح کے بعد عورت اپنے جمیع حقوق ساقط کردے۔

''التعریف الثانی:ہو الزواج الذی من خلالہ تسقط المرأۃ بعض حقوقہا الشرعیۃ بالاختیا'' (احکام الزواج للعنیزی،۳۱۴)۔

تیسری تعریف: نکاح مسیار وہ نکاح ہے جس میں انعقاد نکاح کے جمیع شرائط کے لحاظ سے نکاح کیا جائے۔

''التعریف الثالث: ہو زواج اکتملت شروطہ وأرکانہ، وانتفت موانع انعقادہ، إلا أن

• دار الافتاء، جامعہ علوم القرآن جمبوسر، گجرات۔

الزوجين قد ارتضيا واتفقا على أن لا يكون للزوجة حق المبيت أو القسم، وإنما الأمر راجع للزوج متى رغب فى زيادة زوجته فى أى ساعة من ساعات الليل أو النهار، فله ذلک" ۔

نکاح مسیار کی مزید تعریفات درج ذیل ہیں:

"التعريف الرابع: أن يتزوج رجل امرأة بأركان النكاح وشروطه، ولكن دون أن يحدد يوما معينا يأتيها فيه، أو ساعة معينة، وإنما يكون خاضعاً لرغبته ووقت فراغه وتمكنه۔

التعريف الخامس: هو أن يتزوج رجل بالغ عاقل امرأة بالغة عاقلة تحل له شرعاً على مهر معلوم، وشهود مستوفين لشروط الشهادة، على ألا يبيت عندها ليلاً إلا قليلاً، وألا ينفق عليها، سواء كان ذلک بشرط مذكور فى العقد، أو بشرط ثابت بالعرف أو بقرائن الأحوال" ۔

نکاح مسیار کی مذکورہ جمیع تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح کے جمیع شرائط کی رعایت کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے، البتہ زوجین میں سے کوئی ایک اپنے حقوق واجبہ میں سے بعض حقوق سے دست بردار ہوتا ہے، جن کی وجوہات مختلف ہوتی ہیں، جن میں سے بعض ذیل میں مذکور ہیں:

۱۔ بیوہ عورت عفت وعصمت کی حفاظت کی غرض سے نکاح مسیار پر راضی ہوتے ہوئے اپنے حقوق سے دستبرادر ہوتی ہے۔

۲۔ والدین کا کوئی خدمت گزار نہ ہونے کے سبب لڑکی اپنے والدین کے پاس رہنا چاہتی ہے، اوربایں وجہ اپنے حقوق سے دستبردار ہوتی ہے۔

۳۔ لڑکا عفت وعصمت کی حفاظت کی غرض سے نکاح مسیار کرتا ہے،بسااوقات پہلے نکاح کو مخفی رکھتا ہے، بس اوقات اس کو ظاہر کرتا ہے۔

۴۔ شوہر کاروباری یا کسی خاص غرض سے کسی ملک یا شہر میں بارہا جاتا رہتا ہے، تو وہاں عفت وعصمت کی حفاظت یا دنیوی سہولت وآسانی حاصل کرنے کی غرض سے نکاح مسیار کرتا ہے۔

نکاح مسیار کے مصالح ومفاسد:

مصالح:

۱۔ لڑکی طویل مدت تک بلاشادی کے گھر پر بیٹھی رہتی ہے، جو معاشرہ میں فساد کے پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے، نکاح مسیار کی صورت میں معاشرہ کو فساد سے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ بعض بااولاد مطلقہ اور بیوہ عورتیں اپنے اولاد کی تربیت کرنا چاہتی ہیں، اور ایسے شوہر کا ملنا جو اس کی اولاد کی کفالت وتربیت کی ذمہ داری اٹھائے دشوار ہوتا ہے، نکاح مسیار کی صورت میں ایسی عورتوں کی عصمت وعفت محفوظ رہ سکتی ہے، نیز نکاح مسیار کی صورت میں ایسے شوہر کا میسر ہونا ممکن ہے جو حق مبیت معاف کردے اور کفالت کی ذمہ داری لے، تونکاح مسیار کی وجہ سے مطلقہ یا بیوہ کو کفیل مل

سکتا ہے، اور بڑی پریشاں کن ذمہ داری سے سبک دوشی حاصل ہوسکتی ہے۔

۳۔ سن رسیدہ والدین کا کوئی خدمت گزار نہیں ہوتا، ایسی صورت میں لڑکی نکاح کرکے شوہر کے گھر جائے گی تو والدین کو بڑی دست اور پریشانی ہوسکتی ہے، نکاح مسیار کی صورت میں لڑکی نکاح کرتے ہوئے والدین کی خدمت کرسکتی ہے۔

۴۔ کسی خاص سبب سے شوہر متعدد نکاح کا خواستگار ہوتا ہے، مگر مالی تنگی کے سبب وہ دوسرے نکاح سے قاصر رہتا ہے، تو ایسی صورت میں نکاح مسیار سے وہ تعدد نکاح کرتے ہوئے عفت وعصمت کی حفاظت کرسکتا ہے۔

۵۔ شوہر زوجہ کے کسی مرض یا سن رسیدگی کے سبب انتفاع نہیں کرسکتا ہے، اور اولاد کی وجہ سے طلاق نہیں دے سکتا ہے، ایسی صورت میں نکاح مسیار کی وجہ سے شوہر اپنی جنسی ضرورت پوری کرسکتا ہے۔

مفاسد:

۱۔ قرآن کریم میں شوہر کو عورت پر قوام قرار دیا ہے، جس کا سبب مرد کا عورت پر نفقہ وغیرہ میں مال خرچ کرنا ہے، جب شوہر مال خرچ نہیں کرے گا، تو قرآن کریم نے مرد کو جس سبب سے قوام قرار دیا ہے، وہ وجہ ختم ہوگی، نیز مرد کے مال نہ خرچ کرنے کے سبب ممکن ہے کہ عورت زبان درازی یا بداخلاقی سے پیش آئے، اور مناقشہ ولڑائی کا نتیجہ طلاق ہوسکتا ہے۔

۲۔ نکاح کے مقاصد میں ایک مقصد حدیث شریف میں کثرت اولاد قرار دیا ہے، نکاح مسیار کی صورت میں زوجین اولاد پیدا کرنے سے اجتناب کرینگے، نیز اولاد کی تعلیم وتربیت والدین کے ذمہ ہے، نکاح مسیار کی صورت میں والدین (خصوصاً والد) اولاد کی تعلیم وتربیت میں خاطر خواہ توجہ نہیں دے پائینگے۔

۳۔ بعض اوقات نکاح مسیار مخفی ہوتا ہے، جس کے سبب اولاد کے نسب کا مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے، نیز والد کی وفات کے بعد تقسیم میراث میں بھی لڑائیاں ہوسکتی ہیں۔

اس کے علاوہ مردوں کا عورتوں کے اموال پر قابض ہونا، نکاح کے حقیقی مقاصد کو نظر انداز کرتے ہوئے جنسی تعلقات کے لئے نکاح کرنا وغیرہ مفاسد جنم لینگے۔

نکاح مسیار کے متعلق علماء عرب کی آراء:

نکاح مسیار کے متعلق مقالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم وجدید علماء عرب کی پانچ آراء ہیں:

(۱) اباحت مطلقاً، (۲) اباحت مع الکراہت، (۳) التحریم مع صحت العقد، (۴) التحریم مع بطلان العقد، (۵)توقف۔

(۱) اباحت مطلقاً : یہ قول شیخ عبد العزیز آل الشیخ، شیخ عبد اللہ الجبرین، شیخ عبد اللہ المنیع کا ہے، نیز مجموعۃا لفتاوی الشرعیۃ میں یہ فتوی مذکور ہے، یعنی لجنۃ الفتاوی

الکویتیہ کا یہی فتوی ہے۔

(۲) اباحت مع الکراہت: یہ قول علامہ شیخ یوسف قرضاوی، شیخ وہبہ زحیلی، علامہ عبد اللہ بن سلیمان بن منیع، شیخ سعود الشریم ۔ امام الحرم۔ شیخ احمد الکردی، شیخ احمد موسی السہیلی، وغیرہم کا ہے۔ مجلس رابطہ عالم اسلامی کے سمینار میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

(۳) التحریم مع صحت النکاح: یعنی نکاح کے شرائط وارکان کے پائے جانے کی وجہ سے نکاح درست ہوجائے گا، البتہ زوجین کا یہ فعل حرام ہے، شیخ ناصر الدین الالبانی، شیخ علی القرۃ داغی، شیخ ابراہیم فاضل الدبو، محمد الزحیلی، وغیرہم۔

(۴) التحریم مع بطلان العقد: شیخ عجیل النشمی، عبد اللہ الجبوری۔

(۵) توقف: شیخ محمد بن صالح العثیمین، شیخ عمر بن سعود العید۔

اباحت اور اباحت مع الکراہت کے دلائل:

۱۔ نکاح مسیارمیں نکاح کے جمیع شرائط کا لحاظ کیا جاتا ہے، جہاں تک تعلق ہے حقوق کو ساقط کرنے کا تو وہ حضرت سودہؓ کے حق مبیت کو ساقط کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح کرنا جائز ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

''عن عائشۃ قالت: ما رأیت امرأۃ أحبّ إلیّ أن أکون فی مسلاخہا من سودۃ بنت زمعۃ، من امرأۃ فیہا حدۃ، قالت:فلما کبرت، جعلت یومہا من رسول اللہ ﷺ لعائشۃ، قالت: یا رسول اللہ، قد جعلت یومی منک لعائشۃ، فکان رسول اللہ ﷺ یقسم لعائشۃ یومین، یومہا ویوم سودۃ'' (رواہ البخاری)۔

''(ولو) (ترکت قسمہا) بالکسر:أی نوبتہا (لضرتہا) (صح، ولہا الرجوع فی ذلک) فی المستقبل'' (شامی۴،۳۸۵)۔

۲۔ ایک مرتبہ حضرت صفیہؓ نے اپنی شب گزاری کی نوبت حضرت عائشہؓ کو دی تھی، اس پر آپ ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زوجہ شب گزاری کا حق ساقط کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔

''عن عائشۃ أن رسول اللہ ﷺ وجد علی صفیۃ بنت حیی فی شئی فقالت صفیۃ:یا عائشۃ! أرضی عنی رسول اللہ ﷺ ولک یومی فقالت: نعم، فأخذت خماراً لہا مصبوغاً بزعفران فرشتہ بالماء لیفوح ریحہ فقعدت إلی جنب رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ: إلیک یا عائشۃ، إنہ لیس یومک قالت: ''ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء'' وأخبرتہ بالأمر فرضی عنہ'' (مسند احمد: ۲۴۱۱۹، ابن ماجہ ۲،۴۷۵)۔

۳۔ بعض حضرات نے نکاح مسیار کے جواز اور نکاح کے وقت مقرر کردہ شروط کو پورا کرنے کےمتعلق درج ذیل حدیث کو بطور استدلال پیش کیا ہے:

''عن عقبۃ بن عامرؓ مرفوعاً: إن أحق الشروط أن توفوا بہ: ما استحللتم بہ الفروج'' (متفق علیہ)۔

۴۔ عبد العزیز بن محمد حجیلان نے ''نکاح النہاریات واللیلیات '' پر قیاس کرتے ہوئے نکاح مسیار کو جائز قرار دیا ہے، جس کی شکل یہ ہے کہ شوہر نکاح کے وقت یہ شرط کرے کہ وہ صرف دن میں بیوی کے پاس رہے گا یا اس کے برعکس یہ کہے کہ وہ صرف رات میں بیوی کے پاس آئے گا، تو علامہ شامیؒ نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اور نکاح مسیار میں بھی اسی طرح بعض اوقات میں ملاقات کی شرط ہوتی ہے، لہذا نکاح مسیار جائز ہونا چاہئے۔

''قولہ: ولا بأس بتزوج النہاریات وہو أن یتزوجہا علی أن یکون عندہا نہارا دون اللیل فتح، قال فی البحر، وینبغی أن لا یکون ہذا الوطء لازماً علیہا، ولہا أن تطلب المبیت عندہا لیلاً لما عرف فی باب القسم، اھـ

أی إذا کان لہا ضرۃ غیرہا، وشرط أن یکون فی النہار عندہا وفی اللیل عند ضرتہا، أما لو لا ضرۃ لہا فالظاہر أنہ لیس لہا الطلب، خصوصاً إذا کانت صنعتہ فی اللیل کالحارس بل سیأتی فی القسم عن الشافعیۃ أن نحو الحارس یقسم بین الزوجات نہارا واستحسنہ فی النہر'' (شامی ۴،۱۴۹)۔

۵۔ اسی طر ح المغنی لابن قدامہ کے درج ذیل جزئیات سے بھی نکاح مسیار کے جوام پر استدلال کیا جاتا ہے:

''ولأن النکاح یصح مع الجہل بالعوض، فجاز أن ینعقد مع الشرط الفاسد، کالعتاق، وقد نص أحمد فی رجل تزوج امرأۃ، وشرط علیہا أن یبیت عندہا فی کل جمعۃ لیلۃ، ثم رجعت وقالت: لا أرضی إلا لیلۃ ولیلۃ فقال: لہا أن تنزل بطیب نفس منہا، فإن ذلک جائز، وإن قالت: لا أرضی إلا بالمقاسمۃ کان ذلک حقا لہا، تطالبہ إن شاءت، ونقل عنہ الأثرم فی الرجل یتزوج المرأۃ ویشترط علیہا أن یأتیہا فی الأیام یجوز الشرط، فإن شاءت رجعت، وقال فی الرجل یتزوج المرأۃ علی أن تنفق علیہ فی کل شہر خمسۃ دراہم، أو عشرۃ دراہم'' (المغنی لابن قدامہ۷،۹۴)۔

جو حضرات اباحت مع الکراہت کے قائل ہیں وہ مذکورہ دلائل کے پیش نظر جواز کی صراحت فرماتے ہیں، البتہ چونکہ نکاح مسیار میں متعدد مفاسد ہیں، جن میں سے بعض کا تذکرہ ماقبل میں کیا گیا، نیز کراہت اور ناپسندیدگی کی دلیل کے طور پر فرماتے ہیں کہ نکاح مسیار میں مقاصد نکاح مثلاً زوجین میں مودت ومحبت، کثرت اولاد، اولاد کی تربیت وغیرہ امور نہیں پائے جاتے ہیں، اور عورت کی اہانت لازم آتی ہے، اس وجہ سے نکاح مسیار مکروہ ہوگا۔

التحریم مع صحۃ النکاح کے دلائل:

صحت نکاح کی وجہ ظاہر ہے کہ نکاح کے جمیع شرائط کی رعایت کے ساتھ نکاح

کیا جاتا ہے، لہذا اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں رہتا ہے، مگر دیگر مفاسد کے سبب اس کی حرمت کی صراحت فرمائی ہے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

الف: نکاح مسیار کا جواز معاشرہ میں زنا کی کثرت کا سبب بن سکتا ہے، بایں طور کہ کوئی دو فعل بد میں مبتلا پائے گئے تو حد سے بچنے کے لئے یہ کہہ دینگے کہ ان کا نکاح مسیار ہوچکا ہے، لہذا سداً للباب اس کو حرام قرار دیا جائے۔

ب: نکاح کا مقصد صالح معاشرہ کا قیام ہے، زوجین میں مودت وغیرہ ہے، جب شوہر طویل مدت تک زوجہ کے پاس نہ آئے یا اپنی مرضی کے مطابق آتا جاتا رہے گا تو مقاصد نکاح کی تکمیل نہ ہوگی۔

ج: قوام الرجل علی المرأۃ جو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے، اس کافوت ہونا لازم آتا ہے۔

التحریم مع بطلان النکاح کے دلائل:

الف: نکاح مسیار نکاح متعہ کے مشابہ ہے، لہذا جس طرح نکاح متعہ بطلان عقد کے ساتھ حرام ہے، اسی طرح نکاح مسیار حرام ہوگا۔

ب: نکاح مسیار میں اگرچہ جمیع شرائط نکاح پائے جاتے ہیں، مگر متعدد مفاسد کو جامع ہے، جس طرح اولاد کے نسب، میراث میں بعد میں پریشانی کا پیدا ہونا، اسی طرح زنا اور فحاشی کا عموم وغیرہ، تو جس طرح زمانۂ فتنہ میں سلاح فروخت کرنے کو فقہاء کرام نے ناجائز قرار دیتے ہوئے بیع کو باطل قرار دیا ہے، اسی طرح نکاح مسیار باطل ہونا چاہئے۔

التوقف:

بعض علماء عرب نے نکاح مسیار کے جواز اور عدم جواز کے متعلق دلائل میں مناقشہ کے سبب توقف اختیار کیا ہے، ابن بازؒ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اولاً جواز کے قائل تھے، مگر دیگر مفاسد کے پیش نظر آپ نے توقف اختیار کیا۔

نکاح مسیار کے متعلق قول راجح:

مقاصد شریعت اور نکاح مسیار کے مصالح ومفاسد پر غور کرنے، نیز نکاح مسیار کے متعلق مذکورہ دلائل کا جائزہ لینے کے بعد ایک بات طے ہے کہ نکاح مسیار میں نکاح کے جمیع ارکان وشرائط کی رعایت کی جاتی ہے، لہذا صحت نکاح میں کوئی شبہ نہیں، لیکن اباحت مع الکراہت یا اباحت مطلقاً میں قول راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح مسیار کرنے والے زوجین کے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا حکم لگایا جائے کہ فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے: ''الأمور بمقاصدہا''۔

لہذا جس نکاح مسیار میں زوجین کسی خاص ضرورت کے پیش نظر نکاح مسیار کرتے ہوں، مثلاً مطلقہ یا بیوہ کو سہارا دینے، اس کی اولاد کی کفالت کے لئے یا لڑکی والدین کا کوئی خدمت گزار نہ ہو تو لڑکی والدین کی خدمت کی غرض سے یا عفت

وعصمت کی حفاظت کے پیش نظر زنا سے بچنے کے لئے نکاح مسیار کرتی ہو تو نکاح مسیار مطلقاً مباح ہونا چاہئے، البتہ صرف جنسی خواہش کی تکمیل مقصد ہو تو اس کے مفاسد کے پیش نظر نکاح مسیار سدا للباب مکروہ تحریمی ہونا چاہئے۔

نکاح مسیار میں اولیاء کوحق اعتراض:

فقہاء کرام نے کفاءت فوت ہونے کی صورت میں اولیاء کو اعتراض کی اجازت دی ہے؛ البتہ کن صورتوں میں اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا اس کا مدار عرف پر ہے۔

فقہاء کرام نے بحیثیت مجموعی (۹) نو امور بیان کئے ہیں: جن میں کفاءت ضروری ہے: (۱) نسب وخاندان، (۲) آزادی، (۳) اسلام میں قدامت، (۴) دیانت وتقوی، (۵) معاشی سطح، (۶) حسب، (۷) صنعت وحرفت، (۸) عیوب سے محفوظ ہونا، (۹) عقل۔ ان میں سے کسی چیز میں کفاءت نہ ہو تو اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کفاءت بنیادی طور پر عرف سے متعلق ہے، اس لئے علامہ ابن الہمام نے بھی لکھا ہے کہ نفس کفاءت کا ثبوت دوسرے دلائل سے ہے، مگر کفاءت کے متعلق تفصیلات عرف ہی سے متعلق ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''إذا ثبت اعتبار الكفاءة بما قدمنا فيمكن ثبوت تفصيلها أيضاً بالنظر إلى عرف الناس فيما يحقرونه ويعرفون به'' (فتح القدير ۳،۲۸۶)۔

لہذا نکاح مسیار کو معاشرہ میں عیب، عار، یا حقارت کا سبب سمجھا جاتا ہو تو اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا ورنہ نہیں۔

نکاح مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کا حکم:

اولاد کی سماجی حیثیت اور نفقہ کا حکم منصوص ہے، اولاد صاحب فراش کی ہوگی، یعنی نکاح مسیار کی صورت میں شوہر ہی کی ہوگی، وہ اس کا والد شمار ہوگا، اور بحیثیت والد نفقہ اس کے ذمہ ہوگا۔

''وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف'' (سورۃ البقرہ: ۲۳۳)۔

''سمعت أباہریرۃ: قال النبیﷺ: الولد للفراش، وللعاہر الحجر'' (متفق علیہ)۔

''ومنها ثبوت النسب، وإن كان ذلك حكم الدخول حقيقة لكن سببه الظاہر هو النكاح لكون الدخول أمراً باطناً، فيقام النكاح مقامه فی إثبات النسب، ولهذا قال النبیﷺ: الولد للفراش وللعاہر الحجر كذا لو تزوج المشرقی بمغربية، فجاءت بولد يثبت النسب، وإن لم يوجد الدخول حقيقة لوجود سببه، وهو النكاح'' (بدائع الصنائع ۲،۳۳۱)۔

''وأما سبب وجوب هذه النفقة أما نفقة الولادة فسبب وجوبها هو الولادة؛ لأن به تثبت الجزئية والبعضية والإنفاق على المحتاج إحياء له ويجب على الإنسان إحياء كله وجزئه وإن شئت قلت: سبب نفقة الأقارب فی الولادة وغيرها من الرحم المحرم هو القرابة المحرمة

للقطع؛ لأنہ إذا حرم قطعہا یحرم کل سبب مفض إلی القطع'' (بدائع الصنائع۴،۳۱)۔

''لأن النفقۃ فی قرابۃ الولادۃ تجب بحق الولادۃ لا بحق الوراثۃ قال اللہ تعالی:''وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف'' علق سبحانہ وتعالی وجوبہا باسم الولادۃ'' (بدائع الصنائع۴،۳۳)۔

نکاح مسیار کے متعلق قوانین:

نکاح مسیار کے متعلق ملک کویت کے قوانین جو قانون الاحوال الشخصیہ الکویتی (ص ،۲۰) اور المسائل الفقہیہ المستجدۃ فی النکاح ،۲۴۵ پر مذکور ہیں۔

الف: جب نکاح شرعی شرائط کے خلاف ورزی کرتے ہوئے کیا جائے تو نکاح باطل ہوگا۔

ب: شرعی شرائط کی رعایت کے ساتھ کیا جائے، لیکن اس کے ساتھ کوئی شرط زائد جو مقتضی نکاح کے خلاف ہو متعین کی جائے تو نکاح معتبر سمجھا جائے گا، اور شرط باطل ہوگی۔

د: بوقت نکاح کوئی شرط جو مقتضی نکاح کے خلاف نہ ہو رکھی جائے تو زوجین کے لئے اس کے پاسداری لازم ہوگی، اور اس کے عدم ایفاء کی صورت میں مطالبۂ فسخ کا حق حاصل ہوگا۔

مذکورہ نکاح اور اس کی شرائط کو رجسٹر کرانا زوجین پر لازم ہوگا۔

نکاح مسیار کے تعلق سے کویتی قانون میں غور کیا جائے تو اس میں مذکور تفصیل قریب قریب وہی ہیں جو ہماری کتب فقہ میں شرط کے ساتھ کئے جانے والے نکاح کے سلسلہ میں مذکور ہیں۔

نکاح موقت کے احکام:

علامہ کاسانی نکاح موقت کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ نکاح موقت کی دوقسمیں ہیں:

(۱)نکاح مؤقت بلفظ التمتع، (۲) نکاح مؤقت بلفظ التزویج والنکاح۔

(۱) نکاح مؤقت بلفظ التمتع مثلاً نکاح کےوقت مدت متعین کرکے متعہ کے الفاظ سے نکاح کیا جائے، یہ متعہ ہے اور بہ اتفاق امت ناجائز اور حرام ہے۔

(۲) نکاح مؤقت بلفظ التزویج والنکاح؛ دو گواہوں کی موجودگی کسی عورت سے دس دن یا ایک مہینہ یا ایک سال وغیرہ تک کے لئے شادی کرے۔

نکاح مؤقت اور نکاح متعہ میں فرق یہ ہے کہ لفظ تزویج کا ذکر ہوتا ہے، متعہ میں لفظ تمتع کا ذکر ہوتا ہے، اسی طرح نکاح مؤقت میں شہادت ہوتی ہے اور نکاح متعہ میں شہادت نہیں ہوتی ہے۔

نکاح مؤقت میں مدت کا ذکر دو طرح سے ہوتا ہے (۱) ایسی مدت بیان کی جائے جس تک دونوں کا پہنچنا ممکن نہ ہو، جیسا کہ دو سو سال یا اس سے طویل مدت کو ذکر

کیا جائے۔

حنفیہ، حنابلہ، مالکیہ میں سے ابو الحسن اور شافعیہ میں سے بلقینی اور بعض متاخرین کا مذہب ہے کہ اگر نکاح کو ایسی مدت سے مؤجل کردے جس تک دونوں نہیں پہنچینگے تو نکاح صحیح ہوجائے گا، گویا کہ اس نے ہمیشہ کے لئے نکاح کا ذکر کیا ہے، کہ نکاح مطلق اس سے نہیں بڑھے گا اور اطلاق کی صراحت مضر نہیں ہوتی، چنانچہ ''فتاوی ہندیہ '' میں ہے کہ اگر دونوں ایسی مدت متعین کریں جس کے بارے میں یقینی طور سے معلوم ہے کہ دونوں اس وقت تک زندہ نہیں رہینگے، جیسا کہ ہزار سال یا قیامت ہونے تک یا دجال کے خروج تک یا حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول تک تو نکاح منعقد ہوجائے گا اور شرط باطل ہوگی۔

اور مالکیہ کا راجح اور بلقینی کے علاوہ شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسی مدت سے نکاح مؤقت کرنا جس تک دونوں نہیں پہنچینگے، تو یہ نکاح باطل ہوگا، اسی طرح نکاح مؤقت میں ایسی مدت مقرر کریں جس تک دونوں پہنچ سکتے ہیں مثلاً دس دن، ایک سال وغیرہ، تو یہ نکاح مؤقت بھی باطل ہے۔

''النكاح المؤقت وهو نكاح المتعة وأنه نوعان:

أحدهما: أن يكون بلفظ التمتع، والثانى: أن يكون بلفظ النكاح والتزويج وما يقوم مقامهما.

أما الأول: فهو أن يقول: أعطيك كذا على أن أتمتع منك يوماً أو شهراً أو سنة ونحو ذلك، وأنه باطل عند عامة العلماء.

وأما الثانى: فهو أن يقول: أتزوجك عشرة أيام ونحو ذلك وأنه فاسد عند أصحابنا الثلاثة.

وقال زفر: (النكاح جائز، وهو مؤبد والشرط باطل).

(ولنا) أنه لو جاز هذا العقد لكان لا يخلو، إما أن يجوز مؤقتا بالمدة المذكورة، وإما أن يجوز مؤبداً لا سبيل إلى الأول؛ لأن هذا معنى المتعة إلا أنه عبر عنها بلفظ النكاح والتزوج، والمعتبر فى العقود معانيها لا الألفاظ كالكفالة بشرط براءة الأصيل إنها حوالة معنى لوجود الحوالة، وإن لم يوجد لفظها والمتعة منسوخة ولا وجه للثانى؛ لأن فيه استحقاق البضع عليها من غير رضاها، وهذا لا يجوز'' (بدائع الصنائع۳،۴۷۹)۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک نکاح متعہ اور نکاح مؤقت دونوں باطل ہیں، صرف امام زفرؒ نکاح موقت کے جواز کے قائل ہیں، بایں معنی کہ نکاح مؤقت میں توقیت باطل ہوکر نکاح دائمی سمجھا جائے گا۔

صاحب ہدایہ وغیرہ نے اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کا قول راجح قرار دیا ہ، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

''وقال زفرؒ: هو صحيح لازم، لأن النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة، ولنا أنه أتى بمعنى المتعة والعبرة فى العقود للمعانى، ولا فرق بين ما إذا طالت مدة التأقيت أو قصرت؛ لأن التأقيت

ہو المعین لجہۃ المتعۃ وقد وجد" (ہدایہ مع فتح القدیر۳،۲۴۹)۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ نکاح مؤقت صحیح اور لازم ہے، اس لئے کہ شروط فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا ہے، (ائمہ ثلاثہ کی جانب سے دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں) ہماری دلیل یہ ہے کہ نکاح مؤقت میں متعہ کے معنی پائے جاتے ہیں، کیونکہ نکاح موقت کا مقصد بھی کچھ روز فائدہ اٹھانا ہوتا ہے اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا، (جیسے کفالۃ بشرط براۃ اصیل حوالہ ہے اور حوالہ بشرط عدم برأت اصیل کفالہ ہے)، پس معلوم ہوا کہ عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے اور نکاح موقت میں متعہ کے معنی پائے جاتے ہیں، لہذا وہ بھی نکاح متعہ کی طرح باطل ہوگا، چاہے مدت کم ہو یا دراز، کیوں کہ وقت متعین کرنا ہی جہت متعہ کو متعین کرنا ہے اور وہ پایا گیا۔

علامہ زیلعیؒ بھی ائمہ ثلاثہ کے قول کو راجح قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''والعبرۃ للمعانی دون الألفاظ، ألا تری أن من قال لغیرہ جعلتک وکیلا بعد موتی یکون وصیۃ، ولو قال:جعلتک وصیا فی حیاتی یکون وکیلا، وکذا لو أعطی المال مضاربۃ بشرط أن یکون کل الربح للمضارب یکون قرضاً ولو شرطہ لرب المال یکون بضاعۃ، وإذا اعتبر المعنی صار متعۃ" (تبیین الحقائق۲،۱۱۵)۔

اسی طرح ''فتاوی عالمگیری '' میں ہے:

''نکاح المتعۃ باطل لا یفید الحل ولا یقع علیہا طلاق ولا إیلاء ولا ظہار ولا یرث أحدہما من صاحبہ، والنکاح المؤقت باطل، کذا فی الہدایہ'' (عالمگیری۱،۲۸۳، کوئٹہ)۔

لیکن علامہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں امام زفرؒ کے قول کو راجح قرار دیا ہے اور آپ کی متابعت میں علامہ شامیؒ نے بھی امام زفرؒ ہی کے قول کو راجح قرار دیا ہے:

''مقتضی النظر أن یترجح قولہ، لأن غایۃ الأمر أن یکون الموقت متعۃ وہو منسوخ، لکن نقول: المنسوخ معنی المتعۃ علی الوجہ الذی کانت الشرعیۃ علیہ وہو ما ینتہی العقدفیہ بانتہاء المدۃ ویتلاشی، وأنا لا أقول بہ کذلک، وإنما أقول ینعقد مؤبدا، ویلغو شرط التوقیت، فحقیقۃ إلغاء شرط التوقیت ہو أثر النسخ'' (فتح القدیر۳،۲۴۹)۔

علامہ ابن الہمام کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح موقت میں نکاح متعہ کے معنی ہے جو کہ منسوخ ہے، لیکن متعہ منسوخ ہے جو ایک خاص مدت کے لئے کیاگیا ہو اور امام زفر توقیت کو باطل قرار دیتے ہوئے اس نکاح کے مؤبد ہونے کے قائل ہیں اور نص بھی اس کی توقیت کو باطل کرنے اور تابید کا حکم دینے کے لئے وارد ہوئی ہے، لہذا معلوم ہوا کہ امام زفر اس نکاح کے قائل ہیں جس کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے نہ کہ متعہ منسوخ کے۔

''ذکر فی الفتح أدلۃ تحریم المتعۃ وأنہ کان فی حجۃ الوداع وکان تحریم تأبید لا خلاف فیہ بین الأئمۃ، وعلماء الأمصار إلا طائفۃ من الشیعۃ ونسبۃ الجواز إلی مالک، کما وقع فی

الہدایۃ غلط، ثم رجح قول زفر بصحۃ المؤقت علی معنی أنہ ینعقد مؤبداً ویلغو التوقیت؛ لأن غایۃ الأمر أن المؤقت متعۃ وہو منسوخ، لکن المنسوخ معناہا الذی کانت الشریعۃ علیہ، وہو ما ینتہی العقد فیہ بانتہاء المدۃ، فإلغاء شرط التوقیت أثر النسخ" (شامی۴،۱۴۹)۔

بیرون تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کا متعین مدت کے لئے نکاح کرنا:

سوال نمبر ۷ میں مذکور نکاح کی صورت نکاح مؤقت کی ایک صور ت ہے، اس وجہ سے کہ مغربی ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والے لڑکے اور لڑکی دونوں کے ذہن میں ابتداء سے ہی یہ بات ہوتی ہے کہ یہاں ایک مخصوص مدت تک رہنا ہے، دائمی قیام کی نیت نہیں ہوتی ہے، او رنکاح کرتے وقت زوجین کی نیت یہی ہوتی ہے کہ یہ رشتہ تعلیم حاصل کرنے تک قائم رکھا جائے گا، حصول تعلیم کے اختتام پر اس رشتہ کو طلاق کے ذریعہ ختم کیاجائے گا، یہ نکاح مؤقت ہی کی ایک شکل ہے، جیسا کہ ماقبل میں بدائع کی عبارت سے واضح ہے کہ عقود میں الفاظ کا اعتبار نہیں کیا جاتا، بلکہ مقاصد کا اعتبار کیا جاتا ہے، بوقت نکاح زوجین کا مقصد محدود مدت تک نکاح باقی رکھنا ہوتا ہے، لہذا یہ نکاح مؤقت ہی ہوگا جو ناجائز ہے۔

بعض حضرات نے نکاح بہ نیت الطلاق پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے، لیکن کتب فقہ میں نکاح بنیۃ الطلاق کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

''ولیس منہ ما لو نکحہا علی أن یطلقہا بعد شہر أو نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ۔

قال ابن عابدین: لأن التوقیت إنما یکون باللفظ بحر'' (شامی ۴،۱۴۹)۔

''لو تزوجہا علی أن یطلقہا بعد شہر فإنہ جائز؛ لأن اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبداً'' (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ۱،۳۳۱)۔

نکاح بہ نیت الطلاق کی مذکورہ صورتوں میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف زوج کی متعین مدت کے بعد طلاق دینے کی نیت ہوتی ہے، جس میں یہ امکان ہے کہ کسی سبب سے طلاق نہ دے، جب کہ مسئولہ صورت میں زوجین کی طلاق دینے ہی کی نیت ہوتی ہے، البتہ دونوں نکاح کے وقت اس کو ذکر نہیں کرتے ہیں، جو نکاح مؤقت کے عین موافق ہے، نیز ظاہری حال سے بھی یہ بات طے ہے کہ حصول تعلیم کی مدت کے اختتام پر اپنے ملک جاتے وقت دونوں اس نکاح کو ختم ہی کرینگے، اس لئے اس نکاح کو نکاح بنیۃ الطلاق پر قیاس کرتے ہوئے جائز قرار دینا محل نظر ہے، اس کے ساتھ مقاصد شریعت ومزاج شریعت یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ دائمی ہو نہ کہ وقتی مسئولہ صورت میں نکاح کا معاملہ وقتی ہونا پہلے ہی سے متعین ہوتا ہے، نیز اس نکاح کا جواز معاشرتی خرابی، زنا، غیر کفو میں نکاح ہونا، عیسائی یا غیر مسلم عورتوں کا مسلم لڑکوں سے نکاح کرکے ان کے دین وایمان کی بربادی کا سبب ہوسکتا ہے۔

ان ہی اسباب کی بنیاد پر علامہ وہبہ زحیلیؒ نے مذکورہ نکاح کو نکاح مؤقت قرار

دیتے ہوئے عدم جواز کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہذا: یلاحظ أن بعض الطلاب الذین یدرسون فی الخارج، أو التجار الذین یذہبون إلی بلاد الغرب، یقدمون علی الزواج بنیۃ الطلاق، ما داموا فی الغربۃ، ثم بمجرد انقضاء المصلحۃ والعودۃ إلی أوطانہم، یطلقون المرأۃ، فتصاب بالإحباط، وتعتریہا صدمۃ نفسیۃ مؤلمۃ، مما یؤدی لتشویہ سمعۃ الإسلام والمسلمین، فہو زواج مؤقت فی الواقع، مما یجعلنی أمیل إلی الرأی الثانی سداً للذرائع، ہذا إذا لم یکن ہناک أولاد، فإن وجدوا تمسکت المرأۃ بہم، ثم ضاعوا أو تنصروا، ویکون الوالد سبباً فی ذلک، کما أنہ یخسر مالہ عادۃ، وقد تتزوج المرأۃ بآخر فی أثناء العدۃ من الزوج المسلم، فیحدث اختلاط الأنساب، قال فی الإنصاف: لو نوی بقلبہ (أی نکاح المتعۃ) فہو کما لو شرطہ'' (عقود الزواج المستحدثۃ وحکمہا فی الشریعۃ،١٣)۔

جہاں تک تعلق ہے بیرون ممالک میں تعلیم حاصل کرنےجانے والے طلبہ کی عفت وعصمت کی حفاظت، پاکدامنی اور زنا سے بچنے کا تو اس کے لئے مذکورہ نکاح کے علاوہ متعدد شکلیں نکل سکتی ہیں، جیسا کہ اپنے ملک سے نکاح کراکر بھیجا جائے، یا وہاں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکی سے اولیاء نکاح شرعی (دائمی) کرادے، نیز حدیث شریف میں شہوت کی آگ کم کرنے کے لئے روزہ کی تدبیر بتائی گئی ہے ، اور خیال یہ ہے کہ نکاح بنیۃ الطلاق نکاح موقت ہی کی ایک مہذب شکل ہے، نیز جواز کی صورت میں بیرون ملک چند دنوں تفریح کے لئے جانے والے لوگ بھی فاحشہ اور طوائف کے ساتھ طلاق کی نیت سے چند دن کا نکاح کرلینگے، گویا کہ اس کا جواز زنا سے روک کے بجائے زنا کی راہ کھولنا ہے، اور نظام نکاح کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔

نکاح مسیار سے متعلق مسائل

مولانا ریحان مبشر مئوی•

تمہیدی امور:

نکاح کا یہ طریقہ زیادہ پرانا نہیں ہے ، آج سے تقریبا چھبیس سال قبل سعود ی عرب کے قصبہ قصیم میں نکاح کی یہ صورت سامنے آئی، جہانفہد غنیم نامی شخص نے شیخ عثیمین علیہ الرحمہ کے فتوی کی روشنی میں اس نکاح کو انجام دیا تھا، ابتداء حضرت شیخ نے اسے جائز قرار دیا تھا، بعد میں مقاصد شریعت کے عدم حصول کے باعث حضرت علیہ الرحمہ نے توقف کر لیا تھا۔ اس وقت متحدہ عرب امارات ، لبنان ، مصر، سوڈان اور شام میں اس کا چلن ہورہاہے ؛ بلکہ سعودی عرب میں نکاح مسیار کے شائقین کے لیے باقاعدہ ویب سائٹ تیار کی گئی ہے ، جس میں متمنی حضرات کو باقاعدہ حسب منشاء جوڑے فر اہم کیے جاتے ہیں۔www.zawajmsyar.com پر اس کی تمام تفصیلات موجود ہیں ۔

مسیار عربی زبان کا مبالغہ کا صیغہ ہے، سار یسیر سیراً سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے زمین میں چلنا، جو شخص بہت زیادہ چلنے والا ہو اسے عربی میں ''رجل مسیار'' کہا جاتاہے ۔

قدیم فقہاء کے یہاں اس کا تذکرہ:

فقہائے متقدمین کے دور میں نکاح کا یہ طریقہ رائج نہیں تھا، اس لیے دبستان فقہ میں اس عنوان کے تحت تفصیل نہیں ملتی ، نہ اس کی تعریف نہ ا س کے متعلق جزئی مسائل ،البتہ انھوں نے جہاں معہود نکاح شرعی کے مقاصد ،اس کی اہمیت وضرورت اور اس کے اصول وفروع کو بیان کیاہے ، وہیں اس نکاح مسیار سے ملتی جلتی بعض صورتوں کا تذکر ہ کیا ہے، جو من کل الوجوہ نہ سہی، مگر کسی نہ کسی درجہ میں اس سے میل کھاتی ہیں۔

جیسے : فقہاء نے لکھا ہے کہ کوئی شخص حالات بگڑنے کے اندیشے سے اپنی پہلی بیوی کو بتائے بغیر چپکے سے دوسری شادی کر لے۔ یا کوئی ایسی عورت سے شادی کرے جو دن میں گھر سے باہر نکل کر کام کرے ، صرف رات میں شوہر کے ساتھ رہے، یا اس کے برعکس رات میں کام کرے دن میں شوہر کے ساتھ گھر میں رہے، جسے نکاح لیلی ونہاری سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

• استاذ دار العلوم مئو۔

نکاح مسیار مینکتمان اور اخفاء لازمی نہیں ہیں؛بلکہ اس طرز پر نکاح کرنے والاعام طور سے اپنے علاقے کے سرکاری اداروں میں شادی کا اندراج کراتاہے، مگر بعض مرتبہ چپکے سے نکاح کرکے اسے مخفی رکھا جاتاہے، اگر نکاح کا اعلان نہ ہواور اسے مخفی رکھا جائے تو ایسے نکاح کی بابت قدیم فقہاء میں اختلاف رہا ہے، اور نکاح کی اس صورت کو متقدمین فقہاء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے،چناں چہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس طرح نکاح کرنا مکروہ ہے ، مگر نکاح منعقد ہوجاتاہے۔

امام مالک اور اما م احمد کی ایک روایت کے مطابق یہ نکاح باطل ہے۔

''وقد يكون زواج المسيار سراً، فما حكمه إذا كان كذلك، أقول: اختلف العلماء فى هذه المسئلة على قولين: القول الأول: ذهب جمهور العلماء من الحنفية والشافعية والحنابلة في قول لهم إلى جواز نكاح السر مع الكراهة ... القول الثانى: ذهب المالكية، وأحمد في رواية عنه إلى بطلانه''(عقود الزواج المستحدثة: ۲۳)۔

نکاح مسیار میں بالعموم عورت اپنی باری اور نفقہ کے حق سے دستبردار ہوتی ہے، ابن قدامہ مقدسی نے اس نو ع کے چند مسائل نقل کیے ہیں ، وہ لکھتے ہیں :

''مايبطل الشرط ويصح العقد ، مثل: أن يشترط أن لامهر لها، أو أن لاينفق عليها، أو إن أصدقها رجع عليها ... أو يقسم لها أقل من قسم صاحبتها أو أكثر، أو لايكون عندها في الجمعة إلا ليلة، أو شرط لها النهار دون الليل، أو شرط على المرأة أن تنفق عليه أو تعطيه شيئاً، فهذه الشروط كلها باطلة في نفسها'' (المغنى۷،۹۴)۔

نکاح کی وہ صورتیں جن میں شرط باطل ہوتی ہے اور عقد نکاح صحیح ہوتا ہے، جیسے :اس شرط پر نکاح کرنا کہ عورت کے لیے کوئی مہر نہیں ہوگی، یا اس کا نفقہ نہیں ہوگا، یا مہر کی ادائیگی ہوگی تو مرد اس کو واپس لے لے گا، یا باری متعین کرنے میں یہ طے ہو کہ اس کی باری دوسری بیویوں کے مقابلے میں کم ہوگی یا زیادہ ہوگی، یا ہفتہ میں صرف ایک رات اس کے پاس رہے گا، یا صرف دن کی یا صرف رات کی شرط لگائی جائے، یا عورت کو پابند کیا جائے کہ وہ اپنے شوہر کا نفقہ برداشت کرے گی، یا اس کو کچھ مال دے گی ، اس طرح کی تمام شرطیں باطل ہونگی ۔

مذکورہ بالا نقول سے معلوم ہوتاہے کہ نکاح مسیار سے ملتی جلتی بعض صورتیں متقدمین فقہاء کی کتابوں میں موجودہیں۔

نکاح مسیار کی صورتیں اور اس کے اسباب،معاصر اہل علم کی آراء:

معاصر عرب علماء کی تحریروں سے اندازہ ہوتاہے کہ اس کی درج ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ کبھی اولیاء او راہل خانہ سے پوشیدہ رکھ کر نکاح کیا جاتاہے، جیسے کوئی مرد دو شادی کرنا چاہتاہے، مگر اہل خانہ یا پہلی بیوی اس کے لیے رضامند نہیں ہوتی تو یہ نئے جوڑے اپنی سہولت کو دیکھتے ہوئے اپنی شرائط پر نکاح کر تے ہیں، جن میں

دوسری بیوی بسا اوقات اپنے بنیادی حقوق سے دستبردار ہوتی ہےیہ صورت بھی بہت وقوع پذیر ہے، عالم عرب کے جریدے یا لوگوں کے سروے دیکھنے سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتاہے۔

۲۔ مختلف اسباب کے تحت وجود میں آنے والے نکاح مسیار کی درج ذیل شکلیں اور بھی ہیں:

الف: عورت اپنے نان ونفقہ سے دستبردار ہوجائے۔

ب: اپنے حق مبیت سے بالکلیہ دستبردار ہوجائے۔

ج: حق مبیت میں کچھ تخفیف کر دے۔ مثلا : صرف پندرہ یا دس دن پر ایک مرتبہ مبیت کی شرط لگائی جائے ۔

اسباب :

نکاح مسیار کے اسباب کیا کیا ہیں؟ بعض علماء نے مردوعورت دونوں کے مشترکہ اسباب کو بیان کیا ہے ، اور بعض نے دونوں کی ضروریات کے مد نظر علیحدہ علیحد ہ اسباب بیان کیے ہیں ،جن کی تفصیل درج ذیل ہے :

۱۔ جولڑکیاں بلوغ کے بعد لمبی عمر گزار چکی ہیں، اور ان کے لیے مناسب رشتے آنا بند ہوگئے ہوں، ان کے لیے زندگی کے بقیہ ایام گزارنا بڑی مشکل چیز ہوتی ہے، یہ نکاح ان کی پریشانیوں کا مناسب حل ہے۔

۲۔ بعض عورتیں مطلقہ ہوتی ہینیا ان کے شوہر وفات پا چکے ہوتے ہیناور ان کی پہلے شوہروں سے اولاد ہوتی ہے، وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں ،اور جنسی بشری تقاضے کے باعث انھیں نکاح کی بھی ضرورت ہوتی ہے ، تو اس آرزو کی تکمیل کے لیے وہ نکاح مسیار کا سہار ا لیتی ہیں ۔

۳۔ بعض دفعہ ایسا ہوتاہے کہ لڑکی ہی اپنے ضعیف والدین کا سہارا ہوتی ہے، جن کی دیکھ ریکھ کرنے والا اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوتا، تو وہ نکاح مسیار سے رشتہ نکاح میں بندھ کر اپنے والدین کی خدمت کرتی ہیں ۔

۴۔ بعض دفعہ دوسرے ملکوں میں تجارتی سفر کرنے والے تاجر حضرات، یابیرونی ممالک میں زیر تعلیم طلبہ کو ان ملکوں میں لمبی مدت تک رہنا پڑتاہے، ایسے لوگ بھی نکاح مسیار کا سہار ا لیتے ہیں۔

۵۔ بسا اوقات ایک مرد اپنی طبعی ضرورت کے پیش نظر متعدد شادی کے لیے مجبور ہوجاتاہے، مگر اس کے پاس دوسری بیوی کے لیے نان ونفقہ کا انتظام وانصرام مشکل ہوتا ہے ،تو وہ معاشرے کی مطلقہ یا عمر دراز عورتوں سے نکاح مسیارکے ذریعہ اپنی ضرورت پوری کر لیتاہے۔

۶۔ بعض دفعہ مرد کو ایک سے زائد شادی کی ضرورت ہوتی ہے، مگر موجودہ

بیوی یا ا س کے اہل خانہ دوسری بیوی کے حق میں نہیں ہوتے ہیں تو ایسا شخص چپکے سے نکاح مسیار کر تاہے۔

۷۔ بسااوقات کوئی عورت مفلوج یا بیمار ہوتی ہے، اور ایسی صورت میں وہ حقوق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہے، مگر ساتھ ہی اس کی تمنا بھی ہوتی ہے کہ اس کو ماں کہنے والا کوئی ہو، تو وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے نکاح مسیار کر لیتی ہے۔

۸۔ عرب ممالک میں مہر کی مقدار میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے، جس کی وجہ سے نوجوانوں کا غریب طبقہ شادی کی سخت ضرورت کے باوجود مال نہ ہونے کی وجہ سے نکاح نہیں کر پاتا،مگر مالدار عورتوں کے پاس مال کی فراوانی ہوتی ہے، تو وہ حقوق نکاح سے دستبردار ہو کر ایسے نوجوانوں کو بطور شوہر کے قبول کر لیتی ہیں (عقود الزواج المستحدثۃ: ۱۹)۔

معاصرعلمائے عرب کی آراء :

نکاح کی اس صورت سے چوں کہ عالم عرب کوزیادہ سامنا ہے؛ اس لیے مقامی اہل علم نے اس عنوان کو اپنی بحث وتحقیق کا موضوع بنایا ہے، مضامین تحریر کیے ، کتابیں تصنیف کیں ، جامعات کے اسکالرز نے اس کو اپنے دراسہ کے لیے منتخب کیا ،اس سلسلے میں (ہماری معلومات کے مطابق)درج ذیل مقالے یا مضامین تحریر کیے گئے ، جس سے علمائے عرب کی آراء اور اس نکاح کی بابت ان کا نظریہ معلوم ہوتاہے ۔

اول :...دکتور اسامہ عمر سلیمان اشقر نے ۲۰۰۰ء میں ''مستجدات فقہیۃ في قضایا الزواج والطلاق'' میں'' مستجدات في الأحوال الشخصیۃ'' عنوان کے تحت اس نکاح کا مختصر ذکر کیا ہے ، مانعین اور مجوزین کے دلائل نقل کرنے کے بعد موصوف اس نیتجے پر پہنچے کہ اس میں نکاح کے شرعی مقاصد کی پامالی ہے، نیز یہ نکاح قدیم اسلامی نکاح کی مروجہ صورت کے خلاف ہے،لہذا متعدد مفاسد کے پیش نظر اس کو اختیار کرنے سے منع کر دیا ہے۔

ان کا یہ مقالہ دارالنفائس ،اردن سے پہلی مرتبہ ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا ہے ۔

دوم: دکتور عبد الرحمن بن صالح الغفیلی نے اپنے ۱۹۹ء کے دراسہ میں''حکم زواج المسیار''کے ذیل میں طرفین کے دلائل نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس نکاح کو اگر چہ ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا، پھر بھی اس سے بچنا واجب ہے، اور مثبت منفی دونوں پہلوؤں پر گفتگو کے بعد لکھا ہے کہ ا س کے مضرات اور منفی پہلو کہیں زیادہ ہیں ۔

سوم :محمد فواد شاکر نے ۱۹۹۷ء میں نکاح کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی، اس میںنکاح کی متعدد صورتوں کے ساتھ نکاح مسیار پر کلام کرتے ہوئے اس عقد نکاح کو اصل کے اعتبار سے صحیح قرار دیا ہے ، ساتھ ہی یہ لکھا کہ مقاصد نکاح کے خلاف ہے، لیکن مذکورہ نکاح کے متعلق کوئی حتمی حکم بیان نہیں کیا ۔

چہارم: علامہ یوسف قرضاوی حفظہ اللہ کی کتاب ‘‘زواج المسیار:حقیقتہ وحکمہ’’(سن اشاعت ۱۹۹۹ء) بھی اس فہرست کی قابل قدر تصنیف ہے،اس میں علامہ نے اباحت کے پہلو کو ترجیح دیتے ہوئے ناجائز کہنے والوں کے دلائل کا پر زور انداز میں رد کیا ہے، اس کی خصوصیات بھی خوب بیان کی ہیں، اورموجودہ زمانہ میں جو لڑکیا ں بلوغ کے بعد عرصہ تک بلاشادی کے گھر میں بیٹھی رہ جاتی ہیں ، ان کے لیے اس نکاح کو بہترین حل کے طور پر پیش کیا ہے۔

پنجم: فضیلۃ الشیخ سعد العنزی کی کتاب (سن اشاعت ۱۹۹۸ء)‘‘ أحكام الزواج في الشريعة الإسلامية’’ بھی اس سلسلے کی اہم کڑی ہے، چند صفحات میں اس نکاح کا تذکرہ کیا ہے، موصوف کا نظریہ جواز کا ہے، اور اس نکاح میں عورتوں کے اپنے بعض حقوق سے دستبردار ی کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ششم : جامعہ کویت میں ۱۹۹۷ء میں ‘‘زواج المسیار من المنظور الفقہي’’ کے عنوان پر کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس میں دکتور عجیل نشمی، دکتور سعد العنزی،اور دکتور محمد عبد الغفار شریف موجود تھے، سعد العنزی کی رائے کے علاوہ بقیہ کی آراء ممانعت کی تھیں۔

ہفتم : سعودی عرب سے شائع ہونے والے ‘‘مجلۃ الأسرة ’’ نے ۱۹۹۷ء میں اس نکاح کے متعلق ایک سروے کیا ،جس میں تین سو ترسٹھ (۳۶۳)عورتوں سے اس نکاح کے بارے میں سوال کیا گیا، اکیاسی فیصد عورتوں نے مسیار پر تعدد ازواج کو ترجیح دی، آٹھ فیصد نے مسیار کو فوقیت دی، اور ایک بڑی تعداد نے اس نکاح کو خواتین کی توہین ، بچوں پر تعدی وظلم کے مرادف قرار دیا ۔

نکاح کو خفیہ رکھا تو اولیا ء کو حق اعتراض ہوگا یا نہیں ؟

سوال:نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہیں، بعض دفعہ اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں ، ان صورتوں میں ان کے اولیاء اپنے لیے ہتک محسوس کرسکتے ہیں ، اس پس منظر میں کیا نکاح مسیار میں ولی کو حق اعتراض ہوگا؟

جواب:سوال کے دو جزء ہیں :اول: خواتین کا اپنے حقوق سے دستبردار ہونا ،دوم: ان کا اپنے نکاح کو خفیہ رکھنا۔ان دونوں صور ت میں حق اعتراض ہوگا یا نہیں؟

جہاں تک حقوق سے دستبرداری کا تعلق ہے تو حقوق دو طرح کے ہیں: ایک وہ حقوق ہیں جن کا محور عورت کی ذات ہے، اور اس کے نفع ونقصانات اسی کی طرف لوٹتے ہیں، اہل خانہ کا اس سے کوئی واسطہ وتعلق نہیں ہوتا۔ جیسے : زوجین کے باہمی ازدواجی امور،یہ حق عورت کی ذات سے وابستہ ہے، اس میں اہل خانہ کا عمل دخل نہیں ہے، چنانچہ زوجین کے ان امور میں اگر خلل واقع ہو، مثلا: مرد عنین ہو،یا لائق جماع نہ ہوتو عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتاہے، اولیاء کو نہیں ، چنانچہ اگر عورت اسی

نامرد شوہر کے ساتھ پاکیزہ زندگی گزارنا چاہے تو اولیاء کو زبردستی نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں ہوتا۔

''أما شرائط الخيار:... منها أن لاتكون عالمة بالعيب وقت النكاح حتى لوتزوجت وهي تعلم أنه عنين فلاخيار لها؛ لأنها إذا كانت عالمة بالعيب لدى التزويج، فقد رضيت بالعيب، كالمشتري إذا كان عالماً بالعيب عند البيع، والرضا بالعيب يمنع الرد''(بدائع ٢/٣٢٥)۔

ایسے حقوق سے دستبرداری درست ہوگی، اور اس سے اولیاء کو حق اعتراض نہیں ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ اپنے مرض الوفات مینحضرت عائشہ کے پاس رہنے کے خواہشمند تھے، اس موقعہ پر نبی اکر م صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو کا لحاظ کرتے ہوئے تمام امہات المومنین اپنی باری سے دست بردار ہوگئیں ،چنانچہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔

''عن عائشة رضي الله عنها، أن رسول الله صلّى الله عليه وسلم كان يسأل في مرضه الذى مات فيه:''أين أنا غداً؟ أين أنا غداً؟ '' يريد يوم عائشة، فأذن له أزواجه يكون حيث شاء، فكان في بيت عائشة حتى مات عندها، قالت عائشة: فمات في اليوم الذي كان يدور علي فيه في بيتي، فقبضه الله، وإن رأسه لبين نحري وسحري، وخالط ريقه ريقي'' (بخاری: ٥٢١٧)۔

اسی طرح حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو جب آپ نے نکاح سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی ۔

''عن عائشة رضي الله عنها:{وإن امرأة خافت من بعلها نشوزاً أو إعراضاً } قالت: هو الرجل الذي يرى من امرأته مالايعجبه كبراً أو غيره، فيريد فراقها، فتقول: أمسكنى واقسم لى ما شئت، قالت: فلا بأس إذا تراضيا'' (بخاری: ٢٦٩٤)۔

یہ واقعہ کس کے ساتھ پیش آیا تھا، اختلاف ہے ، مگر صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

''فإنه كان عند رسول الله صلّى الله عليه وسلّم تسع نسوة كان يقسم منهن لثمان، ولا يقسم لواحدة۔ قال عطاء:التى كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لايقسم لها، بلغنا أنها صفية، وكانت آخرهن موتاً ماتت بالمدينة۔وقال رزين: قال غير عطاء: هي سودة، وهو أصح، وهبت يومها لعائشة حين أراد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم طلاقها، فقالت له:أمسكني قد وهبت يومى لعائشة؛ لعلي أكون من نسائك في الجنة'' (مشکاۃ:٣٢٣٧،کتاب النکاح، باب القسم)۔

بیوی کا اپنی باری سے دست برداری کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتوی بخاری شریف میں موجود ہے کہ زوجین کی رضامندی سے یہ عمل درست ہے۔جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

''درمختار''میں ہے :

''ولو تركت قسمها لضرتها صح، ولها الرجوع في ذلک في المستقبل'' (درمختار مع

الشامی۴/۳۸۵،کتاب النکاح، باب القسم، ط:زکریا دیوبند)۔

دوسرے وہ حقوق ہیں جو عورت کی ذات سے متعلق ہوتے ہیں، مگر ان میں اولیاء اور اہل خانہ کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے، یہ حقوق من کل الوجوہ عورت کی طرف نہیں لوٹتے ، جیسے :مہر، یہ عورت کا خالص حق ہے ، وہی اس کی مالک ہے، لیکن اگر کوئی عورت مہر مثل سے کم پر اپنا نکاح کرلیتی ہے، اور اولیاء کو یہ بات گوارہ نہ ہو ، عور ت کے اس قدم پر انھیں عار محسوس ہو تو انھیں حق اعتراض حاصل ہوتاہے۔یہاں مہر اگرچہ عورت کا خالص حق ہے مگر اولیاء کی بھی رعایت کی گئی ہے۔ہدایہ میں ہے :

''وإذا تزوجت المرأة ونقصت عن مہر مثلہا، فللأولیاء الاعتراض علیہا عند أبي حنیفۃ حتی یتم لہا مہر مثلہا، أو یفارقہا'' (فتح القدیر۳/۲۹۲، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، ط:زکریا دیوبند)۔

اسی طرح بالغہ عورت اپنی ذات میں تصرف کا حق رکھتی ہے ، از خود نکاح کرنے کی مجاز ہے، لیکن غیر کفو میں شادی کرنے سے اولیاء کو اعتراض کا حق دیا گیا ہے۔ ''ہدایہ '' میں ہے :

''وإذا زوجت المرأة نفسہا من غیر کفء فللأولیاء أن یفرقوا بینہما، دفعا لضررالعار عن أنفسہم'' (فتح القدیر۳/۲۸۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، ط:زکریا دیوبند)۔

دونوں مسئلوں میں اولیاء کو حق اعتراض دفع عار کی وجہ سے دیا گیا ہے،اس سے معلوم ہوتاہے کہ یہ حکم معلول بعلت ہے، لہذاکوئی عورت اگر اپنے نفقہ سے من کل الوجوہ دست بردار ہوجائے ،اورآخر الذکر حقوق میں اولیاء کو عار محسوس ہو تو انھیں فسخ کا اختیار ملنا چاہیے۔

نکاح مسیار کی بعض وہ صورتیں جہاں عورتیں اپنے بیمار وضعیف والدین کی تیمارداری اور خدمت کی ضرورت کی وجہ سے اپنے گھروں میں مقیم رہ کر نفقہ سے دست بردار ہوں تو اس خصوصی صورت میں ظاہر حال یہ ہے کہ والدین کو عار محسوس نہ ہوگا، اس لیے ایسی صورتیں حق اعتراض سے مستثنی ہونی چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حق اعتراض کا مسئلہ معلول بعلت ہے، جہاں اولیاء اپنے لیے عار محسوس کریں تو انھیں حق اعتراض ملنا چاہیے۔

سوال کا دوسرا جزء:

سوال کا دوسرا جزء جس میں عورتیں ولی کے بغیر از خود نکاح کرلیں اور اپنے اولیاء سے اسے مخفی رکھیں ،ایسا نکاح فقہائے کرام میں مختلف فیہ ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح نہیں،جب یہ نکاح منعقد ہی نہیں توحق اعتراض کی بحث بھی معدوم ہوجائے گی،چنانچہ مالکیہ کے نزد یک نکاح صرف اولیاء کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے، اگر کوئی نکاح ان کے بغیر ہو تووہ قابل فسخ ہے گرچہ اولا د بھی ہوگئی ہو۔

''لانكاح صحيح إلا بمباشرة ولي ... فإن وقع النكاح عندنا بغير ولي فسخ ولو ولدت الأولاد'' (الفواكہ الدواني٢/٤، ط:دارالفكر، بيروت)۔

شوافع کے یہاں بھی نکاح صرف ولی کے ذریعہ صحیح ہوتاہے، اگر عورت عقد نکاح کرتی ہے تو یہ عقد صحیح نہیں ہوتا۔

''لايصح النكاح إلا بولي فإن عقدت المرأة'' (المہذب٢/٤٢٦، ط:دارالكتب العلمية)۔

حنابلہ کے یہاں بھی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔

''فإن عقدتہ المرأة لنفسہا، أو لغيرہا بإذن وليہا، أو بغير إذنہ، لم يصح''(الكافي لابن قدامة٣/٩،ط: دارالكتب العلمية)۔

احناف کے نزدیک باکرہ بالغہ اگر اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیتی ہے تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔ ہدایہ میں ہے :

''وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائہا، وإن لم يعقد عليہا ولي، بكراً كانت أو ثيباً''(ہدایہ ٢/٢٩٣، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، ط: ثاقب ديوبند)۔

معاشرہ مینولی کی اجازت کے بغیر ہونے والے نکاح بالعموم اولیاء سے مخفی رکھے جاتے ہیں ، ایسے نکاح کے بارے میں احناف کا نظریہ یہ ہے کہ اگر غیر کفو میں نکاح ہوا ہے اور بچہ کی ولادت ابھی تک نہیں ہوئی ہے تو اولیا ء کو حق اعتراض حاصل ہوگا۔

''للولي ... الاعتراض في غير الكفء، فيفسخہ القاضي، مالم يسكت حتى تلد منہ؛ لئلا يضيع الولد'' (درمختار مع الشامی٤/١٥٦،كتاب النكاح، باب الولي، ط:زكريا ديوبند)۔

مقاصد نکاح پورے نہ ہونے کی صورت میں اس کا حکم :

علامہ سرخسی نے نکاح کے مقاصد اور اس کے سبب کو اختصار سے یوں نقل کیا ہے:

''ثم يتعلق بہذا العقد أنواع من المصالح الدينية والدنيوية، من ذلک: حفظ النسل والقيام عليہن والإنفاق، ومن ذلک: صيانة النفس عن الزنا، ومن ذلک: تكثيرعباد الله تعالى وأمة الرسول صلى الله عليہ وسلّم، وتحقيق مباہاة الرسول صلى الله عليہ وسلّم بہم كما قال: '' تناكحوا تناسلوا تكثروا؛ فإني مباہ بكم الأمم يوم القيامة ''۔

وسببہ: تعلق البقاء المقدور بہ إلى وقتہ؛ فإن الله تعالى حكم ببقاء العالم إلى قيام الساعة، وبالتناسل يكون ہذا البقاء ''(كتاب النكاح ٤/١٩٢، ط: دارالمعرفة، بيروت)۔

عقد نکاح سے بے شمار دینی اور دنیوی مصلحتیں وابستہ ہیں ، جیسے : نسل انسانی کی حفاظت اور عورتوں کی نگہداشت اور ان کا نان ونفقہ، زنا سے بچنا ، اللہ تعالی کے بندوں اور امت محمدیہ کی کثرت، قیامت کے دن (امت محمدیہ کے کثرت کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فخرو مباہات ، جیسا کہ فرمان نبوی ہے : '' نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ،تمہاری کثرت ہوگی ، تو میں قیامت کے دن تمہارے سبب فخر کرونگا ''۔

نکاح کا سبب اس بقاء کا تعلق ہے جو اپنے وقت مقررہ تک کے لیے مقدر ہے، اور

یہ بقاء تناسل سے ہی ممکن ہوگا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تدبیر منزل کی بحث میں نکاح کے دو عظیم مقصد بیان کیے ہیں ،ایک یہ کہ عورت اپنی نابالغ اولاد پر مہربان ہو، دوم یہ کہ شوہر کی عدم موجودگی میں اس کے مال ومتاع کی حفاظت کرے۔

''بیّن (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم) أن نساء قریش خیر نساء من جہۃ أنہن أحنی إنسان علی الولد في صغرہ، وأرعاہ علی الزوج في مالہ ورقیقہ ونحو ذلک، وہذان من أعظم مقاصد النکاح، وبہما انتظام تدبیر المنزل'' (حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۱۹۱، ط:دار الجیل، بیروت)۔

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ خاندان قریش کی عورتیں بہترین عورتینہیں، ان میں چند خوبیاں ہیں : ایک یہ کہ وہ نابالغ اولاد پر بہت زیادہ مہربان ہوتی ہیں ۔دوسری یہ کہ وہ شوہر کے مال کی اچھی طرح نگہداشت کرتی ہیں، نوکروں وغیرہ کا خیال رکھتی ہیں ، اور یہ دوخوبیاں نکاح کے اہم مقاصد میں سے ہیں۔

مذکورہ نکا ح میں تمام مقاصد کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے، صرف شہوت رانی مقصود ہوتی ہے؛ اس لیے اس نکاح کی قطعا حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی۔

نیز فقہ کا ایک مشہور قاعدہ ہے :

''الأصل في الأبضاع التحریم'' (الأشباہ مع حاشیۃ الحموی۱/۲۲۵، ط:دارالکتب العلمیۃ، بیروت)۔

شرمگاہوں میں اصل ان کا حرام ہونا ہے ۔

''الأصل في الأبضاع ہو الحرمۃ والإباحۃ بدلیل، فإذا تعارض دلیل الحل والحرمۃ تدافعا، فیجب العمل بالأصل'' (بدائع الصنائع ۲/۲۶۴، ط: دارالکتب العلمیۃ، بیروت)۔

شرمگاہوں میں اصل حرمت ہوتی ہے اور اباحت دلیل سے ثابت ہوتی ہے، جب حلت وحرمت میں اختلاف ہوگا تو دونوں دلیل ساقط ہوجائیں گی اور اصل (حرمت) پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

قاعدے سے ظاہر ہے کہ اصلا کسی عورت سے استمتاع حرام ہے، صحبت کا جواز دلیل سے ثابت ہوتا ہے ، اور علماء نے اس کے جواز کی جو وجوہات بیان کی ہیں ان میں مقاصد نکاح سے صرف نظر نہیں کیا، بلکہ اسے جواز کی اہم وجہ بتلایا ہے ۔ مذکورہ قاعدہ سے گو کہ نکاح مسیار کی ممانعت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ، مگر اس سے استیناس ضرور کیا جاسکتاہے ۔

علمائے ہند کی آراء، ممتاز علمائے عرب کی آراء، مسلم حکومتوں کا قانون:

علمائے ہند کی آراء:

ہندوستان میں عام طور سے نئے مسائل میں لوگوں کا رجوع کسی انفرادی شخصیت کے بجائے اجتماعی ادارے کی طرف ہوتا ہے ، جہاں متعدد علماء کی متفقہ رائے سے

مسئلہ کا حل او راس کے جواب کی راہنمائی کی جاتی ہے ، خواہ وہ کسی موقر ادارے کا دارالافتاء ہو یا کوئی فقہی اکیڈمی ؛ اسی لیے ہمارے یہاں نئے مسائل میں کسی بڑی شخصیت کی ذاتی رائے اتنی اہمیت کی حامل نہیں ہوپاتی جتنی عربوں کے وہاں قد آور علماء کی ہوتی ہے، عربی رسائل ومجلات اور تحریر وتقریر میں ان کی ذاتی آراء کو جگہ دی جاتی ہے، ان کو بیا ن کیا جاتا ہے، خود مذکورہ نکاح کا تعلق بھی علامہ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوے سے ہے،جب کہ ہمارے یہاں کی صورت حال اس سے مختلف ہے، اس لیے اداروں کا نظریہ یہاں نقل کیا جاتا ہے، دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اس لیے اس کے فتوے کو پہلے نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(اول)...ایک سوال کے جواب میں ہے : اگر شرعی طور پر کم از کم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتاہے، اور مانعِ نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو، نکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی جاتی ،مثلا : دوسال کے لیے نکاح کررہے ہیں؛ بلکہ مطلق طور پر نکاح کیا تو ایسا نکاح درست وصحیح ہے، البتہ مہر سے دستبردار ہونے کی بات درست نہیں ہے، دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم از کم دس درہم ہیں جو دینا واجب ہوگابحق شرع، ہاناگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کر دے اس سے دست بردار ہوجائے تو درست ہے، ا س طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طور پر ایک دوسرے کے شوہر وبیوی ہوگئے ، ازدواجی تعلق قائم کرنا درست ہے، سعودی عرب اور مصر کے علماء کے فتوے منسلک کر کے سوال کر نا چاہیے تھا (ویب سائٹ دارالافتاء : معاشرت ، نکاح ، سوال نمبر: ۲۳۸۵)۔

(دوم)...جامعہ بنوری ٹاؤن نے نکاح کے مقاصد پامال ہونے اور دیگر سماجی خرابیوں اور مفاسد کی وجہ سے اسے ممنوع قرارد یا ہے : ایک طویل فتوی اس کی ویب سائٹ پر موجود ہے، آخر میں لکھا ہے :ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے نکاح مسیار (زواج مسیار) کی شرعا اجازت نہیں (ویب سائٹ جامعہ علوم اسلامیہ ،بنوری ٹاؤن کراچی، بہ عنوان: نکاح مسیار کا حکم) ۔

ممتازعلمائے عرب کی آراء :

بعض علمائے عرب نے اسے مباح او رجائز قرار دیا ہے ، بعض نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔

قائلین جواز:

اول :...شیخ بن بازؒ نے نکاح کی بنیادی شرائط کے پائے جانے کی بناء پر اسے جائز قرار دیا ہے۔وہ کہتے ہیں:

‘‘لاحرج في ذلک إذا استوفى العقد الشروط المعتبرة شرعاً، وهي: وجود الولي ورضا الزوجين، وحضور شاهدين، عدلين على إجراء العقد، وسلامة الزوجين من الموانع؛ لعموم قول

النبي صلي الله عليہ وسلم:''أحق ما أوفتيم من الشروط أن تؤفوا بہ ما استحللتم بہ الفروج''۔ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''المسلمون علی شروطہم''۔فإذا اتفق الزوجان علی أن المرأة تبقی عند أہلہا، أو علی أن القسم یکون لہا نہاراً لا لیلاً، أو في أیام معینۃ، أو لیالي معینۃ، فلابأس بذلک بشرک إعلان النکاح وعدم إخفائہ" (فتاوی علماء البلد الحرام: ۴۵۰)۔

نوٹ: شیخ کے بعض تلامذہ نے یہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے آخر عمر میں اس سے توقف کر لیا تھا، مگر اسلام سوال وجواب ویب سائٹ پر ان کے فتوی کونقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہمیں شیخ کی طرف سے توقف کے سلسلے میں کوئی لائق اعتبار تحریر دستیاب نہیں ہوئی ہے۔

دوم:... سعود عرب کے مفتی عام ، شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل شیخ حفظہ اللہ نے نکاح کی دیگر بنیادی شرائط کے ساتھ ، ولیمہ اورزوجین یا ان کے اولیاء کی طرف سے اظہار نکاح کی یقینی کے ساتھ اسے جائز قراردیاہے :

''شروط النکاح ہي تعیین الزوجین ورضاہما، والولي، والشاہدان، فإذا کملت الشروط وأعلن النکاح، ولم یتواصوا علی کتمانہ لا الزوج ولا الزوجۃ ولا أولیائہم، وأولم علی عرسہ مع ہذا کلہ؛ فإن ہذا نکاح صحیح، سَمِّہ بعد ذلک ما شئت" (جریدۃ الجزیرۃ: الجمعۃ، ۱۵ ربیع الثاني ۱۴۲۲ھـ ، العدد: ۱۰۵۰۸)۔

سوم :... عبد اللہ بن عبد الرحمن الجبرین نے بھی چند شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، وہ کہتے ہیں:

'' اعلم أن ہذا الإسم مرتجل جدید ویراد بہ أن یتزوج امرأة ویترکہا في منزلہا ولایلتزم لہا القسم ولا بالمبیت ولا بالسکنی وإنما یسیر إلیہا في وقت یناسبہ ویقضی منہا وطرہ، ثم یخرج، وہو جائز إذا رضیت الزوجۃ بذلک، ولکن لابد من إعلان النکاح مع الاعتراف بہا کزوجۃ لہا حقوق الزوجات، ولأولادہ منہا حقوق الأبوۃ علیہ'' (زواج المسیار: ۱۱۳)۔

چہارم:... حسین بن محمد بن عبد اللہ آل شیخ استاذ جامعہ امام محمد بن سعود ، مملکت سعودیہ عربیہ،نے اسے خصوصی حالات میں مباح قراردیا ہے ۔

''قال بإباحتہ؛ لکنہ تحفظ علیہ تحفظاً شدیداً، ویری حصرہ في حالات خاصۃ جداً۔ وفي ذلک یقول: إن زواج المسیار بالنظر العام إلی أرکانہ وشروطہ جائز شرعاً، ولکن لما في ہذہ الشروط من نتائج سیئۃ، فہي فاسدۃ وحدہا دون العقد، وأری أن ہذا الزواج جائز شرعا مع قصرہ علی حالات فردیۃ خاصۃ، کالمعاقۃ جسدیا مثلاً، أو نحوذلک من الأمور التي یتحتم علیہا البقاء مع أہلہا۔

أما انفتاحہ بہذہ الصورۃ فإني أنظر إلیہ بالخطورۃ القصوی التي قد تعصف بالمجتمع، وکذلک قد یتساہل الناس بہ مما یسبب العزوف عن الزواج العادي، ویصیر الزواج وکأنہ متعۃ فقط، ولا ننسی أن العقد في الزواج لیس کغیرہ من العقود، فہو یتعلق بالأبضاع، ومعلوم أن الأصل في

الأبضاع التحريم، وإذا تقابل في المرأة حل وحرمة غلبت الحرمة؛ لذا يجب الاحتياط في أمر الزوج ما لايحتاط في غيره، ولذا تبقى الشبهة قائمة في زواج المسيار" (زواج المسيار: ۱۱۴)۔

پنجم:... ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے جواز کے ساتھ اس امر کا اضافہ کیا کہ شرعا اس میندلچسپی مناسب نہیں؛ کیوں کہ نکاح کے مقاصد شریعت متروک ہوتے ہیں ، ایک طرح سے انھوں نے مکروہ کہا ہے۔

"ومن الذين قالوا بإباحته أيضاً مع الكراهة: الدكتور وهبة الزحيلي يقول: هذا الزواج صحيح غير مرغوب فيه شرعاً ... لأنه يفتقر إلى تحقيق مقاصد الشريعة الإسلامية في الزواج من السكن النفسي، والإشراف على الأهل والألاد ورعاية الأسرة بنحو أكمل وتربية أحكم" (زواج المسيار: ۱۱۶)۔

ششم :... علامہ یوسف قرضاوی حفظہ اللہ نے نہ صرف مباح قراردیا ہے؛بلکہ اس کے مزایا بھی نقل کیے ہیناورسن رسیدہ بن بیاہی عورتونکے لیے تجرد کی زندگی کی مشکلات کا بہترین حل بتلایا ہے (زواج المسیار:حقیقتہ وحکمہ)۔

قائلین عدم جواز:

اول:...شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دو جہ سے ممنوع قرار دیا ہے :

"منع منه لسببين:الأول: أن المقصود من النكاح هو السكن، كما قال تعالى:{وَمِنْ اٰيَاتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ}وهذا الزوج لايتحقق فيه هذا الأمر.الثاني:أنه قد يقدر للزوج من هذه المرأة، و بسبب البعد عنها وقلة مجيئه إليها سينعكس ذلك سبباً على أولاده في تربيتهم وخلقهم" (أحكام التعدد في ضوء الكتاب والسنة: ۲۹-۲۸)۔

دوم:...مشہورداعی اسلام، سعودیہ عربیہ کے وزارت تعلیم کے مشیر شیخ عبد العزیز المسند نے اسے مضحکہ خیز ،کھلواڑ اور عورت کی تذلیل کا ذریعہ بتاتے ہوئے ممانعت کا سخت نظر یہ اپنایا ہے ۔وہ لکھتے ہیں :

"زواج المسيار ضحكة ولعبة، فزواج المسيار لا حقيقة له ، وزواج المسار هو إهانة للمرأة ولعب بها ، فلو أبيح أو وجد زواج المسيار لكان للفاسق أن يلعب على اثنتين وثلاث وأربع وخمس، وهو وسيلة من وسائل الفساد للفساق، واستطيع أن أقول:إن الرجال الجبناء هم الذين يتنطعون الآن بزواج المسيار"(زواج المسيار: ۱۲۰)۔

مسلم حکومتوں کا قانون:

سعودیہ عربیہ :

شادی میں کثیر اخراجات کے باعث نوجوانوں کے رجحان کو دیکھتے ہوئے حکومت نے اس پر پابندی نہیں لگائی ہے، عورتوں کے حقوق کو یقینی بنانے کے لیے عام نکاح کے مانند اس نکاح کے رجسٹریشن پر زور دیا ہے،رجسٹریشن ہونے کی صورت

مینہی وہ ازدواجی سرکاری مراعات سے مستفید ہو سکتے ہیں (موقع الکفاح العربی /تاریخ۲۷جنوری ۲۰۲۲ء)۔

پاکستان:

مکالمہ نامی ویب سائٹ پرمحترمہ نرجس کاظمی کا ایک مضمون موجود ہے، ۱۵/دسمبر ۲۰۲۱ء کا لکھا ہوا ہے، اس کا عنوان ہے :'' نکاح متعہ ونکاح مسیار میں فرق اور پاکستان میں قانون سازی '' انھوں نے لکھا ہے کہ پاکستان میں نکاح مسیار یا متعہ کے حوالے سے نئے قوانین بنائے جانے کی تیار یاں شروع ہو چکی ہیں ، اور اس حوالے سے مختلف مسلم فرقوں کے مولوی صاحبان سے قرآن وحدیث کے حوالے سامنے لائے جانے ، اور انھیں مرتب کیے جانے کی ہدایات بھی جاری کر دی گئی ہیں، دیکھیے اب یہ کام کتنے عرصے میں لا گو ہوتا ہے ۔ یہ انھیں کی تحریر کا ایک اقتباس ہے ۔

ایران :

العربیہ ڈاٹ نیٹ کے مطابق جون ۲۰۱۴ء میں ایرا ن اسٹڈیز سینٹر کی جانب سے نکاح مسیار او رنکاح متعہ کو باقاعدہ قانونی حیثیت دلوانے کے لیے مجلس شوری(پارلیمنٹ) میں ایک نیا مسودہ قانون پیش کیا گیا ہے ، اس طویل رپورٹ میں ملک میں تیز ی سے فروغ پذیر مردو زن کے غیر قانونی جنسی تعلقات پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے، اور ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ ملک میں نوجوان طبقے کا غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، یہ نوجوان غیر قانونی طریقہ سے خواتین سے میل جول رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، لہذا ملک بھر میں نکاح متعہ کے باقاعدہ مراکز قائم کیے جائیں، ان مراکز کو آئینی او رشرعی اداروں کی حیثیت ہو۔مجوزہ مسودہ قانون میں کہا گیاہے کہ ملک میں اہلسنت والجماعت مسلک کے پیروکاروں کو نکاح متعہ پر قائل نہیں کیا جاسکتاہے، تاہم جہاں جہاں سنی اکثریت موجود ہو، وہاں پر نکاح کے لیے اس سے ملتے جلتے مراکز قائم کیے جاسکتے ہیں، جن میں نکاح مسیار یا طلاق کی نیت سے نکاح رجسٹر کرانے کی اجازت ہو (العربیہ ڈاٹ نیٹ اردو: ایران، متعہ اور نکاح مسیار کے لیے قانون سازی)۔

پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت، ان کا نفقہ ،مثبت منفی پہلو :

جن اسباب کے تحت نکاح مسیار وجو د میں آتاہے ، ان میں بنیادی سبب شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے نفسانی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے، ایسے نکاح میں عام طور سے عورتیں بچہ پیدا نہ کرنے کی شرط لگاتی ہیں، نکاح مسیار کے متعلق ویب سائٹ موجود ہےwww.zwajmsyar.comاس مینمشہور ہندوستانی ویب سائٹ www.shadi.com کے مانند ویب سائٹ کے بانیان درخواست دہندہ کو مطلوبہ جوڑا فراہم کرتے ہیں ، زواج مسیار ویب سائٹ پر عورتیں اپنی پروفائل بناتی ہیں، ذاتی تفصیل ذکر کرتی ہیں ، جس میناپنا وزن، رنگت، جائے سکونت وغیر ہ واضح کرتی ہیں، اس میں عمر یا شادی شدہ

یامطلقہ وغیرہ کی تفصیل کو بطور خاص ذکر کیا جاتاہے۔ اس کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اس نکاح میں عورتوں کو اولاد سے کوئی دلچسپی نہیں، بلکہ ایک طرح سے وہ بیزار ہوتی ہیں؛ اسی لیے تمام ہی عورتیں بچہ پیدا نہ کرنے کی شرط لگاتی ہیں ۔

تاہم اگر بچہ پیدا ہوجائے تو ان کی نگہداشت تعلیم وتربیت کا سماجی طور پر بڑا مسئلہ کھڑا ہوتاہے، چونکہ نکاح کی بنیادی شرطوں کا لحاظ کیا جاتاہے، جیسے :زوجین کی تعیین ہوتی ہے، گواہان کی موجودگی میں یہ نکاح انجام پاتاہے، مہر بھی واضح کیا جاتاہے؛ اس لیے نکاح کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچہ کا نسب باپ سے ثابت ہوگا، وہ اسی کی اولاد قرار پائے گا اور باپ کے مرنے کے بعد اس کا شرعی وارث بھی بنے گا۔

''الولد للفراش وللعاہر الحجر''(بخاری: ۶۷۴۹)۔

''ہدایہ'' میں ہے:

''إن تزوج الرجل امرأةً، فجاء ت بولد لستۃ أشہر فصاعداً یثبت نسبہ منہ، اعترف بہ الزوج أو سکت؛ لأن الفراش قائم والمدۃ تامۃ'' (ہدایہ۲/۴۱۲، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، ط:ثاقب دیوبند)۔

نکاح مسیار میں پیدا ہونے والے بچوں کا نفقہ باپ پر ہی واجب ہوگا؛ کیونکہ شریعت کے اصول کے مطابق نومولودکا نفقہ باپ پر واجب ہوتاہے، ماں اگر اپنے نفقہ سے دستبردار ہوتی ہے توا س سے اولاد کا نفقہ ساقط نہ ہوگا؛ اسی لیے جن مقامات میں اس کا رواج ہے وہاں رجسٹریشن پر زور دیا جاتاہے،تاکہ پیدا ہونے والے بچوں کا مستقبل محفوظ رہ سکے۔نفقہ کے متعلق ہدایہ میں ہے :

''ونفقۃ الأولاد الصغار علی الأب لایشارکہ فیہا أحد کما لایشارکہ في نفقۃ الزوجۃ؛ لقولہ تعالی: {وعلی المولود لہ رزقہن } والمولود لہ ہو الأب'' (ہدایہ۲/۴۲۴، طلاق/نفقۃ)۔

زواج مسیار کے مثبت اثرات:

اسلامی معاشرے پر اس کے بہت سے مثبت فوائد بھی مرتب ہوتے ہیں ، جو در ج ذیل ہیں:

(الف)... اس کا بنیادی اور اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے بیوہ، عمردراز ،مطلقہ اور مخصوص حالات میں گھری ہوئی عورتوں کو سہار ا مل جاتاہے،اس طرح وہ اپنی طبعی خواہشوں کو شریعت کے دائرہ میں رہ پورا کر لیتی ہیں، اور حرام کے ارتکاب سے بچ جاتی ہیں، اسی طرح بعض وہ حضرات جو شادی کے اخراجات ،مہر اور نان ونفقہ پر قادر نہیں ہوتے، اورحدود شرع میں رہ جنسی آرزو کی تکمیل سے ناامید ہوتے ہیں، ان کے لیے بھی یہ نکاح سنہری موقع ثابت ہوتاہے،اس طرح اس نکاح سے زوجین اپنی عصمت کو محفوظ کر لیتے ہیں۔

منفی اثرات :

جہاں اس کے مثبت اثرات معاشرہ پر پڑتے ہیں ، وہیں اس کے بے شمار مہلک اثرات سے معاشرہ بچ نہیں پاتا، اور دونوں کو دیکھا جائے تو یہ '' إثمہما اکبر من نفعہما" (سورہ بقرہ: ۲۰۶) کا مصداق بھی لگتاہے ۔

۱۔ اس نکاح سے عورتوں کو یہ احساس ہوسکتاہے کہ وہ عام بیویوں کے مانند حقوق سے محروم ہیں،یہ احساس زیاں ان کوگھروں کے انتظام وانصرام اور امورخانہ داری میں کبھی دلچسپی نہیں دلاسکتا، جبکہ ایک صاف ستھرے گھرانے کے لیے بیوی کا کردار سب سے اہم مانا جاتاہے۔

۲۔ نکاح کے بعدشوہر اپنی ہونے والی بیوی کے نان ونفقہ کو برداشت کرتاہے، اس کی وجہ سے انہیں عورتوں کا نگراں بنایا گیا، اور ان کو یک گونہ فضیلت دی گئی ''الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلٰی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللہُ بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِہِمْ" (سورہ نساء: ۳۴)، مذکورہ نکاح میں جب کوئی عورت اپنا نان ونفقہ خود ہی برداشت کرے گی،تو وہ مرد کو اپنا نگراں اور مسئول نہیں سمجھے گی،بلکہ وہ مردوں پر الٹے نگراں بنیں گی، جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ حسن سلوک میں فرق آئے گا، اس طرح وہ اپنے آپ کو اور ساتھ ساتھ معاشرہ کو شدید نقصان پہونچائے گی۔

۳۔ ایسے نکاح سے عورتوں پر برے اثرات بھی پڑتے ہیں، وہ خود کو آدھی بیوی تصور کر تی ہیں، بعض وہ حقوق جن سے دستبرداری نہیں ہوئی ہے، تساہلی کے وقت ،طلاق دیے جانے کے خوف سے ان کا مطالبہ نہیں کر پاتیں، اور وہ گھٹ گھٹ کر بقیہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہیں،جہاں نکاح کی یہ صورتیں پائی جاتی ہینوہاں اس چیز کا اعتراف بعض عورتوں کی طرف سے کیا گیا ہے۔

۴۔ یہ نکاح عور توں سے صرف مزے لوٹنے کا ذریعہ بھی بنتاہے، بہت سے مرد حضرات نکاح مسیار کی خواہشمند عورتوں کو تلاش کرتے ہیں،اور ازدواجی زندگی کی ادنی ذمہ داری بھی اٹھانے سے کتراتے ہیں، کبھی اس سے شادی کی اور طلاق دے کر دوسرے دروازے پر منھ مارنے چلے گئے،انھوننے اس نکاح کو نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کا حیلہ تصور کیا ہواہے،خاندان ، اولاد ، بیوی کے حقوق کی ان کی نگاہ میں کوئی قدروقیمت نہیں ہوتی۔ اس نکاح مینمبتلاہونے والی بعض عورتوں نے اپنے شوہروں کی یہی حالت بیان کی ہے۔

۵۔ اس قسم کے عقود میں خواتین کی اہانت ہوتی ہے، یہ شبہ اس وقت مزید پختہ ہوجاتاہے جب شوہر صرف لطف اندوزی کے لیے نکاح کرے؛کیونکہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف وقت متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، استعمال کرو اور پھینکو والا نظریہ کار فرما ہوتا ہے،عورت کو ایسی ذلت سے بچانے کے لیے ہی طلاق کی شرط کے ساتھ حلالہ کو مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے۔

۶۔ اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہوجاتا ہے؛ کیونکہ نہ میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کے لیے رہائش ہوتی ہے، اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت ومحبت ہوتی ہے، جو کہ نکاح کا بنیادی مقصد ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وَمِنْ اٰيَاتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً'' (سورہ روم: ۲۱)۔

۷۔ اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں کی نشو ونما، تعلیم وتربیت اور اخلاق حسنہ پر بہت منفی اثر پڑتا ہے، وہ والد کی شفقت و محبت سے محروم رہتے ہیں ،صرف ماں کی ذات انھیں صالح آدمی نہیں بناسکتی ،بچوں کی اعلی تربیت میں ماں کی محبت اور باپ کی سرزنش دونوں ہی ضروری ہوتے ہیں،باپ کی نگہداشت ونگرانی سے دور بچوں کو معاشرہ میں رائج خرافات وبرائیوں سے روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں ہوتا، ایسے بچوں کی افزائش سے مستقبل میں صالح معاشرہ کا وجود خطرہ میں پڑسکتا ہے؛ کیونکہ معاشرہ کا صالح ہونا سماج میں رہنے والوں کے نظریہ اور طور طریقہ پر ہی منحصر ہوتا ہے۔

۸۔ اس نکاح کو عام طور پر مخفی رکھا جاتاہے، اور مرد حضرات گاہے بگاہے عورت کے پاس جاتے ہیں ، اس عمل سے عورتوں کو لوگ شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس طرح یہ نکاح ان کی عفت وپاکدامنی پر حر ف لاتاہے ،عرب کے جن علاقوں میں یہ صورت رائج ہے وہاں ایسا واقعہ بھی ہوا کہ آس پاس کے لوگوں نے شوہر کے آنے پر پولس کو بلوالیا ، بعد میں یہ عقدہ کھلا کہ یہ اس کی بیوی ہے۔

خلاصہ یہ کہ : شادی کے بنیادی مقاصد زوجین کا باہمی ارتباط وتعلق،خاندان کا وجود، صالح معاشرہ کی تشکیل سب داؤں پر لگ جاتی ہے، مزید براں یہ محض خواہش نفسانی پوری کرنے کا حیلہ بن جاتاہے۔

نکاح موقت کے بارے میں اختلاف ائمہ:

نکاح موقت کی تعریف: نکاح موقت یہ ہے کہ مرد کسی اجنبیہ عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں دس دن یا ایک مہینہ یا ایک سال کے لیے شادی کرے۔

نکاح موقت کی دو قسم ہے: اول : نکاح میں اتنی طویل مدت ذکر کی جائے کہ اس مدت کے آنے سے پہلے زوجین انتقال کر جائیں ۔ جیسے : دو سو سال یا ایک ہزار سال کے لیے نکاح کرنا۔ دوسری قسم :مختصر مدت کا تذکرہ ہو جس میں زوجین کے عام طور زندہ رہنے کا امکان رہتاہو، جیسے: دس دن، ایک مہینہ ،یا ایک سال کے لیے نکاح کرنا۔

نکاح موقت کی پہلی قسم احناف ، حنابلہ ، ابوالحسن مالکی اور امام بلقینی اور بعض متاخرین شوافع کے نزدیک درست ہے، اور طویل مدت کا تذکرہ ابد اور دوام کے تذکرے کے مانند ہوگا۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں شمس الائمہ حلوانی اور بہت سے مشائخ حنفیہ سے منقول ہے کہ جب عاقدین ایسی مدت بیان کریں جس مدت تک زوجین یقینی طور پر زندہ نہ رہ سکتے ہوں تو نکاح منعقد ہوگا اور شرط باطل ہوگی۔ امام بلقینی نے لکھا ہے کہ

کتاب الام میں امام شافعی کی بعض عبارات اس کی شاہد ہیں، اور متاخرین شوافع سے اس کی موافقت منقول ہے۔

مالکیہ اور شوافع کے یہاں ایسا نکاح بھی باطل ہے:

نکاح موقت کی دوسری قسم ، جس میں مختصر مدت کا تذکرہ ہو احناف کے نزدیک یہ فاسد ہے، مالکیہ ،شوافع اور حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ یہ صورت متعہ سے میل کھاتی ہے (موسوعہ فقہیہ۳۴۳،۳۴۲/۴۱، نیز الموسوعہ ۴۱،۳۴۲۔۳۴۳، المبسوط للسرخسی ۱۵۳،۵، کتاب النکاح، ط: دار المعرفۃ، بیروت)۔

نکاح موقت کی پہلی قسم میں شمس الائمہ حلوانی اور حسن بن زیاد کی طرف صحت نکاح کی نسبت منقول ہے، مگر امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مدت خواہ کم ہو یا زیادہ ہمارے نزدیک دونوں ہی صورتیں نکاح کو باطل کر تی ہیں ۔وہ لکھتے ہیں:

‘‘وعندنا الكل سواء؛ لأن التأبيد من شرط النكاح فالتوقيت يبطله، طالت المدة أو قصرت’’ (المبسوط۵/۱۵۳) ۔

نکاح موقت اورمتعہ میں فرق:

نکاح موقت اور متعہ میں دو اعتبار سے فرق ہے: اول: نکاح موقت میں،شادی، نکاح جیسے الفاظ ہوتے ہیں ، جب کہ متعہ میں لطف اندوزی اور فائدہ اٹھانے جیسے الفاظ کا ذکر ہوتاہے۔دوم: نکاح موقت میں گواہان موجود ہوتے ہیں جب کہ متعہ میں گواہوں کا تصور نہیں (موسوعہ فقہیہ۴۱/۳۴۲)۔

تنبیہ:

جناب اشونی اپادھیائے سپریم کورٹ کے وکیل اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیڈر ہیں ، ان کی ایک ویڈیوکچھ دنوں قبل بڑی گردش میں تھی، جس میں وہ کسی کے جواب میں کہہ رہے ہیں کہ ہمیں پانچ چیزوں کو ختم کرنا ہے ، تین طلاق میں کامیابی مل گئی ہے، اب تعدد ازواج ، حلالہ ، متعہ اور نکاح مسیار کے ختم کرنے پر پوری طاقت لگانی ہے، وہ نکاح مسیار کی حقیقت کو جانتے ہی نہیں ہیں، نکاح مسیار کوشیعوں سے اور متعہ کو سنیوں سے جوڑ رہے ہیں ،حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ نکاح مسیار کا بھارت میں وجود وتصور ہی نہیں ہے، عرب کے کچھ جگہوں پر ہے۔

اس تنبیہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر مذکورہ نکاح کے متعلق سخت فیصلہ لے کر اس کی ممانعت کی گنجائش نکل سکتی ہو تو اسے اختیار کر کے اس نکاح کے دروازے کو ہی بند کر دیا جائے تاکہ دشمنان اسلام کو آیندہ ہرزہ سرائی کا موقع نہ مل سکے ۔

اللّٰہم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ، وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔آمین

نکاح مسیار اور قدیم وجدید فقہاء کا موقف

مولانا جنید احمد قاسمی•

نکاح مسیار:

اہلِ عرب کے نزدیک رائج نکاح کی ایک خاص قسم کونکاحِ مسیارکہاجاتاہے؛ اس نکاح میں عام طورپرنکاح کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں ، لیکن اس نکاح میں عورت اپنے تمام بنیادی حقوق :نان و نفقہ، سکنیٰ اورشب باشی سے دستبردارہوجاتی ہے، اور بسااوقات عقدکے وقت ہی ایک مدت کے بعدطلاق کی نیت ہوتی ہے، توگویا نکاحِ مسیارکوہم دوقسموں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

۱۔عورت اپنے حقوق سے دستبردار ہوجائے۔

۲۔ طلاق کی نیت سے نکاح کیاجائے۔

نکاح مسیارکی لغوی تحقیق

''مسیار'' سیر سے مشتق ہے، سیرکے معنی ہوتے ہیں : زمین پرچلنا۔جب کوئی چلاجاتاہے تو عرب کہتے ہیں: ''سارالرجل یسیرسیراًومسیراً وتسیاراًومسیرۃً وسیرورۃً''۔

اور جب کسی ایک جہت میں لوگ دورتک چلے جاتے ہیں توعرب کہتے ہیں: ''سارالقوم یسیرون سیراً ومسیراً''۔

جب کوئی بات یاکہاوت عام ہوجاتی ہے تواہلِ عرب کے یہاں کہاجاتاہے: ''سارالکلام أو المثل فھو سائروسیّار۔ لوگوں کے درمیان جاری اورعام کہاوت کو المثل الساری کہتے ہیں۔ یہ فعل لازم اورمتعدی دونوں طرح استعمال ہوتاہے۔

''مسیار'' السیر سے مبالغہ کاصیغہ ہے، جس کے معنی آتاہیں : بہت زیادہ چلنے والا، یابہت زیادہ جاری۔ بہت زیادہ چلنے والے شخص کو''رجل مسیار'' کہتے ہیں۔

پھر موجودہ زمانے میں نکاح کی ایک خاص قسم کانام زواجِ مسیاررکھ دیاگیا؛اس لیے کہ اس نکاح میں شریعت کے مقرر کردہ حقوقِ زوجیت سے دستبرداری کی شرط ہوتی ہے، گویاکہ ایسے شخص کانکاح ہے جواپنی چال میں بوجھ اورسامان کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کوہلکامحسوس کرتاہے (مستفاداز: مستجدات فقھیۃ فی قضایاالزواج والطلاق ۱۶۲)۔

نکاح مسیارقدیم فقہاء کے زمانے میں:

قدیم فقہاء کے یہانکلی طورپر نکاحِ مسیارکاوجودنہیں ملتاہے؛البتہ اس کی پہلی قسم

• مدرسہ جامعہ اسلامیہ دار العلوم بینا، ساگر، مدھیہ پردیش۔

سےملتاجلتا ایک عقد پایاجاتا تھا، جس میں مرداپنی ہونے والی بیوی کے سامنے اس کے حقوق مثلاً: شب باشی اورنفقہ وغیرہ ادانہ کرنے کی شرط رکھتاتھا۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

'' حدثناعبدالأعلی عن معمرعن الزھری قال:کان یسأل عن الرجل یتزوج المرأۃ فیشترط علیھاأن لایأتیھا،کذاوکذاولاینفق علیھا، إلاشیئامعلوما۔''(مصنف ابن ابی شیبہ ۳، ۵۰۸،شاملہ)۔

حضرت حسن بصریؒ اورعطاء بن ابی رباح کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس نکاح کوجائزقراردیتے ہیں،ان کے نزدیک اس طرح کے نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''حدثنا ھشیم عن یونس عن الحسن ومنصورعن الحسن وعطاء أنھماکانا لایریان بأساًبتزویج النھاریات'' (مصنف ابن ابی شیبہ ۳، ۵۰۸،شاملہ)۔

ایک دوسری روایت میں اعلانیہ کی شرط مذکورہے:

''حدثناابن علیہ قال :سئل یونس عن الشرط فی النکاح فقال: کان الحسن لایریٰ بہ بأساً إذا کانت علانیۃً ''(مصنف ابن ابی شیبہ ۳، ۵۰۸،شاملہ)۔

علامہ ابن سیرین اس طرح کے نکاح کومکروہ سمجھتے تھے:

''حدثناابن ادریس عن ھشام عن ابن سیرین أنہ کان یکرہ نکاح النھاریات''(مصنف ابن ابی شیبہ۳، ۵۰۸، شاملہ)۔

فتح القدیر میں ہے:

''ولابأس بتزویج النھاریات وھوأن یتزوجھاعلی أن یکون عندھانھاراًدون اللیل'' (فتح القدیر۳،۲۴۹، الشاملہ)۔

''تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق '' میں ہے:

''ولابأس بتزوج النھاریات ،وھوأن یتزوجھاعلی أن یقعدمعھانھاراًدون اللیل''(تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق ۲،۱۱۶،الشاملہ)۔

''البحرالرائق'' میں دن کی شرط کوغیرلازم کہاگیاہے، اورعورت کوشب باشی کے مطالبہ کاحق دیاگیاہے۔

''قالوا :ولابأس بتزوج النھاریات، وھوأن یتزوجھالیقعدمعھانھاراًدون اللیل، وینبغی أن لایکون ھذاالشرط لازماًعلیھاولھاأن تطلب المبیت عندھالیلاًلماعرف فی باب القسم'' (البحرالرائق ۳،۱۹۰، الشاملہ)۔

نکاح مسیارکی صورتیں :

نکاح مسیارکی کئی شکلیں ہیں:

عبداللہ الطیاراپنی کتاب ''الفقہ المیسر'' میں نکاحِ مسیارکی دوصورتیں تحریرفرماتے ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ میاں بیوی تمام شرائط کی موجودگی میں نکاح کریں اورشوہرنفقہ اورسکنی نہ دینے کی شرط لگادے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نفقہ وسکنی تواداکرے ؛لیکن شب باشی کے لازم نہ ہونے کی شرط لگادے۔

''نكاح المسيار صورتان:الأولى:أن يتم عقد الزواج بين الزوجين مستوفيًا جميع الأركان والشروط المطلوبة في العقد من وجود المهر والولي وشاهدي عدل، إلا أن الزوج يشترط في العقد إسقاط النفقة أو المسكن، بحيث تسكن هي في مسكنها ويأتي الزوج إليها في مسكن مخصص لها، فيكون الزوج غير مكلف بالسكنى والنفقة عليها، هذه صورة.الصورة الثانية:ألا يشترط الزوج إسقاط النفقة، لكن يشترط عدم الالتزام بالقسم في المبيت، وهو الأكثر''(الفقہ المیسر ۱۱، ۴۹ لعبداللہ الطیار)۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عورت نکاح میں رغبت رکھتی ہےاورشوہرسے صرف رشتۂ ازدواج چاہتی ہے؛ اس لیے اپنے سارے حقوق معاف کردیتی ہے، اوراس نکاح کوچندمخصوص لوگوں کے علاوہ باقی لوگوں سے مخفی رکھناچاہتی ہے۔

جیساکہ ''فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ ' ' میں ایک سائل لکھتاہے:

''هی لاتطلب من زوجهاالجديدسكناأونفقة أومنقولات وترغب فی قيامه بالزواج منهافی شقتهاأوفی أی سكن يمكنهاتدبيره بنفسها، هی ترغب فی ابقاء هذاالزواج سراًأمام غالبية أهلهاولكن يعلم أبنائها وشقيقهاالبالغ''(فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ ۱۳، ۸۰۰، ۱۱۴۹۱۰، الشاملہ)۔

۴۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ نان ونفقہ ، سکنی اورشب باشی کے عدم لزوم کے ساتھ طلاق کی نیت کے ساتھ نکاح کرے۔

''وماحكم زواج المسيار بصورته السابقة (يسقط حق الزوجة فی المبيت والنفقة والمسكن) لوتم مع نية الطلاق''(فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ ۱۳،۲۷۲، ۲۲۱۱۳)۔

۵۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ عورت کسی مجبوری کے سبب سے اپنے والدین کے پاس رہتے ہوئے نکاح کرتی ہے اورشوہر کے ذمہ اپنے حقوق سے دستبردارہوجاتی ہے، شوہرکواجازت ہوتی ہے کہ مختلف اوقات میں جب چاہے دن ہویارات اس کے پاس آجائے۔

''سئل الشيخ ؒ عن الرجل يتزوج بالثانية وتبقى المرأة عندوالديهاالظروف تجبرهاعلى ذلک ويذهب اليها زوجهافی أوقات مختلفة ''(أرشيف ملتقى أهل الحديث ۵۲، ۷۷، ۳۸۳۴۸، الشاملہ)۔

اورمستجدات فقہیہ میں مکہ مکرمہ کے قاضی شیخ عبداللہ بن منیع کاقول مذکور ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

''وإنما الأمر راجع إلى الزوج متى رغب زيارة زوجته۔المسيار۔ فی أی ساعة من ساعات اليوم والليلة، فله ذٰلک'' (مستجدات فقهية فی قضايا الزواج والطلاق ۱۶۴)۔

۶۔ چھٹی صورت یہ ہے کہ اپنے وطن سے دورکوئی ملازم یاطالب علم اپنی ملازمت یاطالب علمی کی دوران طلاق کی نیت سے نکاح کرلیتاہے اورجب اس کی ملازمت ختم یاتعلیم مکمل ہوجاتی ہے تواسے طلاق دے کروطن واپس آجاتاہے۔

‘‘فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ ’’ پرایک طالب علم اپنے سوال میں تحریرکرتاہے:

‘‘طالب مسلم یدرس فی أوکرانیایریدأن یتزوج زواجامسیاراًلکی لایقع فی الحرام أعاذنااللہ وایاکم من الوقوع فی الحرام جھلاًأو معرفۃً’’ (فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ ۱۳، ۴۹۵۴، ۱۱۵۲۰۵، الشاملۃ)۔

نکاح مسیارکے اسباب:

عرب کی مشہور ویب سائٹ ‘‘الاسلام سؤال وجواب’’ میں نکاحِ مسیارکے متعدداسباب بیان کیے گئےہیں،جیسے:

۱۔ مہرکی زیادتی کے سبب نوجوانوں کے شادی نہ کرنے اورطلاق کی کثرت کی وجہ سے غیرشادی شدہ عورتوں کی تعدادبہت زیادہ ہے، ایسے حالات میں بعض عورتیں اپنے بعض حقوق سے دستبرداری کے ساتھ کسی کی دوسری ،تیسری بیوی بننے کوتیارہوجاتی ہیں۔

۲۔ بسااوقات عورت متعددوجوہات کی بنیادپراپنے والدین کے ساتھ رہناچاہتی ہے، مثلاً: گھروالوں کی دیکھ بھال کے لیے وہ تنہاہوتی ہے،یااس کے پہلے شوہرسے اولادہوتی ہے جن کی وہ سابقہ گھرمیں ہی پرورش اورتربیت کرناچاہتی ہے۔

۳۔ بسااوقات عورت اپنی اولادپردوسرے شوہرکے کسی بھی قسم کے اثرکے بغیراپنی عفت کی حفاظت کی خاطراس طرح کا نکاح کرتی ہے۔

۴۔ کبھی شوہردوسری بیوی کاخواہشمندہوتاہے؛لیکن پہلی بیوی سے تعلقات خراب کرنا نہیں چاہتا؛اس لیے وہ اسے بتائے بغیراس طرح کانکاح کرتاہے۔

۵۔ کسی خاص ملک یاشہرکاکثرت سے سفرکرتاہے اوراس میں کئی کئی روزقیام کرتاہے، اس صورت میں حلال طریقے سے اپنی خواہش پوری کرنے اورحرام سےبچنے کے لیے نکاحِ مسیارکرلیتاہے (موقع ‘الاسلام سؤال وجواب ’ المشرف العام محمدصالح المنجد، الرقم : ۸۲۳۹۰)۔

نکاحِ مسیاراورمقاصدشرعیہ:

نکاح مسیارکاحکم جاننے سے پہلے ہمیں وہ مقاصدجاننا ہوں گے جوشریعتِ مطہرہ میں نکاح سے متعلق ہیں:

۱۔ چنانچہ نکاح کاسب سے پہلامقصدعفت وپاکدامنی کی حفاظت ہے، شہوت رانی کے لیے نکاح کرنے سے اللہ رب العزت منع فرماتاہے:

‘‘ محصنین غیرمسافحین ولامتخذی أخدان’’ (سورۃ المائدۃ : ۵) یعنی نکاح کرواس حال میں کہ تم پاکدامنی چاہتے ہو،شہوت رانی مقصودنہ ہواورنہ ہی چوری چھپے یاری لڑانا۔

لہٰذا اگرکوئی صرف اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے نکاح کرتاہے تویہ شرعی نکاح کے مقاصدکے خلاف ہے۔

۲۔ نکاح کے مقاصدمیں سے ایک عظیم مقصدنسل کی حفاظت ہے،چنانچہ صاحبِ روح البیان اللہ تعالی کے ارشاد ‘‘وابتغوا ماکتب اللہ لکم’’ کی تفسیرکرتے ہوئے لکھتے ہیں:

‘‘أی: واطلبوا ماقدرہ اللہ تعالیٰ وأثبتہ فی اللوح المحفوظ من الولد، وفیہ أن المباشرینبغی أن یکون غرضہ الولدوالتناسل،فانہ الحکمۃ فی خلق الشھوۃ وشرع النکاح لاقضاء الشھوۃ وحدھا’’ (روح البیان ۱،۲۴۵، الشاملۃ، کذافی تفسیرالبیضاوی)۔

اوراللہ کے رسول ﷺ کی حدیثِ مبارک میں ہے:

‘‘تزوجوا الودود الولود فإنی مکاثربکم الأُمم’’ (سنن ابوداؤد ۲،۲۲۰،۲۰۵۰،الشاملۃ)۔

۳۔نکاح کامقصدمحض جنسی تسکین نہیں ؛بلکہ میاں بیوی کے درمیان زندگی کے معاملات میں تعاون ،انسیت اورجسم وروح کے باہمی رشتہ کااستوارہوناہے، اسی تعلق کواللہ رب العزت نے کچھ اس طرح بیان فرمایا:

‘‘ھن لباس لکم وانتم لباس لھن’’ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۷)۔

۴۔ نکاح کامقصدمیاں بیوی کے درمیان محبت ومودت، سکون اوراطمینان کاحاصل ہوناہے، اسی کواللہ تعالیٰ فرماتاہے:

‘‘ومن آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاًلتسکنواالیھاوجعل بینکم مودۃ ورحمۃ إن فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون’’ (سورۃالروم : ۲۱)۔

یہ نکاح کے شرعی مقاصدمیں سے چندہیں ،جب ہم نکاحِ مسیارکوان کی روشنی میں دیکھتے ہیں تواس کی اکثر صورتیں مقاصدِ شرعیہ کے خلاف نظرآتی ہیں، اس لیے ہرچندکہ نکاحِ مسیارمیں فقہاء کی بیان کردہ تمام شرائط پائی جاتی ہیں ؛لیکن مقاصدِ شرعیہ کے خلاف ہونے اورمعاشرے میں بہت سے مفاسد (جامعۃ الرشیدکے فتوی میں بھی ہے)کی وجہ سے اکثرصورتینمکروہِ تحریمی ہیں۔

نکاحِ مسیارمیں ولی کوحق اعتراض:

احناف کے علاوہ دیگرائمہ کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیرنکاح منعقدہی نہیں ہوتاہے، البتہ احناف کے نزدیک ظاہر الروایہ کے مطابق عاقلہ بالغہ کانکاح ولی کی اجازت کے بغیربھی منعقدہوجاتاہے؛ البتہ اگرشوہرکفونہ ہوتوولی کواعتراض کاحق حاصل ہوتاہے، نکاح مسیارکی اس صورت میں بھی جس میں اولیاء اپنی ہتک محسوس کرتے ہوں، ولی کواعتراض کاحق اسی وقت ہوگاجب شوہرکفونہ ہو اس لئے کہ کفاءت پانچ چیزوں میں معتبرہے، جیساکہ عنایہ میں ہے:

‘‘ثُمَّ الْكَفَاءَةُ عِنْدَنَا تُعْتَبَرُ فِي خَمْسَةِ أَشْيَاءَ :النَّسَبِ وَالْحُرِّيَّةِ، وَالدِّينِ، وَالْمَالِ، وَالصَّنَائِعِ ’’ (العنایۃ ۳،۲۹۵۔الشاملۃ)۔

اوربدائع میں ہے:

‘‘وَلِلْأَوْلِيَاءِ حَقُّ الِاعْتِرَاضِ؛ لِأَنَّ فِي الْكَفَاءَةِ حَقًّا لِلْأَوْلِيَاءِ؛ لِأَنَّهُمْ يَنْتَفِعُونَ بِذَلِكَ أَلَا تَرَى

أَنَّهُمْ يَتَفَاخَرُونَ بِعُلُوِّ نَسَبِ الْخَتَنِ، وَيَتَعَيَّرُونَ بِدَنَاءَةِ نَسَبِهِ، فَيَتَضَرَّرُونَ بِذَلِكَ، فَكَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْفَعُوا الضّرَرَ عَنْ أَنْفُسِهِمْ بِالِاعْتِرَاضِ" (بدائع الصنائع ٢،٣١٨۔الشاملۃ)۔

ہدایہ میں ہے:

"(وَإِذَا زَوَّجَتْ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا مِنْ غَيْرِ كُفْءٍ فَلِلْأَوْلِيَاءِ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَهُمَا) دَفْعًا لِضَرَرِ الْعَارِ عَنْ أَنْفُسِهِمْ" (ہدایہ اولین ٣٢٠،زمزم)۔

نکاحِ مسیارسے متعلق علماء ہندکی آراء:

نکاحِ مسیارسے متعلق علماء ہندمیں سے اب تک کچھ ہی علماء کی آراء پرآگاہی حاصل ہوسکی ہے،ان کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں۔

دارالعلوم کے دارالافتاء کامکمل فتوی مع استفتاء درج کیاجاتاہے:

"سوال:میرا ایک دوست جدہ میں رہتا ہے۔ اس نے بتایا کہ خلیجی ممالک میں ایک نکاح رائج ہے جس کا نام ہے: نکاح مسیار۔ یہ طریقۂ نکاح عام ہوتا جارہا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اپنے حق مہر، نفقہ و سکنی وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے جب کہ شریعت کے دیگر اصولوں کی پابندی کی جاتی ہے۔ بیوی اپنے یا اپنے والدین کے گھر رہتی ہے۔ شوہر متعینہ ایام میں یا اپنی سہولت کے مطابق کسی دن اس سے جاکر ملتا ہے اور رات گزار کر واپس آجاتا ہے۔ سعودی عرب اور مصر کے علماء نے ایسی شادی کے جائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں انٹرنیٹ پر تلاش کیا اور معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ ذاتی طور پر نکاح کا یہ طریقہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اسی لیے میرے ذہن میں آیا کہ اس سلسلے میں آپ کی رائے عالی معلوم کروں۔ میں آپ کے جواب کے لیے بے حد شکر گزار ہوں گا۔ والسلام

جواب نمبر: ٢٣٨٥

بسم اللہ الرحمن الرحیم(فتوی: ٣٦٠/٣٤٠=د) اگر شرعی طریقہ پر کم ازکم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہے اور مانعِ نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہو نکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی جاتی مثلاً ٢/ سال کے لیے نکاح کررہے ہیں بلکہ مطلق طور پر نکاح کیا تو ایسا نکاح درست و صحیح ہے۔ البتہ مہر سے دست بردار ہونے کی بات درست نہیں ہے، دست بردار ہونے کے باوجود شوہر پر کم ازکم دس درہم ہیں جو دینا واجب ہوگا بحق شرع۔ ہاں اگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کردے اس سے دست بردار ہوجائے تو درست ہے۔اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طور پر ایک دوسرے کے شوہر و بیوی ہوگئے، ازدواجی تعلق قائم رکھنا جائز اور درست ہے۔ سعودی عرب اور مصر کے علماء کے فتویٰ منسلک کرکے سوال کرنا چاہیے تھا۔واللہ تعالیٰ اعلم، دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند۔

اس فتوی سے ظاہرہوتاہے کہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبندکے مفتیانِ عظام نکاحِ مسیار

کو شرائط کے پائے جانے کے وقت مطلقاً جائز سمجھتےہیں، مفتی سلمان صاحب منصورپوری شرائطِ نکاح کے پائے جانے کی وجہ سے اس نکاح کوجائزتوسمجھتے ہیں لیکن کم ازکم مکروہ تحریمی کے قائل ہیں، ان کی یہ رائے تحریرکی شکل میں توموجودنہیں ہے،البتہ انھیں کی نگرانی میںآواز ریکارڈکی گئی ہےاور یوٹیوب پرموجودہے، مکمل تقریراس طرح ہے:

''سوال کرتے ہیں کہ نکاحِ مسیارکسے کہتے ہیں اوراس نکاح کاشرعاًکیاحکم ہے ؟

(جواب:) نکاحِ مسیارکامطلب یہ ہے کہ آدمی نکاح توکرے ،لیکن نکاح کے بعد جو بیوی کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں: اس کانان نفقہ، اس کے لیے گھرکاانتظام وغیرہ،بیوی اسے پہلے ہی معاف کردے،گویابیوی اپنی جگہ پررہے یہ نکاح کرنے والااپنی جگہ پررہے، کبھی کبھارآپس میں مل لیں جاکرکے،اوربعض مرتبہ نکاحِ مسیاراس طرح ہوتا ہے کہ دونوں ساتھ تورہتے ہیں ؛لیکن دل میں ارادہ ہوتاہے کہ پوری زندگی ساتھ نہیں رہناہے، کچھ عرصہ کےبعد ہمیں چھوڑدیناہے،دونوں کوپتہ رہتاہے، تواس کاشرعی حکم یہ ہے کہ اگردو گواہوں کے سامنےبلاکسی مدت بیان کئے ہوئے ایجاب وقبول ہواہے ،مہرکے بدلے میں تونکاح توبہرحال منعقدہوجائے گا، لیکن اس کے بہت سے مفاسدبھی پائے جاتے ہیں،اس لیے کم ازکم اس نکاح کومکروہ قراردیاجائے گا،کیونکہ نکاح کے اصل مقاصد میں سے یہ ہے کہ اولادہو، محض عیاشی مقصودنہ ہو،پھریہ ہے کہ تازندگی رشتہ کرنے کاارادہ ہو، پہلے سے ہی اسے ختم کرنے کاقصد نہ ہو، ان سب باتوں کالحاظ نکاح میں کرناچاہیے،یہ کوئی کھیل تماشے کی چیزنہیں ہے کہ کرلیااورختم کرلیا۔ بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ اگرشرائطِ عقد پائی جائیں تو عقد تو ہوجائے گا؛ لیکن ناپسندیدہ ہوگا ''(یوٹیوب چینل اسلامک وائس سے من وعن منقول)۔

حضرت مولاناخالدسیف اللہ صاحب رحمانی جدید فقہی مسائل میں تحریرفرماتے ہیں:

''---اس پسِ منظرمیں بعض مردکبھی عورت سے اس شرط پرنکاح کرتے ہیں کہ ان پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہوگی، نیزوہ پہلی بیوی اوراس دوسری بیوی کے درمیان عدل کا پابند نہیں ہوگا۔

اگراس طورپرنکاح کرلیاجائے تونکاح منعقدہوجائے گا؛کیوں کہ اگرنکاح کے تقاضے کے خلاف کوئی شرط لگادی جائے تونکاح کے منعقد ہونے پراس کا کوئی اثرنہیں ہوتا، نکاح درست ہوجاتا ہے---

--- نکاحِ مسیارکی ایک اورصورت جوعرب نوجوانوں کی نسبت سے ذکرکی جاتی ہے، یہ ہے کہ جوطلبہ یاطالبات اپنے وطن سے دورمغربی ملکوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، یاملازمت کرتے ہیں اوراپنے خاندان کواپنے ساتھ رکھنے کے موقف میں نہیں ہوتے ہیں؛ وہ باہر رہنے کے دوران کسی عورت سے نکاح کی شرائط پورا کرتے ہوئے نکاح

کرلیتے ہیں اور اکثر گھر والوں سے اس کو خفیہ رکھتے ہیں، نیزذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ جب بیرونِ ملک کاقیام ختم ہوجائے گا توطلاق دے دیں گے۔

اس صورت میں اگرایجاب وقبول کے درمیان یہ صراحت نہیں کی گئی کہ یہ نکاح اتنی مدت کے لئے ہے تونکاح منعقدہو جائے گا:کیوں کہ بالغ لڑکے اورلڑکیوں کے نکاح درست ہونے کے لئے بنیادی طورپردوباتیں ضروری ہیں، ایک یہ کہ ان کے درمیان حرمت کارشتہ نہیں ہو، دوسرے: دوگواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو، یہ دونوں شرطیں پائی جارہی ہیں؛ البتہ رشتۂ نکاح ایک دائمی رشتہ ہے ؛اس لئے نکاح اسی ارادہ سے کرناچاہئے کہ اسے برقرار رکھنا ہے، اب اگر اتفاق سے کوئی ایسا عذر پیش آجائے کہ رشتے کو برقرار نہیں رکھا جاسکے تو ان شاءاللہ وہ گنہگارنہیں ہوں گے، لیکن اگرشروع ہی سے دل میں اس طرح کاارادہ ہوتویہ کراہت سے خالی نہیں " (جدیدفقہی مسائل ۲؍۴۰جدیدایڈیشن)۔

ان کے علاوہ ہندوستان کے دیگرعلماءکی آراء پراطلاع نہیں ہوسکی؛ البتہ پاکستان سے جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن اورجامعۃ الرشید کے دارالافتاء سے اس سلسلے میں فتاوی جاری کیے گئےہیں۔دونوں دارالافتاء سے جاری فتاویٰ میں اسے مقاصدِ شرعیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائزقراردیاگیاہے۔

جامعہ علوم اسلامیہ سے جاری کردہ فتوی کافی طویل ہے، اس کا کچھ حصہ تحریر کیا جاتا ہے:

'' نکاحِ مسیار کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔نکاحِ مسیار کو اگرچہ نکاح یا زواج کا نام دیا جائے، لیکن اس عمل کا مقصد نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد ایک متعین وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے جو نکاح کے شرعی مقاصدکے خلاف ہے، علامہ سرخسی رحمہ اللہ نکاح کے چند مقاصد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:اس عقد کے ساتھ بے شمار دینی اور دنیوی مصلحتیں متعلق ہوتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں : عورتوں کی حفاظت ونگرانی، ان کا نان ونفقہ،زنا سے بچنا اللہ تعالی کے بندوں سے اور رسول اللہ ﷺ کی امتوں کی کثرت،(بروزِ قیامت) رسول اللہ ﷺ کے فخر کا متحقق ہونا، جیساکہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ''نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ، تمہاری کثرت ہوگی، سو میں قیامت کے دن تمہارے سبب فخر کروں گا ''، نکاح کا سبب اس بقا کا تعلق ہے جو اپنے وقتِ مقررہ تک کے لیے مقدر ہے، اور یہ بقا تناسل سے ہی ممکن ہوگا ''۔

اور اوپر کی سطور میں قرآن وحدیث کی رو سے واضح ہوچکا ہے کہ جس نکاح میں صرف شہوت رانی مقصود ہو وہ شرعی نکاح کے مقصد کے خلاف ہے۔

۲۔ اس عمل کے ذریعہ شریعتِ مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کےلیے وضع کردہ

کئی اَحکام کی خلاف ورزی اور بہت سے اَحکام کا استحصال ہوتا ہے، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجہ میں بیوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے، جب کہ نکاح کے عقد کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، علامہ ابن نجیمؒ نے '' بدائع الصنائع ' ' کے حوالہ سے نکاح کے اَحکام تفصیلی ذکر کیے ہیں ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''بدائع میں نکاح کے اَحکام علیحدہ فصل میں ذکر کیے ہیں، فرماتے ہیں کہ نکاح کے اَحکام میں سے مہر کا واجب ہونا، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہونا حرمتِ مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اجرا اور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا (جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہیں۔'' (فتوی نمبر ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳)۔

جامعۃ الرشید کراچی کا فتوی حوالہ جات کے حذف کے ساتھ ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے:

''سوال:کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام عرب دنیا میں آج کل رواج پذیر نکاح کی اس جدید صورت کے بارے میں جس کو نکاح مسیار یعنی دوستانہ نکاح کہتے ہیں،جس کی صورت یہ ہے کہ نفس عقد میں عورت بغیر الفاظ کی صراحت کے اپنے بنیادی حقوق: نان و نفقہ،سکنی اور شب باشی سے ایک متعین مدت تک دستبردار ہوجاتی ہے،اس بارے میں راہنمائی فرماکر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب

شریعت میں نکاح کے مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ایمان کی حفاظت اور گناہوں سے بچنا

۲۔خوشگوار ازدواجی زندگی

۳۔خاندانی نظام کی حفاظت

۴۔اولاد کا حصول

۵۔اچھے ماحول میں بچوں کی تربیت اور اچھا ماحول اسی وقت مل سکتا ہے جب بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی توجہ اور محبت حاصل ہو۔

نکاح مسیار سے مذکورہ بالا مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے،کیونکہ ان مقاصد کا حصول تب ممکن ہے،جب میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہیں۔

نیز اس طریقے سے نکاح کے عام ہونے کی صورت میں ہمارے معاشرے پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہوں گے:

۱۔ مرد شہوت پوری کرنے کے لیے یہ عقد کریں گے اور عورت واولاد کی ذمہ داری نہیں اٹھائیں گے جس سے خاندانی نظام تباہ ہوجائے گا۔

۲۔عورتیں مردوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جائیں گی،جن کے حقوق اور کفالت کا کوئی ذمہ دار نہیں رہے گا۔

۳۔ مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہے گا۔

۴۔ طلاق کی شرح بڑھ جائے گی،کیونکہ عورت جب ایک بار اپنے نان نفقہ سے دستبردار ہوگئی تو ضرورت کے وقت مطالبے کی صورت میں اختلاف ہوگا اور پھر طلاق کی نوبت آئے گی۔

۵۔ نان نفقہ کا بوجھ عورت پر پڑے گا جس کے حصول میں اس کی عفت کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔

۶۔ نکاح اور زنا میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب چھپ کر کیا جاتا ہے، جبکہ نکاح سرعام کرنے کا حکم دیا گیا ہے،حضور ﷺ کے فرمان مبارک کا مفہوم ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا کرو۔

درج بالا مفاسد کے ساتھ ساتھ یہ نکاح انبیاء علیہم السلام،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ،سلف صالحین اورجمہور امت کے طریقہ کے بھی خلاف ہے۔

گو کہ اس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہوں گے،لیکن چونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں اور نقصانات بھی ایسے ہیں جو کسی بھی قوم کی خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کا سبب بن سکتے ہیں،جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو ان مفاسدکا سامنا ہے،اس لیے اس طریقے سے نکاح کی اجازت قطعا نہیں دی جاسکتی(ماخذ :دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی، فتوی نمبر٦٢٣٥٦تاریخ اجراء ۲۰۱۸-۰۲-۲۸)۔

ان کے علاوہ فقہی مقالات میں حضرت مولانامفتی محمدتقی عثمانی صاحب کامندرجہ ذیل فتوی موجودہے:

‘‘سوال: جومسلمان طلباء وطالبات حصولِ تعلیم کے لیے مغربی ممالک میں آتے ہینوہ یہاں آکرشادی کرلیتے ہیناورشادی کرتے وقت یہ نیت ہوتی ہے کہ جب تک ہمیں یہاں تعلیم حاصل کرنی ہے، بس اس وقت تک اس نکاح کوبرقراررکھیں گےاور پھر جب حصولِ تعلیم کے بعداپنے ملک اوراپنے وطن واپس جائیں گے تواس نکاح کوختم کردیں گے اورمستقل یہاں رہنے کی کوئی نیت نہیں ہوتی ، البتہ یہ نکاح بھی عام نکاح کے طریقہ پراورانہیں الفاظ سے کیاجاتاہے، ایسے نکاح کاشرعاً کیاحکم ہے؟

الجواب: اگرانعقادِنکاح کی تمام شرائط موجودہوں اورعقدمیں کوئی ایسالفظ استعمال نہ کیا گیا ہوجس سے وہ نکاح مؤقت سمجھاجائے ۔اس صورت میں وہ نکاح منعقدہوجائے گا اوراس نکاح کے بعدتمتع جائزہے اورنکاح کرنے والے مردیاعورت کایہ نیت کرناکہ تعلیم کی مدت کے بعدہم اس نکاح کوختم کردیں گے اس نیت سے نکاح کی صحت پرکوئی اثرواقع نہیں ہوگا۔البتہ نکاح شریعت کے نزدیک چونکہ ایک دائمی عقدہے،اس لئے زوجین سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ اس عقدکو ہمیشہ باقی رکھیناورشدیدضرورت کے علاوہ کبھی

اس کوختم نہ کریناورعقدکرتے وقت ہی زوجین کا جدائی اورفرقت کی نیت کرنانکاح کے اس مقصدکے خلاف ہے، اس لیے ایسی نیت رکھنادیانۃً کراہت سے خالی نہیں۔واللہ أعلم (فقہی مقالات۱؍۲۶۰)۔

قضایا فقہیہ معاصرہ کامطالعہ کرنے سے معلوم ہوتاہے کہ یہ سوال اسلامی مرکز واشنگٹن کی جانب سے کیاگیاتھا، اس کتاب میں بھی بعینہ یہی جواب ہے ؛گویایہ جواب اُسی کااردوترجمہ ہے؛البتہ اس میں ایک جزئیہ زائدہے اوروہ یہ ہے: '' فلایصار إلیہ إلاعندضرورۃ من شدۃ الشبق، فرارأمن الزنی الحرام''۔ یعنی یہ نکاح صرف ضرورت کے وقت جبکہ شہوت کا شدید تقاضا ہوزنا سے بچنے کے لیے کیا جاسکتا ہے۔

نکاحِ مسیارسے متعلق علماء ہندوپاک کی آراءکاخلاصہ:

مذکورہ بالاعبارات کی روشنی میںنکاحِ مسیارسے متعلق علماء ہندوپاک کی تین طرح کی آراء سامنے آتی ہیں:

۱۔ شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے مطلقاًجائزہے۔یہ رائے دارالافتاء دارالعلوم دیوبندکے فتوی سے مستفادہے، یہی رائے حضرت مولاناخالدسیف اللہ رحمانی صاحب کی بھی ہے، البتہ ملازم یاطالب علم جوطلاق کی نیت سے نکاحِ مسیارکرے اسے مکروہ قراردیتے ہیں۔

۲۔ نکاح کے مقاصدِشرعیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائزہے۔ یہ رائے جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن اورجامعۃ الرشیدکے مفتیانِ کرام کی ہے۔

۳۔ شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے جائزہے،اس سے استمتاع حلال ہے؛ البتہ دیانۃً مکروہ ہے۔یہ رائے حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ہے اور اسی طرح کی رائے مفتی سلمان صاحب منصورپوری کی بھی ہے کہ نکاح تومنعقدہوجائے گا، لیکن مکروہ ہے۔

نکاحِ مسیارسے متعلق ممتازعلماءِ عرب کی آراء:

نکاح مسیارکے سلسلے میں عرب کے علماء میں تین طرح کی آراء پائی جاتی ہیں:

۱۔ جواز،۲ عدمِ جواز ،۳توقف۔

اولاً قائلین جوازکی آراءمختصراً پیش کی جاتی ہیں۔

شیخ یوسف القرضاویؒ نکاح مسیارکے جوازکے قائل ہیں؛ البتہ اسےمکروہ سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''بعض من عارضہ کرہ الأمر،وأنامعہ أکرہ الأمر، أری أنہ مباح مع الکرہ،لانقول انہ واجب، نقول انہ حلال، ولکنہ لایحبذ، ولایستحب، ویخشی أن یکون من ورائہ الأضرار وخلافہ'' (مستجدات فقہیہ ۱۷۵)۔

شیخ عبداللہ بن بازؒ بھی پہلے جوازکے قائل تھے،چنانچہ نکاحِ مسیارکے متعلق ایک

سوال کے جواب میں وہ فرماتے ہیں:

''لاحرج فی ذلک اذا استوفی العقد الشروط المعتبرة شرعاً'' (فتاوی علماء البلد الحرام ص ۱۳۳۴)۔

عرب علماء میں سے شیخ وھبہ الزحیلی بھی نکاحِ مسیارکے جوازکے قائل ہیں ، البتہ وہ بھی اسے ناپسندسمجھتے ہیں:

''ھذا الزواج غیرمرغوب فیہ شرعاً؛لأنہ یفتقرالی تحقیق مقاصدالشریعۃفی الزواج '' (مستجدات فقہیہ ۱۷۵)۔

حرمِ مکی کے امام شیخ سعودالشریم بھی اس نکاح کے جوازکے قائل ہیں اورمذکورہ بالاعلماء کی طرح وہ بھی اسے اچھانہیں سمجھتے ہیں،وہ فرماتے ہیں:

''قدیحصل من زواج المسیارضررمن وجہٍ دون آخر' ' (مستجدات فقہیہ ۱۷۶)۔

محکمۂ تمییز مکہ مکرمہ کے قاضی اورھیئۃ کبارالعلماء فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ کے ممبر شیخ عبداللہ بن منیع بھی اسے کراہت کے ساتھ جائزقراردیتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''ھذا الزواج بھذاالتصور لایظھرلی قول بمنعہ وإن کنت أکرھہ، وأعتبرہ مھیناًللمرأۃ وکرامتھا، لکن الحق لھا، وقدرضیت بذلک وتنازلت عن حقھافیہ'' (مستجدات فقہیہ ۱۷۶)۔

یہ سب عرب کے ممتازعلماء کرام ہیں ؛جونکاحِ مسیارکوکراہت کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں، ان کے علاوہ بعض علماء عرب ایسے بھی ہیں جوبلاکراہت اس کوجائزسمجھتے ہیں، منجملہ ان میں سے جامع ازہرکے شیخ محمدسیدطنطاوی ،دکتورنعمان سامرائی اور شیخ محمدبن صالح المنجدہیں ، اول الذکردونوں حضرات کاتذکرہ مستجدات میں ہے اورشیخ محمد بن صالح کے فتاوی ان کی ویب سائٹ پرموجود ہیں،ان کے علاوہ انٹرنیٹ پرفتاوی الشبکۃ الإسلامیۃ اورالاسلام سؤال وجواب نامی ویب سائٹ پربھی بلاکراہت جوازکے فتاوی موجود ہیں۔

عالمِ عرب کے مشہورعالم شیخ محمدناصرالدین البانی،شیخ محمدالزحیلی ، ڈاکٹرعلی قرہ داغی، ڈاکٹر ابراہیم فاضل الدبو، ڈاکٹرجبر الفضیلات، ڈاکٹرعبداللہ الجبوری وغیرہ نکاحِ مسیارکوحرام کہتے ہیں۔

استاذ محمدالزحیلی فرماتے ہیں:'' لذٰلک أری تحریم نکاح المسیارسداًللذرائع، لأن کل ماأدی الی الحرام فھو حرام، وللسیاسۃ الشرعیۃ ،وھذہ النتائج متوقعۃ تقع عادۃً''(مستجدات فقہیہ ۱۸۰)۔

ڈاکٹر محمدعبدالغفار الشریف فرماتے ہیں:

''زواج المسیاربدعۃ جدیدۃ، ابتدعھاضعاف النفوس ، الذین یریدون أن یتحللوامن کل مسئولیات الأسرۃومقتضیات الحیاۃ الزوجیۃ،فالزواج لایعدوالاأن یکون قضاء الحاجۃ الجنسیۃ، ولکن تحت مظلۃ شرعیۃ، فھٰذاالایجوزعندی واللہ أعلم وان عقد علی صورۃ مشروعۃ ظاھریاً'' (مستجدات فقہیہ ۱۸۰)۔

تیسری جماعت ان علماء کی ہے جنہوں نے اس کے جوازیاعدمِ جوازمیں توقف اختیارکرلیا، اورلوگوں کواس کے بجائے نکاح شرعی کی ترغیب دی، ان علماء میں شیخ محمدبن صالح العثیمین ، اورڈاکٹرعمربن سعودالعیدہیں، شیخ عبداللہ بن بازؒ نے بھی نکاح مسیار کے سلسلے میں لوگوں کی بدعنوانیاں سامنے آنے کے بعدتوقف اختیارکرلیاتھا،چنانچہ جب شیخ سے زواجِ مسیاراورزواجِ شرعی کے درمیان فرق کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا:

''الواجب علی کل مسلمٍ أن یتزوج الزواج الشرعی، وأن یحذرمایخالف ذلک، سواء سمی زواج مسیارأوغیرذلک'' (مجموعہ فتاوی ابن باز۲۰؍ ۴۳۲)۔

اس تفصیل سے معلوم ہواکہ علماء عرب کی نکاحِ مسیارکے سلسلے میں تین رائیں ہیں: جواز(کراہت اورعدمِ کراہت کے ساتھ) عدمِ جوازاورتوقف ۔

نکاحِ مسیارکے نتیجے میں پیداہونے والی اولاد:

یہ مرحلہ انتہائی نازک ہے، کیونکہ زواجِ مسیارکی اکثرصورتونمیں شوہراس بات پربالکل بھی راضی نہیں ہوتاکہ اس نکاح سے اس کی کوئی اولادہو، لیکن اگراس کے اولادہوجائے تواسے قبول کرنے پرراضی نہیں ہوتاہے، بسااوقات عورت پرناجائزتعلق کاشک بھی کیاجاتاہے، اس طرح کے ایک مسئلے میں بچہ پیداہونے کی وجہ سے شوہرنے اپنی بیوی پرشک کااظہارکیا۔چنانچہ فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ پرایک شخص لکھتاہےکہ:

''میں نے نکاحِ مسیارکیااورمیرے نکاح کے چھ مہینے بعدبیوی حاملہ ہوگئی پھربچہ پیداہوگیا لیکن معاملہ یہ ہے کہ میں بنیادی طورپراس حمل کی تصدیق نہیں کرتا، اوریہ کچھ وجوہات کی بنیادپرہے: اوروہ یہ ہیں کہ میں جماع کے وقت ہربارعازل(کنڈوم) استعمال کرتاہوں ،بہت ہی کم میں نے عازل کے بغیرصحبت کی ہے،لیکن اس حالت میں رحم کے باہرانزال کاپوراخیال رکھاہے، رشتۂ ازدواج کی پوری مدت میں کبھی بھی رحم کے اندرانزال نہیں کیا---- کیامجھے یہ حق حاصل ہے کہ سابقہ شواہدکے تجزیہ کے ذریعہ قاضی سے اثباتِ نسب کامطالبہ کروں؟'' (فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ ۹۷۹۶۱؍۵۷۰۳؍۱۳) ۔

یہ صرف ایک واقعہ ہے،اس جیسے نہ جانیں اورکتنے واقعات رونماہوتے ہوں گے۔ جب شوہراپنی اولادکوقبول کرنے سے اعراض کرے گاتواس اولادکی معاشرے میں کیاحیثیت ہوگی، اس کابخوبی اندازہ لگایاجاسکتاہے، نیزوہ صورتیں جن میں نکاح کوسماج سے پوشیدہ رکھاگیاہو،ان صورتوں میں ہونے والی اولادکوسماج جائزاولادکیسے سمجھے گا؛جبکہ کسی کواس نکاح کاعلم بھی نہیں ہے، الغرض اس نکاح سے ہونے والی اولادعموماًانتہائی درجہ تحقیروتذلیل کاشکارہوجائے گی،سماج میں ان کے تئیں نفرت ہوگی جس کی وجہ سے ان کی زندگی میں منفی اثرات مرتب ہوں گے۔

اورجب شرائطِ نکاح کی موجودگی میں یہ نکاح منعقدہواہے تواس نکاح سے ہونے والی اولادکانسب بھی ثابت ہوگا، جب نسب باپ سے ثابت ہوگاتوان کے نفقہ کی ذمہ داری

بھی باپ پرہی ہوگی۔ہدایہ میں ہے:

''ونفقۃ الأولاد الصغارعلی الأب لایشارکہ فیھاأحد'' (ہدایہ اولین،کتاب الطلاق۴۴۴، ط زم زم بک ڈپو)۔

لیکن جوباپ اولادکے پیداہونے پرہی راضی نہ ہووہ اس کانفقہ اٹھانے پرکیسے راضی ہوگا، اوراس طرح کے واقعات رونمابھی ہوئے ہیں کہ نکاحِ مسیارکے بعدبیوی حاملہ ہوئی، پھرشوہرچھوڑکرچلاگیا، اب بیوی پراپنے ساتھ ساتھ اولادکے نان نفقہ کابھی بوجھ ہوجائے گا، جس سے وہ ایک بڑی مصیبت میں گرفتارہوجائے گی۔

دل میں طلاق کی نیت رکھتے ہوئے نکاح کرنا:

فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق دل میں طلاق کی نیت رکھتے ہوئے نکاح کرنا جائز ہے، یہ نکاحِ موقت نہیں، چنانچہ فتح القدیر میں ہے:

''أمالوتزوج وفی نیتہ أن یطلقھابعدمدۃ نواھاصح'' (فتح القدیر۳، ۲۴۹۔ الشاملۃ)۔

الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ میں ہے:

''صَرَّحَ الْحَنَفِيَّةُ وَالشَّافِعِيَّةُ بِأَنَّهُ لَوْ تَزَوَّجَ وَفِي نِيَّتِهِ أَنْ يُطَلِّقَهَا بَعْدَ مُدَّةٍ نَوَاهَا صَحَّ زَوَاجُهُ، لَكِنَّ الشَّافِعِيَّةَ قَالُوا بِكَرَاهَةِ النِّكَاحِ، إِذْ كُل مَا صُرِّحَ بِهِ أَبْطَل يَكُونُ إِضْمَارُهُ مَكْرُوهًا عِنْدَهُمْ كَمَا قَال الْمَالِكِيَّةُ إِنَّ الأَجَل إِذَا لَمْ يَقَعْ فِي الْعَقْدِ، وَلَمْ يُعْلِمْهَا الزَّوْجُ بِذَلِكَ، وَإِنَّمَا قَصَدَهُ فِي نَفْسِهِ، وَفَهِمَتِ الْمَرْأَةُ أَوْ وَلِيُّهَا الْمُفَارَقَةَ بَعْدَ مُدَّةٍ، فَإِنَّهُ لاَ يَضُرُّ وَهَذَا هُوَ الرَّاجِحُ وَإِنْ كَانَ بَهْرَامٌ صَدَّرَ فِي '' شَرْحِهِ '' وَفِي '' شَامِلِهِ '' بِالْفَسَادِ إِذَا فَهِمَتْ مِنْهُ ذَلِكَ الأَمْرَ الَّذِي قَصَدَهُ فِي نَفْسِهِ فَإِنْ لَمْ يُصَرِّحْ لِلْمَرْأَةِ وَلاَ لِوَلِيِّهَا بِذَلِكَ وَلَمْ تَفْهَمِ الْمَرْأَةُ مَا قَصَدَهُ فِي نَفْسِهِ فَلَيْسَ نِكَاحَ مُتْعَةٍ.

أَمَّا الْحَنَابِلَةُ فَقَدْ صَرَّحُوا بِأَنَّهُ لَوْ تَزَوَّجَ الْغَرِيبُ بِنِيَّةِ طَلاَقِهَا إِذَا خَرَجَ، فَإِنَّ النِّكَاحَ يَبْطُل؛ لأَِنَّهُ نِكَاحُ مُتْعَةٍ، وَهُوَ بَاطِلٌ، وَلَكِنْ جَاءَ فِي الْمُغْنِي: '' وَإِنْ تَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ شَرْطٍ إِلاَّ أَنَّ فِي نِيَّتِهِ طَلاَقَهَا بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ إِذَا انْقَضَتْ حَاجَتُهُ فِي هَذَا الْبَلَدِ، فَالنِّكَاحُ صَحِيحٌ فِي قَوْل عَامَّةِ أَهْل الْعِلْمِ إِلاَّ الأَْوْزَاعِيَّ، قَال: هُوَ نِكَاحُ مُتْعَةٍ.

وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لاَ بَأْسَ بِهِ، وَلاَ تَضُرُّ نِيَّتُه''(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۳۲،۲۔الشاملۃ) ۔

اس تفصیل سے معلوم ہواکہ اگرکوئی شخص طلاق کی نیت لیے ہوئے نکاح کرتاہے تویہ نکاح جائزتوہے،لیکن شوافع کے نزدیک مطلقاًمکروہ ہے؛ خواہ بیوی یااس کے ولی کواس کی نیت کاعلم ہویانہ ہو،اورمالکیہ کے ایک قول کے مطابق اگربیوی یااس کے ولی کوشوہرکی نیت کاعلم ہے تومکروہ ہے ورنہ نہیں،جبکہ راجح قول کے مطابق بہردوصورت بلاکراہت جائزہے۔ اورحنابلہ کے مشہورقول کے مطابق بھی بلاکراہت جائزہے۔اسی طرح احناف کے نزدیک بھی یہ نکاح جائزہے،نکاحِ موقت میں داخل نہیں ہے، ''لأن التوقیت إنما یکون باللفظ'' (ردالمحتار۳،۵۲ط بیروت)۔

لیکن اگرمیاں بیوی دونوں کواس بات کاعلم ہوکہ یہ نکاح ختم کردیاجائے گااوراس بات پر رضامندی کے ساتھ اس کاذکرکئے بغیرنکاح کریں تواحناف کے نزدیک چونکہ عقود

میں معنی کااعتبارہوتاہے ،الفاظ کانہینجیساکہ صاحبِ ہدایہ نکاح موقت کے جوازاورعدمِ جوازکے مسئلے میں امام زفرؒ کوجواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ولناأنہ أتیٰ بمعنی المتعۃ والعبرۃ فی العقودللمعانی'' (ہدایہ اولین ۳۱۳)۔

اورصاحبِ عنایہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ولناأنہ أتیٰ بمعنی المتعۃ بلفظ النکاح لأن معنی المتعۃ ھوالاستمتاع بالمرأۃ لالقصد مقاصد النکاح وھوموجود فیمانحن فیہ لأنھالاتحصل فی مدۃ قلیلۃوالعبرۃ فی العقودللمعانی دون الألفاظ'' (العنایۃ ۳؍۲۴۹ الشاملۃ)۔

اسی طرح ردالمحتارمیں متعہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتےہیں:

''وَمَعْنَاهُ الْمَشْهُورُ أَنْ يُوجَدَ عَقْدًا عَلَى امْرَأَةٍ لَا يُرَادُ بِهِ مَقَاصِدُ عَقْدِ النِّكَاحِ مِنْ الْقَرَارِ لِلْوَلَدِ وَتَرْبِيَتِهِ، بَلْ إلَى مُدَّةٍ مُعَيَّنَةٍ يَنْتَهِي الْعَقْدُ بِانْتِهَائِهَا أَوْ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ بِمَعْنَى بَقَاءِ الْعَقْدِ مَا دَامَ مَعَهَا إلَى أَنْ يَنْصَرِفَ عَنْهَا فَلَا عَقْدَ، فَيَدْخُلُ فِيهِ مَا بِمَادَّةِ الْمُتْعَةِ وَالنِّكَاحِ الْمُؤَقَّتِ أَيْضًا فَيَكُونُ مِنْ أَفْرَادِ الْمُتْعَةِ، وَإِنْ عَقَدَ بِلَفْظِ التَّزَوُّجِ وَأَحْضَرَ الشُّهُودَ. اهـ. مُلَخَّصًا''۔

متعہ کے جومعنی مذکورہ عبارات میں بیان کئےگئے ہیں اس کے مطابق یہ نکاح۔ جبکہ متعاقدین میں سے ہرایک، ایک مدت کے بعدختم کرنے کی نیت سے کررہے ہوں۔ نکاحِ متعہ کے دائرے میں آجائے گا۔ واللہ أعلم۔

نکاحِ موقت کی حقیقت اور اس کاحکم:

نکاح موقت نکاح متعہ ہی کی ایک قسم ہے، دونوں میں صرف اتنافرق ہے کہ متعہ میں لفظ نکاح یاتزویج کے بجائے متعہ کے مادہ سےکوئی لفظ استعمال کیاجاتاہےاورموقت میں مدت کی صراحت کے ساتھ نکاح یاتزویج کالفظ استعمال کیاجاتاہے، اوردوگواہوں کی موجودگی میں ہوتاہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

''النِّكَاحُ الْمُؤَقَّتُ وَهُوَ نِكَاحُ الْمُتْعَةِ وَأَنَّهُ نَوْعَانِ:.أَحَدُهُمَا:أَنْ يَكُونَ بِلَفْظِ التَّمَتُّعِ، وَالثَّانِي:أَنْ يَكُونَ بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَالتَّزْوِيجِ وَمَا يَقُومُ مَقَامَهُمَا'' (بدائع الصنائع ۲؍۲۷۲۔دارالکتب بیروت)۔

اورفتح القدیر میں ہے:

''قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ فِي الْفَرْقِ بَيْنَهُ (أي النكاح المتعة)وَبَيْنَ النِّكَاحِ الْمُوَقَّتِ أَنْ يُذْكَرَ الْمُوَقَّتُ بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَالتَّزْوِيجِ وَفِي الْمُتْعَةِ أَتَمَتَّعُ أَوْ أَسْتَمْتِعُ اهـ. يَعْنِي مَا اشْتَمَلَ عَلَى مَادَّةِ مُتْعَةٍ. وَالَّذِي يَظْهَرُ مَعَ ذَلِكَ عَدَمُ اشْتِرَاطِ الشُّهُودِ فِي الْمُتْعَةِ وَتَعْيِينُ الْمُدَّةِ، وَفِي الْمُوَقَّتِ الشُّهُودُ وَتَعْيِينُهَا '' (فتح القدیر ۳؍۲۴۶۔الشاملۃ)۔

ان عبارتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نکاحِ موقت نکاحِ متعہ ہی کی ایک قسم ہے، اورنکاحِ متعہ کی حقیقت علامہ ابن الہمام اس طرح بیان فرماتے ہینکہ: اس کے مشہورمعنی یہ ہیں کہ کسی عورت سے اس طرح عقدکیاجائے کہ اس عقدسے نکاح کے مقاصد مثلاً اولادکاحصول اوراس کی تربیت مقصودنہ ہو، بلکہ ایک معین مدت تک کے لیے عقدکیاجائے، جب وہ معین مدت ختم ہوجائے توعقد بھی ختم ہوجائے،یاکسی غیرمتعین مدت

کے لئے عقدکیاجائے اس معنی کرکہ جب تک میں تیرے ساتھ رہوں عقدباقی رہے گا، یہاں تک کہ میں تیرے پاس سے چلاجاؤنتوپھرکوئی عقدنہ رہے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ متعہ کے معنی ایساعقدموقت ہے جووقت کے ختم ہوجانے سے ختم ہوجاتاہے، پس اس میں وہ عقد بھی داخل ہوجائے گا جو ‘‘متعہ’’ کے مادہ سے ہو اور نکاح موقت بھی داخل ہوجائے گا،تونکاحِ موقت متعہ کے افرادمیں سے ہوا؛اگرچہ وہ لفظِ تزویج سے ہواہواورگواہ موجودہوں۔

‘‘وَمَعْنَاهُ الْمَشْهُورُ أَنْ يُوجَدَ عَقْدًا عَلَى امْرَأَةٍ لَا يُرَادُ بِهِ مَقَاصِدَ عَقْدِ النِّكَاحِ مِنْ الْقَرَارِ لِلْوَلَدِ وَتَرْبِيَتِهِ بَلْ إلَى مُدَّةٍ مُعَيَّنَةٍ يَنْتَهِي الْعَقْدُ بِانْتِهَائِهَا أَوْ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ بِمَعْنَى بَقَاءِ الْعَقْدِ مَا دُمْت مَعَك إلَى أَنْ أَنْصَرِفَ عَنْك فَلَا عَقْدَ.وَالْحَاصِلُ أَنَّ مَعْنَى الْمُتْعَةِ عَقْدٌ مُوَقَّتٌ يَنْتَهِي بِانْتِهَاءِ الْوَقْتِ فَيَدْخُلُ فِيهِ مَا بِمَادَّةِ الْمُتْعَةِ وَالنِّكَاحُ الْمُوَقَّتُ أَيْضًا فَيَكُونُ النِّكَاحُ الْمُوَقَّتُ مِنْ أَفْرَادِ الْمُتْعَةِ وَإِنْ عُقِدَ بِلَفْظِ التَّزْوِيجِ وَأُحْضِرَ الشُّهُودُ’’(فتح القدیر ٣،٢٤٧۔الشاملۃ)۔

فتح القدیرکی عبارت سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ نکاح موقت حقیقت میں نکاحِ متعہ کاہی ایک فردہے، اسی طرح تفسیرالمنار میں بھی نکاحِ موقت کونکاحِ متعہ ہی کہا گیا ہے:

‘‘وَهُوَ يَدُلُّ عَلَى بُطْلَانِ النِّكَاحِ الْمُوَقَّتِ وَهُوَ نِكَاحُ الْمُتْعَةِ الَّذِي يُشْتَرَطُ فِيهِ الْأَجَلُ اهـ’’ (تفسیرالمنار ٥،٨۔الشاملۃ)۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ نکاح موقت نکاحِ متعہ ہی کایک فردہے توجوحکم نکاحِ متعہ کاہے وہی حکم نکاح موقت کاہوگا،اوراس حکم میں چاروں ائمہ بشمولِ صاحبین متفق ہیں ،صرف امام زفرؒ کااس میں اختلاف ہے ،وہ نکاح موقت کوجائزقراردیتے ہیں ، اور توقیت کی شرط کودیگرشروطِ فاسدہ کی طرح باطل اورلغوقراردیتے ہیں۔

‘‘مسألة ١٢٠٣:جماهير الفقهاء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم على تحريم نكاح المتعة وهو أن يعقد نكاح امرأة على أجل مسمى. وروي تحريمه عن عمر وعليّ وابن عمر وابن مسعود وابن الزبير. قال ابن عبد البر: وعلى تحريم المتعة مالك وأهل المدينة وأبو حنيفة في أهل الكوفة والأوزاعي في أهل الشام والليث في أهل مصر والشافعي وسائر أصحاب الآثار. وهو مذهب أحمد المعتمد. وقال زفر: يصح النكاح، ويبطل الشرط’’(موسوعۃ مسائل الجمہورفی الفقہ الاسلامی ٢،٦٨٩۔الشاملۃ)۔

اسی طرح ہدایہ میں ہے:

‘‘والنكاح الموقت باطل مثل أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين عشرة أيام ، وقال زفرؒ هوصحيح لازم لأن النكاح لايبطل بالشروط الفاسدة، ولناأنہ أتى بمعنى المتعة ،والعبرة فی العقودللمعانی’’ (ہدایہ اولین٣١٣۔زمزم بک ڈپو)۔واللہ أعلم بالصواب۔

نکاح مسیار اور قدیم وجدید علماء کا موقف

مفتی اسعد پالنپوری•

سوال:-۱ کیا قدیم فقہا کے یہاں نکاح مسیار کا کوئی ذکر ملتا ہے؟

جواب:-۱ سوال مذکور کے جواب کے لیے مختلف کتب فقہ و فتاوی اور شروحات احادیث کو تلاشا گیا، تو جامع ترمذی شریف کی ایک حدیث اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح نظر سے گذری۔

ترمذی شریف میں ہے:

''عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال:إنما كانت المتعة في أول الإسلام، كان الرجل يقدم البلدة ليس له بها معرفة، فيتزوج المرأة بقدر ما يرى أنه يقيم، فتحفظ له متاعه، و تصلح له شيئه؛ حتى إذا نزلت الآية: (إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم) قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما:فكل فرج سوى هذين، فهو حرام''(رواه الترمذي، أبواب النكاح، باب ما جاء في نكاح المتعة۲/ ۴۱۶؛ رقم الحديث: ۱۱۲۲)۔

یعنی اسلام کے ابتدائی دور میں متعہ جائز تھا، جب کوئی شخص کسی ایسے علاقے اور شہر میں جاتا، جہاں اس کی کوئی جان پہچان نہ ہوتی، تو وہ شخص وہاں کسی عورت کے ساتھ اتنی مدت کے لیے نکاح کر لیتاجتنا ا س کو وہاں قیام کا ارادہ ہوتا؛ پس وہ عورت اس کے ساز و سامان کی حفاظت کرتی، اس کا کھانا وغیرہ پکا لیتی؛ یہاں تک کہ آیت شریفہ: (إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم) نازل ہوئی؛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ مذکور دو فروج کے علاوہ بقیہ تمام فروج حرام ہیں۔

مذکور حدیث شریف کی روشنی میں اس بات کا تو پتہ چلتا ہے کہ ابتدائے اسلام کے زمانے میں اگر کوئی شخص اپنی وقتی اور عارضی ضرورت کے پیش نظر اور اپنی عفت و پاک دامنی کی حفاظت کی خاطر چند دنوں کے لیے اگر کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا، تو کر سکتا تھا، جسے متعہ کا نام دیا گیا تھا؛ لیکن کچھ مدت کے بعد اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا؛ جیسا کہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرقاۃ المفاتیح میں اس کی صراحت فرمائی ہے:

''قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما:فكل فرج سوى هذين، فهو حرام) قال ابن الهمام رحمه الله تعالى:و هذا يحمل على أن ابن عباس رضي الله تعالى عنهماأطلع على أن الأمر على

• استاذ حدیث وفقہ دارالعلو مرکز اسلامی انکلیشوربھروچ، گجرات۔

ہذا الوجہ، فرجع إلیہ وحکاہ" (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب إعلان النکاح۶/ ۲۹۰)۔

مذکورہ عبارت سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مستمتعہ عورت اپنے شوہر کے لیے زوجہ بھی نہیں ہے؛ کیونکہ بالاجماع دونوں ایک دوسرے کے لیے وارث نہیں بنتے ہیں، جبکہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے وارث بن سکتے ہیں؛ نیز یہ مملوکہ بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ اس نے چند دنوں کے لیے اپنی ذات کو ایک اجنبی شخص کے ہاتھ پر بطور کرایہ پیش کیا ہے؛ پس یہ عورت حلت فرج کے حکم میں آیت کریمہ: (إلا علی أزواجہم أو ما ملکت أیمانہم) کے تحت داخل نہیں ہو گی، جب حلت کے حکم کے تحت داخل نہیں ہے، تو حرمت کا حکم علی حالہ باقی رہے گا۔

اور مجموع فتاوی و مقالات متنوعہ میں حدیث مذکور کی سند کو ضعیف بھی قرار دیا گیا ہے، چنانچہ لکھا ہے:

"و أما ما أخرجہ الترمذي من طریق محمد بن کعب عن ابن عباس رضي اللہ تعالی عنہما قال:(إنما کانت المتعۃ في أول الإسلام، کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ بہا معرفۃ، فیتزوج) الخ، فإسنادہ ضعیف، وہو شاذ، مخالف لما تقدم من علۃ إباحتہا؛ یشیر الحافظ بقولہ:مخالف لما تقدم من علۃ إباحتہا إلی ما رواہ البخاري في باب نہي النبي ﷺ عن نکاح المتعۃ" (مجموع فتاوی مقالات متنوعۃ۲۰/ ۷۱)۔

اس عبارت سے بھی واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے حلت کا حکم پہلے تھا، بعد میں منسوخ ہوگیا؛ نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے؛ پس حلت فرج کا حکم اس سے ثابت نہیں ہوسکتا۔

خلاصہ اور اپنی رائے: نکاح مسیار کا ذکر اشارۃً قدیم فقہا کے یہاں صرف مذکور طریقے سے ملتا ہے؛ لیکن وہ حکم بعض مجبوریوں کی وجہ سے ابتدائے اسلام کے زمانے میں تھا، بعد میں وہ بھی منسوخ ہوگیا تھا۔ و اللہ اعلم بالصواب

سوال:-۲ نکاح مسیار کی کیا صورتیں اختیار کی جاتی ہیناور کن کن اسباب کے تحت اس کی نوبت آتی ہے؟ معاصر اہل علم کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے وضاحت فرمائیں۔

جواب:-۲ نکاح مسیار کی حسب ذیل چند صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں:

(۱) میاں بیوی اپنی آپسی رضامندی سے صحت نکاح کی تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر نکاح کرلیں اور عورت اپنے نفقے سے دست برداری اختیار کرلے۔

(۲) میاں بیوی اپنی آپسی رضامندی سے صحت نکاح کی تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر نکاح کرلیں اور عورت سکنے سے دست برداری اختیار کر لے۔

(۳) میاں بیوی اپنی آپسی رضامندی سے صحت نکاح کی تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر نکاح کرلیں اور عورت کسوے سے دست برداری اختیار کر لے۔

(۴) میاں بیوی اپنی آپسی رضامندی سے صحت نکاح کی تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر نکاح کرلیں اور عورت مذکور اپنے تینوں حقوق کے علاوہ دیگر حقوق (مثلاً: علاج ومعالجے، سفر و حضر کے اخراجات اور خوشی و غمی کے مواقع میں عائد ہونے والے دیگر اخراجات) سے مکمل طور پر دست برداری اختیار کر لے۔

(۵) میاں بیوی اپنی آپسی رضامندی سے صحت نکاح کی تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر نکاح کرلیں اور پیدا ہونے والی اولاد کی رضاعت و حضانت کی ذمے داریوں سے شوہر عورت کو بالکلیہ سبک دوش کر دے۔

(۶) میاں بیوی اپنی آپسی رضامندی سے صحت نکاح کی تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر نکاح کرلیں اور عورت ہر طرح کے اپنے حقوق سے دست برداری اختیار کرلے ۔

حسب ذیل چند اسباب کے تحت نکاح مسیار کی نوبت آسکتی ہے:

(۱) کوئی شخص کسی بیرون ملک طویل مدت کے لیے تجارت یا حصول تعلیم کی غرض سے جائے اور جوانی و غلبۂ طوقان کی وجہ سے وہاں اس کو اپنی عفت و پاک دامنی باقی رکھنا دشوار ہوجائے۔

(۲) عورت کے والدین ضعیف وکمزور اور بوڑھے ہوں اور ان کی خدمت کرنے والا عورت کے علاوہ دوسرا کوئی نہ ہو اور دوسری طرف عورت اپنی عفت و پاک دامنی باقی رکھنے کی غرض سے نکاح کی خواہش مند بھی ہو، تو وہ اپنے تمام تر حقوق سے دست برداری اختیار کرکے کسی شخص سے نکاح کر لے اور وقتا فوقتا کسی مکان یا ہوٹل وغیرہ میں دونوں کی ملاقات آپس میں ملاقات کرتے رہیں اور فارغ ایام میں وہ اپنے والدین کی خدمت بھی کرتی رہے۔

(۳) مطلقہ اور بیواؤں کی کثرت کہ جن کے ساتھ بعض وجوہات کی بنیاد پرکوئی نکاح کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ اپنی عفت و پاک دامنی بھی باقی رکھنا چاہتی ہیں، تو ایسی صورت میں وہ کسی شخص کے ساتھ اس شرط سے نکاح کرنے کے لیے تیار ہوجاتی ہیں کہ اپنے تمام حقوق یا بعض حقوق سے دست بردار ہوجائیں گی۔

(۴) مطلقہ یا بیوہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بچوں والی ہے اور وہ اپنے سابق شوہر کے بچوں کو لے کر دوسرے شوہر کے وہاں نہیں رہ سکتی ہے اور دوسری طرف وہ جوان بھی ہے، تو وہ اپنی پاک دامنی باقی رکھنے کی غرض سےکسی شخص کے ساتھ رشتۂ زوجیت قائم کر لے اور اپنے تمام حقوق یا بعض حقوق سے دست بردار ہوجائے۔

(۵) بعض مرتبہ کسی شادی شدہ شخص کے لیے ایک عورت پر اکتفا کرتے ہوئے اپنی عفت و پاک دامنی باقی رکھنا دشوار ہوتا ہے اور دوسری طرف کوئی عورت اپنی بعض وجوہات کی بنیاد پر تجرد کی زندگی بسر کر رہی ہے، تو مرد اور عورت دونوں کو

ضرورت ہے، پس دونوں رشتۂ زوجیت میں جڑ جاتے ہیں اور عورت پر مالی کوئی بوجھ بھی نہیں ڈالا جاتا؛ نیز اپنے تمام تر حقوق یا بعض حقوق سے دست بردار بھی ہوجاتی ہے۔

یہ ہیں نکاح مسیار کے وجود میں آنے کی چند صورتیں اور اس کے اسباب، اگر غور و خوض کیا جائے، تو مزید صورتیں بھی وجود میں آ سکتی ہیں۔ و اللہ اعلم بالصواب

سوال:-۳ نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سے دست بردارہوجاتی ہیں، بعض دفعہ اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں، ان صورتوں میں ان کے اولیا اپنے لیے ہتک محسوس کرتے ہیں، اس پس منظر میں کیا نکاح مسیارمیں ولی کو حق اعتراض ہوگا؟

جواب:-۳ نکاح طرفین کی صرف شہوت رانی کا نام نہیں ہے؛ بل کہ یہ ایک ایسی عظیم عبادت ہے جس کی بدولت دو اجنبی خاندان ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں، میاں بیوی کی عفت و پاک دامنی کا ضامن ہوتاہے، اس کی برکت سے ایسی نیک اور صالح اولاد وجود میں آتی ہیں جو اپنے والدین کے لیے نیک نامی، ان کے لیے ذخیرۂ آخرت، صدقۂ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنتی ہیں اور آقا ﷺ کے لیے قیامت کے روزاپنی امت کی کثرت پر یہ اولاد فخر کا باعث ہوگی؛ اس لیے اس عبادت کو ہر طرح کی تہمتوں سے بالکل پاک و صاف رکھ کر اس کے انعقاد کے شریعت کی طرف سے کچھ طریقے اور احکام بھی بتلائے گئے ہیں؛ مثلاً: ولی اور سر پرست کا ہونا، دو گواہوں کی شرط اور علی الاعلان مسجد میں منعقد کرنا وغیرہ؛ بل کہ بعض احادیث میں تو نکاح کی تقریب کے موقع پر دف بجانے کا بھی حکم وارد ہوا ہے تاکہ اعلان واضح طور پر ہوسکے۔ (گرچہ اس وقت بعض وجوہات اور اس کے ساتھ منکرات کے شامل ہوجانے کی وجہ سے اس پر علما کا عمل نہیں ہے) الغرض! نکاح سے قبل دونوں ایک دوسرے کے لیے بالکلیہ حرام تھے؛ لیکن نکاح کی برکت سے دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہوگئے؛ اسی مذکور تہمت سے بچنے کے لیے ایک حدیث میں منقول ہے:

''أعلنوا ہذا النکاح و اجعلوہ في المساجد و اضربوا علیہ بالدف''۔

نکاح کا اعلان کیا کرو، ان کو مساجدمیں منعقد کرو اور اس پر دف بجایا کرو۔

نکاح سے پہلے اعلان کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس بندھن میں جڑنے کے بعد کوئی ان کو شک و شبہ کی نظر سے نہ دیکھے، کوئی ان کو متہم نہ کرے کہ جو کل تک ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے وہ آج ایک ساتھ کیسے گھومنے پھرنے لگے وغیرہ وغیرہ۔

الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں لکھا ہے:

''ذہب الفقہاء إلی أنہ یندب إعلان النکاح؛ أي: إظہار عقدہ، حتی یشہر و یعرف و یبعد عن تہمۃ الزنا لقولہ علیہ السلام: (أعلنوا ہذا النکاح و اجعلوہ في المساجد و اضربوا علیہ بالدف)'' (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ۴۱/ ۲۲۵)۔

اور خفیہ طور پر نکاح کرنا جس طرح میاں بیوی کے لیے باعث ہتک و تہمت بن سکتا ہے، اسی طرح اولیا اور سرپرستوں کے لیے بھی باعث ہتک اور بے عزتی کا سبب ہے جیسا کہ سوال میں بھی اس کی صراحت کی گئی ہے؛اور شرعاً، عرفاً اور اخلاقاً ہر اعتبار سے یہ مذموم اور ناپسندیدہ عمل ہے؛ پس خفیہ طور پر نکاح ہوجانے کے بعدپتہ چلنے پر اولیا کو حق اعتراض حاصل ہونا سمجھنے میں آنے والی بات ہے۔

چنانچہ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کی ویب سائٹ پر اسی طرح کے ایک فتوے کا جواب رکھا ہوا ہے:

گھر والوں سے چھپ کر نکاح کرنا:

سوال: بھاگ کے گھر والوں سے چھپ کر د وگواہوں کی موجودگی میں نکاح خود پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: والدین کی رضامندی کے بغیر یوں چھپ کر نکاح کرنا شرعاً، عرفاً اور خلاقاً سخت ناپسندیدہ عمل ہے، اسلامی معاشرتی احکام اور آداب کی روشنی میں والدین اولاد کے لیے فیصلہ کرتے ہیں یا اولاد والدین کو اعتمادمیں لے کرفیصلہ کرتی ہیں؛ بہر حال ان معاملات میں سرپرستی بزرگوں کی ہونی چاہیے۔

نیز چھپ کر نکاح کرنا مصالح نکاح کے بھی خلاف ہے، شریعت نے نکاح کے اعلان کے حکم کے ساتھ ساتھ مساجد میں نکاح کی تقریب منعقد کرنے کی ترغیب دی ہے؛ تاکہ اس حلال اور پاکیزہ بندھن سے بندھنے والے افراد پر حرام کاری کا الزام لگانے کا موقع کسی کو نہ ملے اور ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکےجو نسل انسانی کی بقاکا ذریعہ ہو؛ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

‘‘عن عائشۃ رضي الله تعالى عنہا قالت:قال رسول الله ﷺ:أعلنوا ہذا النكاح و اجعلوه في المساجد و اضربوا عليه بالدف’’ (رواه الترمذي، باب ماجاء في إعلان النكاح)۔

چھپ کر نکاح کرنا مصالح نکاح کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی شرعی اور معاشرتی برائیوں کا سبب ہے؛ جیسے ہم بستری کے نتیجے میں حمل ٹھہرنے کے بعد حمل ضائع کروانا (جوکہ ایک درجے میں قتل اولاد کے زمرے میں آتا ہے) مذکورہ مرد و خاتون کو نازیبا حرکات کرتے دیکھنے والوں کا ان کے بارے میں بد گمان ہونایا ان پر بدچلنی کا الزام لگانا وغیرہ؛ لہذا گھر والوں سے چھپ کر نکاح کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم (دارالافتا جامعہ علوم اسلامیہ علامہ یوسف بنوری ٹاؤن؛ فتوی نمبر: ۱۴۴۲۱۲۲۰۱۲۴۹)۔

بنوری ٹاؤن کراچی کی ویب سائٹ پر ایک اور فتوی اور اس کا جواب رکھا ہوا ہے:

والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: والدین کی اجازت کے بغیر بالغ لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے والدین کی رضامندی کے بغیر اپنا نکاح خود

کرے، تو شرعاً ایسا نکاح منعقدہوجاتا ہے، اگرچہ والدین کی رضامندی کے بغیر کرناشرعاً و اخلاقاً انتہائی ناپسندیدہ ہے؛ شریعت نے لڑکے اور لڑکی کو اپنی رائے کے استعمال کا حق دیا ہے؛ لیکن اس میں خاندان والوں کی عزت کا پاس رکھنا بھی ضروری ہے؛ بہر حال یہ حرکت ناپسندیدہ ہےکہ لڑکی اپنے گھر والوں کو لاعلمی میں رکھ کر نکاح کرلے۔

اگر لڑکی نے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کیا، تو اولاد ہونے سے پہلے پہلے لڑکی کے اولیا کو عدالت سے رجوع کر کے اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

شامی میں ہے:

''(فنفذ نكاح حرة مكلفة، لا) رضا (ولي) و الأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه، ومالا فلا (و له) أي: للولي (إذا كان عصبةً) و لو غير محرم كابن عم في الأصح؛ خانية. و خرج ذوو الأرحام والأم والقاضي (الاعتراض في غير الكفء) فيفسخ القاضي و يتجدد بتجدد النكاح (مالم) يسكت حتى (تلدمنه) لئلا يضيع الولد'' (الدرالمختار مع رد المحتار، مكتبة زكريا ديوبند، كتاب النكاح، باب الولي ۴/ ۱۵۵، ۱۵۶)۔

''و يستحب للمرأة تفويض أمرها إلى وليها كي لا تنسب إلى الوقاحة، بحر'' (دارالافتا جامعہ علوم اسلامیہ علامہ یوسف بنوری ٹاؤن؛ فتوی نمبر: ۱۴۴۱۰۷۲۰۰۳۴۲)۔

خلاصہ اور اپنی رائے:مذکورہ بالا حدیث، فقہی عبارت اور دونوں فتاوی کی روشنی میں اصولی طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ غیر کفو میں نکاح کرنے کی صورت میں بچے کی ولادت سے پہلے پہلے ولی کو حق اعتراض اور عدالت سے رجوع کر کے فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے اور اس کی علت ہتک اور بے عزتی کو بتایا گیا ہے، پس یہی علت تو اولیا سے چھپ کر نکاح کرنے کی صورت میں بھی پائی جا رہی ہے؛ اس لیے چھپ کر نکاح کرنے کی صورت میں پتہ چلنے پر بچے کی ولادت سے پہلے پہلےاولیا کو حق اعتراض حاصل ہونا چاہیے، اسی میں لڑکی اور اہل خاندان دونوں کے لیے عافیت کا سامان ہے اور یہی بندے کی بھی رائے ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب

سوال:-۴ کیا شریعت کے جو مقاصد نکاح سے متعلق ہیں، زواج مسیار سے پورے ہوتے ہیں؟ اگر نہیں، تو ایسی صورت میں نکاح مسیار کا کیا حکم ہے؟

جواب:-۴ سوال مذکور کا جواب کافی تفصیل طلب ہے، اس تعلق سے جامعہ بنوی ٹاؤن کی ویب سائٹ پر کافی اچھی تفصیلات موجود ہیں، بعینہ اسی کو نقل کرنے کی کوشش کرتاہوں۔

نکاح مسیار کے ذریعہ مقاصد نکاح کی عدم تکمیل کی وجوہات:

(۱) شریعت مطہرہ میں میاں بیوی کے درمیان نکاح سے حاصل ہونے والا تعلق صرف جنسی خواہش کی تکمیل نہیں ہے؛ بل کہ نکاح جسم و روح کا باہمی رشتہ ہے، اس

مقدس رشتے میں میاں بیوی ایک دوسرے سے ہمیشہ وابستہ رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا عہد وپیمان کرتے ہیں، میاں بیوی کے اس قدر گہرے تعلق کو قرآن کریم نے زوجین کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے؛ ارشاد ربانی ہے:

(ہن لباس لکم و أنتم لباس لہن) (البقرۃ: ١٨٧) ۔

وہ تمہارے لیے لباس ہے اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھاہے: ''کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، حسن، قتادہ، سدی اور مقاتل بن حیان فرماتے ہیں: کہ یعنی وہ تمہارے لیے سکون کا باعث ہیں اور تم ان کے لیے سکون کا باعث ہو اور ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ وہ تمہارے لیے لحاف ہیں اور تم ان کے لیے لحاف ہو۔

''وقولہ: (ھن لباس لکم وأنتم لباس لھن) قال ابن عباس ومجاھد وسعید بن جبیر والحسن وقتادۃ والسدي ومقاتل بن حیان: یعني ھن سکن لکم وأنتم سکن لھن، وقال الربیع بن أنس: ھن لحاف لکم وأنتم لحاف لھن، وحاصلہ: أن الرجل والمرأۃ کل منھما یخالط الآخر ویماسہ ویضاجعہ'' (تفسیر ابن کثیر، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ ١/٣٧٥)۔

تفسیر مظہری میں ہے:

(٢) رشتۂ نکاح طرفین کی عفت و پاک دامنی کا سبب اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے،اسی وجہ سے نکاح کو دو تہائی دین کہا گیا ہے؛ تفسیر مظہری میں ہے کہ چوں کہ مرد اور عورت آپس میں ایک دوسرے سے لپٹتے ہیں اور ہر ایک دوسرے پر لباس کی طرح مشتمل ہوجاتے ہیں؛ اس لیے مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی گئی ہے اور یا اس لیے کہ لباس جس طرح اپنے پہننے والے کو چھپالیتاہے، اسی طرح مرد اور عورت ایک دوسرے کو حرام سے چھپاتے اور روکتے ہیں؛چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نکاح کرلیا اس نے دو تہائی دین جمع کرلیا۔

''ولما کان الرجل والمرأۃ یعتنقان ویشتمل کل منھما علی صاحبہ شبہ باللباس، أو لأن اللباس کما یستر صاحبہ کذلك یکون کل واحد منھما لصاحبہ ستراعما لا یحل؛ قال رسول اللہ ﷺ: (من تزوج فقد أحرز ثلثي دینہ)'' (التفسیر المظہري، مطبوعۃ مکتبۃ رشیدیۃ ١/ ٢٠٣)۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

''وجعل کل من الرجل والمرأۃ لباسًا للآخر لتجردھما عند النوم واعتناقھما واشتمال کل منھما علی الآخر، أو لأن کلا منھما یستر حال صاحبہ ویمنعہ من الفجور وعما لا یحل؛ کما جاء في الحدیث (من تزوج فقد أحرز ثلثي دینہ) أو المعنی: ھن سکن لکم وأنتم سکن لھن؛ کما قال تعالی: (وَجَعَلَ مِنْها زَوْجَها لِیَسْکُنَ إِلَیْھا) ولا یسکن شيء إلی شيء کسکون أحد الزوجین إلی الآخر'' (التفسیر المظہري١،٢٩٩، مطبوعۃ دارالفکر)۔

نیز قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت نے نکاح کا مقصد یہ بیان فرمایاہے:
(مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَان) (النساء: ٢٥) ۔
(مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ اَخْدَان) (المائدۃ: ٥)۔
یعنی:نکاح کرو اس حال میں کہ تم پاک دامنی چاہتے ہو، شہوت رانی مقصود نہ ہو اور نہ ہی چوری چھپے یاری لڑانا؛ اگر نکاح کے وقت شہوت پوری کرنا ہی غرض ہو تو یہ شرعی نکاح کے مقاصد کے خلاف ہے؛جسے نفلی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

(٣)نکاح کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد نسل انسانی کا تحفظ بھی ہے؛ چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالی قرآنِ کریم کی آیت شریفہ :(وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ)کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں: کہ تلاش کرو جو اللہ تعالی نے تمہارے لیے لکھ دیاہے؛یعنی: تلاش کرو جو اللہ تعالی نے تمہاری قسمت میں مباشرت کے ساتھ اولاد لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہےاور یہی بات حضرت ابن عباس، ضحاک اورمجاہد رضی اللہ عنہم سے مروی ہےاور ''تلاش ''سے مراد یہ ہے کہ یوں دعا مانگو کہ اے اللہ! جو آپ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے وہ رزق (اولاد)عطا فرمائیے.....

اس آیت میں اس بات کی طرف بھی رہ نمائی ہے کہ نکاح کی وجہ سے مباشرت کرنے والے کو چاہیے کہ اس کے پیشِ نظر نسلِ انسانی کی حفاظت ہو، نہ کہ صرف جنسی خواہش کی تکمیل؛اس لیے کہ اللہ ر ب العزت نے نوعِ انسانی کی بقا کے لیے ہی ہمارے اندر جماع کی شہوت پیدا کی ہے؛ جیساکہ کھانے کی خواہش کو بقائے انسانی کا سبب بنایا ہے، صرف جنسی خواہش کی تکمیل تو جانوروں کا عمل ہے۔

''ومجرد قضاء الشهوة لا ينبغي أن يكون إلا للبهائم'' (روح المعاني،مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ١/ ٤٦٢)۔

(٤) اسی طرح مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ میں ہے کہ نکاح کی مشروعیت اور اس کی ترغیب اور اس کو فطری طریقہ قرار دینے کی وجہ یہی ہے کہ نوع انسانی کی حفاظت ہو اور ایسی نیک وصالح اولاد کا وجود میں آئے جو اس عالم کی تعمیر کر سکے اور انسانی زندگی کو بنا سکے اور خلافت کی چادر کو سنبھال سکے؛تاکہ اپنے بعد والے کو یہ امانت حوالے کردےاور یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ انسان ابدی زندگی میں داخل ہوجائے گا۔

''حتى يستمر العطاء الإنساني وتزدهر الحضارة الإنسانية في ظل المبادئ النبيلة والقيم الفاضلة'' (مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، منشور على موقع وزارة الأوقاف السعودية: ١/ ٢٤) ۔

(٥) نکاح کے مقاصد کے حصول اور نوع نسانی کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی کا آپس میں تعلق دائمی ہو، وقتی نہ ہو؛ بل کہ عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے، اسی وجہ سے نکاح متعہ اور نکاح موقت کو اسلام میں ہمیشہ کے لیے ناجائز اور حرام قرار دے دیا گیا؛ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا ہے ۔

مسلم شریف میں ہے:

''عن الربیع بن سبرة عن أبیه أن رسول الله ﷺ نهی یوم الفتح عن متعة النساء'' (رواه مسلم، کتاب النکاح،باب نکاح المتعة وبیان أنه أبیح ... الخ۱/۴۵۲)۔

(۶) سنن ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں متعہ ہوتا تھا کہ آدمی کسی شہر جاتا، وہاں اس کی کوئی جان پہچان نہ ہوتی تو جتنے وقت کے لیے وہ وہاں قیام کرنا چاہتا، اتنی مدت کے لیے وہاں وہ کسی خاتون سے شادی کرلیتا، وہ خاتون اس کے ساز و سامان کی حفاظت کرتی اور اس کے لیے (کھانے، پینےکی)چیزیں بناتیں، یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهمْ) (یعنی اپنی بیوی اور باندی کے علاوہ سے جماع جائز نہیں ہے) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان دو شرم گاہوں کے علاوہ بقیہ تمام شرم گاہیں حرام ہیں۔

''عن ابن عباس قال:إنما كانت المتعة في أول الإسلام كان الرجل يقدم البلدة، ليس له بها معرفة، فيتزوج المرأة بقدر ما يرى أنه يقيم، فتحفظ له متاعه و تصلح له شيأه؛ حتى إذا نزلت الآية: (إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم) قال ابن عباس:فكل فرج سوى هذين فهو حرام'' (رواه مسلم، أبواب النكاح،باب ماجاء في نكاح المتعة۱/ ۲۱۳)۔

(۷) نیز تمام کتب فقہیہ میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ نکاح متعہ اور نکاح موقت باطل ہے؛ چنانچہ ہدایہ میں ہےکہ:نکاح متعہ باطل ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنے مال کے بدلے اتنی مدت تک کے لیے فائدہ اٹھا ؤں گااور نکاح مؤقت بھی باطل ہے اور اس کی صورت یہ ہےکہ آدمی عورت سے دوگواہوں کی موجودگی میں (کچھ مدت،مثلاً) دس دن کے لیے نکاح کرےاور اس کی وجہ یہ ہے کہ معنیً یہ متعہ ہی ہےاور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ طویل مدت ذکر ہو یا قلیل؛ کیونکہ مدت کا ذکر کرنا ہی متعہ کی جہت کو متعین کردیتا ہے۔

''ولنا أنه أتى بمعنى المتعة، والعبرة في العقود للمعاني، ولا فرق بين ما إذا طالت مدة التأقيت أو قصرت؛ لأن التأقيت هو المعين لجهة المتعة وقد وجد''(الہدایۃ، کتاب النکاح۲/ ۳۳۳)۔

اور نکاح موقت کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ یہ متعہ کے معنی میں آتا ہے گرچہ نکاح کے لفظ سے ہو ؛ اس لیے کہ متعہ در اصل مقاصدنکاح کے ارادے کے بغیر عورت سے فائدہ ٹھانے کانام ہے اور نکاح موقت میں بھی یہ معنی پایا جاتا ہے؛ اس لیے کہ مقاصد نکاح مدت قلیلہ میں حاصل نہیں ہوسکتے اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے، نہ کہ الفاظ کا ؛ جیسے کہ کفالت، اصیل کی براءت کی شرط کے ساتھ حوالہ بن جاتا ہے اور حوالہ اصیل سے مطالبہ کی شرط لگانے سے کفالت بن جاتا ہے۔

''في العناية شرح الهداية:

(ولنا أنه أتى بمعنى المتعة) بلفظ النكاح؛ لأن معنى المتعة، هو الاستمتاع بالمرأة لا لقصد مقاصد النكاح، وهو موجود فيما نحن فيه؛ لأنها لا تحصل في مدة قليلة (والعبرة في العقود للمعاني) دون الألفاظ ؛ ألا ترى! أن الكفالة بشرط براءة الأصيل حوالة، والحوالة بشرط مطالبة الأصيل كفالة'' (العنايۃ۴/ ۳۹۴)۔

خلاصہ اور اپنی رائے:مذکورہ بالا تمام عبارات کی روشنی میں بندے کی رائے یہ ہے کہ زواج مسیار کے ذریعہ مقاصد نکاح جو شریعت اور مذہب اسلام میں مطلوب ہیں، پورے نہیں ہوتے ہیں۔

نکاح مسیار کا حکم :

نکاحِ مسیار درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر جائز نہیں:

(۱) نکاح مسیار کو گرچہ نکاح یا زواج کا نام دیا گیا ہے؛ لیکن اس سے نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہوتا ہے؛بل کہ اصل مقصد اس سے ایک متعین وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے، جو نکاح کے شرعی مقاصدکے خلاف ہے؛ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نکاح کے چند مقاصد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''کہ اس عقد کے ساتھ بے شمار دینی اور دنیوی مصلحتیں وابستہ ہوتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں : عورتوں کی حفاظت ونگرانی، ان کا نان ونفقہ،زنا سے بچنا اور امت محمدیہ ﷺ کی کثرت پر آپ ﷺ کا بروز قیامت دوسری امتوں پر فخر کرنا ''جیساکہ ایک حدیث میں فرمان نبوی ﷺ ہے: ''کہ نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ،تمہاری کثرت ہوگی ، سو میں قیامت کے دن تمہارے سبب فخر کروں گا، نکاح کا سبب اس بقا کا تعلق ہے جو اپنے وقتِ مقررہ تک کے لیے مقدر ہےاور یہ بقا تناسل سے ہی ممکن ہوگا۔

''فإن الله تعالى حكم ببقاء العالم إلى قيام الساعة، وبالتناسل يكون هذا البقاء''(كتاب المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح، دار المعرفة،بيروت۴/ ۱۹۲)۔

(۲) اس عمل کے ذریعہ شریعت مطہرہ کی جانب سے میاں بیوی کےلیے وضع کردہ کئی احکام کی خلاف ورزی اور بہت سے احکام کا استحصال ہوتا ہے؛ چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجے میں بیوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے، جب کہ نکاح کے عقد کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے؛علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''بدائع الصنائع ''کے حوالے سے بحر میں نکاح کے احکام تفصیلی ذکر کیے ہیں ؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''کہ بدائع میں نکاح کے احکام علیحدہ فصل میں ذکر کیے ہیں، فرماتے ہیں کہ نکاح کے احکام میں سے مہر کا واجب ہونا، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہونا،حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اجرا اور ان حقوق کی ادائیگی میں

عدل کا واجب ہونا (جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہیں (البحر الرائق، کتاب النکاح، دار الکتب العلمیۃ۳/ ۱۳۹)۔

(۳) اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوت نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار کرے؛ لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی تو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے؛ یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرزپر نہیں ہوسکے گی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی ہوتی ہے؛ کیوں کہ مقررہ مدت پوری ہوجانے کے بعد شوہر طلاق دےکر چلا جائے گا، چوں کہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنے طبعی تقاضے کو پورا کرنا تھا تو شوہر بچے سے بے فکر ہوکر چلا جاتا ہے، اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہیں، انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہیں آئے گا، پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقے سے نہیں ہو گی، تو اس سے اس کی شخصیت پر منفی اثر ہوں گے۔

(۴) اس قسم کی شادی میں عورت مرد کو اپنا نگران اور مسئول نہیں سمجھتی ، جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور اس طرح وہ اپنے ساتھ ساتھ معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

(۵) اس عقد میں خوا تین کی تذلیل ہے؛ کیوں کہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف متعینہ وقت تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، مقررہ وقت پورا ہونے کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے گا، عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لیے شریعت نے پہلے شوہر کے لیے بیوی کو حلال کرنے کےلیے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہ تحریمی (ناجائز) قرار دیا ہے۔

(۶) اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ نہ میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کےلیے رہائش ہوتی ہے اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت و محبت ہوتی ہے جوکہ نکاح کا لازمی جز اور مقصد ہے ۔

قرآنِ کریم میں ہے:

(ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودةً ورحمةً إن في ذلك لآيات لقوم يتفكرون) (الروم: ۲۱)۔

ترجمہ:اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں؛ تاکہ تمہیں ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہم دردی پیدا کی؛ اس میں ان لوگوں کےلیے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: ‘‘ کہ بنی آدم پر اللہ تعالی کی رحمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان ہی کی جنس میں سے ان کےلیے جوڑے پیدا فرمائےاور ان کے ما بین محبت اور

رحمت کا رشتہ قائم فرمایا؛ رحمت: انتہائی مہربانی کو کہتے ہیں،مرد عورت کو اپنے پاس یا تو اس لیے رکھتا ہے کہ مرد کو اس سے محبت ہے یا اس لیے کہ چوں کہ اس سے اس کا بچہ پیدا ہونا ہے یا نان نفقے میں عورت اس کی محتاج ہے یا دونوں کے درمیان باہمی محبت و الفت کی وجہ سے " (تفسیر ابن کثیردار الکتب العلمیۃ۶/ ۲۷۸) ۔

(۷) اس رشتے اور تعلق میں دوام نہیں ہے؛ بل کہ ابغض المباحات ''طلاق " دینے کی شوہر کی نیت ہوتی ہے، اس لیے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے، عمرانی حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس طریقۂ نکاح کے جواز کا قول بھی اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ علامہ سرخسی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''کہ اصل کے اعتبار سے طلاق دینا ناپسندیدہ عمل ہے اور بعض حضرات کے وہاں بلاوجہ طلاق دینا مباح نہیں ہے؛کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے : (لعن اللہ کل ذواق مطلاق) یعنی: (اللہ تعالی نے نکاح کا مزہ چکھنے کے بعد طلاق دینے والے پر لعنت فرمائی ہے) نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:(أیما امرأۃ اختلعت من زوجھا من نشوز فعلیھا لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس أجمعین) یعنی: (جو نافرمان عورت شوہر سے خلع کا مطالبہ کرے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے) اسی طرح جو مرد بلاوجہ خلع دے، اس کے متعلق بھی روایت منقول ہے؛ اس لیے کہ نکاح اللہ تعالی کی نعمت ہے اور طلاق اس نعمت کی ناشکری ہے اور نعمت کی ناشکری کرناحرام ہے اور یہاں ناشکری نکاح مسنون کو ختم کرنا ہے؛ لہذا ضرورت کے علاوہ طلاق دینا حلال نہیں ہوگا اور طلاق کو مبغوض اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں نعمت کی ناشکری ہے اور نعمت کی ناشکری اس وقت ہوگی، جب آپس میں اخلاق موافق ہو (المبسوط للسرخسي، کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت : ۶/ ۲)۔

(۸) اس قسم کا نکاح معنیً ''نکاح موقت " ہے؛ علامہ شامی وغیرہ نے نکاح موقت اور متعہ کے ذیل میں لکھا ہے: ''کہ نکاح متعہ اور موقت باطل ہےاور ان کے درمیان شیخ الاسلام نے یوں فرق بیان فرمایا ہے کہ نکاح موقت میں لفظ ''نکاح " یا ''تزویج " استعمال کیا جاتاہے اور متعہ میں "أتمتع" "استمتع" جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ؛یعنی: وہ الفاظ جو متعہ کے مادہ (م، ت، ع) پر مشتمل ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ میں گواہ اور مدت کی تعیین شرط نہیں ہے،جب کہ موقت میں گواہ بھی ہوتے ہیں اور مدت بھی متعین ہوتی ہے۔

اور بلاشبہ اس کا مشہور معنی یہ ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے عقد کو وجود میں لایا جائے جس سے نکاح کے مقاصد (اولاد کا حصول اور پرورش) کو پورا کرنا مقصود نہ ہو؛ بل کہ ایک متعین مدت تک (جنسی خواہش کی تکمیل کےلیے) عقد ہوتا ہے جو مدت

کے پورا ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے (ردالمحتار،کتاب النکاح، سعید۳/ ۵۱، فتح القدیر، دار الکتب العلمیہ ۳/۲۳۷) ۔

(۹) اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہےکہ یہ زنا کے جواز کےلیے چور دروازہ ہے؛ اسی لیے دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک میں اس نکاح کی اجات دی گئی ہے، وہاں امیر اور اصحاب ثروت لوگوں نے اس سے فائد اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کوخرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دےدی؛ بل کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا؛ اگر اس کی اجازت دے دی جائے تومعروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقے سے زنا کرنے لگ جائیں گے۔

(۱۰) اگرچہ ابتدا میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ طویل عرصے تک سفر میں رہنا بیان کی بھی جائے یا بطورِ شرط رکھی جائے؛ لیکن اس میں اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کرکے اپنے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر نکل جائیں گے؛ یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کا شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے۔

(۱۱) عورتیں مردوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جائیں گی،جن کے حقوق اور کفالت کا کوئی ذمہ دار نہیں رہے گا۔

(۱۲) مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہے گا۔

(۱۳) طلاق کی شرح بڑھ جائے گی؛ کیونکہ عورت جب ایک بار اپنے نان نفقہ سے دست بردار ہوگئی تو ضرورت کے وقت مطالبے کی صورت میں اختلاف ہوگا اور پھر طلاق کی نوبت آئے گی۔

(۱۴) نان نفقے کا بوجھ عورت پر پڑے گا، جس کے حصول میں اس کی عفت کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ نکاحِ اسلامی تو زوجین کو حلال طریقے سے ازدواجی رشتے میں منسلک کرتا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق پورے کرنے کا پابند کرتا ہے جبکہ نکاح مسیار میں دونوں ایک دوسرے کے حقوق سے دست بردار ہو جاتے ہیں؛ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ایک مال دار لڑکی نکاح کرے تو نان ونفقہ اور سکنیٰ سے دست بردار ہوجائے؛ لیکن حق زوجیت سے کیوں دستبردار ہو؟ ایک مرد تو دوسری شادی کے ذریعے بھی اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے جبکہ عورت تو ایک شوہر کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری شادی بھی نہیں کر سکتی، اگر وہ اپنے سارے حقوق سے دست بردار ہونا چاہتی ہے، تو نکاح کی بھی کیا ضرورت ہے؟ اس طرح کے بہت سے سوالات اس نکاح کے ذریعے جنم لیتے ہیں؛ پس نکاح مسیار، قرآن وسنت کی واضح ہدایات کے مخالف

ہے، اس لیے یہ نام اور کام دونوں ہی شرعی اصول کے خلاف ہیں۔

خلاصہ اور اپنی رائے: مذکورہ بالا قرآنی آیات، احادیث بنویہ، تمام تفسیری اور فقہی عبارات کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ نکاح مسیار دراصل نکاح موقت ہی کی ایک صورت ہے اور نکاح موقت اور متعہ میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے؛ جیساکہ مذکور فقہی عبارات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوچکی ہے اور نکاح متعہ کے ساتھ ساتھ نکاح موقت بھی منسوخ اور باطل ہے؛ نیز اس سے مقاصد نکاح کا حصول بھی نہیں ہو پاتا ہے اور انگنت مفاسد اور خرابیوں کو بھی یہ نکاح مستلزم ہے؛ پس شرعاً اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال:-۵ اسی طرح اگر:

(الف): نکاح مسیار کے متعلق آپ کے علم میں علمائے ہند کی آرا ہوں تو، ان کو تحریر کیا جائے۔

(الف): جواب: اس سلسلے میں مختلف مفتیان ہند سے رجوع کیا گیا، تو سب کی رائے تقریباً عدم جواز کی رہی اور عدم جواز کی وجوہات بھی وہی رہی جو سوال نمبر: ۴ کے جواب میں تفصیل سے لکھی گئی ہیں؛ یعنی: اس نکاح سے صرف اپنی شہوت کو پورا کرنا،طلاق کی شرح بڑھ جانا، عورت کے ساتھ تحقیر و تذلیل کا سلوک کرنا، پید اہونے والی اولاد کی تعلیم و تربیت کی ذمےدارکون ہو گا؟ عورتوں میں بیکارگی اور آوارگی کا بڑھ جانا، عورت کا اپنے شوہر کی اطاعت سے بالکلیہ آزادانہ زندگی گزارنا جو مقصد نکاح اور حکم شرع کے بالکل خلاف ہے؛ نیز یہ نکاحِ موقت ہی کی ایک صورت ہے جو نکاح متعہ کی طرح ناجائز اور حرام ہے؛ پھر یہ نکاح چوں کہ عام پر لوگوں سے خفیہ طور پر کیا جاتا ہے، اس لیے پتہ چلنے پر طرفین کی بے عزتی کا سبب بن سکتا ہے، اس نکاح میں میاں بیوی کے درمیان وہ الفت و محبت قائم نہیں ہوپاتی جو دائمی نکاح میں ہوتی ہے، طرفین کے خاندانوں کا غمی و خوشی کے مواقع میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا جو کہ نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے ایک عظیم نعمت ہے، اس سے بھی محرومی ہوتی ہے؛ اس کے علاوہ اور بھی کئی وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر علمائے ہند عدم جواز کے قائل ہیں۔

(ب): نکاح مسیار سے متعلق ممتاز علمائے عرب کی آرا پر بھی روشنی ڈالیں۔

(ب):جواب: اس سلسلے میں شیخ عبدالملک بن یوسف بن محمد المطلق کی ایک کتاب "زواج المسیار دراسۃ فقہیۃ و اجتماعیۃ نقدیۃ" نظر سے گزری، جس میں شیخ بعض ممتاز علمائے عرب کی آرا تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس طرح کے نکاح کے متعلق علمائے عرب کے مختلف اقوال ہیں؛ لیکن ان تمام اقوال کو چار اقوال میں سمیٹا جاسکتا ہے؛ (۱) مطلقاً اباحت ۔ (۲) اباحت مع الکراہت۔ (۳) مطلقاً عدم اباحت۔ (۴) توقف؛ نہ اباحت نہ عدم اباحت۔

مطلقاً اباحت کے قائلین:

(١) اس میں سب پہلا نام حجاز مقدس کے ممتاز عالم دین اور فقیہ وقت شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ تعالی کی شخصیت ہے، جب ان سے نکاح مسیار کے متعلق دریافت کیا گیا تھا کہ نکاح مسیار کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نکاح میں ہوتا یہ ہے کہ آدمی دوسری یا تیسری یا چوتھی شادی کرے اور اس کی نئی بیوی اپنی کسی مجبوری یا ضرورت کی وجہ سے اپنے والدین کے پاس ان کے گھر میں رہتی ہے، شوہر کے گھر نہیں آتی، جبکہ خاوند مختلف اوقات میں ا س کے پاس جایا کرے، جو دونوں کے حالات کے مطابق ہو، اس طرح کی شادی میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ تعالی نے جواب دیا: ''جب اس میں معتبر شرعی نکاح کی شروط پائی جائیں اور وہ شروط: ولی (عورت کے سرپرست) کی موجودگی (یہ شرط احناف کے یہاں نہیں ہے) خاوند اور بیوی کی رضامندی، عقد نکاح کے وقت دو عادل گواہوں کی موجودگی اور خاوند بیوی کا ایک دوسرے کے لیے محرم نہ ہونا ہیں۔ ..... چنانچہ جب خاوند اور بیوی اس پر متفق ہوں کہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس رہے گی یا پھر تقسیم رات کے بجائے دن میں ہوگی یا پھر معین ایام یا معین راتوں میں ہوگی، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ نکاح علانیہ طور پر ہو خفیہ طور پر نہ ہو ''۔

(٢) فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ (مفتی اعظم مملکت حجاز مقدس اور مختلف علمی و فقہی تنظیموں کے سرپرست) بھی اس طرح کے نکاح کی اباحیت کے قائل ہیں؛ موصوف سے جب اس نکاح کے متعلق استفسار کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا: ''کہ جب اس نکاح میں ارکان نکاح اور شروط صحت نکاح اور اعلان واضح وغیرہ پایا جائے ، تو جائز ہے اور یہ تمام باتیں اس لیے ضروری ہیں تاکہ میاں بیوی پر کسی طرح کی کوئی تہمت نہ آئے ''۔

(٣) فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین (رکن دارالافتا و الارشاد مملکت سعودیہ عربیہ) بھی جواز کے قائل ہیں؛ وہ فرماتے ہیں:''کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور عورت اپنے حق مبیت اور حق سکنی وغیرہ ترک کر کے کسی خاص مجبوری کے تحت اپنے گھر یا والدین کے گھر پر رہے اور اس پر وہ راضی بھی ہو اور شوہر کسی مناسب وقت میں اس کے پاس جاکر اپنی ضرورت پوری کرلے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ نکاح اعلان عام کے ساتھ ہو اور اس بات کا اعتراف بھی ہو کہ یہ میری زوجہ ہے اور اس کے حقوق زوجیت میرے ذمے ہیں اور اس کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے حقوق ابوت بھی میرے ذمے رہیں گے ''۔

ان کے علاوہ حسب ذیل علمائے عرب بھی نکاح مذکور کی اباحت کے قائل ہیں:

(۴) فضیلۃ الشیخ یوسف بن محمد مطلق (رکن دارالافتا و الارشاد مملکت سعودیہ عربیہ)
(۵) فضیلۃ الشیخ ابراہیم بن صالح الخضیری (قاضی محکمۂ کبری ریاض، مملک سعودیہ عربیہ) شیخ فرماتے ہیں: کہ یہ نکاح بعض مردوں اور عورتوں کے لیے گناہوں سے عفت و عصمت کا ذریعہ بھی ہے اور یہ شرعی اور عصر حاضر کی ضرورتوں میں سے ہے۔
(۶) فضیلۃ الشیخ الدکتور حسین بن محمد بن عبداللہ آل الشیخ (الاستاذ المساعد جامعۃ الامام محمد بن سعود مملکت سعودیہ عربیہ)
(۷) سید محمد طنطاوی (سابق شیخ الازہر القاہرہ)
(۸) فضیلۃ الشیخ نصر فرید واصل (سابق مفتی اعظم دیار مصریہ)
(۹) الشیخ الدکتور سعد العنزی (تلخیص: زواج المسیار دراسۃ فقہیۃ واجتماعیۃ نقدیۃ: ۱۲- ۱۱۵)۔
(۴) الشیخ صالح سدلان (۵) (۶) الشیخ منصور رفاعی عبید (۷)الشیخ احمد شلبی وغیرہ۔
مزید پختگی کے لیے جب بندے نےمختلف علمائے عرب سے بذریعہ واٹسپ اور میسنجر رابطہ کیا، تو بعض علمائے کرام کے جوابات جواز کی صورت میں موصول ہوئے؛ مثلاً:
جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) سے شافعی عالم اور ازہر کے نائب مفتی شیخ احمد ممدوح سعد حفظہ اللہ تعالی و رعاہ سے جب اس سلسلے میں رابطہ کیا گیا، تو شیخ نے تحریری طور پر بہت ہی اختصار کے ساتھ جواب دیا: الفتوی علی جوازہ، مادام استکمل أرکان الزواج و شروطہ۔
مصری دارالافتا کے سربراہ مفتی اعظم شیخ علی جمعہ نے ایک فتوی جاری کر کے اس کے جواز پر زور دیتے ہوئے کہا ہے:'' کہ نکاح مسیار نہ تو خاتون کی تذلیل کا باعث ہے اور نہ ہی اس سے انسانی حقوق متاثر ہوتے ہیں؛ کیوں کہ یہ باہمی رضامندی سے منعقد ہوتا ہے ''؛ ان کا مزید کہنا تھا: ''کہ اس قسم کا نکاح مختلف ضروریات پوری کرنے کے لیے اسلامی قانون کی لچک کا ثبوت ہے، جس سے مسلمانوں کو گناہوں سے بچانے کے لیے مذہبی طور پر متبادل طریقے فراہم کیے ''۔
اباحت مع الکراہت کے قائلین:
(۱) اباحت مع الکراہت کے قائلین میں سب سے پہلا نام ممتاز حنفی فقیہ اور متبحرعالم دین ڈاکٹر وہبہ الزحلی رحمہ اللہ تعالی (صاحب موسوعۃ الفقہ الاسلامی) کا ہے؛ وہ فرماتے ہیں: ''کہ یہ نکاح صحیح تو ہے؛ لیکن شرعاً مرغوب نہیں ہے؛ اس لیے نکاح کا مقصد مقاصد شرعیہ کی تکمیل ہے اور وہ مقاصد اس نکاح کے ذریعہ مکمل نہیں ہوتے ہیں''۔
(۲) الدکتور علامہ یوسف قرضاوی؛ شیخ فرماتے ہیں: أنا لست من دعاۃ زواج المسیار و لا من المرغبین فیہ، فلم أکتب مقالۃ في تحبیذہ أو الدفاع عنہ، و لم أخطب خطبۃ تدعو إلیہ؛

كل ما في الأمر أني سئلت سؤالًا عنہ فلم يسعني أن أخالف ضميري أو أتاجر بديني؛ أو أشتري رضا الناس بسخط ربي،فأحرم ما أعقد أنہ حلال۔

(٣)الشیخ عبداللہ بن منیع (رکن کبار علما مملکت سعودیہ عربیہ و قاضی محکمۂ تمییز مکۃ المکرمہ) وہ فرماتے ہیں: ''کہ مذکور نکاح کی ممانعت کا قول میرے سامنے واضح نہیں ہوا ہے؛ لیکن میناس کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

(۴) شیخ سعود الشریم (امام و خطیب المسجد الحرام)

(۵) الشیخ الدکتور احمد الحجی الکردی۔

(۶) الشیخ الدکتور محمود ابولیل (تلخیص: زواج المسیار دراسۃ فقہیۃ و اجتماعیۃ نقدیۃ: ۱۱۶- ۱۱۹) ۔

عدم اباحت کے قائلین:

(۱) اس میں سرفہرست نام ہے شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ تعالی کا؛ شیخ فرماتے ہیں: ''کہ اس نکاح کے بے شمار منفی اثرات مرتب ہوسکتے ہیں؛ ان میں سرفہرست اولاد کی تربیت اور ان کی اخلاقی تعلیم ہے، باپ کی خاطر خواہ توجہ نہ ہونے کی وجہ سے اولاد آوارگی کا شکار ہوکر برباد ہوسکتی ہے ''۔

(۲) الشیخ عبدالعزیز المسند (مستشار وزارۃ تعلیم عالی اور داعی کبیر مملکت سعودیہ عربیہ) شیخ نے بہت سخت الفاظ میں اس نکاح کی تردید فرمائی ہے؛ وہ فرماتے ہیں: ''زواج المسیار ضحکۃ و لعبۃ و مہانۃ للمرأۃ، و لا یقبل علیہ إلا الرجال الجبناء'' فیقول: ''زواج المسیار ضحکۃ و لعبۃ، فزواج المسیار لا حقیۃ لہ، و زواج المسیار ہو إہانۃ للمرأۃ و لعب بہا؛ فلو أبیح أو وجد زواج المسیار لکان للفاسق أن یلعب علی اثنین و ثلاث و أربع و خمس ؛ و ہو وسلیۃ من وسائل الفساد للفساق''۔

(۳) الشیخ الدکتور عجیل جاسم النشمی (سابق عمید کلیۃ الشرعیۃ کویت) شیخ کی رائے ہے: ''أن زواج المسیار عقد باطل، و إن لم یکن باطلًا فہو عقد فاسد'' (تلخیص: زواج المسیار دراسۃ فقہیۃ و اجتماعیۃ نقدیۃ: ۱۲۰)۔

(۴) قطر یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر علی محی الدین قرۃ داغی حفظہ اللہ تعالی۔

مزید پختگی کے لیے جب بندے نے بعض علمائے عرب سے بذریعہ واٹسپ اور میسنجر رابطہ کیا، تو ان کے جوابات بھی عدم جواز کی صورت میں موصول ہوئے

(۱) جامعہ اسلامیہ الامام محمد بن سعود ریاض کے ایک ممتاز عالم دین شیخ عبداللہ الشہرانی حفظہ اللہ تعالی و رعاہ سے پوچھا گیا، تو انہوں نے جواب دیا: علماء العرب في ہذہ السئلۃ مختلفون: و لکن للأسف! بعض من أجازہ ندم للآثار السیئۃ التي ترتبت علی ذلك.

(۲) ترکی کے شیخ محمود آفندی حفظہ اللہ تعالی کے خادم شیخ شفیق حفظہ اللہ تعالی سے پوچھا گیا تو موصوف نے جواب دیا: سید ي الکریم! ہذہ المسئلۃ کما ہی معروفۃ بین العلماء، بعض

العلماء يزوجونہ، و ہؤلاء العلماء يرونہ صحيحًا و لا يرونہ جائزًا؛ لأن ہذا النكاح متضمن بمحظورات كثيرة، و يضيع فيہ مقاصد الشريعۃ؛ ہذا شيئ يفعلہ بعض الناس في مقابلۃ المتعۃ؛ لأن النكاح في طبعتہ أن يكون دائمًا ومستمرًّا، و في ہذا النكاح - النكاح المسيار- يستفيدون بعضہم من بعض، ثم يتركونہ؛ ہذا شيئ محظور لا يراہا علمائنا جائزًا، ہكذا ہو الأمر عندنا.

توقف کے قائلین:

(١) الشيخ محمد بن صالح العثيمين رحمہ اللہ تعالی (رکن ہیئۃ کبار علما مملکت سعودیہ عربیہ) ہے۔

(٢) الشيخ الدكتور عمر بن سعود العيد (استاذ كلیۃ اصول الدين جامعۃ الامام محمد بن سعود)

(٣) الشيخ الدكتور محمد فالح مطلق (استاذ جامعۃ اليرموک مملکت اردنیہ ہاشمیہ)

(تلخيص: زواج المسيار دراسۃ فقہيۃ واجتماعيۃ نقديۃ: ١٢٤) ۔

اس سلسلے میں روزنامہ کراچی/ حیدرآباد، قسط دوم، ۹/ دسمبر ۲۰۱۴ بروز: منگل کا ایک شمارہ ویب سائٹ پر رکھا ہوا ہے، جس میں نکاح مسیار کے عنوان پر حجاز مقدس میں منعقد ہونے والے ایک سمینار کی روداد اور اس میں ہند و پا ک سے نمائندگی کرنے والے ممتاز علمائے کرام کے اسمائے گرامی کا تذکرہ ہے؛ اس میں لکھا ہے:

''یہ نکاح عرب ممالک میں ایک عرصے تک وجہ نزاع بنا رہا اور اس پر علمی حلقوں میں گرما گرم بحثیں ہوتی رہیں ، ۱۲/ اپریل ۲۰۰۶ کو او- آئی - سی کے تحت جدہ میں قائم ''مجمع الفقہ الاسلامی ''(اسلامی فقہ اکیڈمی) نے اس حوالے سے علمائے کرام کا ایک خصوصی اجلاس بلایا تھا، مجمع الفقہ الاسلامی عالم اسلام کے نامور علما اور فقہا پر مشتمل رابطۃ العالم الاسلامی (او - آئی - سی) کا ایک ذیلی ادارہ ہے، اس تنظیم میں تمام اسلامی ممالک کے نمائندہ ارکان ہوتے ہیں؛ پاکستان کی نمائندگی تقریباً گزشتہ دو عشروں سے حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کرتے ہیں، اسلامی ممالک کے علاوہ ان ممالک کے ارکان بھی اس تنظیم کا حصہ ہوتے ہیں، جہاں مسلمان بڑی تعداد میں رہتے ہیں، اسی لیے بھارت کی نمائندگی مولانا مفتی مجاہد الاسلام صاحب کرتے ہیں؛ مجمع الفقہ الاسلامی نے اب تک درجنوں ایسے اختلافی اور نیے مسائل پر طویل بحث و مباحثے کے بعد متفقہ رائے قائم کی ہے، چنانچہ اس ادارے کا اٹھارہواں اہم اجلاس نکاح کے مروجہ نیے طریقوں سے متعلق مکہ مکرمہ میں منعقد ہوا تھا، طویل بحث کے بعد اجلاس کی صدارت کرنے والےعالم اسلام کے ممتاز فقیہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے درج ذیل متفقہ اعلامیہ جاری کیا '' :

''مجمع الفقہ الاسلامی ا س بات کی تائید کرتا ہے کہ شادی کے نیے عقد کو (گرچہ اس کا نام، اوصاف اور صورتیں مختلف ہیں) شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ قواعد و ضوابط کے تابع ہونا چاہیے اور اس میں ارکان اور شروط پوری ہوں اور وہ موانع سے

خالی ہوں''۔

دور حاضر میں لوگوں نے بعض عقد ایجاد کر لیے ہیں، جس کے احکام درج ذیل ہیں:

''ایسا عقد زواج جس میں عورت رہائش، خرچ تقسیم یا کچھ دوسرے حقوق اپنی مرضی اور خوشی سے ختم کردے کہ مرد جب چاہے، دن یا رات میں اس کے پاس آسکتا ہے اور اس میں یہ بھی شامل ہےکہ ایسا عقد نکاح جس میں عورت اپنے گھر والوں کے ساتھ میکے ہی میں رہے اور میاں بیوی جب چاہینعورت کے میکے یا کسی اور جگہ مل لیں؛ اس طرح خاوند بیوی کو نہ تو رہائش دے اور نہ ہی خرچ وغیرہ؛ یہ دونوں عقد اور اس طرح کے دوسرے عقد اس وقت صحیح ہوں گے جب اس میں شادی کے ارکان اور شروط موجود ہوں اور کوئی مانع نہ پایا جائے؛ لیکن یہ خلاف اولی ہے؛ ایسا نکاح جائز ہے، چاہے اسے مسیار کا نام دیا جائے یا کچھ اور، شرط یہ ہے کہ اس میں نکاح کے تمام شرعی تقاضوں کو پورا کیا گیا ہو، ایجاب و قبول بھی ہو، لڑکی کے سر پرست بھی ہوں (سرپرست کی شرط احناف کے یہاں ضروری نہیں ہے) اور دو گواہ بھی موجود ہوں، نکاح کے لیے کوئی محدود وقت مقرر نہ کیا گیا ہو ''۔

''مجمع الفقہ الاسلامی اس بات کی بھی تائید کرتا ہے کہ ''النکاح الموقت بالانجاب '' فاسد ہے، اس عقد میں بھی نکاح کے تمام شرعی تقاضوں کو پورا کیا جاتا ہو، تا ہم بوقت نکاح یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ اگر عورت نے کوئی بچہ جنا تو نکاح خود بہ خود فاسد ہوجائے گا، یہ نکاح بالاتفاق فاسد ہے ''۔

"الزواج بنیۃ الطلاق" بھی درست نہیں، یہ وہ نکاح ہے جس میں نکاح کے باقی تمام لوازمات کو پورا کیا جاتا ہے، تاہم شوہر اپنے دل میں پہلے سے یہ طے کرتا ہے کہ اتنی مدت کے بعد اس عورت کو طلاق دوں گا، اگرچہ بعض علما دوران بحث اس کے جواز کی طرف مائل ہوئے، تاہم ''مجمع الفقہ الاسلامی ''اس کو جائز نہیں سمجھتا، اس میں خاتون اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ دھوکہ ہے، جو شرعاً حرام ہے، اس کے علاوہ بھی اس میں بہت سے نقصانات ہیں ''۔

لیکن اسی طویل تحریر کے تحت اس بات کی بھی صراحت کی گئی ہے:

''کہ جب بااثر لوگوں نے اس فتوے کو غلط استعمال کرنا شروع کر دیا، تو جن علما نے اس کے جواز کا فتوی دیا تھا، وہ اس کے جواز میں توقف اختیار کرنے لگے؛ ان میں سرفہرست خود شیخ عبدالعزیز بن باز بھی شامل ہیں، ان کے ساتھ ابن عثیمین بھی ہیں؛ بل کہ جب شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ تعالی سے پوچھا گیا کہ نکاح مسیار اور نکاح شرعی میں کیا فرق ہے؟ اور نکاح مسیار میں کن شروط کا پایا جانا ضروری ہے؟تو شیخ نے جواب دیا: ہر مسلمان شخص کو شرعی شادی کرنی چاہیے اور اسے اس کے خلاف کام کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے؛ خواہ اسے نکاح مسیار کا نام دیا جائے یا کوئی

اور نکاح شرعی کی شروط میں اعلان شامل ہے؛ اس لیے اگر خاوند اور بیوی نے اس نکاح کو چھپایا تو یہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ یہ زنا سے کافی مشابہ ہے " (فتاوی الشیخ ابن باز ٢٠/ ٤٣١، ٤٣٢)۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا پوری تحریر سے علمائے عرب کی آرا معلوم ہوئیں، جن میں سے بعض علما اس کے مطلقاًجواز کے قائل ہیں، بعض جواز مع الکراہت، بعض عدم جواز اور بعض توقف کے قائل ہیں؛ لیکن اوپر کی عبارت میں ویب سائٹ پر رکھے ہوئے سمینار کی تجویز اور اعلامیہ سے یہ بات بہ خوبی معلوم ہوئی کہ بااثر لوگوں نے علمائے کرام کے جواز کے فتوے کا سہارا لے کر جب غلط فائدہ اٹھانا شروع کیا، تو ان علمائے کرام نے توقف اختیار کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے عرب کے یہاں بھی یہ مسئلہ متفقہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(ج): نکاح مسیار کے متعلق اگر مسلم حکومتوں کے کسی نظام و قانون کا علم ہوسکے تو اس کو بھی سامنے لایا جائے۔

(ج): اس سلسلے میں کوئی معلومات نہیں مل سکی ہے۔

سوال:-۶زواج مسیار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت کیا ہوگی؟ ان کے نفقے کی ذمےداری کس پر ہوگی؟ اس کے مثبت و منفی پہلوؤں اور فوائد و نقصانات کی بھی نشان دہی کریں۔

جواب:-۶زواج مسیار کے نتیجے مینپیدا ہونے والے بچے سماجی طور پر اسی ناکح کی حقیقی اولاد کہلائے گی، شرعی طور پر ان بچوں کی تعلیم و تربیت کی مکمل ذمے داری اس کے باپ پر ہوگی، ان ذمے داریوں کی ادائیگی کی صورت میں شرعاً باپ سبک دوش ہوسکے گا اور عدم ادائیگی یا ادائیگی میں کوتاہی کی صورت میں چھٹکارہ نہیں ہوگا، عنداللہ سخت مواخذے کا اندیشہ ہے؛ حتی کہ عورت نے اگر شرط کے مطابق پیدا ہونے والے بچے کی رضاعت و حضانت سے انکار کر دیا، تو اس کا انتظام بھی باپ کے ذمے ہوگا، ان کے نان و نفقے کی ذمے داری بھی باپ پر رہے گی؛ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

(و تجب) النفقة بأنواعها على الحر (لطفله) يعم الأنثى و الجمع (الفقير)الحر. (الدرالمختار)

و في الشامية: قوله: (بأنواعها) من الطعام و الكسوة و السكنى؛ قوله: (الفقير) أي: إن لم يبلغ حد الكسب، فإن بلغه كان للأب أن يؤجره أو يدفعه في حرفة ليكتسب و ينفق عليه من كسبه لو كان ذكرًا؛ بخلاف الأنثى " (ردالمحتار مع الدر٥/ ٣٣٦، ٣٣٧) ۔

عبارت مذکورہ سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ بچے کے نان و نفقے کی

مکمل ذمےداری بلوغ تک باپ کے اوپر ہوگی اور بلوغ کے بعد باپ کی طرف سے اگر تبرع ہو تو یہ ا س کی مرضی کی بات ہے؛ ورنہ باپ کو حق حاصل ہے کہ وہ ان بچوں کو کسی جگہ کام کے لیے اجرت پر رکھے یا ان کو کسی پیشے میں لگائے ، پھر حاصل ہونے والی رقم ان پر خرچ کرے۔

نکاح مسیار کے مثبت و منفی پہلو اور فوائد و نقصانات:

اس نکاح پر غور و خوض کرنے سے مثبت پہلو اور فائدہ صرف ایک فائدہ نظر آرہا ہے اور وہ ہے: اس طرح کی مجبور اور ضرورت مند عورتوں کی جنسی خواہشات کی تکمیل اور گناہوں سے ان کی عفت و عصمت؛ البتہ منفی پہلو اور نقصانات تو بے شمار ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(١) اس سے نکاح کے مقاصد کا حصول نہیں ہوتا ہے؛بل کہ اصل مقصد اس نکاح سے مخصوص وقت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے، جو نکاح کے شرعی مقاصدکے سراسر خلاف ہے۔

(٢) اس نکاح کے نتیجے میں بیوی نان نفقہ سے محروم رہتی ہے، جب کہ عقد نکاح کے وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے۔

(٣) اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کی پرورش اور ثبوت نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ باپ بچے کے نسب کا انکار کرے؛ لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی تو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے؛ یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرزپر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے؛ کیوں کہ مقررہ مدت پوری ہوجانے کے بعد شوہر طلاق دےکر چلا جائے گااور اولاد بغیر باپ کے رہ جائے گی، انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ جب میسر نہیں آئے گا، تو اولاد تباہ و برباد ہوجائے گی۔

(٤) اس نکاح میں عورت مرد کو اپنا نگران نہیں سمجھتی ، جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ معاملات خراب ہوں گے اور وہ اپنے ساتھ معاشرے کو بھی نقصان پہنچائے گی۔

(٥) اس عقد میں خوا تین کی تذلیل ہے؛ کیوں کہ اس تعلق کا مقصد صرف متعینہ وقت تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے، مقررہ وقت پورا ہونے کے بعد عورت کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے گا۔

(٦) اس نکاح کے ذریعے خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو جائے گا؛ کیوں کہ اس میں نہ تو دونوں کی ایک ساتھ دائمی طور پر رہائش ہوتی ہے اور نہ ہی دونوں میں کامل طور پر مودت و محبت ہوتی ہے ۔

(٧) اس نکاح میں دوام نہیں ہوتاہے؛ بل کہ کچھ مدت گزرنے کے بعد شوہر کی نیت اس کو طلاق دینے ہوتی ہے، جو نکاح مسنون کی روح سے بالکل ہم آہنگ نہیں ہے۔

(٨) یہ نکاح معنی ''نکاح موقت ''ہے؛ علامہ شامی وغیرہ نے نکاح موقت اور متعہ کے ذیل میں لکھا ہے: ''کہ نکاح متعہ اور موقت باطل ہے۔

(٩) اس نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہےکہ یہ زنا کے جواز کےلیے چور دروازہ ہے؛ بل کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ زنا بالمال ہے تو غلط نہ ہوگا، اگر اس کی اجازت دے دی گئی، تومعروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقے سے زنا کرنے لگیں گے۔

(١٠) اس نکاح سے اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس کو بنیاد بنا کر اپنے گھروں سے گھر والوں کی اجازت کے بغیر نکل جائیں گے، جس سے نے حیائی اور آوارگی کو فروغ ملے گا۔

(١١) خواتین مردوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ جائیں گی،جن کے حقوق اور کفالت کا کوئی ذمہ دار نہیں رہے گا۔

(١٢) مرد کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو گا۔

(١٣) طلاق کی شرح بڑھ جائے گی۔

(١٤) نان نفقہ کا بوجھ عورت پر پڑے گا، جس سے اس کی عفت کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔

یہ ہیں مذکور نکاح کے منفی پہلو اور نقصانات کی تفصیلات، جو یقیناً قرآن حکیم کی آیت شریفہ: (و إثمہما أکبر من نفعہما) کی طرح: (و نقصاناتہ أکثر من فوائدہ) کا مصداق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال:-٧ بہت سے عرب طلبہ مغربی ملکوں میں جاتے ہیں اور ان کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیےطویل عرصہ وہیں مقیم رہنا پڑتا ہے؛ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہے کہ ایک جوان شخص کا تجرد کے ساتھ پاک دامنی کی زندگی گزارنا بہت دشوار ہوتا ہے، ان حالات میں وہ وہاں نکاح کر لیتے ہیں، یہ نکاح ان کے لیے عفت و پاک دامنی کا ذریعہ بھی بنتا ہے اور اس سے خاندانی زندگی کی سہولتیں بھی حاصل ہوتی ہیں؛ بہت سے نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں ان کا قیام رہے گا، وہ اس رشتے کو باقی رکھیں گے اور جب وہاں سے ہمیشہ کے لیے اپنے وطن واپس ہوں گے، طلاق دے کر رشتہ ختم کردیں گے؛ تاکہ عورت کے لیے دوسرے نکاح میں کوئی دشواری نہ ہواور مرد کو بھی نئی زندگی شروع کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہو؛ کیوں کہ اگر پہلے سے کوئی عورت نکاح میں ہو، تو کوئی دوسری عورت عام طور پر اس سے نکاح کے لیے تیار نہیں ہوتی؛ کیا نکاح کی اس صورت پر نکاح موقت کا اطلاق ہوگا؟ اگر دل میں یہ بات رکھے ہوئے ہو کہ ایک مقررہ یا غیرمقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتے کو ختم کر دے گا، تو کیا یہ نکاح

موقت کے دائرے میں آئے گا؟

جواب:-۷ نکاح کی مذکور صورت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت نکاح موقت کے دائرے میں آئے گی؛ کیوں کہ نکاح موقت کی تعریف حضرات فقہا نے یہ کی ہے کہ دو گواہوں کی حاضری میں کسی عورت کے ساتھ دس روز یا ایک مہینے یا ایک سال یا اس سے زائد مدت کے لیے نکاح کرنا؛ صورت مذکورہ میں بھی تقریباً یہی بات ہے؛ کیوں کہ سوال میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ نکاح کرنے والے کے ذہن میں پہلے سے یہ بات موجودہوتی ہے کہ جب تک وہ اس ملک میں تعلیم حاصل کرے گا تب تک وہ عورت اس کے نکاح میں رہے گی اور جب اس کا تعلیمی سلسلہ ختم ہوجائے گا، تو وہ اس کو طلاق دے دے گا؛پس یہ صورت جائز نہیں ہوگی؛ بل کہ محیط کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہر نکاح موقت نکاح متعہ ہے اور نکاح متعہ منسوخ اور باطل ہے، پس یہ بھی باطل ہے۔

الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں لکھا ہے:

‘‘النكاح المؤقت:صرح الحنفية بأن النكاح المؤقت:هو أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين عشرة أيام أو شهرًا أو سنة و نحو ذلك.

..... و في المحيط: كل نكاح مؤقت متعة’’ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ۴۱/ ۳۴۲)۔

نیز اس طویل عرصے میں اگر اس سے کوئی اولاد پیدا ہوئی اور جب وہ اپنا تعلیمی سلسلہ مکمل ہونے پر عورت کو طلاق دے کر اپنے وطن لوٹے گا، تو ان بچوں کی کفالت کون کرے گا وغیرہ؟؟

اس کی مزید تفصیلات ماقبل میں بھی آچکی ہیں، وہاں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

نکاح مسیار کا حکم

مولانا محمد سعد نور قاسمی•

نکاح کے مقاصد :

نکاح کا اولین مقصد :عفت وعصمت کی حفاظت ہے، جیساکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے یہ نگاہ کوپست رکھنے اور عفت وپاکدامنی کو باقی رکھنے کا ذریعہ ہے ۔

نکاح کا دوسرا مقصد :نسل انسانی کی افزائش اور اس میں تسلسل کوباقی رکھنا ہے اسی لئے قرآن کریم نے زوجین کے صنفی تعلق کو کاشت سے مشابہت دی ہے (البقرہ : ٢٢٣)، اور آپ ﷺ نے بحیثیت رفیق حیات ایسی عورت کے انتخاب کی تلقین کی ہے جس میں تو الد کی صلاحیت زیادہ ہو ۔

نکاح کا تیسرا مقصد :باہمی تسکین اور طمانیت قلب ہے اللہ کا ارشا دہے کہ اللہ نے تم میں سے تمہارے جوڑے اسلئے بنائے کہ تم اس سے سکون حاصل کرو اور اللہ نے تمہارے درمیان ہمدردی اور محبت بھی عطافرمائی (روم : ٢١) ۔

اب ایک نظر ان نکاحوں پر بھی ڈالتے ہیں جو اسلام سے پہلے عربوں میں رائج تھے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق نکاح کی اُس صورت کے علاوہ جس کو اسلام نے باقی رکھا ہے تین صورتیں مروج تھیں:

(١) (ایک وہ طریقہ تھاجسے ''نکاح استبضاع ''کہاجاتاتھا) اس کی صورت یہ تھی کہ شوہر اپنی بیوی کواعلیٰ خاندان کا بچہ حاصل کرنے کی غرض سے کسی دوسرے مرد کے پاس بھیج دیتاتھا اور جب تک وہ عورت اس سے حاملہ نہ ہوجاتی یہ شخص اس کے ہم آغوش نہیں ہوتاتھا اس سے مقصود عمدہ خصوصیات کی حامل اولاد کا حصول تھا ۔

(٢) (دوسری صورت نکاح رہط کی تھی)کہ ایک عورت سے متعدد مرد جن کی تعداد دس کے اندر ہوتی تھی ہم آغوش ہوتے تھے جب بچہ پیداہوتاتو خاتون ان تمام مردوں کو طلب کرتی اور کسی کی طرف اس بچہ کو منسوب کردیتی اور جس کی طرف منسوب کرتی اس کے لئے مجال انکار نہ ہوتا۔

(٣) (نکاح کا تیسرا طریقہ) بالکل وہی تھا جو آج کل پیشہ ورطوائف کا ہے کہ جو بھی چاہتاہے ان کے پاس آسکتاتھا اور یہ بدقماش عورتیں اپنی شناخت کے لئے اپنے دروازوں پر جھنڈے نصب کئے رہتی تھیں اگر یہ حاملہ ہوتیں اور بچہ ہوتا تو قیافہ شناس

• مدرس ومفتی مدرسہ مظہر العلوم مسجد نکھٹو شاہ، کانپور،یوپی۔

ان کے جس گاہک کے بارے میں فیصلہ کرتا اسی سے بچہ منسوب ہوتا (بخاری ۷۶۹،۲)، ان کے علاوہ نکاح کی اور بھی صورتیں تھیں جن کو حضرات فقہاء نے منع فرمایا ۔

(۴) نکاح شغار :ایک شخص اپنی بیٹی کا دوسرے شخص سے ایسی شرط پہ نکاح کرتاتھا کہ وہ بھی اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس کے ساتھ کردے اور یہ نکاح بغیر مہر کے ہوتاتھا نبی کریم ﷺنے اس نکاح سے منع فرمایا :''أن النبی ﷺنہی عن الشغار''(بخاری ومسلم ۱۰۳۴،۲)۔

(۵) نکاح خدن:یہ ہے کہ ایک شخص اپنی معشوقہ کے ساتھ چھپ چھپ کر زناکرتاتھا اورعرب کھلم کھلا زناکو معیوب سمجھتے تھے، لیکن درپردہ اور خفیہ زناکو برانہیں سمجھتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا کہ :''ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا ومابطن'' (سورۃ الانعام: ۱۵۱) ۔

(۶) نکاح متعہ: اس کی صورت یہ ہے کہ مرد کسی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنے روپیہ یاسامان پر اتنے دنوں کے لئے متعہ کرتا ہوں ابتدائے اسلام میں اس کی اجازت تھی پھر غزوہ خیبر یا غزوہ اوطاس کے موقع پر آپ نے اس کو ہمیشہ کے لئے حرام کردیا (مسلم عن سمرۃ بن معبد جہنی حدیث نمبر ۲۴۲۸)۔

(۷) نکاح مؤقت:متعہ ہی سے قریب نکاح مؤقت کی صورت ہے یہ بھی باطل ہے ۔نکاح مؤقت کی صورت یہ ہے کہ دوگواہوں کی موجودگی میں ایک متعین مدت مثلاً دس روز کے لئے نکاح کرے ۔

(۸)نکاح السر:اور خفیہ نکاح یہ ہے کہ گواہوں کے بغیر چھپ کر نکاح کرلیاجائے حضور ﷺنے اس نکاح سے بھی منع فرمایا ۔اس لئے یہ نکاح بھی باطل ہے ۔ نیز آپ کا یہ فرمان ہے کہ :''لانکاح إلابولی وشاھدی عدل'' (بیہقی ۱۲۵،۷)۔

(۹)نکاح محارم:اپنی محرم خواتین سے نکاح اب چاہے وہ حرمت قرابت کی وجہ سے ہو یا رضاعت کی وجہ سے یا مصاہرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود سورہ نساء میں اس کی حرمت کو تفصیل سے بیان فرمایاہے ۔

یہ تمام صورتیں وہ ہیں جن کے بارے میں حضرات فقہاء نے نکاح کے ناجائز اور باطل ہونے کا فتویٰ دیا ہے، کیونکہ زوجین کے درمیان نکاح سے حاصل ہونے والا تعلق صرف شہوانی نہیں، بلکہ جسم وروح کا رشتہ ، دائمی وابستگی اور بدن ولباس جیسے لازمی ارتباط پر مبنی مقدس تعلق ہوتاہے چند بلند ترین مقاصدکے حصول کے لئے عمل میں آنے والا دیر پااور بابرکت رشتۂ حل استمتاع کو شرعاً نکاح کہتے ہیں جس کے صحیح ہونے کے لئے جائز اور مباح النکاح لڑکی (غیر محرم) سے عاقدین کی رضامندی ،ایجاب وقبول کے ساتھ، شرعی گواہوں کی موجودگی میں غیر محدود مدت کے لئے لڑکی کے

سرپرست کی موجودگی (حنفیہ کے یہاں یہ شرط ضروری نہیں ہے) اوراعلان نکاح کے ساتھ منعقد ہونا ضروری ہے ۔ اور جس عقدمیں ان شرعی شروط کا لحاظ نہ کیا گیا ہو وہ اسلامی اور شرعی نکاح نہ ہوگا ۔

اب ایک نظر عصرحاضر میں عالم عرب میں رائج نکاح مسیارپر ڈالتے ہیں جس کی حمایت ومخالفت میں اب تک بہت کچھ لکھاجاچکا ہے اور بہت گرماگرم بحثیں بھی ہوچکی ہیں۔

''سار یسیر سیراً'' کے معنی ہیں چلنا سفرکرنا ،عرب کہتے ہیں :''سارالرجل یسیر سیرا، وتسیرا ومسیرة وسیرورة اذا ذهب وتقول العرب :سارالکلام أو المثل، فهو سائر وسیار اذا شاع وانتشر وذاع ،والمثل السائر الجاری الشائع بین الناس''۔ مسیار ''مفعال'' کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے ۔بمعنی بہت زیادہ چلنا ۔

بہت زیادہ چلنے والے آدمی کو ''رجل مسیار '' و ''رجل سیار ''کہتے ہیں (المفردات فی غریب القرآن، الاصفهانی: ابوالقاسم ،۲۴۷، لسان العرب ،ابن منظور۲، ۲۵۲، المعجم الوسیط ، ابراہیم انیس ۱، ۴۶۷) ۔

''مسیار ''بمعنی مسافرت یا آسانی سے بھی مشتق ہوسکتا ہے۔

مرد حالت مسافرت وملازمت میں کسی غیر ملک میں کام کے سلسلے میں جائے پھر اسے وہاں نکاح کی حاجت ہوتو طلاق کی نیت سے نکاح کرلے یعنی دل میں یہ سوچے کہ جب میں سال دوسال بعد واپس آؤں گا تو طلاق دے دوں گا ۔

عورت نان ونفقہ کے حق اور ساتھ رہنے کے حق وغیرہ سے دستبردار ہوجائے بیوی اپنے مائکے میں رہے اور مرد کو جب موقع ملے بیوی سے اس کے مائکے آکر یا کچھ وقت کے لئے ساتھ میں کہیں دوسری جگہ لے جاکر (غالباً یہیں سے ''مسیار '' نام پڑا ہو) حلال طریقے سے جنسی ضروریات پوری کرلے تو اسے ''نکاح مسیار '' اور عربی میں ''زواج مسیار ''کہتے ہیں ۔

خلیج اور نجد کے بعض علاقوں میں صرف گزرنے اور معمولی مدت کے لئے ٹھہرنے کے لئے بھی ''مسیار ''کا اطلاق ہوتاہے ،چونکہ نکاح مسیار میں شوہر سسرال میں قلیل مدت کے لئے آتاجاتاہے اسی لئے اسے مسیار کہتے ہیں ۔ عموما یہ نکاح جانبین کی رضامندی ، ولی کی موجودگی ، ایجاب وقبول ، شرعی گواہوں اور اعلان کے ساتھ ہوتاہے، اس لئے فقہی اعتبار سے اس کی صحت وانعقاد سے انکارکی گنجائش نہیں ہے ۔ اس میں مدت نکاح کی تحدید بھی نہیں ہوتی ، کہ متعہ کے مماثل قرارپائے ، نسب کاالحاق بھی شوہر سے ہوتاہے ،ہاں سال دوسال بعد واپسی کے وقت طلاق دینے کی نیت ہوتی ہے ، تو ایسی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا ۔

''فی العنایہ علی هامش فتح القدیر (۲۵۰،۳): واستشکل هذه المسئلة بمااذا شرط وقت العقد أن یطلقها بعد شهر فان النکاح صحیح والشرط باطل ولافرق بینها وبین مافیه واجیب بأن

الفرق بینهما ظاهر، لأن الطلاق قاطع للنكاح فاشتراط بعد شهر لينقطع به دليل على وجود العقد موبدا، ولهذا لومضى الشهر لم يبطل النكاح فكان النكاح صحيحا ۔والشرط باطلا، وأما صورة النزاع فالشرط إنما هو فى النكاح لا فى قاطعه وفى الشامية (٣،٥١): (قوله: وليس منه الخ) لان اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط، بحر۔

''فتح القدیر ''میں ہے:''أما لو تزوج، وفى نيته أن يطلقها بعد مدة نواها صح'' (٣،١٥٢، هكذا فى الدرالمختار ٣،٥١)، عورت نے جو نفقہ وسکنی کے حقوق معاف کئے ہیں وہ معاف نہیں ہونگے، بلکہ بدستور شوہر کے ذمے باقی رہیں گے۔

اصولاً تو یہ نکاح جائز ہے، لیکن چونکہ اس رشتے میں دوام نہیں ہے اور ''ابغض المباحات '' طلاق دینے کی نیت بھی ہے، اس لئے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے اور عمرانی حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی اور ایسے نکاح سے اجتناب کی ضرورت ہے ۔

رابطہ عالمی اسلامیO.I.E. کے تحت جدہ سعودی عربیہ میں قائم اسلامک فقہ اکیڈمی ''مجمع الفقہ الاسلامی ''نے نکاح کے مروجہ طریقوں کے بارے میں یو م الخمیس ١٥،ربیع الاول ١٤٢٧ھ الخمیس١٣اپریل٢٠٠٦ وقت ٢٦ : ٠١کو غوروخوض کے لئے اجلاس عام بلایا تھا اس اکیڈمی میں اسلامی ممالک کے نامور چوٹی کی علمی شخصیات کی نمائندگی ہے پاکستان سے مفتی تقی عثمانی صاحب مادروطن سے فقیہ اسلام حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمۃ اللہ علیہ تاحیات ممبر رہے ۔

اٹھارویں اجلاس مکہ میں عالم اسلام کی ممتاز شخصیت ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلی رحمہ اللہ کے زیرصدارت منعقد ہوا تھا جس میں موضوع پہ غوروخوض اور بحث وتمحیص کے بعد صدر اجلاس کی طرف سے یہ متفقہ اعلامیہ جاری ہوا تھا ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

اسلامک فقہ اکیڈمی اس بات کی تاکید کرتاہے کہ شادی کے نئے عقد کو اگر چہ اس کے نام اور اوصاف وصورتیں مختلف ہوں شریعت مطہرہ کے مقررکردہ قواعد وضوابط کے تابع ہونا چاہئے ۔ اور اس میں ارکان وشروط پورے ہوں اور موانع سے خالی ہوں عصر حاضر میں لوگوں نے بعض عقد ایجاد کرلئے ہیں جس کے احکام درج ذیل ہیں ایسا عقد زواج جس میں عورت رہائش ، خرچ اور تقسیم یا کچھ دوسرے حقوق اپنی مرضی سے ختم کردے کہ مرد جب چاہے دن یا رات میں اس کے پاس آسکتاہے اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ایسا عقد نکاح جس میں عورت اپنے گھروالوں کے ساتھ میکے میں ہی رہے اور میاں بیوی جب چاہیں عورت کے میکے یا کسی اور جگہ مل لیں ، اس طرح خاوند بیوی کو نہ رہائش دے نہ ہی خرچ وغیرہ یہ دونوں عقد صحیح ہیں اور اس طرح کے دوسرے عقد اس وقت صحیح ہوں گے جب اس میں شادی کے ارکان وشرائط موجود ہوں

اور کوئی مانع موجود نہ ہو،لیکن یہ (نکاح خلاف اولیٰ ہے ۔ایسا نکاح جائز ہے چاہے اسے مسیار کانام دیا جائے چاہے کچھ اور نکاح مسیار کو جائز کہنے والوں میں سعودیہ کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز ابن باز، شیخ عثیمین ، امام حرم مکی سعود الشریم ، امام ازہر سید طنطاوی اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔ جبکہ ناجائز کہنے والوں میں پروفیسرڈاکٹر قرۃ داغی اور البانیہ سے تعلق رکھنے والے شیخ ناصر الدین البانی سرفہرست ہیں ۔ جامعہ بنوریہ کراچی کے دارالافتاء سے نکاح مسیار کو اصولاً جائز جبکہ مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ کہتے ہوئے اس سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی گئی ہے (دیکھئے فتویٰ نمبر ۹۸۸۱، مجریہ ۱۵؍محرم الحرام ۱۴۳۲ہجری موافق ۲۹؍۹؍۲۰۱۰)۔

عاجز کاخیال یہ ہے کہ اگر نکاح مسیار سطور بالا میندرج شرائط وارکان کی رعایت کے ساتھ انجام دیاگیا ہوتو شرعاً درست ہے البتہ سماجا اور معاشرتا نکاح کی یہ صورت جائز نہیں اس میں یک گونہ عورت کے جسمانی اور اس کی اولاد کی تربیتی واخلاقی حقوق کا استحصال ہے اور اگر نکاح شرعی کے قواعد وضوابط کا لحاظ کئے بغیر اس نکاح کو منعقد کیاگیاہو پھر تو یہ سرے سے حرام ہی ہوگا ۔

۱۔ نکاح مسیار چونکہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے نکاح یاشادی سے مختلف ہے کہ اس میں عورت برسبیل تنزل اپنے کچھ حقوق سے برضا پیچھے ہٹ جاتی ہے اور یہ تنازل نفقہ ،سکنٰی ،باری کی تقسیم ، رات یا دن گزارنے کی پابندی سے آزادی مرد کے بعض فیملی ممبرز کے معاملہ کا اخفاء وغیرہ ہے اسی وجہ سے فقہاء اس کے جواز اور عدم جواز کے معاملہ میں مختلف نظر آتے ہیں ۔ قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کی اصطلاح تونہیں ملتی کیونکہ یہ بہت زیادہ پرانا نہیں ہے موجودہ شکل وصورت میں پہلی دفعہ سعودی عرب کے قصبہ قصیم میں فہد نامی شخص نے شیخ عثیمین کے فتویٰ سے انجام دیا تھا شیخ عثیمین نے اسے جائز قرار دیا تھا البتہ ایک دوسری اصطلاح اسی سے ملتی جلتی ہے جس کو ‘‘النہاریات اور اللیلیات کہتے ہیں ۔نہاریات : وہ عورتیں کہلاتی تھیں جن کا شوہر ان کے پاس دن کا کچھ وقت گزارتاتھا رات کا نہیں یا اس کے برعکس اللیلیات :جن کا شوہر ان کے پاس صرف رات کا کچھ وقت گزارتاتھا دن کا نہیں ایسی خواتین کے نکاح کے بارے میں قدیم فقہاء کے یہاں دونوں طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں، بعض حضرات جواز واباحت کے قائل ہیں جبکہ دوسرے بعض کراہت وعدم جواز کے قائل ہیں چنانچہ امام احمد بن حنبل ، حماد بن ابی سلیمان اور ابن شبرمہ کی رائے عدم جواز کی ہے ۔ملاحظہ فرمائیں :

امام احمد بن حنبلؒ سے منقول ہے کہ ان سے النہاریات اور اللیلیات سے متعلق پوچھا گیا توفرمایا : ‘‘لیس ھذا من نکاح الإسلام’’ (الکافی لابن قدامہ ۴۰؍۳)، ابن قدامہ نے المروذی، حماد بن ابی سلیمان اور ابن شبرمہ کے متعلق لکھا کہ وہ نہاریات کے نکاح کو

ناپسند کرتے تھے ''وممن کرہ تزویج النہاریات'' (المغنی ۹۵،۷) ۔

ابن ہانی اسے شنیع جدا کہتے تھے ، امام ابن سیرین ؒ بھی النہاریات کی کراہت کے قائل تھے (سنن سعید بن منصور ۶۸۱، ابن ابی شیبہ ۱۶۵۶۰) ۔

مزید تفصیل محمد بن مفلح (م : ۷۶۳ھ) اور ابراہیم بن محمد (م ۸۸۴ھ) کی المبدع فی شرح المقنع (۶: ۱۵۵) میں دیکھ سکتے ہیں ابن باز نے زواج عرفی ، زواج متعہ اور زواج المسیار سب کے متعلق کہا : ''ھذہ الأنواع کلھا لایجوز'' (فتاویٰ ۴۲۸،۲۰)، جبکہ دوسری طرف مجوزین میں حضرات احناف سرفہرست ہیں ۔ احناف کی معروف کتب میں اس کے جواز کارجحان ان الفاظ میں منقول ہے : ''ولا باس بتزویج النہاریات وھو أن یتزوجھا لیقعد معھا نھارا دون اللیل''۔ نہاریات سے شادی میں کوئی عیب نہیں اور یہ وہ عورتیں ہیں جن سے اس شرط پہ شادی کی جاتی ہے کہ شوہر ان کے پاس دن کاکچھ وقت گزارے گا رات نہیں (زیلعی حنفی ،تبیین الحقائق ۱۱۶،۱،عینی حنفی : البنایہ شرح ہدایہ ۶۶،۵، ابن نجیم :البحر الرائق ۱۱۶،۳،عبدالرحمن داماد آفندی :مجمع الانہر ۳۳۲،۱، ابن عابدین شامی، ردالمحتار ۵۲،۳،سراج الدین عمر، النھر الفائق ۲۰۰،۲،عالمگیری، ۲۸۳،۱)۔

حسن بصریؒ اور عطاء بن رباحؒ دونوں بزرگ نہاریات کے ساتھ شادی میں کوئی برائی نہیں سمجھتے تھے۔ ''عن الحسن وعطا أنھما کانا لایریان بتزویج النہاریات باساً'' (سنن منصور ۶۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۶۵۵۹)۔

نیز ''الموسوعۃ الفقہیہ'' میں بھی النہاریات کے عنوان سے اسی مسئلہ کو اختصار کے ساتھ ذکرکیا ہے دیکھئے (الموسوعہ الفقہیہ ۳۷۶،۳۷۷،۴۱ دیوبند) لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ نہاریات یا لیلیات اور نکاحِ مسیار کے درمیان مختلف اعتبار سے فرق ہیں ۔

(۱)نکاح مسیار کے اندر سراور کتمان غالب ہوتاہے، جبکہ نہاریات اور لیلیات کے اندرایسانہیں ہے۔

(۲)نکاح مسیار کے اندر نفقہ اور سکنٰی ساقط ہوتاہے، جبکہ نہاریات اور لیلیات میں ایسا نہیں ہے۔

(۳) نکاح مسیار میں بیوی کے ساتھ شب گزاری کا حق بالکل ساقط ہوتاہے، لہٰذا شوہر جب چاہتاہے آتاہے وہ کسی وقت اور زمانہ کا پابند نہیں ہوتا،جبکہ نہاریات اور لیلیات کے نکاح میں شب گزاری کا حق بالکلیہ ساقط نہیں ہوتا، بلکہ وقت کے ایک جز میں ساقط ہوتاہے رات میں یا دن میں حالانکہ دونوں کی ملاقات روزانہ ہوتی ہے۔

۴-نکاح مسیار کے اندر پورایا کچھ حصہ نفقہ کا ساقط ہوجاتاہے جبکہ نہاریات اور لیلیات کے نکاح میں نفقہ بالکلیہ بھی ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو نہاریات یا لیلیات کے ساتھ شامل کرنے میں تردد ہے ۔

٢-نکاح مسیار چونکہ ہندوستان میں ناپید ہے اور عالم عرب میں اگرچہ رائج ہے، لیکن جواز کا فتوی دینے والے اہل علم نے بھی اپنے اس قول سے رجوع کرلیا ہے، جیساکہ ابن باز ؒ وغیرہ کے فتاویٰ موجود ہیں، اس لئے اس کی بہت سی صورتوں کا علم تفصیل سے حاصل نہ ہوسکا، البتہ اس کے اسباب وہی ہیں جو سوالنامے میں مذکورہیں مثلاً غیر شادی شدہ کنواری اور مطلقہ خواتین کی کثرت کا ہونا ۔ نکاح کی خواہش مند خواتین کا مختلف اسباب کے تحت اپنے والدین کے گھروں میں رہنے کا تقاضا اور اس کا بڑا سبب دوسرے ملکوں مینتجارت یا تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانے والے مردوں کا پاکدامنی اور عفت کی زندگی گزارنے کی خواہش کا ہونا ، اور انہیں اسباب کی بنیاد پر دونوں اپنے اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہوکر نکاح کے شرائط کو پورا کرکے وقتی فوائد حاصل کرنے کے لئے ساتھ رہتے ہیں یہ نکاح متعہ اور مؤقت کی طرح اگرچہ وقتی ہوتاہے، لیکن چونکہ نکاح کے شرائط دونوں پورے کرتے ہیں قاضی، گواہ کے سامنے نکاح ہوتاہے اور علاحدگی کی شرطیں الفاظ میں مذکورنہیں ہوتی، بلکہ ذہنوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں، اس لئے اس کو سرے سے متعہ اور مؤقت نہ مان کر نکاح مسیارکا نام دے دیاجاتاہے اور نکاح مسیار کا حکم تفصیل سے آچکا ہے اور رہا تجارت یا تعلیم حاصل کرنے والوں کا اس نکاح کی شکل اختیارکرنا تواس کا تفصیل سے حکم سوال نمبر (٧) کے جواب میں آئے گا۔

٣- بنیادی طور پر ولایت کی دوقسمیں ہیں ایک ولایت فی النفس دوسرے ولایت فی المال نفس یعنی ذات پر ولایت سے مراد نکاح کی ولایت ہے ۔ حنفیہ کے نزدیک ولایت نکاح کے دودرجات ہیں، ولایت اجبار اور ولایت ندب نابالغ پر ولایت ولایت اجبار ہے لڑکا ہو یا لڑکی ولایت اجبار حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے اجازت لئے بغیر اولیاء ان کا نکاح کرسکتے ہیں ۔

ولایت ندب اور استحباب سے مراد ایسی ولایت ہے جس میں اجازت لئے بغیر نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا اور اگر وہ اپنا نکاح خود کرلیں تونکاح منعقد ہوجائے اور یہ ولایت عاقل بالغ لڑکی پر ہوتی ہے ۔اب اگر کوئی لڑکی بالغہ ہو اور باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ کم ازکم دوگواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلے اور نکاح بھی کفوء میں اور مہرمثل کے ساتھ ہوا ہو تو شرعاً یہ نکاح احناف کے نزدیک منعقد ہوجائے گا اور والدین کو یہ نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا در مختار میں ہے: ‘‘ولاتجبر البالغۃ البکرعلی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ، فإن استأذنھا ھو أی الولی وھو السنۃ’’ (درمختار ٣،٥٥) ۔

اور اگر یہ نکاح مہر مثل سے کم پر ہواہے تو لڑکی کے اولیاء کو اعتراض کاحق حاصل ہے یہاں تک کہ شوہر مہر کو مہرمثل کے برابر کردے ورنہ عدالت کے ذریعہ اولیاء اس نکاح کو فسخ کرواسکتے ہیں ۔

اور اگر لڑکا اس لڑکی کا ہم پلہ کفو نہیں توبھی اولیاء کو اعتراض اور بذریعہ عدالت

اس نکاح کو فسخ کرانے کا حق حاصل ہے یہی قول ظاہر الروایہ ہے اور امام ابوحنیفہ ؒ کے دوقولوں میں ایک قول ہے اور متقدمین کے نزدیک یہی راجح ہے دوسری روایت وہ ہے جو امام صاحب نے حسن بن زیاد سے نقل کی ہے کہ اس روایت کے مطابق اگرلڑکی نے غیر کفوء میں نکاح کیا تونکاح منعقدنہیں ہوگا گویااولیاء کو عدالت کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا اور خود بخود یہ نکاح کالعدم سمجھا جائے گا چنانچہ ہدایہ میں ہے : ''وإذاتزوجت المرأة ونقصت عن مهر مثلها فللأولياء الاعتراض عليها عند أبى حنيفة ؒ حتى يتم لها مهر مثلها أويفارقها قالا ليس لهم ذلک وهذا الوضع إنما يصح على قول محمد على اعتبار قوله المرجوح إليه فى النكاح بغير الولى وقدصح ذلک۔۔ولأبى حنيفة أن الأولياء يفتخرون بغلاء المهر ويتعيرون بنقصانه فأشبه الكفاءة بخلاف الإبراء بعد التسمية لايتعير به''(ہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی ۱،۱۹۶)۔

شامی میں ہے : ''أن المرأة إذا زوجت نفسها من كفء لزم على الأولياء، وإن زوجت من غير كفء لايلزم أولايصح'' (ردالمختار ۳،۸۴) ۔

عدالتوں مینپیروی کی سرگرانی، غیرمنصف مزاج، اور رشوت خور لوگوں کے مقام قضاء پر فائز ہوجانے کی وجہ سے فقہاء نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ درمختار میں ہے: ''ويفتى فى غير الكفؤ لعدم جوازه أصلا وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان وفى الشامى وقال شمس الائمة : وهذا أقرب إلى الاحتياط'' (درمختار مع الشامی۳،۵۶) ۔

حضرت قاضی مجاہدالاسلامؒ ''کتاب الفسخ والتفریق ''کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

نکاح غیر کفو میں منعقد ہوگا یا نہیں ؟ اس مسئلے میں ظاہر الروایہ یہی ہے کہ نکاح منعقد ہوجائے گا، البتہ ولی کو حق اعتراض ہوگا حسن بن زیاد ؒ کی روایت یہ ہے کہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا جس پر اس زمانے کے عام علماء نے فسادِ زمانہ کو سامنے رکھتے ہوئے فتویٰ دیا ہے مصنف نے بھی اسی قول کواختیار کیا ہے ۔

اس حقیر کو اس رائے سے اختلاف ہے میرے نزدیک ظاہر الروایہ پر عمل ہونا چاہئے، اس لئے کہ شرائط انعقاد نکاح میں سے کوئی شرط مفقود نہیں ہے اور آج کے موجودہ حالات میں بھی جب کہ خاندانی بندھنیں کمزور پڑگئی ہیں اور غیر کفؤ اور کفؤ میں شادی کا تصورآہستہ آہستہ مٹتاجارہاہے ایسی حالت کا بھی تقاضا ہے کہ جو نکاح ہوچکا اُسے منعقد تسلیم کیاجائے اور اگر کسی کو ضررپہونچتاہے تواس کو قاضی کے سامنے اعتراض پیش کرنے کا حق دے کر اس ضررکو دورکرنے کا راستہ نکالاجائے (حاشیہ کتاب الفسخ والتفریق از : مولانا عبدالصمد رحمانی،۱۲۰ حاشیہ نمبر ۱) ۔

احقر بھی حضرت قاضی صاحب ؒ کی رائے سے اتفاق رکھتاہے کہ اس زمانہ میں ظاہرالروایہ پر ہی فتویٰ دیاجائے ، کیونکہ دن بدن ایسے سینکڑوں نکاح ہورہے ہیں اگر نکاح منعقد تسلیم نہ کیاجائے تو سب زنا میں مبتلاہوں گے نیز نکاح کے ارکان وشہادت کی

موجودگی میں نکاح کا منعقد ہونا سمجھ سے بالاتر ہے ۔

یہ تفصیلات تودائمی ،شرعی ،عرفی نکاح کے بارے میں تھی جہاں مسئلہ مہر کی کمی کا تھا یابرادری وغیرہ میں برابری نہ ہونے کا اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جو لوگوں کی نگاہ میں رہتی ہیں جس سے اولیاء کی بدنامی ہوتی ہے اور لوگوں کی نظر میں ان کی امیج خراب ہوتی ہے اسلئے ان صورتوں میں اعتراض کا حق دیا جانا سمجھ میں آتاہے اور اعتراض کا حق ہونا چاہئے لیکن نکاح مسیار میں بظاہر سب کچھ درست ہوتاہے ایساکوئی عیب نہیں ہوتاجو لوگوں کو نظرآئے بلکہ صرف نکاح کرنے والے کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ آگے چل کر طلاق دے گا اور دلوں کا حال صرف اللہ ہی جانتاہے مخلوق اس سے بے خبر ہے اس صورت میں کوئی بدنامی اور ذلت نہ ہوگی جس کی بنیاد پر اولیاء کو حق اعتراض بھی حاصل نہ ہوگا ۔

۴- شریعت اسلامیہ میں نکاح کے جو مقاصد بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک بڑا سبب ہے عفت وپاکدامنی، اور گناہوں سے بچنا ظاہر ہے کہ یہ سبب تو زواج مسیار یا نکاحِ مسیار سے بھی پوراہوجاتاہے۔

دوسرا سبب اعظم ہے نسل کی حفاظت، چنانچہ علامہ آلوسیؒ قرآن کریم کی آیت ''وابتغواماکتب اللہ لکم'' (سورہ بقرہ: ۱۸۷) کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ''تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیاہے، یعنی تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں مباشرت کے ساتھ اولاد لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہے (روح المعانی۱،۴۶۲)، نہ کہ صرف جنسی خواہش کی تکمیل ، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی بقاء کے لئے ہی ہمارے اندر جماع کی شہوت پیداکیا ہے اور صرف جنسی خواہش کی تکمیل توجانوروں کاعمل ہے فرمان نبوی ﷺ ہے کہ نکاح کرو اور نسل بڑھا ؤ تمہاری کثرت ہوگی سومیں قیامت کے دن تمہارے سبب فخرکروں گا ''تناکحوا تناسلواتکثروا، فإنی مباہ بکم الأمم یوم القیامۃ'' (الحدیث) نکاح کا سبب اس بقاء کا تعلق ہے جو اپنے مقررہ وقت تک کے لئے مقدرہے، اور یہ بقاء تناسل سے ہی ممکن ہے ۔اسی لئے عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے اسی کے پیش نظر نکاح متعہ ومؤقت کو ہمیشہ کے لئے حرام اور ناجائز قراردیاگیاہے اس کے برعکس نکاح مسیار میں صرف شہوت پوری کرنا ہی مقصد ہوتاہے جونکاح کے اس عظیم مقصد کے خلاف ہے۔

نیز اس نکاح میں میاں بیوی کے لئے وضع کردہ کئی احکام کی خلاف ورزی اور بہت سے احکام کا استحصال ہوتاہے، چنانچہ اس نام نہاد نکاح کے نتیجے میں بیوی نان ونفقہ سے محروم رہتی ہے، جبکہ نکاح کے عقد کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے۔

اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجے میں پیداہونے والے بچہ کی پرورش اور ثبوت

نسب میں بھی مسائل پیش آسکتے ہیں اول تو یہ ممکن ہے کہ بچے کے نسب کا انکار ہی کردے، لیکن اگر بچے کواپنا نام دے بھی دے تو پرورش کے مسائل پیش آتے ہیں یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیداہونے والے بچے کی پرورش اس طرز پر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیداہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے، کیونکہ مقررہ وقت کے بعد شوہر طلاق دے کر چلاجائے گا۔

اس قسم کی شادی میں ایک نقصان یہ بھی ہوتاہے کہ عورت مرد کو اپنا نگراں اور مسؤل نہیں سمجھتی جس کے نتیجے میں شوہر کے ساتھ سلوک میں خرابیاں پیداہوتی ہیں اس قسم کے عقد میں خواتین کی تذلیل بھی ہے، کیونکہ اس تعلق کا مقصد صرف اور صرف وقت متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے وقت مقررہ کے بعد عورت مستعمل اوراق کی طرح پھینک دی جائے گی ۔

اس قسم کی شادی میں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہوجاتاہے، کیونکہ نہ میاں بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کے لئے رہائش ہوتی ہے اور نہ ہی دونوں میں مکمل مودت ومحبت ہوتی ہے جوکہ نکاح کالازمی جز اور مقصد ہے اس کے علاوہ اور بھی مفاسد ہوسکتے ہیں جس کی بناء پر بعض علماء اسے ناجائز اور حرام بتلاتے ہیں۔

لیکن احقر کی رائے ہے کہ اگرمذکورہ نکاح شرائط وارکان کی رعایت کے ساتھ انجام دیا گیا ہو تو شرعاً اس کو ناجائز کہنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی لیکن سماج اور معاشرہ پر پڑنے والے اس کے منفی اثرات کی وجہ سے اس کو سماجاً اور معاشرۃ مکروہ تحریمی اور ناجائز کہنا چاہئے تاکہ اس طرح کے نکاح کا سدّ باب کیاجاسکے۔ اور معاشرہ کو اس کے مفاسد سے محفوظ رکھاجاسکے ۔

۵-الف: نکاح مسیار سے متعلق دو فتوے پیش ہیں جو بنیاد اور ستون اور سنگ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ ایک فتوی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کا ہے اوردوسرا فقیہ عصر محدث دوراں مخدوم ومربی حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کا ہے جس سے اس مسئلے کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے اور نہج قائم کرنے میں آسانی پیدا ہوجاتی ہے اور مسئلہ منقح اور واضح ہوجاتا ہے۔ اوردونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر نکاح کی شرائط کو پورا کیا جائے تو یہ نکاح درست ہوگا، البتہ نکاح کے وقت جو شرطیں لگائی گئی ہیں و ہ معتبر نہیں ہوگی ۔ اور اگر بعد میں بیوی نفقہ اور بیویوں کے درمیان برابری اوردوسرے حقوق کی طلب گار ہو تو شوہر پر ان حقوق کا اداکرنا واجب ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند کا فتوی:

میرا ایک دوست جدہ میں رہتا ہے اس نے بتایا کہ خلیجی ممالک میں ایک نکاح رائج ہے جس کا نام ہے : نکاح مسیار۔ یہ طریقہ نکاح عام ہوتا جارہا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اپنے حق مہر، نفقہ و سکنی وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے جب کہ شریعت

کے دیگر اصولوں کی پابندی کی جاتی ہے۔ بیوی اپنے یا اپنے والدین کے گھر رہتی ہے ۔ شوہر متعینہ ایام میں یا اپنی سہولت کے مطابق کسی دن اس سے جاکر ملتا ہے اوررات گذارکر واپس جاتا ہے ۔ سعودی عرب اورمصر کے علماء نے ایسی شادی کے جائز ہونے کا فتوی دیا ہے ۔ میں نے اس سلسلے میں انٹر نیٹ پر تلاش کیا اور معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں بہت زیادہ اختلاف ہے ذاتی طورپر نکاح کا یہ طریقہ میری سمجھ میں نہیں آتا ۔ اسی لئے میرے ذہن میں آیا کہ اس سلسلے میں آپ کی رائے عالی معلوم کروں۔ میں آپ کے جواب کے لئے بے حد شکر گذار رہونگا۔ والسلام

جواب نمبر۲۳۸۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(فتوی:=۳٦۰/۳۷۰د)

اگر شرعی طریقہ پر کم از کم دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول ہوتا ہے اور مانع نکاح کوئی سبب نہ ہوتا ہونکاح کے وقت کسی مدت کی تحدید نہیں کی جاتی مثلاً ۲/ سال کے لئے نکاح کررہے ہیں، بلکہ مطلق طورپر نکاح کیا تو ایسا نکاح درست و صحیح ہے۔ البتہ مہر سے دست بردار ہونے کی بات درست نہیں ہے، دست بردار ہونے کے باوجود شوہرپر کم از کم دس درہم ہیں جو دیناواجب ہوگا بحق شرع۔ ہاں اگر نکاح ہوجانے کے بعد پھر مہر کو معاف کردے اس سے دست بردار ہوجائے تو درست ہے۔ اس طرح نکاح کرنے سے دونوں شرعی طورپر ایک دوسرے کے شوہر و بیوی ہوگئے، ازدواجی تعلق قائم رکھنا جائز اور درست ہے۔ سعودی عرب اور مصر کے علماء کے فتوی منسلک کرکے سوال کرنا چاہئے تھا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کا فتوی:

نکاح مسیار اوراس کا حکم

سوال: آج کل خلیجی ممالک میں نکاح مسیار کا مسئلہ چھڑا ہوا ہے ، اس سے کیا مراد ہے؟ اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ (عبدالقدیر، جدہ)۔

جواب: ‘‘نکاح مسیار ” ایک نئی اصطلاح ہے، بہت سے لوگ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں، لیکن نکاح کے بعد آنے والی مالی ذمہ داریوں سے سبکدوش رہنا چاہتے ہیں ، اسی طرح بعض بیوہ اور مطلقہ عورتیں مالی اعتبار سے تو مفلس نہیں ہوتی ہیں، لیکن اپنی عفت ، عصمت کے تقاضوں کی تکمیل اور حفاظت کے لئے شوہر کی محتاج ہوتی ہیں ، اس دوطرفہ ضرورت کے پس منظر میں یوں ہوتا ہے کہ مرد اس عورت سے اس شرط پر نکاح کرلیتا ہے کہ اس کے نفقہ کی ذمہ داری اس پر نہیں ہوگی اور وہ رات گذارنے میں بھی برابری کا پابند نہیں ہوگا۔ بلکہ حسب سہولت کبھی دن میں اور کبھی شب میں آجایا کرے گا، یہی نکاح مسیار کی مشہور صورت ہے۔

اگر میاں بیوی کے درمیان براہ راست یا وکیل کے واسطہ سے ایجاب و قبول ہو جائے، ایجاب وقبول کے وقت گواہان موجود ہوں اور کوئی ایسا حرام رشتہ نہیں پایا جاتا ہو، جو موانع نکاح میں ہے تو یہ نکاح درست ہوجائے گا: البتہ نکاح کے وقت جو شرطیں لگائی گئی ہیں ، وہ معتبر نہیں ہونگی، اگر بعد میں بیوی نفقہ، دونوں بیویوں کے درمیان برابری اوردوسرے حقوق کی طلب گار ہوتو شوہر پر ان حقوق کا اداکرنا واجب ہوگا۔

۵-(ب): نکاح مسیار سے متعلق عرب علماء کی آراء دونوں طرح کی ہیں :

اس سلسلے میں سب سے پہلے شیخ ابن باز ؒنے ۱۹۹۶ میں اور بعدہ شیخ عثیمین نے اسکو جائز کہا تھا۔اور اس کے جواز کا فتوی دیا تھا۔ شیخ ابن بازؒ کا فتوی ملاحظہ فرمائیے۔

''أما أن يتزوج فی بلاد سافر اليها للدارسة، أو لكونه سفيراً او لأسباب أخری تسوغ له السفر إلی بلاد الكفار، فإنه يجوز له النكاح بنية الطلاق، إذا أراد أن يرجع كما تقدم، إذا احتاج إلی الزواج خوفا علی نفسه۔ ولكن ترک هذه النية أولی، احتياطا للدين وخروجا من خلاف العلماء، ولأنه ليس هناک حاجة إلی هذه النية، لأنه الزوج ليس ممنوعا من الطلاق إذا رأی المصلحة فی ذلک ولولم ينوه عند النكاح'' (مجموع فتاوی ومقالات الشيخ ابن باز ۳۹،۵)۔

شیخ ابن باز کے علاوہ جائز کہنے والوں میں امام حرم مکی شیخ سعود الشریم ، سابق امام ازہر سید طنطاوی اور ڈاکٹر یوسف القرضاوی،شیخ منصور رفاعی ،عبید احمد الشلبی وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی اس کے اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں :

''هو الزواج الذی يذهب فيه الرجل إلی بيت المرأة ولاتنتقل المرأة إلی بيت الرجل وفی الغالب تكون هذه الزوجة ثانية وعنده زوجة أخری هی التی تكون فی بيته وينفق عليها''۔

یہ وہ نکاح ہے جس میں مرد عورت کے گھر جاتا ہے عورت مرد کے گھر منتقل نہیں ہوتی۔ عام طورپر یہ مرد کی دوسری شادی ہوتی ہے۔ اس کیی ایک اوربیوی ہوتی ہے جواس کے گھرمیں ہوتی ہے اور وہ اس کا نفقہ بھی اداکرتا ہے (قرضاوی : حول زواج المسيار مجلة المجتمع الكويتيہ۳۱)۔

ہیئۃ الکبار العلماء السعودیۃ کے رکن ابن منیع کہتے ہیں: ''إنه زواج مستكمل لجميع أركانه وشروطه إلا أن الزوجين قد ارتضيا و اتفقا علی أن لايكون للزوجة حق المبيت أو القسمة وإنما الأمر راجع للزوج متی رغب فی زيارة زوجته فی أی ساعة من ساعات اليوم والليلة فله ذلک''۔

یہ بھی ایک مکمل عقد ہے جو اپنے تمام ارکان اور شروط پر مشتمل ہوتا ہے ، البتہ میاں بیوی دونوں طے کرلیتے ہیں کہ زوجہ کے لئے حق مبیت نہیں ہوتا۔ شوہر کی مرضی ہوتی ہے کہ دن ہو یا رات جب چاہے اپنی بیوی کے پاس آسکتا ہے۔

حق مبیت یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی چند بیویاں ہوں تو برابر کی سطح پر وہ

ان کے درمیان راتیں تقسیم کرتا ہے اوراسی حساب سے ان کے پاس آتا ہے (مستحداث فقہیہ فی قضایا الزواج والطلاق ، ۱۶۳)۔

اسی طرح رابطہ عالم اسلامی کے تحت جدہ میں قائم اسلامک فقہ اکیڈمی مجمع الفقہ الاسلامی نے نکاح کے مروجہ طریقوں کے بارے میں ۱۵،ربیع الاول ۱۴۲۷ھ ۱۳، اپریل ۲۰۰۶ء کو غوروخوض کے لئے اجلاس عام بلایا تھا جس میں موضوع پر غورخوض کے بعد یہ متفقہ اعلامیہ جاری ہوا تھا '' اسلامک فقہ اکیڈمی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ شادی کے نئے عقد کو اگرچہ اس کے نام اور اوصاف وصورتیں مختلف ہوں شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ قواعد و ضوابط کے تابع ہونا چاہئے اور اس میں ارکان وشروط پورے ہوں اورموانع سے خالی ہوں۔ عصر حاضر میں لوگوں نے بعض عقد ایجاد کرلئے ہیں جس کے احکام درج ذیل ہیں:

ایسا عقدِ زوا ج جس میں عورت رہائش ،خرچ اورتقسیم یا کچھ دوسرے حقوق اپنی مرضی سے ختم کردے کہ مرد جب چاہے دن یا رات میں اس کے پاس آسکتاہے اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ایسا عقد نکاح جس میں عورت اپنے گھر والوں کے ساتھ میکے میں ہی رہے اور میاں بیوی جب چاہیں عورت کے میکے یاکسی اور جگہ مل لیں اس طرح خاوند بیوی کو نہ رہائش دے اور نہ ہی خرچ وغیرہ یہ دونوں عقد صحیح ہیں اور اس طرح کے دوسرے عقد اس وقت صحیح ہوں گے جب ان میں شادی کے ارکان وشرائط موجود ہوں اور کوئی مانع موجود نہ ہو،لیکن نکاح خلاف اولیٰ ہے (مضمون مفتی شکیل احمد قاسمی امریکہ)۔

جبکہ دوسری طرف ناجائز کہنے والوں میں ڈاکٹر قرۃ داغی اور البانیہ سے تعلق رکھنے والے شیخ ناصر الدین البانی سرفہرست ہیں ۔چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر قرۃ داغی نکاح مسیار پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں (۱) نکاح میں اصل ہدف حصول لذت نہیں ہوتا، بلکہ روحانی تسکین بقاء نسل انسانی اور خاندان کی تشکیل اصل ہدف ہیں، جبکہ نکاح مسیار میں یہ تینوں اہداف مدنظر نہیں ہوتے صرف جنسی تسکین مقصود ہوتی ہے ۔(۲) حق مبیت اور نفقہ عقدکی بنیادی شروط میں سے ہیں جب یہ دونوں نہیں ہیں تو عقد بھی نہیں ہے کیونکہ شرط کے ختم ہونے سے مشروط ختم ہوجاتاہے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر شوہر الغاء حق مبیت کی شرط لگائے تو عقد باطل ہے (بحوالہ مقالہ ذوالفقار ناصر) اگرچہ مجوزین نے شیخ کے دونوں اعتراضات کے جوابات دئیے ہیں لیکن ہم ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں ۔

نیز سعودی عرب کے شیخ ابن باز ؒ نے ۱۹۹۶ء میں اور بعدہ شیخ عثیمین نے اگرچہ ابتدائی طور پر اُسے جائز کہاتھا، لیکن بعد میں اس سے ناجائز اور غلط فائدہ اٹھانے کی رسم پڑجانے کی وجہ سے انہوں نے اس سے رجوع کرلیااور اس سے بچنے کی نصیحت

کرڈالی چنانچہ شیخ ابن بازایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :السؤال : سماحۃ الشیخ : ما الفرق بین زواج المسیار والزواج الشرعی ؟ وما الشروط الواجب توافرھا لزواج المسیار ؟ جزاکم اللہ خیرا۔

الجواب: ''الواجب علی کل مسلم أن یتزوج الزواج الشرعی ، وأن یحذر ما یخالف ذلک سواہ سمی زواج مسیار، أوغیر ذلک۔ ومن شرط الزواج الشرعی الاعلان، فإذا کتمہ الزوجان لم یصح، لأنہ والحال ماذکر أشبہ بالزنا، واللہ ولی التوفیق'' (نشر فی (مجلۃ الدعوۃ، العدد : ١٦٩٣، فی ١٢،٢،١٤٢٠ھ ،مجموع فتاویٰ ومقالات الشیخ ابن باز ٢٠،٤٣١)۔

جامعہ بنوریہ کراچی کے دارالافتاء سے نکاح مسیار کو اصولاً جائز جبکہ مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ کہتے ہوئے اس سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی گئی ہے (دیکھئے فتویٰ نمبر : ٩٨٨١ ، ١٥، محرم الحرام ١٤٣٢ھ) ۔

یہی رائے مفتی محمد سلمان منصورپوری کی بھی ہے جیساکہ انہوں نے نکاح مسیار سے متعلق آن لائن ایک سوال کے جواب میں وضاحت کی ہے ۔

عاجز کا خیال یہ ہے کہ اگر نکاحِ مسیار سطورِ بالا میں درج شرائط وارکان کی رعایت کے ساتھ انجام دیاگیا ہوتو شرعاً درست ہے البتہ سماجاً اور معاشرۃ نکاح کی یہ صورت جائز نہیں اور اس میں یک گونہ عورت کے جسمانی اور اس کی اولاد کی تربیتی واخلاقی حقوق کا استحصال ہے اور اگر نکاح شرعی قواعد وضوابط کا لحاظ کئے بغیر منعقدکیاگیاہوپھر تو یہ سرے سے حرام ہی ہوگا ۔

٥-(ج): سردست ابھی اس مسئلے میں مسلم حکومتوں کے کسی نظام وقانون کا علم نہ ہوسکا تاہم احقر کے خیال میں اہل علم کی آراء سامنے آنے کے بعد اس کی مزید کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ حکومتیں جو بھی قانون بناتی ہیں وہ عموماً اہل علم سے استفسار اور معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی بناتی ہیں اور وہ بھی دینی مسائل میں اپنے علماء سے ہی پہلے رجوع کرتی ہیں اس کے بعد ہی کوئی حتمی رائے قائم کرتی ہیں ۔

٦- نکاح کی مشروعیت اور اس کی ترغیب اور اس کو فطری طریقہ قراردینے کی وجہ یہی ہے کہ نوع انسانی کی حفاظت ہواورایسی نیک صالح اولاد کا وجود ہو جو اس عالم کی تعمیر کرسکے انسانی زندگی کوبناسکے اور خلافت کی چادر کو سنبھال سکے تاکہ اپنے بعد والے کو یہ امانت حوالہ کردے اور یہ سلسلہ جاری رہے یہاں تک کہ انسان ہمیشہ ہمیشہ والی زندگی میں داخل ہوسکے ، اس لئے مقاصد نکاح کے حصول اور نوع انسانی کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ میاں کا آپس میں تعلق دائمی ہو وقتی نہ ہو اسی لئے عارضی شادی کو مذہب اسلام میں حرام قراردیاگیاہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ نکاح کے تمام اسلامی اصول وضوابط اور شرطوں کا لحاظ کیاجائے تاکہ اولاد نیک اورصالح ہو اور اس کو معاشرہ میں عزت واعتبار کی نگاہ سے دیکھا جائے ۔

نکاح مسیار میں بھی چونکہ تمام اصول وضوابط اور شرطوں کی رعایت کی جاتی ہے، اس لئے اولاد کو سماجی طور پر وہی اعتبار حاصل ہوگاجودائمی اورشرعی نکاح میں ہوتاہے اور اس کے وہی حقوق ہوں گے جو دائمی شرعی نکاح میں حاصل ہوتے ہیں اور نفقہ کی ترتیب وہی ہوگی جو دائمی نکاح میں ہوتی ہے اگرچہ شوہرنے نکاح کے وقت ان چیزوں سے دستبردار ہونے کی شرط لگائی ہو کیونکہ وہ شرائط معتبر نہیں ہونگی اور اگر بعد میں بیوی نفقہ ،دونوں بیویوں کے درمیان برابری اور دیگر حقوق کی طلب گار ہوتو شوہر پران حقوق کا اداکرنا واجب ہوگا الا یہ کہ بیوی ازخود صاحب حیثیت ہو اور وہ اپنی جانب سے تبرع کرتے ہوئے شوہر سے ان حقوق کا مطالبہ نہ کرے توالگ بات ہے ۔

اور اگر شوہر بیوی کو نکاح مسیار میں طلاق دے کر علاحدہ کردے تو طلاق کے بعد جو احکام دائمی شرعی نکاح میں لاگو ہوتے ہیں وہی احکام یہاں پر بھی لاگو ہونگے، البتہ صالح معاشرے کے وجود میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ اولاد کی تربیت میں میاں بیوی دونوں کا کردار ہو اور نکاح مسیار میں اگر شوہر طلاق دے کر بیوی کو علاحدہ کردیتاہے تو اولاد کی تربیت کے حوالے سے جو دقتیں مطلقہ کو وہاں دائمی نکا ح میں پیش آتی ہیں وہ یہاں بھی پیش آئیں گی، مثلاً نکاح مسیار میں حقیقت میں اپنی طبعی ضرورت کو پوراکرنا ہوتاہے توشوہر جب بچے سے بے فکر ہوکر چلاجائے گا تواولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرے گی انہیں زندگی کے نشیب وفراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہ ہوگا اور جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقہ سے نہیں ہوگی اور وہ مکمل نشوونمانہیں پائے گی تواس سے اس کی شخصیت پر منفی اثر پڑے گا اور وہ بگڑجائے گی اور معاشرہ میں اس کی تذلیل ہوگی ، یہ اور اس کے کئی منفی اثرات اورنقصانات ہوں گے جو نکاحِ مسیار کی بنیادپر وجود میں آئیں گے ۔

جس کی بنیاد پر نکاح مسیار کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی، تاہم چونکہ نکاح شرعی ضابطوں اور شرطوں کو پورا کرتے ہوئے ہوتاہے اس لئے اس کو بالکلیہ ناجائز اور حرام تونہیں کہہ سکتے، لیکن جہاں تک ہوسکے اس سے بچنے کی تلقین ضرورکی جاسکتی ہے یہ چند باتیں ہیں جو اس عاجز کے سمجھ میں آئیں اس کو حوا لہ قرطاس کردیا۔

۷- اس صورت میں، جبکہ نکاح کرنے والے کی نیت طلاق دینے کی ہے اس بارے میں فقہاء کرام کی چارآراء پائی جاتی ہے ایک رائے تو یہ ہے کہ طلاق کی نیت سے نکاح کرنا متعہ ہی کی ایک صورت ہے اور ایسانکاح کرنا حرام ہے یہ امام اوزاعیؒ اور صحیح مذہب کے مطابق حنابلہ کی رائے ہے دوسری رائے یہ ہے کہ مرد اگرکاروبار وغیرہ کے سلسلے میں مسلسل دوسرے شہروں کا سفرکرتارہتاہے اور اس کے زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے، لہٰذا کسی شہر میں اگر وہ کچھ مدت کے لئے قیام کرے مثلاً کچھ ماہ وغیرہ کے لئے اور یہ نیت کرے کہ کسی عورت سے نکاح کرلے کہ اگر چھ ماہ بعد وہ عورت اس کے دل

کو بھاگئی تو اُسے اپنے نکاح میں باقی رکھے گا، ورنہ طلاق دے دے گا تو یہ نکاح جائز ہے یہ امام ابن تیمیہ کی رائے ہے ۔

تیسری رائے یہ ہے کہ اگر مردوعورت دونوں کے لئے ایک مدت مثلا ایک یادوماہ کے بعد یا دوچاردن کے بعد طلاق کی نیت ایک دوسرے پر واضح ہو اور وہ اس نیت، بلکہ باہمی موافقت کے ساتھ الفاظ میں کوئی شرط لگائے بغیر نکاح کرلیں تو یہ نکاح جائز ہے یہ امام شافعی ؒ کی رائے ہے اگر چہ امام شافعیؒ نے باطل کہنے والوں کے اختلاف سے بچنے کے لئے اس کو مکروہ بھی کہا ہے ۔

چوتھی رائے یہ ہے کہ جب ایک مرد کی طرف سے الفاظ میں وقتی نکاح ہونے کی شرط نہ لگائی جائے تو اس وقت تک متعہ نہیں ہے چاہے مرد کی نکاح کے وقت نیت یہی ہو کہ وہ ایک یا دومہینے کے بعد طلاق دے دے گا تو یہ بھی نکاح جائز ہے کیونکہ اس نے الفاظ میں کوئی شرط نہیں لگائی ہے اور جہاں تک اس کی نیت کا معاملہ ہے تو وہ تبدیل ہوسکتی ہے چاہے مرد کی اس نیت کا عورت کو علم ہو یا نہ ہو ۔ یہ جمہور فقہاء حنفیہ ،شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی رائے ہے جیساکہ ابن قدامہ نے مغنی میں اسی قول کی تصریح کی ہے(دیکھئے مغنی ۶،۶۴۵)، یہ حضرات کہتے ہیں کہ اس نکاح میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے نکاح کو فاسد کہا جائے اور نیت فاسدہ کی وجہ سے نکاح کوفاسد نہیں کہاجاسکتاہے کیونکہ انسان بسااوقات ایسی چیز کی نیت کرتاہے جس کو وہ انجام نہیں دیتا اور بسااوقات ایسا کام کرلیتاہے جس کی وہ نیت نہیں کرتا اور اس کو نکاح مؤقت نہیں کہاجاسکتاکیونکہ توقیت وتعیین کا تعلق الفاظ سے ہوتاہے نہ کہ نیت سے اس لئے یہ نکاح ، نکاح مؤقت کے دائرے میں نہیں آتا۔

اب آئیے بقیہ آراء پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں ۔ پہلی رائے امام اوزاعی اور حنابلہ کی ہے جس میں یہ حضرات نکاح مسیار کو متعہ کی ایک صورت بتلاتے ہیں حالانکہ مسیار اور متعہ کے درمیان کافی فرق ہے مثلاً متعہ میں صیغۂ متعہ کا پڑھنا ضروری ہے اس میں مہر اور وقت کا معین کرنا لازمی ہے ۔

نیز نکاح مسیار میں جدائی طلاق سے ہوتی ہے، جبکہ متعہ میں مدت کے اختتام سے تیسرا فرق یہ ہے کہ عقد متعہ میں بیوی نفقہ اور وراثت کی حقدارنہیں ہوتی اسی طرح شوہر بھی بیوی کے وراثت کا حقدارنہیں ہوتا، جبکہ نکاح مسیار میں اگرنکاح باقی رہتے ہوئے میاں یا بیوی کا انتقال ہوجائے تو دونوں ایک ایک دوسرے کے وارث ہوں گے ۔ اس بنیاد پر نکاح مسیار کو متعہ کے مماثل قراردینا سمجھ میں نہیںآتا۔ رہی بات امام ابن تیمیہ کے قول کی تویہ نکاح کی یہ صورت ظاہرا اور باطنا دونوں طرح سے جائز ہے اگر چہ پسندیدہ نہیں، جیساکہ امام ابن تیمیہ نے اس طرح اشارہ کیا ہے اس صورت میں مرد نے نکاح کے وقت طلاق کی متعین نیت نہیں کی، بلکہ اس نے دونیتیں کی ہیں جس نیت کے

مطابق ظاہری احوال ہوں گے اس پر علم کرلے گا اگر رکھنا چاہے گا تو رکھے ورنہ شریعت نے طلاق کی بھی اجازت دے رکھی ہے ۔

رہی تیسری رائے جو امام شافعی ؒ کی ہے اگرچہ مغنی میں ابن قدامہ نے امام شافعیؒ کو جمہور فقہاء کے ساتھ شریک کیا ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہمیں امام شافعیؒ کی رائے اور نکاح متعہ میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتااگرچہ ایک فقیہ چونکہ کسی معاہدے کی ظاہری صورت کو دیکھنے اور اس پر حکم لگانے کا پابند ہوتاہے، لیکن امام نے جو صورت حال بیان کی ہے جس کے لئے انہوں نے کتاب الام میں مراوضت، یعنی دونوں کی باہمی رضامندی سے ایسا وقتی نکاح ہو کی اصطلاح استعمال کی ہے توایسی صورت میں یہ نیت محض نیت نہیں رہ جاتی، بلکہ ظاہر اور واقعہ بن جاتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ متعہ میں عقدنکاح میں وقت کی قید اور شرط ہوتی ہے اور یہاں عقد نکاح میں نہیں ہوتی ہے، لیکن عقد نکاح سے پہلے موجود ہے امام شافعیؒ نے تویہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر مرد نے عقد سے پہلے عورت سے وعدہ کرلیا یاقسم کھاکر کیاکہ تمہیں ایک ماہ کے لئے نکاح میں رکھوں گا تو بھی نکاح جائز ہے بشرطیکہ نکاح کے وقت یہ شرط نہ لگائے یہ تو متعہ کی ہی ایک صورت ہے، اس لئے احقر کے نزدیک معتدل رائے جمہور فقہاء کی ہے کہ جب تک صراحت نہ ہو طلاق دینے کی اور نہ شرط لگائے اس وقت تک محض نیت طلاق کے ساتھ نکاح میں کوئی حرج نہیں ۔

اور نہ ہی اس کو نکاح مؤقت کی صورت کہاجائے گا اور نہ یہ نکاح نکاح مؤقت کے دائرے میں آئے گا، کیونکہ نکاح مؤقت میں نکاح کے وقت ہی مدت باقاعدہ متعین ہوجاتی ہے جوسراسر ناجائز اور حرام ہے باقی نکاح مؤقت کے سلسلے میں مزید تفصیل سوال نمبر(۸) کے ذیل میں ملاحظ فرمائیں۔

۸-نکاح کے مقاصد کے حصول اور نوع انسانی کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی کا آپس میں تعلق دائمی ہو ، وقتی نہ ہو عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے، اسی بات کے پیش نظر نکاح متعہ اور مؤقت کوہمیشہ کے لئے ناجائز اور حرام قراردیاہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا ہے۔مسلم میں ہے : ‘‘أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى يوم الفتح عن متعة النساء’’ (مسلم ۱، ۴۵۲) ۔

سنن ترمذی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ شروع اسلام میں متعہ ہوتاتھا کہ آدمی کسی شہر جاتاوہاں کوئی جان پہچان نہیں ہوتی تو وہ جتنے وقت کے لئے چاہتاوہاں کسی خاتون سے شادی کرلیتااور خاتو ن اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور اس کے لئے (کھانے ، پینے کی) چیزیں بناتی، یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ‘‘إلا على أزواجهم أومامَلكت أيمانهم’’ (سورہ مومنون: ۶)، یعنی اپنی بیوی اور باندی کے علاوہ سے جماع جائز نہیں ہے) توحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ان دوشرم گاہ کے علاوہ سب حرام ہے (دیکھئے ترمذی ١٢٣،١) ۔

تمام کتب فقہ میں یہ بات موجود ہے کہ نکاح متعہ اور نکاح مؤقت باطل ہے چنانچہ ‘‘ہدایہ ’’میں ہے کہ نکاح متعہ باطل ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنے مال کے بدلہ اتنی مدت تک کے لئے فائدہ اٹھاؤں گا اور نکاح مؤقت بھی باطل ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی عورت سے دوگواہوں کی موجودگی میں (کچھ مدت،مثلاً) دس دن کے لئے نکاح کرے ، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معنایہ متعہ ہی ہے اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتاہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ طویل مدت ذکر ہو یا قلیل کیونکہ مدت کا ذکر کرناہی متعہ کی جہت کومتعین کردیتاہے ۔

ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں : ‘‘ونکاح المتعۃ باطل ‘‘وھو أن یقول لامرأۃ أتمتع بک کذا مدۃ بکذا من المال وقال مالک ھو جائز، لأنہ کان‘‘مباحا فیبقی إلی أن یظھر ناسخہ، قلنا:ثبت النسخ بإجماع الصحابۃ رضی اللہ عنہم وابن عباس رضی اللہ عنہما صح رجوعہ إلی قولہم، فتقررالاجماع ‘‘والنکاح المؤقت باطل ‘‘مثل أن یتزو ج امرأۃ بشھادۃ شاھدین إلی عشرۃ أیام، وقال زفر:ھوصحیح لازم؛ لأن النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدۃ ولنا أنہ أتٰی بمعنی المتعۃ والعبرۃ فی العقود للمعانی ولا فرق بین ما إذا طالت مدۃ التاقیت أوقصرت (لأن التاقیت ھو المعین لجھۃ المتعۃ وقد وجد’’(کتاب النکاح ٣٣٣،٢ ط ، مکتب رحمانیہ) ۔

اور ‘‘ہدایہ’’ کی شرح ‘‘عنایہ’’میں ہے کہ :مصنف کی عبارت سے ان دونوں (نکاح متعہ اور نکاح مؤقت) کے مابین فرق کے سلسلے میں دوچیزیں سمجھ میں آتی ہیں (١) ایسے لفظ کا وجود جو اشتقاق میں متعہ کے ساتھ شریک ہیں (٢) نکاح مؤقت میں دوگواہوں کا موجود ہونا ، ساتھ اس کے کہ اس میں لفظ تزویج یا نکاح بھی مذکورہوتاہے ، اور مدت بھی متعین ہوتی ہے۔

اور نکاح مؤقت کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ یہ متعہ کے معنی میں ہی آتاہے اگرچہ نکاح کے لفظ سے ہو ، اس لئے کہ متعہ دراصل مقاصد نکاح کے ارادے کے بغیر عورت سے فائدہ اٹھانے کا نام ہے اور نکاح مؤقت میں بھی یہ معنی پایاجاتاہے اس لئے کہ مقاصد نکاح مدت قلیلہ میں حاصل نہیں ہوسکتے اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتاہے نہ کہ الفاظ کا ‘جیسے کہ کفالت اصیل کی براء ت کی شرط کے ساتھ حوالہ بن جاتاہے اور حوالہ، اصیل سے مطالبہ کی شرط لگانے سے کفالت بن جاتاہے ۔

‘‘والنکاح المؤقت باطل مثل أن یتزوج امرأۃ بشھادۃ شاھدین إلی عشرۃ أیام) والذی یفہم من عبارۃ المصنف فی الفرق بینھما شیئان :أحدھما:وجود لفظ یشارک المتعۃ فی الاشتقاق، کماذکرنا انفا فی نکاح المتعۃ والثانی : شھود الشاھدین فی النکاح المؤقت مع ذکر لفظ التزویج أو النکاح، وأن تکون المدۃ معینۃ (وقال زفرھو صحیح لازم) لأن التوقیت شرط فاسد لکونہ مخالفا لمقتضی عقد النکاح،والنکاح لا یبطل’’۔

یہی رائے محقق ابن الہمام صاحب فتح القدیر کی ہے دیکھئے (فتح القدیر ۳،۲۴۰۔۲۴۱)۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ اس مسئلے میں ائمہ اربعہ اور صاحبین کا نقطۂ نظر کیا ہے تو یہ بات بالکل واضح ہے اور شامی، ہدایہ ، فتح القدیر ،بنایہ وغیرہ تمام فقہ میں مصرح ہے کہ یہ اتفاقی مسئلہ ہے اس میں سنیوں میں حنفیہ میں سے امام زفررحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور کا اختلاف نہیں ہے، البتہ اہل تشیع اس مسئلہ میں منفرد ہیں : چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ''وکان تحریم تابید لاخلاف فیہ بین الأئمۃ وعلماء الأمصار إلا طائفہ من الشیعۃ'' (شامی ۴،۱۴۹زکریا) ۔

نیز شامی کے حاشیہ میں ہے : ''فذہب الجمہور إلی القول بتحریمھا وأنھا من الأنکحۃ الفاسدۃ التی تفسخ مطلقا قبل الدخول وبعدہ، وھو مذہب الأئمۃ الأربعۃ'' (شامی ۴،۱۴۵) ۔

معلوم ہواکہ نکاح متعہ کی طرح نکاح مؤقت بھی باطل ہے اور اس پر بھی ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، البتہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں نکاح مؤقت کی اجازت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نکاح مؤقت صحیح اور لازم ہے، اس لئے نکاح غیر مؤقت کی طرح یہ بھی نکاح ہے صرف اس میں تاقیت کی شرط لگادی گئی ہے، اس لئے جس طرح نکاح غیر مؤقت شرط سے باطل نہیں ہوتا ہے اسی طرح نکاح مؤقت بھی شرط فاسد مثلاً شرط تاقیت سے باطل نہیں ہوگا۔ کیونکہ نکاح کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ: ''النکاح لایبطل بالشروط الفاسدۃ''۔

اور ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ نکاح مؤقت چونکہ نکاح یا تزویج کے لفظ سے منعقد ہوتاہے اس لحاظ سے اس میں متعہ کے معنیٰ موجود ہیں کیونکہ متعہ کے معنیٰ بھی تمتع اور استمتاع کے ہیں، جیساکہ اصطلاح شرع میں نکاح کی تعریف یہ ہے کہ:''حل استمتاع الرجل من المرأۃ لم یمنع من نکاحھا مانع شرعی ''۔

لہٰذا جب معناً مؤقت اور متعہ دونوں متحد ہیں تو جو حکم متعہ کا ہے وہی حکم مؤقت کا بھی ہوگا ۔ اور نکاح متعہ چونکہ حرام اورناجائز ہے اسی لئے نکاح مؤقت بھی حرام اور باطل ہوگا کیونکہ دیگر عقود کی طرح یہ بھی عقد ہے اور عقود کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ ''العبرۃ فی العقود للمعانی لااللمبانی'' یعنی عقود میں معانی معتبر ہیں الفاظ کا یہاں کوئی اعتبار نہیں ہے ۔

اب حیرت اس بات پر ہورہی ہے کہ سوال میں میں ائمہ اربعہ کے ساتھ صاحبین کا نقطۂ نظر بھی پوچھا گیا ہے جس سے ایسا محسوس ہوتاہے کہ اس مسئلے میں شاید صاحبین کا بھی اختلاف ہے حالانکہ جن بنیادی اور معتبر کتابوں سے میں نے مراجعت کی ہے ان میں کسی میں الگ سے صاحبین کاکوئی قول وغیرہ نقل نہینکیاگیا ہے جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس مسئلے میں صاحبین بھی ائمہ اربعہ کے ساتھ ہیں ۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

مفتی محفوظ الرحمن قاسمی•

سوال نمبر (١) کیا قدیم فقہاء کرام کےیہاں نکاح مسیار کا کوئی ذکر ملتا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: قدیم فقہاء کرام کے یہاں اس قسم کے نکاح کا کوئی تذکرہ نہیں ملتاہے، البتہ اس سے ملتے جلتے مسائل، مثلاً متعہ، نکاح مؤقت، اور بعض مقامات پر زواج نہاریات اور زواجِ لیلیات کا تذکرہ ملتا ہے جس سے مسائل کے استنباط واستخراج میں کافی حد تک روشنی مل سکتی ہے۔

نکاح مسیار کے متعلق رابطہ عالم اسلامی کے ١٨ِفقہی اجتماع میں غور وفکر کیا گیا اور اُس کو اِن الفاظ سے تعبیر کیا گیا:

''وعرف المجمع الفقهى نكاح المسيار بأنه: إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم، تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم، أو بعض منها، وترضى بأن يأتى الرجل إلى دارها فى أى وقت شاء من ليل أو نهار''.

اِس لفظ کی ابتدا کب کہاں اور کس طرح ہوئی اُس پر روشنی ڈالتے ہوئےبعض معاصرین لکھتے ہیں کہ:

نشأة زواج المسيار:

''لم يمض وقت طويل على نشأة ''زواج المسيار'' كتسمية جديدة، فقد عُرف هذا الزواج من سنوات، وقد ظهر لأول مرة في منطقة "القصيم " في المملكة العربية السعودية، ثم انتشر في المنطقة الوسطى، وكان سبب ابتداعه تزويج النسوة اللاتي فاتهن قطار الزواج الطبيعي، أو المطلقات اللاتي فشلن في زواجهن السابق. والسؤال المطروح في هذا السياق:هل زواج المسيار شيء قديم؟ يقول الدكتور يوسف القرضاوي:''إن زواج المسيار - كما يسمى - ليس شيئاً جديداً، إنما هو أمر عرفه الناس من قديم، وهو الزواج الذي يذهب فيه الرجل إلى بيت المرأة، ولا تنتقل المرأة إلى بيت الرجل ''. وكذلك قال الدكتور إبراهيم الخضري عن زواج المسيار: '' إنه معروف قديماًفي المملكة العربية السعودية، ويسمونه في منطقة نجد ''الضحوية'' بمعنى أن الرجل يتزوج المرأة، ولا يأتي إليها إلا ضحى، وهذا منذ خمسين سنة تقريباً. وقدجاء في كتب الفقه عن زواج مماثل لزواج المسيار سمي: بالنهاريات، وهو: أن يشترط أحدالزوجين أن تكون علاقة الزواج بزوجته في النهار، حرصاً على مبيته عند زوجته الأولى بالليل، وهذه الصفة

• دار العلوم الاسلامیہ بستی، یوپی۔

لزواج النهاریات تجعله قریباً جداً من زواج المسیار" (محاضرات فی الاحوال الشخصیۃ؛ زواج المسیار والزواج العرفی)۔

سوال نمبر (۲): نکاح مسیار کی کیا صورتیں اختیار کی جاتی ہیں ؟ اور کن اسباب کے تحت اُس کی نوبت آتی ہے معاصر اہلِ علم کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے وضاحت فرمائیں ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: نکاح مسیار کی مختلف صورتیں اختیار کی جاتی ہیں، جن میں اکثر سوالہ نامہ میں موجود ہیں،(تطویل کے باعث اُس کا تذکرہ نہیں کیا جارہاہے) جامعہ بنوری ٹاؤن کے ایک فتوے میں نکاح مسیار کے متعلق استفسار پر اُس کی صورت یہ مذکورہے کہ : مرد حالتِ سفر یا ملازمت کی غرض سے کسی دوسرے ملک میں جائے اور وہاں اپنی طبعی ضرورت پوری کرنے کی حاجت ہو تو طلاق کی نیت سے نکاح کرلے، یعنی دل میں یہ سوچے کہ جب میں سال دو سال بعد واپس چلا جاؤں گا تو طلاق دے دوں گا۔

نکاح کا بار کم کرنے کی خاطر عورت نان نفقہ اور ساتھ رہنے کے حق سے دستبردار ہوجاتی ہے ، لہذا میکے میں رہتی ہے ، اور مرد کو جب موقع ملتا ہے وہ بیوی سے اس کے میکے آکر یا کچھ وقت کے لئے کسی دوسری جگہ جا کر طبعی تقاضۃ پورا کرتا ہے، اُسے نکاح مسیار اور عربی میں زواجِ مسیار کہتے ہیں۔ (فتوی نمبر ۱۴۴۰۱۴۴۰۱۳۶۳)

اور جن اسباب و عوامل کے تحت اُس کی نوبت آتی ہے اُس کے بارے میں معاصر اہلِ علم لکھتے ہیں کہ:

‘‘أولا:لفظ ‘‘الزواج’’ لغۃ، الزواج لفظ عربی یطلق ویراد بہ اقتران أحد الشیئین بالآخر وازدواجھما، جاء فی معاجم اللغۃ: زوجُ المراۃ بعلھا، وزوج الرجل امراتہ، قال تعالی: ‘‘وقلنا یا آدم اسکن أنت وزوجک الجنۃ’’ ویقال أیضاً: ھی زوجتہ، تقول العرب : زوّجتہ امرأۃ وتزوجت امرأۃ، ولیس من کلام العرب تزوجت بامرأۃ، وقول اللہ تعالیٰ: ‘‘وزوجناھم بحور عین’’ أی قرناھم بھن، من قولہ تعالیٰ: ‘‘احشروا الذین ظلموا وأزواجھم’’ أی وقرناءھم ، واشتھر معنی الزواج فی اللغۃ باقتران الرجل بالمراۃ’’ (زواج المسیار بین الاباحۃ والتحریم: د/ ابو القاسم خلیفۃ فرج العائب، کلیۃ التربیۃ بالزرایۃ، جامعہ الزاویۃ)۔

مفھوم المسیار:

‘‘المِسْیار في اللغة - على وزن مِفْعال - صیغة مبالغة اسم الفاعل من سار، یسیر، سَیْراً، ومَسیراً، والمسیار ھو: الرجل الکثیر السیر، فنقول رجل مسیار، وسیّار.

والمسیار في الاصطلاح لم یتعرض له الفقهاء القدامی تعریفاً، وإنما مضموناً، فمن حیث المعنی والمضمون، ھو زواج قدیم کان یسمی " زواج النهاریات " وھو: أن یشترط الزوج أن

تكون علاقته بزوجته في النهار، حرصاً على مبيته عند زوجته الأولى في الليل، وقد عرفه بعض المعاصرين، بأنه: "زواج شرعي، يتميز عن الزواج العادي، بتنازل الزوجة فيه عن بعض حقوقها على الزوج، مثل ألا تطالبه بالنفقة، والمبيت الليلي إن كان متزوجاً، وفي الغالب يكون زواج المسيار هو الزواج الثاني أو الثالث، وهو نوع من تعدد الزوجات''.

ويقول الدكتور أحمد الحجي الكردي في صورة زواج المسيار أنه: " أن يتزوج رجل بالغ عاقل، امرأة بالغة عاقلة تحل له شرعاً، على مهر معلوم بشهود مستوفين لشروط الشهادة، على أن لا يبيت عندها ليلاً، إلا قليلاً وأن لا ينفق عليهاسواء كان ذلك بشرط مذكور في العقد، أو بشرط ثابت بالعرف، أو بقرائن الأحوال ".

فهو زواج تتوافر فيه جميع اركان عقد النكاح، ولكن الزوجة تتنازل عن حقها فى النفقة والمبيت، وتكتفى بالزيارة فى اوقات يتفقان عليها معاً، ولهذا سمى بزواج المسيار'' (الموسوعة الفقهية الميسرة- الزواج- د/محمد ابراهيم الحفناوى ، ص٣٩٦، الزواج فى الاسلام -القاضى هشام قبلان، ص٦٧).

أسباب ظهور زواج المسيار:

هناك أسباب عديدة، منها ما يتعلق بالنساء، ومنها ما يتعلق بالرجال، ومنها ما يتعلق بالمجتمع:

أما الأسباب التي تتعلق بالنساء فمنها:

أولاً: عنوسة المرأة، أو طلاقها، أو ترملها: وهذا كثير في المجتمعات العربية.

ثانياً: رفض كثير من النساء لفكرة التعدد: مما أدى إلى اضطرار الرجال أن يخفوا زواجهم الثاني.

ثالثاً: حاجة بعض النساء إلى البقاء في غير بيت الزوج: وذلك كأن يكون لدى المرأة أولاد تربيهم، وهي مشغولة بهم، ولا يناسبها إلا مثل هذا الزواج.

وأما الأسباب التي تتعلق بالرجال فمنها:

أولاً: حاجة الرجل الفطرية إلى أكثر من زوجة: فهناك كثير من الرجال لا تكفيهم امرأة واحدة، ولديهم شبق شديد، ورغبة جامحة، فيلجؤون إلى زواج المسيار.

ثانياً: رغبة بعض الرجال بزيادة الاستمتاع: فقد تكون الزوجة الأولى كبيرة في السن، أو مشغولة بأولادها وبيتها، ولا يجد الرجل عندها رغبته، فيتزوج مسياراً.

ثالثاً: عدم رغبة بعض الرجال في تحمل مزيد من الأعباء والتكاليف.

رابعاً: خوف بعض الرجال من إعلان زواجه الثاني، لعلمه ما ستسببه زوجته الأولى لو علمت بهذا الزواج من ويلات ومصائب، وخراب للبيوت.

وأما الأسباب التي تتعلق بالمجتمع فمنها:

أولاً: غلاء المهور وارتفاع تكاليف الزواج.

ثانياً: نظرة المجتمع بشيء من الاستغراب والازدراء للرجل الذي يرغب بالتعدد.

سوال(۳) نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہیں ، بعض دفعہ اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں ، ان صورتوں میں اُن کے اولیاء اپنے لئے ہتک محسوس کرسکتے ہیں ، اِس پس منظر میں کیا نکاح مسیار میں ولی کو حقِ اعتراض ہوگا ؟

الجواب باسم ملهم الصواب: شریعت مطہرہ نے انسانی مزاج و مذاق کو ملحوظ رکھتے ہوئے کفاءت اور ہمسری کی رعایت کی ہے، تاکہ مستقبل میں نکاح کو مستحکم و پائیدار بنایا جاسکے اور ہر قسم کی پیش آمدہ خطرات و خدشات کا سد باب ہوسکے، اس لئے لڑکی کے اولیاء کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر لڑکی اپنی مرضی سے بالغ ہونے کے بعداولیاء کی رضامندی کے بغیرنکاح کرتی ہے توگو وہ شرعاً اور اخلاقاً پسندیدہ نہینہے، لیکن پھر بھی اگر وہ کفو میں ہے تو اُس کا کیا ہوا نکاح درست ہوگا اور اولیاء کو حق اعتراض نہ ہوگا ،البتہ اگر وہ کفو سے نہینہے تو پھر اولیاء کو حقِ اعتراض از روئے شرع حاصل ہوگا، لیکن اولیاء اِس حق کا استعمال ظہورِ حمل سے پہلےپہلے تک کر سکتے ہیں ،اُس کے بعد یہ اختیار سلب ہوجاتا ہے۔

''ولہ) أی لکل من الأولیاء إذا لم یرض واحد منهم (الاعتراض) ای ولایۃ المرافعۃ إلی القاضی لیفسخ، ولیس هذاالتفریق طلاقا حتی لاینقص عدد الطلاق، ولا یجب شئی من المهر قبل الدخول ، ولو بعده لها المسمی، وکذابعد الخلوۃ الصحیحۃ، وعلیها العد ۃ، ولهانفقۃ العدۃ، ولا یثبت الابالقضائ لانہ مجتهد فیہ، والنکاح صحیح یتوارثان بہ اذا مات احدهما قبل القضاء، (فی غیر الکفو) دفعاً لضرر العار فان رضی واحد منهما لیس لمن فی درجتہ او اسفل اعتراض ، هذا اذا لم تلد منہ، واما اذا سکت حتی ولدت فلیس لہ الاعتراض لئلا یضیع الولد کما فی أکثرالمعتبرات'' (مجمع الانہر ۱،۴۸۹ کتاب النکاح)۔

سوال نمبر (۴) : کیا شریعت کے جو مقاصد نکاح سے متعلق ہیں ، زواجِ مسیار میں سے پورے ہوتے ہیں، اگر نہیں تو ایسی صورت میں نکاحِ مسیار کا کیا حکم ہے ؟

الجواب باسم ملهم الصواب: شریعتِ مطہر ہ میں نکاح کا جو تصور ہے اور جن مقاصد کے حصول کے لئے اُس نے نکاح کو جائز قرار دیا ہے ،نکاح مسیار اُن تصورات و مقاصد سےمیل کھانے اور اُس پیمانے پر کھرا اُترنے کے بجائے اُس کے صریح مخالف اور بالکل منافی ہے ، اس لئے نکاح مسیار کونکاحِ شرعی کی طرح جائز قرار دیناروحِ نکاح کے منافی ہونے کی وجہ سے دُرست نہیں۔

شرعی مقاصد کو بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

''محصنات غیر مسافحات ولا متخذات أخدان'' (النساء : ۲۵) ''محصنین غیر مسافحین ولا متخذی أخدان'' (المائدہ: ۵)۔

یعنی نکاح کرو اس حال میں کہ تم پاک دامنی چاہتے ہو، شہوت رانی مقصود نہ ہو،

اور نہ ہی چوری چھپے یاری لڑانا، اگر نکاح کے وقت شہوت پوری کرنا ہی غرض ہو تو یہ شرعی نکاح کے مقاصد کے خلاف ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: ‘‘وابتغوا ماکتب اللہ لکم’’ (سورہ نساء: ۱۸۷)۔

علامہ آلوسیؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: کہ ‘‘تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے ’’، یعنی تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں مباشرت کے ساتھ اولاد لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہے، اور یہی حضرت ابن عباس، ضحاک، اور مجاہد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ، اور تلاش سے مراد یہ ہے کہ : یو ں دعا مانگوکہ اے اللہ جو آپ نے ہمار ے لئے لکھ دیا ہے وہ رزق (اولاد) عطا فرمائیے (روح المعانی ۴۲۶،۱)۔

علامہ سرخسی رحمہ اللہ نکاح کے چند مقاصد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:اس عقد کے ساتھ بے شمار دینی اور دنیوی مصلحتیں متعلق ہوتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں : عورتوں کی حفاظت ونگرانی، ان کا نان ونفقہ،زنا سے بچنا،اللہ تعالی کے بندوں سے اور رسول اللہ ﷺ کی امتوں کی کثرت،(بروزِ قیامت) رسول اللہ ﷺ کے فخر کا متحقق ہونا،جیساکہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ،تمہاری کثرت ہوگی ، سو میں قیامت کے دن تمہاے سبب فخر کروں گا، نکاح کا سبب اس بقا کا تعلق ہے جو اپنے وقتِ مقررہ تک کے لیے مقدر ہے، اور یہ بقا تناسل سے ہی ممکن ہوگا۔

اسی طرح مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ میں ہے کہ نکاح کی مشروعیت اور اُس کو فطری طریقہ قرار دینے کی وجہ یہی ہے کہ نوعِ انسانی کی حفاظت ہو، اور ایسی نیک صالح اولاد کا وجود ہو جو اس عالم کی تعمیر کر سکے ، انسانی زندگی کو بنا سکے اور خلافت کی چادر کو سنبھال سکے، تاکہ اپنے بعد والے کو یہ امانت حوالہ کر دے ،اور یہ سلسلہ جاری ہے یہاں تک کہ انسان ہمیشہ ہمیشہ والی زندگی میں داخل ہوجائے۔

نیز اس عمل کے ذریعہ شریعت مطہرہ کی جانب سے زوجین کے لئے وضع کردہ بے شمار احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے ، جیساکہ نکاح مسیار کی صورت کے بیان میں اوپر مذکور ہوا کہ عورت نان نفقہ سے محروم رہتی ہے، جبکہ عقدِ نکاح کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ نے ‘‘بدائع الصنائع ’’ کے حوالے سے نکاح کے احکام تفصیلی طور پر ذکر کئے ہیں:

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: بدائع میں نکاح کے احکام علیحدہ فصل میں ذکر کئے ہیں، فرماتے ہیں کہ نکاح کے احکام میں مہر کا واجب ہونا ، نفقہ اور پوشاک کا شوہر کے ذمہ لازم ہونا حرمتِ مصاہرت کا ثابت ہونا، جانبین سے وراثت کا اِجرا اور ان حقوق کی ادائیگی میں عدل کا واجب ہونا (جب کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں) وغیرہ شامل ہے

(بحرالرائق: کتاب النکاح: ۱۳۹،۳)۔

اور رابطہ عالم اسلامی کے ۱۸/ فقہی اجلاس میں نکاحِ اصدقاء اور نکاح مسیار کے متعلق قراردار میں مذکور ہے :

''هذان العقدان، والمراد بهما:المسيار والأصدقاء وأمثالهما صحيحان، إذا توافرت فيهما أركان الزواج وشروطه، وخلوه من الموانع، ولكن ذلك خلاف الأولىٰ''۔

سوال نمبر (۵) : اسی طرح اگر:

(الف) : نکاح مسیار کے متعلق آپ کے علم میں علماء ہند کی آراء ہوں تو اُن کو تحریر کیا جائے ۔

(ب):نکاح مسیار سے متعلق ممتاز علماء عرب کی آراء پر بھی روشنی ڈالی جائے ۔

(ج):نکاح مسیار سے متعلق اگر مسلم حکومتوں کے کسی نظامِ قانون کا علم ہوسکے تو اس کو بھی سامنے لایا جائے ۔

الجواب باسم ملهم الصواب: (الف):نکاحِ مسیار کے متعلق علمائے ہندو پاک میرے محیط علم کے مطابق اِس بات پر متفق ہیں کہ : ''نکاح مسیار '' مذکورہ شکل و صورت میں جائز نہیں، اسی وجہ سے دارالعلوم دیوبند اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے دارالافتاؤں سے اُس کے متعلق عدمِ جواز کے تفصیلی فتاوے صادر ہوئے ہیں، جو درج ذیل ہیں: (دیکھئے دارالافتاء ، دارالعلوم دیوبند،سوال نمبر۲۳۸۵ باب معاشرت، نکاح، فتویٰ نمبر۴۶۰/۴۷۰=د، نیز: سوال نمبر:۱۴۷۹۴۷، فتویٰ نمبر ۱۴۳۸/۷(sd=399-615)): نیز: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، فتویٰ نمبر۱۴۳۰۱۲۲۰۱۳۶۳)

چنانچہ فقیہ عصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ سے ایک صاحب نےایک انگریزی اخبار کے تراشے کے حوالے سے نکاحِ مسیار کے متعلق ایک فتویٰ دریافت فرمایا، تو آپ نے جواب دیا جو درج ذیل ہے:

سوال: ۲۴جولائی ۲۰۰۶ءء کے انگریزی اخبار (Down) میں مسیار کے حوالے سے مسئلہ آیا ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ سعودی علماء نے مسیار کو جائز قرار دیا ہے، آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کیجئے۔

دعاؤں کا طلبگار

حارث احمد

الجواب حامداً و مصلیاً

ہمارے علم کے مطابق مسیار نکاح کی ایک ایسی قسم ہے جس میں نکاح ہونے کے بعد بیوی اپنے حقوق (جیسے نفقہ، سکنہ، وغیرہ) شوہر کو معاف کردیتی ہے، وہ اپنے والدین کے ہاں یا کسی اور جگہ رہتی ہے، اور شوہر کی رہائش کسی اور مقام پر ہوتی ہے ، عام طورپر اس نکاح کو پوشیدہ رکھا جاتاہے اور جب کبھی میاں بیوی کو باہم ملنے کی

خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ جمع ہو کر حقوقِ زوجیت ادا کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی علم میں آئی ہے کہ بعض مالدار لوگ جنہیں مختلف ملکوں میں سفر درپیش ہوتے ہیں، وہ بعض ملکوں میں مسیار نکاح کر لیتے ہیں ، جب تک وہاں رہنا ہوتا ہے ، منکوحہ اپنے پاس رکھتے ہیں ، پھر واپس اپنے وطن چلے آتے ہیں اور عورت وہیں رہ جاتی ہے، (یہ تمام تفصیلات اخبار کے منسلکہ تراشہ میں بھی مذکورہیں)

اگر مسیار نکاح کی حقیقت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں نکاح کے منعقد ہونے سے متعلق تمام شرعی شرائط موجود ہوں مثلاً باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح کیا جائے، کم ازکم دو گواہ بھی موجود ہوں اور لڑکا لڑکی کا کفو بھی ہو ، نیز مہر بھی مقرر کیا جائے تو اس سے گو نکاح منعقد ہوجا ئے گا، لیکن ایسا کرنا خلافِ سنت اور مقاصدِ شریعہ کے منافی ہے ، اور نکاح کے شرعی ذمہ داریوں سے فرار بھی ہے، خصوصاً، اس طرح پوشیدہ نکاحوں سے کئی فتنوں کا دروازہ کھل سکتا ہے، اس لئے اس طرح نکاح کرنا ناپسندیدہ ہے، اس سے اجتناب کیا جائے،

فی صحیح ابن حبان (٣٧٤،٩، رقم الحدیث: ٤٤٦٦، عن عامر بن عبداللہ بن زبیر عن أبیہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال :''أعلنوا النکاح'' کذا فی المستدرک الصحیحین ٢،٢٠٠، رقم الحدیث: ٢٧٤٨،وفی موارد الظمآن باب اعلان النکاح ٣١٣،١۔

------ حاصل یہ ہے کہ نکاح تو منعقد ہوجائے گا، مگر سنت کے خلاف ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اعجاز احمد غفرلہ	الجواب صحیح:	
الجواب صحیح:		
دارالافتاء دارالعلو م کراچی	احقر محمود اشرف غفراللہ لہ	
محمد عبد المنان عفی عنہ		
٢٠--٠٨-١٤٢٧هجری	٢٠-٠٨-١٤٢٧	٢٠-٠٨-١٤٢٧

(ب) اور علمائے عرب کی آرا اِس سلسلہ میں مختلف ہیں ، جو درج ذیل ہیں:

حكم زواج المسيار

اختلف الفقهاء المعاصرون في حكم زواج المسيار على ثلاثة أقوال:

الأول: القول بالإباحة مع الكراهة أحياناً.

الثاني: القول بالتحريم أو عدم شرعية زواج المسيار.

الثالث: القول بالتوقف.

أولاً: القائلون بإباحة زواج المسيار مع الكراهة، وأدلتهم:

ومن العلماء الذين قالوا بإباحة زواج المسيار مع الكراهة:

الدكتور يوسف القرضاوي الذي قال: " أنا لست من محبذي زواج المسيار "، وقال أيضاً: "بعض من عارضه كره الأمر، وأنا معه أكره الأمر، وأرى أنه مباح مع الكره "، ويستدل القرضاوي على الإباحة بقوله: " هو زواج مستكمل لشروطه وأركانه، فكيف يسع فقيه أن يقول عن هذاالزواج: إنه حرام ".

والدكتور وهبة الزحيلي قال بالإباحة مع الكراهة، وبين رأيه قائلاً: " هذا الزواج غير مرغوب فيه شرعاً، لأنه يفتقر إلى تحديد مقاصد الشريعة في الزواج من السكن النفسي، والإشراف على الأهل والأولاد، ورعاية الأسرة بنحو أكمل وتربية أحكم.

أ- ويستدل على إباحته قائلاً: "إن إعفاف المرأة مطلب فطري واجتماعي وإنساني، فإذا أمكن لرجل أن يسهم في ذلك كان مقصده مشروعاً وعمله مأجوراً مبروراً ".

ب- ويقول أيضاً: " الأصل في العقود الشرعية، ومنها الزواج هو الإباحة، فكل عقد استوفى أركانه وشرائطه الشرعية كان صحيحاً ومباحاً، ما لم يتخذ جسراً أو ذريعة إلى الحرام كنكاح التحليل، والزواج المؤقت، وزواج المتعة، وليس في زواج المسيار قصد حرام ".

ثانياً: القائلون بتحريم زواج المسيار:

ذهب عدد من العلماء المعاصرين إلى القول بتحريم زواج المسيار، ومنهم:

• الدكتور محمد الزحيلي الذي يقول: " أرى منع هذا الزواج وتحريمه لأمرين:

أ- إنه يقترن به بعض الشروط التي تخالف مقتضى العقد، وتنافي مقاصد الشريعة في الزواج، وتربية الأولاد، ووجوب العدل بين الزوجات،كما يتضمن عقد الزواج، تنازل المرأة عن حق الوطء، والإنفاق.... وغير ذلك. وإن الزوجة التي تنازلت عن حقها اليوم، والمبيت عندها، وحقها في المعاشرة الزوجية،كثيراً ماتغيّر رأيها، وخاصة بعد أن تدرك الحياة الزوجية... وقد يجبرها ذلك إلى التقصير بحق أولادها أو العجز عن تربيتهم، أو الانحراف بحياتها وعرضها، وكثيراً ماتعجز عن مجابهة الظروف في المستقبل، وهذا يقود إلى السبب الثاني.

ب- يترتب على زواج المسيار كثير من المفاسد والنتائج المنافية لحكمة الزواج في المودة والسكن والعفاف والطهر، من ضياع الأولاد، أو السرية في الحياة الزوجية والعائلية، وعدم إعلان ذلك، وقد يراهم أحد الجيران أو الأقارب فيظن بهما الظنون، ويرتاب بوضعهما، وكثيراً ما يتهمهما بالوقوع في الحرام، وقد يدفعه الحماس إلى الاعتداء عليهما أوعلى أحدهما...لذلك أرى تحريم نكاح المسيار سداً للذرائع، لأن كل ما أدى إلى الحرام فهو حرام، وللسياسة الشرعية، وهذه النتائج تقع عادةً وليست مجرد أوهام أوخيالات أو أمور طارئة أو نادرة، فيجب أخذها بعين الاعتبار، والله أعلم.

• وكذلك يرى الدكتور عمر سليمان الأشقر، أن زواج المسيار غير مقبول شرعاً، وأما أسباب عدم قبوله، فعدة أمور:

الأول: مخالفة هذا الزواج للزواج الذي جاءت به الشريعة الإسلامية، لأن العاقدين لا

يقصدان المقاصد التي حددها الشارع مع إقامة الزواج على المودة والرحمة، وتربية الذرية الصالحة، ولا يقوم الزوجان بالواجبات التي تترتب عليهما، ولأن القوامة معدومة في هذا الزواج، وفيه استغلال من الرجل للمرأة، واشتراط عدم الإنفاق وعدم السكنى والمبيت، وهي شروط باطلة تبطل العقد.

الثاني:لايقصد العاقدان من هذا الزواج المقاصد التي حددها الشارع، من المودة والرحمة، وتربية الذرية الصالحة، وقيام كل من الزوجين بواجباته.

الثالث: القوامة معدومة في هذاالزواج، وهي ناشئة من طبيعة خاصة بالرجل بالإضافة إلى إنفاقه من ماله على زوجته، وبالتالي فالمرأة لا تطيع زوجها.

الرابع: في هذا الزواج استغلال من الرجل للمرأة، فهو يلبي رغباته الجنسية، لا هدف له إلا ذلك، من غير أن يتكلف شيئاً في هذاالزواج.

الخامس: اشتراط عدم الإنفاق، وعدم السكنى والمبيت شروط باطلة، وبعض أهلالعلم يرى أن هذه الشروط تبطل العقد، ومنهم من يرى أن هذه الشروط باطلة والعقد صحيح، وعلى القول بالصحة، فإن الزوجة تستطيع مطالبته بما اشترط إسقاطه، وهذا سيجعل الذين سيقدمون على هذا الزواج يعزفون عنه، لعلمهم ببطلان هذه الشروط.

السادس: هذا الزواج سيكون مدخلاً للفساد والإفساد، وهو ليس بعيداً عن الزنا حيث يتساهل فيه في المهر، ولا يتحمل الزوج مسؤولية الأسرة، ويسهل عليه أن يطلق وقد يعقد سراً، وقديكون بغير ولي، وهذا يجعل الزواج لعبة بأيدي أصحاب الأهواء.

السابع: وقد علمناانه فعلاً اتخذ لعبة، فأخذت مكاتب تقوم لمثل هذا الزواج، وعند ذلك سيصبح كنكاح المتعة بل هو أقبح.

• وممن قال بتحريم زواج المسيار أيضاً، الدكتور عبدالله الجبوري، والدكتور إبراهيم فاضل الدبو، والدكتور جبر الفضيلات وغيرهم.

ثالثاً: المتوقفون عن الإفتاء بتحليل أو تحريم زواج المسيار:

توقف بعض أهل العلم عن الحكم على هذا النوع من الزواج، وتوقفهم هذا يدل على أن حكمه لم يظهر لهم، فهم يحتاجون إلى مزيد من النظر والتأمل. ومن هؤلاء فضيلة الشيخ محمد بن صالح بن عثيمين رحمه الله تعالى، والدكتور عمر بن سعود العيد الأستاذ بكلية أصول الدين في جامعة الإمام محمد بن سعود، كما أن عدداً من العلماء توقفوا عن إعطاء حكم لزواج المسيار.

(ج) عالمی اخبارکے تراشوں سے یہ بات اُجاگر ہوئی ہے کہ سعودی عرب اور دیگر مسلم ممالک میں نکاحِ مسیار کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی ہے اور خواہشمند حضرات اس طرح کے نکاح کر سکتے ہیں، اور حکومت اِس نکاح پر اُنگلی نہیں اُٹھاسکتی۔

البتہ اس نکاح کے مفاسد و مضرات سے اب بہت سی حکومتوں کو طعن و تشنیع کا

نشانہ بنایا گیا، اور بعض حکومتیں اِس کے منسوخ کرنے کے بارے میں علمائے کرام سے رجوع کر رہی ہیں کہ وہ پھر سے اس بارے میں غور وخوض کریں (دیکھئے روزنامہ: قومی آواز، تفصیلی رپورٹ ، زواج المسیار: اسد مرزا، بتاریخ: ۸/ اگست ۲۰۲۱)

''أهم ما يميز نكاح المسيار عن النكاح العرفى هو التسجيل والتوثيق لد ى المحاكم الشرعية غالباً، فالمسيار يتم تحت إشراف المحكمة الشرعية، والنكاح العرفى يتم خارجها، وبعيداً عن إشرافها، ولهذا يكثر فيه الجحود والنكران'' (نكاح المسيار فى الفقه الاسلامى)۔

''ويرى جماهير المالكية عدم جواز نكاح المسيار إذا اشترط فى الكتمان ، ويجب فسخه قبل الدخول وبعده، إلا إذا طال الزمان، وتقدير ذلك يرجع إلى العرف، ولا أثر له قبل الدخول وتترتب عليه بعض الآثار بعد الدخول، ومنها الإرث، وحرمة المصاهرة، ومهر المثل، ويعاقب الزوجان والشهود على ذلك عقوبةتعزيرية، يترك أمر تقديرها للحاكم المسلم'' (نكاح المسيار)۔

سوال نمبر(۶): زواجِ مسیار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت کیا ہوگی ؟ اُن کے نفقہ کی ذمہ داری کس پر ہوگی ؟

اُس کے مثبت ومنفی پہلوؤں اور فوائد و نقصانات کی بھی نشاندہی کریں۔

الجواب باسم ملهم الصواب: زواجِ مسیار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں کا نسب تو یقینی طور پر ناکح سے ہی ثابت ہوگا، البتہ اُس بچہ کی سماجی حیثیت پراُنگلی اُٹھنی لازمی ہے ، اُس کو معاشرہ اور سماج میں وہ مقام و مرتبہ اور عزت نہیں حاصل ہوسکتی جو باقاعدہ شرعی طور پر نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کی ہوگی۔

اس وقتی ازدواجی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچہ کی پرورش اور ثبوتِ نسب میں بھی بعض اوقات مسائل کھڑے ہوسکتے ہیں، اول تو یہ ممکن ہے کہ وہ بچے کے نسب کا انکارکرے، لیکن اگر بچے کو اپنا نام دے بھی دے تو پرورش کے مسائل پیش آئیں گے، یوں اس تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرز پر نہیں ہوسکتی جس طرح شرعی طور پر نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پرورش ہوتی ہے، کیونکہ مقررہ مدت پوری ہونے کے بعد شوہر طلاق دے کرچلاجائے گا، چونکہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں اپنے طبعی تقاضا پوراکرنا تھا تو شوہر بچے سے بے فکر ہوچلا جاتا ہے، اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی ہے، انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والاباپ میسر نہیں آتا، پھر جب اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طریقہ سے نہیں ہوتی ، اور وہ مکمل نشو ونما نہیں پاتے، تو اس سے اُس کی شخصیت پر منفی اثرات کا مرتب ہونا یقینی امر ہے۔

سوال نمبر (۷) : بہت سے عرب طلبہ مغربی ملکوں میں جاتے ہیں او راُن کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے طویل عرصہ وہیں مقیم رہنا پڑتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اُن ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہے کہ ایک جوان شخص کا تجرد کے ساتھ پاکدامنی کی

زندگی گزارنا بہت دشوار ہوتا ہے ، ان حالات میں وہ وہاں نکاح کر لیتے ہیں۔

کیا نکاح کی اس صورت پر نکاحِ مؤقت کا اطلاق ہوگا ؟

اگر دل میں یہ بات رکھے ہوئے ہو کہ ایک مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتہ کو ختم کر دے گا تو کیا یہ نکاح مؤقت کے دائرہ میں آئے گا ؟

الجواب باسم ملهم الصواب: وقت کی تحدید ہی اُس کو مؤقت بنا دیتی ہے ، خواہ وہ مدتِ قلیلہ ہویا مدتِ قصیرہ۔

'' ولا فرق بين ما اذا طالت مدة التوقيت أو قصرت، لأن التاقيت هو المعين لجهة المتعة، وقد وجد''۔

اور اگر دل ہی میں یہ بات رکھے تو گو از روئے شرع نکاح درست ہوجائے گا ، لیکن جس پس منظر میں سوال کیا گیا ہے اُس کو ملحوظ رکھتے ہوئے یقینی طورپر وہ نکاحِ مؤقت کے دائرہ میں آئے گا، کیونکہ فقہی قاعدہ ہے : ''العبرةفی العقود للمعانی لاللألفاظ والمبانی''۔

سوال نمبر (٨) : اسی پس منظر میں دریافت طلب ہے کہ نکاح مؤقت کی حقیقت کیا ہے؟

اور اس کے حکم کے بارے میں ائمہ اربعہ اور حضرات صاحبین رحمہم اللہ تعالی علیہم اجمعین کا کیا نقطۂ نظر ہے ؟

الجواب باسم ملهم الصواب: (ومعناه المشهور أن يوجد عقداً على امرأة لا يراد به مقاصد عقد النكاح من القرار للولد وتربيته، بل إلى مدة معينة ينتهى العقد بانتهائها، أو غير معينة بمعنى بقاءالعقد مادام معها إلى أن ينصرف عنها فلا عقد، فيدخل فيه بمادة المتعة والنكاح المؤقت أيضاً، فيكون من أفراد المتعة، وإن عقد بلفظ التزويج وأحضر الشهود ـ اه)" (رد المحتار على الدرالمختار٤٫١٤٩)۔

''قال: ولو ان رجلا قال لامراته تزوجتک متعة على كذا دراهم الى كذا اياماً۔ قال زفروابو عبدالله النكاح ينعقد ويبطل التوقيت والشرط۔

وقال أبوحنيفة وصاحباه: كل لفظة يدخل فيها شرط التوقيت فالنكاح باطل؛ لأن التوقيت يوجب المتعة'' (النتف فی الفتاوی: كتاب النكاح٫١٧٩، (بنایہ شرح الهدایہ ٦٥٫٥، كتاب النكاح، فصل فی بيان المحرمات فی النكاح، النكاح المؤقت)۔

* * *

تیسرا باب

مختصرتحریریں

نکاح مسیار کی ابتداء اور اس کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی•

١۔ اس لفظ کے ساتھ قدیم فقہاء کے یہاں یہ نکاح نہیں ملتا، البتہ نکاح لیلیات ونہاریات کا ذکر ہے جو اس نکاح کے مشابہ ہے، ابن قدامہ نے اس سے ملتے جلتے بہت سارے نکاح کو بیان کیا ہے:

''فصل فان شرطت علیہ أن یطلق ضرتھا'' کی قسم ثانی میں ہے: ''أو أن لا یکون عندہا فی الجمعۃ إلا لیلۃ أو شرط لہا النہار أو شرط علی المرأۃ أن تنفق علیہ أو تعطیہ شیئا .....قد نص أحمد فی رجل تزوج امرأۃ وشرط علیہا أن یبیت عندہا فی کل جمعۃ لیلۃ ..... وقال فی الرجل یتزوج المرأۃ علی أن تنفق علیہ فی کل شہر خمسۃ دراہم أو عشرۃ دراہم النکاح جائز، ولہا أن ترجع فی ہذا الشرط'' (المغنی ٩٤٫٧، مطبعۃ القاہرہ، مصر)۔

شرح ''فتح القدیر'' میں ہے: ''أما لو تزوج، وفی نیتہ أن یطلقہا بعد مدۃ نواہا صح، ولا بأس بتزوج النہاریات، وہو أن یتزوجہا علی أن یکون عندہا نہاراً دون اللیل'' (١٥٢٫٣، دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

علامہ ابن عابدین شامی نقل کرتے ہیں: ''(ولا بأس بتزوج النہاریات).... وشرط أن یکون فی النہار عندہا، وفی اللیل عند ضرتہا خصوصاً إذا کانت صنعتہ فی اللیل کالحارس، بل سیأتی فی القسم عن الشافعیۃ أن نحو الحارس یقسم بین الزوجات نہاراً واستحسنہ فی النہر'' (١٤٩٫٤، زکریا)۔

ابن قدامہ اس نکاح کے متعلق لکھتے ہیں: ''أجمع المسلمون علی أن النکاح مشروع'' (٣٤٠٫٩)۔

یہی بات علامہ بہوتی نے بھی ''کشاف القناع عن متن الاقناع ''میں (٦٫٥) پر لکھی ہے، ''فتاوی ہندیہ'' میں ہے:

''ولو تزوجہا مطلقاً، وفی نیتہ أن یقعد معہا مدۃ نواہا، فالنکاح صحیح، کذا فی التبیین .... ولا بأس بتزوج النہاریات الخ'' (٢٨٣٫١، دار الکتاب دیوبند)۔

درج ذیل عبارتیں بتلاتی ہیں کہ اس نکاح سے تحلیل بنیۃ طلاق درست ہے، علامہ ابوبکر کاسانی لکھتے ہیں: ''فإن تزوجت بزوج آخر ومن نیتہا التحلیل، فإن لم یشترط ذلک بالقول، وإنما نویا، ودخل بہا علی ہذہ النیۃ حلت للأول فی قولہم جمیعاً؛ لأن مجرد النیۃ فی

• سابق شیخ الحدیث دار العلوم مئو، یوپی۔

المعاملات غیر معتبر فوقع النکاح صحیحاً، لأن استجماع شرائط الصحۃ، فتحل للأول" (بدائع الصنائع۴،۴۰۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

ابن رشد القرطبی لکھتے ہیں کہ تحلیل کی نیت سے کیا ہوا نکاح امام مالکؒ کے یہاں فسخ کے قابل ہے، مگر حنفیہ وشافعیہ کے یہاں درست ہے، ''وأما نکاح المحلل أعنی الذی یقصد بنکاحہ تحلیل المطلقۃ ثلاثاً، فإن مالکاً قال:ہو نکاح مفسوخ، وقال أبوحنیفۃ والشافعی: ہو نکاح صحیح'' (بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ۹۸،۳، مکتبہ سلمان عثمان دیوبند)۔

فرید الدین ابن العلاء اندرپتی تحریر فرماتے ہیں: ''إذا تزوجت المطلقۃ ثلاثاً بزوج، وکان من التحلیل إلا أنہا لم یشترطا ذلک بقول حلت للزوج الأول، ولو شرطا الإحلال بقول: وإنہ تزوجہا لذلک، فالنکاح صحیح فی قول أبی حنیفۃ وزفر رحمہما اللہ، وتحل للأول، ولکن یکرہ ذلک للأول والثانی، وقال محمد: نکاح الثانی صحیح ولا تحل للأول" (فتاوی تاتارخانیہ ۳۳۲،۴-۳۳۳)۔

حضرت امام شافعیؒ ''کتاب الام'' میں تحریر فرماتےہیں کہ اگر نکاح میں زوجین یا ان میں سے کوئی ایک یہ نیت کرے کہ تحلیل تک ہی اس سے استمتاع کرے گا بعد کو طلاق دے دے گا تو یہ نکاح ثابت اور جائز ہے، ''قال الشافعی: .... وکذلک أنکحہا ونیتہ ونیتہا أو أحدہما دون الآخر أن لا یمسکہا إلا قدر ما یصیبہا یتحللہا لزوجہا ثبت النکاح سواء نوی ذلک ..... معہا ونوی غیرہ أو لم ینوہ'' (۸۶،۵ مطبع غلام رسول سورتی بمبئی)۔

یہی بات ''شرح مؤطا زرقانی'' میں بھی ہے:''(والمحلل یفرق بینہا علی کل حال إذا أرید بنکاح التحلیل) من الزوج المحلل" (۳۶،۳ مطبع خیریہ)۔

''الموسوعۃ الفقہیہ''نکاح منہی عنہ ''(۳۴۴) پر ہے، وہی قول جو مذکور ہوئے، معلوم ہوا کہ نکاح فاسد ہوتا ہے شرط فاسد سے نہ کہ مقصد فاسد سے برخلاف اس کے بعض شوافع وبعض حنابلہ سے نکاح لیلیات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے استحباب ظاہر کیا۔

''قال بعض الشافعیۃ وبعض الحنابلۃ حیث سئل عنہ اللیلیات والنہاریات ....قال إیش ہذا؟ وعجب منہ، وقال:ہذا شنیع جدا، ونقل عنہ أنہ قال فی النہاریات واللیلیات:لیس ہذا من إنکاح أہل الإسلام''۔

ابن قدامہ نے مغنی ۴۸۷،۹ میں مروزی سے اور ابن المفلح سے فروغ ۲۱۷،۵ میں یہ لکھا ہے۔

نکاح مسیار کی ابتداء :

۲۔ اس نکاح کی ابتداء کے متعلق شیخ محمد بن سعید آل شیخ القحطانی لکھتےہیں کہ قریب کی چند دہائیوں سے اس کا ظہوا ہوا ہے، ''فظہر فی القصیم، ثم فی المنطقۃ الوسطی وقد لجئی إلی ذلک لتزویج العانسات والمطلقات والأرامل، والذی یبدوا إن ہذا النکاح لہ وجود منذ عشرات السنین، فکانوا یسمونہ الزواج السری والخفی ویسمونہ زواج الملغا، وزواج

الخمیس'' (المعیارفی بیان أقسام المسیار،٢٧٢)۔

یہ نکاح دوسرے اسماء کے ساتھ بھی خاص ہے، ڈاکٹر یوسف قرضاوی تحریر فرماتے ہیں: ''وکان الناس فی قطر بلاد الخلیج أیام الغوص یتخرجون عن وطنہم وأہلیہم بالشہر ....تکون عادۃ التزویج علی شاطی البحر ویترکہا ویعود إلی مرۃ أخری أن تیسر لہ السفر، کما نقل الدکتور إبراہیم الخضیری أن ہذا الزواج معروفاً قدیماً فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ویسمونہ فی منقطۃ ''نجد'' الضحویۃ'' (المختار فی زواج المسیار،١١٣)۔

ایک نکاح فرنڈ (گرل فرینڈ) ہوتا ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ لڑکے ولڑکی دونوں کسی کالج یا یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں دونوں میں عشق ہوجاتا ہے اور جنسی اختلاط بھی کرتے رہتے ہیں، دونوں کی رہائش الگ الگ ہوتی ہے، لڑکی اپنے گھر میں رہتی ہے، بعد میں چل کر دونوں کی خواہش ہوتی ہے کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوجائیں اس کا شوہر جب جب موقع ملتا ہے لڑکی کے گھر جاکر ملاقات کرتا رہتا ہے اس صورت میں لڑکی کےلئے نہ نفقہ، نہ سکنی اور نہ کوئی حق ہوتا ہے اور اس میں استمرار نکاح بھی مقصود نہیں ہوتا۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ لڑکی ولڑکے میں عشق ومحبت کے سبب تعلق ہوجاتا ہے، لڑکی کا ولی چاہتا ہے کہ دونو نپاکیزہ زندگی گزاریں، پھر دونوں میں شادی ہوجاتی ہے، لڑکی میکے ہی میں رہتی ہے شوہر بیوی کے پاس آتا رہتا ہے۔ خصوصیت سے یہ نکاح وہ لوگ کرتے ہیں جو بن شادی شدہ ہوتے ہیں۔

نکاح مسیار اور نکاح اصدقاء (گرل فرینڈ) میں فرق یہ ہوتا ہے کہ نکاح مسیار میں اعلان اکثر محدود پیمانہ پر ہوتا ہے، زوجۂ اولی اور اس کے اقرباء اس نکاح کو نہیں جانتے اور نکاح اصدقاء میں اعلان اکثر عام ہوتا ہے، زواج مسیار میں اکثر شوہر کا ارادہ ہوتا ہے، زوجۂ اولی کو اس کی خبر نہ ہو، ورنہ طلاق کا باعث بن سکتا ہے، زواج اصدقاءمغربی ملکوں میں جوانوں کے اندر عام ہونے کی وجہ سے قانونی اور اجتماعی مشکلات کے باعث شادی کے قبل والدین دونوں کے اختلاط سے منع بھی نہیں کرسکتے، غالباً یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے شیخ عبد المجید الزندانی رئیس جامعۃ الایمان یمن نے اباحیت سے احتراز کی خاطر اس کے جواز کا قول کیا ہے، بعد میں ڈاکٹر عبد الحلیم محمود، ڈاکٹر علی فہمی، ڈاکٹر محمد عبد المنعم، ڈاکٹر عبد الصبور شاہین بھی قائل ہوئے۔

زواج مسیار اور زواج عرفی میں بھی فرق ہے، زواج مسیار اکثر رجسٹرڈ ہوتا ہے اور زواج عرفی رجسٹرڈ نہیں ہوتا (گو کہ عصر حاضر میں اس کا بھی رجسٹرڈ ہونا ضروری ہے) زواج عرفی پر زوجیت کے سارے احکام لاگو ہوتے ہیں زواج مسیار پر نہیں، کیونکہ نکاح تام نہیں ہوتا۔

زواج سری اور نکاح مسیار میں ایک فرق یہ ہے کہ زواج سری اور خفی میں مرد وعورت دونونکے گھر والوں سے پوشیدہ رکھنا ہوتا ہے اور عام لوگوں سے بھی، لیکن

نکاح مسیار میں صرف شوہر کے خاندان والوں سے، دوسرا فرق یہ ہے کہ زواج سری میں عورت کے تمام حقوق ملتے ہیں اور زواج مسیار میں بعض حقوق کا تنازل ہوتا ہے۔

نکاح مسیار کی چند صورتیں ہیں ولی شاہدین تراضئ زوجین اور اعلان بھی ہو۔ (۲) ولی شاہدین وتراضی ہو، مگر اعلان نہ ہو۔ (۳) گواہان بھی ہوں تراضی طرفین وایجاب قبول بھی ہو، لیکن ولی، اعلان اور وثیقۂ رسمیہ کے بغیر ہو، اس طرح کے نکاح کرنے والے عموماً کلیات وجامعات کے طلباء وطالبات ہوتے ہیں۔ (۴) ولی گواہان اعلان اور رجسٹریشن کے بغیر ہو۔ پہلی اور دوسری قسم جمہور کے یہاں جائز ہے بعض حضرات اسے ناجائز بھی کہتےہیں، تیسری قسم جمہور فقہاء کے یہاں باطل ہے، اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی ایک روایت میں درست ہے چوتھی صورت ہر ایک کے یہاں ناجائز ہے۔

فقہاء نے نکاح سری وخفی کی دوقسمیں لکھی ہیں: پہلی صورت عقد زواج کی شروط وارکان پر مشتمل ہوتی ہے، مگر زوجین ولی اور گواہان اس کے خفا پر متفق ہوتے ہیں، فقہاء مالکیہ اس نکاح کو باطل مانتے ہیں، کیونکہ ان کے اعلان شرط نکاح سے ہے، لیکن جمہور اسے درست قرار دیتے ہیں، نکاح سری کی دوسری قسم یہ ہے کہ یہاں شوہر ہر عورت سے شادی کی پیشکش کرے اور عورت بدون ولی وشہود قبول کرے یا کبھی شہود زوجین کے اصدقاء ہوتےہیں، لیکن وہ دونوں اس نکاح سے لاعلم ہوتے ہیں اگر بدون ولی وشہود ہو تو اس صورت میں نکاح بالاتفاق باطل ہے اور اگر صرف گواہ ہوں تو جمہور کے یہاں باطل ہے۔

اس نکاح کے کچھ اسباب تو سوال کے شروع میں بیان کردیئے گئے ہیں۔ ۱۔ ڈاکٹر نصر سلمان استاذ جامعہ امیر عبد القادر قسطنطنیہ اپنی کتاب زواج المسیار فی میزان الکتاب والسنہ میں لکھتے ہیں:

یہ نکاح اپنانے والے اکثر وہ حضرات ہوتے ہیں جن کی اپنی پہلی بیوی ہوتی ہے، لیکن وہ تعلیم اور تجارت کی غرض سے کہیں اور ہوتے ہیں پہلے شوہر سے پیدا شدہ بال بچوں کے لئے سہارا بننے کی خاطر وہ خاتون جو ڈاکٹر، نرس واسکول کی ٹیچر یا وکالت کا پیشہ اختیار کئے ہوئے رہتی ہیں، مرد کو ایک سے زیادہ شادی کی خواہش ہوتی ہے اور پہلی عورت نہیں چاہتی کبھی تو پہلی عورت خود ہی چاہتی ہے کہ شوہر دوسرا نکاح کرے۔ ایسا بہت شاذ ہی ہوتا ہے، لیکن میں نے مدراس میں دویک مثالیں اس کی دیکھی ہیں۔ حارس اور پہرہ دار، کیونکہ ان کی رات کی ڈیوٹی رہتی ہے اور مبیت کے تنازل کے ساتھ یہ نکاح کرتے ہیں، یا جن عورتوں کی سوکن ہوتی ہیں اور باری رات دن یا رات اور دن کے کچھ کچھ حصوں میں تقسیم ہوتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیوی مرض یا کسی وجہ سے ہمبستری کے لائق نہیں رہتی، میں نے مدراس کی بابت جو بات لکھی ہے اس کی تائید شیخ

عرفان بن سلیم کی اس عبارت سے ہورہی ہے:''أما فی الدول الخلیج مثلاً، فالأمر مختلف حیث تعددت الزوجات ہناک یدخل فی صمیم الأعراف الاجتماعیۃ إلی حد أن الزوجۃ الأولی قد تختار لزوجہا زوجتہ الثانیۃ، ومن ہنا یبدو الأمر عادیا، ولہذا أباحوہ ہناک وارتضوہ'' (نکاح المسیار واحکام الأنکحۃ المحرمہ للشیخ عرفان بن سلیم العشا حسونہ الدمشقی، المکتبۃ العصریہ بیروت،١٥)۔

٣۔ اگر شاہدین وولی کی موجودگی یا ولی کی اجازت سے نکاح ہوا ہے تو اعتراض کاحق نہیں ہوگا اگر شاہدین کی موجودگی میں ہوا تو پھر یہ فقہاء کے آرا ءکے مطابق اعلان کا ادنی درجہ ہے اس پر نکاح سری کا اطلاق نہ ہوگا، اور اگر ولی کی عدم موجودگی یا اس کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کیا گیا تو اس کی بابت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں: ''وہ لڑکا قومی اور خاندانی اعتبار سے ولی کا کفو نہیں ہے، یعنی ایک خاندان دوسرے خاندان میں شادی بیاہ کرنے کو عرفاً عار اور عیب سمجھتا ہو تو پھر ولی کو اعتراض ہونا چاہئے، اگر ایسا نہیں تو پھر اعتراض نہ ہوگا (دیکھئے: فتاوی عثمانی٢،٢٩٣، مطبعہ نعیمیہ دیوبند)۔

٤۔ اس کا جواب لکھنے سے پہلے چند باتیں تمہیداً عرض ہیں:

شریعت میں نکاح کو بہت اہمیت دی گئی ہے، اسی لئے فقہاء نے اپنی اپنی کتابوں میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے، عبد الحمید محمود طہماز نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جس کو زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو اسے قرض لے کر اس فریضہ کو انجام دینا چاہئے ، ''بأن تیقن الوقوع بالزنا إذا لم یتزوج فرض علیہ الزواج ....لأن ما لایتوصل إلی ترک الحرام إلا بہ یکون فرضا ویجب علیہ الاستدانۃ'' (الفقہ الحنفی وثوبہ الجدید ٢،٣٥، دار الایمان سہارنپور)۔

ڈاکٹر مصطفی وہبہ الزحیلی بھی یہی بات لکھتے ہیں، مگر لفظ وجوب استعمال کرتے ہیں جس کا معنی یہی ہے، کیونکہ وجوب عملاً فرض ہے:''روی الحنفیۃ أن الزواج واجب إذا خاف المرء الوقوع فی الفاحشۃ بعدم الزواج خوفاً دون الیقین وکان قادرا علی مؤدن الزواج'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ٧،٤٦، مکتبہ تھانویہ دیوبند)۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے پوچھا علم کسے کہتے ہیں جواب دیا گیا: معرفۃ بین الخیر والشر، فرمایا نہیں، معرفۃ خیرالشرین علم ہے۔ اس میں دیکھنا ہوگا کہ اخف الضررین کیا ہے، ''الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف''۔

نکاح شرعی اور اس کے احکام ومقاصد سرخسی نے مبسوط میں اور علامہ ابن نجیم نے ابوبکر کاسانی کے حوالہ سے مفصلاً بیان کیا ہے مثلاً عفت وتوالد وتناسل وغیرہ۔

چونکہ زوجین کی رہائش ایک جگہ نہیں ہوتی، اس لئے جو مودت والفت یکجائی کی صورت میں ہونی چاہئے وہ نہیں ہوپاتی۔

فیملی نظام بھی ممکن ہے درہم برہم ہوجائے۔

عورت نےجو حقوق معاف کئے ہیں اسے آگے چل کر مطالبہ کا بھی حق ہے اس سبب سے زوجین کے بیچ نفاق وشقاق بھی پیدا ہوسکتا ہے:

''کل ما یتمنی المرء یدرکہ تجری الریاح بما لا تتشہی السفن''

اس میں اضطرار وعدم اضطرار کے پہلو وضرورت واحتیاج وندب واستحباب کے درجات بھی ملحوظ ہونے چاہئیں۔

عورت کے پہلے شوہر کے لڑکوں اور اس سے پیدا شدہ بچوں کے درمیان معاملات ومحبت وشفقت میں مساویانہ سلوک ہونے چاہئیں۔

ان گذارشات کے بعد عرض ہے کہ اس نکاح کے جواز مع الکراہت اور بدون الکراہت وتحریم ہر ایک کے حکم کی بابت دار القضاء پر چھوڑ دینا چاہئے، قضاۃ ضرورت وعدم ضرورت کی تحقیق کرکے مبتلی بہ کو چند شروط کے ساتھ اجازت وعدم اجازت کا فیصلہ کرلیا کریں، اس حقیر کے نزدیک انسب یہی معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ الف: دیوبند کافتوی ہے کہ چونکہ یہ شرط (تنازل کی) صلب عقد میں نہیں ہوتی او رایجاب وقبول مطلق ہوتا ہے، اس لئے یہ نکاح صحیح ہے نیت کا اعتبار نہیں اور حقوق معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے بدستور شوہر کے ذمہ باقی رہینگے .... بہرحال یہ نکاح فطرت سے منحرف ہے اور سنت وشریعت کے مخالف ہے۔

مفتی شکیل منصور القاسمی جو ہندوستانی عالم ہیں فی الوقت امریکہ میں مقیم ہیں لکھتےہیں: معاشرہ میں اس طرح کے نکاح کا منفی اثر پڑنا ضروری ہے، اس لئے معاشرتاً وسماجاً اسے ناقابل قبول سمجھتا ہوں۔

مفتی عبد القیوم ہزاروی ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں: میرے نزدیک نام اور کام دونوں اعتبار سے شرعی اصول کے خلاف ہے۔

جامعہ بنوریہ کراچی کے دار الافتاء سے بھی نکاح مسیار کو اصولاً جائز، جبکہ مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ کہتے ہیں اس سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کے مدرسہ دار العلوم کا فتوی درج ذیل ہے:

باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح کیا جائے کم از کم دو گواہ بھی ہوں اور لڑکا لڑکی کا کفو بھی ہو، نیز مہر بھی مقرر ہو تو اس سے نکاح گو منعقد ہوجائے گا، لیکن ایسا کرنا خلاف سنت اور مقاصد شریعت کے منافی ہے اور نکاح کی شرعی ذمہ داریوں سے فرار بھی ہے خصوصاً اس طرح پوشیدہ نکاحوں سے کئی فتنوں کا دروازہ کھل سکتا ہے، اس لئے اس طرح نکاح کرنا ناپسندیدہ ہے، اس سے اجتناب کیا جائے فی صحیح ابن حبان (۹،۳۷۴)، حدیث نمبر (۴۰۶۶) ''عن عامر بن عبد اللہ بن زبیر عن أبیہ أن رسول اللہ ﷺ

قال:أعلنوا فی النکاح، کذا فی المستدرک علی الصحیحین (٢،٢٠٠ حدیث: ٢٧٤٨)، وفی موارد الظمآن ١،٣١٣ نیز یہ کہ خزانۃ الروایات میں ہے الخ حاصل یہ کہ نکاح تو منعقد ہوجائے گا، مگر سنت کے خلاف ہوگا۔

۵۔ب: نکاح مسیار سے متعلق عرب علماء کے پانچ اقوال ہیں:

(١) الاباحۃ مع الکراہت، (٢) الاباحۃ المطلقہ، (٣) التحریم مع صحۃ العقد، (۴) التحریم مع بطلان العقد، (۵) التوقف۔

شیخ محمد بن صالح العثیمن، ڈاکٹر محمف فالح، ڈاکٹر عمر بن سعود السعید توقف کے قائل ہیں۔

عدم صحت کے قائلین : شیخ صالح بن محمد اللحیدان، فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان، ڈاکٹر صالح بن عبد العزیز المنصور، ڈاکٹر وہبہ مصطفی الزحیلی، ڈاکٹر یوسف قرضاوی، شیخ اسامہ الاشقر ، ڈاکٹر محمد النجیمی، ڈاکٹر احمد سہلی۔

کراہت کے ساتھ جواز کے قائلین:

(١) اٹھارہواں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے سمینار کا فیصلہ، (٢) شیخ عبد اللہ بن سلیمان بن منیع۔ ڈاکٹر وہبہ مصطفی الزحیلی لکھتے ہیں: ‘‘ہذا الزواج، وإن کان صحیحاً مشروعاً فی الظاہر، إلا أنہ لا یحقق مقاصد الزواج الثابتۃ ....فہو فی رأی مکروہ ’’۔ ڈاکٹر سعود شریم لکھتے ہیں: ‘‘إن ہذا الزواج یحقق الإحصان .... فہی تستطیع أن تحکم علی ما تجنیہ من فائدۃ’’۔ ڈاکٹر احمد الحجی الکردی لکھتے ہیں: محتاج کے لئے کراہت نہیں غیر محتاج کے لئے کراہت ہے۔ ڈاکٹر محمد ابولیل لکھتے ہیں:‘‘فہذا فی نظری موقوف علی مدی الحاجۃ والاضطرار الباعث علیہ’’۔ عبدالملک بن یوسف المطلق بھی محتاج وغیرمحتاج کا فرق کرتے ہیں۔ احمد بن موسی السہلی لکھتے ہیں: ‘‘أما الکراہۃ فلاشتمالہ علی الضرر والمفاسد التی تتضمن عن ہذا الزواج’’ (المختار فی زواج المسیار،١۵٠۔١۵۵)۔

مطلقا اباحت وجواز کے قائلین بدون الکراہت درج ذیل ہیں:

شیخ نصر فرید واصل، شیخ محمد سید طنطاوی، شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن الجد بن عبد اللہ بن محمد المطلق، ڈاکٹر محمد بن یحییٰ النہجی، شیخ ابراہیم بن صالح الخضیری، شیخ سعد العنتری، شیخ حسین بن محمد نعمان بن عبد الرزاق السامراتی، ڈاکٹر منیع عبد الحلیم محمود شیخ حسن سلمان (المختار ،١۵۶ ۔١۶۴)۔

۵۔ج: قانون سوری میں ہے کہ اگر عقد زواج کسی ایسی شرط کے ساتھ مقید ہو جو نظام شرعی کے منافی یا مقصد شرعی کے منافی ہو اور اس میں محظور شرعی لازم آرہا ہو تو شرط باطل اورعقد صحیح ہوگا (شرح مدونۃ الاحوال الشخصیہ السوری للسباعی)، بعینہ یہی چیز قانون مغربی میں بھی ہے (دیکھئے: المختار فی زواج المسیار الفصل الثالث ٢١۵۔٢١۶)۔

قانون کویتی میں ہے کہ اگر نکاح مسیار مشتمل ہے کسی ایسی شرط پر جو اصل

کے منافی نہیں، لیکن مقتضاء نکاح کے منافی ہے یا کوئی محرم شرعی ہے تو شرط باطل ہوجائے گی، اور عقد صحیح ہوجائے گا، اس کا بھی وہی حکم ہے جو پہلے گذر چکا۔

امارات متحدہ عربیہ نے بھی جواز کا قول کیا ہے، مگر اس نکاح کا رجسٹرڈ ہونا ضروری قرار دیا ہے، صرف زبانی قول وقرار معتبر نہیں ہوگا (المختار فی زواج المسیار،۲۱۷ للشیخ عبد العزیز بن محمد بن عبد اللہ الحجیلان)۔

۶۔ یہ بچے ثابت النسب ہونگے والد سے ان کا نسب ثابت ہوگا، نفقہ تعلیم وتربیت کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی۔ ماقبل کی تحریروں سے اچھی طرح معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اس کے مثبت ومنفی دونوں پہلو امکانی ہیں فوائد کم نقصان زیادہ یا نقصان کم فوائد زیادہ ہوسکتے ہیں وہ زوجین کے حالات وظروف واتقاء پر منحصر ہے، اس لئے یقینی وحتمی کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ اسی حالات وظروف میں تغیر وتبدل کی وجہ سے نکاح مسیار کی حلت وحرمت وغیرہ میں اختلاف ہوگیا، جو لوگ مصالح کثیرہ کے معترف ہوئے، جواز کے قائل ہوگئے، جس نے مفاسد وضرور کا لحاظ کیا عدم جواز کے قائل ہوئے، اور جنہوں نے ظروف واحوال کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی ضرورت واحتیاج کو سامنے رکھا انہوں نے جائز بدون الکراہۃ اور جس نے صرف تلہی وتشہی کو ملحوظ رکھا کہ یہ نکاح صرف اور صرف جنسی خواہش پورا کرنا ہے اس نے جائز مع الکراہت کا قول کیا۔

۷۔ یہ نکاح جو مسیار کے نام سے موسوم ہے نکاح موقت نہیں ہوگا جس کی تفصیل ان شاء اللہ جواب ۸ کے ذیل میں آئے گی۔

۸۔ نکاح مؤقت میں مرد دوگواہوں کی موجودگی میں لفظ تزویج کے ساتھ کچھ دنوں، مہینوں یا سالوں کی تعیین کے ساتھ نکا کرتا ہے، عنایہ میں ہے: ''شہود الشاہدین فی النکاح المؤقت مع ذکر لفظ التزویج أو النکاح، وأن تکون المدۃ معینۃ (وقال زفر صحیح لازم) لأن التوقیت شرط فاسد لکونہ مخالفا لمقتضی عند النکاح لایبطل بالشروط الفاسدۃ'' (العنایہ ۴،۳۹۴)۔

''صرح الحنفیۃ بأن النکاح المؤقت ہو أن یتزوج امرأۃ بشہادۃ شاہدین عشرۃ أیام أو شہرا أو سنۃ ونحو ذلک'' (الموسوعۃ الفقہیہ نکاح منہی عنہ،۳۴۲)۔

''والفرق بین نکاح المتعۃ والنکاح المؤقت یذکر لفظ التزوج فی الموقت دون المتعۃ، وکذا بالشہادۃ فیہ دون المتعۃ'' (الموسوعۃ الفقہیہ نکاح منہی عنہ،۳۴۲)۔

نکاح مؤقت کی دو قسمیں ہیں: ''إلی أجل لا یبلغانہ''،دوسری ''إلی أجل یبلغانہ''۔ اگر پہلی قسم ہو تو نکاح صحیح ہوگا۔ بلقینی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ سے بھی ''کتاب الام '' میں اس کی شہادت ملتی ہے۔ ''فتاوی ہندیہ '' میں ہے، شمس الائمہ حلوانی اور مشائخ حنفیہ کی کثیر تعداد کے قول کے مطابق یہ نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی، لیکن مالکیہ مذہب میں اور شافعیہ کے یہاں سوائے بلقینی کے اس نکاح کو باطل کہتے ہیں، لیکن اگر دوسری صورت ہو تو سوائے امام زفرؒ کے فقہاء حنفیہ کے نزدیک یہ نکاح باطل ہوگا

مالکیہ شافعی اور حنابلہ کا بھی یہی قول ہے (الموسوعۃ الفقہیہ نکاح منہی عنہ،۳۴۲-۳۴۳)۔

امام ابوحنیفہ اور صاحبین کی تائید ان عبارتوں سے بھی ہورہی ہے: ‘‘وعند أبی حنیفۃ وصاحبیہ النکاح باطل’’ (عمدۃ القاری۱۶،۲۴۴، زکریا)یہی قول حاشیہ بخاری (۲،۱۰۲۹ مطبع یاسر ندیم) پر بھی ہے۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

مفتی حبیب اللہ قاسمی•

(۱) قدیم فقہاء کے نزدیک نکاح مسیار کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے۔

(۲) اس موضوع پر معاصر اہل علم کی کتابیں تلاش بسیار کے باوجود احقر کو نہیں مل سکیں۔

(۳) بہتر نکاح میں اعلان ہونا چاہئے خفیہ نکاح کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ قرآن وحدیث میں نکاح کو ایک عبادت قرار دیا گیا ہے، فرمان نبوی ہے:

''أعلنوا النکاح ولو بالدف''۔

فرمان خداوندی ہے:''محصنین غیر مسافحین ولا متخذی أخدان'' (سورہ مائدہ: ۵) جب اولیاء اس نکاح میں اپنی ہتک محسوس کرتے ہیں تو ان کو اس نکاح پر حق اعتراض حاصل ہے جس طرح اگر عورت غیر کفو میں اپنی مرضی سے شادی کرلے تو اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوتا ہے۔ ''ثم فی ظاہر الروایۃ لا فرق بین الکفو و غیر الکفو لکن للولی الاعتراض فی غیر الکفو'' (ہدایہ ۲۹۴،۳)۔

''ولہ أی للولی إذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن عم فی الأصح خانیۃ الاعتراض فی غیر الکفو فیفسخہ القاضی'' (در مختار ۱۹۱،۱، باب الولی)۔

''قال رسول اللہ ﷺ: فصل ما بین الحلال والحرام الدف والصوت'' (ترمذی ۲۰۷،۱)۔

''عن عائشۃؓ قالت: قال رسول اللہ ﷺ: أعلنوا ہذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف'' (ترمذی۳۰۷،۱)۔

(۴) شریعت نے جن مصالح ومقاصد کے تحت نکاح کوجائز و مشروع قرار دیا ہے وہ زواج مسیار سے پورے نہیں ہوتے، نکاح ایک مقدس اور مستحکم رشتہ ہے اور یہ پوری زندگی گزارنے کا ایک معاہدہ اور جانبین سے اقرار ہے، نکاح کے مقاصد میں اہم ترین مقصد عفت وعصمت، توالد وتناسل، ایک دوسری کی ہمدردی، بہی خواہی، انس ومحبت، باہمی اعتماد واعتبار، ایک دوسرے کا خیال، خدمت اور رفاقت ہے، شوہر کے بیوی پر اور بیوی کے شوہر پر حقوق ہیں۔ اسی طرح فرائض وذمہ داریاں بھی ہیں۔ شوہر کے فرائض میں سے مہر کی ادائیگی، نان و نفقہ، خوراک، پوشاک، رہائش وغیرہ ہیں اور بیوی کے فرائض میں شوہر کی جائز کاموں میں اطاعت، ان کی خدمت، عزت و احترام

• جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا۔

وغیرہ ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ‘‘الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا من اموالہم’’ (سورہ نساء: ۳۴)۔ دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے: ‘‘و من اٰیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا و جعل بینکم مودۃ و رحمۃ’’ (سورۃ الروم: ۲۱)۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے: ‘‘ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف وللرجال علیہن درجۃ’’ (سورہ بقرہ: ۲۲۸)۔ ایک مقام پر ارشاد الٰہی ہے:‘‘وعاشروہن بالمعروف’’۔ حدیث شریف میں ارشاد نبوی ہے: تزجوجو الودود الولولد فإنی مکاثر بکم الأمم (رواہ ابو داؤد و النسائی مشکوۃ ۲۶۷،۲)۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ نکاح مسیار، نکاح مکروہ ہے کیونکہ اس سے وہ فوائد، مصالح، مقاصد حاصل نہیں ہوتے جو شرعاً مطلوب ہیں اگرچہ نکاح کے ارکان و شرائط پائے جارہے ہیں۔

(۵) (الف) نکاح مسیار کے متعلق فتاوی کی کتابوں میں تذکرہ نہیں ملتا ہے، اس لئے علماء ہند کی آراء کا ذکر کرنا مشکل ہے۔

(ب) ممتاز علماء کی آراء کا علم نہیں۔

(ج) نکاح مسیار کے متعلق مسلم حکومتوں کے نظام و قانون کا بھی علم نہیں۔

(۶) چونکہ یہ نکاح شرائط و ارکان نکاح کے ساتھ منعقدہورہا ہے، لیکن بعض مفاسد اور فاسد زمانہ کی وجہ سے اگر اس طرح نکاح کی اجازت دی جائے تو نکاح ایک کھلواڑ اور معمولی اور بے حیثیت ہوکر رہ جاتا ہے، حالانکہ نکاح ایک مضبوط و مستحکم عقد ہے جوتاحیات نبھانے کے لئے کیا جاتا ہے، تاہم اگر کوئی باضابطہ اس طرح نکاح کرتا ہے تو پیدا ہونے والی اولاد کو ثابت السنب مان کر ان کے نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی کیونکہ اگر شوہر پر اس کی ذمہ داری نہ ڈالی جائے تو عورت اس کی پرورش کیسے کرے گی اس صورت میں بچوں کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور ظاہر ہے کہ اولاد کا کیا قصور ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ‘‘وعلی المولود لہ رزقہن و کسوتہن بالمعروف’’ (سورہ بقرہ: ۲۳۳)،‘‘ونفقۃ الأولاد الصغار علی الأب لایشارکۃ فیہا أحد کما لا یشارکہ فی نفقۃ الزوجۃ’’ (ہدایہ ۴۲۴،۲)۔

(۷)مذکورہ صورت نکاح موقت کے دائرہ میں نہیں آتی اس لئے کہ نکاح موقت کے لئے زبان سے مدت کی تعیین و توقیت ضروری ہے اگر دل میں معینہ مدت کی نیت سے نکاح کیا ہوتو یہ نکاح موقت نہیں کہلائے گا۔ ‘‘و بطل نکاح متعۃ و موقت۔ و إن جہلت المدۃ أو طالت فی الأصح ولیس منہ ما لو نکحہا علی أن یطلقہا بعد شہر أو نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ؛ لأن التوقیت إنما یکون باللفظ بحر’’ (در مختار مع الشامی ۱۴۳،۴، المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند)۔

(۸) ‘‘قال شیخ الإسلام فی الفرق بینہما أن یذکر الوقت بلفظ النکاح و التزویج و فی المنفعۃ أتمتع أو أستمتع’’ (شامی ۱۴۳،۴، المکتبۃ الاشرفیہ)۔

نکاح موقت کی حقیقت یہ ہے کہ متعینہ مدت کے لئے لفظ نکاح یا تزویج سے شادی

کی جائے، یہ بھی معنی متعہ ہے، اگرچہ لفظ تمتع کا ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ عقود و فسوخ میں اعتبار معانی کا ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا۔ ‘‘مثل أن یتزوج امرأة بشهادة شاهدین عشرة أیام، و قال زفر: ہو صحیح لازم، لأن النکاح لایبطل بالشروط الفاسدة، ولنا أنہ أتی بمعنی المتعة والعبرة فی العقود للمعانی’’ (ہدایۃ ۲۹۳،۲)۔

نکاح متعہ اور نکاح موقت دونوں باطل ہیں اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ اور صاحبینؒ کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں قسمیں نکاح کی باطل اور ناجائز ہیں۔ صاحب ہدایہؒ نے نکاح متہ کے جواز کی نسبت جو حضرت امام مالکؒ کی طرف کی ہے وہ غلط ہے۔ صاحب ہدایہ کی بھول ہے، البتہ امام زفرؒ نکاح موقت کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا، بلکہ شرط فاسد خود ختم ہوجائے گی اور نکاح درست قرار پائے گا، ‘‘قلنا: ثبت النسخ بإجماع الصحابة وابن عباسؓ صح رجوعہ إلی قولہم فتقرر الإجماع ... و النکاح الموقت باطل وہو قول عامة الفقہاء، وفی المحیط:کل نکاح مؤقت متعة، و فی ملتقی البحار:النکاح الموقت فی معنی المتعةعندنا خلافا لزفرؒ’’ (بنایۃ ۵۶۷،۴)۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

مولانا راشد حسین ندوی•

١۔ قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا ذکر:

راقم کے علم کے مطابق قدیم فقہاء کے یہاں اس نام سے اس کا ذکر نہیں ملتا، لیکن سوالنامہ میں مختلف وجوہات سے جن بنیادوں پر عورت کے اپنے حقوق سے دست بردار ہوجانے کا ذکر ہے، اس طرح کے اسباب سے عورت کے اپنے حقوق سے دستبردار ہونے کا ذکر اور حکم اس اصطلاحی نام کے بغیر پایاجاتا ہے، مثلاً:

حضرت سودہؓ حضرت عائشہؓ کے حق میں اپنی باری سے دست بردار ہوگئی تھیں (بخاری: کتاب النکاح، باب المرأة تہب یومہا من زوجہا لضرتہا، حدیث: ٥٢١٢، مسلم: کتاب الرضاع باب جواز ہبتہا نوبتہا لضرتہا، حدیث: ١٤٦٣)۔

فقہی کتابوں میں بھی اس کو جائز قرار دیاگیا ہے، ساتھ ہی یہ تصریح ہے کہ بعد میں اگر چاہے تو باری کا مطالبہ کرسکتی ہے: ''ولو وہبت إحدی المرأتین الخ'' (ہندیہ١٫٣٤١)۔

اسی طرح نفقہ سے براءت کے احکام بھی تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں: ''والمرأة إذا أبرأت الزوج عن النفقة الخ'' (ہندیہ ١٫٥٥٣)۔

٢۔ نکاح مسیار کی صورتیں:

اسلام ویب میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس کی دوصورتیں لکھی ہیں:

١۔ نکاح کی تمام شرائط (ولی، مہر اور گواہ) موجود ہوں، شوہر صرف یہ شرط لگائے کہ نفقہ یا سکنی یا دونوں نہیں دے گا، بیوی اپنے گھر میں رہے گی، اور شوہر وہیں اس کے پاس آتا رہے گا۔

٢۔ نفقہ وغیرہ کے اسقاط کی شرط نہ لگائے، لیکن یہ صراحت کرے کہ باری کا التزام نہیں کرے گا، فتوی میں ذکر کیا گیا کہ یہ صورت زیادہ پائی جاتی ہے: ''ولہ صورتان: الأولی: أن یتم عقد الزواج بین الزوجین الخ (إلی) لکن یشترط عدم الالتزام بالقسم فی المبیت وہو الأکثر'' (اسلام ویب فتوی: ٣٣٢٩)۔

نکاح مسیار کے اسباب:

اس کے کئی اسباب ہیں:

١۔ کبھی زوجہ کو ایسا شوہر نہیں ملتا جس سے وہ راضی ہو اور حرام میں وقوع

• مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، تکیہ کلاں، رائے بریلی، یوپی۔

سے بچ سکے (اسلام ویب: ۳۳۲۹)۔

۲۔ مہر کی زیادتی اور شادی کے مصارف زیادہ ہونے کے سبب نوجوان شادی نہیں کرتے، اسی طرح طلاق کی کثرت ہے، جس کی وجہ سے غیر شادی شدہ خواتین کی کثرت ہوگئی ہے، لہذا وہ دوسری یا تیسری بیوی بننے پر بھی تیار ہوجاتی ہیں اور اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہونے پر بھی (اسلام سوال وجواب: ۸۲۳۹۰)۔

۳۔ بعض خواتین کو اپنے متعلقین مثلاً والدین وغیرہ کی خدمت کے لئےیا اپنے پہلے شوہر کے بچوں کی دیکھ بھال کے لئے اپنے گھر میں رہنے کی ضرورت ہوتی ہے، ان بچوں کو شوہر کے گھر منتقل کرنا دشوار ہوتا ہے (اسلام سوال وجواب : ۸۲۳۹۰)۔

۴۔ بعض مرد جنسی ضروریات زیادہ ہونے کے سبب دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں، لیکن چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے گھر پر کوئی اثر نہ ہو، اور بعض خواتین جنسی خواہشات حلال طریقے سے پوری کرنا چاہتی ہیں، لیکن ان کا جو پہلے سے نظام ہے اس میں تبدیلی پسند نہیں کرتیں (ایضاً)۔

۵۔ بعض اوقات شوہر پہلی بیوی سے دوسرے نکاح کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے، تاکہ انتشار سے بچ سکے (ایضاً)۔

۶۔ مرد کا کسی شہر میں کثرت سے سفر ہوتا رہتا ہے اور وہاں طویل قیام رہتا ہے، لہذا پاک دامن رہنے کے لئے اس طرح کے نکاح کی ضرورت پڑتی ہے (اسلام سوال وجواب: ۸۲۳۹۰)۔

اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فتوی : ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳ میں انہیں اسباب کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے، اور زیادہ زور اس پر دیا گیا ہے کہ یہ نکاح اس وقت ہوتا ہے جب کسی ملک میں ایک دو سال کے لئے قیام ہوتا ہے، تو سال دو سال کے لئے مرد نکاح کرلیتا ہے اور مرد پر بار کم ڈالنے کے لئے عورت کئی حقوق سے دست بردار ہوجاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ سوال نامہ میں جن اسباب اور صورتوں کا ذکر ہے وہ جامع ہیں اور تمام اسباب اور صورتوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔

۳۔ حقوق سے دست برداری یا نکاح کو خفیہ رکھنے پر اولیاء کو اعتراض کا حق:

اس پر اولیاء کو اعتراض کا حق ہونا چاہئے، اس لئے کہ اگر کوئی عورت اپنا مہر مہر مثل سے کم رکھے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اولیاء کو اعتراض کا حق ہوتا ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک نہیں ہوتا، اس لئے کہ دس درہم سے بڑھا ہوا مہر عورت کا حق ہے اور صاحب حق اپنا حق معاف کردے تو کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہونا چاہئے، لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اولیاء مہر کی زیادتی پر تفاخر کرتے ہیں، اور کمی پر عار محسوس کرتے ہیں: ‘‘وإذا تزوجت المرأة ونقصت عن مہر مثلہا (إلی) ویتعیرون بنقصانہا

الخ'' (ہدایہ مع الفتح۳،۱۹۳۔۱۹۴)۔

بعینہ یہی اختلاف یہاں بھی ہونا چاہئے، صاحبین کے نزدیک اولیاء کو اعتراض کا حق نہ ہونا چاہئے اور امام صاحب کے نزدیک اگر عقد کے وقت شرط کے طور پر ابراء ہوا تو اولیاء کو اعتراض کا حق ہونا چاہئے، بعد میں ابراء کیا تو بالاتفاق حق اعتراض نہ ہونا چاہئے، وجہ گزر چکی کہ صاحبین کے نزدیک صاحب حق اپنا حق معاف کرسکتا ہے، لیکن امام صاحب کے نزدیک مسئلہ کا مدار تفاخر ہونے یا عار ہونے پر ہے۔

جہاں تک اولیاء سے چھپا کر نکاح کرنے کا تعلق ہے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا، لیکن احناف کے نزدیک اگر کفو میں کیا ہے تو منعقد ہوجائے گا، اور غیر کفو میں کیا ہے تو ظاہر الروایہ کے اعتبار سے منعقد تو ہوجائے گا لیکن اولیاء کو اعتراض کا حق ہوگا، اور امام حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق نکاح سرے سے غیر کفو میں منعقد ہی نہ ہوگا:''وینعقد نکاح الحرة البالغة برضائہا وإن لم یعقد علیہا ولی (إلی) وقال مالک والشافعی:لا ینعقد النکاح بعبارة النساء أصلاً الخ'' (ہدایہ مع الفتح۳،۱۵۷۔۱۶۰)۔

البتہ فقہ اکیڈمی نے اپنی تجاویز میں ظاہر الروایہ کو اختیار کیا ہے (دیکھئے: نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے،۱۹۲)۔

۴۔ نکاح مسیار کا حکم:

نکاح کئی مقاصد کے لئے مشروع ہوا ہے:

الف: باہمی الفت ومحبت اور سکون وقرار حاصل کرنے کے لئے: ''ومن آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاً لتسکنوا إلیہا وجعل بینکم مودة ورحمة'' (روم: ۲۱)، اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر ابن کثیر میں فرمایا کہ مرد عورت کو یا تو محبت کی وجہ سے گھر کی زینت بنائے رکھتا ہے یا اس پر رحم کھا کر اس سے اس کی اولاد ہے، یا اسے مرد سے نان ونفقہ کی ضرورت ہے، یا ان کے درمیان باہمی ربط وتعلق ہے۔

ب: دونوں ایک دوسرے کا لباس اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ بن جاتے ہیں، ارشاد ہے: ''ہن لباس لکم وأنتم لباس لہن'' (البقرہ: ۱۸۷)، زواج مسیار میں، خواہ پہلا مقصد پورے طور پر نہ ہو، لیکن دوسرا مقصد مکمل طور پر موجود ہے۔

ج: عفت وپاکدامنی کا ذریعہ ہے: یا معشر الشباب ، الحدیث (مسلم: کتاب النکاح باب استحباب النکاح عن تاقت نفسہ إلیہ: ۱۴۰۰، بخاری: کتاب النکاح باب قول النبی من استطاع الخ : ۵۰۶۵)۔

یہ مقصد نکاح مسیار سے بھی حاصل ہے۔

د: ایک مقصد توالد وتناسل ہے، جس کی طرف کئی جگہ رہنمائی کی گئی ہے، مثلاً: ''تزوجوا الولود الودود، فإنی مکاثر بکم الأمم'' (نسائی: ۳۲۲۷، ابوداؤد: ۲۰۵۰)، نکاح مسیار اگرچہ اس مقصد کے لئے نہیں کیا جاتا، لیکن اس کا ذریعہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ہ: نکاح کا اصل مقصد شہوت رانی نہیں، بلکہ پاک دامنی ہے، اس کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ ہے: ‘‘محصنین غیر مسافحین’’ (سورہ نساء: ۲۴) (نکاح کا رشتہ قائم کرنے کے لئے مستی نکالنے کے لئے نہیں)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ‘‘محصنین غیر مسافحین ولا متخذی أخدان’’ (سورہ مائدہ: ۵) (نکاح کی پاکی میں لیتے ہوئے، مستی نکالتے ہوئے نہیں اور نہ چوری چھپے آشنائی کرتے ہوئے)۔

لہذا اگر کوئی نکاح مسیار ہمیشہ کے لئے مندرجہ بالا مقاصد کے لئے کرتا ہے تو خواہ نام کچھ بھی دے وہ شرائط وارکان اور نکاح کے مقاصد پورے کرنے والا نکاح ہے جس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور اگر عقد میں توقیت کا صراحت سے ذکر کردیتا ہے تو یہ نکاح باطل ہوگا، اور اگر تصریح نہیں کرتا، البتہ دل میں طلاق کی نیت رکھتا ہے (جیسا کہ غالباً نکاح مسیار میں اکثر ہوتا ہے) تو اس سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس کی تفصیل سوال ۷ کے جواب میں مع دلائل آرہی ہے۔

۵.الف: نکاح مسیار پر علماء ہند کی تحریریں:

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کا ایک تفصیلی فتوی نیٹ پر موجود ہے، اس میں نکاح مسیار کے متعلق مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد ‘‘نکاح مسیار کا حکم ’’ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

‘‘نکاح مسیار کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، وجوہات درج ذیل ہیں (پھر نہایت تفصیل سے دس وجوہات شمار کرائی گئی ہیں کہ (۱) اس کا مقصد مقاصد نکاح کا حصول نہیں، بلکہ جنسی خواہش پوری کرنا ہے، (۲) اس میں بیوی کے حقوق کی پامالی ہے، (۳) بچہ کی پرورش کے مسائل پیش آسکتے ہیں، (۴) اس میں عورت مرد کو اپنا نگراں نہیں سمجھتی، (۵) اس میں خواتین کی تذلیل ہے، (۶) اس میں خاندانی نظام کی پامالی ہے، (۷) اس میں تعلق اور رشتہ کا دوام نہیں ہے، (۸) یہ مقصد کے جواز کا چور دروازہ ہے، (۹) اس سے یہ خطرہ ہے کہ لڑکیاں گھر والوں کی اجازت کے بغیر اس کا بہانہ لے کر فرار ہوجائینگی ’’۔ اخیر میں پھر لکھتے ہیں: ‘‘ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے نکاح مسیار (زواج مسیار) کی شرعاً اجازت نہیں ’’ (دیکھئے فتوی ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳)۔

لیکن اسی ادارے کے فتوی: ۱۸۵۹۶ میں مندرجہ ذیل تصریح ہے: ‘‘مذکورہ نکاح مسیار اگر مدت کی تصریح کے ساتھ ہو تو یہ نکاح مؤقت یا اس کی ایک قسم ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اس لئے اس سے احتراز لازم ہے ..... اور اگر بوقت عقد مدت کی صراحت نہ ہو، لیکن فریقین یا دونوں میں سے ایک کی نیت یہ ہو کہ ایک مخصوص مدت گزرنے کے بعد طلاق کے ذریعہ علاحدگی اختیار کرلی جائے گی، تو اس صورت میں اگرچہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق نکاح منعقد ہوجاتا ہے، لیکن اس ارادہ کے ساتھ نکاح کرنا بھی بہت سے مقاصد ومصالح نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے

شرعاً مکروہ ہوگا، اس لئے حتی الوسع اس سے احتراز چاہئے ''۔

اور مولانا شکیل منصور قاسمی ''مضامین ڈاٹ کام '' میں اس نکاح کو جائز قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عموماً یہ نکاح جانبین کی رضامندی، ولی کی موجودگی، ایجاب وقبول، شرعی گواہوں اور اعلان کے ساتھ ہوتا ہے، اس لئے فقہی اعتبار سے اس کی صحت اور انعقاد سے انکار کی گنجائش نہیں ہے ''، آگے لکھتےہیں: ''لیکن چونکہ اس رشتہ میں دوام نہیں ہے، اور ابغض المباحات طلاق دینے کی نیت بھی ہے، اس لئے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ ہونے اور عمرانی حقوق کا ضامن نہ ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی، اور ایسے نکاح سے اجتناب کی ضرورت ہے ''۔

اور بریلوی مسلک کے مفتی عبد القیوم ہزاروی نے اپنے تفصیلی جواب میں اسے ناجائز قرار دیا ہے، پوری بحث کے بعد اخیر میں لکھتے ہیں:

''نکاح مسیار قرآن وسنت کی واضح ہدایات کی مخالفت ہے، اس لئے ہمارے نزدیک یہ نام اور کام دونوں ہی شرعی اصول کے خلاف ہیں'' (The Fatwa.Com Urdu, 3909)۔

اہل حدیث حضرات کے آن لائن فتوی ''محدث فتوی'' میں اس کو جائز قرار دیا ہے، البتہ کچھ نقصانات کے پیش نظر کہا ہے کہ: ''یہ شادی مثالی نہیں ہوسکتی، لیکن بعض حالات اور مخصوص ظروف والے لوگوں کے لئے یہ مقبول رہے گی ''۔

ب: نکاح مسیار کے متعلق ممتاز عرب علماء کی رائے:

١۔ شیخ ابن بازؒ کی رائے:شیخ ابن باز کے نزدیک جب نکاح کی معتبر شرائط (یعنی ولی، زوجین کی رضامندی، دو عدل گواہ) پائے جائیں تو یہ عقد جائز ہوگا: ''لا حرج فی ذلک إذا استوفی العقد الشروط المعتبرة، وہی وجود الولی الخ'' (فتاوی علماء البلد الحرام ،٤٥٠۔٤٥١)۔

٢۔ شیخ عبد العزیز آل الشیخ کی رائے: مندرجہ بالا شرائط کی موجودگی کے ساتھ ساتھ جب نکاح کا اعلان بھی ہو، اس کو چھپایا نہ جائے اور ولیمہ کیا جائے تو نکاح درست ہوگا، خواہ اس کا نام کچھ بھی رکھ دو: ''شروط النکاح ہی تعیین الزوجین الخ'' (جریدة الجزیرہ، العدد: ١٠٥٠٨)۔

٣۔ شیخ ناصر الدین البانی کی رائے: مشہور عالم شیخ ناصر الدین البانی نے زواج مسیار کو ناجائز قرار دیا ہے: ''سئل الشیخ الألبانی عن زواج المسیار، فمنع منہ لسببین'' (احکام العقد فی ضوء الکتاب والسنہ،٢٨۔٢٩)۔

٤۔ شیخ ابن عثیمین کی رائے: پہلے شیخ عثیمین جواز کی رائے رکھتے تھے، پھر جب انہوں نے اس عقد کی خرابیاں دیکھیں تو انہوں نے توقف اختیار کرلیا: ''وکان الشیخ ابن عثیمینؒ یری الجواز، ثم توقف فیہ الخ'' (الاسلام سوال وجواب: ٨٢٣٩٠)۔

۵۔ شیخ یوسف القرضاوی: یہ بھی جواز کے قائل ہیں:''زواج المسیار زواج طبیعی عادی، فالعبرة بالمسمیات والمضامین، ولیس بالأسماء والعناوین'' (زواج المسیار بین الشرع والعرف)۔

۶۔ رابطہ عالم اسلامی کی فقہ اکیڈمی نے اپنے مکہ مکرمہ میں منعقد اٹھارہویں اجلاس میں اس کے جواز کی قرار داد پاس کی جس میں قاضی مجاہد الاسلام قاسمی سمیت عالم اسلام کے ممتاز علماء شریک تھے: ''.....إبرام عقد الزواج تتنازل فیہ المرأة عن السکن والنفقة والقسم ..... (إلی) ہذان العقدان صحیحان إذا توافرت فیہما أرکان الزواج وشروطہ الخ'' (الخمیس ۱۵؍ربیع الاول۱۴۲۷ھ)۔

۷۔ ''۶؍اگست ۲۰۲۱ء کو احمد شرقاوی کا اخبار ''الوطن '' میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں مندرجہ ذیل حضرات کو اس نکاح کا جائز قرار دینے والا بتایا گیا:

۱۔ داعی اسلام مبروک عطیہ۔

۲۔ ڈاکٹر محمود شلبی، استاذ فقہ مقارن جامعہ ازہر۔

۳۔ ڈاکٹر علی جمعہ سابق مفتی اعظم مصر۔

۶۔ مسلم حکومتوں کا نکاح مسیار سے متعلق قانون:

اس نکاح سے متعلق کسی مسلم حکومت کے قانون کا علم نہ ہوسکا، لیکن امارات کے ایک ماہر قوانین وکیل (المحامی حسن حمید سویدی) نے ۲؍ستمبر ۲۰۲۰ء کو ایک مضمون لکھا تھا جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کےلئے کوئی علاحدہ قانون کم سے کم امارات میں نہیں ہے، لہذا کوئی کیس نان ونفقہ اور حقوق نسواں سے متعلق عدالت آئے تو عام قوانین کے مطابق فیصلہ ہوگا: ''قانون الأسرة والمحاکم المنتظمة لعقود ووثائق الزواج لا تعترف إلا بالزواج الرسمی التقلیدی کامل الأرکان، والذی یضمن للمرأة کافة الحقوق علی زوجہا'' ، اس مضمون سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ زواج مسیار کے لئے امارات میں کوئی علاحدہ قانون نہیں ہے، اور بظاہر دوسری حکومتوں کی صورت حال بھی یہی ہے، واللہ اعلم۔

۶۔ زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کے احکام:

جو حضرات اس نکاح کو عام نکاح قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک ان بچوں کے وہی احکام ہونگے جو عام نکاح کے ہوتے ہیں، مثلاً:

۱۔ نکاح فراش قوی ہے، لہذا بچہ کو ہرحالت میں باپ کا نام دیا جائے گا، اور انکار کرنے کے باوجود اسی کا بیٹا مانا جائے گا، الا یہ کہ شرعی لعان کرے، حدیث شریف میں ہے: ''الولد للفراش وللعاہر الحجر'' (بخاری: ۲۰۵۳، مسلم: ۱۴۵۷)، اور ہندیہ میں ہے: ''لثبوت النسب ثلاث مراتب: الأولی: النکاح الصحیح وما فی معناہ من النکاح الفاسد،و الحکم فیہ إنہ یثبت النسب من غیر دعوة، ولا ینتفی بمجرد النفی، وإنما ینفی باللعان'' (ہندیہ ۱؍۵۳۶)۔

۲۔ بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری باپ پر ہوگی، بیوی اپنے نفقہ کو معاف کرسکتی ہے، بچوں کا نفقہ اس کے معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوگا: ''نفقة الأولاد الصغار علی

الأب لا یشارکہ فیہا أحد کذا فی الجوہرۃ النیرۃ " (ہندیہ : کتاب النفقات الفصل الرابع ۵۶۰،۱)، ''ولا تقدر الحاضنۃعلی إبطال حق الصغیر فیہما " (الدر مع رد المحتار ۶۹۰،۲)۔

۳۔ دونوں میں علاحدگی کے بعد لڑکے کے سات سال اور لڑکی کے نو سال مکمل ہونے تک اس کی پرورش کا حق ماں کو ہوگا، اور اس کے بعد یہ حق باپ کو ہوگا، ''والحاضنۃ أما أو غیرہا أحق بہ أی بالغلام حتی یستغنی عن النساء، وقدر بسبع وبہ یفتی (إلی) وغیرہما أحق بہا حتی تشتہی وقد بتسع وبہ یفتی (إلی) وعن محمد أن الحکم فی الأم والجدۃ کذلک، وبہ یفتی'' (الدر المختار مع رد المحتار ۶۹۵،۲۔۶۹۶)۔

آپسی سمجھوتہ کے ساتھ اگر وہ کوئی چیز طے کرلیتے ہیں تو اس میں کسی ناگزیر ضرورت کے بغیر دخل اندازی کی ضروت نہیں ہوگی، لیکن اگر ان کا مسئلہ دار الافتاء یا دار القضاء آجاتا ہے، یا کوئی ناگزیر صورت پیش آتی ہے تو دونوں کو شرعی احکام کے سامنے سرجھکانا ہوگا۔

۷۔ طلاق کی نیت کے ساتھ نکاح:

اگر عقد نکاح کے وقت زبان سے تصریح کسی وقت کی نہیں کی، صرف دل میں نیت تھی کہ ایک مہینہ یا ایک سال بعد طلاق دیدینگے، تو یہ نکاح مؤقت نہیں ہے اور شرعاً جائز ہے، ''ولیس منہ ما لو نکحہا علی أن یطلقہا بعد شہر أو نوی مکثہا معہا مدۃ معینۃ، ولا بأس بتزوج النہاریات'' (قولہ ولیس منہ) لأن اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبدا، وبطل الشرط بحر (قولہ أو نوی) لأن التوقیت إنما یکون باللفظ بحر (قولہ:ولا بأس بتزوج النہاریات) وہو أن یتزوجہا علی أن یکون عندہا نہارا دون اللیل'' فتح، (شامی۳۱۹،۲ قبیل باب الولی)۔

''أما لو أضمر الزوج فی نفسہ أن یتزوجہا ما دام فی ہذہ البلدۃ أو مدۃ سنۃ، ثم یفارقہا، فلا یضر ولو فہمت المرأۃ من حالہ ذلک'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶۵۵۱،۹، نیز دیکھئے: شرح المجلہ للاتاسی ۴۱۵،۲)۔

اور المغنی لابن قدامہ میں اسے امام اوزاعی کے علاوہ تمام اہل علم کا قول بتایا گیا ہے:

''وإن تزوجہا بغیر شرط، إلا أن فی نیتہ طلاقہا بعد شہرا أو إذا انقضت حاجتہ فی ہذا البلد فالنکاح صحیح فی قول عامۃ أہل العلم إلا الأوزاعی قال: ہو نکاح متعۃ والصحیح أنہ لا بأس بہ، ولا تضر نیتہ'' (المغنی لابن قدامہ ۵۷۳،۷، کذا فی الشرح الکبیر ۵۳۸،۷)۔

۸۔ نکاح مؤقت:

احناف نے نکاح مؤقت اور نکاح متعہ میں فرق کیا ہے، نکاح متعہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ گواہوں کی موجودگی کی شرط کے بغیر لفظ تمتع استعمال کرتے ہوئے عقد کیا جائے، یہ بالاتفاق باطل ہے، اور مؤقت وہ ہے جس میں شہادت سمیت نکاح کی تمام شرائط موجود ہوں، لیکن وقت کی تحدید کردی جائے کہ دس دن یا دس سال کے لئے نکاح کررہا ہوں، احناف کے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نکاح بھی معنیً متعہ ہونے کی وجہ سے باطل

ہے، صرف امام زفر کے نزدیک نکاح صحیح ہوجائے گا اور توقیت باطل ہوجائےگی۔

''ونكاح المتعة باطل، وهو أن يقول لامرأة أتمتع بک كذا مدة بكذا من المال (إلى) والنكاح المؤقت باطل مثل أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين عشرة أيام، وقال زفر: هو صحيح لازم، لأن النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة'' (ہدایہ مع الفتح۳،۱۴۹۔۱۵۲)۔

لیکن بقیہ ائمہ نے نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں کوئی فرق نہیں کیا ہے، اور دونوں کو باطل قرار دیتے ہوئے نکاح متعہ ہی کانام دیا ہے ، ابن قدامہ فرماتے ہیں:

''معنى نكاح المتعة أن يتزوج المرأة مدة، مثل أن يقول: زوجتک ابنتی شهرا أو سنة أو إلى انقضاء الموسم أو قدوم الحاج وشبهه، سواء كانت المدة معلومة أو مجهولة، فهذا نكاح باطل، نص عليه أحمد فقال:نكاح المتعة حرام (إلى) وبهذا قول عامة الصحابة والفقهاء (إلى) وقال زفر: يصح النكاح ويبطل الشرط'' (المغنی ۷،۵۷۱، وكذا فی الشرح الكبير ۷،۵۳۶)۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر مفتی محمد مصطفی عبد القدوس ندوی•

آج کل عالم عرب میں وہاں کے سماجی حالات کے تحت نکاح کی ایك خاص صورت رائج ہوگئی ہے، جس کو ''نکاح مسیار '' کہا جاتا ہے ، ہندوستان کی عدالت عظمٰی میں بھی ایك مقدمہ نکاح مسیار کے خلاف دائر کیا گیا ہے، جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے، اس میں مدعی نے نکاح مسیار کو سنی مسلمانوں کی طرف اور متعہ کو شیعہ مسلمانوں کی طرف منسوب کیا ہے۔

نکاح مسیار کی صورت عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ مرد کسی عورت سے شریعت میں معتبر تمام ارکان وشرائط کی رعایت کے ساتھ عقد نکاح کرتا ہے ؛ لیکن اس نکاح میں عورت اپنی مرضی سے اپنے بعض حقوق نفقہ، سکنی، شب گذاری وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے ، اس نکاح کے وجود میں آنے کے مختلف اسباب ہیں ، مثلاً:

الف: عالم عرب میں خصوصا اور بعض دوسرے علاقوں میں بھی غیر شادی شدہ کنواری اور مطلقہ خواتین کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، اس کی ایك وجہ تو طلاق کی کثرت ہے اور دوسری وجہ عورت کی ولی کی طرف سے مہر کی کثیر رقم کا مطالبہ ہے ، اس صورت حال میں خواتین اس بات پر راضی ہوجاتی ہیں کہ کوئی مر د اُن سے پہلی بیوی رکھتے ہوئے نکاح کر لے اور شوہر کے حالات کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہیں۔

ب : بعض اوقات نکاح کی خواہش مند خواتین مختلف اسباب کے تحت اپنے والدین کے گھروں میں رہنا چاہتی ہیں، مثلاً : اس لئے کہ وہ تنہا والدین کی دیکھ بھال کرتی ہیں، اگر وہ شوہر کے حسب منشأ دوسری جگہ رہیں تو والدین کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

ج : کبھی اس لئے کہ انہیں پہلے شوہر سے بچے ہوتے ہیں اور وہ اپنے بچوں کو لے کر اس دوسرے شوہر کے یہاں منتقل نہیں ہوسکتیں؛ اس لئے وہ شوہر سے صرف زن وشو کا خصوصی تعلق چاہتی ہیں۔

د: بعض شادی شدہ مر د اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے یہ نکاح کرتے ہیں؛ کیونکہ ایك بیوی سے ان کی ضرورت پوری نہیں ہوتی ، بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی عورت تجرد کی زندگی گذار رہی ہے اور خود اس کے حالات کا تقاضہ ہوتا ہے

• عمید کلیۃ البحث والتحقیق جامعۃ العلوم، گڑھا، گجرات۔

کہ اس کو پاکیزہ زندگی عطا کرنے کے لئے اس سے نکاح کر لیا جائے ، اور اس پر کوئی مالی ذمہ داری بھی عائد نہ ہو۔

ہ: بعض اوقات شوہر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی دوسری شادی کو اپنی پہلی بیوی کے سامنے ظاہر نہ کرے؛ کیونکہ اسے خدشہ ہے کہ اس سے ان کے درمیان تعلقات خراب ہوجائیں گے۔

ط:مرد کثرت سے کسی خاص ملك کا سفر کرتا ہے اور وہاں طویل مدت رہتا ہے، اور اس میں کوئی شك نہیں کہ وہاں بیوی کے ساتھ رہنے میں اس کے لئے زیادہ حفاظت ہے۔

اس پس منظر میں اسلامك فقہ اکیڈمی (انڈیا) کی طرف سے ارسال کردہ سوالنامہ کے جوابات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

سوال (٣): نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہیں، بعض دفعہ اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں ، ان صورتوں میں ان کے اولیاء اپنے لئے ہتك محسوس کر سکتے ہیں ، اس پس منظر میں کیا نکاح مسیار میں ولی کوحق اعتراض ہوگا؟

نکاح مسیار میں خواتین کا اپنے بعض حقوق سے دستبرداری :

شرعی نقطۂ نظر سے خواتین کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بعض حقوق سے دستبرداری اختیار کرتے ہوئے شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرے؛ کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا''(نساء: ١٢٨)۔

(اور اگر عورت کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رخی کا اندیشہ ہو تو ان دونوں کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپس میں کچھ صلح کر لیں اور صلح(بہر حال) بہتر ہے)۔

آیت کریمہ سے واضح ہے کہ جب شوہر کی طرف سے زیادتی ہو یا بے توجہی پائی جائے تو میاں بیوی کو آپس میں کوئی بات طے کرلینی چاہئیے اور صلح کی صورت نکالنی چاہئے، یا تو عورت اپنا کوئی حق چھوڑدے اور اس سے دستبرداری اختیار کرلے؛ چنانچہ جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت سودہ ؓ کو طلاق دینے کا ارادہ فرما یا : تو حضرت سودہ ؓ سراپا عرض گذار ہوئیں کہ آپ مجھے طلاق نہ دیں ، آپ مجھے اپنے پاس رہنے دیں ، اس کے لئے میں آپ کو اپنی شب باشی کی باری حضر ت عائشہ ؓ کو ھبہ کر دیتی ہوں، آپ ﷺ اس عرضی کو قبول فرما لیا ، اس کے بعد یہ (مذکورہ بالا) آیت نازل ہوئی(سنن الترمذی، تفسیر القرآن، باب: ومن سورة النساء، حدیث: ٣٠٤٠، امام ترمذی کا بیان ہے: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)؛ پس معلوم ہواکہ عورت کے لئے اپنی کسی غرض اور مفاد کے پیش نظر اپنے بعض حقوق سے دستبرداری

اختیار کرنا جائز ہے ۔ اور چونکہ انسان کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنا حق وصول نہ کرکے چھوڑ دے، اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہےکہ اگرایك سوکن اپنی باری اپنی دوسری سوکن کو ہبہ کردے ، تو ایسا کرنا جائز ہے ؛ البتہ جب چاہے اس سے رجوع کر سکتی ہے (سراجیہ،۴۰)۔

خفیہ طور پر نکاح مسیار:

اگر کوئی عورت اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر خفیہ طور پر نکاح مسیار کر تی ہے ، تو اصولی طور پر یہ نکاح شرعا درست وصحیح ہوگا جبکہ نکاح کے دیگر شرائط وارکان پائے گئے ہوں ؛ کیونکہ مختلف آیات کریمہ ، احادیث شریفہ اور آثار صحابہ سے ثابت ہے کہ عاقل بالغ عورت کو اپنے اوپر ولایت نکاح ومال یکساں طورپر حاصل ہے (دیکھئے : ہدایہ وبنایہ ۵/ ۷۳ – ۷۸، درمختار ورد المحتار ۴ / ۱۵۵ –۔ ۱۵۶)؛ پس جب اس نے اپنا نکاح اپنی پسند سے کیا تو اس نے خالص اپنا حق استعمال کیا ، جوکہ شریعت اسلامیہ نے اسے دیاہے ؛اس لئے اس کا یہ تصرف معتبر اور نافذ العمل ہوگا اور اس کا نکاح درست ہوگا؛ کیونکہ وہ اہل تصرف میں سے ہے ، عاقل بالغ اور اپنے نفع ونقصان کو پہچاننے کی اہلیت رکھتی ہے (البنایۃ للعینی ۵ / ۷۳، باب الاولیاء)۔

نکاح مسیار میں ولی کو حق اعتراض:

جہاں تك نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین کا اپنے بعض حقوق سے دستبرداری اختیار کرنے اسی طرح بعض دفعہ نکاح کو ظاہر نہ کرنے کی صورت میں ان کے اولیاء کو حق اعتراض کی بات ہے تو اس وقت حاصل ہوگا جبکہ خواتین نے غیر کفو میں نکاح کئے ہو ں؛ تاکہ وہ اپنے خاندان پرآنے والا بدنماداغ اور عار کا ازالہ کرسکیں ،اور اگر کفو میں نکاح کئے ہوں تو ان کے اولیاء کو حق اعتراض حاصل نہیں ہوگا، اسی طرح اگر غیر کفو میں نکاح کئے ہوں ؛ لیکن حق اعتراض کے استعمال میں اتنی دیر ہوگئی کہ بچہ پیدا ہوگیا ، تو حق اعتراض کا حق ساقط ہوجائےگا، اور اولیاء کی طرف سے بھی رضا سمجھی جائے گی؛ تاکہ ما ں باپ کے درمیان تفریق کی وجہ سے نومولود بچہ ضائع نہ ہو (دیکھئے : ہدایہ وبنایہ۵ / ۷۹، باب الاولیاء والاکفاء، درمختار وردالمحتار۴/۱۵۶، ط: زکریا، دیوبند)۔

مقاصد نکاح اور زواج مسیار:

سوال (۴): کیا شریعت کے مقاصدجو نکاح سے متعلق ہیں، وہ زواج مسیار سے پورے ہوتے ہیں، اگر نہیں تو ایسی صورت میں نکاح مسیار کا کیا حکم ہے؟

جواب : واقعہ یہ ہے کہ نکاح مسیار میں نکاح سے متعلق شریعت اسلامیہ کے سارے مقاصد پورے نہیں ہوتے ہیں ، یقینا کچھ حاصل ہوتے ہیں جیسے عفت نفس ، تسکین خواہش ، پست نگاہی ، شرمگاہ کی حفاظت ،غلط اقدام سے روك تھام، آپسی محبت والفت سے سکون قلب اور فرحت وانبساط ، خوشگوار ازدواجی زندگی کی سعادت، باہم تعاون اور لطف

اندوزی وغیرہ۔ اور کچھ حاصل نہیں ہوتے ہیں ، اور وہ یہ ہیں : اولاد کا حصول ، توالدوتناسل کا تسلسل، تکثیر امت ، اور شادی کا وقتی اور متعین محدود مدت کے لئے ہونا، اسی طرح بعض دفعہ عورت کا اپنے معاش کے بوجھ اوراخراجات سے بے فکری۔

نکاح مسیار میں مقاصد نکاح پورے نہ ہونے کی صورت میں حکم شرعی:

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ شریعت کے جو مقاصد نکاح سے متعلق ہیں ، ان میں سےکچھ نکاح مسیار میں پورے ہوتے ہیں ، اور کچھ پورے نہیں ہوتے ہیں، جو پورے نہیں ہوتے ہیں ان میں بعض مفسد عقد نکاح نہیں ہیں، جیسے توالد وتناسل کا سلسلہ قائم نہ رکھنا ، اور عورت کا اپنے بعض حقوق سے دستبرداری اختیار کرنا ۔ یقینا توالد وتناسل کے ارادہ سے نکاح نہ کرنا محض لذت اندوزی اور عفت نفس وغیرہ کے ارادہ سے نکاح کرنا شرعًا ناپسندیدہ قبیح بات ہے ، یہ نیت حدیث ، شریعت اسلامیہ کی روح اور منشأ بنوی کے خلاف ہے ، جس کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ اس ارادہ سے نکاح مسیار کرنا مکروہ ہوگا، باطل وفاسد نہیں ہوگا؛ لیکن اگر متعینہ مدت کے لئے نکاح ہو ، دوسرے الفاظ میں نکاح میں مدت مقرر ہو ، کہ اتنے دنوں کے لئے نکاح ہورہا ہے ، خواہ یہ مدت معلوم ہو یا مجہول ، تو یہ نکاح مسیار باطل ہوگا (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ للجزیری ۴ / ۷۴)؛ کیونکہ یہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نکاح متعہ ہوجائےگا ، جو کہ حرام باطل ہے ، اللہ کے رسول ﷺ نے نکاح متعہ کو حرام قرار دیا ہے، اس کی حرمت پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہوچکا ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے ۔

سوال (۶): بچوں کی سماجی حیثیت:

ظاہر ہے کہ سماجی حیثیت سے نکاح مسیار سے پیدا ہونے والے بچوں کا نسب موجودہ باپ سے ثابت ہوگا اور باپ پر وہ ساری ذمہ داریاں عائد ہونگی جو ایك باپ ہونے کی حیثیت سے شرعًا عائد ہوتی ہیں اور بچوں کو وہ سارے حقوق ملیں گے جو ثابت شدہ نسب والے بچوں کو اپنے باپ سے ملتے ہیں ، اور میراث میں ایك دوسرے کے وارث ہونگے، وہ ساری دادھیالی اور نانہیالی رشتہ داریاں بھی قائم ہونگی، اور سماج میں ان بچوں کو وہی حیثیت حاصل ہوگی جو عام طور پر ثابت شدہ نسب والے بچے اور انسان کو حاصل ہوتی ہیں۔

واضح رہے کہ بچوں کا نسب ثابت ہونے کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ‘‘الوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الحَجَرُ’’ (أخرجه البخاري في البيوع، بَابُ تَفْسِيرِ المُشَبَّهَاتِ، برقم: ۲۰۵۳، مسلم في النكاح، باب الولد للفراش، وتوقي الشبهات، برقم: ۳۶-۱۴۵۷)۔ اور چونکہ عقد نکاح ہونے کے بعد فراش قائم ہوجا تا ہے اور عورت مرد کی فراش متصور ہوتی ہے ؛ جس کی وجہ سے بچہ کا نسب ثابت ہونے کے لئے رشتہ زوجیت کا قیام کا فی ہے (ہدایہ وبنایہ ۵ / ۶۳۱،

باب ثبوت النسب)۔

زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

جہاں تك نکاح مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی ذمہ داری کی بات ہے تو جب نکاح مسیار میں پیدا ہونے والے بچوں کا نسب نکاح مسیار کرنے والے سے ثابت ہوتا ہے تو ان بچوں(خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں) کا نفقہ بھی اسی پر لازم ہوگا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ‘‘وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ’’ (بقرہ: ٢٣٣) (دودھ پیتے بچہ کے باپ پر ان عورتوں کا مروج طریقہ کے مطابق کھانا اور کپڑا واجب ہے)۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نفقہ کی بنیاد دراصل جزئیت ہے ، اور وہ نکاح مسیار میں پائی جارہی ہے ؛ کیونکہ فراش موجود ہے ۔ فقہاء لکھتے ہیں: ‘‘الْأَصْلُ فِي نَفَقَةِ الْوَالِدَيْنِ وَالْمَوْلُودِينَ الْقُرْبُ بَعْدَ الْجُزْئِيَّةِ دُونَ الْمِيرَاثِ كَذَا فِي الْفَتْحِ: أَيْ تُعْتَبَرُ أَوَّلًا الْجُزْئِيَّةُ: أَيْ جِهَةُ الْوِلَادِ أُصُولًا أَوْ فُرُوعًا’’ (درمحتار وردالمحتار٥ / ٢٨١)۔ یعنی اولاد اور والدین کےدرمیان نفقہ واجب ہونے کی اساس جزئیت ہے، یعنی اولاد ماں باپ کے جزء وحصہ ہیں، اس کے بعد محرم رشتہ داروں میں سب سے زیادہ قریب اولاد والدین سے ، اور والدین اولاد سےہیں ۔

سوال (٧): مغربی ملکوں میں جاکر عارضی نکاح کا حکم:

جواب: اصولی طور پر عقد نکاح میں جوشرائط اور باتیں ذکر کی جائیں گی ان کا اعتبار ہوگا اور شرعی حکم ان ہی سے متعلق ہوگا، نیتوں کا اعتبار نہیں ہوگا؛ کیونکہ نکاح کا تعلق انسان کے اعضاء وجوارح اور منہ سے نکلنے والے دو بول ایجاب وقبول سے ہے، اس کے ساتھ مزید لفظوں میں شرائط وقیود کا اضافہ ہوتا ہے تو وہ تقاضائے عقدِ نکاح کے موافق ہیں تو ان کااعتبار ہوتا ہے اور اگر مخالف ہیں تو ان میں فقہاء کا اختلاف ہے ؛ تاہم یہ بات بھی طے ہےکہ شرط فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا ہے بلکہ شرط فاسد، فاسد ہوجاتا ہے اور نکاح درست ہوجاتا ہے: ‘‘النِّكَاحَ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ’’ (المبسوط للسرخسی ٥/ ٨٩، باب المهور، الهداية والبنايہ ٦٥٫٥، فصل في بيان المحرمات، تبيين الحقائق ١١٥٫٢، النكاح المؤقت، رد المحتار ٣/٤١٥، باب الرجعة)، اس اصول کے مشروعیت پر اس حدیث پاك سے استدلال کیا جاسکتا ہے ، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘تین چیزیں ایسی ہیں ، جن میں سنجیدگی سنجیدگی ہے ، اور مذاق بھی سنجیدگی ہے، اور وہ تیں چیزیں یہ ہیں:طلاق، نکاح اور رجعت ’’، ‘‘ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ، الطَّلَاقُ، وَالنِّكَاحُ، وَالرَّجْعَةُ’’ (أبوداود، طلاق، باب في الطلاق على الهزل، حديث: ٢١٩٤، ترمذي، طلاق، باب ما جاء في الجد والهزل، حديث: ١١٨٤، امام ترمذی کا بیان ہے:هذا حديث حسن غريب، ابن ماجه، طلاق، بَابُ مَنْ طَلَّقَ أَوْ نَكَحَ أَوْ رَاجَعَ لَاعِبًا، حديث: ٢٠٣٩، مستدرك حاكم، طلاق، حديث: ٢٨٠٠، حاکم کا بیان ہے: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَبِيبٍ هَذَا هُوَ ابْنُ أَرْدَكَ مِنْ ثِقَاتِ الْمَدَنِيِّينَ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. وقال الحافظ الذهبي في التلخيص: فيه لين يعني عبد الرحمن بن

حبیب بن أردك)؛ لہذا سوال میں ذکر کردہ صورت میں نکاح درست ہوگا جبکہ نکاح کی شرطیں اور ارکان عقد نکاح پائے گئے ہوں، یعنی ایجاب وقبول اور گواہان کی موجودگی میں نکاح انجام پایا ہو،اس پر نکاح مؤقت کا اطلاق نہیں ہوگا؛ کیونکہ مذکورہ بالا صورت میں جہاں بعض بنیادی مقاصد نکاح حاصل ہورہےہیں ،وہیں چونکہ اس میں تاریخ اور ایام کی تعیین نہیں ہے: ''أَنَّ الْمُوَقَّتَ يَكُونُ بِحَضْرَةِ الشُّهُودِ وَيَذْكُرُ فِيهِ مُدَّةً مُعَيَّنَةً'' (البحر الرائق شرح كنز الدقائق٣/١٩٠)، نیز نکاح مؤقت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ صریح لفظوں میں مدت کی تعیین ہو ،اگر دل میں مخفی ہو،عقد نکاح کےوقت لفظوں میں اس کا اظہار نہ ہوا ہو تو وہ نکاح مؤقت نہیں ہوگا؛ اس لئے نکاح ایك معاملہ ہے، اور نکاح کے معاملات میں نیت کا اعتبارنہیں ہوتا ہے ؛ چنانچہ فقہاء نے نکاح حلالہ کی بابت لکھا ہے کہ اگر کسی نے حلالہ کی نیت سے نکاح کیا اورلفظوں میں تحلیل کی شرط نہیں لگائی تو نکاح بالاتفاق درست ہوگا کیونکہ معلاملات کے باب میں محض نیت معتبر نہیں ہوتی ہے: ''فَإِنْ تَزَوَّجْت بِزَوْجٍ آخَرَ وَمِنْ نِيَّتِهَا التَّحْلِيلُ فَإِنْ لَمْ يَشْرُطَا ذَلِكَ بِالْقَوْلِ، وَإِنَّمَا نَوَيَا، وَدَخَلَ بِهَا عَلَى هَذِهِ النِّيَّةِ حَلَّتْ لِلْأَوَّلِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا؛ لِأَنَّ مُجَرَّدَ النِّيَّةِ فِي الْمُعَامَلَاتِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ فَوَقَعَ النِّكَاحُ صَحِيحًا لِاسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِ الصِّحَّةِ، فَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ، كَمَا لَوْ نَوَيَا التَّوْقِيتَ، وَسَائِرَ الْمَعَانِي الْمُفْسِدَةِ'' (بدائع٣ / ١٨٧، فَصْلٌ فِي شَرَائِطِ رُجُوعِ الْمَبْتُوتَةِ لِزَوْجِهَا)؛ لہذا نکاح کرنے والوں کے ذہن ودماغ، یا ان کے دلوں میں مخفی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا اور یہ نکاح ہمیشہ کے لئے متصور ہوگا، اب اگر وہ دو تین ، یا دس پندرہ سالوں کے بعد بیوی کو بلاعذر شرعی طلاق دیتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا اوراگر عذر شرعی کے پائے جانے کے بعد طلاق دیتا ہے تو گنہگار نہیں ہوگا۔

دل میں مخفی مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے لئے نکاح کا حکم:

جیسا کہ اوپر کی تصریحات سے واضح ہوگیا کہ نکاح کی صحت وانعقاد کے لئے نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے ؛ اسی لئے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ:'' فَوَقَعَ النِّكَاحُ صَحِيحًا لِاسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِ الصِّحَّةِ فَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ كَمَا لَوْ نَوَيَا التَّوْقِيتَ، وَسَائِرَ الْمَعَانِي الْمُفْسِدَةِ'' (بدائع٣ / ١٨٧، فَصْلٌ فِي شَرَائِطِ رُجُوعِ الْمَبْتُوتَةِ لِزَوْجِهَا) ۔ یعنی نکاح درست ہوجائےگا گو اس میں مردوعورت دونوں کی نیت نکاح مؤقت کی کیوں نہ ہو؛ اس لئےاگر دل میں یہ بات رکھے ہوئے ہو کہ ایك مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتہ نکاح کو ختم کر دےگا تو یہ نکاح مؤقت کے دائرہ میں نہیں آئےگا۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ نکاح مؤقت کے قبیل سے وہ صورت نہیں ہے ، جس میں اگر کسی نے اس نیت سے نکاح کیا کہ وہ عورت کے ساتھ ایك متعینہ مدت تك رہے گا اس کے بعد اس کو طلاق دے دے گا ؛ اس لئے کہ نکاح مؤقت کے قبیل سے ہونے کے لئے ضروری ہے کہ لفظوں میں عقد کے وقت مقررہ مدت کی صراحت ہو:'' وَلَيْسَ مِنْهُ مَا لَوْ نَكَحَهَا عَلَى أَنْ يُطَلِّقَهَا بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ نَوَى مُكْثَهُ مَعَهَا مُدَّةً مُعَيَّنَةً؛ لِأَنَّ التَّوْقِيتَ إنَّمَا يَكُونُ بِاللَّفْظِ''(الدر المختار ورد المحتار٤/ ١٤٩، ط: زكريا، ديوبند)۔

‘‘وَنَزَلَتِ الْآيَةُ بِسَبَبِ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ. رَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَشِيتُ سَوْدَةَ أَنْ يُطَلِّقَهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: لَا تُطَلِّقْنِي وَأَمْسِكْنِي، وَاجْعَلْ يَوْمِي مِنْكَ لِعَائِشَةَ، فَفَعَلَ فَنَزَلَتْ: (فَلا جُناحَ عَلَيْهِما أَنْ يُصْلِحا بَيْنَهُما صُلْحاً وَالصُّلْحُ خَيْرٌ) فَمَا اصْطَلَحَا عَلَيْهِ من شي فَهُوَ جَائِزٌ، قَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. - حدثنا محمد بن المثنى قال:حدثنا أبو داود قال:حدثنا سليمان بن معاذ، عن سماك، عن عكرمة، عن ابن عباس، قال:‘‘خشيت سودة أن يطلقها النبي ﷺ، فقالت:لا تطلقني وأمسكني، واجعل يومي لعائشة، ففعل’’ فنزلت:‘‘فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحا والصلح خير (النساء: ١٢٨) فما اصطلحا عليه من شيء فهو جائز. هذا حديث حسن صحيح غريب (سنن الترمذى، تفسير القرآن، باب: ومن سورة النساء، حديث: ٣٠٤٠).

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

مفتی نثار احمد گودھروی•

جواب: (١) نکاح کے مقاصد کے حصول اور نوع انسانی کے بقاء کے لئے ضروری ہے کہ میاں-بیوی کا آپس میں تعلق دائمی ہو ، وقتی نہ ہو، بلکہ عارضی شادی مذہبِ اسلام میں حرام ہے۔ اسی بات کے پیش نظر نکاح متعہ اور موقت کو ہمیشہ کے لئے ناجائز اور حرام قرار دیا ۔ نبی کریم ﷺ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت سنن ترمذی میں ہے کہ شروع اسلام میں متعہ ہوتا تھا کہ آدمی کسی شہر جاتا وہاں کوئی جان پہچان نہ ہوتی تو وہ جتنے وقت کے لئے چاہتا وہاں کسی خاتون سے شادی کر لیتا اور خاتون اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور اس کے لئے کھانے پینے کی چیزیں بناتی یہاں تک جب یہ آیت نازل ہو: ''إلا على أزواجهم أو ماملكت أيمانهم'' (سورہ مومنون: ۶) تو ابن عباسؓ نے فرمایا ان دو شرم گاہ کے علاوہ سب حرام ہے۔

تمام فقہ کی کتابوں میں یہ بات موجود ہے نکاح متعہ اور موقت باطل ہے۔اور معنی دونوں ایک ہی ہےاور عقود میں معانی کا اعتبار ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ طویل مدت ذکر ہو یا قلیل، کیونکہ مدت کا ذکر کرنا ہی متعہ کی جہت کو متعین کر دیتا ہے۔

بہرحال اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قدیم فقہاء نے یہاں نکاح مسیار کا کوئی مسیار کے نام سے ذکر نہیں ملتا۔ معنی اور مقصد کے لحاظ سے جس نکاح کا تذکرہ ملتا ہے شریعت نے اس کو ہمیشہ کے لئے حرام اور باطل قرار دیا ہے۔

جواب : (٢) نکاح مسیارجو زواج مسیار کے نام سے معروف ہے ، اس کی صورت یہ ہے کہ مرد حالت سفر یا ملازمت کے لئے کسی دوسرے ملک میں جائے اور اسے وہاں اپنی طبعی خواہش پوری کرنے کی حاجت ہو تو طلاق کی نیت سے نکاح کرے، یعنی دل میں سوچے جب سال دو سال کے بعد واپس چلا جاؤں گا تو طلاق دے دوں گا۔ کبھی عورت نکاح کا بار مرد پر کم سے کم ڈالنے کے خاطر نان نفقہ اور ساتھ رہنے کے حق وغیرہ سے دست بردار ہو جاتی ہے بیوی اپنے میکہ میں رہتی ہے اور مرد کو جب موقع ملتا ہے وہ بیوی سے اس کے میکہ میں آکر یا کچھ وقت کے لئے ساتھ کسی دوسری جگہ لے جا کر طبعی تقاضہ پورا کرتا ہے اس کو نکاح مسیار اور زواج مسیار کہتے ہیں۔ اس عمل کو جواز کے دائرہ میں لانے کے لئے ظاہری طور پر نکاح کے شرائط و ارکان، یعنی ایجاب و قبول

• دار الافتاء، جامعہ رحمانیہ وناکپور، گودھرا، پنج محل گجرات۔

گواہ اور مہر وغیرہ کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے۔ اسی لئے احناف کا مذہب اور شافعیہ اور حنابلہ میں سے ہر ایک کا بھی قول ہے کہ طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح درست ہوگا ، شرط از خود باطل ہوگی۔ اگر چہ نکاح درست ہوگیا، لیکن نکاح کے مقاصد حاصل نہیں ہوتے۔

جواب :(۳) باب نکاح میں ولایت کو احناف نے مستحب قرار دیا ہے نیز اس قسم کے عقد میں خواتین کی تذلیل ہوتی ہے کیونکہ اس کا مقصد صرف اور صرف وقت متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے۔ وقت مقررہ کے بعد اس کو مستعمل اوراق کی طرح پھینک دیا جائے گا۔ عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لئے شریعت نے پہلے شوہر کے لئے بیوی کو حلال کرنے کے لئے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا یعنی ناجائز بتایا۔ اس قسم کی شادی سے خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے اور اولیاء کی ہتک ہوتی ہے، شریعت نے اولیاء کو ایک مقام اور مرتبہ دیا ہے بعض ائمہ کے یہاں تو اولیاء کے بغیر جو نکاح کیا جائے وہ باطل ہوتا ہے اس طرح غیر کفو میں لڑکی نے از خود شادی کر لی ہویا مہر مثل سے کم میں شادی کی ہوالغرض وہ تمام صورتیں جس میں شادی کے بعد اولیاء کو ہتک کا سامنا کرنا پڑے اس میں اولیاء کو حق اعتراض ہوگا۔ اس لئے عورت اگر نکاح مسیار قبول کرتی ہے تو اولیاء کو حق اعتراض ہوگا۔ کیوں اعتراض کا حق نہ ہو؟ اس قسم کے نکاح میں ایک مدت کے بعد دونوں اگر علاحدہ ہوئے اس کے بعد اس عورت کی ذمہ داری اس کے اولیاء پر آتی ہے۔ اس لئے اولیاء بالقصد اس قسم کے نکاح کے لئے تیار نہ ہونگے۔ البتہ اگر کوئی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے یا من جانب اللہ کوئی بات پیش آ جائے اور لڑکی شوہر سے علیحدہ ہو جائے اور دو بارہ اپنے اولیاء کے ذمہ داری میں آ جائے تو بات الگ ہے۔ بالارادہ اولیاء ایسی ذمہ داری کو قبول کرنے سے گریز کر سکتے ہیں جس میں عورت کا سراسر نقصان ہے ، اولیاء اس کو برداشت نہیں کرینگے۔

جواب : (۴) نکاح کے مقاصد میں صرف جنسی خواہش کی تکمیل نہیں بلکہ نکاح جسم روح کا باہمی رشتہ ہے اس مقدس رشتہ میں میاں بیوی ایک دوسرے سے ہمیشہ وابستہ رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا عہد و پیمان کرتے ہیں۔ چنانچہ کبار مفسرین کی ایک جماعت نے ‘‘ھن لباس لکم’’ (سورہ بقرہ: ۱۸۷) کے تحت لکھا کہ وہ تمہارے لئے سکون کا باعث ہے اور تم ان کے لئے سکون کا باعث ہو۔ اور ایک مفسر لکھتے ہیں وہ تمہارے لئے لحاف ہیں اور تم ان کے لئے لحاف ہو۔ رشتۂ نکاح عفت و پاک دامنی کا سبب اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے اسی وجہ سے نکاح کو دو تہائی دین بتایا گیا۔ قرآن کی ایک آیت اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا نکاح کرو اس حال میں کہ تم پاک دامنی چاہتے ہو۔ شہوت رانی مقصود نہ ہو اور نہ ہی چوری چھپے یاری لڑانا ہو۔ اگر نکاح کے وقت شہوت پوری کرنا ہی غرض ہو تو یہ شرعی نکاح کے مقاصد کے خلاف ہے ، جس

کو نفلی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ نیز مقاصد نکاح میں سے ایک عظیم مقصد نسل کی حفاظت ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ‘‘وابتغوا ما کتب اللہ لکم’’ (سورہ بقرہ: ١٨٧) یعنی نکاح کے ذریعہ مباشرت کرنے والے کو چاہیے کہ اس کے پیش نظر نسل انسانی کی حفاظت ہو نہ صرف جنسی خواہش کی تکمیل، اس لئے کہ اللہ نے نوع انسانی کی بقاء کے لئے ہمارے اندر جماع کی شہوت کو پیدا کیا ہے۔ نکاح کی مشروعیت اور اس کی ترغیب اور اس کو فطری طریقہ قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ نوع انسانی کی حفاظت ہو اور ایسی نیک صالح اولاد کا وجود ہو جو اس عالم کی تعمیر کر سکے۔ اس مقصد کے حصول اور نوع انسانی کی بقاء کے لئے ضروری ہےمیاں بیوی کا آپس میں تعلق دائمی ہو۔ بلکہ عارضی شادی مذہب اسلام میں حرام ہے ، اسی لئے شریعت مقدس نے نکاح متعہ اور موقت کو ہمیشہ کے لئے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔

نکاح مسیار میں مقاصد نکاح پورے ہوتے نہیں ہیں۔ اس لئے ایسی شرط جس میں اس کے مقاصد کا حصول نہ ہو اور وقتی اور عارضی لذت مطلوب ہو ایسے نکاح کو اختیار کرنے کی اجازت دینا درست نہیں۔ اگر چہ اس کے اسباب کچھ بھی ہو۔ نکاح مسیار کو اختیار کرنے کے جتنے اسباب بیان کئے جاتے ہیں وہ آج سے نہیں ہیں قدیم زمانہ سے یہ اسباب معاشرے میں رہے ہیں، لیکن آج تک کسی فقیہ اور وقت کے مجتہد نے اس کی اجازت نہیں دی۔ تمام اسباب کا حل شرعی نکاح ہے جو دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہوں۔

نکاح مسیار کے بارے میں علماء کی تین آراء ہیں:

کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ شرعی شرائط پائی جاتی ہے، اس لئے جائز ہے اور کچھ حضرات نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ قرون اولی میں اس قسم کے نکاح کی کوئی شاخ نہیں ملتی، یہ نکاح مقاصد شریعت کے خلاف ہے۔ کچھ اہل علم ابھی تک توقف کے ہیں۔

البتہ صحیح رجحان یہ ہے اس طرح کے نکاح کا تصور اسلام میں نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ نکاح مسیار نکاح متعہ کی ایک جدید شکل ہے ، جس کو آپ ﷺ نے قیامت تک کے لئے حرام قرار دیا ہے۔ یہ ایک محض عیاشی کے سوا کچھ نہیں۔

جواب: (٥) اس وقتی ازدواجی تعلق، نیز نکاح مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچہ کی پرورش اور ثبوت نسب میں مسائل پیش آ سکتے ہیں۔ یہ بات ممکن ہے کہ نکاح کرنے والا بچہ پیدا ہونے کے بعد نسب کا انکار کر دے۔ یا اگر اپنا نام بھی دے تو پرورش کے لئے بہت سی دشواریاں پیش ہو سکتی ہے، کیونکہ اس تعلق سے پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اس طرز پر نہیں ہو سکتی جس طرح شرعی نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچہ کی پرورش ہوتی ہے۔ کیونکہ نکاح کرنے والا مدت مقررہ پوری کرکے عورت کو طلاق دے کر چلا جائے گا، کیونکہ اس کی غرض اور منشاء اپنا طبعی تقاضہ پورا کرنا تھا تو شوہر بچہ سے بے فکر ہو کر چلا جاتا ہے۔ اولاد بغیر باپ کے عمر کے مراحل طے کرتی

ہے، ان کو زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے والا باپ میسر نہیں ہوتا ، تربیت اور نشونما نہ ہونے کی وجہ سے اس کی شخصیت پر منفی اثرات ہوتے ہیں اس طرح کے تعلق مینعورت مرد کو اپنا نگران اور مسؤل نہیں سمجھتی نہ شوہر کو اس ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے جس کی وجہ سے شوہر کے ساتھ مینیہ خرابیاں پیدا ہوتی ہے اور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی اور معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ نکاح مسیار کو جائز کہنے والوں میں سعودیہ کے سابق مفتی اعظم شیخ عبد العزیز ابن باز ، شیخ عثیمین ، امام حرم مکی شیخ سعود الشریم ، سابق امام ا زہر سید طنطاوی اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جبکہ ناجائز کہنے والوں میں پروفیسر ڈاکٹر قرۃ داغی اور البانیہ سے تعلق رکھنے والے شیخ ناصر الدین الالبانی سر فہرست ہے۔

اولاد کے بری ہونے کے بعد جب ان کو معاشرے میں مشکلات اورمشقت کا سامنا ہوتا ہے اس وقت وہ اپنی ماں کو کوستے اور برا بھلا کہتے نظر آتے ہیں۔ ان کو اپنی زندگی ہر جگہ سوائے افسوس اور مایوسی کے کچھ نظر نہیں آتا ۔ یہ اولاد کے مستقبل کے ساتھ زبردست کھلواڑ کا ذریعہ ہے اور ایسا نقصان ہے جو ناقابل تلافی ہے۔

جواب : (۶) شریعت نے خراب ماحول سے بچنے کے لئے ایک سے زائد شادی کی اجازت دے رکھی ہے۔ اگر انسان کے لئے تجرد کے ساتھ پاکدامنی کی زندگی گزارنا دشوار ہو تو حقیقی شادی کرے مسیار کی کوئی ضرورت نہیں۔ نیز عربوں کے یہاں ایک سے زائد شادی کرنا سماج میں عام ماحول بنا ہوا ہے۔ مرد اور عورت میں سے کوئی بھی اس کو عرفًا عیب نہیں سمجھتا۔ دس ، پندرہ سال ایک عورت کے ساتھ رہ کر زندگی گزاری ہو اور اس سے کچھ اولاد بھی پیدا ہو چکی ہو کیسے گوارا کرے گا کہ وہ اس فیملی کو بے یار ومددگار اور ان کے مستقبل کے بارے میں کچھ سوچے سمجھے بغیر ان کو چھوڑ چھاڑ چلاجائے، دوسری شادی کرکے اپنے وطن میں نئی اور عیاشی کے ساتھ زندگی گزارے۔اس لئے مسیار کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اس دور میں نتائج اچھے نہ ہوں گے۔

جواب : (۷)نکاح موقت کی حقیقت یہ ہے کہ جس میں دو گواہ کا موجود ہونا اور اس کے ساتھ اس میں لفظ تزویج یا نکاح بھی مذکور ہوتا ہے اور مدت بھی متعین ہوتی ہے۔ بعض ائمہ کے یہاں نکاح درست ہو جاتا ہے ، شرط باطل ہو جاتی ہے۔ احناف کے یہاں اگرچہ نکاح کا لفظ اگر چہ موجود ہے، لیکن مقاصد نکاح کا حصول قلیل مدت میں نہیں ہوسکتا، اس لئے موقت نکاح باطل ہے اور مسیار کو اگر چہ زواج یا نکاح کا نام دیا جاتا ہے، لیکن نکاح کے شرعی مقاصد کے خلاف ہے۔

حوالہ جات :

(۱) فی تفسیر ابن کثیر

''وقولہ: ''ہن لباس لکم وأنتم لباس لھن'' قال ابن عباس ومجاھد وسعید بن جبیر والحسن

وقتادة والسدی ومقاتل بن حیان : یعنی ھن سکن لکم وأنتم سکن لھن، وقال الربیع بن انس : ھن لحاف لکم وأنتم لحاف لھن، وحاصلہ : أن الرجل والمرأة کل منھما یخالط الآخر ویماسہ ویضاجعہ، فناسب أن یرخص لھم فی الجامعۃ فی لیل رمضان لئلا یشق ذلک علیھم ویخرجوا'' (۱،۳۷۵، ط : دار الکتب العلمیۃ)۔

وفی روح البیان :

''وجعل کل من الرجل والمرأة لباسا للآخر لتجردھما عند النوم واعتناقھما واشتمال کل منھما علی الآخر أو لأن کلا منھما یستر حال صاحبہ ویمنعہ من الفجور وعما لایحل کماجاء فی الحدیث (من تزوج فقد أحرز ثلثی دینہ) أو المعنی ھن سکن لکم وأنتم سکن لھن کما قال تعالی وجعل منھا زوجھا لتسکن إلیھا ولا یسکن شیء إلی شیء کسکون أحد الزوجین إلی الآخر'' (۱، ۲۹۹، ط : دار الفکر ، بیروت)۔

(۲) فی التفسیر المظہری :

''ولما کان الرجل والمرأة یعتنقان ویشتمل کل منھما علی صاحبہ شبہ باللباس أو لأن اللباس کما یستر صاحبہ کذلک یکون کل واحد منھما لصاحبہ ستراعما لایحل، قال رسول اللہ ﷺ: من تروج فقد أحرز ثلثی دینہ'' (۱، ۲۰۳، ط : مکتبہ رشیدیہ، پاکستان)۔

(۴) فی مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ :

''رابعا : حفظ النسل ویراد بہ حفظ النوع الإنسانی علی الأرض بواسطۃ التناسل ذلک أن الإسلام یسعی إلی استمرار المسیرۃ الإنسانیۃ علی الأرض حتی یأذن اللہ بفناء العالم ویرث الأرض ومن علیھا، ومن أجل تحقیق ھذا المقصد شرع الإسلام المبادئ والتشریعات التالیۃ : شریعۃ الزواج : فقد شرع الإسلام الزواج ورغب فیہ واعتبرہ الطریق الفطری النظیف الذی یلتقی فیہ الرجل بالمرأة لا بدوافع غریزیۃ محضۃ ولکن بالإضافۃ إلی تلک الدوافع، یلتقیان من أجل تحقیق ھدف سام نبیل ھو حفظ النوع الإنسانی وابتغاء الذریۃ الصالحۃ التی تعمر العالم وتبنی الحیاۃ الإنسانیۃ وتتسلم أعباء الخلافۃ فی الأرض لتسلمھا إلی من یخلف بعدھا حتی یسعمر العطاء الانسانی وتردھر الحضارۃ الإنسانیۃ فی ظل المبادئ النبیلۃ والقیم الفاضلۃ'' (۱، ۲۴، ط: الکتاب منشور علی موقع وزارۃ الاوقاف السعودیۃ)۔

(۵) فی الصحیح لمسلم :

''عن الربیع بن سبرۃ عن أبیہ أن رسول اللہ ﷺ نھی یوم الفتح عن متعۃ النساء'' (کتاب النکاح ، باب نکاح المتعۃ وبیان أنہ أبیح۔الخ ۱، ۴۵۲، ط : قدیمی کتب خانہ)۔

(۶) فی جامع الترمذی :

''عن ابن عباس قال : إنما کانت المتعۃ فی أول الإسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ بھا معرفۃ فیتزوج المرأة بقدر ما یری أنہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح لہ شیاہ إذا حتی نزلت الأیۃ (إلا علی أزواجھم أوما ملکت أیمانھم) قال ابن عباس : فکل فرج سوی ھذین فھو حرام'' (ابواب النکاح ، باب ماجاء فی نکاح المتعۃ۱،۲۱۳، ط : قدیمی کتب خانہ)۔

(٧) فی الهدایۃ :

‘‘(ونکاح المتعۃ باطل) وهو أن یقول لامرأۃ أتمتع بک کذا مدۃ بکنا من المال، وقال مالک هو جانز؛ لأنہ کان مباحا فیبقی إلی أن یظهر ناسخہ قلنا : ثبت النسخ بإجماع الصحابۃ رضی اللہ عنهم وابن عباس رضی اللہ عنهما صح رجوعہ إلی قولهم فتقرر الإجماع ‘‘والنکاح المؤقت باطل’’ مثل أن یتزوج امرأۃ بشهادۃ شاهدین إلی عشرۃ أیام، وقال زفر هو صحیح لازم، لأن النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدۃ۔

ولنا أنہ أتی بمعنی المتعۃ والعبرۃ فی العقود للمعانی ولافرق بین ماإذا طالت مذۃ التأقیت أو قصرت لأن التاقیت هو المعین لجهۃ المتعۃ وقد وجد’’ (کتاب النکاح ٣٣٣،٢، ط : مکتبہ رحمانیہ)۔

(٨) فی العنایۃ شرح الهدایۃ :

‘‘(والنکاح المؤقت باطل مثل أن یتزوج امرأۃ بشهادۃ شاهدین إلی عشرۃ أیام)

والذی یفهم من عبارۃ المصنف فی الغرق بینهما شیئان : احدهما وجود لفظ یشارک المتعۃ فی الاشتقاق کما ذکرنا آنفا فی نکاح المتعۃ۔

والثانی شهود الشاهدین فی النکاح الموقت مع ذکر لفظ التزوج أو النکاح، وأن تکون المدۃ معینۃ (وقال زفر: هو صحیح لازم) لأن التوقیت شرط فاسد لکونہ مخالف لمقتضی عقد النکاح، والنکاح لایبطل بالشروط الفاسدۃ (ولنا أنہ أتی بمعنی المتعۃ) بلفظ النکاح؛ لأن معنی المتعۃ هو الاستمتاع بالمرأۃ لا لقصد مقاصد النکاح وهو موجود فیما نحن فیہ؛ لأنها لاتحصل فی مدۃ قلیلۃ (والعبرۃ فی العقود للمعانی) دون الألفاظ : ألا تری أن الکفالۃ بشرط براءۃ الأصیل حوالۃ بشرط مطالبۃ الأصیل کفالۃ’’ (٤، ٣٩٤)۔

(٩) فی المبسوط للسرخسی :

‘‘ثم یتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدینیۃ والدنیویۃ من ذلک حفظ النساء والقیام علیهن والإنفاق، ومن ذلک صیانۃ النفس عن الزنا، ومن ذلک تکثیر عباد اللہ تعالی وأمۃ الرسول ﷺ وتحقیق مباهاۃ الرسول ﷺ بهم کما قال: متناکحوا تناسلوا تکثروا، فإنی مباہ بکم الأمم یوم القیامۃ، وسببہ تعلق البقاء المقدور بہ إلی وقتہ، فإن اللہ تعالی حکم بیقاء العالم إلی قیام الساعۃ وبالتناسل یکون هذا البقاء’’ (کتاب النکاح ١٩٢،٤، ط : دار المعرفۃ ، بیروت)۔

(١١) تفسیر ابن کثیر :

‘‘ثم من تمام رحمتہ ببنی آدم ان جعل أزواجهم من جنسهم، وجعل بینهم وبینهن مودۃ وهی المحبۃ، ورحمۃ وبی الرافۃ، فإن الرجل یمسک المرأۃ إنما لمحبتہ لها أو لرحمۃ بما بأن یکون لها منہ ولد، أو محتاجۃ إلیہ فی الإنفاق أو للألفۃ بینهما وغیر ذلک’’ (٦، ٢٧٨، ط : دار الکتب العلمیۃ)۔

(١٣) فی الفتاوی الشامیۃ :

(قولہ: وبطل نکاح متعۃ، ومؤقت) قال فی الفتح:قال شیخ الإسلام فی الفرق بینهما أن یذکر الوقت بلفظ النکاح والتزویج وفی المتعۃ اتمتع او استمتع۔ اھ

يعنى ما اشتمل على مادة متعة، والذى يظهر مع ذلک عدم اشتراط الشهود فى المتعة وتعين المدة، وفى المؤقت الشهود وتعيينها، ولا شک أنہ لا دليل لهم على تعيين كون المتعة الذى أبيح، ثم حرم هو ما اجتمع فيہ مادة (م ت ع) للقطع من الآثار بأنہ كان إذن لهم فى المتعة، وليس معناه ان من باشر هذا يلزمہ أن يخاطبها بلفظ اتمتع ونحوه لما عرف أن اللفظ يطلق ويراد معناه، فإذا قيل: تمتعوا فمعناه أوجدوا معنى هذا اللفظ، ومعناه المشهور أن يوجد عقدا على امرأة لا يراد بہ مقاصد عقد النكاح من القرار للولد وتربيتہ، بل إلى مدة معينة ينتهى العقد بانتهائها أو غير معينة بمعنى بقاء العقد مادام معها إلى أن ينصرف عنها فلا عقد، فيدخل فيہ ما بمادة المتعة والنكاح المؤقت أيضا فيكون من أفراد المتعة، وإن عقد بلفظ التزوج وأحضر الشهود، اهـ ملخصا وتبعہ فى البحر والنهر، ثم ذكر فى الفتح أدلة تحريم المتعة وأنہ كان فى حجة الوداع وكان تحريم تابيد لاخلاف فيہ بين الائمة وعلماء الأمصار إلا طائفة من الشيعة ونسبة الجواز إلى مالک كما وقع فى الهداية غلط، ثم ربح قول زفر بصحة المؤقو على معنى أنہ ينعقد مؤبدا ويلغو التوقيت، لأن غاية الأمر أن المؤقت متعة وهو منسوخ، لكن المنسوخ معناها الذى كانت الشريعة عليہ، وهو ما ينتهى العقد فيہ بإلغاء شرط التوقيت اثر النسخ، وأقرب نظير إليہ نكاح الشغار وهو أن يجعل بضع كل من المرأتين محرا للأخرى، فإنہ صح النهى عنہ وقلنا : يصح موجبا لمهر المثل لكل منهما فلم يلزمنا النهى، بخلاف مالوعقد بلفظ المتعة وأراد النكاح الصحيح المؤيد فإنہ لاينعقد، وإن حضره الشهود؛ لأنہ لايفيد ملک المتعة كلفظ الإحلال فإن من أحل لغيره طعاما لايملكہ، فلم يصح مجازا عن معنى النكاح كمامر، اهـ ملخصا.

(قولہ :وإن جملت المدة) كأن يتزوجها إلى أن ينصرف عنها كما تقدم ح (قولہ : أو طالت فى الأصح) كان يتزوجها إلى مائتى سنة، وهو ظاہر المذهب وهو الصحيح كما فى المعراج ، لأن التاقيت هو المعين لجهة المتعة، بحر" (كتاب النكاح٣،سعيد).

وفى شرح فتح القدير:

‘‘ومعناه المشهور ان يوجد عقدا على امراة لا يراد بہ مقاصد عقد النكاح من القرار للولد وتربيتہ، بل إلى مدة معينة ينتهى العقد بانتها العقد بانتهائها، أو غير معينة بمعنى بقاء العقد ما دمت معک إلى ان انصرف عنک فلا عقد والحاصل أن معنى المتعة عقد موقت ينتهى بإنتهاء الوقت، فيدخل فيہ ما بمادة المتعة والنكاح الموقت أيضا، فيكون النكاح الموقت من أفراد المتعة، وإن عقد بلفظ التزويج وأحضر الشهود وما يفيد ذلک من الألفاظ التى تفيد التواضع مع المرأة على هذا المعنى، ولم يعرف فى شئ من الأثار لفظ واحد ممن باشرها من الصحابة رضى الله عنهم بلفظ تمتعت بک ونحوه، والله اعلم" (٣،٢٣٧، ط : دارالكتب العلمية).

شرعی نقطہ نظر سے نکاح مسیار کا حکم

مولانا عبد الرزاق قاسمی امروہوی•

١۔نکاح مسیار کی حقیقت اور اس کی صورتیں:

١۔ مسیار کا لغوی معنی:

مسیار بروزن مفعال سیر سے مبالغہ کا صیغہ ہے، سیر کے معنی ہیں: چلنا، سفر کرنا، آمد ورفت، تو مسیار کے معنی زیادہ چلنے والا، بکثرت آمد رفت رکھنے والا، بکثرت سفر کرنے والا۔

اس معنی کے لحاظ سے نکاح مسیار کا مطلب ہوگا وہ نکاح جس میں شوہر بیوی کی طرف آمد ورفت رکھتا ہے، مستقل اس کے پاس نہیں رہتا، یا وہ نکاح جسے اپنے وطن سے دور ملازمت والے یا کثیر الاسفار لوگ کرتے ہیں۔

مسیار کو بعض نے سیر کے بجائے یُسر سے مشتق مانا ہے، بوقت استعمال اس میں قلب کرلیا گیا ہے، اس صورت میں مطلب ہوگا، آسانی والا نکاح، او راس نکاح میں آسانیاں ہی آسانیا نہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

علامہ یوسف قرضاوی ودیگر بعض باحثین کا کہنا ہے کہ مسیار نجد اور اس کے آس پاس کے مقامات کی علاقائی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں زیارت، تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرنا۔

اس صورت میں مطلب ہوگا: ایسا نکاح جس میں معمولی مدت کے لئے شوہر بیوی کے پاس گاہ بہ گاہ جائے، جیسے لوگ رشتہ داریوں میں جایا کرتے ہیں (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ: علامہ یوسف القرضاوی،١١، زواج المسیار وزواج الصیف السیاحی: ڈاکٹر خالد ربیعان)۔

٢۔ نکاح مسیار کا اصطلاحی معنی:

جن علماء نے اس موضوع پر کلام کیا ہے ان سب کی ذکر کردہ تعریف کاحاصل یہ ہے کہ نکاح مسیار بھی معروف شرعی نکاح کی طرح ایک نکاح ہے، جس میں ایجاب وقبول، طرفین کی رضامندی، گواہی، اولیاء کی موجودگی، مہر، یہ ساری چیزیں ہوتی ہیں، البتہ زوجین اپنی رضامندی اور باہمی اتفاق سے اپنے چند حقوق سے دست بردار ہوجاتے ہیں، مثلاً عورت اپنا نفقہ وسکنی معاف کردیتی ہے، شوہر کو شب گزاری پر مجبور نہیں

• استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث دار العلوم دیوبند۔

کرتی، بلکہ اس کا جب دل چاہے ادھر چکر لگا سکتا ہے، شوہر بھی بیوی کو کہیں رہنے کا پابند نہیں بناتا، بلکہ وہ اپنی آزادی سے اپنے بچوں یا اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہتی ہے (مختلف علماء کی تعریفیں دیکھئے: المختار فی زواج المسیار: عبد العزیز بن محمد بن عبد اللہ ۱۰۷۔۱۱۱)۔

۳۔ نکاح مسیار کی متعدد صورتیں اور ان کی ضرورت:

(۱) عام طور سے وہ لوگ جو کثیر الاسفار ہیں، یا طویل مدت کے لئے اپنے وطن سے دور ملازمت کی زندگی گزار رہے ہیں ایسے لوگ اس طرح کا نکاح کرتے ہیں، کوئی بوجھ بھی نہیں ہوتا، اور جب چاہا طلاق دے کر فارغ کردیا، اور واپس ہوگئے۔

(۲) معاشرے میں مطلقات اور بیواؤں کی کثرت، بن بیاہی لڑکیوں کی عمروں کا نکل جانا، اسی طرح بعض عورتوں کے اپنے خاص اموال جن میں وہ استقلال کے ساتھ اپنے ہی گھروں میں رہنا چاہتی ہیں، تو اس طرح کی عورتوں کو بھی اس نکاح کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

(۳) کچھ مرد اپنی ضرورت کی وجہ سے دوسری تیسری شادیوں میں دلچسپی رکھتے ہیں، لیکن بیویاں کب اس پر راضی ہوتی ہیں، مجبوراً انہیں اس شادی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

(۴) معاشرے میں کچھ ایسے سہل انگار لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں پھل کھانے کا بڑا شوق ہوتا ہے، لیکن محنت سے جی چراتے ہیں، ایسے لوگ عام طور سے نوجوان طبقے سے تعلق رکھتے ہیں زوجیت کے فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن ان ذمہ داریوں اور حقوق کو پورا کرنے سے بھاگتے ہیں، ایسے لوگ بھی اس نکاح کا سہارا لیتے ہیں۔

۴۔ نکاح مسیار کا تذکرہ فقہاء متقدمین کی کتابوں میں:

اس نام سے کسی نکاح کا تذکرہ متقدمین کے یہاں نہیں ملتا، ظاہر ہے کہ یہ نیا نام ہے، البتہ جن مفاہیم پر یہ نام مشتمل ہے اس کی بعض صورتیں ان کے یہاں نظر آتی ہیں، جیسے ''نکاح نہاریات'' یا ''نکاح لیلیات''، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عورت کو شوہر صرف دن میں یا صرف رات میں وقت دے گا، یعنی مبیت (شب گذاری) کو اس نکاح نہاری لیلی میں ساقط کرنے کی شرط لگائی جاتی تھی، جو یہاں نکاح مسیار میں پایا جاتا ہے (نکاح نہاریات،لیلیات کا تذکرہ: تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق فخر الدین زیلعی ۱۱۶،۲ کتاب النکاح، باب الاولیاء والاکفاء، فتح القدیر لابن الہمام۲۴۹،۳ کتاب النکاح)۔

اسی طرح نکاح بشرط طلاق (کہ اس شرط پر نکاح کررہا ہوں کہ ایک سال کے بعد طلاق دے دوں گا) یا نکاح بنیت طلاق (جس میں طلاق دینے کی بات کو ظاہر نہیں کرتا) کا تذکرہ بھی فقہاء کے کلام میں ملتا ہے، طلاق کی نیت کی صورت کبھی نکاح مسیار میں بھی پائی جاتی ہے (فتح القدیر، حوالہ سابق)۔

نکاح نہاریات احناف کے یہاں جائز ہے اور مذکورہ شرط لگانابھی صحیح ہے (تبیین

الحقائق۲،۱۱۶، فتح القدیر ۳،۲۴۹)، اسی طرح کا قول امام احمدؒ کا ہے، اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ اسلامی نکاح نہیں ہے (المغنی لابن قدامہ۹،۴۸۷)۔

نکاح بشرط طلاق بھی احناف کے یہاں جائز ہے (فتح القدیر۳،۲۴۹)۔

نکاح بنیت طلاق جمہور کے یہاں جائز ہے، جبکہ امام احمد کی ایک روایت میں اور امام اوزاعی کے نزدیک جائز نہیں ہے، انہوں نے اسے متعہ کی طرح قرار دیا ہے (شرح الزرقانی علی الموطا۳،۱۳۶)۔

۵۔ نکاح مسیار سے ملتی جلتی دوسری نکاحیں اور ان کے مابین فرق:

الف: متعہ اور نکاح مسیار میں فرق:

نکاح متعہ یہ ہے کہ مرد عورت سے کچھ مال کے عوض ایک مدت کے لئے نکاح کرے، جس مدت کے گذرنے کے بعد نکاح خود بخود ختم ہوجائے گا، او راس نکاح میں شوہر پر مہر نفقہ اور سکنی وغیرہ واجب نہیں ہوتا، بس طے شدہ مال دینا ہے۔

نکاح متعہ کی حرمت وعدم جواز پر امت مسلمہ کا اجماع ہے (بدائع الصنائع۲،۲۷۲، المدونۃ الکبری۲،۱۹۶)۔

وجوہ فرق: نکاح متعہ میں ایک متعین مدت کا ذکر ہوتا ہے جس کے گذر جانے سے عقد خود بخود ختم ہوجاتا ہے، طلاق وتفریق کی ضرورت نہیں پڑتی۔

جب کہ نکاح مسیار میں مدت کا کوئی تذکرہ نہیں ہوتا، اگرچہ اس کی بعض صورتوں میں کچھ مدت کے بعد طلاق دینے کی نیت ہوتی ہے، لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں، یہاں تفریق کے لئے طلاق وخلع کی ضرورت پڑتی ہے۔

اسی طرح متعہ میں نکاح کے دیگر شرائط وارکان کی ضرورت نہیں ہوتی، جبکہ نکاحِ مسیار ایک مکمل شرعی نکاح ہے، البتہ اپنی رضامندی سے بعض حقوق ساقط کئے جاتے ہیں۔

ب: نکاح موقت اور نکاح مسیار میں فرق:

متعہ کی طرح ایک باطل نکاح نکاح موقت بھی ہے، جس کی بظاہر شکل وصورت شرعی ہوتی ہے، لیکن اس میں ایک مدت کی تعیین کی جاتی ہے۔

نکاح موقت بھی جمہور فقہاء کے یہاں متعہ کی طرح باطل ہے (فتح القدیر۳،۲۴۸)۔

وجہ فرق: نکاح موقت کو جو چیز باطل قرار دے رہی ہے وہ ہے وقت کی تعیین، کہ یہ نکاح ایک خاص مدت کے لئے کیا جارہا ہے، جبکہ نکاح مسیار میں جو چیز مقصود ہے وہ ہے بیوی کا اپنے حقوق سے دست بردار ہونا، تو دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے، البتہ جس صورت میں نکاح مسیار کے اندر طلاق دینے کی نیت ہوتی ہے اس وقت کچھ مجانست پائی جائے گی، لیکن اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ ایک جگہ صریح ذکر ہے، بلکہ شرط ہے، اور دوسری جگہ محض نیت۔

۲۔ نکاح مسیار کا حکم:

نکاح مسیار کی حقیقت، اس کی صورت اور معاشرے کے بعض طبقوں میں اس کی ضرورت کا ذکر پیچھے کیا جاچکا ہے، اب ہم اس نکاح کے حکم کے بارے میں معاصر علماء وفقہاء کے اقوال اور ان کی دلیلوں کا تذکرہ کرینگے، لیکن اس سے قبل ہم اس نکاح کے مصالح ومفاسد پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں:

۱۔ نکاح مسیار کے مصالح وفوائد:

نکاح مسیار کے متعدد فائدے ہیں جن سے زوجین بھی مستفید ہوتے ہیں، اور معاشرے کو بھی کچھ فائدہ ہوتا ہے، ان میں سے کچھ فائدے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) جو لوگ اپنے وطن سے دور ملازمت کی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں یا تجارتی اسفار میں ہوتے ہیں وہ اس نکاح کے ذریعہ اپنی طبعی ضرورت پورا کرتے ہیں، اور حرام کاری سے بچتے ہیں۔

(۲) کبھی اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی مرد کو دوسری شادی کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن وہ اپنی ذاتی احوال، اور بعض بیوی کی پیدا کردہ حالت کی وجہ سے معروف شادی کی جرأت نہیں کرتا، ایسے میں وہ اس نکاح سے مدد لیتا ہے۔

(۳) معاشرے میں بعض مرتبہ بیواؤں اور عمر طبعی نکل جانے والے عورتوں کی کثرت ہوتی ہے، اسی طرح کچھ مخصوص احوال وظروف والی عورتیں ہوتی ہیں جن کے اپنے بچے ہیں، یا وہ والدین کے ساتھ رہتی ہیں، یا وہ جاب وغیرہ کرتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنے شوہروں کے گھر نہیں آسکتیں، تو ایسی عورتوں کو اس نکاح سے آسانی ہوتی ہے، وہ عفت بھی حاصل کرلیتی ہیں، اور اپنے دیگر کام بھی۔

(۴) ان نوجوانوں کو بھی اس نکاح سے فائدہ پہنچتا ہے جو شادی کی ضرورت تو محسوس کرتے ہیں، لیکن اس کی ذمہ داریاں برداشت نہیں کرسکتے۔

تویہ ہیں کچھ موٹے موٹے فائدے جو اس نکاح کے نتیجہ میں فر داور معاشرہ کو حاصل ہورہے ہیں، یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ نکاح مسیار ہی ایسا طریقہ ہے جس سے یہ فائدے حاصل ہوں، لیکن معاشرہ جس ڈگر پر چل رہا ہے اس صورت میں نکاح کے اس طریق سے بھی یہ فائدے عام طور سے حاصل ہوسکتے ہیں، اسی طرح اس امر سے بھی انکار نہیں کہ کبھی کبھی زوجین کی ہم آہنگی کی وجہ سے یہ نکاح معروف نکاح کی صورت اختیار کرلیتا ہے، جس میں شوہر اپنی ساری ذمہ داریاں پورا کرتا ہے، اور بیوی اس کو قبول کرتی ہے۔

۲۔ اس نکاح سے پیدا ہونے والے مفاسد ونقصانات:

نکاحِ مسیار سے پیدا ہونے والے نقصانات اس کے فوائد سے کہیں بڑھ کر ہیں، اس نکاح سے خاندانی نظام درہم برہم ہوکر رہ جاتا ہے، عورتوں کے حقوق کو پامال کیا

جاتاہے، اور ان تمام مقاصد کی خلاف ورزی کی جاتی ہے جن کے پیش نظر نکاح کو مشروع ومسنون قرا ردیا گیا ہے۔

(١) اسلامی معاشرے میں خاندان کی ایک اہمیت ہے، اور یہ نسل نو کی تربیت کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے، نکاح مسیار میں خاندان کا تصور مفقود ہوکر رہ جاتا ہے، زوجین میں یہاں نہ تو مکمل مودت ومحبت ہوتی ہے، اور نہ ہی ایک ساتھ رہائش، ایسے میں بچوں کی تربیت ونگہداشت کیوں کر ہوگی۔

(٢) اس نکاح میں عام طور سے بچوں کو پیدا کرنے اور نسل بڑھانے کا ارادہ نہیں ہوتا، بس جنسی استمتاع مقصود ہوتا ہے، جب کہ نکاح کے عظیم مقاصد میں ایک نسل بڑھانا بھی ہے۔

(٣) اگر بچے پیدا ہوجائیں تو بعض مرتبہ ثبوت نسب کے مسائل بھی پیش آسکتے ہیں، ممکن ہے مرد نے وقتی شادی کی نیت کی ہو، اور نسب کا انکار کردے، یا نسب ثابت بھی ہوجائے تو اس کی تعلیم وتربیت کے ساتھ اس کے نفقہ کا مسئلہ بھی مشکلات پیدا کرسکتا ہے، جبکہ بچوں کا خرچ اور ان کا نفقہ شوہر پر لازم ہے۔

(٤) اس عقد میں خواتین کی تذلیل وتحقیر بھی پائی جاتی ہے، کیونکہ اس نکاح میں صرف اس کو فائدہ کی ایک چیز سمجھا جاتا ہے، جب جی چاہا استعمال کرلیا، اس کی رعایت ونگہداشت کی کوئی ضرورت نہ سمجھی، اور کبھی جی بھر جانے پر یا وقت گذر جانے پر طلاق بھی دے دیا۔

(٥) اس نام نہاد نکاح کے پس پردہ عورت کو اس کے ان حقوق سے دست بردار کردیا جاتا ہے، جو اسلام نے اس عقد کے تحت اسے دیا ہے، اس طرح نفقہ، سکنی، مبیت، وغیرہ جیسے کوئی شرعی احکام کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔

(٦) مردوں کو نکاح کی یہ سہولت دیکھ کر عین ممکن ہے کہ معاشرے میں اسی نکاح کا رواج بن جائے، اور عورت جب تک اپنے حقوق سے دست بردار نہ ہوجائے اسے کوئی مرد نہ ملے، اس طرح ایک سنگین صورت حال پیدا ہوجائے گی۔

(٧) نکاح مسیار میں ایک گونہ نکاحِ موقت سے مشابہت پائی جاتی ہے، کیونکہ نکاح مسیار میں بعض دفعہ عارضی اور وقتی شادی کی نیت ہوتی ہے، اسی طرح زوجین کا ہر وقت ساتھ نہ رہنا، ایک دوسرے کا تعاون نہ کرنا، بچے پیدا کرنے سے بھاگنا، یہ سب وہ امور ہیں جو اس نکاح کے وقتی اور عارضی ہونے کی جہت کو مضبوط بناتے ہیں، اور نکاح موقت کو جو چیز نکاح متعہ سے لاحق کرتی ہے وہ یہی چیز ہے کہ وہ وقتی ہوتا ہے۔

(٨) جس طرح سے یہ نکاح نکاح موقت کی طرح ہوجاتا ہے، اسی طرح یہ متعہ کی طرح بھی ہوجاتا ہے کہ بشکل مہر کچھ عوض دیا، اور استمتاع کیا، فقط، ظاہر ہے کہ شرعی نکاح کا یہ مفہوم ہرگز نہیں، گویا متعہ اور زنا کے لئے ایک شرعی جواز

ڈھونڈھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(۹) نکاح مسیار کو عام طور سے چپکے چپکے کیا جاتا ہے، جب کہ نکاح میں اصل یہ ہے کہ اس کی تشہیر او راس کا اعلان کیا جائے، جب کہ بعض فقہاء (حنابلہ) کے یہاں اعلان شرط ہے، تو اس طرح سے یہ سری نکاح کی طرح ہوجائے گا، اور عیاش طبقہ اس کی آڑ لے کر فحاشی پر جری ہوجائے گا۔

یہ اور ان جیسے اور بھی کئی مفاسد ہیں جو اس نکاح کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں، جس سے معاشرے کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا، اور اسلام نے جو سینکڑوں مصالح پر مبنی نکاح کا خوبصورت تحفہ دیا تھا اس کی روح فنا ہوکر رہ جائے گی، اور ایسی ایسی مشکلات سامنے آئینگی جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ نکاح مسیار کے بارے میں معاصر علماء کی آراء:

نکاح مسیار چونکہ معروف نکاح سے کچھ مختلف ہے، اور اس کے مفاسد واضح ہیں، دوسری طرف نکاح کی ساری شرطیں بظاہر پائی جاتی ہیں، اس لئے علماء کرام کی رائیں اس باب میں مختلف ہوگئی ہیں۔

اس باب میں علماء کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول:

علماء کرام کی ایک بڑی تعداد اس نکاح کو جائز قرار دیتی ہے، البتہ وہ اس نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے، اسے مکروہ اور خلاف اولی کہتے ہیں اس قول کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

۱۔ رابطہ عالم اسلامی کے تحت چلنےو الی اسلامک فقہ اکیڈمی کی اٹھارہویں اجلاس منعقدہربیع الاول ۱۴۲۷ھ مطابق اپریل ۲۰۰۶ء میں اس طرح کے نکاح کا تذکرہ کرکے یہ کہا گیا کہ یہ اور اس طرح کی دوسری نکاحیں صحیح ہیں جب کہ ان میں نکاح کے ارکان وشرائط پوری طرح موجود ہوں، لیکن یہ مناسب نہیں ہے (المختار فی زواج المسیار بحوالہ رابطہ عالم اسلامی ویب سائٹ)۔

۲۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی مشہور عالم دین نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے، انہوں نے اس موضوع پر ایک کتابچہ بھی تحریرفرمایا ہے، کہتے ہیں کہ میں اس کا داعی نہیں ہوں، لیکن مجھ سے سوال پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا، ایک مجلس میں ان سے پوچھا گیا تو جائز کہا لیکن پسندیدہ نہیں قرار دیا (زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ للقرضاوی،۸)۔

اس کے علاوہ شیخ عبد اللہ بن سلیمان بن منیع رکن ہیئۃ کبار العلماء باللمملکۃ العربیۃ السعودیہ، ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلی رکن فقہ اکیڈمی واستاذ فقہ واصول فقہ، شیخ سعود الشریم امام وخطیب مسجد الحرام، شیخ عبد الملک المطلق وغیرہ علماء سرفہرست ہیں (المختار فی زواج المسیار،۱۵۲۔۱۵۵، پر ان کے اقوال دیکھئے)۔

یہ حضرات اس نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں، لیکن پسند نہیں کرتے، مختلف احوال وظروف کے حساب سے اس کی اجازت دیتے ہیں۔

جواز کے قائلین میں بور بھی علماء کرام ہیں، اور ان کے کلام میں کسی طرح کی کوئی تقیید نہیں پائی جاتی، گویا وہ علی الاطلاق جائز قرار دیتے ہیں، کسی طرح کی کراہت نہیں سمجھتے، ان میں مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز مفتی اعظم سعودی عرب۔ ان کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ اخیر میں انہوں نے بھی اس کو ناپسند کیا تھا۔

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل شیخ مفتی اعظم سعودی عرب، شیخ نصر فرید واصل مفتی اعظم مصر، شیخ علی جمعہ مفتی اعظم مصر، شیخ محمد سید طنطاوی شیخ الازہر (حوالہ سابق،۱۵۶۔۱۶۴)۔

ان کے علاوہ اور بھی علماء ہیں جن کے کلام میں اطلاق پایا جاتا ہے۔

جواز کے دلائل:

۱۔ نکاح مسیار عام نکاح کی طرح شرعی نکاح ہے، جس میں تمام شرائط وارکان پائے جاتے ہیں، لہذا اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔

۲۔ حضرت سودہ کا قصہ معروف ہے کہ انہو ننے آخری عمر میں اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی تھی، اور اپنے حق سے دست بردار ہوگئی تھیں، اس نکاح میں بھی عورت اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہوجاتی ہے (صحیح مسلم کتاب الرضاع باب جواز ہبتہا نوبتہا لضرتہا، رقم الحدیث: ۱۴۶۳)۔

۳۔حضرت سودہ کی طرح کا واقعہ حضرت صفیہ کے بارے میں بھی منقول ہے، کہ نبی کریمﷺ کسی بات میں حضرت صفیہ سے ناراض ہوگئے تو انہوں نے حضرت عائشہ کو اپنی باری دے دی، اور منانے کے لئے کہا، چنانچہ پھر آپﷺ راضی ہوگئے (مسند احمد،مسند عائشہ صدیقہ، رقم الحدیث: ۲۴۶۴۰)۔

۴۔ چونکہ اس نکاح سے بھی بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، اور بہت سی مصلحتوں کا خون کیا جاتا ہے، اس لئے ان میں سے اکثر علماء نے اسے پسند نہیں کیا ہے۔

دوسرا قول:

علماء کرام کی ایک جماعت اسے ناجائز قرار دیتی ہے، او راس سے روکتی ہے، لیکن اگر اس طرح سے کوئی نکاح کرلے تو اکثر کے نزدیک نکاح معتبر ہے، جب کہ بعض ایسے بھی ہیں جو اس طرح کے نکاح کو معتبر نہیں مانتے۔

عدم جواز کے قائلین:

۱۔ محدث عصر شیخ محمد بن ناصر البانی: اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے

فرمایا: اس نکاح میں بہت سے نقصانات ہیں، سرفہرست بچوں کی تربیت واخلاق پربرا اثر پڑنا ہے (المختار فی زواج المسیار،١٦٥)۔

٢۔ استاذ دکتور عمر بن سلیمان الاشقر: ان کا کہنا ہے کہ یہ زنا سے دور نہیں ہے، اس کی مذمت بیان کرنی چاہئے اور اس سے روکا جانا چاہئے (مستجدات فقہیہ فی قضایا الزواج والطلاق: سلیمان الاشقر،١٦٢)۔

٣۔ ڈاکٹر ابراہیم فاضل، استاذ کلیۃ الشریعۃ والقانون عمان۔

٤۔ ڈاکٹر محمد عبد الغفار الشریف، معتمد کلیۃ الشریعہ کویت۔

٥۔ شیخ عبد العزیز المسند ، مشیر وزارت تعلیم سعودی عرب (المختار فی زواج المسیار،١٦٦۔١٦٧)۔

٦۔ بنوری ٹاؤن کراچی کے فتوی میں بھی اس کو ناجائز کہا گیا ہے۔

یہ اور ان کے علاوہ اور بھی علماء ومفتیان ہیں جو اس نکاح کو مقاصد شریعت کے مخالف ایک مضحکہ اور ایک کھیل سمجھتے ہیں، جس کے ذریعہ اسلامی معاشرے کی پاکیزگی کو متاثر کیا جارہا ہے۔

عدم جواز کی دلیل:

ان حضرات کے سامنے اس نکاح کی وہ تمام خرابیاں ہیں جو پیچھے مفاسد کے عنوان کے تحت گذر چکی ہے، جس میں یہ صراحت کی جاچکی ہے کہ یہ اسلام میں مشروع نکاح کے کسی مقصد کی تکمیل نہیں کرتا، بلکہ اس کے برعکس اس میں کئی شرعی احکام کی خلاف ورزیاں پائی جاتی ہیں، اسی طرح حقیقی معنی میں یہ متعہ اور نکاح موقت کی طرح ہے، اور عقود میں معانی ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے، لہذا یہ کسی بھی طرح شرعی اسلامی نکاح نہیں ہوسکتا۔

تیسرا قوال:

فریقین کے دلائل اور ان کی بحثوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ لوگوں نے مسئلہ میں توقف اختیار کیا ہے۔

ان میں چند یہ نام ہیں:

١۔ شیخ محمد بن صالح عثیمین، رکن ہیئۃ کبار العلماء بالمملکۃ السعودیہ، یہ پہلے جواز کا فتوی دیتے تھے، پھر رک گئے، انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ابتدا میں ہم نے اس کو آسان سمجھا تھا، اور ہم یہ کہتے تھے کہ ان شاء اللہ اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن بعد میں جب اس کے نتائج بد سے مطلع ہوئے تو ہمیں رکنا پڑا۔

٢۔ ڈاکٹر محمد فالح مطلق، استاذ جامعہ یرموک اردن، کہتے ہیں: میری رائے مسئلہ میں توقف کی ہے، کیونکہ یہ زنا نہیں کہ حرام قرار دیں، اور نہ ہی اسے جائز قرار دے سکتے ہیں کہ اس میں بڑے مفاسد ہیں (حوالہ سابق،١٧٠۔١٧٢)۔

خلاصہ بحث:

نکاحِ مسیار کی صورت وحقیقت کا تعارف ہوا، اس کے مصالح ومفاسد بھی گذرے، اس کو جائز اور ناجائز کہنے والوں کی دلیلیں بھی آچکیں، ان تمام تگ ودو سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نکاح مسیار بظاہر شکل وصورت کے لحاظ سے معروف نکاح کی طرح عام اسلامی نکاح ہی ہے، لیکن اس کے نتیجے میں کچھ ایسی خرابیاں وجود میں آتی ہیں جن کے منفی اثرات کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اسی لئے ایک فریق نے اسے ناجائز سمجھا، او رجن لوگوں نے اس کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے اس کی اجازت دی انہوں نے بھی اس کو حوصلہ افزائی نہیں کی، اور اسے مکروہ سمجھا۔

لہٰذا عمومی سطح پر اس کی اجازت یا جواز کا فتوی ہرگز نہیں دیا جاسکتا، بقدر امکان اس سے لوگوں کو روکنے کی کوشش کی جائے گی، البتہ بعض احوال وظروف میں اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، لیکن اس کا فیصلہ مبتلی بہ پر ہرگز نہیں چھوڑا جاسکتا، بلکہ عام آدمی کو چاہئے کہ معروف طریقے سے عام مسلمانوں کی ڈگر پر چلتے ہوئے نکاح کا فریضہ پورا کرے، لیکن اگر کوئی ایسی استثنائی صورت حال سے وہ دوچار ہے، اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ نکاح مسیار سے اس کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے تو کسی معتمد ومعتبر عالم دین سے اپنے حالات بیان کرکے اس نکاح کا حکم معلوم کرسکتا ہے۔

نکاح مسیار کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم

مفتی شکیل منصور القاسمی•

زوجین کے درمیان نکاح سے حاصل ہونے والا تعلق صرف شہوانی نہیں، بلکہ جسم وروح کا رشتہ ، دائمی وابستگی اور بدن ولباس جیسے لازمی ارتباط پر مبنی مقدس تعلق ہونا چاہیے۔

چند بلند ترین مقاصد کے حصول کے لئے عمل میں آنے والا دیرپا اور بابرکت رشتہ ‘‘حل استمتاع ’’ کو شرعا ‘‘نکاح ’’ کہتے ہیں۔

جائز اور مباح النکاح لڑکی (غیر محرم)سے ، عاقدین کی رضامندی، ایجاب وقبول کے ساتھ ،شرعی گواہوں کی موجودگی میں ، غیر محدود مدت کے لئے، لڑکی کے سرپرست کی موجودگی اور اعلان نکاح (حنفیہ کے یہاں یہ شرط ضروری نہیں) کے ساتھ منعقد ہونے والا ہر نکاح اصولا صحیح ہوگا۔

جس عقد میں ان شرعی شروط کا لحاظ نہ کیا گیا ہو وہ اسلامی اور شرعی نکاح نہ ہوگا۔

عرصہ دراز سے عالم عرب میں ایک نکاح کا طریقہ رائج ہے جو نکاح مسیار (زواج مسیار) جیسے نام سے معروف ہے۔اس مخصوص نام کے ساتھ نکاح کی کوئی شکل عہد اسلاف میں موجود نہیں ، یہ نو ایجاد نام ہے ۔ اس کی حمایت ومخالفت میں اب تک بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ اور گرما گرم بحثیں ہوچکی ہیں۔

‘‘سار یسیر سیرا’’ کے معنی ہیں چلنا، سفر کرنا ۔

عرب کہتے ہیں :

‘‘سار الرجل يسير سيراً. وتسيراً ومسيرة وسيرورة إذا ذهب، ويقول العرب:سار الكلام أو المثل فهو سائر وسيَار إذا شاع وانتشر وذاع. والمثل السائر الجاري الشائع بين الناس’’۔

‘‘مسیار’’ ‘‘مفعال’’کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے ۔بمعنی بہت زیادہ چلنے والا۔

بہت زیادہ چلنے والے آدمی کو ‘‘رجل مسیار’’ و ‘‘رجل سیار’’ کہتے ہیں (المفردات في غريب القران، الأصفهاني: أبوالقاسم ، ٢٤٧، لسان العرب، ابن منظور ٢٥٢،٢، المعجم الوسیط، ابراہیم انیس ٤٦٧،١)۔

‘‘مسیار’’ بمعنی مسافرت یا آسانی سے بھی مشتق ہوسکتا ہے۔

مرد حالت مسافر وملازمت میں کسی غیر ملک میں کام کے سلسلے میں جائے پھر

• بیگو سرائے، بہار۔

اسے وہاں نکاح کی حاجت ہو تو طلاق کی نیت سے نکاح کرلے، یعنی دل میں یہ سوچے کہ جب میں سال دو سال دس سال بعد واپس آئوں گا تو طلاق دیدوں گا۔

عورت نان نفقہ کے حق اور ساتھ رہنے کے حق وغیرہ سے دستبردار ہوجائے۔ بیوی اپنے میکے ر ہے اورمرد کو جب موقع ملے بیوی سے اس کے میکے آکے یا کچھ وقت کے لئے ساتھ میں کہیں دوسری جگہ لے جاکر (غالبا یہیں سے ''مسیار '' نام پڑا ہو) حلال طریقے سے جنسی ضروریات پوری کرلے تو اسے ''نکاح مسیار '' اور عربی میں ''زواج مسیار '' کہتے ہیں۔

خلیج اور نجد کے بعض دیہی علاقوں میں صرف گزرنے اور معمولی مدت کے لئے ٹھہرنے کے لئے بھی ''مسیار '' کا اطلاق ہوتا ہے۔

چونکہ نکاح مسیار میں شوہر سسرال میں قلیل مدت کے لئے آتاجاتا ہے اسی لئے اسے مسیار کہتے ہیں ۔

عموما یہ نکاح جانبین کی رضامندی، ولی کی موجودگی، ایجاب وقبول، شرعی گواہوں اور اعلان کے ساتھ ہوتا ہے! اس لئے فقہی اعتبار سے اس کی صحت وانعقاد سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

اس میں مدت نکاح کی تحدید بھی نہیں ہوتی ، کہ متعہ کے مماثل قرار پائے ، نسب کا الحاق بھی شوہر سے ہوتا ہے۔ہاں سال دو سال بعد واپسی کے وقت طلاق دینے کی نیت ہوتی ہے، تو ایسی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا ۔

فی العنایۃ علی ھامش فتح القدیر (٢٥٠/٣): ''واستشکل ھذہ المسئلۃ بما إذا شرط وقت العقد أن یطلقھا بعد شھر، فإن النکاح صحیح، والشرط باطل ولا فرق بینھا وبین مافیہ، وأجیب بأن الفرق بینھما ظاھر؛ لأن الطلاق قاطع للنکاح فاشتراط بعد شھر لینقطع بہ دلیل علی وجود العقد مؤبدا، ولھذا لومضی الشھر لم یبطل النکاح، فکان النکاح صحیحا --- والشرط باطلا وأما صورۃ النزاع فالشرط إنما ھو فی النکاح لافی قاطعہ''۔

وفی الشامیۃ (٥١/٣): ''(قولہ: ولیس منہ الخ) لأن اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبدا وبطل الشرط، بحر''۔

''فتح القدیر''میں ہے:

''أما لوتزوج، وفي نیته أن یطلقها بعد مدة نواها صح ''(١٥٢\٣، ھکذا في الدر المختار٥١\٣)۔

عورت نے جو نفقہ وسکنی کے حقوق معاف کئے ہیں وہ معاف نہیں ہونگے، بلکہ بدستور شوہر کے ذمے باقی رہینگے۔

اصولا تو یہ نکاح جائز ہے، لیکن چونکہ اس رشتے میں دوام نہیں ہے اور ابغض المباحات ''طلاق '' دینے کی نیت بھی ہے،اس لئے نکاح مسنون کی روح سے ہم آہنگ نہ

ہونے اور عمرانی حقوق کے خاطر خواہ تحفظ کا ضامن نہ ہونے کی وجہ سے اس طریقہ نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی اور حتی الامکان ایسے نکاح سے اجتناب کی ضرورت ہے ۔

رابطہ عالمی اسلامی OIC کے تحت جدہ سعودی عربیہ میں قائم اسلامک فقہ اکیڈمی ‘‘مجمع الفقه الاسلامي’’ نے نکاح کے مروجہ طریقوں کے بارے میں یوم الخمیس / ١٥/ ربیع الاول / ١٤٢٧ھ الخمیس ١٣أبریل ٢٠٠٦ ءکو غور وخوض کے لئے اجلاس عام بلایا تھا۔ اس اکیڈمی میں اسلامی ممالک کے نامور چوٹی کی علمی شخصیات کی نمائندگی ہے۔ پاکستان سے مفتی تقی عثمانی صاحب، مادر وطن سے فقیہ اسلام حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ تاحیات ممبر رہے۔

اٹھارویں اجلاس مکہ میں عالم اسلام کی ممتاز شخصیت ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلی رحمہ اللہ کے زیر صدارت منعقد ہواتھا جس میں موضوع پہ غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد صدر اجلاس کی طرف سے یہ متفقہ اعلامیہ جاری ہوا تھا :

‘‘المجمع الفقهي الإسلامي برابطة العالم الإسلامي، الدورة الثامنة عشرة المنعقدة بمكة المكرمة نظر المجمع في موضوع "عقود النكاح المستحدثة" وبعد الاستماع إلى البحوث المقدمة والمناقشات المستفيضة قرر ما يأتي:

يؤكد المجمع أن عقود الزواج المستحدثة، وإن اختلفت أسماؤها وأوصافها وصورها لابد أن تخضع لقواعد الشريعة المقررة وضوابطها من توافر الأركان والشروط وانتفاء الموانع..

وقد أحدث الناس في عصرنا الحاضر بعض تلك العقود المبينة أحكامها فيما يأتي:

١ / إبرام عقد زواج تتنازل فيه المرأة عن السكن والنفقة والقسم أو بعض منها وترضى بأن يأتي الرجل إلى دارها في أي وقت شاء من ليل أو نهار، ويتناول ذلك أيضا..إبرام عقد زواج على أن تظل الفتاة في بيت أهلها، ثم يلتقيان متى رغبا في بيت أهلها أو في أي مكان آخر حيث لا يتوافر سكن لهما ولا نفقة. هذان العقدان، وأمثالهما صحيحان إذا توافرت فيهما أركان الزواج وشروطه وخلوه من الموانع، ولكن ذلك خلاف الأولى’’ (الخمیس / ١٥/ ربیع الأول / ١٤٢٧ھ الخمیس ١٣أبریل٢٠٠٦ء)۔

اسلامک فقہ اکیڈمی اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ شادی کے نئے عقد کو اگرچہ اس کے نام اور اوصاف وصورتیں مختلف ہوں شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ قواعد وضوابط کے تابع ہونا چاہئے ۔اور اس میں ارکان وشروط پورے ہوں۔اور موانع سے خالی ہوں ۔

عصر حاضر میں لوگوں نے بعض عقد ایجاد کرلئے ہیں جس کے احکام درج ذیل ہیں:

ایسا عقد زواج جس میں عورت رہائش، خرچ اور تقسیم یا کچھ دوسرے حقوق اپنی مرضی سے ختم کردے کہ مرد جب چاہے دن یا رات میں اس کے پاس آسکتا ہے ۔اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ایسا عقد نکاح جس میں عورت اپنے گھر والوں کے ساتھ میکے

میں ہی رہے۔ اور میاں بیوی جب چاہیں عورت کے میکے یا کسی اور جگہ مل لیں۔ اس طرح خاوند بیوی کو نہ رہائش دے نہ ہی خرچ وغیرہ۔ یہ دونوں عقد صحیح ہیں۔ اور اس طرح کے دوسرے عقد اس وقت صحیح ہونگے جب اس میں شادی کے ارکان وشرائط موجود ہوں اور کوئی مانع موجود نہ ہو ۔لیکن یہ نکاح خلاف اولی ہے۔ایسا نکاح جائز ہے چاہے اسے مسیار کا نام دیا جائے چاہے کچھ اور)

نکاح مسیار کو جائز کہنے والوں میں سعودیہ کے سابق مفتی اعظم شیخ عبد العزیز ابن باز، شیخ عثیمین ، امام حرم مکی شیخ سعود الشریم ، سابق امام ازہر سید طنطاوی اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں

جبکہ ناجائز کہنے والوں میں پروفیسر ڈاکٹر قرۃ داغی اور البانیہ سے تعلق رکھنے والے شیخ ناصر الدین البانی سر فہرست ہیں ۔

جامعہ بنوریہ کراچی کے دارالافتاء سے نکاح مسیار کو اصولا جائز جبکہ مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ کہتے ہوئے اس سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی گئی ہے (دیکھئے فتوی نمبر ۹۸۸۱ مجریہ ۱۵ محرم ۱٤۳۲ ہجری موافق ۲۰۱۰/۹/۲۹)۔

شرعی گواہوں کے سامنے محدود و متعین مدت کے لیے کیے جانے والے عقدِ نکاح کو نکاح مؤقت کہتے ہیں ۔ نکاحِ موقت میں نکاح کی تمام شرائط گواہ، ایجاب وقبول مہر وغیرہ پایا جاتا ہے فقط تابید (دوام) نہیں ہوتی جس کے باعث باطل ہے۔ جمہور فقہاء وائمہ متبوعین کے یہاں بعض جزوی رسمی فرق کے سوا نکاح مؤقت متعہ ہی کی ایک قسم ہے؛ اس لئے یہ شرعاً باطل ہے۔

متعہ اور موقت میں سب سے بڑا فرق تو یہی ہے کہ موقت میں تمام شرائطِ نکاح ہوتی ہیں فقط توقیت اسے باطل کردیتی ہے جبکہ متعہ میں نہ گواہ ہوتے ہیں نہ دیگر شرائطِ نکاح۔ متعہ میں مدت کی تعیین لازمی نہیں، جبکہ موقت میں انتہاءِ عقد کی مدت معین ہوتی ہے۔ اور مدت پوری ہوتے ہی نکاح ازخود ختم ہوجاتا ہے ۔نکاح موقت میں نکاح اور تزویج وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جبکہ متعہ میں عموماً (لازم نہیں ہے) تمتع کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

قدوری (ص۱۷۹)میں ہے :

''ونكاح المتعة والموقت باطلٌ۔ وتحته فی هامش القدوری: قوله المتعة فی المنافع صورته أن يقول خذی هذه العشرة لاتمتع بك أو لاستمتع بك أو متعينی بنفسك أياماً. والنكاح المؤقت أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين عشرة أيام أو شهرا أوسنة ونحوها والفرق بذكر لفظ التزوج فی المؤقت دون المتعة، وكذا بالشهادة فيه دون المتعة. وفی المحيط: كل نكاح موقت متعة''۔

علامہ ابنِ عابدین شامی نکاحِ مؤقت کے معنی ومفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے ارقام

فرماتے ہیں :

''وَمَعْنَاهُ الْمَشْهُورُ أَنْ يُوجَدَ عَقْدًا عَلَى امْرَأَةٍ لَا يُرَادُ بِهِ مَقَاصِدُ عَقْدِ النِّكَاحِ مِنْ الْقَرَارِ لِلْوَلَدِ وَتَرْبِيَتِهِ، بَلْ إلَى مُدَّةٍ مُعَيَّنَةٍ يَنْتَهِي الْعَقْدُ بِانْتِهَائِهَا أَوْ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ بِمَعْنَى بَقَاءِ الْعَقْدِ مَا دَامَ مَعَهَا إلَى أَنْ يَنْصَرِفَ عَنْهَا فَلَا عَقْدَ، فَيَدْخُلُ فِيهِ مَا بِمَادَّةِ الْمُتْعَةِ وَالنِّكَاحِ الْمُؤَقَّتِ أَيْضًا فَيَكُونُ مِنْ أَفْرَادِ الْمُتْعَةِ، وَإِنْ عَقَدَ بِلَفْظِ التَّزَوُّجِ وَأَحْضَرَ الشُّهُودَ''(ردالمحتار ٥١،٣، بیروت: دار الفکر)۔

(عرفِ عام میں (نکاحِ مؤقت) کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ایسا عقدِ نکاح کرے جس میں بچے کی پیدائش اور اس کی تعلیم و تربیت وغیرہ جیسے مقاصدِ نکاح کے حصول کا ارادہ نہ کیا گیا ہو، بلکہ مدتِ معینہ مکمل ہونے پر عقد بھی ختم ہو جائے۔ یا ایسا نکاح جس میں مدت تو متعین نہ کی گئی ہو، بلکہ یہ ارادہ کیا گیا ہو کہ عقد اس وقت تک قائم رہے گا جب تک شوہر اور بیوی اکٹھے رہیں گے، جب الگ ہو جائیں تو عقد ختم ہو جائے گا۔ نکاحِ متعہ، نکاحِ مؤقت اور متعین مدت کے لیے ہونے والے نکاح میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح ہونے والا ہر نکاح دراصل نکاحِ متعہ ہی ہے اگرچہ اس میں زوجیت کا لفظ استعمال کیا گیا ہو اور گواہ بھی حاضر ہوں۔

علامہ سمرقندی تحفۃ الفقہاء میں فرماتے ہیں :

''ولو قال الزوج أتمتع بك بكذا فرضيت أو قالت نعم لا ينعقد؛ لأنها لم توضع للتمليك، ولأن المتعة صارت منسوخة وهي عبارة عن النكاح المؤقت، وكذا لو قال زوجي نفسك مني إلى شهر كذا فقالت: نعم زوجت لا ينعقد النكاح عندنا، وعند زفر ينعقد النكاح ويلغو ذكر الوقت، وعندنا هو تفسير نكاح المتعة، وإنه منسوخ''(تحفة الفقهاء، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١١٩،٢)۔

بیشمار دینی وسماجی مقاصد کے تحت دائمی سکونت و استقرار کی نیت سے سے قائم کیے جانے والے جسم وجان کے پاکیزہ رشتے کا نام نکاح ہے، ہر ایسا نکاح جو خاص مدت کی شرط پر کیا جائے وہ شرعاً جائز نہیں ہے اور سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ ایسے مؤقت نکاح کی بناء پر قائم ازدواجی تعلق زنا کے مترادف ہے۔

نکاح موقت کے سلسلے میں بنیادی طور پر فقہاء کے تین اقوال ہیں :

(١) نکاح موقت توقیت وقت اور زوال تابید نکاح کے باعث متعہ ہی کی معنوی شکل ہے، اس لئے یہ باطل ہے، جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے ۔

(٢) نکاح موقت اپنی اصل کے اعتبار سے تو نکاح باطل ہے، لیکن اگر دخول ہوگیا تو اب نکاح فاسد کے زمرے میں داخل ہوجائے گا اور نکاح صحیح کے بعض آثار جیسے نسب ، مہر اور عدت وغیرہ ثابت ہوجائیں گے ۔

(٣) متعہ اور نکاح موقت میں تھوڑا فرق ہے

وہ یہ کہ نکاح موقت کر نے سے بھی نکاح موبد ہو جائے گا ، اور ہمیشہ کے لئے

نکاح ہو جائے گا، کیونکہ نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہو تا اور چند دن کے لئے نکاح کر نا گویا کہ چند دن کی شرط لگا نا ہے، اس لئے شرط ختم ہو جائے گی اور ہمیشہ کا نکاح باقی رہے گا یہ قول امام زفر کا ہے۔

بنایہ شرح ہدایہ (۶۵،۵)میں ہے :

''وقال زفر:هو صحيح لازم) ش:أي النكاح المؤقت صحيح، والتوقيت باطل طالت المدة أو قصرت، لأن النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة، لأنه أتى بالإيجاب، والشرط الزائد على ما يتم به النكاح، فصح الإيجاب وبطل الشرط م:(لأن النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة) ش: كما لو تزوجها بشرط أن يطلقها بعد شهر، وعن إبراهيم النخعي:النكاح يهدم الشرط والشرط يهدم البيع، وذلك؛ لأن النكاح من الإسقاطات لأن معناه سقوط حرمة البضع في حق الزوج إلا أنه شرع ملكا ضروريا لأجل شرعية الطلاق ولهذا لا يبطل بالشرط الفاسد''۔

اگر نکاح مطلق عمل میں آیا ہو ، مجلس نکاح اور صلب عقد میں کسی طرح کی کوئی زمانی تحدید نہ ہوئی ہو ، صرف دل میں نیت یہ ہو کہ دس پندرہ سالوں تک ساتھ رہنا ہے پھر طلاق دیدوں گا ، تو کیا فرقت وطلاق کو نیت میں چھپا کر اس طرح نکاح کرنا شرعا صحیح ہے یا نہیں ؟

تو اس سلسلے میں مذاہب فقہیہ کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے کہ طلاق (جو کہ ایک مباح شئی ہے) کو دل میں چھپانا یا اس کی نیت کرنا (جبکہ ہر لمحہ نیت بدلنے کا بھی امکان موجود ہے) نکاح پہ اثر انداز ہوگا یا نہیں ؟

تقریباً جملہ مذاہب فقہیہ کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے کہ اس نیت سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے ، کوئی وجہ شرعی ممانعت کی نہیں ہے۔ طلاق دینے کا حق شوہر کو ہمہ وقت رہتا ہے ، بندہ اور رب کے مابین اگر اس کی طرح کی کوئی نیت ہے بھی تو اسے غش ودھوکہ دہی نہیں کہا جاسکتا ، فقہاء اسلام نے نکاح بشرط الطلاق کے جواز کی بات لکھی ہے ، فتح القدیر میں ہے:

''لو تزوج المرأة، وفي نيته أن يقعد معها مدة نواها، صح؛ لأن التوقيت إنما يكون باللفظ''
(فتح القدير ۲۴۹،۳، مجمع الانہر ۲۳۱،۱، البحر الرائق شرح كنز الدقائق۱۰۸،۳)۔

''شرح النقایہ ''(۵۶۴،۱) میں ہے :

''أو تزوجها ناويا أن يقعد معها مدة، ولم يتلفظ بذلك في محل العقد، فالنكاح صحيح''۔

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے :

''ومن تزوج امرأة لا يريد إمساكها، إلا أنه يريد أن يستمتع بها مدة، ثم يفارقها، فقد روى محمد عن مالك أن ذلك جائز، وليس من الجميل ولا أخلاق الناس''(المنتقى شرح موطأ مالك للباجي ۳۳۵،۳)۔

تعلیق شبراملسي حاشیہ رملی میں ہے :

‘‘(ولا توقيته) حيث وقع ذلك في صلب العقد، أما لو توافقا عليه قبل، ولم يتعرضا له في العقد، لم يضر، ولكن ينبغي هنا كراهته، أخذا من نظيره في المحلل’’(حاشية نهاية المحتاج ۲۱۴،۶)۔

حنابلہ میں ابن تیمیہ ،ابن قدامہ اور ابن مفلح وغیرہم کا بھی جواز کا قول ملتا ہے ۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے تو نکاح باضمار نیت فرقت ، کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

‘‘وأجمعوا على أن من نكح نكاحا مطلقا ونيته أن لايمكث معها الا مدة نواها فنكاحه صحيح حلال وليس نكاح متعة، وإنما نكاح المتعة ما وقع بالشرط المذكور، ولكن قال مالك: ليس هذا من أخلاق الناس وشذ الأوزاعى فقال: هو نكاح متعة ولا خير فيه’’ (فتح الملہم ۵۵۱،۶)۔

‘‘قال ابن قدامة في المغني (۱۷۹،۷):فصل:وإن تزوجها بغير شرط، إلا أن في نيته طلاقها بعد شهر، أو إذا انقضت حاجته في هذا البلد، فالنكاح صحيح، في قول عامة أهل العلم؛ إلا الأوزاعي قال:هو نكاح متعة. والصحيح أنه لا بأس به، ولا تضر نيته، وليس على الرجل أن ينوي حبس امرأته، وحسبه إن وافقته، وإلا طلقها. انتهى ’’۔

‘‘وقال النووي في شرح صحيح مسلم (۱۸۲،۹): قال القاضي: وأجمعوا على أن من نكح نكاحاً مطلقاً ونيته أن لا يمكث معها إلا مدة نواها؛ فنكاحه صحيح حلال، وليس نكاح متعة، وإنما نكاح المتعة ما وقع بالشرط المذكور. ولكن قال مالك: ليس هذا من أخلاق الناس، وشذ الأوزاعي فقال: هو نكاح متعة ولا خير فيه. والله أعلم. انتهى’’۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں اجماع ہے اس بات پر کہ اگر ایک شخص مطلق نکاح کرے اور اس کی نیت ہو کہ وہ بیوی کے ساتھ مخصوص مدت جس کی اس نے نیت کی ہے سے زیادہ نہ رہے گا تو اس کا نکاح صحیح اور حلال ہے اور یہ نکاحِ متعہ نہیں۔ نکاح متعہ تو یہ ہے کہ مذکورہ نیت کی شرط لگائی جائے، لیکن امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ (بنیتِ طلاق نکاح) اخلاقیات میں سے نہیں ہے امام اوزاعی کا تفرد ہے کہ وہ فرماتے ہیں یہ بھی متعہ ہے اس میں کوئی خیر نہیں)۔

ان تمام فقہی تصریحات سے بخوبی واضح ہے کہ جو طلبہ مغربی ملکوں میں جاتے ہیں اور ان کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے طویل عرصہ وہاں مقیم رہنا پڑتا ہے ، ان ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہوتا ہے کہ ایک جوان شخص کا تجرد کے ساتھ پاکدامنی کی زندگی گزارنا بہت دشوار ہوتا ہے ، ان حالات میں اگر وہ وہاں عفت و پاکدامنی کے تحفظ کے لئے نکاح کر لیں اور ذہن میں یہ بات ہو کہ دس پندرہ سالوں کے قیام کے بعد وطن واپسی پہ طلاق دے کر رشتہ ختم کر دیں گے؛ تا کہ عورت کے لئے دوسرے نکاح میں کوئی دشواری نہ ہو اور مرد کو بھی نئی زندگی شروع کرنے میں پریشانی نہ ہو تو اس عذر کے تحت نکاح باضمار فرقت کی گنجائش ہے ، اسے نکاح بشرط الطلاق کہیں گے

جس کا جواز فقہاء کے یہاں مصرح ہے ، عرف ورواج میں اسے زواج مسیار کا عنوان دیں یا کچھ اور ! صحت پہ بہرحال فرق نہیں پڑتا ۔

اس صورت پر نکاح موقت کا اطلاق ہوتا ہے نہ متعہ کا ، جب ہر وقت طلاق دینے کا شوہر کو اختیار رہتا ہے تو اپنے اور رب کے مابین اس اختیاری حق کو منوی رکھنے میں کیا مضائقہ ہے ؟

لہذا عاجز کا خیال یہ ہے کہ اگر نکاح مسیار سطور بالا میں درج شرائط وارکان کی رعایت کے ساتھ انجام دیا گیا ہو تو شرعاً درست ہے، البتہ سماجاً اور معاشرتاً نکاح کی یہ صورت پسندیدہ نہیں ۔اس میں یک گونہ عورت کے جسمانی اور اس کی اولاد کی تربیتی واخلاقی حقوق کا استحصال ہے۔اور اگر نکاح شرعی کے قواعد وضوابط کا لحاظ کیے بغیر اس نکاح کو منعقد کیا گیا ہو پھر تو یہ سرے سے حرام وباطل ہی ہوگا ۔لیکن اس ذیل میں خوب واضح رہے کہ ضرورت کے تحت ثابت گنجائش کو قدر ضروت ہی مقدر مانی جاتی ہے ، بلا ضرورت محض شہوت رانی اور تعیش کے لئے اس گنجائش کا سہارا لینا شرمناک حرکت ہے جس کی ہماری شریعت میں گنجائش نہیں۔

سعودی عرب کے شیخ بن باز ۱۹۹۶ء میں اور بعدہ شیخ عثیمین نے اگر چہ ابتدائی طور پہ اسے جائز کہا تھا ؛ لیکن بعد میں اس سے ناجائز اور غلط فائدہ اٹھانے کی رسم پڑجانے کی وجہ سے وہ بھی توقف اختیار کرگئے تھے ۔

معاشرہ میں اس نکاح کا منفی اثر پڑنا یقینی ہے۔ اس لئے فقہی اعتبار سے گنجائش کے باوجود میں معاشرتاً اسے ناقابل قبول سمجھتا ہوں !

نکاح مسیار کا مفہوم اور اس کے شرعی احکام

مفتی محمد منصف بدایونی•

سوال نمبر ۱ کا جواب:

قدیم فقہاء کرام کے یہاں نکاح مسیار کا تو ذکر نہیں ملتا، البتہ نکاح متعہ اور نکاح موقت کا تذکرہ ہے اور یہ دونوں نکاح باطل ہیں، نکاح متعہ تو یہ ہے کہ مرد کسی عورت سے کہے کہ میں دس دن یا چند دن (دنو نکے تعیین کے بغیر) تم سے اتنے مال کے بدلہ فائدہ اٹھاٹا چاہتا ہوں یا وقت کا بالکل ذکر نہ کرے یوں کہے میں تم سے اتنے مال کے بدلہ فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔

''ونکاح المتعۃ باطل وہو أن یقول لامرأۃ: أتمتع بک کذا مدۃ عشرۃ أیاماً مثلاً أو یقول أیاماً أو لم یذکر أیاما بکذا من المال''۔

اور نکاح موقت یہ ہے کہ مرد کسی عورت سے دوگواہوں کی موجودگی میں یہ کہے کہ میں تم سے دس دن کے لئے یا سو سال کے لئے اتنے مال کے بدلے میں نکاح کرتا ہوں، ''والنکاح المؤقت باطل مثل أن یتزوج امرأۃ بشہادۃ شاہدین إلی عشرۃ أیام''۔

ان دونوں نکاح میں ابن الہمام نے چند فرق بیان کئے ہیں، ایک فرق شیخ الاسلام کے حوالہ سے اور کچھ خود بیان فرمائے ہیں:

۱۔ متعہ تو لفظ متعہ مثلاً ''أتمتع، أستمتع '' وغیرہ کے لفظ سے منعقد ہوتا ہے، یعنی جو 'م، ت، ع ' کے مادہ سے مشتق ہو، او رنکاح موقت کا لفظ نکاح یا تزویج سے کیا جاتا ہے۔

۲۔ متعہ میں گواہ مشروط نہیں ہوتے ہیں اور نکاح موقت میں گواہ شرط ہوتے ہیں۔

۳۔ متعہ میں مدت کی تعیین ضروری نہیں ہوتی اور نکاح موقت میں تعیین ضروری ہے۔

''قال شیخ الإسلام فی الفرق بینہ وبین النکاح الموقت أن یذکر الموقت بلفظ النکاح والتزویج، وفی المتعۃ أتمتع أو استمتع، یعنی ما اشتمل علی مادۃ متعۃ، والذی یظہر مع ذلک عدم اشتراط الشہود فی المتعۃ وتعیین المدۃ وفی المؤقت الشہود وتعیینہا''۔

پھر ابن الہمام نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ متعہ اور نکاح موقت معنوی اعتبار سے دونو نایک ہیں اور حضرات صحابہ کرام کے زمانہ میں یہ فرق نہیں تھا کہ لفظ متعہ سے ہوگا تو متعہ اور نکاح وتزویج سے ہوگا تو موقت بس اتنا کافی ہے کہ متعین وقت کے لئے ہے تو حرام ہے اور اگر ہمیشہ کے لئے ہے تو نکاح جائز ہے۔

• استاذ حدیث ومفتی مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ، یوپی۔

''والحاصل أن معنى المتعة عقد موقت ينتهى بانتهاء الوقت فيدخل فيه ما بمادة المتعة، والنكاح الموقت أيضاً فيكون النكاح الموقت من أفراد المتعة'' (فتح القدير۳،۲۳۷)۔

اور جب یہ دونوں ایک ہیں تو ان کی حرمت اللہ کے رسولﷺ نے فرمادی تھی غزوہ خیبر اور فتح مکہ کے موقع پر دو مرتبہ، یعنی ان کی حلت دو مرتبہ منسوخ ہوئی ہے۔

''وأما دليل النسخ بعينه فما فى صحيح مسلم أنه ﷺ حرمها يوم الفتح، وفى الصحيحين أنه ﷺ حرمها يوم خيبر، والتوفيق أنها نسخت مرتين'' (فتح القدير۳،۳۳۸)۔

نکاح مؤقت کی ایک صورت، علامہ ابن الہمام نے ترمذی کے حوالہ سے لکھا ہے، انہو ننے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ شروع اسلام میں متعہ تھا، اس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ کوئی مرد اپنی کسی ضرورت کے لئے کسی ایسے شہر میں جاتا کہ جہاں اس کی کوئی جان پہچان نہیں ہوتی اور اسے وہاں رکنا ہوتا تو وہ وہاں کی عورت سے نکاح کرلیتا، اتنے دنوں کے لئے جتنے دنوں اسے وہاں رکنا ہے، تاکہ وہ عورت اس کے کام آئے اور اس کا ساز وسامان بھی محفوظ ہوجائے یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، ''والذين هم لفروجهم حافظون إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم'' (سورة المعراج: ۲۹-۳۰)۔

اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں صراحت فرمادی کہ جماع صرف دو طریقہ سے حلال ہے:(۱) نکاح، (۲)دوسرے ملک یمین سے، اور متعہ نہ نکاح ہے نہ ملکِ یمین، اس لئے یہ ناجائز اور حرام ہے، ''روى الترمذى عن ابن عباسؓ أنه قال: إنما كانت المتعة فى أول الإسلام كان الرجل يقدم البلدة ليس له بها معرفة، فيتزوج المرأة بقدر ما يرى أنه مقيم فتحفظ متاعه وتصلح له شأنه، حتى إذا نزلت الآية، ''إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم'' قال ابن عباس: فكل فرج سواهما فهو حرام'' (فتح القدير۳،۲۳۹)۔

الغرض قدیم فقہاء کرام کے یہاں نکاحِ مسیار تو نہیں، البتہ اس سے ملتا جلتا نکاحِ موقت ملتا ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔

سوال نمبر ۲ کا جواب:

نکاح یا نکاح مسیار کی صورت: ایک عاقل بالغ مسلمان آدمی کا نکاح مندرجہ ذیل شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) نکاح لفظ نکاح یا تزویج یا ان جیسے الفاظ ہوں، لفظ متعہ سے نہ ہوں، ''وينعقد بلفظ النكاح والتزويج والهبة والتمليك'' (ہدایہ مع فتح القدير۳،۱۸۶)۔

(۲) کم از کم دو عاقل بالغ مسلمان گواہوں کی موجودگی میں ہو، ''ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين''۔

(۳) وقت کی کوئی تعیین وتحدید نہ ہو، ''أما لو تزوج وفى نيته أن يطلقها بعد مدة نواها

صح" (فتح القدیر۳،۲۴۰)۔

ان شرطوں کے ساتھ اگر نکاحِ مسیار کیا گیا ہے تو جائز ہے۔

نکاح مسیار کے اسباب: نکاح مسیار کے عموماً وہی اسباب ہوتے ہیں جو سوالنامہ میں الف، ب ، ج، د، ہ، اور ط کے تحت لکھے ہوئے ہیں۔

الف: عالم عرب میں خصوصاً اور بعض دوسرے علاقوں میں بھی غیر شادی شدہ کنواری اور مطلقہ خواتین کی تعداد برھتی جارہی ہے اس کی ایک وجہ تو طلاق کی کثرت ہے اور دوسری وجہ عورت کےو لی کی طرف سے مہر کی کثیر رقم کا مطالبہ ہے اس صورت حال میں خواتین اس بات پر راضی ہوجاتی ہیں کہ کوئی مرد ان سے پہلی بیوی رکھتے ہوئے نکاح کرلے، اور شوہر کے حالات کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے۔

ب: بعض اوقات نکاح کی خواہشمند خواتین مختلف اسباب کے تحت اپنے والدین کے گھروں میں رہنا چاہتی ہیں مثلاً اس لئے کہ وہ تنہا والدین کی دیکھ بھال کرتی ہیں اگر وہ شوہر کے حسب منشا دوسری جگہ رہیں تو والدین کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

ج: کبھی اس لئے کہ انہیں پہلے شوہر سے بچہ ہوتے ہیں اور وہ اپنے بچوں کو لے کر اس دوسرے شوہر کے یہاں منتقل نہیں ہوسکتیں، اس لئے وہ شوہر سے صرف زن وشو کا خصوصی تعلق چاہتی ہیں۔

د: بعض شادی شدہ مرد اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے یہ نکاح کرتے ہیں، کیونکہ ایک بیوی سے ان کی ضرورت پوری نہیں ہوتی، بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی عورت تجرد کی زندگی گزار رہی ہے اور خود اس کے حالات کا تقاضا ہوتا ہے، کہ اس کو پاکیزہ زندگی عطا کرنے کے لئے اس سے نکاح کرلیا جائے اور اس پر کوئی مالی ذمہ داری بھی عائد نہ ہو۔

ہ: بعض اوقات شوہر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی دوسری شادی کو اپنی پہلی بیوی کے سامنے ظاہر نہ کرے، کیونکہ اسے یہ خدشہ ہے کہ اس سے ان کے درمیان تعلقات خراب ہوجائینگے۔

ط: مرد کثرت سے کسی خاص ملک کا سفر کرتا ہے، اور وہاں طویل مدت رہتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہاں بیوی کے ساتھ رہنے میں اس کے لئے زیادہ حفاظت ہے۔

یہ خود معاصر اہل علم کی کتابوں سے استفادہ کے بعد لکھے گئے ہیں، لہذا الگ سے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، گوگل پر ‘‘الاسلام سوال وجواب " کے نام سے ایک ایپ ہے جس کے مشرف عام شیخ محمد صالح المنجد ہیں، انہوں نے زواج المسیار، تعریفہ وحکمہ کے تحت ان مذکورہ اسباب کی وضاحت کی گئی ہے۔

سوال نمبر ۳ کا جواب:

اگر کسی عورت نے ایسے مرد سے نکاح کیا ہے جو اس کا کفو ہے ہر اعتبار سے، اور نکاح دو عاقل بالغ مسلمان گواہوں کی موجودگی میں کیا ہو اور وقت کی کوئی تعیین نہ ہو تو نکاح صحیح ہوجائے گا، البتہ اگر عورت نے کسی ایسے مرد سے نکاح کیا جو اس کا کفو نہیں ہے، مثلاً ایسے شخص سے نکاح کرلیا جو مال کے اعتبار سے کفو نہیں، یعنی وہ مرد مہر، نان ونفقہ پر قادر نہیں ہے یا دین کے اعتبار سے کفو نہیں ہے، مثلاً وہ جواری، شرابی ہے یا اس کے علاوہ کسی دیگر کھلے واضح عملِ فسق میں مبتلا ہے، تب اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا، ''وتعتبر فی المال، وہو أن یکون مالکا للمہر والنفقۃ ہکذا ہو المعتبر فی ظاہر الروایۃ حتی أن من لا یملکہا أو لا یملک أحدہما لا یکون کفواً'' (فتح القدیر ۳،۲۹۱)۔

اسی طرح دیگر وہ امور جن میں زوجین کے درمیان مساواۃ، یعنی کفاءت ضروری ہے ان میں سے کسی ایک میں کفاءت نہ پائی جائے تو اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا، تفصیل کے لئے دیکھئے (فتح القدیر ۳،۲۸۰)۔

البتہ عورت نے نکاح تو کیا اپنے کفو ہی سے مہر مثل کے بدلہ لیکن نکاح کے بعد اس نے مہر یا نان ونفقہ یا اپنا کوئی دوسرا حق معاف کردیا تو یہ اس کے لئے جائز ہے اس میں اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوگا مثلاً مبیت کو معاف کردے، ''ولا بأس بتزوج النہاریات، وہو أن یتزوجہا علی أن یکون عندہا نہاراً دون اللیل'' (فتح القدیر۳،۲۴۰)، ''وصح حطہا کلہ وبعضہ عنہ'' (درمختار، شامی باب المہر مطلب فی حط المہر والابراء منہ)۔

نکاح کو مخفی رکھنا: یہ بات آچکی کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے شہادت شرط ہے جب یہ شرط پائی جائے گی تو شریعت کی نگاہ میں وہ نکاح مخفی نہیں ہے اور اگر گواہوں کے بغیر نکاح کیا ہے تو نکاح ہی منعقد نہیں ہوگا، کیونکہ ضابطہ ہے: ''إذا فات الشرط فات المشروط''۔

سوال نمبر ۴ کا جواب:

علامہ سرخسیؒ نکاح کے چند مقاصد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس عقد کے ساتھ بے شمار دینی ودنیوی مصلحتیں متعلق ہوتی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں، عورتوں کی حفاظت ونگرانی، ان کا نان ونفقہ، زنا سے بچنا، اللہ کے بندوں اور رسول اللہ ﷺ کی امت کی کثرت جس کی وجہ سے بروز قیامت رسول اللہ ﷺ فخر فرمائینگے چونکہ نکاح کا سبب نسلِ انسانی کا بقا ہے جو اپنے وقت مقررہ تک کےلئے مقدر ہے اور یہ بقاء تناسل سے ہی ممکن ہے اور نکاحِ صحیح جائز تناسل کا ذریعہ ہے اور اس جائز تناسل کے ذریعہ جو بچے وجود میں آئینگے ان کی پرورش کی ذمہ داری والدین پر ہوتی ہے، بچہ کی عمر سات سال ہونے تک اگر لڑکا ہے اور نو سال ہونے تک اگر لڑکی ہے تو ماں کے ذمہ ہوتی ہے اگر دونو نکے درمیان علاحدگی ہوجائے اس زمانہ کے بعد پرورش

ونگہداشت کی ذمہ داری والد پر ہوتی ہے، لیکن والد اگر اپنی اس ذمہ داری سے بھاگتا ہے اور اس کو پورا نہیں کرتا تو وہ اس کا گنہگار ہوگا اور بچہ کی پرورش یا تو ماں کرے یا بچہ کے اولیاء کرینگے لہذا وہ نکاح جو مقاصد نکاح سے خالی ہو اور جس میں بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو کم از کم مکروہ ہوگا۔ قرآن کریم نے مقاصد نکاح کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ‘‘وأحل لكم ما وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين’’ (سورہ نساء : ۲۴)۔ یعنی حلال ہیں تمہارے لئے ان محرمات کے علاوہ عورتیں یہ کہ تم تلاش کرو مال کے بدلہ (نکاح میں مہر کے بدلہ) دراں حالانکہ تم پاکدامنی کا ارادہ کرنے والے ہو زنا کرنے والے نہ ہو، یعنی صرف شہوت کو پورا کرنا مقصد نہ ہو، بلکہ احصان وپاکدامنی اور حصول ولد ہو، اس لئے نکاح مسیار میں اگر بچوں کے ضائع ہونے کا غالب گمان ہو اور مقاصد نکاح فوت ہورہے ہوں تو ایسی صورت میں نکاح مکروہ ہونا چاہئے، یا ایسی صوت میں یہ چاہئے کہ نکاح مسیار کی مطلق اجازت نہ دی جائے، بلکہ عورت ومرد کے احوال دریافت کرنے اور جان لینے کے بعد کہ یہ دونوں حقوق نکاح اور مقاصد نکاح پورے کرینگے اجازت دی جائے۔

سوال نمبر ۵ کا جواب:

نکاح مسیار کے پانچ شرائط ہیں علماء عرب کے یہاں:

(۱) مرد وعورت دونوں رضامند ہوں، (۲) نکاح کی مدت کا تعین نہ کیا جائے، (۳) خاتون کا ولی موجود ہو، (۴) گواہ موجود ہوں، (۵) نکاح کا اعلان کیا جائے۔

مسلم ممالک کے مفتیان کرام نکاح مسیار کو جائز قرار دے چکے ہیں، چنانچہ مشہور عالم دین علامہ یوسف قرضاوی بھی جواز کے قائل ہیں، البتہ بیوی کے حقوق چھوڑنے کے حامی نہیں، نکاح مسیار کو جائز قرار دینے میں جس عالم دین کا نام سرفہرست ہے وہ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن بازؒ ہیں ان کے علاوہ شیخ ابن عثیمینؒ ، مصر کے سابق امام الازہر سید طنطاوی، سابق مفتی اعظم شیخ نصیر فرید، مسجد الحرام کے امام شیخ سعود شریم، صالح سدلان، شیخ منصور رفاعی عبید، احمد سلبی اور محمود عبد المتجلی خلیفہ قابل ذکر ہیں۔

۱۲،اپریل ۲۰۰۶ء کو ‘‘او آئی سی ’’ کے تحت جدہ میں قائم ‘‘مجمع الفقہ الاسلامی ’’نے اس حوالہ سے علماء کرام کا ایک خصوصی اجلاس بلایا تھا جس میں انہوں نے شادی کے اس نئے عقد کو اگرچہ اس کا نام واوصاف مختلف ہیں، شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ قواعد وضوابط کے تابع ہونے کی صورت میں جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ اس میں ارکان وشروط پوری ہوں اور وہ موانع سے خالی ہو۔

سوال نمبر ۶ کا جواب:

زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت وہی ہوگی جو

عام نکاح کی صورت میں پیدا ہونے والے بچوں کی ہوتی ہے، یعنی ان کا نسب باپ سے ثابت ہوگا اور اگر بیٹا ہے تو سات سال اور بیٹی ہو تو نو سال تک اپنی ماں کی پرورش میں رہے گی، البتہ ان کا خرچہ باپ پر لازم ہوگا اور یہ اپنے باپ کی میراث میں ویسے ہی حقدار ہونگے جیسے عام طور پر اولاد ہوتی ہیں، البتہ نکاح مسیار سے اولاد کے منفی نقصانات یہ ہوسکتے ہیں کہ ممکن ہے باپ بچہ کے نسب کا انکار کردے یا اگر بچہ کو اپنا نام دے بھی دے تو پرورش کے مسائل پیش آسکتے ہیں، کیونکہ شوہر اس صورت میں اولاد سے بے فکر رہتا ہے جس کی وجہ سے اولاد کی تربیت صحیح اور محکم طرقہ سے نہیں ہوگی اور وہ مکمل نشو ونما بھی نہیں پائے گی تو اس سے اس کی شخصیت پر منفی اثر پڑے گا، پس جو شخص ایسا ہو کہ وہ بعد میں بچوں کا انکار کردے گا تو ایسے شخص کے حق میں یہ نکاح مکروہ ہوجاتا ہے اور یہ قبیح لغیرہ میں داخل ہوگا۔

سوال نمبر ۷ اور ۸ کا جواب:

جو طلبہ مغربی ملکوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور طویل عرصہ تک رہتے ہیں تو اگر وہاں ان کو اپنی زندگی پاکدامنی کے ساتھ گزارنی ہو اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی ضرورت ہو تو اگر وہ نکاح کی استطاعت رکھتے ہوں تو نکاح کرلیں، اگر شادی کی استطاعت نہ ہو تو روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی پر قدرت رکھتا ہو وہ شادی کرلے، کیونکہ یہ نگاہ کو نیچے رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کے زیادہ قریب ہے اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا اس کو چاہئے کہ وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے۔

اور اگر پھر وہ وہ اس جگہ رہ کر خود کو زنا میں واقع ہونے سے مامون نہ سمجھیں تو ان کو مغربی ملکوں کے علاوہ کسی ایسی جگہ جاکر تعلیم حاصل کرنا چاہئے جہاں کا ماحول دینی ہو، کیونکہ اعلی تعلیم کے لئے مغربی ملکوں میں ہی پڑھنا ضروری نہیں لہذا اس کو عذر نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ اگرچہ فقہاء کرام نے نکاح مسیار کی گنجائش دی ہے، لیکن کہیں نہ کہیں اس میں نکاح موقت کا وہم ہوتا ہے، اس لئے کہ حقیقت میں کوئی بھی اس میں پوری زندگی کے لئے نکاح نہیں کرتا، بلکہ ذہن اور نیت میں یہ ہوتا ہے کہ کچھ مدت تک کےلئے کرنا ہے جس میں صرف طبعی تقاضہ کو پورا کرنا مقصود ہوتا ہے نہ کہ مقاصد نکاح کو او ریہی وجہ ہے کہ جن فقہاء کرام نے جواز کی گنجائش دی تھی وہ بھی اس کے جواز کے فتوے دینے سے توقف کرنے لگے ہیں، کیونکہ لوگوں نے اس کا غلط فائدہ اٹھانا شروع کردیا۔

نکاح موقت:

نکاح موقت کہتے ہیں کہ کوئی مرد کسی عورت سے دو بالغ عاقل مسلمان گواہوں

کی موجودگی میں کسی مدت کے لئے نکاح کرے البتہ اگر عقد نکاح کے وقت مدت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا نکاح کرنے والا مرد اپنی نیت میں رکھتا ہے کہ ایک مدت کے بعد میں طلاق دے دونگا تو یہ نکاح صحیح ہوگا نکاح موقت میں داخل نہیں ہوگا۔

''وقال الحنفیۃ أیضاً:من تزوج امرأۃ بنیۃ أن یطلقہا إذا مضی سنۃ لا یکون متعۃ'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۹؍۶۵۵۱)۔

''وقال المالکیۃ: أما لو أضمر الزوج فی نفسہ أن یتزوجہا ما دام فی ہذہ البلدۃ أو مدۃ سنۃ ثم یفارقہا فلا یضر، ولو فہمت المرأۃ من حالہ ذلک'' (الفقہ الاسلامی ۹؍۶۵۵۱)۔

البتہ حنابلہ کا مذہب اس میں بھی یہی ہے کہ یہ نکاح بھی باطل ہے اور مدت کو مخفی رکھنا ان کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسا کہ صراحت کرنا، ابن قدامہ حنبلی کا اختلاف ہے۔

''والمعتمد عند الحنابلۃ خلافاً لابن قدامۃ أن نیۃ الطلاق بعد مدۃ تبطل العقد کالتصریح بذلک'' (الفقہ الاسلامی ۹؍۶۵۵۱)۔

الغرض نکاح موقت اور متعہ دونوں چاروں ائمہ کے یہاں بالاتفاق ناجائز ہے۔

''اتفقت المذاہب الأربعۃ وجماہیر الصحابۃ علی أن زواج المتعۃ ونحوہ حرام باطل'' (الفقہ الاسلامی ۹؍۶۵۵۲)۔

''اتفق المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ علی أن لا فرق بین الاثنین فالنکاح الموقت ہو نکاح المتعۃ۔ والمشہور عند الحنفیۃ أن نکاح المتعۃ یشترط فیہ أن یکون بلفظ المتعۃ کان یقول لہما متعینی بنفسک أو أتمتع بک أو متعتک بنفسی ولکن بعضہم حقق أن ذلک لم یثبت، وعلی ہذا یکون نکاح المتعۃ ہو النکاح الموقت بلا فرق عند الجمیع، وسواء کان نکاح المتعۃ ہو عین نکاح الموقت أوغیرہ فہو باطل بالاتفاق'' (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۴؍۸۴)۔

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت شرعی نقطۂ نظر سے

مولانا محمد مصطفی قاسمی آواپوری•

جواب نمبر ۱ :

قدیم فقہاء عظام کے یہاں نکاح مسیار کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے، راقم السطور نے تمام کتب فقہ وفتاوی کی ورق گردانی کی ہے، مگر کہیں اس کا نہ تو ذکر خیر ملا اور نہ ذکر شر ملا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ یورپ وامریکہ کے تہذیب وتمدن کو فروغ دینے کا ذریعہ ہے، اس سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنے کی اشد ضرورت ہے، اللہ تعالی سے دعا گوہوں کہ ہم لوگوں کو اس ناروا، نامشروع، فعل قبیح سے بچائے، آمین یا رب العالمین۔

جواب نمبر۲:

فتوی کی بنا پر یہ نکاح مسیار جائز ہے، مگر تقوی کی بناپر اس طرح کے نکاح سے اجتناب کرنے کی اشد ضرورت ہے، ورنہ آگے چل کر یہ متعہ بن جائے تو ہم سب پر آفت آجائے گی اور مذہب اسلام کی جگ ہنسائی کا ذریعہ ووسیلہ ہوجائے تو قیامت کے دن میدان حشر میں ہم سب کی گرفت بہت ہی سخت ہوگی تو وہاں کیا جواب دینگے، اس معاملے میں بہت تدبر وتفکر کے بعد ہی احتیاطی پہلو پر فیصلہ اور فتوی صادر کیا جائے، فطرت اور نیچر کا تقاضا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت آپس میں شادی کرکے زندگی گزاریں۔ اسلام نے اس کے لئے نکاح کے طریقے کو اپنائے جانے پر زور دیا اور نکاح کی اہمیت بتاتے ہوئے کہا کہ اس سے عفت وعصمت کی حفاظت اور ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ نکاح اسلامی شریعت کا لازمی حصہ ہے، اس کے ذریعہ خاندان کی ابتدائی یونٹ قائم ہوتی ہے، شوہر بیوی اگر اچھے انسان اور اچھے شہری ثابت ہوں تو اس سے ایک بہتر سول سوسائٹی اور خوش گوار سماج بنتا ہے، تربیت یافتہ نسل تیار ہوتی ہے، مورل ویلیوز اور اخلاقی اقدار وروایات کی حفاظت ہوتی ہے، اسلام نے اس رشتے کو نہایت مقدس قرار دیا ہے۔

جواب نمبر ۳ :

نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سےدستبردار ہوجاتی ہیں، بعض دفعہ اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں، ان صورتوں میں ان کے اولیاء اپنے لئے ہتک محسوس کرتے ہیں، اس پس منظر میں بہ درجہ اولی نکاح مسیار میں ولی کو حق

• خادم مدرسہ اسلامیہ شکر پور، بھرواڑہ، دربھنگہ، بہار۔

اعتراض ہوگا (ہدایہ ۳۳۵،۲)۔

اس سلسلہ میں مولانا صدر الدین اصلاحیؒ یوں رقمطراز ہیں:

ایک عاقل بالغ مرد تو اپنا نکاح خود کرلینے کا پوری طرح اہل اور مجاز ہے، لیکن جہاں تک بالغ لڑکیوں اور عورتوں کا تعلق ہے، معاملہ قدرے مختلف ہے، کیونکہ ان کے نکاح کے معاملہ میں ان کے اولیاء ''سرپرستوں '' کی رضامندی اور اذن کو بھی خاصا دخل حاصل ہے، دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ عاقل بالغ ہونےکے باوجود اپنے نکاح کے معاملے میں اس طرح آزاد اور خود مختار نہیں ہیں جس طرح مرد ہیں، ان کی یہ آزادی اور خود مختاری کسی حد تک محدود ہے اور ان کے اولیاء کو ان کے نکاح کے معاملے میں کہاں تک دخیل ہونے کا حق ہے، اس بارے میں علماء اسلام کی رائیں مختلف ہیں۔

حنفی علماء کے نزدیک عورت جب سن بلوغ کو پہنچ گئی تو اب اس کے شرعی ولی کو اس کے نکاح کے معاملے میں قانونی طور پر دخل دینے کا حق صرف اس حد تک رہے گا کہ اسے مہر مثل سے کم پر یا غیر کفو سے نکاح نہ کرنے دے، اور اگر اس نے ایسا کرلیا ہو تو عدالت سے رجوع ہوکر پہلی صورت میں مہر کو مہر مثل کے برابر کردے اور دوسری صورت میں اس نکاح کو فسخ کرالے، ولی کا حق مداخلت بس اسی حد تک محدود ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بالغ لڑکی، خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اپنی حیثیت کے مطابق مہر کے ساتھ کسی مرد سے جو اس کا ''کفو '' ہو از خود نکاح کرلیتی ہے او راس سلسلہ میں اپنے ولی کو رضا اور اذن بھی حاصل نہیں کرتی، تو وہ قانونا اس کی پوری طرح مجاز ہے، اگرچہ پسندیدہ اور مطلوب شکل پھر بھی یہی ہے کہ عورت اپنے ولی کی رضا اوراذن کے بغیر اپنا نکاح نہ کرے، بلکہ اس کے اذن سے او راسی کے اہتمام میں نکاح کرائے ''۔

شافعی، مالکی اور حنبلی علماء کے نزدیک اولیاء کا حق مداخلت بہت وسیع ہے، ان کی رائے میں عورت، خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اپنے ولی کے توسط کے بغیر نکاح کرہی نہیں سکتی، اگر کرلے گی تو وہ باطل اور کالعدم ہوگا، حتی کہ کچھ شرطوں کے ساتھ باپ کو اور بعضوں کے نزدیک باپ کی عدم موجودگی میں دادا کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ بالغ باکرہ یا نابالغ ثیبہ کا نکاح وہ اس کی رضامندی حاصل کئے بغیر از خود کردیں، البتہ بالغ ثیبہ کے بارے میں وہ اس طرح کا کلی اختیار نہیں رکھتے (نکاح کے اسلامی قوانین،۳۵۔۳۶)۔

آواپوری کی ذاتی رائے اس فیشن ایبل نکاح کے سلسلہ میں یہی ہے کہ ولی کو حق مداخلت حاصل ہے، اس لئے اس کو حق اعتراض ہوگا۔

جواب نمبر ۴ :

شریعت مطہرہ کے جو مقاصد نکاح سے متعلق ہیں میرے خیال میں نکاح مسیار سے

پورے ہوتے نہیں ہیں، بلکہ تفریح اور رنگ رلیاں منانا ہے، بچہ پیدا کرکے چھوڑ دے پھر اس کی تربیت ونشو ونما، خوراک وپوشاک اور اس کی تعلیم دلانے کا ذمہ دار کون ہوگا؟

بیوی سے حسن سلوک یہ نہیں کہ اس کی تکالیف کو دور کیاجائے، بلکہ ہر ایسی چیز کو اس سے دور کرنا بھی شامل ہے جس سے تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو اور اس کے غصہ اور ناراضگی کے وقت حلم کا مظاہرہ کرنا اور اسی معادلہ میں حضورﷺ کے اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھنا، حضورﷺ کی بعض ازواج مطہرات آپ کی بات کو بتقاضائے قدرت صورۃً نہ بھی مانتیں اور ان میں سے کوئی ایک رات تک گفتگو نہ کیا کرتی تھی، مگر آپ ان سے حسن سلوک ہی سے پیش آیا کرتے تھے (مکاشفۃ القلوب اردو، ۶۱۰-۶۱۱)۔

زبدۃ الخلاصہ:

اگر یہ بوائے فرینڈ اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ وہی رویہ اور سلوک روا رکھے جس طرح ہمارے سماج میں مروج ہے اور جس طرح ہم لوگ اپنی بیوی اور بچوں اور بچیوں کےساتھ شریعت مطہرہ کی روشنی میں اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں اور کررہے ہیں تو درست وصحیح ہے اور اگر وہ اپنا دامن ذمہ داری کے ادا کرنے سے بچاتے ہیں تو ایسی شادی غیر معتبر ہوگی، میرے خیال میں اس نکاح جدید کی اضطراری حالت میں ہی اجازت ہو، ورنہ بعد میں اس فتنہ کو بند کرنا کسی کے بس میں نہ رہے گا۔آج کل عالم عرب میں وہاں کے سماجی حالات کے تحت نکاح کی ایک خاص صورت رائج ہوگئی جس کو ‘‘نکاح مسیار ’’ کہا جاتا ہے۔ اگر شوہر نے یہ شرط لگا دی کہ وہ بالکل بیوی کے ساتھ وطی نہیں کرے گا، یایہ شرط لگائی کہ سال میں ایک بار ہی وطی کرے گا ، یا بالکل وطی ہی نہیں کرے گا، مگر رات میں فقط، یا دن میں فقط، یا یہ شرط لگائی کہ وطی کے بعد طلاق دے دے گا تو یہ نکاح باطل ہوگا، یعنی نکاح کالعدم ہوجائے گا، کیونکہ نکاح کا جو مقصد ہے یہ شرائط اس کے منافی ومغائر ہیں، بہ ایں وجہ اس نکاح کو ہی باطل کردیا جائے گا (اس کی تفصیلات دیکھئے: مغنی المحتاج ۵،۳۰۲-۳۰۳)۔

جواب نمبر ۵ :

نکاح مسیار کے متعلق ہمارے علم میں علماء ہند کی آراء اب تک منظر عام پر نہیں آئی ہیں، اس لئے اس کے اوپر خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں ہے۔

ب: نکاح مسیار سے متعلق ممتاز عرب علماء کی آراء بھی نظر سے نہیں گذری ہیں، اس لئے اس پر بھی خامہ فرسائی وقلم بند کرنے سے معذرت خواہ ہوں۔ شیخ علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ کے بارے میں کسی نے بتایا تھا کہ وہ نکاح مسیار کو حرام قرار دیتے ہیں۔

ج: نکاح مسیار سے متعلق مسلم حکومتوں کے کسی نظام وقانون کا علم کسی بھی ذرائع ابلاغ سے معلوم نہیں، اس لئے اس کے اوپر بحث ومباحثہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جواب نمبر۶:

جنسی قوت بھی انسان کی ایک پیدائشی قوت ہے، اور اس کی بھی حیثیت قدرتی طور پر وہی رہی ہے، جو دوسری تمام قوتوں کی ہے، یعنی وہ بھی ایک ایسی شئی ہے جسے خدائے حکیم وعلیم نے ایک خاص ضرورت کے تحت اور ایک خاص مقصد سے پیدا کیا ہے۔ اس لئے وہ یہ ہرگز پسند نہیں کرسکتا کہ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے، اس کے مطالبے کو پاکیزگی نفس کے لئے خطرہ سمجھا جائے، اور اس کی موت کو روحانیت کی زندگی کی شرط لازم ٹھہرالیا جائے، اس کے برعکس اس کی پسندیدگی اس بات میں ہے کہ اسے زندہ کار فرما رکھا جائے، اس لئے اسلام نے جو بجاطور پر اپنے کو دین فطرت کہتا ہے، نکاح کو، جو اس جنسی قوت کے تقاضوں کی تکمیل کا ایک ہی صحیح طریقہ ہے، نہ صرف پسند کیا ہے، بلکہ اس کی ترغیب اور تلقین فرمائی ہے، اور اس سے روگردانی کو قابل ملامت ٹھہرایا ہے .....نبی کریمﷺ کے ان فرمودات سے واضح طور پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نکاح، معروف معنوں میں ایک خالص دنیوی معاملہ ہونے کے باوجود اسلامی نظام شریعت کا جز ہے، ایک مشروع فعل ہے، سنت رسول ہے، طریقۂ انبیاء ہے، تجرد اور رہبانیت کی دین خداوندی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اسے پسند کرنا اور نکاح کو قابل اجتناب سمجھنا راہ راست سے کھلا ہوا انحراف ہے، اور ہادی اسلامﷺ نے ایسا رویہ اختیار کرنے والے کو اپنانہیں وغیرہ ٹھہرایا ہے، پس نکاح ایک ایسا عمل ہے جو سچے اسلام اور صحیح ایمان سے راست ربط رکھتا ہے .....گویا پوری حقیقت یہ ہے کہ نکاح کمالِ ایمان اور کمال اسلام کے لوازم میں سے ہے، نکاح کے شرعاً مطلوب ٹھہرائے جانے، اور کمال ایمان واسلام کے لوازم میں سے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک تمدن اور اجتماعیت کا وجود اس زندگی کے لئے ضروری ہے، جو انسان کو بسر کرنی چاہئے، زیادہ واضح لفظوں میں یہ کہ نوع انسانی کی تخلیق کی جو غایت ہے اورانسان کا جو حقیقی وظیفۂ حیات ہے، اس کی تکمیل ایک متمدن اور منظم سماج کے بغیر ہوہی نہیں سکتی، چونکہ نکاح مسلمہ طور پر تمدن واجتماع کی بنیادی اینٹ ہے، اس لئے بالکل قدرتی بات تھی کہ اسلام اسے شایان شان اہمیت دیتا، اور اپنے نظام شریعت کا لازمی جز بناتا (نکاح کے اسلامی قوانین،۱۰-۱۱)۔

نکاح مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت وہی ہوگی جو ہمارے بچوں کی ہوتی ہیں، ان کے والد ماجد کے اوپر لازم وواجب ہے اس کی پرورش وپرداخت، خوراک وپوشاک کا انتظام وانصرام، تعلیم وتربیت کا صحیح بندوبست واہتمام،

اچھا اور خوشنما ماحول مہیا کرنا، اس کے نفقہ کی ساری ذمہ داری کو پورا کرنا، جس طرح ہم لوگ اپنی اولاد کے ساتھ پوری ذمہ داری نبھاتے ہیں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ہیں، اسی طرح ان کو بھی پوری ذمہ داری پوری کرنی ہوگی، شریعت مطہرہ کا یہی حکم ہے تب جاکر اس کے مثبت پہلو ظاہر ہونگے، ورنہ منفی پہلو عیاں ہونگے، اور فوائد جو ہمارے معاشرے میں ظاہر ہوتے ہیں اور ہورہے ہیں وہی فوائد بھی ظاہر ہونگے اور اس کی جانب سے اپنا رخ موڑ لینگے تو اس کے بہت بڑے نقصانات بھی ہونگے جس طرح یورپ وامریکہ میں لاوارث بچوں کی شرارت وخباثت سے ماحول ابتر ہے اسی گندے ماحول کی مسموم ہوا پوری دنیا میں پھیل رہی ہیں ایسے ابتر ماحول سے اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین یا رب العالمین۔

جواب نمبر ۷ :

بہت سے عرب طلبہ مغربی ملکوں میں جاتے ہیں اور ان کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے طویل عرصہ وہیں مقیم رہنا پڑتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہے کہ ایک جوان شخص کا تجرد کے ساتھ پاکدامنی کی زندگی گزارنا بہت دشوار ہوتا ہے، ان حالات میں وہ وہاں نکاح کرلیتے ہیں، یہ نکاح ان کےلئے عفت وپاکدامنی کا ذریعہ بھی بنتا ہے، اور اس سے خاندانی زندگی کی سہولتیں بھی حاصل ہوتی ہیں، بہت سے نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ دس پندرہ سالجب تک اس ملک میں ان کا قیام رہے گا، وہ اس رشتہ کو باقی رکھینگے اور جب وہاں سے ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو واپس ہونگے تو طلاق دے کر رشتہ ختم کردینگے، تاکہ عورت کے لئے دوسرے نکاح میں کوئی دشواری نہ ہو اور مرد کو بھی نئی زندگی شرو ع کرنے میں پریشانی نہ ہو، کیونکہ اگر پہلے سے کوئی عورت نکاح میں ہو تو کوئی دوسری عورت عام طور پر اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتی، بہ درجۂ اولی نکاح کی اس صورت پر نکاح موقت کا اطلاق ہوگا اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اگر کوئی شخص دل میں یہ بات رکھے ہوئے ہو کہ ایک مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتہ کو ختم کردے گا تو بہ درجہ اولی اس صورت میں بھی یہ نکاح موقت کے دائرہ میں آئے گا۔

اس میں مرد وعورت باقاعدہ دوگواہوں کے سامنے نکاح کے لفظ کے ساتھ ایجاب وقبول کرتے ہیں، لیکن وہ ساتھ ہی یہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ایک مخصوص مدت کے لئے ہے، اس کے بعد یہ خود بہ خود ختم ہوجائے گا، یہ صورت شرعاً بالکل حرام ہے، اس طرح نہ نکاح منعقد ہوتا ہے اور نہ وظائف زوجیت کی ادائیگی جائز ہوتی ہے۔

اگر نکاح کرتے وقت ہی یہ شخص نیت کرلے کہ جب تک اس ملک میں رہینگے تب تک یہ ہماری بیوی رہے گی اور جب وہاں سے ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو واپس ہونگے تو بھی میری رفیقۂ حیات، شریک حیات غیر ملک میں ساتھ رہنے والی دل ربا کو ساتھ لے

کر جاؤں گا تب تو یہ نکاح درست ہوگا، اور اس کے ساتھ وظائف زوجیت کی ادائیگی وہاں بھی اور اپنے ملک میں بھی جائز رہے گی، اور اگر ایسی نیت نہ کی، بلکہ کام چلاؤ والی نیت کی جیسا کہ سوالنامہ میں مذکور ہے تو یہ صورت شرعاً بالکل حرام ہے، اس طرح نہ نکاح منعقد ہوگا اور نہ اس کے ساتھ مباشرت ومجامعت اور مواصلت ومقاربت کرنی جائز ہوگی۔

میری ذاتی رائے شریعت مطہرہ کی روشنی میں یہی ہے کہ یہ نکاح موقت کے زمرہ میں شامل ہے اس طرح کا نکاح شرعاً ناقابل قبول ہے۔

جواب نمبر ۸ :

نکاح موقت کی حقیقت یہی ہے کہ کوئی آدمی کسی عورت سے دو شاہد کی موجودگی میں نکاح کرے، دس دن کے لئے یا ایک ماہ کے لئے یا سال بھر کے لئے وغیرہ وغیرہ تو شرعی نقطۂ نظر سے اس طرح کا نکاح جائز نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے ساتھ جنسی تعلق جائز ہے، نکاح موقت طویل مدت کی ہو یا قصیر مدت کی ہو، موقت معلوم ہو یا موقت مجہول ہو کسی بھی حال میں اس طرح کا نکاح شرعاً درست وجائز نہیں ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۴۱،۳۴۲-۳۴۳، مغنی المحتاج۵،۱۳-۳۹۹)۔

''عن سعید بن جبیر أن ابن عباس قام خطیبا فقال:إن المتعۃ کالمیتۃ والدم ولحم الخنزیر، وذلک مبالغۃ فی التحریر، وبہذا کلہ یتضح أن نکاح المتعۃ أو النکاح الموقت باطل باتفاق المسلمین، وما نقل من إباحتہ فی صدر الإسلام، فقد کان لضرورۃ اقتضتہا حالۃ الحرب والقتال'' (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۴،۸۶، نیل الاوطار۶،۱۴۹-۱۵۴)۔

(حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ درحقیقت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جب منبر پر خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا: سچ مچ متعہ، مردار اور خون اور سور کے گوشت کے مانند حرام ہے، اور یہ بات آپ نے اس کی حرمت وقباحت میں مبالغہ کرکے لوگوں کو آگاہ کیا، اور یہ ساری بحث وتفتیش سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ فی الواقع متعہ یا نکاح موقت بہ اتفاق جمہور فقہاء عظام کے باطل ہے اور جو مشہور ہے کہ متعہ کی ابتداء اسلام میں اجازت تھی سو وہ ایک اہم تقاضا اور منشا کے تکمیل کی تھی جس کی بنا پر حالت جنگ وجدال میں اس کی اجازت دی گئی، آپ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر اس کو منع فرمایا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے سال غزوہ اوطاس کے موقع پر آپ نے اسے حرام فرمایا ''قیامت تک کے لئے منسوخ فرما دیا ''۔

ائمہ اربعہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک نکاح موقت درست وجائز نہیں ہے اور صاحبین کا بھی نقطۂ نظر یہی ہےبلکہ یوں کہا جائے جمہور فقہاء عظام کا اس کی حرمت پر اجماع

واتفاق ہے اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، ائمہ اربعہ کے نقطہ نظر کی مالہ وماعلیہ کی تفصیلات دیکھنی ہو تو ضرور بالضرور عبد الرحمن بن محمد عوض الجزریؒ کی کتاب ''کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۴،۸۴-۸۸ کا دل لگا کر گہرائی وگیرائی کے ساتھ مطالعہ کرلیا جائےساری الجھنیں اور پریشانیاں دور ہوجائینگی ان شاء اللہ (نیل الاوطار ۶،۱۴۹-۱۵۴)۔

زبدۃ الخلاصہ:

اسلام تو بالکل مکمل واکمل مذہب ہے اس میں نہ تواب کوئی چیز اضافہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اس میں کمی کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کتاب میں اس کو واضح طور پر بیان کردیا ہے اس میں کسی بھی شخص کو شک وشبہ کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے، جو شک وشبہ کرے گا دین اور دنیا دونوں اس کی تباہ وبرباد ہوجائے گی(سورہ مائدہ: ۳)۔

''عن أبی ہریرۃ قال قال رسول اللہﷺ: إذا عظمت أمتی الدنیا نزعت منہا ہیبۃ الإسلام، وإذا ترکت الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر حرمت برکۃ الوحی وإذا تاسبت التی سقطت من عینی اللہ'' (فضائل اعمال۱،۲۸۱-۲۸۲)۔

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت ووقعت اس کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہوجائے گی اور جب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ کی نگاہ سے گر جائے گی)۔

آپﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں (فضائل اعمال۱،۲۸۱-۲۸۲)۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں سب لوگ اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہم لوگ واقعی نام کے مسلمان ہیں، کام کے مسلمان نہیں ہیں، عرب سربراہوں اور وہاں کے عوام ورعایا سب پکا سچا مسلمان بن کر زندگی گزارنے کی سعی بلیغ کریں شریعت مطہرہ کے اوامر پر عمل پیرا ہوں اور نواہی سے اجتناب واحتراز کریں، نفس کے بندے بننے سے اپنے آپ کو بچانے کی جدوجہد کریں، یورپ وامریکہ کا کوئی بھی صدر آپ کو نہیں بچا سکتا ہے، اصحاب الفیل کا واقعہ آپ کے سامنے ہے یوکرین سے امریکہ کا صدر اور ۳۰ ملک یورپین نے وعدہ کیا کہ روس کے مقابلے تمہاری مدد کرینگے جب روس نے یوکرین پر واقعی یورش کردی تو اس وقت ان لوگوں کی فوجیں مدد

کرنے کو نہیں پہنچی آج تک جنگ جاری ہے، یہ لوگ اپنے اپنے ملک میں خواب خرگوش میں مست ہیں،لن ترانی، بکواس، شیخی میں بہت آگے ہیں اپنے آپ کو سمجھئے کہ ہم کون، کیسے، کیا ہیں تب جاکر آپ کے اندر حمیت اسلامی کی لہر بیدار ہوگی اور اسلامی مزاج پیدا ہوگا۔ نکاح مسیار اضطراری حالت میں جائز ودرست ہے جس طرح اضطراری حالت میں آدمی کو جان بچانے کی بنا پر سور کا گوشت کھانے کی اجازت ہے (سورۃ البقرہ: ۱۷۳)، فقط واللہ اعلم بالصواب، واللہ یہدی من یشاء إلی صراط مستقیم۔

نکاح مسیار سے متعلق تفصیلات

مفتی محمد فاروق•

نکاح مسیار:

اگر حالات کا تقاضا ہو کہ اگر عورت صاحب حیثیت ہے اس کا خود کا کاروبار ہے یا ملازمت ہے اسے کوئی مالی ومعاشی پریشانی لاحق نہیں ہے، لیکن وہ نکاح کرنا چاہتی ہے اور اسے ہونے والے شوہر کے مال سے کوئی غرض نہیں ہے، نہ اسے ضرورت ہے، وہ یہ نکاح مختلف اغراض سے کرنا چاہتی ہے:

(۱) جیسا ک عفت وپاکدامنی، عورت کی حیا ایک زیور وزینت ہے، پاکدامنی خدا کو پسند ہے، بے حیائی کے ہر راستہ کو اسلام نے بند کردیا، تو اگر وہ اپنے ہونے والے شوہر کو یہ سہولت دے کہ اس پر مالی اخراجات واجب نہ ہوں شوہر کو اس زحمت سے وہ بری کردے تو کیا اس طرح سے نکاح شرعاً صحیح درست ہوگا؟

عربوں میں شاید زواج مسیار کے نام سے مشہور ہے جو لوگ سوشل میڈیا یا عربوں کی معاشرت سے آگاہ ہیں ان پر یہ بات مخفی نہیں ہے اس کی شرعی حیثیت پر کلام ضروری ہے۔

ہم نے مقالہ کے شروع میں کہا تھا کہ نکاح ایک عقود معاہدہ ہے جو دو فریق کے درمیان انجام دیا جاتا ہے قانونی زبان میں اس کو ایک (Civil Contract)کہتے ہیں، اب ایسا معاہدۂ نکاح یا شرط نکاح جس میں شوہر کو بالکلیہ اخراجات سے بری کردیا جائے منعقد ہوگا یا نہیں؟

(۱) فقہی تحقیق کے اعتبار سے فقہاء نے لکھا ہے کہ بیع تو شرط فاسد سے فاسد ہوجاتی ہے، لیکن نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا، بلکہ شرط خود فاسد ہوجاتی ہے اور نکاح منعقد ہوجاتا ہے، یعنی اگر عقد نکاح میں ہی مہر نان ونفقہ سکنی حقوق، ساتھ نکاح کیا جائے تو نکاح شرعاً منعقد ہوجائے گا اور شرط لغو ہوجائے گی، مہر مثل واجب ہوگا اور دیگر حقوق نان ونفقہ کسوہ سکنی سب نکاح کی وجہ واجب ہوجائینگے، چاہے عدم وجوب کی صراحت کردی جائے۔

دلیل:

‘‘وإن تزوجہاولم یسمّ لہا مہراً أو تزوجہا علی أن لا مہر لہا فلہا مہر مثلہا إن دخل بہا

• نائب قاضی دار القضاء ناگپور، مدرسہ مدینۃ العلوم منگل بازار روڈ صدر ناگپور۔

أو مات عنہا'' (ہدایہ۳۲۴، کتاب النکاح)۔

''لوعقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح، بل الشرط (قولہ مع شرط فاسد) کما إذا قال: تزوجتک علی أن لا یکون لک مہر، فیصح النکاح ویفسد الشرط ویجب مہر المثل'' (الدر المختار وحاشیہ ابن عابدین شامی، کتاب النکاح)۔

اسی پر قیاس کرتے ہوئے اگر کوئی نان ونفقہ کسوہ سکنی کے ساقط کرنے کی شرط پرعقد نکاح کرتا ہے تو نکاح منعقد ہوگا اور یہ شرط فاسد ہوجائے گی اور یہ سب اس پر واجب رہینگے، ہاں معروف طریقہ سے واجب ہونگے جو اس کی مالی وسعت کے اعتبار سے ہو، ''لینفق ذو سعۃ من سعتہ'' (سورہ طلاق: ۷)۔

(۲) اگر اخراجات کے معافی کی شرط عقد نکاح میں نہ لگائی جائے، بلکہ نکاح سے پہلے دونوں فریق آپس میں رضامندی سے طے کرلیں اور عقد نکاح مطلق کیا جائے تو اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں ہے، نکاح منعقد ہوجائے گا، چونکہ نفقہ سکنی کسوہ یہ سب شوہر پر حقوق بیوی کی وجہ سے واجب ہوئے ہیں اور حقوق العباد اگر خود صاحب حق معاف کردے یا ساقط کردے تو صاحب معاملہ بری ہوجاتا ہے۔ مہر جو بیوی کا حق ہے اس کی نفی سے نکاح ہوجاتا ہے اور واجب بھی ہوتا ہے، لیکن عورت اس کو مکمل یا جزوی طور پر معاف وساقط کرنے کی حقدار ہے۔

قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا: ''فإن طبن لکم عن شئی منہ نفسا فکلوہ ہنیئاً مریئاً'' (سورہ نساء: ۴)۔

حضرت ام سلیم نے بھی ابو طلحہ کا پیغام نکاح قبول کرلیا ان سے مہر معاف کردیا اسلام کی خاطر مہر چھوڑ دیا (حوالہ ، مشکوۃ شریف، نسائی کتاب النکاح)۔

اسی طرح باری مقرر کرنا بیویوں کے درمیان واجب ہے، لیکن اگر کوئی بیوی اپنی باری ساقط کردے یا کسی دوسری سوتن کو ہبہ کردے تو یہ شرعاً صحیح ہے، حدیث میں ہے حضرت سوداءؓ نے اپنی باری خوشی سے حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی تھی (حوالہ، مشکوۃ شریف، بخاری ومسلم، باب القسم)۔

خلاصۂ مقالہ:

اصل اصول فطرت تویہی ہے کہ شوہر بیوی کا مہر، نان ونفقہ، کسوہ، سکنی کا بوجھ وذمہ داری اٹھائے یہی اصل شریعت کا منشا بھی ہے، لیکن اگر کوئی مخصوص صورت حال کی وجہ سے عورت اپنے شوہر کو اخراجات سے بری کردیتی ہے اور ان پر اپنے حقوق مالیہ سے دست بردار ہوجاتی ہے تو شرعاً یہ نکاح منعقد ہوگا اور حقوق پھر بھی شوہر پر لازم رہینگے۔

اگر اختلاف ہوتا ہے بعد میں جاکر عورت تنگدست ہوجائے یا دیوالیہ ہوجائے، کیونکہ مال تو غادٍ وراحٍ ہے تو شوہر پر مالی حقوق لازم رہینگے، عورت قضاءً بھی اس کا

دعوی کرسکتی ہے، ہاں اخلاقاً اسے دعوی ترک کرنا چاہئے، کیونکہ اسی طرح فریقین نے اپنا ازدواجی معاملہ طے کیا تھا۔

آج کل بدلتے حالات کی روشنی میں (جیسا کہ سوالنامہ میں اس کا ذکر کیاگیا) اس طرح کے نکاح کو رواج دیا جاسکتا ہے، تاکہ بے راہ روی وفحاشی کا راستہ بند ہو، سہولت کا پہلو نکلے، لیکن ایک بات واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں، ایسے معاملات دیکھ پرکھ کر کئے جائیں، جن مردوں وعورتوں کے بارے میں اطمینان ہو، کیوں آن لائن (On Line) رشتوں میں دھوکہ، فریب، بہت زیادہ دیکھنے کو مل رہا ہے ایسے واقعات سننے کو ملتے ہیں جس میں بہت مہذب انداز میں لوٹ پائی جارہی ہے۔

نکاح مسیار کا حکم اور نکاح کے مقاصد

مفتی محمد صادق مبارکپوری•

نکاح مسیارکے حکم پر گفتگو سے پہلے تمہیدی طورپرنکاح کے مقاصدکو جاننا نہایت ضروری ہے ،تاکہ مقاصدِنکاح پر غوروخوض کرکے نکاح مسیار کے حکم کو مستنبط کیا جا سکے ،اور اس پر تفصیلی گفتگو کی جا ئے ۔

نہایت پاکیزہ اوربلند مقاصد کے حصول کے لیے عمل میں آنے والاابابرکت عقد ''حلال استمتاع'' کو شرعی نکاح کہاجاتا ہے،اس کے درج ذیل مقاصد بیان کیے جاتے ہیں:

(۱)نکاح سے حاصل ہو نے والا تعلق صرف عارضی ،شہوانی نہیں ہوتاہے، بلکہ جسم وروح کا رشتہ ،دائمی تعلق ووابستگی اوربدن ولباس جیسے ربط باہمی پر مشتمل پاکیزہ عقدہوتا ہے۔

اس مقدس رشتے میں میاں بیوی ایک دوسرے سے ہمیشہ وابستہ رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا عہد وپیمان کرتے ہیں، میاں بیوی کے اس گہرے تعلق کو قرآن کریم نے یوں بیان کیاہے :

''ھن لباس لکم وأنتم لباس لھن'' (سورۃ البقرۃ : ۱۸۷)۔

(وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو)۔

(۲)نکاح کا ایک مقصد گناہوں سے بچنا اور عفت وپاک دامنی ہے،اللہ تعالیٰ نے نکاح کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا ہے :

''محصنات غیرمسافحات ولامتخذات أخدان'' (سورۃ النساء: ۲۵)۔

(وہ منکوحہ بنائی جائیں ،نہ علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں ،نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں)۔

''محصنین غیرمسافحین ولامتخذی أخدان'' (سورۃ المائد ۃ: ۵)۔

(بیوی بناؤ، نہ علانیہ بدکاری کرو،اورنہ خفیہ آشنائی کرو)۔

ان دونوں آیتوں کا ماحصل یہ ہے کہ نکاح کرو،جب کہ تم پاک دامنی چاہتے ہو ،شہوت رانی مقصودنہ ہو،اور چوری چھپے یاری کرنے والے نہ بنو،نکاح کے وقت شہوت پوری کرنا مقصود ہوتو یہ شرعی نکاح کے مقاصد کے خلاف ہے ،جسے نفلی عبادت سے افضل کہاگیا ہے ۔

• صدر المدرسین ومفتی جامعہ نور الاسلام ولید پور، مئو، یوپی۔

''تفسیر مظہری '' میں مرقوم ہے :

''ولماکان الرجل والمرأة یعتنقان ویشتمل کل منهماعلی صاحبہ شبہ باللباس أولأن اللباس کما یستر صاحبہ کذٰلک یکون کل واحدمنهمالصاحبہ ستراعمالایحل ،قال رسول اللہ ﷺ:من تزوج فقدأحرزثلثی دینہ'' (۱،۲۰۳، مکتبۃ الرشیدیۃ)۔

مردوعورت آپس میں ایک دوسرے سے لپٹے ہوتے ہیں،اورایک دوسرے پر لباس کی طرح مشتمل ہوتے ہیں،اس لیے مردوعورت دونوں کو ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی ،یااس لیے کہ لباس جس طرح لباس پہننے والے کو چھپالیتا ہے ،اسی طرح مردوعورت ایک دوسرے کو حرام سے چھپا تے اورروکتے ہیں، چنانچہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے نکاح کرلیا ،اس نے دوتہائی دین کو جمع کرلیا ۔''

(۲) نکاح کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصدنسل انسانی کی حفاظت وصیانت ہے، چنان چہ مشہورحنفی مفسر علامہ محمود آلوسی قرآن کریم کی آیت ''وابتغوا ما کتب اللہ لکم'' (سورہ بقرہ: ۱۸۷)کے ذیل میں رقم طرازہیں:

''واطلبواماقدرہ اللہ تعالیٰ لکم فی اللوح من الولدوهوالمروي عن ابن عباس والضحاک ومجاہد رضی اللہ عنهم وغیرہم والمراد الدعاء بطلب ذٰلک بأن یقولوا:اللّٰهم ارزقناماکتبت لنا، وهذا لایتوقف علی أن یعلم کل واحد أنّہ قدرلہ ولد''۔

اللہ تعالیٰ نے جو اَولاد تمہارے لیے لوح محفوظ میں مقدرکردیا ہے ،اس کو طلب کرو اور یہی حضرت ابن عباسؓ، امام ضحاک اور امام مجاہد سے مروی ہے،''وابتغوا''سے مراد یہ ہے کہ یوں دعاکرو کہ جو رزق (اَولاد) ہمارے لیے مقدرفرمادیا ہے، عطا فرمائیے۔

آیت پاک اور تفسیر ہمیں رہ نمائی کرتی ہیں کہ نکاح کی وجہ سے مباشرت کرنے والے کو چاہئے کہ اس کے پیش نظر نسل انسانی کی حفاظت ہو ،نہ کہ صرف جنسی خواہش کی تکمیل ،اس لیے اللہ تعا لیٰ نے انسانیت کی بقا کے لیے ہمارے لیے جماع کی شہوت پیدا فرمایا ،جیسا کھانا، شخصیت کی بقا کے لیے بنایا ہے، اور صرف جنسی خواہش کی تکمیل تو کا جانوروں کا عمل ہے۔

قرآن کریم نے دوسری جگہ بیوی کو مرد کے لیے کھیتی قراردیا ہے:

''فأتوا حرثکم أنیٰ شئتم'' (سورہ ٔبقرہ : ۲۳۲)۔

(اپنی کھیتی میں جس حالت میں چاہو، آؤ)۔

رسول ﷺ نے بھی اس کو افزائش ِامت کا باعث قراردیا ہے :

''تناکحوا تناسلوا'' (بخاری شریف)۔

(نکاح کرو، نسل بڑھاؤ)۔

بعض روایات میں خاص طورسے ایسی عورت سے نکاح کرنے کی ہدایت فرمائی جس میں تولید کی قوت وصلاحیت زیادہ ہو :

''تزوجوا الودود الولود'' (مشکوٰۃ شریف۲،۲۶۷)۔

(زیادہ محبت کرنے والی ،زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو)۔

''مقاصدالشریعۃ الاسلامیہ'' میں ہے :

نکاح کی مشروعیت اوراس کی ترغیب اور اس کو فطری طریقہ قرار دینے کی وجہ یہی ہے کہ نوع انسانی کی حفاظت ہو، اورایسی نیک صالح اولاد کا وجودہو،جو اس عالَم کی تعمیر کرسکے ،انسانی زندگی کو بناسکے ،اور خلافت کی چادر سنبھال سکے ،تاکہ اپنے بعدوالوں کو یہ امانت حوالہ کرسکے، اور یہ سلسلہ جاری رہے، یہاں تک کہ انسان ہمیشہ ہمیش والی زندگی میں داخل ہوسکے۔

(۴) نکاح کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ نسل انسانی کی بقا کے لیے مردوعورت کا تعلق آپس میں دائمی ہو،عارضی اور وقتی نہ ہو،عارضی اور وقتی نکاح اسلام میں حرام ہے ،یہی وجہ ہے کہ نکاح متعہ اور مؤقت کو ہمیشہ کے لیے ناجائز اور حرام قراردیا ہے ،جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا ہے۔

خلیج اور نجد کے بعض دیہی علاقوں میں صرف گزراور معمولی مدت کے قیام کو مسیار کہاجاتا ہے، چوں کہ ''نکاح مسیار'' میں شوہر سسرال میں قلیل مدت کے لیے آمدورفت رکھتا ہے، اسی لیے اسے ''مسیار'' کہتے ہیں۔

نکاح مسیار اگر جانبین کی رضامندی ، ولی کی موجودگی ،ایجاب وقبول ،شرعی گواہوں اور اعلان کے ساتھ ہو، اور موانع نہ پائے جاتے ہوں توفقہی اعتبار سے اس کی صحت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، مگر اس سے درج ذیل مفاسد پیدا ہونگے، اس لیے اس کی اجازت ہرگزنہیں دی جاسکتی ۔

۱۔ اس قسم کے عقد میں خواتین کی تذلیل ہے،کیونکہ اس کا تعلق صرف اورصرف وقت متعینہ تک اپنی خواہش کی تکمیل ہے ،وقت مقررہ کے بعد عورت کی کوئی حیثیت نہیں رہتی ہے،عورت کو اس قسم کی تذلیل سے محفوظ رکھنے کے لیے شریعت پہلے شوہر کے لیے بیوی کو حلال کرنے کے لیے طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو مکروہ تحریمی (ناجائز) قراردیا ہے۔

۲۔اس قسم کی شادی میں فیملی نظام بالکل تباہ وبربادہوجا تاہے،کیونکہ نہ میاں ،بیوی کی ایک ساتھ ہمیشہ کے لیے رہائش ہوتی ہے اور نہ ہی دونوں میں مکمل محبت ومؤدت ہوتی ہے، اور نہ سکون حاصل ہوتا ہے،جب کہ قران کریم میں مقاصدِنکاح میں محبت ومؤدت اور سکون کو بیان کیاگیا ہے، قران کریم کہتا ہے :

''ومن آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجا لتسکنوا إلیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ إن

فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون'' (سورۃ الروم : ۲۱)۔

(اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے پیدا فرمائے اوران کے مابین محبت ورحمت کا رشتہ قائم فرمایا، بے شک اس میں نشانیاں ہیں، ایسی قوم کے لیے جو غوروفکرکرتی ہے)۔

۳۔اس نکاح کے نتیجہ میں بیوی نان ونفقہ سے محروم ہوتی ہے ،جب کہ عقد نکاح کی وجہ سے شریعت نے یہ ذمہ داری شوہر پرعائدکی ہے ۔

۴۔ اس نکاح میں دوام نہیں ہوتا ہے، بل کہ ابغض الحلال ''طلاق'' دینے کی نیت ہوتی ہے، اس لیے نکاح مسنون سے ہم آہنگ نہ ہو نے اور دیگر مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس طریقۂ نکاح کو جائز نہیں قراردیاجاسکتا ہے۔

۵۔نکاح مسیار یا زواج مسیارسے نکاح کے مقاصد حاصل نہیں ہوتے ہیں،بل کہ اس سے ایک متعین مدت تک اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے ،جو نکاح کے شرعی مقاصد کے خلاف ہے۔

۶۔ اس نکاح کے ذریعہ عورت نان ونفقہ سے محروم ہوتی ہے ،جب کہ عقد نکاح کی وجہ سے یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے۔

۷۔یہ نکاح زناکے متبادل کے طورپر متعہ کے کے جواز کے لیے چوردروازہ ہے، اس لیے جن ممالک میں اس نکاح کو جائز قراردیا گیا ہے ، وہاں دیکھاگیا ہے کہ امیر اور صاحبِ ثروت لوگو ں اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جب چاہا لڑکی کو خرید لیا،اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دے دی ۔

۸۔ اس نکاح سے پیداہو نے والی اولاد کے ثبوتِ نسب اور پرورش میں بھی مسائل آسکتے ہیں، اول تو اولاد کے نسب کا انکارکردے، اگر نسب کو تسلیم کرلے تو اس کی پرورش میں بھی مسائل پیش آئیں گے، ویسے بھی اس نکاح سے پیدا ہو نے والی اولاد کی تربیت اس طرز پر نہیں ہوسکتی، جس طرح شرعی نکاح کے بعدپیدا ہو نے والی اولاد کی تربیت ہوتی ہے، کیوں کہ مقررہ مدت پوری ہو نے کے بعد شوہر طلاق دے کر چلا جا ئے گا، چونکہ اس تعلق کی غرض حقیقت میں خواہش کی تکمیل ہے، اس لیے ثبوتِ نسب اور پرورش میں مسائل پیش آئیں گے۔

۹۔ اس قسم کا نکاح معناً نکاح موقت ہے،علامہ شامیؒ نے نکاح متعہ اور مؤقت کے ذیل میں لکھا ہے کہ نکاح متعہ اور نکاح مؤقت باطل ہے۔

رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے ماتحت قائم اسلامی فقہ اکیڈمی نے اس موضوع پر غوروخوض کے لیے سیمینار بلایا تھا،اس میں ممتاز علمی شخصیات نے شرکت فرمائی تھی ،عالم اسلام کی مشہور شخصیت ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیرِ صدارت منعقد ہوا تھا ، بحث ومناقشہ کے بعددرج ذیل فیصلے کیے:

‘‘یؤکد المجمع أن عقود النکاح المستحدثۃ، وإن اختلفت اسماؤھاوأوصافھاوصورھالا بدأن تخضع لقواعد الشرعیۃالمقررۃ، وضوابطھامن توافرالأرکان والشروط وانتفاء الموانع ---

وقدأحدث الناس في عصرنا الحاضربعض تلک العقودالمبینۃ أحکامھا فیما یاتي:

۱-ابرام عقد زواج تتنازل فیہ المرأۃ عن السکن والنفقۃ والقسم أوبعض منھا وترضیٰ بأن یاتی الرجل الی دارھا فی أي وقت شاء من لیل أونھار،ویتنازل ذٰلک أیضا ---ابرام عقد زواج علی أن تظل الفتاۃ في بیت أھلھا ثم یلتقیان متیٰ رغبا في بیت أھلھاأوفي أي مکان آخرحیث لایتوافرسکن لھماولانفقۃ۔

ھٰذان العقدان وأمثالھماصحیحان اذا توافرت فیھما أرکان الزواج وشروطہ وخلوہ من الموانع ولکن ذٰلک خلاف الأولیٰ’’ (۱۵؍ربیع الأول ۱۴۲۷ھ /۱۳؍ابریل ۲۰۰۶م)۔

(اکیڈمی نے واضح کیا کہ نکاح کی نئی صورتوں کا اگرچہ ان کے نام اور اَوصاف مختلف ہی کیوں نہ ہوں ،شرعی قواعد وضوابط کے ماتحت ہونا ، ان میں تمام اَرکان وشرائط کا پایا جانا اور موانع سے خالی ہونا ضروری ہے ۔

موجودہ دورمیں لوگوں نے نکاح کی بعض نئی صورتیں رائج کردی ہیں،جن کے احکامات حسب ِذیل ہیں :

۱-عقد نکاح کی ایک صورت وہ ہوتی ،جس میں عورت گھر نان ونفقہ اور اپنی باری سے یا ان میں سے کچھ حقوق سے دست بردارہوجا تی ہے ، اور وہ اس پر راضی ہوجا تی ہے کہ شوہر اس کے پاس رات یا دن میں کسی وقت اس کے گھر آسکتا ہے، عقدِ نکاح اس شرط پر ہوتا ہے کہ عورت اپنے اہل وعیال کے سا تھ رہے گی ،پھر میاں بیوی جب چاہیں بیوی کے گھر میں یا پھر کہیں اور مل سکتے ہیں،اس صورت میں میاں بیوی کی نہ کوئی رہائش ہوتی ہے ،اور نہ بیوی کا نفقہ لازم ہوتا ہے ۔

مذکورہ دونوں یا ان جیسے دیگر عقود ِنکاح صحیح ہیں،بشرطے کہ وہ موانع سے خالی اور تمام ارکان وشرائط عقد کے ساتھ ہوں ،لیکن شریعت میں انھیں بہتر نہیں سمجھاگیا ہے۔

۲- بچے کی پیدائش کے ساتھ مشروط نکاح مؤقت میں تمام ارکان وشرائط پائے جا تے ہیں،سوائے اس کے کہ عاقدین میں سے کسی ایک کی طرف سے یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر عورت نے بچہ جنا ،تو زوجین کے درمیان رشتہ باقی نہیں رہے گا ،یا شوہر بیوی کو طلاق دیدے گا ،ایسا عقد فاسد ہے ،چوں کہ اس میں متعہ کے معنیٰ پا ئے جا تے ہیں،اس لیے مدت متعین کرنا جیسے کہ ایک مہینہ یامجہول مدت متعین کرنا جیسے کہ بچہ جننے کی شرط اسے متعہ کے ذمرہ میں شامل کردیتا ہے ،نکاح متعہ کی حرمت پر اجماع ہے ۔

۳-طلاق کی نیت سے شادی مثلاً وہ شادی جس میں سارے ہی شرائط وارکان موجودہوں، لیکن شوہر اپنے دل میں پہلے ہی سے سوچ لے کہ ایک متعین مدت مثلاً دس دن کے بعد طلاق دے دے گا،یا ایک غیر متعین مدت جیسے شادی کو اپنی تعلیم مکمل ہو نے

تک یا اپنے کسی مقصد کے حصول تک ملتوی کردے ۔

اکیڈمی اس طرح کے نکاح کو ممنوع قرار دیتی ہے ،اگرچہ علماء کی ایک جماعت نے اس کو جائز قراردیا ہے ،اس لیے کہ اس میں دھوکہ اور فریب ہے ،اگر عورت یا اس کے ولی کو اس دھوکہ کا علم ہوجا ئے تو وہ ہرگز اس عقد پر راضی نہیں ہوں گے ،علاوہ ازیں اس میں بہت سے مفاسد اور سنگین نقصانا ت ہیں،جو مسلمانوں کی رسوائی کا باعث ہیں) (مکہ مکرمہ فقہ اکیڈی کے فیصلے،۴۸۸،۴۸۷)۔

خلاصۂ مقالہ:

نکاح کے ارکان وشرائط کی موجودگی اور موانع سے خالی ہونے کے باوجود مفاسد ونقصانات کے پیش نظرنکاح مسیار سے اجتناب وپرہیز کرنا چاہیے ۔فقہ کا ضابطہ ہے : ''درء المفاسد أولیٰ من جلب المنفعۃ''۔

(منفعت کے حاصل کرنے سے مفاسدکو دورکرنا بہتر ہے)۔

نکاح مسیارمیں جلب منفعت تو ہورہی ہے ،مگر اس سے بڑے مفاسد اور نقصانا ت وجودمیں آئیں گے، اس لیے اس سے احتیاط کرنا چاہیے۔

الميراث فى زواج المسيار

الدكتور نايف بن أحمد الحمد•

التصنيف الفهرسة/ فقه الأسرة/ النكاح/زواج المسيار والزواج العرفي والزواج بنية الطلاق
التاريخ ١٤٢٤/٤/٩هـ

السؤال

هل ترث الزوجة من زوجها إذا كانت متزوجة بزواج المسيار؟ أم هذا يعتمد على العقد؟ وهل يجوز شرط عدم الوراثة في العقد؟

الجواب

الحمد لله وحده، وبعد:

زواج المسيار إذا تم بعد أن توافرت شروطه وأركانه وانتفت موانعه فهو نكاح شرعي صحيح، ويرث كل واحد من الزوجين صاحبه، ولا يجوز لأحدهما أن يشترط عدم التوارث بينهما، وإن شرط ذلك فالشرط باطل، لقول النبي - ﷺ- «ما بال رجال يشترطون شروطا ليست في كتاب الله، ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل، وإن كان مائة شرط، قضاء الله أحق، وشرط الله أوثق»، رواه البخاري (٢١٦٨)، ومسلم (١٥٠٤)، من حديث عائشةؓ من حديث عائشةؓ والله تعالى أعلم - وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه.

زواج المسيار:

المجيب أحمد بن عبد الرحمن الرشيد
عضو هيئة التدريس بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

التصنيف الفهرسة/فقه الأسرة/النكاح/زواج المسياروالزواج العرفي والزواج بنية الطلاق
التاريخ ١٤٢٥/١/٢٩هـ

السؤال

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

أريد تزويدي ببعض المراجع التي تتكلم عن نكاح المسيار.

الجواب

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا

• القاضى بمحكمة رماح.

محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

فإن نكاح المسيار عقد نكاح كسائر عقود النكاح، لا فرق بينه وبينها في حقيقة العقد، ولا في أركانه وشروطه، وإنما يفترقان في بعض متعلقات العقد، وذلك بتنازل أحد طرفي العقد عن بعض حقوقه المشروعة، ووجه ذلك أن المرأة في نكاح المسيار تتنازل عن بعض حقوقها على زوجها؛ فهي تتنازل عن حقها في النفقة والمبيت بحيث لا يلتزم الزوج بالنفقة عليها ولا المبيت عندها، والإنسان كما يجوز له المطالبة بحقوقه الخاصة به، فإنه يجوز له أن يتنازل عنها أو عن بعضها، وبما أن نكاح المسيار لا يختلف عن غيره من عقود النكاح في الماهية، وإنما يختلف عنها في إسقاط بعض الحقوق؛ فإن كتب الفقه التي تناولت عقد النكاح عموما تعد من المراجع والكتب التي تتحدث عن نكاح المسيار، وذلك عندما يتعرض مؤلفوها لحقوق الزوج على زوجته وحقوق الزوجة على زوجها، وما يجوز إسقاطه من هذه الحقوق وما لا يجوز ونحو ذلك، ومن الكتب المؤلفة فيما يتعلق بنكاح المسيار بخصوصه كتاب:(زواج المسيار دارسة فقهية واجتماعية نقدية) لعبد الملك بن يوسف المطلق. والله الموفق، وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

الزواج بنية الطلاق:

المجيب هاني بن عبد الله الجبير

قاضي بمحكمة مكة المكرمة

التصنيف الفهرسة/ فقه الأسرة/ النكاح/زواج المسيار والزواج العرفي والزواج بنية الطلاق

التاريخ ١٤٢٤/٦/٥هـ

السؤال

شاب يعرف عن فتاة أنها كانت في طريق الغواية، وعلى علاقة محرمة مع شخص آخر، وتمكن من أخذ الأشرطة السمعية والمرئية التي بحوزة ذلك الشخص وسلمها للفتاة، وأعلنت توبتها وحفظت نصف القرآن، والسؤال هل يجوز لي أن أتزوج تلك الفتاة بنية طلاقها؟ ولكن هذا العمل يستر عليها من فضيحة الماضي.

الجواب

الحمد لله وحده، وبعد:

فيشكر ذلك الأخ الساعي في صلاح تلك الفتاة وتخليصها وحمايتها، كما يشكر على رغبته في الستر عليها.

إلا أن الزواج بنية الطلاق أصلا مسألة خلافية بين أهل العلم، والظاهر لي من أقوالهم أنه نكاح غير صحيح، وهذا هو المذهب المعتمد عند الحنابلة وقول للمالكية وقول الأوزاعي واختيار جملة من المحققين، وأنه في حكم المتعة التي نهى عنها النبي - ﷺ، وذلك لأنه نوى توقيت

النكاح والنبي - ﷺ - قال: «إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى» متفق عليه عند البخاري (١)، ومسلم (١٩٠٧) من حديث عمرؓ .

وفي هذه المسألة إضافة لهذا الملحظ غش للمسلمين الذين سيقدمون على نكاح هذه المرأة يظنونها ثيبا بفعل نكاح صحيح والواقع أن ثيوبتها ناتجة عن زنا، والسائل يريد أن يستر عليها بما يضر من سيقترن بها، مع أن ما تعانيه هو من جريرة فعلها.

ولكن يمكن للسائل أن يتزوجها زواجا لا ينوي توقيته، ويكون بذلك مأجورا إن شاء الله، أو يرشد غيره ليتزوجها مع شرح حالها وليخبره أن توبتها تجب ذنوبها، ولن تكون أسوأ من المشركات والكافرات إذا أسلمن، وكم ممن يقدم على الزواج ممن أسلمت ولا يسأل عن ماضيها وما فعلته، وذلك بعد أن يتحقق من عدم إصابتها بمرض معد يمنع الاستمتاع. والله الموفق والهادي.

الزواج العرفي:

المجيب د. عبد الله بن إبراهيم الناصر

عضو هيئة التدريس بجامعة الملك سعود

التصنيف الفهرسة/ فقه الأسرة/ النكاح/زواج المسيار والزواج العرفي والزواج بنية الطلاق

التاريخ ١٤٢٣/٦/٥

السؤال

ما الزواج العرفي؟ وهل هو حلال أم حرام؟ وجزاكم الله خيرا.

الجواب

من شروط صحة النكاح شرعا أن يكون بولي وشاهدي عدل؛ لقوله -ﷺ- في الحديث الذي رواه الدارقطني (٣/٢٢١-٢٢٢):''لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل''.

والنكاح العرفي إذا كان يخلو من ذلك، فإنه لا يجوز شرعا، وهو في حقيقة أمره تحايل على ما حرم الله، وقد ورد عن النبي -ﷺ-:«البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن بغير بينة» رواه الترمذي (١١٠٣)، والله أعلم.

الزواج العرفي:

المجيب د. محمد بن سليمان المنيعي

عضو هيئة التدريس بجامعة أم القرى

التصنيف الفهرسة/ فقه الأسرة/ النكاح/زواج المسيار والزواج العرفي والزواج بنية الطلاق

التاريخ ١٤٢٤/٢/٢١هـ

السؤال

أريد أن أعلم هل الزواج العرفي إذا تم فيه وجود الولي والشاهدين والموافقة من الطرفين يكون زواجا جائزا؟ علما أنه عرفي يعني أنه لم يعلم الناس به.

الجواب

الزواج إذا تمت شروطه وأركانه وانتفت موانعه فهو عقد صحيح، وأما إعلانه للناس فليس شرطا في صحته بل السنة الإعلان وصنع الوليمة حتى يدفع الإنسان عن نفسه الريبة، ورحم الله امرأ كف الغيبة عن نفسه.

الزواج مدة الدراسة:

المجيب محمد بن سليمان المسعود

القاضي بالمحكمة الكبرى بجدة

التصنيف الفهرسة/ فقه الأسرة/ النكاح/زواج المسيار والزواج العرفي والزواج بنية الطلاق

التاريخ ١٤٢٤/١٢/٢٤هـ

السؤال

السلام عليكم.

أنا مسافر للدراسة في الخارج، وقد تزيد مدة إقامتي عن ٧ أشهر، ومن الممكن أن تطول إلى سنة، أنا لست متزوجا؛ لأنني لا أستطيع تحمل مصاريف الزواج في بلادي، أنا ملتزم - والحمد لله- سؤالي هو: أنني قد أواجه فتنا من النساء هناك، فهل يجوز لي أن أتزوج من فتاة نصرانية إلى أن تنتهي مدة دراستي هناك؟ سمعت بأن هذا جائز، وعندي سؤال آخر: هل أركان الزواج من المسلمة هي نفسها مع الكتابية؟ الفتاة في الغرب تمارس الجنس مع صديقها، فهل يمكن أن أقول لها أن نعمل العقد لكي يكون زواجا وحتى لا أقع في الزنا؟ ومتى أرادت الطلاق أطلقها، هل هذا جائز؟ ولست أقصد الزواج للمتعة، وإنما لتحصين نفسي، والزواج ليس لأجل محدود، هل هذا جائز؟ أرجو منكم أن تفصلوا في إجابتكم -بارك الله فيكم-.

الجواب :الحمد لله -تعالى- وحده وبعد:

فإن من المعلوم أن الله -تعالى- أباح الزواج من الكتابيات المحصنات وهن العفيفات، كما قال الله تعالى: «يسألونك ماذا أحل لهم قل أحل لكم الطيبات ...» [المائدة ٤] «اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم إذا آتيتموهن أجورهن محصنين غير مسافحين ولا متخذي أخدان ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله وهو في الآخرة من الخاسرين» [المائدة ٥].

لكن لا يحل أن يكون العقد مشروطا إلى أجل، فإن هذا من نكاح المتعة الذي أجمع العلماء على تحريمه، وقد جاءت السنة بتحريم نكاح المتعة، وعلى هذا فإنني أنصح السائل بالزواج بامرأة مسلمة عفيفة تكون سببا لتحصين فرجه -بإذن الله تعالى-، ولا يكون عقده عليها مشروطا

إلى مدة؛ لأن هذا من نكاح المتعة كما تقدم.

فإن تعذر عليه ذلك فإنه لا مانع من الزواج بالكتابية، وذلك بشرط أن تكون عفيفة، وأن يكون العقد عليها وفق الضوابط الشرعية من الولي والإشهاد، وأن لا يكون هذا العقد مشروطا إلى مدة، لكن إن عقد عليها وهو ينوي أن يطلقها بعد مدة من غير شرط فإن ذلك لا مانع منه؛ لأنك ربما تنوي ثم ترجع عن النية، مع ملاحظة أنه لا يجوز اتخاذها كمثل الصديقة بعد زواجه بها، بل يعلم أن زواجه بها عقد شرعي، وهو زواج يترتب عليه أن يعلم الزوجان ما لأحدهما عند الآخر من حقوق ومنها صيانة الزوجة من كل فاحشة، أو منكر. والله الموفق. وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

الزواج العرفي:

المجيب د. خالد بن علي المشيقح

عضو هيئة التدريس بجامعة القصيم

التصنيف الفهرسة/ فقه الأسرة/ النكاح/زواج المسيار والزواج العرفي والزواج بنية الطلاق

التاريخ ١٤٢٥/١/١١هـ

السؤال

ما رأي الشرع بالزواج العرفي الذي يتم بين الرجل والمرأة الثيب؟ تولي فيه المرأة الرجل الذي سيتزوجها ليتم الإيجاب منه كوكيل عنها في عقد الزواج فيقبل بصفته الزوج، فيكون أصيلا عن نفسه ووكيلا عن زوجته، وبحضور شاهدين وعلى مهر مسمى؟

الجواب

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، وبعد:

هذا لا يجوز؛ لأن من شروط صحة النكاح الولي لقول النبي ﷺ: ‘‘أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل’’ من حديث عائشة ؓ في سنن أبي داود (٢٠٣٣) وغيره.

فيشترط الولي، ومن شروط الولي الذكورة لا بد أن يكون الولي ذكرا، فلا يصلح أن تتولى بنفسها لا بالأصالة ولا بالنيابة، فقد ورد في حديث أبي هريرة ؓ في سنن الدارقطني (٢٢٧/٣): ‘‘لا تزوج المرأة المرأة ولا تزوج المرأة نفسها’’، والصواب أنه لا فرق بين الثيب والبكر في ذلك خلافا لمن فرق من أهل العلم، أو لم يشترط الولاية للمكلفة الحرة.

زواج المسيار ومقاصد النكاح!

المجيب سامي بن عبد العزيز الماجد

عضو هيئة التدريس بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

التصنيف الفهرسة/ فقه الأسرة/ النكاح/زواج المسيار والزواج العرفي والزواج بنية الطلاق

التاريخ ١٤٢٧/٠٦/٠٢هـ

السؤال

سمعنا بقرار المجمع الفقهي الإسلامي التابع لرابطة العالم الإسلامي في مكة المكرمة، والذي صدر في (١٢ نيسان). وفيه إجازة ما يعرف بزواج (المسيار)، وكذلك زواج (الفرند) القائمين أساسا على تنازل المرأة عن حقها في السكن والنفقة.

كيف نوفق بين هذه الفتوى وبين قوله تعالى: «ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة إن في ذلك لآيات لقوم يتفكرون».

أم أن هذه الفتوى مجرد نظرة تحصر علاقة الزوجين في العلاقة الجنسية فقط؟

الجواب

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله، وبعد:

ما جاء في آية سورة الروم من أمر سكن الزوج لزوجته، مقصد من مقاصد الزواج، وليس بشرط يتوقف عليه صحة عقده، كما أن من أعظم مقاصد الصلاة أن تنهى عن الفحشاء والمنكر، ومع ذلك لو أتى المصلي بشروط الصلاة وأركانها وواجباتها، فإن صلاته تصح، حتى ولو لم تنهه عن الفحشاء والمنكر. فلماذا يصح هذا القول في الصلاة ولا يصح في النكاح؟!

بل إن صورا من الأنكحة التي توافرت فيها حقوق الزوجة كاملة غير منقوصة: من حق السكنى، والمبيت، والنفقة ... إلخ صحيحة بالإجماع لتوافر شروطها، حتى ولو لم يتحقق فيها سكن الزوج إلى زوجته، ولم تتحق بينهما المودة والرحمة، فهل يصح أن يقال عن هذه الأنكحة التي لم تتحقق فيها المودة الرحمة وسكن الزوج لزوجته: إنها باطلة مع أن المرأة أخذت حقوقها كاملة غير منقوصة؟!

فإذا كان هذا في الأنكحة التي أعطيت فيها الزوجة حقوقها كاملة، فكذلك الأنكحة التي أسقطت فيه الزوجة بعض حقوقها: كحق المبيت، أو حق النفقة، أو حق السكنى.

ويمكن أن يستدل لصحة عقد الزواج مع إسقاط حق المبيت أو النفقة أو السكنى، بما جاء في الصحيح أن سودة بنت زمعة زوج النبي ﷺ، لما كبرت خافت أن يطلقها الرسول -ﷺ- فوهبت ليلتها لعائشة على أن تبقى في عصمته -ﷺ-...، صحيح البخاري (٥٢١٢)، وصحيح مسلم (١٤٦٣)، وأبو داود (٢١٣٥). ولم يجعل النبي -ﷺ- إسقاطها لحقها في المبيت سببا لإبطال عقد نكاحه بها.

ثم إن المرأة -غالبا- لا تسقط حقا لها إلا لظرف تعلم أنه مما يزهد الخطاب فيها، وإلا فإن كل عاقلة رشيدة، تدرك يقينا أن تنازلها عن بعض حقوقها الممنوحة لها شرعا من غير مقابل تفريط ليس له أي معنى.

والمقصود أن هذا النوع من النكاح ليس من لوازمه التي لا تنفك عنه: الابتزاز، أو

استغلال المرأة والمساومة على بعض حقوقها، فكثيرا ما تتنازل المرأة عن بعض حقوقها طواعية من نفسها من غير إكراه ولا ابتزاز، لما تعلم من حالها وظروفها ما يضطرها لهذا، التنازل، والواقع يشهد بهذا. والله أعلم

هل تأثم إذا رفضت ذا الدين؟!

المجيب راشد بن فهد آل حفيظ

القاضي بالمحكمة العامة بالمخواة

التصنيف الفهرسة/ فقه الأسرة/ النكاح/الكفاءة في النكاح

التاريخ ١٤٢٦/٠٤/٠٣هـ

السؤال

عندما ترفض فتاة الارتباط بشخص ذي دين وعلى خلق؛ لأسباب خاصة بها، فهل عليها وزر، أو تأثم بذلك؟

الجواب

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على رسول الله، وبعد:

لا، لا تأثم، ولكن لا يجوز لها أن تتزوج إلا بكفء في دينه، وكذلك لا يجوز لوليها أن يزوجها إلا بكفء في دينه، فإذا رفضت الكفء فلا تجبر عليه، ولكن لا تتزوج فيما بعد إلا بكفء. والله أعلم.

فتاوى سماحة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن محمد آل الشيخ:

س: كثر الكلام عن زواج المسيار فما الحكم الشرعي له؟

ج: الزواج إذا استكمل شروطه بأن حضر الولي والشاهدان وحصل بين الزوجين الرضا فقد استكمل النكاح شروطه، فإذا قال الولي زوجتك ابنتي أو أختي وقبل الزوج بقوله قبلت هذا النكاح كان هذا النكاح صحيحًا لاستكماله أركان النكاح وشروطه، فاستكمال الأركان والشروط يجعل النكاح صحيحًا، لكن يبقى أن زواج المسيار لا تستشعر المرأة منه بظل ظليل ولا تستشعر أنها في ظل زواج، إنما الغالب أن غرضه المتعة وذلك لا يحقق للزوجين السكن والطمأنينة وهو المطلوب، والله يقول: (لِيَسْكُنَ إِلَيْها) (الأعراف ١٨٩)، فالزوج لا يرى أنه مقيد بواجب لأن بعضهم يشترط ألا يكون له ليلة في يوم معين، وإنما يأتي متى أراد، وفي الحقيقة بعض النساء تضطر لذلك لحاجتها للزوج والأولاد لكنه لا يحقق الهدف الأسمى المطلوب من الزواج، والمطلوب من الرجل إذا أراد أن يعدد فليكن شجاعًا أما سلوك هذا الطريق في الغالب لا يتحقق منه المصلحة العامة.

* * *

چوتھا باب

مناقشہ

مناقشہ:

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

نام معلوم نہیں:

جو اس موضوع سے متعلق مقالہ پڑھاگیا ہے او راس میں صرف مجھے دو باتیں کہنی ہے، پہلی بات یہ ہے کہ نکاح مسیار کیا درست ہے یا نہیں؟ اس کے تعلق سے بڑی لمبی بحث آئی ہے، اس میں بات صرف یہ کہنی ہےکہ یقینا اس کے کچھ فوائد بھی ہیں اور کچھ نقصان بھی ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں ہے، اور یہ مسئلہ اشتراط فی النکاح کے ذیل میں آتا ہے، اور اشتراط فی النکاح کے تعلق سے ہم جانتے ہیں کہ ایسی شرطیں لگنا صلب عقد کے اندر جو تقاضائے عقد کے خلاف ہو۔ تب تو مفید نکاح ہے اور اگر تقاضائے عقد کے موافق ہے تب مفسد نکاح نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو مقاصد بیان کئے جارہے ہیں، خواہ مثبت ہوں یا منفی ہوں، اس میں اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ کسی حکم کے صحیح ہونے اور نہیں ہونے کی بنیاد دراصل مقاصد شریعت اور اسرار ورموز کے اوپر نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کی بنیاد علت پر ہوتی ہے، یا پھر اس حکم کے جو ارکان وشرائط ہوتے ہیں اس پر اس کی بنیاد ہوتی ہے، اس پہلو سے بھی اس پر غور کیا جائے تو نکاح مسیار کے جائز ہونے کاثبوت ملتا ہےاور دوسری بات یہ ہےکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کے مفاسد بھی ہیں اور اس کے فوائد بھی ہیں۔ اور اصولی اعتبار سے مشہور قاعدہ ہے: ‘‘إذا اجتمع المعانی والمقتضی قدم المعانی’’ تو مفاسد کے سد باب کے لئے بھی ضروری ہے کہ نکاح جائز ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ بہرحال جو مقاصد بیان کئے جاتے ہیں جو حکمتیں بیان کی جاتی ہیں وہ بجا ہیں، لیکن بسااوقات ایسا فتنہ پیدا ہوتا ہے کہ جس کا سد باب کرنا ضروری ہوتا ہے اور یہ فتنہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ دوسری بات جو سوال ۶ سے متعلق ہے جس کے اندر بچے کے تعلق سے یہ بات آئی تھی اور اس کے نفقہ کےتعلق سے بات آئی تھی، بات دراصل یہ ہے کہ بچے کا نفقہ باپ پر واجب ہوگا یا نہیں ہوگا۔ ظاہر سی بات ہے کہ جب بچے کو ثابت النسب آپ مانتے ہیں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ثبوت نسب کے اندر بچے کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے اس کی بنیاد پر ‘‘الولد للفراش ’’ جو حدیث ہے اور نکاح کی بنیاد پر جو فراش قائم ہوتی ہے یہ فراش قوی ہے، اس لئے بچے کی رعایت کرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہو فقہاء نے ثابت النسب مانا ہے اور اس مسئلہ کے اندر ظاہرسی بات ہے کہ جمہور مقالہ نگار کی رائے یہی ہے اور حقیقت یہی ہے کہ بچے کا نسب ثابت ہوگا اس لئے کہ ثابت نہ کیا جائے تو بچہ ضائع ہوجائے گا اور دیش کا نقصان لازم آئے گا۔

بہرحال ہم سلسلہ وار نام لیتے ہیں سب سے پہلی پرچی جو میرے پاس آئی ہے وہ مولانا حسن ندوی صاحب ہیں۔

مولانا محمد حسن ندوی (دار العلوم ماٹلی والا بھروچ گجرات):

بسم اللہ الرحمن الرحیم، سوال ۲ کے تحت تین باتیں عرض کرنی ہیں۔ سوال میں ہے کہ بعض صورتوں میں خواتین اپنے حق سے دستبردار ہوجاتی ہیں، بعض تو اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں ان صورتوں میں ان کے اولیاء اپنے لئےہتک محسوس کرتے ہیں۔ اس پس منظر میں کیا نکاح مسیار میں ولی کو حقِ اعتراض حاصل ہوگا یا نہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی ایک آیت ہے سورہ بقرہ میں:''وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلہن فلا تعضلوہن أن ینکحن أزواجہن'' (سورہ بقرہ: ۲۳۲)، اس آیت کےتحت مفسرین اور فقہاء لکھتے ہیں: مطلقہ اگر حالت عدت میں ہے اور اس حالت میں نکاح ثانی کے لئے خطبہ آتا ہے، رشتہ آتا ہے اور وہ قبول کرتی ہے تو اولیاء کو حق اعتراض نہیں ہے، اسی طرح اگر عدت پوری ہوگئی اور مطلقہ اپنی مرضی سے اپنا نکاح کرتی ہے تو یہاں اولیاء کو کوئی حق اعتراض نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بعض مصلحت کے تحت اگر مطلقہ اپنا نکاح اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے کرتی ہے، اولیاء سے مخفی رکھتی ہے تو میرا خیال ہے کہ اولیاء کو حق اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ حدیث شریف مشہور ہے، غالباً ابوداؤد شریف میں ہے حضرت سودہؓ رسول اللہﷺ کے نکاح میں تھیں جب انھیں اندیشہ ہوا کہ رسول اللہﷺ طلاق دے دینگے تو آپ نے اپنا حق شب باشی، حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردیا، ایک خاص مصلحت کے لئے کہ نبی ﷺ کی زوجہ جس طرح دنیا میں ہیں، اسی طرح مرنے کے بعد آخرت میں بھی یہ شرف حاصل رہے۔

تیسری بات نکاح کے موقع پر جو حقوق حاصل ہوتے ہیں ان میں بھی مدارج ہیں، فقہاء نے مدارج قائم کئے ہیں۔ ایک حق وہ ہے جو ابتداء کے اعتبار سے ہوتا ہے اور ایک حق وہ ہے جو فقہ کے اعتبار سے ہوتا ہے، فقہاء نے صراحت کی، ابتداء کے اعتبار سے جو حق ہے وہ ولی کو حاصل ہوتا ہے اور فقہ کے اعتبار سے جو حق ہے وہ شریعت کو حاصل ہوتا ہے، اس لئے احناف کا نظریہ ہے کہ دس دراہم سے کم پر اگر کوئی نکاح کرے تو وہ مہر، مہر شرعی نہیں ہے، بلکہ وہ مہر لغو ہوجاتا ہے اور مہر مثل واجب ہوتا ہے، اسی طرح اگر کوئی عاقلہ بالغہ نے غیر کفو میں ولی کی رضا کے بغیر نکاح کیاتو ابتداء حق کے اعتبار سے ولی کو حق اعتراض ہے، لیکن اگر ولی نے مہر متعین کرکے نکاح کردیایا عورت نے اپنی مرضی سے مہر متعین کیا اگر ابتداء میں وہ عورت مہر کو ساقط کرنا چاہے تو وہ نہیں کرسکتی ہے، لیکن جو مہر متعین ہوگیا نکاح ہوگیا یا مہر متعین نہیں ہوا مہر مثلی ہے، تو بعد میں وہ عورت، ہدایہ میں واضح ہے اور قواعد میں ہے کہ وہ پورا

مہر ساقط کرسکتی ہے، معاف کرسکتی ہے، یا کچھ مہر معاف کرسکتی ہے، یہ ان کا حق ہے، اولیاء کو حق اعتراض حاصل نہیں ہے۔ الاشباہ والنظائر میں اور شرح القواعد الفقہیہ میں اور القواعد الفقہیہ میں کئی شواہد ہیں کہ مصلحت، منفعت اور مضرت جمع ہوجائے تو عام حالات میں مضرت کو منفعت پر ترجیح حاصل ہوتی ہے، لیکن اگر منفعت مضرت کے مقابلہ میں اوفق ہو تو وہاں منفعت کو مضرت پر ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس کی دومثالیں میں دیتا ہوں مسافر ہے جہاز سے سفر کررہا ہے ایسی جگہ پر ہے جہاں پانی اور طہارت اور وقت ادا پر پانی ملنے کی امید نہیں ہے تو بعض فقہاء نے بغیر طہارت کے نماز کی مشابہت اور مصلی کی ہیئت کے لئے اسی حالت میں نماز پڑھ لیں، اگرچہ بعض فقہاء نے قضاء کو ضروری قرار دیا ہے، اور بعض نے اسی نماز کو کافی سمجھا ہے۔ اسی طرح دوسری نظیر، عام حالت میں طہارت نماز کے لئے ضروری ہے، لیکن ایک ایسا مصلی ہے جو ایسی بیماری میں مبتلا ہے کہ وضو کرنے کے بعد وضو ٹوٹ جاتا ہے سلس البول کا مسئلہ آپ جانتے ہیں کہ وہاں وضو کرکے اور اسی حالت میں نماز پڑھنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے، چاہے چار رکعت، دو رکعت نماز پڑھنے کے وقت اس کا وضو رہے یا نہ رہے، لیکن نماز ہوجائے گی، ان تمام نصوص اور قواعد فقہیہ کو سامنے رکھتے ہوئے میری ناقص رائے یہ ہے کہ اس شکل میں اولیاء کو کوئی حق اعتراض نہیں ہونا چاہئے، والسلام علیکم۔

مولانا نذیر احمد کشمیری:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وکفی والصلاۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی، خصوصاً علی سیدنا محمد المصطفی وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، أما بعد!

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت اس نشست کا موضوع ہے مقالوں میں اپنے تمام پہلوؤں پر بہت عمدہ طریقے سے بحث ہوئی ہے، اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت ومشیت سے انسان کے لئے ضرورتیں بھی رکھی ہیں اور ان ضرورتوں کی تکمیل کے لئے سامان بھی رکھے ہیں۔ کھانا پینا ضرورت ہے اس کے لئے وسائل پیدا کئے ہیں۔ اسی طرح انسانوں، بلکہ تمام جانوروں میں جنسی انجذاب کی ضرورت بھی رکھی ہے اور ضرورت کی تکمیل کا سامان بھی رکھا ہے، اس ضرورت کے اسباب جیسے جنسی تسکین ہے ویسے ہی حصول اولاد بھی ہے، بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ حصول اولاد پہلی ضرورت ہے، چاہے لوگ اس کو محسوس کریں یا نہ کریں، اس جنسی تسکین وحصول اولاد اور تطہیر معاشرہ کو پورا کرنے کے لئے یہ نکاح کا نظام اللہ کی طرف سے انسانوں پر احسان ہے۔ نکاح مسیار جس پر بحث ہورہی ہے بالکل واضح ہے دووجہیں ہیں اس کے اسباب پر جب غور کیا جاتا ہے تو جہاں وہ اسباب ہیں جو فاسد قرار پاسکتے ہیں وہیں وہ اسباب بھی ہیں کہ ان کے جائز ہونے کا ذریعہ بننا چاہئے۔ مثلاً بے شمار وہ لوگ جو اپنے گھروں سے دور چاہے وہ

ملازمت کی وجہ سے، چاہے تعلیم کی وجہ سے ہوں، جوانی کی زندگی ہے ماحول جس طرح کا ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے، اب وہ یہ کہتا ہے کہ میرے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو پھر بدکاری میں مبتلا ہوجاؤنگا، یا پھر جواز کی شکل میرے لئے نکالی جائے، خود میرے جاننے والے بھائی ہیں جو میرے علاقہ کے ہیں اور یورپ میں ہیں، انہوں نے نام بھی بتایا کہ میں کس جگہ پر ہوں میری صورتحال یہ ہے، یا تو پھر گناہ میں مبتلا ہونا ہے، جب کہ اب تک اپنے آپ کو گناہ سے بچانے میں بہت مشکلات کے ساتھ کامیاب رہا ہوں، یا پھر مجھے فلاں عمل کرنے کی اجازت دی جائے، وہ فلاں عمل جس کو ہم اپنی کتابوں کی اصطلاح میں استمناء بالید کہتے ہیں اور یا کوئی تیسری شکل اختیار کی جائے، بہت غور کرنے کے بعد میں نے ان سے کہا کہ عرب ممالک کے کچھ علماء نے نکاح مسیار کی اجازت دی ہے، اس کے تمام شرائط کےساتھ اگر آپ کرپائیں تو شاید ان بڑے گناہوں سے بچنے میں کامیاب ہوجائیں، نکاح مسیار کے اسباب پر جب غور کرتے ہیں تو اس میں وہ اسباب بھی ہیں جن اسباب کی بنا پر جو اسباب مثبت حق میں ہیں اور یقینا وہ اسباب بھی ہینجو اس کے منفی حق میں ہیں۔

اب دو تین باتیں ہیں جن پر غور ہونا چاہئے (۱) یہ نکاح مسیار اگر نیت فاسد کی بنا پر ہو تو ناجائز ہونا چاہئے، مگر ہم یہ نیت فاسد کس کو کہینگے، کیا جنسی تسکین جائز ذرائع سے غرض فاسد ہے؟ یا اگر کوئی انسان رسیا ہوچکاہو کسی طبعی خرابی کا اس کے لئے وہ تسکین کے ذرائع ڈھونڈتا ہو تو ہوسکتا ہے وہ فاسد غرض ہو ان دونوں میں فرق کرنا آسان نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے ایک جگہ یہی غرض ضرورت ہو اور دوسری جگہ یہی غرض اس کے لئے ضرر ہو۔ نکاح مسیار کے فیصلے کرنے سے پہلے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اس کے دو پہلو ہیں، اس لئے علی الاطلاق اس کو جائز کہنا بھی مشکل ہے، اس کے نتیجے میں بہت سے مفاسد کے دروازہ کھل جائینگے، جیسا کہ بہت سارے مقالہ نگار حضرات نے لکھا اور یہ سمجھ میں بھی آتا ہے، اور اگر علی الاطلاق اس کو ناجائز قرار دیا جائے تو واقعی جن لوگوں کو اس کی واقعی ضرورت ہے اور ان کےلئے گناہ کے بغیر کوئی اور متبادل راستہ نہیں ہے ان کے لئے دروازہ بند ہوجائے گا۔ لہذا اگر نکاح مسیار ان الفاظ کے ساتھ نہیں ہوتا ہے جو تمتع، نکاح متعہ یا مؤقت بنادے تو جائز ہونا چاہئے۔ نمبر دو وہ شروط فاسدہ جو شروط نکاح کو فاسد کرتی ہیں، اگر وہ نہیں ہیں تو یہ نکاح درست ہونا چاہئے۔ حنفیہ کے یہاں وہ شروط جو مقتضاء عقد کے خلاف ہوں وہ شروط باطل ہوجاتی ہیں اور نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ تو اگر ارکان اور شروط کی رعایت کے ساتھ یہ نکاح ہورہا ہے تو اس نکاح کو درست قرار دینا ہوگا، البتہ جن مفاسد کا خدشہ ہے ان مفاسد کی بنا پر قیود لگائی جاسکتی ہے کراہت کی، بلا ضرورت ہو بلا وجہ کے ہو، محض اپنی بڑھی ہوئی جنسی تسکین کے لئے ہو،تو مکروہ ہوسکتا ہے، لیکن ناجائز کہنا بڑی مشکل

ہے۔ اس کے بعد جب یہ نکاح ہوجاتا ہے تو اسلام نے حقوق لازم کئے ہیں، لیکن اگر کوئی خاتون اپنے حقوق خود ہی ساقط کررہی ہے، جیسا کہ سکنی اور نفقہ اور اسی طرح سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے جو حقوق ہیں جو دوطرفہ ہیں ایک دوسرے کو اپنے حقوق خود ہی ساقط کرنے کا شریعت میں لحاظ نہیں ہے شریعت ان حقوق کے اسقاط کو مانتی ہے اس پر نصوص موجود ہیں بیتوتت ساقط کردے تو وہ حق ادا کرنا لازم نہیں رہتا ہے۔ نکاح مسیار کے نتیجہ میں آگے جو مسائل پیدا ہوسکتے ہیں، ضروری نہیں کہ وہ پیدا ہوں، مثلاً ہم یہ کہتے ہیں کہ بچے برباد ہوجاتے ہیں، عورتیں بیوہ ہوجاتی ہیں، یہ تو جو معروف نکاح ہے، ان کے نتائج بھی سامنے آتے ہیں معروف نکاحوں میں بھی یہ صورت حال پیش آتی ہے۔ ایسا بہت ہوتا ہےکہ نکاح جہاں بہت ناگواریوں کے ساتھ ہوا وہ کامیاب ہوگیا، اور بہت ہوتا ہے کہ جہاں نکاح بہت خوشگواریوں کے ساتھ ہوا وہ ناکام ہوگیا، اور اولادیں بکھر جاتی ہیں۔ اب ہمارے یہاں طلاقوں کے جو مسائل دار القضاؤں میں ہیں اور کورٹوں میں ہیں وہ سب اس کا نقشہ پیش کررہے ہیں خلاصہ یہ کہ نکاح مسیار علی الاطلاق نہ ہو تو جائز ہونا چاہئے اور نہ علی الاطلاق ناجائز ہونا چاہئے، قیود وشرائط کے ساتھ جیسے کہ گواہ بشرطیکہ الفاظ وہ ہونے چاہئے جو نکاح کو نکاح متعہ اور مؤقت نہ بننے دے، وہ الفاظ استعمال کئے جائیں نیتیں درست ہوں اور مقصد تحفظ عصمت اور تحرز عن الفتنہ ہو۔ اگر ان مقاصد کے ساتھ، ان شروط کے ساتھ اس نکاح کو جائز کردیا جائے تو شاید بہت بہتر ہوگا۔ ساتھ میں چونکہ ہمارے معاشرہ میں خصوصاً برصغیر کے معاشرے میں اس کا رواج نہیں ہے اور اکیڈمی کی طرف سے جب فیصلہ ہوجائے گا تو ہوسکتا ہے کہ اس کے اثرات بہت زیادہ معاشرے پر پڑینگے، وہ لوگ جو اس کا رجحان نہیں رکھتے ہیں ان کے اندر بھی یہ رجحان پیدا ہوجائے گا اس پہلو کو بھی زیر غور رکھنا چاہئے۔ اگر یہاں سے جواز کا فیصلہ ہوتا تو علی الاطلاق تو ہمارے معاشرہ پر خصوصا ان نوجوانوں پر جو اپنے گھرو نسے دور ہیں، چاہے وہ ملازمت کے لئے ہوں چاہے تعلیم کے لئے ہوں ان پر اس کے اثرات کیا پڑینگے اور ان کی زندگی کے ساتھ ان کے گھروں پر اثرات کیا پڑینگے، بس یہی منتشر باتیں عرض کرنی تھی، اب اجازت چاہتا ہوں، والسلام علیکم۔

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نکاح مسیار اور نکاح سفر، نکاح تعلیم وغیرہ کو خلط ملط کردیاگیا ہے۔ میرے خیال میں نکاح مسیار کی حقیقت الگ ہے اور نکاح سفر کی حقیقت الگ ہے اور اسی طرح نکاح تعلیم کی بھی حقیقت الگ ہے۔ اس جزئیہ سے جیسے فقہاء نے لکھا ہے کہ نیت ہے کہ ایک مہینہ کے بعد طلاق دے دینگے، تو نکاح پر اثر نہیں ہوتا ہے، شرط ہونی چاہئے عقد کے اندر، اگر عقد کے اندر کوئی ایسا لفظ ہو جس سے توقیت محسوس ہو، تو ایسی صورت میں نکاح صحیح نہیں ہوگا، لیکن اگرلفظ میں نہیں ہے تو پھر نکاح درست

ہوجاتا ہے حنفیہ اور شافعیہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے، لیکن ہمیں غور کرنا ہے کہ جس طرح الفاظ کی اپنی اہمیت ہے، اسی طرح جو معانی ہیں وہ معانی بھی ہمیں پیش نظر رہنا چاہئے۔ جیسے امام ابویوسفؒ کی تردید کرتے ہوئے جمہور کی طرف سے یہی بات کہی گئی ہے کہ نکاح مؤقت اگر کسی نے کہ دیا تو وقت کی تحدید ختم ہوجائےگی اور اس کو نکاح مؤقت مان کر کے .....لیکن ان کی تردید کرتے ہوئے یہی بات کہی گئی ہے کہ:''العبرۃ فی العقود للمعانی''، عقود کے اندر معانی کا اعتبار ہوتا ہے، اسی طرح یہاں پر نکاح سفر ہے یا نکاح تعلیم ہے اس میں صرف نیت نہیں ہے کہ تعلیم کے بعد طلاق دے دینگے یا سفر ختم ہونے کے بعد طلاق دے دینگے، بلکہ قرینۂ ظاہرہ ہے، یعنی ہمیں معانی کو بھی دیکھنا ہے صرف الفاظ کے پیچھے ہی نہیں پڑجانا ہے، یا جو جزئیہ ہے اس جزئیہ سے ایسا استیناس نہیں کرنا ہے کہ جو شریعت کی روح ہے وہ روح ختم ہوجائے، یہاں نکاح سفر میں یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی آج دہلی میں ہے کل یا دس پندرہ دن کے بعد وہ ممبئی جائے گا تو وہاں نکاح کرلے پھر وہاں سے مدراس جائے گا پندرہ بیس کے بعد وہاں نکاح کرلے۔ تو اب یہ قرینۂ ظاہرہ ہے کہ اس شخص کا جو مقصد ہے وہ صرف لذت اندوزی ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ نکاح کا جو بھی مقصد ہے حقیقی مقصد تو یہی ہے سب سے بڑا توالد وتناسل وہ تو بالکل سرے سے اس پر نظر نہیں ہے اور سکون وراحت یہ سب بھی مقاصد ضمنی ہیں، لیکن وہ سب نہیں، بس مقصد لذت اندوزی ہے اس شہر میں بھی ان کو چاہئے اور دوسرے شہر میں بھی اور تیسرے شہر میں بھی، اسی طرح تعلیم جب تک جاری رکھے ہوئے ہے اس کے بعد اس کو ختم کردینا، اس لئے کہ آگے جاکر اس کو اپنے ملک میں شادی کرنا ہے اور لڑکی کو بھی اپنے ملک میں شادی کرنا ہے ، اگر معلوم ہوجائے کہ اس کی شادی ہوچکی تھی تو کوئی اس سے شادی کے لئے تیار نہیں ہوگا، تو قرینۂ ظاہرہ یا معانی کو بالکل نظر انداز کردینا صرف الفاظ کے پیچھے پڑنا یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے، مجھے بس اتنی بات کہنی تھی۔ میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ والسلام علیکم۔

مولانا مفتی جمیل اختر جلیلی ندوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، وبہ نستعین۔ مجھے ایک بات کہنی ہے کہ سوال ۶ میں عارض صاحب نے میری طرف یہ نسبت کی ہے کہ بچے کے نسب کو علی الاطلاق ثابت النسب نہیں مانتے ہیں حالانکہ میرا موقف یہ نہیں ہے، اس لئے کہ میں نے لکھاہے کہ نکاح مسیار کی حیثیت پر یہ موقوف ہے اور سوال ۴ میں اس کو ذکر کیاگیا ہے ۔ سوال ۴ میں نکاح مسیار کو میں نے جائز قرار دیا ہے ارکان اور شرائط پورے ہورہے ہیں اس اعتبار سے، شاید کنفیوزن ہوگیا ہے، اس لئے کہ یہاں ان لوگوں کی بات کی گئی ہےجو بچے کو ثابت النسب، یعنی خاص طور سے جو لوگ نکاح کو درست نہیں مانتے، تو اس اعتبار سے بچے کی حیثیت کیا ہوگی؟ یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ ان کے اعتبار سے ماں کی طرف

نسبت کی جائے گی، اور اس وقت ثابت النسب نہیں مانا جائے گا، تو غور کرلیا جائے۔ جزاک اللہ۔

مولانا محمد ذہیب ندوی:

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت اور اس سے آنے والی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں دوباتیں میں کہنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ نکاح مسیار کے ایجاب وقبول پائے جانے اور اس کی شرطوں کے پائے جانے کے اعتبار سے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے جواز کے سلسلہ میں کسی کو کلام نہیں ہے، اصل مسئلہ مصالح اور مفاسد کے اجتماع کا ہے، مصالح غالب ہوں تو کیا حکم ہوگا؟ اور مفاسد غالب ہونتو کیا حکم ہوگا، جن لوگوں نے اس کے مفاسدکو پیش نظر رکھا ہے ان لوگوں نے اس کے عدم جواز کے سلسلہ میں اپنی گفتگو رکھی ہے اور سد ذریعہ کے طور پر ممانعت کی ہے، جن لوگوں نے مصالح کو پیش نظر رکھا ہے ان لوگوں نے مطلقاً اس کو جائز قرار دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اگر ایک اور بات کا اضافہ کردیا جائے تو بہتر ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ ہمارے فقہاء نے ابتداءً کا اور بقاءً کا دونوں کا حکم بعض مسائل میں الگ الگ لکھا ہے، مثلاً فقہاء کا ایک اصول ہے کہ ''یعتبر فی البقاء ما لا یعتبر فی الابتداء''، بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ بقاءً کسی چیز کو گوارہ کرلیا جاتا ہے کہ وکیل بالبیع کسی اور کو وکیل نہیں بناسکتا ہے، لیکن فضولی اگر ایسے سامان کو بیچ دے اور اس کو اجازت دے تو بقاءً اس کو گوارا کرلیا جاتا ہے، اسی طرح سے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر فریقین بغیر ثمن کے خریدوفروخت کا معاملہ کرے تو وہ معاملہ درست نہیں ہوگا، لیکن اگر معاملہ کرنے کے بعد کوئی ثمن کو ساقط کرنا چاہے تو ساقط کرسکتا ہے ابتداءً اور بقاءً کا بہت سارے مسائل میں فرق کیا گیا ہے، اگر جو لوگ مفاسد کے پیش نظر عدم جواز کی بات کہتے ہیں تو اس میں اس بات کا اضافہ کردیں کہ ابتداءً تو یہ چیز ممنوع ہوگی، لیکن اگر کوئی کرلیتا ہے تو بقاءً اس کا جواز ہوجائے گا۔ او راس میں جو چیزیں اس سے متعلق ہونگی وہ مانی جائینگی۔ ایک بات تو یہ ہوئی کہ بقاءً اور ابتدا ءً کا فرق کرنا چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ چاہے مصالح کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا جائے، چاہے بقاءً کے اعتبار سے اس کو جائز قرار دیا جائے، جائز ہوجانے کے بعد اس کی تعلیم وتربیت کا معاملہ ہے اس کی پرورش کا معاملہ ہے، ایجوکیشن کا معاملہ ہے تو اس سلسلہ میں بھی ساری ذمہ داریاں باپ پر عائد ہونگی۔ کیونکہ فقہاء کرام نے لکھا ہے:''من ملک شیئاً ملک بضرورتہ''، بچے کی جو ضروریات ہیں اس کے لوازم کے ساتھ اس پر نافذ ہونگی۔ ان دو باتوں کا اضافہ کرنے کےلئے میں نے اپنی یہ گفتگو رکھی ہے۔ جزاکم اللہ خیراً۔

مولانا جمیل احمد نذیری:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ دوسرے عارض صاحب نے

عرض مسئلہ پیش کرتے ہوئے سوال۶ کے متعلق یہ فرمایا کہ فلاں فلاں صاحبان نےنمبر ۶ کے جواب سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ ان ناموں میں احقر کا بھی نام لیا ہے تو احقر یہ عرض کرتا ہے کہ میں نے جواب دیا ہے، البتہ سوال ۶ کا نمبر نہیں ڈالا، بہت تفصیل نہیں کی، بہت وضاحت نہیں کی، میں نے اپنے مقالہ کے صفحہ ۲ اور صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے۔ سوال ۶کو پڑھتا ہوں، تاکہ سمجھ میں آجائے کہ میرا جواب ہوا کہ نہیں۔ سوال ۶ ہے: زواج مسیار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کی سماجی حیثیت کیا ہوگی؟ اس کے نفقہ کی ذمہ داری کس پر ہوگی اس کے مثبت ومنفی پہلوؤں اور فوائد ونقصانات کی بھی نشاندہی کریں۔ تو احقر نے صفحہ ۲ پر لکھا ہے اپنے مقالہ کے صفحہ ۲ پر: اس نکاح کے نتیجہ میں بھی نکاح پر مرتب ہونے والے سارے حقوق نسب، نسل، ارث، طلاق، عدت، عدت خلع، نان ونفقہ، سکنیٰ، شب گزاری وغیرہ حاصل ہوجاتے ہیں، اس میں نسب ،نسل اور ارث کا بھی تذکرہ ہے۔ اچھا اسی طرح سے صفحہ ۱۰ پر میں نے لکھا ہے: نکاح مسیار کی ایک مخصوص شکل پر گفتگو کرتے ہوئے کہ اس نکاح میں جو طویل سفر کرنے والے افراد عرب یا غیر عرب اپناتے ہیں نکاح کے سارےمقاصد شرعی پورے نہیں ہوتے۔

عفت وعصمت اور خاندانی زندگی کی ضرورتیں تو حاصل ہوجاتی ہیں، لیکن ایک لمبی مدت تک زن وشوہر کے تعلقات کے بعد بلا کسی وجہ کے طلاق وتفریق محض وطن واپس لوٹنے کے لئے، طلاق وتفریق کا عمل ایک ناپسندیدہ عمل ہے دیکھئے نمبر ۶ کا جواب اس طرح آرہا ہے ضمناً آرہا ہے۔ اس نکاح کے نتیجہ میں جو بچے پیدا ہوئے ہونگے ان کا مستقبل بھی داؤ پر لگ جاتا ہے بچے تو حلال ہی کہلائینگے ثابت النسب، لیکن انعقاد نکاح میں کوئی شبہ نہیں، لیکن نان ونفقہ جو نابالغی میں باپ کے ذمہ ہوتا ہے، باپ اس کا اس ملک سےو اپسی کے وقت اس کا کتنا انتظام کرپائے گا سوچنے کی بات ہے، پھر نیا باپ کے بچے تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں کس طرح محرومی کا شکار ہوتےہیں یہ بھی سب پر ظاہر ہے، اور باپ سے وراثت کیسے پائینگے، یہ بھی مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے، اس میں ابھی جو میں نے عبارت پڑھی ہے اس میں نکاح مسیار کا جو منفی پہلو ہے اس کا بھی ذکر ہوگیا۔ نشاندہی ہوگئی، فوائد ونقصانات کا بھی، البتہ نمبر ۶ ڈال کر اس کا جواب نہیں دیا ہے بہت زیادہ تفصیل نہیں کی۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اس میں چونکہ ضمنی طور پر میری بھی رائے آئی ہے نکاح مسیار کے سلسلہ میں، کہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے، لیکن بعض مقاصد کے فوت ہونے کی وجہ سے اس میں کراہت ہے تو اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ شریعت میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے صرف مقاصد متعین کئے گئے ہیں جن کی شکل متعین نہیں کی گئی ہے، مثلاً امر بالمعروف ہے، نہی عن المنکر ہے زبان سے ہو، قلم سے ہو،

تبلیغ سے ہو، بہت سے احکام وہ ہیں کہ جن کا مقصد بھی متعین ہے اور جن کی شکل بھی متعین ہے، جیسا خود نماز کے بارے میں مقصد تو متعین ہے ہی نماز کا ‘‘أقم الصلاۃ لذکری’’ (سورہ طہ: ۱۴) اور حضورﷺ نے اس کی شکل بھی متعین فرمادی، اور ارشاد فرمایا: ‘‘صلوا کما رأیتمونی أصلی’’ تو جن افعال کی شریعت میں شکل متعین کی گئی ہے اور مقصد بھی اس کا واضح کیاگیا ہے اس میں حکم کی بنیاد شکل پر ہوتی ہے، اگر ا س شکل کا تحقق ہوجائے تو وہ چیز وجود میں آجائے گی، اسی لئے فقہاء نے لکھا کہ نماز میں خشوع واجب نہیں ہے، خشوع واجب ہوتا تو ہم میں سے کتنے لوگوں کی ایک آدھ نماز بھی درست ہوپاتی یا نہیں ہوپاتی۔ تو نکاح بھی ایسے ہی مسائل میں ہیں کہ جن کی شکل بھی متعین ہے ایجاب وقبول اور شاہدین کے ذریعہ نکاح منعقد ہوگا۔ یہ حضورﷺ کی حدیث قولی سے بھی ثابت ہے، حدیث فعلی سے بھی ثابت ہے۔ اور مقصد وہ بھی متعین ہے۔ ‘‘أغض للبصر وأحصن للفرج’’، اور یہ توالد وتناسل کا ذریعہ ہے، تو اگر ایجاب وقبول ہوجائے تو نکاح کو منعقد ہوجانا چاہئے۔ اس بنیاد پر ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ شرط فاسد کی وجہ سے نکاح فاسد نہیں ہوگا، بلکہ شرط خود فاسد ہوجائے گی، البتہ اگر کوئی فساد خارج سے آیا ہو، اس کی حقیقت میں شامل نہ ہو تو اس سے کراہت پیدا ہوتی ہے، جیسے بیع میں ہم دیکھتےہیں کہ اگر زمان کی وجہ سے فساد ہو، جیسے اذان کے وقت میں، نماز کے وقت میں بیع کی جائے، مسجد کے اندر بیع کی جائے تو یہ چونکہ نفس ایجاب وقبول میں کراہت نہیں ہے، خارج سے کراہت کا پہلو آیا ہے۔ فساد کا ایک پہلو آیا ہے تو اس کو فقہاء نے کراہت کے درجہ میں رکھا ہے، اس سے کراہت پیدا ہوجائے گی، تو اگر دونوں اصولوں کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ نکاح منعقد ہوجائے گا، البتہ مقاصد میں فساد کی وجہ سے اس عمل میں کراہت ہوگی۔ تو ہمیں تجویز مرتب کرتے ہوئے یہ بات لکھنی چاہئے کہ اگر ایجاب وقبول پایا گیا، شاہدین موجود تھے تو نکاح منعقد ہوگیا، لیکن یہ ضروری ہے کہ نکاح مستقل اور ہمیشہ ایک ساتھ زندگی گزارنے کےلئے، موت تک ایک ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے کیا جائے، اس نیت سے نہ کیا جائے کہ کوئی خاص مقصد ہو وہ پورا ہوجائے اور پھر بس نکاح سے ہم الگ ہوجائیں، ایسا کرنا شرعاً گناہ ہے، یہ اس میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ آج کل مغربی ملکوں میں ایک صورت اور ہورہی ہے خاص طور سے افریقی ملکوں میں۔ بہت سے لوگ شہریت اور ویزے کے لئے نکاح کرلیتے ہیں، سیاہ فام عورتیں جو ہوتی ہیں ان سے نکاح کرلیتے ہیں اس کی وجہ سے ان کو وہاں کی شہریت مل جاتی ہے، یا دائمی ویزا مل جاتا ہے پھر ا س کے بعد بے تعلق ہوجاتے ہیں، تو تجویز میں ایسی بات کہی جائے جس میں یہ تمام باتیں شامل ہوں۔ یہ بات میرے ذہن میں آئی، اس لئے عرض کردیا۔ والسلام علیکم۔

مولانا مفتی عبد القدوس ندوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ابھی ابھی ہمارے اس ملک کے حالات پر ہم نےسنا کہ تین طلاق پر بین (پابندی) لگ گیا ہے تین طلاق پر پابندی عائد ہوچکی ہے اور تعدد ازدواج اور حلالہ بھی موجودہ حکومت کے نشانہ پر ہے، ان حالات میں اگر ہم نکاح مسیار کی اجازت دیتے ہیں جو کہ لیو ان ریلیشن شپ کی ایک شکل ہے تو اس صورت میں ہندوستان میں عام مسلمانوں کے حالات اور نازک ہوسکتےہیں، اور ویسے بھی دار العلوم دیوبند، جامعہ بنوریہ کراچی اور علماء ہند وپاک کے فتاوی کی روشنی میں یہ بات محسوس ہورہی ہے کہ ان کے نزدیک نکاح اگرچہ اپنے ارکان وشرائط کے ساتھ صحیح ہورہا ہے، لیکن مقاصد کے تحت اس کے اندر فساد پایا جارہا ہے، اس لئے فیصلہ اس کے ناجائز ہونے کے بارے میں ہی ہونا چاہئے۔ نکاح مسیار کے جواز سے یہی بات مسلمانوں میں پائی جائے گی، یعنی غیر جس طرح لیو ان ریلیشن شپ میں زندگی گزار رہے ہیں اگر نکاح مسیار کی اجازت دی جاتی ہے تو مسلمان بھی اس طرح کی لائن میں آسکتے ہیں، اگرچہ عاقدین ایک دوسرے کے لئے حلال ہیں جیسا کہ حضرت خالد صاحب نے ابھی بیان فرمایا کہ اس فعل کی شکل صحیح ہورہی ہے مقاصد میں فساد پایا جارہا ہے تو عرض یہ کرنا ہے کہ اگرچہ عاقدین ایک دوسرے کے لئے حلال ہیں ارکان ایجاب وقبول، کفو، مہر سب صحیح ہیں، لیکن شریعت کی جو روح ہے نکاح کے سلسلہ میں، اور مسلمانوں کی حالت زار کو اس ملک میں دیکھتے ہوئے میں یہ کہنا چاہونگا کہ نکاح مسیار کی بالکل اجازت نہ ہو اور اس سے منع کیا جائے، والسلام علیکم۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

دیکھئے ہم لوگوں کو یہاں تو فقہی نقطۂ نظر سے اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن کوئی بات کہنے میں احتیاط سے کام لینی چاہئے۔ آ پ نے جس قانون کا حوالہ دیا لیو ان ریلیشن شپ، یعنی بغیر نکاح کے ایک دوسرے کے ساتھ زندگی تو آپ سوچیے کہ یہ اس دائرہ میں کیسےآجائے گا۔ ایسی بات اگر آپ کہینگے تو لوگوں تک یہ میسج جائے گا کہ بہت سے مسلمان اس کو جائز سمجھتے ہیں چونکہ ہندوستان، برصغیر میں بھی اور عالم عرب میں بھی بیشتر تعداد علماء کی یہ کہتی ہے کہ یہ نکاح منعقد ہوجائے گا۔ اور ہمیں کوئی فیصلہ حکومت کے دباؤ کی وجہ سے نہیں کرنا چاہئے، یہ تو سوچا جاسکتا ہے کہ حکومت کے دباؤ کی ان صورت حال میں ہم کیسے نمٹیں، ہم کیسے ان کی وضاحت کریں، لیکن ہمارے بزرگوں نے تو اپنی زندگی قربان کردی ہے اور حکومت کے اثر کو احکام شرعیہ کے مستنبط کرنے میں، بیان کرنے میں قبول نہیں کیا ہے، تو حکومت کا دبا ؤ ہے، اس لئے ہم کو ایسا کرنا چاہئے، یہ آپ حضرات کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔

مولانا عتیق احمد صاحب بستوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نکاح مسیار کا مسئلہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، اس لئے اس کو موضوع بنایا گیا سمینار کا۔ اور الحمد للہ تفصیل سے اس پر مقالے آئے، یہ مسائل کہاں کہاں ہیں؟ اور کیا کیا اس کے اسباب ومحرکات ہیں وہ بھی ہمارے سامنے ہیں، مسئلہ ایک یہ ہوگیا ہے کہ چاروں فقہی مسالک ہیں ان کا کچھ الگ الگ مزاج بھی ہے، اصول وقواعد کچھ تھوڑے الگ الگ سے ہوتے ہیں، اب یہ جو رجحان ہمارے یہاں سب کو لے کر چلنے کا پیدا ہوا ہے اس میں تھوڑی سی دشواری بھی پیش آتی ہے، مالکیہ کا جو رجحان تھا مصالح کا، مصالح کو غلبہ دینے کا، حنفیہ کے یہاں تو درمیانی بات ہے، حنابلہ کے یہاں شافعیہ کے یہاں مصالح سے زیادہ ظاہر الفاظ ونصوص کا لحاظ کیاجاتا ہے، یہاں جو ہم غور کررہے ہیں نکاح مسیار کے حوالہ سے، یہ دو میدان اس کے ہیں، ابھی ہمارے ملک میں وہ چیز الحمد للہ اس حد تک نکاح ہے کہ اس کو زیادہ موضوع بنایا جائے، لیکن ایک تو وہ نوجوان جو مغربی ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کے جاتے تھے اور ایک زمانے سے جارہے ہیں اور لمبا قیام کرتے تھے، ایک مسئلہ ان کا ہے کہ وہاں ظاہر ہے جس درجہ کی عریانیت ہے اختلاط مردوزن ہے، نوجوان ہے تعلیم حاصل کرنے گئے ہیں، آٹھ سال دس سال بارہ سال تک رہتے ہیں اور کیا کریں کس طرح سے اپنے کو بچائیں۔ حرام سے بچیں تو آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ شیعہ حضرات نکاح متعہ کو جس کو حلال سمجھتے ہیں ایک حل کے طور پر وہاں پیش کیا ان نوجوانوں کے سامنے کہ بھائی نکاح متعہ شریعت میں ناجائز نہیں ہے حلال ہے اس کو منسوخ کرنے کی بات آتی ہے وہ صحیح نہیں ہے، اور مسئلہ کا حل بھی یہ ہے اس طرح کےلوگوں کے لئے، تو اس طرح کی رپورٹیں ہیں کہ وہاں پر بہت سے سنی طلبہ اس سے متاثر ہوئے، موٹی موٹی کتابیں ان کی ہیں کہ بھائی اس مسئلہ کا حل جو اثنا عشریہ کی فقہ ہےاس میں موجود ہے اس طرح سے آپ نکاح متعہ کر لیجئے مسئلہ کا حل ہوجائے گا، او راس طرح آپ گویا حرام کاری سے بچ جائینگے۔ ایک اچھی خاصی تعداد نوجوانوں نے، لڑکوں اور لڑکیوں نے اس کو اختیار کیا، تو ایک مغرب میں تعلیم کے لئے جانے کا مسئلہ، اور اب بھی بڑی تعداد میں لوگ جاتے ہیں تعلیم بھی مقصد ہوتا ہے، بسااوقات شہریت حاصل کرنا امریکہ وغیرہ میں برطانیہ وغیرہ میں ہوتا ہے، تو یہ مسئلہ اب بھی وہاں پر ہے، ایک تو مسئلہ ان لوگوں کا ہے، تو اس میں ظاہر ہے کہ کوئی ایسی شکل بنتی ہو جو نکاح مسیار، گویا مسیار کا نام نہ لیجئے چاہے تو جو شکل بن رہی ہے ایجاب وقبول پایا جارہا ہے بات کرتے ہیں اس طرح سے کہ وہ گویا خاتون خود اپنے حق سے دستبردار ہورہی ہے۔ گواہوں کی موجودگی میں عقد ہورہا ہے، ایسی کوئی توقیت کہ محدود مدت کے لئے عقد ہورہا ہے ایسا کچھ نہیں ہے تو اس کو اختصار کرنے سے بہرحال، وہ تو مسئلہ ہے مغربی ممالک میں جو لوگ بیان

کرتے ہیں اس طرح سے .....ان کے مسئلہ کا کسی نہ کسی درجہ میں حل موجود ہے، ظاہر ہے کہ اگر شرعاً گنجائش موجود ہے تو اس سے گویا ہزارونلڑکےاور لڑکیاں اپنی عفت اور پاکدامنی کو بچا سکتے ہیں، تو محض یہ کہ جذباتی بنیاد پر کہ ہم مغربی کلچر کو فروغ دے رہے ہیں اور فلاں چیز کررہے ہیں۔ یہ اس کو مطلقاً منع کرنا اور ناجائز قرار دینا، جیسے کہ بعض سوشل میڈیا میں فتوی دیا کرتے تھے اس میں پاکستان کے لوگ بہت آگے آگے ہیں، ماشاء اللہ سوشل میڈیا پر فتوی دینے میں، کہ جن میں بسااوقات گہرائی کم ہوتی ہے اور جذباتی باتیں زیادہ ہوتی ہیں اس سے متاثر ہوکر ہم نے کوئی فیصلہ کرلیاتو یہ صحیح نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہم اس بات کا بھی اظہار کریں کہ نکاح ایک دائمی عقد ہے عقد کرتے ہیں، خواہ وہ مشرق میں کریں یا مغرب مینکریں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نکاح کو دوام کی نیت کے ساتھ کریں۔ نہ کہ مؤقت مدت کے لئے۔

دوسرا مسئلہ جو بلاد عربیہ میں ہے کہ نکاح مسیار کا چرچہ وہاں ہوا اور وہاں کے علماء نے کافی اس پر بحثیں کی اور اس میں دو رجحان پائے گئے ایک رجحان عدم جواز کا تھا اور دوسرا جواز کا تھا، اور حالات کچھ ایسے ہیں، ایسی صورت حال ہے بعض خواتین متمول ہیں، مال والی ہیں کسی وجہ سے رشتے، کوئی رشتہ کیا تو ناکام ہوگیا، یا رشتے ان کے لحاظ سے نہیں ملتے ہیں، تو اگر اس طرح کی شادیاں کرنے کا رجحان رکھتی ہیں اور معاشی لحاظ سے ایسی ہیں کہ وہ اپنے اخراجات پورا کرلیں اور کچھ شرطوں سے کچھ اپنے حقوق سے دستبردار ہورہی ہیں تو غور کرنے کی بات ہے کہ تنہا اس بنیاد پر کہ اس سے نکاح کے سارے مقاصد حاصل نہیں ہورہے ہیں اس کو ہم ناجائز کہہ دیں، نکاح کے جو مقاصد ہیں عفت وعصمت حصول اولاد، زندگی میں سکون، میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے نکاح ایسے ہوتے ہیں کہ ایک ہی مقصد حاصل ہورہا ہے۔ بعض کو دو مقصد حاصل ہورہا ہے، ایسا نہیں ہے کہ اس نکاح کے جواز کے لئے سارے مقاصد کا حصول ضروری ہے، کچھ مقاصد اگر حاصل ہورہے ہیں او رطریقہ جائز ہے، جن شرطوں کےساتھ نکاح کیا جارہا ہے وہ معتبر شرطیں ہیں اور درست ہیں تو محض اس بنیاد پر کہ اس کے تین مقاصد ہیں دو ہی حاصل ہورہے ہیں، ایک ہی حاصل ہورہا ہے اس کو ہم ناجائز کہیں، یہ بات صحیح نہیں ہوگی۔ باقی یہ جو رجحان اس طرح کا پیدا ہونا یہ تو اچھی با ت نہیں ہے، اس تعلق سے تجویز جب مرتب کی جائے گی اس میں اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ شریعت نکاح کو دائمی عقد سمجھتی ہے اور اس کے احکام اور تفصیلات بھی ہیں، یہ نکاح بھی اسی انداز کے ہیں، لہذا مسلمان اس کا لحاظ کریں، باقی یہ بات کہ آپ کے اس فیصلے سے کہ لوگ کیا کہینگے، کیا کرینگے کیا پروپیگنڈہ ہوگا تو اس سلسلہ میں ہمیں کہنا ہے کہ جس کو ہم صحیح سمجھتے ہیں اور شریعت کے مقاصد کے لحاظ سے درست سمجھتے ہیں اور شرعی اصولوں کے لحاظ سے درست سمجھتے ہیں ان چیزوں کو

ہم جائز کہینگے، گنجائش نکالینگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ چند باتیں مجھے پیش کرنی تھیں جو میں نے عرض کردیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

صدارتی خطاب:

مولانا مفتی صادق محی الدین صاحب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً منہم علی سیدنا محمد المصطفی صلی اللہ تعالی علی أہلہ وآلہ وبارک وسلم۔

بزرگان محترم! ہماری آج کی اس نشست میں نکاح مسیار کی شرعی حیثیت پر جو سوالات کے مقالہ نگاروں نے جوابات بھیجے تھے اس کو تفصیل کرکے مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب کو ۱ تا ۵ سوال کے سلسلہ میں عرض مسئلہ پیش کرنے کی ذمہ داری دی گئی تھی اور دوسرے مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی صاحب استاذ دار العلوم دیوبند یوپی نے بھی نکاح مسیار کی شرعی حیثیت کے سوال ۶ تا ۸ کے سلسلہ میں عرض مسئلہ پیش کیا ہے، آپ حضرات نے بغور سماعت کیا اور اس کے جو اچھے پہلو ہیں اور جو ناپسندیدہ پہلو ہیں ان پر آپ میں سے بہت سے حضرات نے کلام کیا ہے اور یہ ساری باتیں یہاں تک پہنچ چکی ہیں اور جو آراء آپ کی حاصل نہیں کی جاسکتی ہیں بطور تقریر کے تحریر میں ان آراء کو آپ یہاں روانہ کرینگے تو ان شاء اللہ تجویز کمیٹی کو وہ آراء حوالہ کی جائے گی ان شاء اللہ۔ تجویز کو مرتب کرنے میں ان کو مدد ملے گی ان شاء اللہ۔ مسئلہ سے متعلق ہمارے بزرگ عالم دین حضرت مولانا فقیہ العصر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی اور ہمارے بہت ہی قابل فخر عالم دین حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب دامت برکاتہم نے جو باتیں بیان کی ہیں ان شاء اللہ العزیز جو تجاویز کمیٹی بنے گی، ظاہر ہے ان کی گفتگو کو سن چکے ہیں تو تجویز مرتب کرنے میں ان شاء اللہ ان کو بھی بہت مدد ملے گی۔

احقر کے پیش نظر یہ بات ہے کہ یہ جو نکاح مسیار ہے کیا یہ ایسا کوئی نکاح نہیں ہے کہ جس کے ہم آغاز کی اجازت دے رہے ہوں، یہ نکاح رواج پاچکا ہے، بعض خاص حالات کے پس منظر میں مغربی ممالک میں بھی خلیجی ممالک میں بھی یہ نکاح کا طریقہ رائج ہوچکا ہے، اب اس مسئلہ میں ہمارے فقہاء کرام کی رائے جو کچھ آپ نے تحریر کیں ہیں حوالوں کے ساتھ اس سے یہی مسئلہ مترشح ہوتا ہے کہ اگر شرعی جو عقد نکاح کی صحت کے لئے ایجاب وقبول اور گواہوں کا ہونا ہے اس سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور اگر کوئی شروط رکھی جاتی ہیں جو ایسی ہیں جو منافی عقد نہیں ہیں تو سمجھئے کہ وہ شرائط فاسد ہوجاتے ہیں، اس طرح اکثر فقہاء نے بھی ہمارے اس کے جواز کی رائے دی ہے، اب موجودہ حالات میں ہم کو یہ غور کرنا ہے کہ یہ جو نکاح رواج پاچکا ہے اس میں اصلاح کیسے کی جائے اس کا مقصد یہ بھی نہیں ہے، جہاں یہ نکاح رائج نہیں ہے اس کو رواج

دیا جائے، بلکہ جہاں ناگزیر حالات ہیں جیسے ابھی ہمارے مولانا احمد بستوی صاحب نے ذکر کیا ہے اور ہمارے اکثر مقالہ نگاروں نے بھی اس کا تذکرہ کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص حالات میں اس کی اجازت ہے اور دی جانی چاہئے، مگر یہ بات ذہن مینر ہنی چاہئے، یہ بات صحیح نہیں ہےکہ اس میں بہت سے ایسے مفاسد ہیں جو ثبوت پاچکے ہیں یا ایسے بہت سے مفاسد ہیں جن کا امکان ہے، ظاہر ہے کہ ان دونوں مفاسد کے سد باب کے لئے ہم کو کیا کرنا چاہئے یہ غور وخوض کرکے تجویز میں ایسی باتوں کو شامل کرنا چاہئے، یہ بات سب جانتے ہیں کہ زنا کی شناعت متحقق ہے، اس کے حرام ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے، لیکن خاص حالات میں، خاص پس منظر میں صرف عفت وعصمت کی حفاظت کی غرض سے نکاح مسیار ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کو بالکلیہ طور پر حرام او رناجائز تو نہیں کہا جاسکتا، اس لئے اس سلسلہ میں ہم کو خاص طو رپر غور کرنا چاہئے کہ موجودہ حالات کے پس منظر میں جو نکاح رواج پاچکا ہے اس میں جو مفاسد آرہے ہیں ان پر قدغن کیسے لگے، خرابیاں کیسے دور ہوں، اس پر ہماری نظر اور توجہ مرکوز ہونی چاہئے۔

آخری بات یہ ہے کہ سپریم کورٹ میں یا عدالتوں میں جو مقدمے پیش ہوتےہیں ظاہر سی بات ہے کہ اس کا مقصد صرف اور صرف اسلام کو نشانہ بنانا ہوتا ہے، وہ ہرگز نہ مسلمانوں کےلئے اور نہ مسلم خواتین کے لئے ہمدرد ہیں، بلکہ ان کے دلوں میں صرف دشمنی کا عنصر ہے جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے ساتھ ایسے مسائل چھیڑتے ہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ ان ہی کی طرف سے جو حضرات عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں ان ہی کے خریدے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ پھر عدالت میں پیش ہوتے ہیں، تاکہ اس مسئلہ کو اٹھایا جائے، اور اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی جائے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ملک کی عدالتوں کو اس مسئلہ میں جس میں کسی نہ کسی درجہ میں نکاح کی صورت ہے کوئی اس میں ان کو اپنی رائے دینے کا حق نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ عدالتیں تو تسلیم کرتی ہیں کہ اگر کوئی نوجوان لڑکا ہے ۲۲؍سال کی عمر ہوچکی ہے اور لڑکی ۱۸؍سال سے تجاوز کرچکی ہے تو وہ دونوں بغیر نکاح کے بھی اتفاق رائے سے ایک ساتھ زندگی گزارنا چاہیں تو گزار سکتے ہیں، قانون نے اس کو تسلیم کرلیا ہے، تو ظاہر ہے جب عدالتیں ایسی باتوں کو تسلیم کرتی ہیں تو ان کو ایسی بات تسلیم کرنے میں کیا امر مانع ہوسکتا ہے اور کیوں ان کو اس مسئلہ میں اپنی رائے ٹھونسنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اسلام کو نشانہ بنانا چاہئے، ایسے حالات میں ظاہر ہے مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ دار ہمیشہ آگے آگے رہتے ہیں اور اب تک جتنے مسائل امت کو درپیش ہوئے ہیں اور ہوتے جارہے ہیں ان مسائل میں بھی الحمد للہ ہمارے علماء اور فقہاء مسلم پرسنل لا اور ہمارے جمعیۃ علماء کے ذمہ دار سب اس کام میں لگے ہوئے ہیں، ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ان کا ممکنہ تعاون بھی کریں اور ان

کی کامیابی کے لئے دعاؤں کا اہتمام بھی کریں۔ یہ چند کلمات اس موقع سے احقر نے رکھے ہیں، مزید باتیں تو الحمد للہ ہمارے مناقشے میں ابھر کر سامنے آگئی ہیں ان شاء اللہ یہ مناقشے اور جو کچھ ہوئے ہیں اس کی روح اور اس کا خلاصہ بھی ہمارے مولانا عتیق احمد صاحب اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے رکھ دیا ہے۔ تجویز کمیٹی کو چاہئے کہ وہ ان تمام امور کو اپنے سامنے رکھے۔ وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ وبارک وسلم، والحمد للہ رب العالمین۔

* * *